تخریج شدہ

خلیفۂ اول کا مستحق کون؟ صحابہ کرام اور اہلِ بیت
کے فضائل اور کربلا کے خونی منظر پر مدلل تصنیف

الصَّواعِقُ المُحرِقة

فِی الرَّدِّ عَلٰی اَھلِ البِدَعِ وَالزَّندَقَةِ

تطہیر الجَنان وَاللِّسان

تصنیف
المحدث احمد بن حجر الہیتمی المکی رحمۃ اللہ علیہ
۸۹۹ تا ۹۷۴ ھ

ترجمہ و تحقیق و تخریج
علامہ مفتی عبد المصطفیٰ محمد مجاہد العطاری القادری عفی عنہ

ناشر
اکبر بک سیلرز لاہور

تخریج شدہ

خلیفۂ اول کا مستحق کون؟ صحابہ کرام اور اہل بیت
کے فضائل اور کربلا کے خونی منظر پر مدلل تصنیف

الصَّوَاعِقُ المُحْرِقَة

فِی الرَّدِّ عَلٰی اَھْلِ الْبِدَعِ وَالزِّنْدِقَةِ

و

تَطْهِیْرُ الْجَنَانِ وَاللِّسَانِ

عن الخطور والتفوة بثلب سیّدنا معاویة بن ابی سفیان

تصنیف
المحدث احمد بن حجر الہیتمی المکی رحمۃ اللہ علیہ
۸۹۹ تا ۹۷۴ ھ

ترجمہ و تحقیق و تخریج
علامہ مفتی عبد المصطفٰے محمد مجاہد العطاری القادری عفی عنہ

ناشر
اکبر بک سیلرز
زبیدہ سنٹر ۴۰ اردو بازار لاہور Ph:37352022

نام کتاب .... الصواعق المحرقہ فی الرد علی البدع والزندقہ
-و- تطہیر الجنان واللسان

مصنف .... امام ابن حجر ہیتمی مکی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم .... مولانا مفتی عبد المصطفیٰ محمد مجاہد العطاری القادری

صفحات ۸۵۶

تعداد ۶۰۰

کمپوزنگ .... زاہد اقبال

تاریخ اشاعت .... مارچ ۲۰۱۴ء

ناشر .... محمد اکبر قادری

قیمت .... -/800 روپے

ناشر
اکبر بک سیلرز
زبیدہ سنٹر ۴۰ اردو بازار لاہور

شرفِ انتساب

فقیراپنی اس ادنیٰ کاوش کو ان مقدس صحابہ کرام علیہم الرضوان کی طرف عقیدۃً ومحبۃً منسوب کرتا ہے جن سے اللہ تعالیٰ اوراس کے پیارے حبیب ﷺ نے جنتی ہونے کا وعدہ فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی مقدس بارگاہ میں دعا ہے کہ:

''میری اس ادنیٰ کاوش کو قبول ومنظور فرمائے اور ہم تمام کی مغفرت فرما کر ایمان پر خاتمہ' قبر میں زیارتِ رسول اللہ ﷺ اور قیامت میں شفاعت حبیب اللہ ﷺ اور جنت الفردوس میں بے چین دِلوں کے چین نانائے حسنین کریمین ﷺ و رضی اللہ عنہما کے قدمین شریفین میں پڑوس عطا فرمائے''۔

آمین بجاہ النبی الامین و صلی اللہ علیہ وسلم

طالبِ غمِ مدینہ ومدفن بقیع ومغفرت

عبدالمصطفیٰ محمد مجاہد العطاری القادری

آستانہ عالیہ چشتیہ جھلار شریف شاہ جمال' مظفر گڑھ

فہرست مضامین

عرضِ ناشر

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام

علیٰ سیّد الانبیاء والمرسلین

اللہ رب العزت جل شانہ کا بے حدوشمار شکر کہ اس کی رحمتِ کاملہ' اعانت ونصرت اوراس کے محبوبِ کریم حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ بابرکات کے وسیلۂ جلیلہ سے ہمیں آپ قارئین کی خدمت میں مختلف موضوعات پر معیاری دینی اسلامی کتب شائع کر کے پیش کرنے کی سعادت حاصل ہے۔الحمدللہ۔

ہم اہلِ شوق ومحبت کی علمی پیاس بجھانے کے لئے حتی الامکان سعی وکاوش میں مسلسل کوشاں ہیں۔

آپ سے التماس ہے کہ ممکن ہوتو اپنے قیمتی وقت سے چند لمحات نکال کر ہمیں اپنے گراں بہا مشوروں اور آراء سے نوازتے رہیے' تاکہ ہماری مزید رہنمائی ہواور ہم اپنی کتب کواور زیادہ بہتر انداز اور معیار کی رفعتوں تک لے جائیں۔بفضلہٖ تعالیٰ۔

امید ہے زیرِنظر کتاب ''الصواعق المحرقہ مع تطہیر الجنان واللسان'' متلاشیانِ علم وعرفان کے لئے باعثِ تسکین ہوں گی۔

آپ کا خیراندیش

محمد اکبر قادری

عرضِ مترجم

اس پُرفتن دور میں ہر فرقہ خود کو سچا کہتا ہے مگر سچا وہی ہے جو قرآن مجید و سنت کے مطابق زندگی گزارتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے حبیب ﷺ کے متعلق صحیح عقیدہ رکھتا ہے اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تنقیص نہیں کرتا کیونکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی شان و رفعت خود اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے حبیب ﷺ نے بیان فرمائی ہے اور ان مقدس بزرگوں سے جنت کا وعدہ فرمایا ہے اور پھر ان مقدس لوگوں پر طعن و تشنیع کرنا کہاں کی جرأت مندی و عقل مندی ہے۔ اہلِ سنت وجماعت کا متفقہ فیصلہ ہے کہ تمام اُمتِ مسلمہ پر واجب ہے کہ تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان کو عادل و پاک کہیں اور ان پر طعن و تشنیع ہرگز نہ کریں، ان کی مدح کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی خود مدح فرمائی ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

''تم بہترین اُمت ہو لوگوں کی بھلائی کے لیے نکالی گئی ہو''۔

اس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے بقیہ اُمت پر ان کی بھلائی کو ثابت فرمایا اور اس کی گواہی عطا فرمائی ہے اور جب اللہ تعالیٰ نے ان کی گواہی عطا فرمادی ہے کہ وہ بہترین اُمت ہے تو تمام پر واجب ہے کہ وہ اسی ایمان و عقائد پر قائم رہیں اگر کوئی شخص یہ ایمان و اعتقاد نہیں رکھتا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فرامینِ مقدسہ کو جھٹلاتا ہے تو بغیر کسی شک و شبہ کے وہ شخص جو اس چیز کی حقیقت میں جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمادیا ہے، شک کرتا ہے وہ اُمتِ مسلمہ کے اجماع سے کافر ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''اسی طرح ہم نے آپ کو بہترین اُمت بنایا ہے تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ''۔

اللہ تعالیٰ نے حقیقتاً اس آیتِ کریمہ اور گزشتہ آیت میں صحابہ کرام علیہم الرضوان کی زبان سے بالمشافہ کلام فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت پر غور کرو کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو عادل اور نیک بنایا ہے تاکہ یہ اُمت بروزِ حشر باقی تمام اُمتوں پر گواہ قائم ہوں تو پھر اللہ تعالیٰ غیر عادل اور نبی اکرم ﷺ کے ظاہری پردہ فرمانے کے بعد مرتد ہو جانے والوں کے بارے میں کس طرح گواہی دے سکتا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ ان سے ہمیشہ کے لیے راضی ہو گیا۔

قرآن مجید میں ہے:

''بے شک اللہ مومنین سے راضی ہوگیا جب انہوں نے درخت کے نیچے بیعت کی''۔

ملاحظہ فرمائیے کہ بیعتِ رضوان کے وقت چودہ سو صحابہ کرام علیہم الرضوان تھے جن سے اللہ تعالیٰ نے راضی ہونے کا وعدہ فرمایا ہے۔

اور مزید ارشاد فرمایا:

''اور سب میں اگلے پچھلے مہاجر اور انصار اور جو بھلائی کے ساتھ ان کے پیروکار ہوئے اللہ تعالیٰ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی اور ان کے لیے تیار کر کے باغ رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہیں ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں یہی بڑی کامیابی ہے۔ اے نبی! اللہ آپ کو کافی ہے اور مومنین میں سے جنہوں نے تیری اتباع کی وہ فقراء جو مہاجرین ہیں جو اپنے گھر اور اموال سے نکالے گئے ہیں، وہ اللہ کا فضل اور رضا تلاش کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی مدد چاہتے ہیں، یہی لوگ سچے ہیں''۔

غور فرمائیے!

اللہ تعالیٰ نے ان مقدس بزرگوں سے راضی ہونے کا وعدہ فرمایا ہے اور پھر یہی نہیں جنت کا بھی وعدہ فرمایا ہے اور جنت کا وعدہ کسی شک کی بناء پر نہیں ہوتا بلکہ ایمان پر موت کے بعد یقین پر ہوتا ہے تو جب اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوگیا اور ان سے جنت کا وعدہ بھی فرما دیا تو پھر ان مقدس بزرگوں پر یہ بہتان باندھنا کہ سوائے چھ اشخاص کے تمام صحابہ (علیہم الرضوان) نبی اکرم ﷺ کے ظاہری پردہ فرمانے کے بعد مرتد ہوگئے تھے، کہاں کا اعتقاد اور ایمان ہے۔

اور بخاری شریف کی حدیثِ مبارکہ ہے۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اس ذاتِ مقدسہ کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ اگر تم میں سے کوئی اُحد پہاڑ کے برابر بھی سونا خرچ کردے تو ان (صحابہ کرام علیہم الرضوان) کے مٹھی بھر جو کا مقابلہ بھی نہیں کر سکے گا''۔

اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان رفعتِ شان کے مالک ہیں پھر ان کی تنقیص کرنا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے فرامینِ مقدسہ کو جھٹلانا ہے اور یہ کفر ہے۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان میں افضل اور خلیفۂ اوّل ہونے کا حق سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو حاصل ہے۔

ابو منصور بغدادی جو ہمارے اکابر ائمہ میں سے ہیں،

انہوں نے فرمایا کہ:

''اہلِ سنت و جماعت کا اس بات پر اجماع ہے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سب سے افضل حضرت صدیقِ اکبر، حضرت عمر پھر حضرت عثمان پھر حضرت علی رضی اللہ عنہم ہیں پھر عشرہ مبشرہ ہیں پھر اہلِ بدر افضل ہیں۔ جنگِ اُحد اور حدیبیہ

کے باقی اور بیعت الرضوان کے بعد باقی صحابہ کرام علیہم الرضوان افضل ہیں''۔

اور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''میرے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو میرے بعد ان کو اپنی اغراض کا نشانہ ہرگز نہ بنانا جو ان سے محبت کرتا ہے وہ مجھ سے محبت کرتا ہے اور جو ان کو اذیت دیتا ہے وہ مجھے اذیت دیتا ہے اور جو مجھے اذیت دیتا ہے وہ اللہ تعالیٰ عزوجل کو اذیت دیتا ہے۔ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی پکڑ فرمائے''۔

غور فرمائیں!

نبی کریم ﷺ اپنے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے متعلق وصیت فرما رہے ہیں جن میں محبت کا حکم اور ان کو اذیت نہ دینے کا حکم فرمایا اور پھر جو ان کو اذیت دے گا وہ مجھے اذیت دے گا پھر جو مجھے اذیت دے گا وہ اللہ تعالیٰ عزوجل کو اذیت دے گا پھر صرف یہ ہی نہیں بلکہ ان کی پکڑ بھی فرمائے گا تو پھر صحابہ کرام علیہم الرضوان کو گالیاں دینا اور اپنی اغراض کی وجہ سے ان پر طعن کرنا کہاں کا اعتقاد و ایمان ہے اور اُم المومنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر بہتان باندھنا کہاں کا اعتقاد و ایمان ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا وہ جو نبی کریم ﷺ کی رفیقۂ حیات ہیں اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا وہ جن کے مکان میں اکثر وحی نازل ہوتی رہی اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا وہ جن کی براُت خود اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے تو پھر ان بے حیاؤں اور بے ایمانوں کو کیا جراُت ہے کہ اُم المومنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر بہتان باندھیں کہ جن کی اللہ تعالیٰ خود براُت فرما رہا ہے لہٰذا نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت کرنا متعین واجبات میں سے ہے اور ان سے محبت اور پیروی دنیا و آخرت میں کامیابی کا ذریعہ ہے اور ان سے بغض دنیا و آخرت کی بربادی جہنم کا ذریعہ ہے۔ نبی کریم ﷺ کے ظاہری پردہ فرمانے کے بعد خلافت کے مستحق سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں اور اس پر اُمتِ مسلمہ کا اجماع ہے کیونکہ اس پر نصوص شاہد ہیں۔

صحیح البخاری کی حدیثِ مبارکہ ہے۔

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

''ایک عورت نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئی' آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

دوبارہ آنا۔

اس نے کہا

اگر میں آؤں اور آپ تشریف فرما نہ ہوں اس کی مراد یہ تھی کہ آپ ﷺ کا وصال باکمال ہو گیا تو پھر میں کیا کروں؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اگر میں یہاں نہ ہوں تو ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے پاس آنا

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ

میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

میرے بعد بارہ خلفاء ہوں گے۔ ابوبکر میرے بعد تھوڑے دن خلیفہ رہیں گے"۔

معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کے بعد خلافت کے مستحق سیّدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ ہیں اور جو سیّدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ پر طعن و تشنیع کرے اور آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت کو ناحق قبضہ کہے اور اپنی خواہشات کی پیروی کرے تو اس میں کیا اعتقاد و ایمان ہے۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اے ابوبکر! اللہ تعالیٰ عزوجل اور مومن تمہارے معاملے میں اختلاف کرنے سے انکار کریں گے"۔

یعنی منافق تو انکار کریں گے مگر مومن نہیں کریں گے۔ میں اپنے اس مقدمہ میں کیا کیا سیّدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی شان کو بیان کروں اور خلافت کا استحقاق بیان کروں۔

ابن زمعہ کی حدیثِ مبارکہ میں ہے کہ:

"رسول اللہ ﷺ نے سیّدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کا حکم فرمایا تو سیّدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ وہاں موجود نہیں تھے، اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر نماز پڑھا دی تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"ہرگز نہیں! اللہ تعالیٰ اور مسلمان ابوبکر کے علاوہ کسی کو قبول نہیں فرمائیں گے۔ ابوبکر ہی لوگوں کو نماز پڑھایا کریں"۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ خلافت کے اوّل مستحق سیّدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ ہی ہیں اس کتاب میں خلافت کا اوّل مستحق کون ہے اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کی شانِ مقدسہ اور اہلِ بیت کی عظمت و شان اور واقعۂ کربلا کا ذکر کیا گیا ہے جو کہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے بخوبی احسن انداز میں بیان فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی مقدس بارگاہ میں دعا ہے کہ اگر مجھ سے اس ادنیٰ سعی میں کوئی غلطی و کوتاہی ہوگئی ہو تو اپنے پیارے حبیب ﷺ کے صدقے معاف فرمائے اور مجھے اپنی اور اپنے حبیب ﷺ اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کی محبت عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین وصلی اللہ علیہ وسلم

عبدالمصطفیٰ محمد مجاہد العطاری القادری عفی عنہ

آستانہ عالیہ چشتیہ جھلار شریف شاہ جمال، مظفر گڑھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

تمام تعریفیں عالمین کے ربّ عزوجل کے لیے ہیں اور درود وسلام رسولوں کے سردار انبیائے کرام علیہم السلام کے خاتم پر و آپ ﷺ کی آل وصحابہ کرام علیہم الرضوان وازواجِ مطہرات اور اہلِ بیت طاہرین پر ہوں۔

یہ دونوں عالی شان کتابیں محدث احمد بن حجر مکی الہیتمی نے لکھی ہیں، ان دونوں میں سب سے پہلی کتاب صواعق محرقہ ہے جو کہ اہلِ بدعت اور زندقہ کے رد میں ہے۔ اس کو کتاب وسنت اور اس اُمت کے علمائے سلف کے عقیدہ کے مطابق ائمہ مجتہدین اور علماء الائمہ کی روایات پر اعتماد کو سامنے رکھتے ہوئے خلفائے راشدین کی بیان حقیقت کے لیے لکھا گیا ہے پھر اس کے نیچے اہلِ بیت نبوی کے مناقب کو معتدل علماء جیسے محب طبری اور حافظ سخاوی کی کتاب سے تلخیص کے ساتھ تذکرہ کیا ہے اور ان کے ساتھ ساتھ اور بھی اضافات ہیں۔ اس کتاب کے اندر شیعہ کے ان گندے فرقوں اور روافض کا رد بھی داخل کیا گیا ہے جو رسول اللہ ﷺ کے اصحابِ کرام (علیہم الرضوان) کی تنقیص کرتے ہیں اور بعض بعض پر فسق وکفر جیسے حکم لگاتے ہیں اور اہلِ حق اور اجماع کے راستے کے خلاف بعض کو بعض پر فضیلت دیتے ہیں جس سے صحابہ کرام علیہم الرضوان کا غیر عادل ہونا اور ان کی روایات کو قبول نہ کرنا اور ان کی اقتداء کو تسلیم نہ کرنا لازم آتا ہے۔ اصل بات تو یہ ہے کہ وحی ظاہر اور باطن کے نقل کرنے میں یہی متعین راستہ ہیں اسی لیے اس راستے کے صحیح ہونے کے لیے بحث کرنا واجب ہے تا کہ شریعتِ اسلامیہ احکام کے ثبوت میں معتمد دلیل سے مستند ہو سکے جس سے احتجاج قائم ہو سکے اور محبت ثابت کی جا سکے۔ دو کتابوں میں دوسری کتاب ''تطهير الجنان واللسان عن الخطورة والتفوه بثلب معاويه بن ابى سفيان'' ہے جس کے اندر سیّدنا معاویہ بن ابی سفیان کے فضائل اور آپ رضی اللہ عنہ کی جنگیں اور وہ اختلافات جو آپ رضی اللہ عنہ کے درمیان اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کے درمیان ہوتے رہے، کا ذکر موجود ہے پھر شیعہ اور خوارج کہ جنہوں نے آپ رضی اللہ عنہ پر سب وشتم کرنا اور لعنت کرنا، اپنے اوپر مباح سمجھ رکھا ہے ان کے شبہ کا ذکر موجود ہے۔ اس کے اندر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نقطہ نظر بھی ذکر کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت طلحہ، حضرت زبیر اور اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم سے جنگیں کیوں کی تھیں اور خوارج نے جو آپ رضی اللہ عنہ سے جنگیں کی تھیں، ان کی کیا وجوہات تھیں اس کے اندر اس بات کو بھی ثابت کیا گیا ہے کہ خوارج کے علاوہ جن لوگوں نے آپ رضی اللہ عنہ سے جنگ کی وہ خطا کار ہونے کے باوجود بھی ثواب کے حق دار ہوں گے اس لیے کہ وہ اجتہاد کرنے والے (مجتہد) وتاویل کرنے والے لوگ تھے مگر خوارج نے جو بھی کیا اس کی کوئی دلیل اور اجتہادی مصلحت نہیں تھی اور نہ ہی ان کی زیادتیوں کی کوئی تاویل کر سکتے ہیں۔

اس کتاب کے اندر شیعہ وروافض اور دیگر فرقوں سے غلو پر جیسے خوارج میں سے یزیدیہ ہیں' کا رد بھی کیا گیا ہے۔ یہ کتاب اوّل کتاب کے موضوع کو مکمل کرنے والی ہے اس لیے کہ اس سے امامت اور تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان کی عدالت کا موضوع مکمل ہو جاتا ہے۔ مؤلف نے اپنی دونوں کتب میں اہلِ سنت اور مسلمانوں کی جماعت کے ان لوگوں کے راستے کو لیا جن سے اجماع کا انعقاد ہوتا ہے اسی کو ناجی فرقہ کہا جاتا ہے اس موضوع پر اسی کے مضبوط دلائل اور صحیح معقول اور مقبول روایات ہیں اسی بحث کے اندر ایسے انصاف اور تقویٰ سے کام لیا جاتا ہے جس سے جہالت اور تعصب کی تاریکیاں ختم ہو جاتی ہیں اور اس کی روشنائی سے جہل ختم ہو جاتی ہے۔ دِلوں سے عقیدے کی ناپاکی مطہر ہو جاتی ہے اور بیان کی قوت اور برہان کی وضاحت کے ساتھ مشکوٰۃِ نبوت کے انوار کے ساتھ قلب روشن ہو جاتے ہیں۔

مؤلف نے دونوں کتابوں میں بعض ان روایات کو بھی لیا ہے جن سے مطالب کا کوئی ثبوت نہیں ملتا اور نہ ہی طریقِ حجت میں وہ کوئی ایسی چیز ہیں جو مستقل ہو'ان کا ذکر صرف استئناس کی وجہ سے کیا گیا ہے اس لیے کہ جس کے لیے دلیل کو لایا جا رہا ہے اسے تاکیدی طور پر بیان کر دیا جائے اور اس سے پہلے اسے صحیح دلیل اور خبر مقبول سے ثابت کیا جا چکا ہے اس وجہ سے مؤلف نے وہ طریقہ چنا جن کو محدثین شواہد اور متابعت میں اپناتے ہیں اس لئے کہ اس سے قوی' اقوی اور ضعیف' قوی بن جائے۔ اور ایسی بات ان لوگوں پر مخفی نہیں جو فنِ حدیث میں اکمل ہیں خاص طور مناقب اور فضائل کے باب میں جب از ہر شریف کے مکتبہ القاہرہ نے دونوں کتابوں کے دوبارہ شائع کرنے کا ارادہ کیا تو مجھے ان دونوں کتابوں پر حاشیہ لکھنے' احادیثِ مبارکہ کی تخریج کرنے اور ان دونوں کے اصولوں کی مراجعت کی ذمہ داری سونپی گئی تو میں نے علم کی خدمت اور رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے اہلِ بیت اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے تقرب کی وجہ سے اس کی حامی بھر لی۔ ربّ العالمین ہم کو ان کی انتہائی درجے کی محبت عطا فرمائے اور احسان کے ساتھ ان کی پیروی کی توفیق عطا فرمائے۔ یہاں تک کہ ہم ربّ العالمین کو جا ملیں۔ میں نے قارئین کی آسانی کے لیے دونوں کتابوں پر ایک مقدمہ لکھا ہے اس لیے کہ ان کو ان کے مطالب پر بصیرتِ کاملہ' قلب جاگ جائے اور اختلافی پہلوؤں میں ہم نے انصاف کو ترک نہیں کیا۔ اور میں نے دونوں کتابوں میں احادیث کی تخریج و تعلیق میں اس بات کو مدنظر رکھا ہے کہ پڑھنے والے کو ان کا صحیح مفہوم ذہن نشین ہو جائے۔ میں اللہ تعالیٰ سے مدد' نصرت اور توفیق کا سوال کرتا ہوں اور وہی میرے لیے کافی کارساز ہے۔ مکتبہ قاہرہ کے اس دوسرے طبع میں توضیح وتخریج وتعلیق اور مقدمہ میں اضافہ کیا گیا ہے۔ بہرحال مقدمہ کے مطالب میں اجمالی طور پر بعض اسلامی فرقوں اور ان کی تاریخ کا ذکر کیا گیا ہے اس کے علاوہ ان کے عقائد اور تفرقہ کے اسباب بھی ذکر کیے گئے ہیں۔ خاص طور پر ان امور کے بارے میں جن کے رد میں یہ دونوں کتابیں تالیف کی گئی ہیں' ان باتوں کو اس طور پر لکھا گیا ہے کہ جن سے حق و باطل میں فرق پیدا ہو جاتا ہے اور کام کا خلاصہ یہ ہے کہ میں نے مقدمہ مطالب کے اندر ائمہ مجتہدین کے افکار اور نظریات اور عقل سلیم کی صحیح رائے علیہ سلیمۃ المعتقد لہ سے تحریر کروں گا۔ اس کے بعد یزیدیہ اور ان فرقوں کا ذکر کروں گا پھر مؤلف کے حالاتِ زندگی بیان کئے جائیں گے' جس میں اس کے

وطن، تعلم، تعلیم، رحلت اور علم روایت ہیں ان کے اساتذہ کا تو تذکرہ ہوگا' پھر ان کی تالیفات کا ذکر ہوگا جو پوری دنیا کے علماء اور طلباء کے لیے ایک بحر ذخار کی مانند ہیں۔ (الصواعق المحرقہ عربی مقدمہ مطبوعہ کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

اسلامی فرقے اور اُمتِ محمدیہ ﷺ کے درمیان اختلاف

نبی کریم ﷺ کی وفات کے وقت تمام مسلمان ایک ہی عقیدہ اور ایک ہی طریقہ پر قائم تھے۔ سوائے ان منافقین کے جو نفاقِ باطنہ اور بظاہر وفاق کا اظہار کرتے تھے جیسے کہ آمدی سے سید نے شرح مواقف میں حکایت کیا۔ اس نے کہا کہ سب سے پہلے ان اجتہادی امور میں اختلاف ظاہر ہوا جن کی وجہ سے کفر و ایمان واجب نہیں ہوتا اور اس اختلاف سے ان لوگوں کا مقصد یہ تھا کہ دین کے مراسم شرح قویم کے طریقہ جاریہ کو قائم کیا جاسکے اور ان کا یہ اختلاف ویسے ہی تھا جس طرح انہوں نے نبی کریم ﷺ کے مرض الموت میں آپ کے اس فرمان پر اختلاف کیا تھا۔

ایتونی بقرطاس اکتب لکم کتابا لاتضلوا بعدی .

''یعنی تم مجھے کاغذ دو تاکہ میں آپ کو ایسی تحریر لکھ دوں جس سے تم لوگ میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہوگے''۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تو اتنا فرمادیا تھا کہ نبی کریم ﷺ تکلیف کے غلبہ کی وجہ سے اس طرح فرمارہے ہیں' ہمیں اللہ تعالیٰ کی کتاب کافی ہے جب اس قول پر بہت شور ہوا تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''میرے پاس سے چلے جاؤ۔ میرے پاس نزاع کرنا درست نہیں ہے''۔

اس خبر سے ہمیں معلوم ہوا کہ یہ نزاع امامت اور منصبِ خلافت کے متعلق تھا مگر یہ نزاع اس وقت ختم ہوگیا جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے علی رؤوس الاشہاد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کرلی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں مسلمان ایک ہو گئے۔ (اللوائح القدسیہ للسفارینی المتوفی: ۱۱۸۸ھ والتعبیر ص ۲۵)

اور حضرت عمر اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہما کے زمانہ خلافت میں بھی کوئی اختلاف نہیں رہا مگر عام انتظامی امور میں اگر کسی کو آپ سے کوئی تکلیف پہنچی ہو اور اس پر اختلاف ہوا ہو تو یہ علیحدہ بات ہے اور آپ کی جو شہادت ہوئی وہ اس بات پر ہوئی کہ غیرِ مسلم' مسلم کی صفوں میں آگئے اور آپ کا قتل ایک بڑا سانحہ اور بڑا فتنہ تھا اس لیے کہ دین کے دشمنوں نے مسلمانوں میں فتنہ و فساد کی آگ بھڑکا کر بہت طاقت ور ہوچکے تھے۔

حتیٰ کہ آپ کے قاتلوں اور آپ کو اکیلا چھوڑ دینے والوں میں بڑے پیمانے پر اختلاف پیدا ہوگیا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے زمانہ خلافت میں یہ فیصلہ آپ رضی اللہ عنہ کے سامنے رکھا گیا' پھر آپ کے اور اصحاب جمل اور معاویہ اور اہلِ صفین کے مابین معرکہ ہوا اور دونوں فریقوں کے درمیان جو بھی ہوا اس نے بھی اختلاف کو زور دیا جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پیروکاروں اور آپ کے باغیوں میں اختلاف کو کافی حد تک مضبوط کیا اس لیے کہ آپ نے تحکیم کے متعلق رضا جوئی کا مظاہرہ کیا تھا' اس سے شیعہ اور خوارج دو فرقے وجود میں آگئے مگر پھر بھی مہاجرین اور انصار میں سے جن لوگوں نے آپ کے عہدِ خلافت

میں آپ کی پیروی کی وہ لوگ مخلص پن کے تھے مگر وہ مسلمانوں کی مصلحت کے نقطۂ نظر سے اجتہادی طور پر آپ سے جدا رہے۔ وہ اصحابِ رسول میں سے کسی کی تنقیص نہیں کرتے تھے جن میں سے آپ کے جھنڈے کے نیچے تین سو نے شہادت کا مقام حاصل کیا۔ (من مختصر التحفۃ الاثنی عشریہ للالوسی)

ان بزرگوں کے علاوہ بھی ایسے صحابہ کرام علیہم الرضوان موجود تھے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت کرتے تھے مگر انہوں نے تقویٰ کی وجہ سے آپ علیہم الرضوان کے ساتھ جنگ میں شرکت نہیں کی جیسے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ہیں بلکہ جنگِ جمل میں آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ کرنے والے بھی آپ رضی اللہ عنہ سے محبت رکھتے تھے جیسا کہ حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما اور اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم ہیں۔ ان بزرگوں کا ارادہ جنگ کرنے کا نہیں تھا بلکہ یہ جو ہوا سب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلین کی سازش کی وجہ سے ہوا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر جرار میں تھے اور ان کو یہ خوف ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ انہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ورثاء کے حوالے کر دیں گے اسی وجہ سے انہوں نے دونوں فریقین میں جنگ چھیڑ دی۔

(من الکامل لابن الاثیر)

(۳۷ھ میں شیعہ کے نام سے منظرِ عام پر آئے جیسا کہ عبدالعزیز دہلوی نے ذکر کیا ہے۔ ہاں دو یا تین سال میں اس دوست گروہ میں تشیع کا اثر ورسوخ زیادہ ہو گیا اور شیخین اور اس کے علاوہ صحابہ کرام علیہم الرضوان پر سوائے کسی صحابی سے بغض کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا چرچا ہونے لگ گیا۔ کہا گیا ہے کہ ابوالاسود الدوٴلی اور حافظ عبدالرزاق صاحب المصنف اسی عقیدہ کے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کانوں تک جب ان کی یہ بات پہنچی تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''اگر میں نے سنا کہ کوئی شخص مجھے شیخین پر فضیلت دے رہا ہے تو میں اسے جھوٹ کی حد لگاؤں گا''۔

اس کے بعد یہی معاملہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں عروج پر پہنچ گیا اور آپ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں سبائی فرقہ نمودار ہوا جو کچھ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے علاوہ تمام کو گالیاں دیتا تھا اور ان کی طرف کفر اور نفاق کی نسبت کرتے تھے اور ان سے بے زاری کا اظہار کرتے تھے کیونکہ انہوں نے اپنا نام تبرئیہ رکھا ہوا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں سے اظہارِ بے زارگی کیا ہے' ان لوگوں کا بڑا عبداللہ بن سبا یہودی تھا جس نے مسلمانوں کو دھوکہ دے کر ظاہری طورپر اسلام قبول کرنے کا دعویٰ کیا تھا اور وہ اُمت میں تفرقہ پیدا کرنے کے لیے غلو کو لینے میں دعوت دیتا تھا جیسا کہ پچھلے اور نئے عیسائیوں میں سے اس کے مثلوں نے عداوت پیدا کرنے اور اپنی قوم اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان جنگ بازی کے لیے یہ راستہ اختیار کیا ہوا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بچے کھچے لوگوں کو سرزمینِ حجاز سے جلاوطن کر دیا تھا اس بدعت کو اختیار کرنے میں ابن سبا کے مزید ہم مذہبوں' نصاریٰ' بت پرستوں اور صابیوں نے بھی ان کی مدد کی اس وقت تک شیعہ کا لقب حب اہلِ بیت اور عقیدۂ سنت کی نشانی اختیار نہیں کیا ہوا تھا' شیعہ مخلصین نے ان کو ناپسندیدہ نظر سے دیکھا پھر یہی معاملہ آہستہ آہستہ بڑھتا گیا اور ان میں سے ایک جماعت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی الوہیت کی قائل ہو گئی اور آپ کو ان سے جنگ کرنا ضروری ہو گیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد یہی معاملہ اس حد تک عروج پر

پہنچا کہ شیعہ فرقہ چوبیس فرقوں میں منقسم ہو گیا جیسا کہ مختصر التحفۃ میں مذکور ہے اور اعضد نے رقم کیا ہے المواقف کہ یہ بائیس فرقے ہیں جو آپس میں ایک دوسرے کی تکفیر کرتے ہیں۔ ان تمام فرقوں کی اصل تین فرقے ہیں:

(۱) غلاۃ

(۲) زیدیہ اور

(۳) امامیہ

پھر غلاۃ کے اٹھارہ فرقے ہیں اور زیدیہ کے تین فرقے ہیں اور امامیہ کے بارے میں فرمایا گیا کہ وہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کی تکفیر کرتے ہیں۔ خوارج کے متعلق رقم کیا گیا ہے کہ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان بارہ ہزار صحابہ کرام علیہم الرضوان کی تکفیر کرتے ہیں جن نے تحکیم سے رضامندی کا اظہار کیا تھا۔ وہ نصب امام کو واجب نہیں ٹھہراتے اور پھر یہ لوگ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی تکفیر کرتے ہیں اور کثیر صحابہ کرام علیہم الرضوان کو کبیرہ کا ارتکاب کرنے والا تعلیم کرتے ہیں۔ ان میں سے ایک اباضیہ فرقہ بھی ہے جس کے آگے سات فرقے بنے ہیں۔ العضد کے کہنے کے مطابق زیدیہ اور امامیہ لوگ معتدل ہیں، غالی نہیں۔ امامیہ میں سے ایک اثناعشریہ جعفریہ فرقہ بھی کہلایا جاتا ہے اس کے آگے پھر یہ دونوں فرقوں میں منقسم ہو جاتے ہیں۔

ایک اصولی دوسرا اخباری۔

اصولی صرف ان باتوں کو ہی تسلیم کر لیتے ہیں جو ان کے ائمہ کرام کے اصول کے موافق ہوں اور اخباری فرقہ عقل کے خلاف باتوں کو بھی تسلیم کر لیتے ہیں۔ زیدیہ زید بن علی بن الحسین رضی اللہ عنہم کی پیروی کرنے والے ہیں جو شیخین سے بے زاری کا اظہار کرتے ہیں، وہ غالی رافضی ہیں۔

ابوالمظفر اسفراینی متوفی ۴۸۱ھ نے رقم کیا ہے:

(التبصیر فی الدین)

(اس کتاب میں لکھا ہے) کہ شیعہ کے بیس فرقے ہیں جن میں سے امامیہ پندرہ فرقے ہیں جو صحابہ کرام علیہم الرضوان کی تکفیر کرتے ہیں اور ساتھ یہ کہتے ہیں کہ قرآن مجید کی کمی بیشی ہو گئی ہے اور اہل سنت کی احادیث مبارکہ پر بالکل اعتماد ہی نہیں کرتے۔

خوارج کے تین فرقے ہیں جو تمام کے تمام حضرت علی و حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہما اور اصحاب جمل اور تحکیم پر رضامندی اختیار کرنے والوں کی تکفیر کرتے ہیں۔ وہ ظالم امام کے خلاف بغاوت کو جائز کہتے ہیں اور اس پر کفر کا حکم بھی لگاتے ہیں۔

اباضیہ اپنے علاوہ تمام کی تکفیر کرتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ نہ مومن ہیں نہ مشرک ہیں۔ چھپ کر ان کا خون بہانا مباح ہے مگر ان سے نکاح کرنا جائز ہے اور ان کی گواہی بھی قبول کی جاسکتی ہے۔

ان میں ایک یزیدیہ فرقہ بھی ہے۔

عبدالقادر بغدادی نے لکھا ہے کہ:

(اصول الدین)

اباضیہ فرقہ اصحاب التحکیم کو شرک کی وجہ سے کافر نہیں کہتے بلکہ کفرانِ نعمت کی بناء پر اس طرح کرتے ہیں، لیکن نظام انہیں فاسق نہیں کہتا۔

ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں (مقدمہ فتح الباری)

"تشیع حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت اور صحابہ کرام علیہم الرضوان پر ان کی فضیلت کا نام ہے اسی لیے جو بندہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما پر مقدم کرے وہ غالی ہے اسے رافضی بھی کہتے ہیں اگر اس طرح نہیں تو وہ شیعہ ہے"۔

پھر آپ نے فرمایا:

(لسان المیزان)

"ہمارے دور میں عرفی طور پر اس شخص کو غالی کا نام دیا جاتا ہے جو ان بزرگ حضرات کی تکفیر کرے اور شیخین سے بےزاری کا اظہار کرے پس اس طرح کا شخص گمراہ اور مفتری ہے"۔

ابن عقیل علوی نے لکھا ہے کہ:

(العتب الجمیل) میں

کہ "زید بن ارقم، مقداد بن الاسود، سلمان فارسی، ابوذر، خباب، جابر بن عبداللہ، ابوسعید خدری، سہل بن حنیف، ابوالطفیل، عامر بن واثلہ، عباس، بنی ہاشم اور عبدالمطلب بھی روافض میں سے تھے مگر یہ قول ایسا ہے، جن کی کوئی بنیاد نہیں کیونکہ یہ حضرات شیخین تو دور کی بات ہے، کسی صحابی کا بھی نقص بیان نہیں کرتے تھے"۔

اسفرائینی نے التبصیر میں کہا ہے کہ:

"اسی بات کو خوب سمجھ لو کہ امامیہ کے جن فرقوں کا ہم نے پیچھے ذکر کیا ہے وہ تمام کے تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان کی تکفیر پر اتفاق کرتے ہیں اور قرآن مجید میں تغیر و تبدل کے بھی قائل ہیں کہ قرآن مجید میں کمی بیشی صحابہ کرام علیہم الرضوان کی طرف سے ہوئی ہے۔ ان کے فاسق گمان میں قرآن مجید میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امامت کے بارے میں نص موجود تھی جسے صحابہ کرام علیہم الرضوان نے صفحۂ ہستی سے مٹا دیا اور وہ قرآن مجید پر بالکل اعتماد نہیں کرتے جو اس وقت مسلمانوں میں رائج ہے۔ وہ ایک امام کے انتظار کرنے والے ہیں جن کو وہ امام مہدی کا نام دیتے ہیں۔ وہ ظہور کے بعد انہیں شریعت سکھائے گا اس وقت وہ دین کی کسی بات پر بھی قائم نہیں ہیں اس تمام کلام کا مقصد امامت کے بارے میں تحقیق کرنا نہیں ہے بلکہ ان کا مقصد یہ ہے کہ شریعت کو الوداع کہہ کر اس میں اتنی گنجائش پیدا کر دیں کہ جس کی وجہ سے محرمات شرعیہ حلال ہو جائیں اور عوام کے سامنے یہ عذر رکھیں کہ شیعہ جو کہتے

ہیں کہ قرآن مجید میں صحابہ کرام علیہم الرضوان کی طرف سے تحریف وتغییر ہوا ہے وہ درست بات ہے اور اس سے بڑھ کر اور کیا کفر ہو سکتا ہے کہ قرآن مجید میں دین کی کوئی چیز باقی نہیں بچی''۔

ابوالمظفر نے کہا ہے کہ:

''عاقل بدلہیۂ ان کے کلام کی خرابی معلوم کر سکتا ہے ان باتوں سے ان کا مقصد یہ ہے کہ اشراف اہلِ بیت کی دوستی کے پردہ میں وہ جس الحاد اور شرک کو مخفی ہوئے ہیں اس کو ظاہر کر دیا جائے وگرنہ ان کے پاس تو کوئی قابلِ اعتماد دلیل موجود نہیں ہے اور وہ اپنی ان خرافات کو اہلِ بیت کی طرف منسوب کرتے ہیں حتیٰ کہ جب انہوں نے جاحظ کو اکثر تصانیف کرتے دیکھا کہ وہ ہر فریق کے لیے تصنیف کرتا ہے تو انہوں نے ان سے کہا کہ ہم کو بھی کتاب لکھ دیں تو اس نے ان سے کہا مجھے تمہارے کسی شبہ کا علم نہیں ہے کہ میں اس کو مرتب کروں اور پھر اس میں کچھ تصرف کروں۔ انہوں نے اس لیے جواب دیا کہ آپ ہمیں کوئی ایسی چیز بتائیں کہ جس سے ہم دلیل پکڑ سکیں' اس نے پھر کہا مجھے تمہاری کسی چیز کی یا کوئی وجہ سمجھ نہیں آ رہی۔ برعکس اس کے کہ جب تم مجھ سے اپنے خیال کے مطابق کوئی بات کرنا چاہو تو کہہ دیا کرو کہ یہ قول تو جعفر صادق کا ہے۔ انہی کی طرف اس کلام کے علاوہ اور تو مجھے کوئی وجہ معلوم نہیں ہو پا رہی۔

ان لوگوں نے تو اپنی کم عقلی اور عداوت کی وجہ سے جاحظ کی بیان کی ہوئی اس بُرائی کو لے لیا اور جب بھی وہ جھوٹ یا بدعت گھڑنا چاہتے ہیں تو اس کو جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کر دیتے ہیں حالانکہ وہ تو دونوں جہان میں ان کی ایسی باتوں سے بَری الذمہ ہیں حتیٰ کہ آپ سے یہ حکایت بھی بیان کی گئی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ قریب تھا کہ رافضی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امداد کرتے مگر انہوں نے تو عاجزی کو لیا ہے اور اتنا قریب تھا کہ معتزلہ بھی اپنے ربّ کو واحد ٹھہرا دیتے مگر وہ اس کے بھی شریک بن گئے اور ان لوگوں نے اپنے ربّ کے برابر ہونے کا قصد کیا تو وہ اس پر ظلم کرنے والے بن گئے۔ وہ ایسا تفریق واختلاف ہے کہ جس نے اُمت کے اعضاؤں کو کاٹ کر رکھ دیا ہے اور ان کے مابین جنگوں کی آگ بھڑک رہی ہے اور بے گناہوں کے خونوں کو بہائے جا رہے ہیں۔ ابوالفرج اصبہانی اور اس کے علاوہ لوگوں نے اس طرح کے واقعات بیان کیے ہیں جس سے بدن تھرتھرا جاتا ہے اور جگر پھٹ جاتا ہے۔ اس غلو اور اسراف کی بدولت ہر فریق نے اپنے فرقہ سے بدلہ لیا ہے اور محرمات الٰہیہ کو مباح سمجھ لیا ہے اور احکامِ الٰہیہ سے بغاوت اختیار کر لی ہے جس سے مصائب میں اضافہ ہوا ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کرتے ہیں کہ وہ ان پریشان خاطر منتشر افراد کو جمع کر کے ان کے دلوں کو مضبوط کرے اس لیے کہ وہ اپنی مشیت کو پورا کرنے کے لیے مکمل قادر ہے''۔

(الصواعق المحرقۃ عربی: الفرق الاسلامیہ، ص:۷۵ تا ۷۶، مطبوعہ کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

اختلاف کا منشاء

فرقوں کے درمیان اختلاف کے اسباب کا اصل منشاء وہ وجہات النظر ہیں جو ان کے اصولوں کے درمیان پائے جاتے ہیں جیسا کہ بغدادی نے کہا ہے:

(اصول الدین)

کیونکہ اس میں اس پر اختلاف ہے کہ امامت کا حق کون رکھتا ہے۔ کیا وراثت سے حق ملتا ہے اور اصل وارث کون ہے۔

بغدادی نے کہا:

''جو لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے قائل ہیں' ان میں بھی تو اختلاف پایا جاتا ہے۔ امامیہ تو مطلقاً انہیں وراثت قرار دیتے ہیں اور زیدیہ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دو شہزادوں میں اس کی وراثت کے قائل ہیں''۔

نشوان الحمیری متوفی ۵۷۳ھ نے بیان کیا ہے کہ:

(الحور العین)

معتزلہ' مرجئہ' خوارج اور زیدیہ میں سے تبریہ کے مطابق امامت جو ہے وہ شوریٰ سے حاصل ہوتی ہے جب کہ شیعہ حضرات کے مطابق قریشیوں کے علاوہ اور کوئی بھی اس کا استحقاق نہیں رکھ سکتا۔ ضرار کے مطابق عجمی بھی اس کے مستحق ہو سکتے ہیں۔

راوندیہ کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ اس کے مستحق ہیں اور کثیر شیعہ مفضول کی امامت کے قائل بھی نہیں۔

اسی عقیدہ پر مرجئہ بھی ہیں۔

معتزلہ میں سے جاحظ بھی اسی طرح کہتے ہیں۔ امامت کا جو حق دار ہے وہ قریشیوں میں سے افضل شخص کو حاصل ہوگی مگر نظام کے مطابق قریشی کے علاوہ بھی افضل شخص کو مل سکتی ہے۔ جعفریہ جو ہیں وہ صرف حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے شہزادوں پر انحصار کرتے ہیں۔

القوشجی کہتے ہیں:

(شرح التجرید لطوسی)

اس بات پر بھی اختلاف ہے کہ زمانۂ نبوت کے اختتام کے بعد کیا نصب امام بھی واجب ہے یا نہیں۔ عقلی اور سمعی طور پر

اللہ عزوجل پر اس کا نصب کرنا وجوب کی صورت میں واجب ہے یا صرف ہم پر واجب ہے۔ اہلِ سنت کے مطابق سمعی طور پر اس طرح کرنا ہمارے اوپر واجب ہے۔

زیدیہ اور معتزلہ اس کو عقلی طور پر واجب کہتے ہیں۔ امامیہ کے مطابق عقلی طور اللہ تعالیٰ پر واجب ہے اس قول کو مصنف طوسی نے لیا ہے اور خوارج کے مطابق یہ مطلقاً واجب نہیں ہے۔ معتزلہ میں سے ابوبکر اصم کے مطابق یہ خیال ہے کہ یہ امن کے ساتھ واجب نہیں ہے اس لیے کہ اس طرح کی صورت میں اس کی ضرورت بھی نہیں ہوتی بلکہ اس کا خوف فتنوں کے ظہور کے اوقات میں ہوتا ہے۔

اور فخر الدین رازی فرماتے ہیں کہ:

(کتاب الاربعین فی اصول الدین)

جنہوں نے اس کو عقلی طور پر واجب کہا ہے ان میں جاحظ' ابوالحسن' الخیاط' ابوالقاسم الکعبی اور ابوالحسین بصری بھی ہیں۔

اس سے پہلے گزر چکا ہے کہ عصبیت اور غلو میں زیادتی کی وجہ سے ہر دَور میں علمائے کرام کے ایک فریق نے امامت اور وصیت کے متعلق شیعہ اور معتزلہ میں سے اپنے مذہب کا بدلہ لینے کے لیے کتب لکھ چکے ہیں جیسا کہ ہشام بن الحکم' الحکم بن مسکین' الحسین بن سعید' علی بن المغیرہ' محمد بن سعید بن ہلال' احمد بن محمد البرقی' ابن المطہر البرقی' علی بن مسعود المسعودی' صاحب مروج الذہب' محمد بن الحسن الطوسی' ابن المطہر الحلی متوفی ۷۲۶ھ نے جو ابن تیمیہ کے ہم عصر ہیں۔ ایک کتاب منہاج الکرامۃ کے نام سے تصنیف کی۔ یہ نصیر الدین طوسی کا شاگرد تھا۔ ابن تیمیہ نے اپنی کتاب منہاج السنۃ میں بھی اس پر نقض قرار رکھا ہے اور اس کو منہاج الاعتدال کا نام دیا ہے اور الذہبی نے اس کو اپنی مختصر منہاج الاعتدال کے اندر اختصار کے طور پر بیان کیا ہے اور محمد مہدی الکاظمی القزوینی نے اپنی کتاب منہاج الشرعیہ میں منہاج السنۃ کا رد لکھا ہے جو دو جلدوں پر مشتمل ہے۔ ابو جعفر الطوسی نے الفہرست میں اس کا ذکر بھی کیا ہے اور ابن نو بخت' ابن الندیم اور اس کے علاوہ کثیر لوگوں نے ان تالیفات کا ذکر کیا ہے۔

(کتاب الاربعین فی اصول الدین)

صحابہ کرام علیہم الرضوان کے آخری دَور میں قدریہ فرقہ کا اختلاف بھی ظاہر ہوا اور رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سے جو باقی بچ گئے تھے جیسا کہ ابن عمر' ابن عباس' ابن ابی اوفیٰ' جابر' انس' ابو ہریرہ' عقبہ بن عامر رضوان اللہ علیہم اجمعین اور ان کے رفقاء وہ ان سب پر نکیر کرتا تھا۔ اس کے بعد حضرت حسن بصری کا دَور آیا انہوں نے واصل بن عطاء سے قدر کے متعلق بہت اختلاف کیا ہے۔ عمرو بن عبید نے واصل بن عطاء کی گھڑی ہوئی بدعت میں اس سے مطابقت کی تو آپ نے اس کو اپنی مجلس سے باہر نکال دیا اور اپنے چاہنے والوں کو لے کر مسجد کے ایک کونے میں علیحدہ ہو گئے اس کے بعد مامون کا دَور آیا اس کے اندر ری اور اس کے ارد گرد بخاریہ کا اختلاف ظاہر ہوا اور حمدان' قرمط اور عبداللہ بن میمون القداح سے باطنیوں کی دعوت شروع ہوئی لیکن ان لوگوں کا شمار مسلمان فرقوں میں نہیں ہوتا پھر خراسان میں محمد بن طاہر کے دَور میں کرامیہ کا اختلاف ظاہر ہوا۔

(الصواعق المحرقہ عربی: منشا التفرق: ص ح تا ی' مطبوعہ کتب خانہ مجیدیہ' ملتان)

تعدیل الصحابہ

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں کمی کرنے والوں کے بارے میں حکم

رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام علیہم الرضوان میں گناہ سے کوئی صحابی بھی معصوم نہیں اور نہ ہی اہلِ سنت انبیائے کرام علیہم السلام کے علاوہ کسی ایک کو معصوم تسلیم کرتے ہیں لیکن شیعہ حضرات اپنے ائمہ کو بھی معصوم کہتے ہیں۔

(تنزیه الانبیاء للمرتضٰی علم الهدٰی)

رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام علیہم الرضوان وہ جماعت ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے شریعت کی محافظت کے لیے اور اپنے نبی کریم ﷺ کی مدد کے لیے چنا ہے اور ان کو آپ ﷺ کی سنت کا امانت دار ٹھہرایا ہے اور ان کے قلوب کو اخلاص سے مزین فرما دیا ہے۔ ان بزرگوں نے رسول اللہ ﷺ کے جھنڈے کے نیچے اسلام کی عظمت کے لیے جہاد کرتے ہوئے اپنی جان، مال اولاد، خاندان اور وطنِ عزیز کو اللہ تعالیٰ کے راستے میں فدا کر دیا۔ ان بزرگوں نے قتال کیا، خود شہید ہوئے، مالوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا اور اپنا وطنِ عزیز چھوڑ کر ہجرت کی اور جب مشکوٰۃ نورِ نبوت کی شعاعوں سے ان کے قلوب منور ہو گئے اور پھر رسول اللہ ﷺ کے خارقِ عادت اور معجزات کے باعث جو ان کے سامنے نمودار ہوئے اس نور میں روز بروز ترقی ہوتی گئی اور یہ بزرگ اپنی جان سے بھی بڑھ کر رسول اللہ ﷺ سے عشق کرتے تھے۔ ان بزرگوں نے آپ ﷺ کی اطاعت کی اور جب ان میں کسی پر بشریت کا پہلو غالب ہوتا یا ان پر شیطانی خیالات آتے تو وہ اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرتے اور جلد ہی ندامت کا اظہار کر کے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کرتے۔

''اور وہی تو ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے''۔

پھر وہ صدق اور راستی اور مکمل خوف و خشیت کو اختیار کرتے۔ یہی تو وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام علیہم الرضوان کی اللہ تعالیٰ نے مدح فرمائی ہے اور ان کی خطاؤں کو معاف فرمایا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے بھی ان کو عظمت اور جلال کا مستحق قرار دیا ہے اور اُمت نے بھی ان سے اُلفت اور رضامندی کا مظاہرہ کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے بذریعۂ وحی بتایا کہ وہ ان سے راضی ہے اور ان سے جنت کا وعدہ بھی فرمایا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے بھی ان کو جنت کی بشارت عطا فرمائی ہے اور فرمایا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان میری اُمت کے امین ہیں اور پیروی کرنے والوں کے لیے بمانند ستارے ہیں اگرچہ ان میں سے کوئی بھی فتنوں میں شامل ہو یا ان سے محفوظ رہا ہو اور خواہ اسی دوران میں ان میں سے کسی سے گناہ ہوا اس لیے کہ ان کے ایمانی کمال حسنِ سیرت، اپنے نبی کریم ﷺ کی اتباع کی محبت اور جان و مال کی قربانی نے انہیں اس مقام پر پہنچا دیا ہے جہاں پر بُرائی اثر

انداز ہو ہی نہیں سکتی اس لیے کہ نیکیوں کی کثرت صغیرہ گناہوں کو دُور کر دیتی ہے۔ خصوص بالخصوص ان گناہوں کو جو اجتہاد اور اچھی نیت کی بدولت سے واقع ہوئے کیونکہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اگرچہ اس طرح کا غلط راستہ اختیار بھی کرے تب بھی اسے ثواب ملتا ہے۔ ہمارے ان اسلاف میں حضرت معاویہ بن سفیان' عمرو بن العاص' مغیرہ بن شعبہ' سمرہ بن جندب' ولید بن عقبہ بھی بذریعہ اتم شامل ہیں جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی معیت میں تھے یا تحکیم سے راضی تھے۔ یہ سب اقتداء اور روایت کے قابل ہیں اور ان بزرگوں کی احادیثِ مبارکہ کو اعلیٰ درجہ کا کمال حاصل ہے اور ان کے عملوں کو تقویٰ اور احسان کے ترازو میں تولا جاتا ہے اور اسی عقیدے پر اُمت کے محدثین بھی ہیں جن میں امام بخاری اور امام مسلم جمہور علمائے اصول متکلمین اور فقہاء سب سے مقدم درجے پر ہیں۔

صحاح ستہ کے اصحاب نے بھی احادیث الاحکام میں سے تیس حدیثیں حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہیں جن کا ذکر ابن الوزیر سے (الروض الباسم) اور ان کے علاوہ لوگوں نے کیا ہے اور شیعہ' اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت دے' جانتے ہیں کہ اوّل لوگ بغیر کسی پر فسق کا الزام لگائے اپنے اصحاب کی روایت پر عمل کرتے تھے حتیٰ کہ انہوں نے علم جرح و تعدیل میں بھی کسی قسم کی آواز نہیں اُٹھائی اور نہ ہی رجال الاسانید کے بارے میں کوئی فرق قائم کیا ہے یہاں تک کہ ان میں سے کسی نے ۴۰۰ھ میں اسماء الرجال والرواۃ کے لیے ایک کتاب کو لکھا پھر اس کو دیکھتے ہوئے الغضائری نے ضعیف راویوں کے متعلق ایک کتاب لکھی اور پھر جرح و تعدیل کے بارے میں نجاشی اور ابو جعفر طوسی نے کتاب تصنیف کی اور شیعہ حضرات کے سب فرقے اس بات پر دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ علوم کو اہلِ بیت کرام سے حاصل کرتے ہیں حالانکہ وہ تو ایک دوسرے کو کاذب و مضلل بھی کہتے ہیں۔ یہ ان کی احادیث کے جھوٹا اور متناقض ہونے کی زبردست دلیل ہے۔ جارودیہ اس بات کو درست مانتے ہی نہیں کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کی تھی اور زیدیہ میں سے تبریہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ظاہر ہونے والے واقعات سے بعد ان کے معاملہ میں خاموش ہیں اور ان کی خلافت کے چھ سالہ زمانہ کو درست کہتے ہیں اور سلیمانیہ ان کی تکفیر کرتے ہیں اور انہیں معصوم قرار نہیں دیتے اور امامیہ میں سے الکاملیہ۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے قتال نہ کرنے کے باعث حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تکفیر کرتے ہیں اور امامیہ میں سے ایک فرقہ تقیہ کی خاطر امام کے لیے جھوٹ بولنے کو جائز ٹھہراتا ہے اس طرح کا آدمی دوسرے لوگوں کے نزدیک کذاب اور مجروح ہو جاتا ہے جیسے کہ ذکر کیا گیا ہے اور یہ لوگ اپنے ائمہ سے بھی یہی کچھ ابان بن تغلب' بیان بن سمعان الجزری' محمد بن زیاد الازدی' ابراہیم بن مسلم الطحان' زرارہ بن اعین اور اس کے علاوہ اہلِ اھواء کے واسطہ سے منقول ہے جن کا ذکر بہاؤالدین العاملی نے کیا ہے۔

(مشرق الشمسين واكسير السعادتين والرسالة الوجيزة)

اور انصاف سے کام لیے بغیر ان کا مقابلہ کیا ہے' ان کی کتابوں میں ان باتوں سے مل جانے اور معتزلہ کے مذہب سے مل جانے کے باوجود اباحیت اور الحاد کے پھیلنے میں کافی اثرات پڑتے ہیں پھر اس طرح یہ لوگ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر فسق کا حکم

لگاتے اوران پر لعنت کرنے کو جائز ٹھہراتے ہیں اس کے متعلق کتب تصنیف کرتے ہیں۔ان کتب میں اس وقت جو ہمارے پاس کتابیں ہیں وہ یہ ہیں:

(۱) النصائح الکافیه (۲) لمن تولی معاویه

اور تقویة الایمان بردہ تزکیة معاویه بن ابی سفیان

العتب الجمیل علی اهل الجرح والتعدیل اور

فصل الحاکم فی النزاع والتخاصم بین بنی امیة وبنی هاشم۔

یہ تمام کتب محمد بن عقیل العلوی الحسینی نے تصنیف کی ہیں اوران میں ان ظلم وستم اورافتراء کا راستہ لیا ہے جس وجہ سے جسم تھرتھرا جاتا ہے اور امامیہ نے اس میں جن کتب کو لکھا ہے وہ غلو کرنے میں سب سے مقدم ہو گئے ہیں جیسا کہ ابن المامقانی اور اس سے پہلے کشی نجاشی اور طوسی ان تالیفات میں کئی صحابہ کرام علیہم الرضوان اور ائمہ پر جو الزام لگائے گئے ہیں اوران کی طرف جن کبیرہ گناہوں اور گندی باتوں کو منسوب کیا گیا ہے ان کی کوئی اصل نہیں پائی جاتی ہاں غلو عصبیت اور دین کے دائرہ سے باہر ہو کر یہ تمام کہا بھی گیا ہے۔یہ کتابیں ابن الکلبی کی تصنیف ہیں جن میں صحابہ کرام علیہم الرضوان کے عیبوں پر مباحثہ کیا گیا ہے۔

(ابن الخیاط فی الانتصار)

اور بعض تو ایسے ہیں جنہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ پر جرح کرتے ہوئے مکمل کتاب تصنیف کر دی ہے لیکن یہ سب موضوع روایات اور کمزور شبہات ہیں۔

(والصدیقنا الشیخ محمد السماحی الاستاذ بکلیة اصول الدین ردقوی علی العاملی الذی الفافی انتقاص ابی هریرہ)

ان کو جھوٹ بولنے اور موضوع روایات گھڑنے پر عصبیت کی جہالت نے ابھارا ہے اور اسی عصبیت نے ان کو سنتِ صحیحہ کی احادیثِ مبارکہ سے فائدہ حاصل کرنے سے محروم کر دیا ہے اس لیے کہ یہ اہلِ سنت کی روایات میں سے ہیں۔ان کے (فاسق) مذہب نے ان کو حقائق سے اتنا دُور کر دیا ہے کہ وہ قرآن میں کمی بیشی اور تبدیلی کے بھی قائل ہو گئے ہیں اسی وجہ سے وہ اسفرائنی کے کہنے کے مطابق یہود و نصاریٰ کے مشابہ ہو گئے ہیں۔

(التبصیر فی الدین)

اور علامہ موسیٰ جاراللہ نے ان کا ذکر کرنے کے بعد ان کا رد بھی کیا ہے۔

(الوشیعة فی نقد علماء الشیعة)

مگر جو لوگ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس عصبیت سے آزاد ہو کر تفکر کرتے ہیں ان پر یہ معاملہ روزِ روشن کی طرح کھل جاتا ہے کہ کتاب وسنت کے صریح دلائل اور علمائے مسلمین کے اجماع اور عقلاء کی تائید و محققین کے انصاف نے اس بات کا فیصلہ کر

دیا ہے کہ سب صحابہ کرام علیہم الرضوان عادل تھے اور وہ تمام ہی اللہ تعالیٰ کے اس قول کے موافق ہیں:

کنتم خیر امة اخرجت للناس (۳:۱۱۰)

اور

و کذالك جعلناکم امة وسطاً لتکونوا شهدآء علی الناس .(۲:۱۴۳)

اور اس جیسی اور آیات بھی موجود ہیں اور رسول اللہ ﷺ نے بھی ان کے بارے میں گواہی دی ہے کہ بہترین زمانہ میرا زمانہ ہے اور آپ ﷺ نے صحابہ کرام علیہم الرضوان پر طعن و تشنیع کرنے سے منع فرمایا ہے جیسا کہ احمد طیالسی اور ترمذی نے کہا ہے۔

''یعنی میں اپنے صحابہ کرام (علیہم الرضوان) کے متعلق آپ کو وصیت کرتا ہوں''۔

علامہ بیضاوی ان کی شان کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:

(طوالع الانوار)

جو صحابہ کرام علیہم الرضوان کے متعلق مطاعن نقل کیے جاتے ہیں ان کی تاویلات بھی کی جاسکتی ہے اور وہ احتمال کا معنیٰ بھی رکھتے ہیں مگر جو بھی ان کے مناقب کے متعلق کہا گیا ہے اس کے مقابل ان مطاعن کی کوئی حقیقت ہی نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم کو ان تمام کی محبت میں جمع فرمادے۔

ابوزُرعہ العراقی مسلم نے کہا ہے کہ:

''جب بھی آپ کسی کو رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام علیہم الرضوان کی شان میں کمی کرتا دیکھیں تو جان لیں کہ وہ بندہ زندیق ہے کیونکہ قرآن وسنت اور جو کچھ ان میں آیا ہے تمام سچ ہے اور یہ تمام چیزیں ہم تک صحابہ کرام علیہم الرضوان کے ذریعہ سے پہنچی ہیں اور جو بندہ ان کو بُرا کہے گا وہ کتاب وسنت کو باطل ٹھہراتا ہے لہٰذا ایسے شخص کو بُرا کہنا اور اس پر ضلالت وزندیقیت کا حکم لگانا سب سے زیادہ اصح اور انسب ہے''۔

سعدالدین تفتازانی فرماتے ہیں کہ:

''صحابہ کرام علیہم الرضوان کی تعظیم وتوقیر کرنا اور ان پر طعن و تشنیع کرنے سے بچنا واجب ہے اور جو باتیں بھی ان کے متعلق میں بظاہر طعن کی شکل میں سامنے آتی ہیں ان کی تاویلات کرنی چاہیے خصوص بالخصوص مہاجرین انصار، اہل بیت الرضوان، بدر، احد اور حدیبیہ میں شمول صحابہ کرام علیہم الرضوان کے متعلق یہ صورت لینی چاہیے اس لیے کہ ان کی شان کی بلندی کے متعلق اجماع پہلے سے ہو چکا ہے اور آیات اور اخبار صحیحہ نے اس بات کی گواہی دی ہے اور ان سب کی تفصیل احادیث وسیر اور مناقب کتب میں موجود ہیں اور نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کی تعظیم کرنے کا حکم ارشاد فرمایا ہے اور ان پر طعن و تشنیع کرنے سے بچنے کا حکم ارشاد فرمایا ہے:

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''صحابہ کرام علیہم الرضوان کی تعظیم کرو کیونکہ وہ آپ کے بہترین اشخاص ہیں''۔

پھر ارشاد فرمایا:

میرے صحابہ (علیہم الرضوان) کو گالیاں نہ دو اگر تم میں کوئی بندہ احد پہاڑ کے برابر بھی سونا خرچ کرے تب بھی ان کے مٹھی بھر دیئے ہو جو کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ (القول الاقوم فی معجزات النبی الاکرم جزا ص ۲۷۷)

''میرے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے بارے میں ڈرتے رہا کرو اور میرے بعد ان کو نشانہ مت بنانا جو ان سے محبت کرتا ہے وہ میری محبت کی بناء پر کرتا ہے اور جو ان سے بغض رکھتا ہے وہ مجھ سے بغض کی وجہ سے اس طرح کرتا ہے''۔

(الجماعۃ بما جاء فی الفتن جز:ا ص:۱۹۸)

رافضیوں میں سے غالیوں کو خصوص بالخصوص صحابہ کرام علیہم الرضوان سے بغض ہے اور وہ ان پر ان حکایات اور افتراء کی وجہ سے طعن کرتے ہیں جن کا دوسری اور تیسری صدی میں کچھ بھی وجود نہیں تھا۔ ان کی باتوں پر توجہ کرنے کی ضرورت ہی نہیں کیونکہ وہ واقعات کو غلط بھی کر دیتے ہیں اگرچہ راہِ راست پر قائم رہنے والے شخص پر ان کا کوئی اثر ورسوخ نہیں ہوتا۔ تمہارے لیے بس اتنی بات کافی ہے جن کا ہم نے ذکر کیا کہ پچھلی صدیوں میں ان باتوں کا کوئی وجود ہی نہ تھا اور نہ ہی پاک گھرانے میں ایسی باتیں موجود تھیں جن کا یہ ذکر کرتے ہیں بلکہ ان عظیم القدر صحابہ کرام علیہم الرضوان علمائے اہلِ سنت اور خلفائے راشدین کی تعریف کرنا ایک مشہور بات ہے اور ان کے خطبات' رسائل' اشعار اور مدائح میں ان سب باتوں کا ذکر موجود ہے جن باتوں میں انہوں نے حد سے زیادہ کام لیا ہے۔ ان میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں کمی کی ہے۔ آپ کے علم وفقہ میں اعلیٰ درجہ پر ہونے' دین میں سنت کے خلاف نئی چیزوں کا رواج دینے اور وحی پر اپنی رائے قائم اور مقدم کرنے کے کلام موجود ہیں' ان میں سے کچھ یہ ہیں:

نمبر ا:

ایک بات دو رکن یمانین کو بوسہ دینے کے بارے میں ہے جو کہ سنت کے خلاف ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس بارے میں ان سے جھگڑے۔

اس اعتراض کا یہ جواب ہے کہ

''یہ ان کی اپنی رائے نہیں ہے بلکہ وہ اس بارے میں سنت اور روایت کے تابع ہیں''۔

دار قطنی نے اپنی سنن میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ

''نبی کریم ﷺ رُکن یمانی کو بوسہ دیتے رہتے تھے اور اپنا مقدس ہاتھ اس پر رکھا کرتے تھے''۔
(سنن دار قطنی: باب المواقیت جز ۱۰/ص ۲۹۰)

اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تاریخ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ:

''حضورِانور ﷺ رُکنِ یمانی کو بوسہ دیا کرتے تھے''۔ (التاریخ)

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے امام ترمذی کے علاوہ ایک جماعت نے روایت کیا ہے اور امام مسلم نے اس کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان فرمایا ہے' ان دونوں نے بیان فرمایا کہ:

''ہم نے رسول اللہ ﷺ کو بیت اللہ میں سے رکنینِ یمانین کے علاوہ اور کسی چیز کو مسح کرتے ہوئے نہیں دیکھا''۔
(الخلاصۃ فی بیان رائی شیخ الاسلام استلام الرکنین الآخرین جز:ا/ص:۱۶۱)

اور امام مسلم کی روایت میں ہے:

''رسول اللہ ﷺ حجرِ اسود اور یمانی کے علاوہ کسی کو بوسہ نہیں دیتے تھے''۔
(صحیح مسلم: ج:۶' ص ۳۵۳)

اس حدیثِ مبارکہ کو چاروں مذاہب کے اصحاب نے لیا ہے۔ انہوں نے یہ فرمایا ہے کہ رُکنِ عراقی اور رکنِ شامی کو بوسہ نہ دیا جاتا تھا۔

نمبر۲:

دوسری بات یہ ہے کہ آپ نے نماز کے اندر بلند آواز کے ساتھ بسم اللہ کو چھوڑ دیا تھا جس پر مہاجرین و انصار نے آپ پر اعتراض کیا اور کہا معاویہ (رضی اللہ عنہ) تم نے تو بسم اللہ کو چھوڑ دیا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ:

''آپ نے اس بارے میں بھی روایت پر ہی عمل کیا''۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ:

''میں نے نبی کریم ﷺ اور حضرت ابوبکر' حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے اقتداء میں نمازیں پڑھی ہیں لیکن کسی ایک کو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہیں پڑھتے سنا''۔ (صحیح مسلم: ج:۲' ص ۳۶۱)

اور امام مسلم نے یوں روایت کیا ہے کہ:

''الحمدللہ ربّ العالمین سے قرأت کا آغاز کرتے تھے اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا ذکر نہیں کرتے تھے''۔ (صحیح مسلم: ج:۲' ص ۳۶۲)

احمد' دار قطنی' نسائی' ابن حبان' ابویعلیٰ' ابونعیم اور ابن خزیمہ نے بھی اسی طرح کی روایت کی ہے۔

ابوداؤد نے سعید بن جبیر سے بیان کیا ہے کہ:

''نبی کریم ﷺ بسم اللہ پست آواز میں پڑھا کرتے تھے''۔(دارقطنی)

امام ثوری احمد اور ابوعبید نے حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما سے بسم اللہ آہستہ آواز میں پڑھنے کی روایت نقل کی ہے۔

نمبر۳:

تیسری بات یہ ہے کہ آپ نے حج تمتع سے روکا ہے اور یہ ترمذی کی ایسی روایت کے خلاف ہے جس کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا گیا ہے۔

اس کا یہ جواب ہے کہ:

''یہ تو خود رسول اللہ ﷺ سے روایت ہے جیسا کہ سنن ابوداؤد میں روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حج سے پہلے عمرہ کرنے سے روکا ہے''۔

(سنن ابی داؤد: جز:۵'ص ۱۲۴)

حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کی روایت نقل کی گئی ہے اور انہی سے تمتع سے نہی کی روایت بھی آئی ہے جسے کہ ترمذی نے روایت کیا ہے۔ابتداء ہی میں جواز ثابت ہے اور آخر میں نہی نے جواز کو منسوخ کر دیا ہے اور نہی کو عمرہ کے احرام کو حج میں داخل کرنے پر بھی محمول کیا جا سکتا ہے یعنی یہ کہ پہلے حج کرے پھر عمرہ کا احرام باندھے۔

امام نووی نے مسلم کی شرح میں تحریر کیا ہے کہ:

''اگر پہلے حج کا احرام باندھ لیا پھر عمرہ کا تو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے اس کے متعلق دو قول ہیں اور ان دونوں میں زیادہ صحیح یہ ہے کہ اس کے حج کا احرام درست نہیں ہوگا''۔

نمبر۴:

چوتھی بات یہ ہے کہ آپ نے صدقہ فطرہ کے بارے میں فرمایا ہے کہ:

''یمن کی گندم کے دو مد کھجور کے ایک صاع کے برابر ہیں''۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے اس پر اعتراض کرتے ہوئے فرمایا کہ:

''یہ قیمت حضرت معاویہ کی طے شدہ ہے میں اس کو نہیں قبول کرتا اور اس پر نہ ہی عمل کروں گا''۔

ان کا کہنا ہے کہ:

''امیر معاویہ کی یہ بات نبی کریم ﷺ کے قول و فعل اور کتب سنت میں صحابہ (کرام علیہم الرضوان) کے ثابت شدہ عمل کے خلاف ہے''۔

حتیٰ کہ جب حضرت ابن زبیر کو یہ بات معلوم ہوئی تو آپ نے فرمایا:

''ایمان لانے کے بعد گناہ اور نافرمانی کے طریق کو اختیار کرنا بُری بات ہے''۔

اس کا یہ جواب ہے کہ:

صحیحین میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اور کھجور میں ایک صاع صدقہ فطر قائم فرمایا ہے تو لوگوں نے دو مُد گندم کو ان کے برابر قرار دیا''۔ (صحیح بخاری: ج:۶' ص۱۴۱)

سنن دار قطنی اور مصنف عبدالرزاق نے عبداللہ بن ثعلبہ سے روایت کیا ہے کہ:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عید الفطر سے ایک دو دن پہلے خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ گندم کا ایک صاع دو مُد کے درمیان ادا کرو''۔ (سنن دار قطنی: ج:۵' ص۳۸۸)

اور سنن نسائی اور ابوداؤد نے حسن بصری سے اور انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ایک خطبے کے حوالے سے کہا ہے کہ انہوں نے ارشاد فرمایا کہ:

''اپنے روزوں کا صدقہ ادا کرو اس صدقہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اور کھجور سے ایک صاع اور گندم سے نصف صاع ادا کرنا مقرر فرمایا ہے''۔

قاری نے کہا کہ:

''اس کے راوی مشہور اور ثقہ آدمی ہیں مگر یہ روایت مرسل ہے کیونکہ جو کچھ کہا گیا ہے اسے حسن نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نہیں سنا۔ آپ کو معلوم ہے کہ غیر مدلس معاصر کی معنعن روایت ملاقات ثابت ہونے پر ہی قبول ہوتی ہے اگرچہ ملاقات صرف ایک ہی دفعہ ہو اور آپ جانتے ہیں کہ مسلم صرف معاصرت پر ہی اکتفاء کرتے ہیں۔ اگرچہ ملاقات ثابت ہی نہ ہو۔ آپ کو یہ بات بھی معلوم ہوگئی ہوگی کہ حسن' ابن عباس رضی اللہ عنہما کے معاصر تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ۶۸ھ میں طائف کے اندر وفات پائی اور حسن نے ۱۱۰ھ میں وفات پائی۔ لہٰذا اس روایت سے دلیل پکڑنا درست ہے اگر محدثین کے نزدیک حسن کی مراسیل صحیح ہیں' جن میں ابن المدینی' ابوزرعہ اور یحییٰ قطان کی روایت کو کسی دوسرے راستے سے مدد مل جائے تو ائمہ اربعہ کے مطابق یہ قابلِ حجت ہوتی ہے۔

اس اعتراض کا یہ بھی جواب دیا جاسکتا ہے کہ:

مجتہد غلطی کرنے پر بھی ثواب دار ہوگا اس طرح کہ آدمی کے لیے حدیث کی مخالفت کرنا یا تو علتِ نسخ کی وجہ سے ہوگا یا عدم علم کی وجہ سے ہوگا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بڑے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے کتنے ہی اجتہادات کو رد کردیا تھا جن میں سے بہتوں کو زرکشی نے

''الاستجابة فیمابہ ردت عائشة علی الصحابة''

میں جمع کردیا ہے۔ رہا یہ دعویٰ کہ سنت میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی کوئی فضیلت ثابت نہیں ہوتی اور وہ مردود الروایات ہیں تو

اس کا رد ''تطہیر الجنان'' کے حاشیہ میں کیا جائے گا۔ یزیدیہ کو اسفرائینی نے اہلِ بدع کے فرقوں میں ذکر کیا ہے جو خود کو اسلام کی طرف منسوب کرتے ہیں مگر ان کو تو مسلمانوں کے زمرے میں شمار ہی نہیں کیا جاتا اور نہ ہی وہ ۷۲ فرقوں میں داخل ہیں۔ ان کے ۲۰ سے زائد فرقے ہیں۔ ان میں ایک فرقہ یزیدیۃ الخوارج کہلاتا ہے یعنی یزید خارجی کے پیروی کرنے والے۔ یزید بصرہ میں رہائش رکھتا تھا پھر وہ جور فارس میں آیا وہ یزیدیۃ الخوارج میں اباضیہ فرقہ کا رہنما تھا اور کہتا تھا کہ

''اللہ تعالیٰ عجمیوں میں ایک رسول کو بھیجے گا اور اس پر کتاب کو نازل کرے گا جس سے شریعتِ محمدیہ ﷺ منسوخ ہو جائے گی۔ (نعوذ باللہ)''

بغدادی نے ان کو یزید بن ابی انیسہ کی جانب منسوب کیا ہے اور اس کے وصف بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس گمراہی کے باوجود ان لوگوں سے دوستی رکھتا تھا' جنہوں نے اہلِ کتاب میں سے آپ ﷺ کی نبوت کی گواہی دی تھی اگرچہ وہ آپ ﷺ کے دین میں داخل نہ ہوئے ہوں اس طرح کے لوگوں کا نام وہ مومن رکھتا تھا۔

بغدادی نے کہا ہے کہ:

''اس قول کے لحاظ سے تو عیسائیوں اور یہودیوں میں سے مونکانیہ بھی مومن ٹھہرائے جائیں گے اس لیے کہ انہوں نے آپ ﷺ کی نبوت کا اقرار کیا ہے مگر آپ ﷺ کے دین میں داخل نہیں ہوئے ہیں اور اس طرح کی بات کسی طرح بھی جائز نہیں کہ یہود کو مسلمانوں میں شمار کیا جائے اور جو شخص اسلام کی شریعت کے نسخ کا قائل ہو اس کو اسلامی فرقوں میں کس طرح شمار کیا جا سکتا ہے۔ بعض علمائے کرام نے تو اس کو یزید بن معاویہ اموی کی منسوب کر دیا ہے اس لیے کہ وہ بنو اُمیہ میں امامت کا یقین رکھتے ہیں کیونکہ یہ فرقہ اپنے اعتقادات کو پوشیدہ رکھتا ہے اس لیے علمائے کرام کو اس کی پہچان میں اختلاف ہے''۔

محققین کے مطابق یہ مشہور ہے کہ:

''یہ فرقہ موصل کی ایک بستی ''ترحایا'' کا رہائشی ہے۔ یہ لوگ مجوسی تھے اور کردوں میں سے کچھ لوگوں نے حلوان کے پہاڑوں میں رہائش اختیار کر لی تھی۔ ان کے پاس شیخ عدی بن مسافر اموی آیا جو متقی آدمی تھا تو یہ لوگ مسلمان ہو کر اس کے اعتقاد رکھنے والے ہو گئے اور اس کی تعظیم میں حد سے زیادہ کام لینے لگے اور انہوں نے اپنا نام عدوی رکھ دیا۔ مؤرخین کے مطابق عدی بن مسافر اموی ایک متقی آدمی تھا جو شام کی ایک بستی بعلبک میں پیدا ہوا اور ھکاریہ کے پہاڑوں میں جبلین کے کردوں کی ہدایت کے بعد رہائش رکھ لی۔ موصل میں فوت ہوا اور لیلش کے پہاڑوں میں ۵۵۷ھ میں مدفن ہوا''۔

اس کے متعلق غوث پاک رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

''اگر نبوت مجاہدات سے ملتی تو عدی بن مسافر اس کو ضرور حاصل کر لیتا''۔

ابن اثیر نے الکامل میں' ابن خلکان' عمر بن الوردی' ابوالفداء اور الذھبی نے ذول الاسلام میں اور الیافعی نے مراۃ الجنان میں اور المقریزی نے الخطط میں اور الشعرانی نے الطبقات اور ابن العماد نے الشذرات میں ان کے احوال رقم کیے ہیں۔ پر ان کے احوال رقم کیے ہیں۔

یزیدیہ حال ہی میں عدی کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے العدویہ کہلاتے تھے' اس کی وفات کے بعد ان لوگوں نے اس کے متعلق غلو کرنا شروع کر دیا اور ان کا اعتقاد اتنا تھا کہ وہ ان کے نماز روزے کا بھی ذمہ دار ہے اور ان کو بغیر حساب کے جنت میں لے جائے گا پھر اس کے بعد ان لوگوں نے اپنا نام یزیدیہ رکھ لیا جس طرح کہ ہم اس کا ذکر کر چکے ہیں۔ وہ یزید بن معاویہ کے ساتھ اندھا دھند محبت کرتے تھے اور اب تک ان کی رہائش گاہیں لواء الموصل میں سنجار اور شیخان کے مقامات پر موجود ہیں۔ شیخان' باعذر اور عین سفنی کے قرب و جوار کی ایک بستی ہے ان کے عقائد میں ہے کہ سات فرشتوں میں سے سب سے پہلے عزرائیل پیدا ہوا ہے اور اس کا نام وہ مور فرشتہ رکھتے ہیں اور قرآن مجید اپنی بعض آیات کا پابند ہے۔ ان کے نزدیک کتاب مقدس صرف دو کتابیں ہیں۔ سب سے اوّل کا اسم وہ ''الجلوۃ'' رکھتے ہیں اور اس پر انہوں نے جو کچھ لکھا ہے اسے عدی بن مسافر کی طرف منسوب کرتے ہیں اور دوسری کا نام ''مصحف رش'' ہے۔ کردوں کے مطابق رش کے معنیٰ ہیں سیاہ۔ یہ کتاب عدی کے ایک سو سال بعد تحریر کی گئی ہے۔

السفرائینی کی لوائح الانوار القدسیہ میں ہے کہ:

''حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا بدلہ لینے میں خاموشی یا تو قاتل کے معاملے میں علم نہ ہونے کی بناء پر کیا ہے یا اس خوف سے کہ کہیں فساد زیادہ نہ ہو جائے اور حضرت طلحہ' زبیر' معاویہ رضی اللہ عنہم اور ان کے رفقاء جنہوں نے اجتہاد سے کام لیا اور دوسرے لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ کرنے میں ان کی پیروی کی اسی لیے یہ لوگ متاول ہیں اور یہ جنگیں اس لیے ہوئیں مگر کہ اصل صورت حال مشابہت اختیار کر گئی تھی اس وجہ سے اہلِ حق اس بات پر متفق ہیں جس کو اجماع کا درجہ حاصل ہے کہ یہ لوگ عدل کرنے والے ہیں ان کی شہادت اور روایات کو قبول کیا جائے گا اور طحاوی جیسے ائمہ کرام نے اپنے عقیدہ میں اور الکمال نے المسایرۃ میں اور الزبیدی نے احیاء کی شرح میں اور ابن عربی نے عواصم میں اور ابن اثیر نے کامل میں اور الزرقانی نے المواہب کی شرح میں اور الشہاب الالوسی نے الاجوبۃ العراقیہ میں اور اس کے علاوہ بہت سے لوگوں نے اسی خیالات کا مظاہرہ کیا ہے۔ علمائے کرام نے کسی ایک صحابی کی شان میں کمی کرنے والے اور اہلِ بیت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کو گالی دینے والے کے بارے میں حکم کا بھی ذکر کیا ہے''۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ ''الشفاء'' میں فرماتے ہیں کہ:

''علمائے کرام کا اس کے متعلق اختلاف ہے۔ مشہور مذہب امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ آپ نے کہا ہے کہ جو بھی بندہ

ان لوگوں میں سے کسی ایک کو بھی گمراہ کہے اس کو قتل کر دیا جائے''۔

اور قاضی ابو یعلی نے کہا ہے کہ:

''جو شخص حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر وہ تہمت لگائے جس سے اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہا کو بری الذمہ فرما دیا ہے بغیر کسی اختلاف کے اس کی تکفیر کی جائے اور ایک کے علاوہ باقی سب کا اس پر اجماع ہے۔ یہ مسئلہ مختلف صورتوں میں مؤلف کی کتاب ''الاعلام بقواطع الاسلام'' اور ''تنبیہ الولاۃ والحکام علی احکام شاتم خیر الانام او احد من اصحابہ الاکرام''۔ میں بھی رقم ہے اس کتاب کے لکھنے والے محقق ابن عابدین ہیں۔ آپ ۱۲۲۸ھ میں فوت ہوئے اس کے علاوہ سب مذاہب کی کتب فروع اور متکلمین اور دیگر اصحاب کی کتابوں میں بھی یہ مسئلہ پایا جاتا ہے۔ یہ وہ بیان ہے جس کا ذکر علماء اور محقق متکلمین فقہاء اور محدثین نے کیا ہے اس کے علاوہ ہم نے شیعہ امامیہ اور زیدیہ کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے کہ وہ اہلِ سنت کی تکفیر کرتے ہیں۔ یہ عقیدہ ان میں سے متاخرین اور معاصرین امامیہ اور زیدیہ کا نہیں۔ امام شیعہ کے عالم محمد آل کاشف الغطاء نے (اس کتاب میں) الفصول المہمہ سفیان ابن السمط کے متعلق ابی عبداللہ الصادق سے نقل کیا ہے کہ ظاہری اسلام وہ ہے جس پر لوگ قائم ہیں۔ یعنی شہادت دینا کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ نماز قائم کرنا' زکوٰۃ دینا' بیت اللہ کا حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا''۔

اس بات سے یہ استدلال ہوتا ہے کہ اہلِ سنت مومن ہیں اس طرح ابی جعفر الباقر سے صحیح حمران بن اعین میں جو کچھ منقول ہے اس میں ایک حدیث یہ ہے کہ:

''اسلام وہ ہے جو قول وفعل سے ظاہر ہو اور یہ وہ بات ہے جس پر تمام فرقوں کے مسلمان قائم ودائم ہیں اس سے خون محفوظ ہوتے' وراثت کے احکام جاری ہوتے اور نکاح جائز ہوتے ہیں اور لوگ نماز' زکوٰۃ' روزہ اور حج کے لیے مجتمع ہوتے ہیں اس لیے وہ کفر سے نکل کر ایمان کی طرف آجاتے ہیں۔

مؤید باللہ یحییٰ بن حمزہ متوفی ۷۴۹ھ نے کہا ہے کہ زیدیہ صحابہ علیہم الرضوان کی تکفیر وتفسیق نہیں کرتے اس لیے کہ اس پر نہ کوئی دلیل ہے نہ اجماع ہے۔ یہ ایک بے دلیل بات ہے بلکہ یہ لوگ خاطی ہیں''۔

(الرسالۃ الوازعۃ للمعتدین عن سب صحابہ سید المرسلین)

اس وجہ پر اب اہلِ سنت اور امامیہ اور زیدیہ میں کوئی اس طرح کا اختلاف موجود نہیں جس کی وجہ سے اختلاف کی صورت حال کو بڑا کیا جائے یا بغض کی وجہ سے مسلمانوں میں تفرقہ پیدا کیا جائے اس لیے کہ وہ تو مسیحیوں' یہود اور دین نہ رکھنے والے لوگوں کے درمیان قلیل التعداد ہیں اور ان کے دشمن طاقت ور ہیں۔ مسلمانوں کو اب اکٹھ کی بہت اشد ضرورت ہے اور جو جماعت انہیں جمع کر دے گی اللہ تعالیٰ ان کی آپس میں صلح کرا دے گا اور پیاس کو چشمے کے ذریعہ سے بجھا دے گا۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب ﷺ نے بھی جمع ہونے' تفرقہ نہ پھیلانے کی دعوت دی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں''۔

پھر ارشاد فرمایا:

''مومن اور مومنات بعض' بعض کے اولیاء ہیں''۔

پھر ارشاد فرمایا:

''ان کی طرح نہ بن جاؤ جن لوگوں نے کھلے دلائل آ جانے کے بعد اختلاف اور تفرقہ کا راستہ چنا' انہی لوگوں کے لیے بڑا عذاب ہے''۔

پھر ارشاد فرمایا:

''تمام اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھو اور تفرقہ نہ پھیلاؤ''۔

پھر ارشاد فرمایا:

''بے شک جن لوگوں نے دین میں تفریق کیا اور گروہ در گروہ ہو گئے۔ آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں' ان کا معاملہ اللہ کے ہاں ہوگا پھر وہ انہیں آگاہ فرمائے گا جو وہ کرتے تھے''۔

اور سنتِ نبویہ میں اخوت و محبت' لزوم جماعت' مسلمانوں کی خیر خواہی' سلام کی اشاعت میں بہت کچھ فرمایا ہے' جس کا مقصد صرف مسلمانوں کا اجتماع اور تفرقہ کو ختم کرنا ہے۔

الموسوی نے العقول المہمۃ میں رقم کیا ہے کہ:

''امامیہ اور اہلِ سنت کے نزدیک کسی اہلِ قبلہ کی تکفیر کرنا جائز نہیں ہے اس لیے کہ حضور پاک ﷺ کا فرمان ہے ''جو شخص گواہی دے کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کرے اور ہماری نماز پڑھے اور ہمارا ذبیحہ کھائے تو وہ مسلمان ہے''۔

اور ابوذر کی حدیث میں ہے:

''مجھے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مجھے جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ آپ ﷺ کی اُمت کا جو شخص مر جائے اور وہ کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک نہ ٹھہراتا ہو تو وہ جنتی ہوگا۔ میں نے کہا کہ اگرچہ اس نے چوری اور زنا بھی کیا ہو؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا' جی ہاں! اگرچہ اس نے چوری اور زنا بھی کیا ہو''۔

تو مسلمانوں میں فرقہ بازی کیوں ہے حالانکہ ان کو اس وقت وحدتِ کاملہ اور نیک روابط رکھنے کی ضرورت ہے اور ان کے مابین کوئی اس طرح کی اختلافی وجہ موجود نہیں جو تعلقات کو منقطع کر دے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی بصیرت کو روشن کر کے ان کے

دِلوں میں اتفاق و یگانگت پیدا فرما دے''۔ آمین!

(الصواعق الحرقة عربی: تعدیل الصحابۃ: ص: ی تاج' مطبوعہ کتب خانہ مجیدیہ' ملتان)

محدث ابن حجر ہیتمی

وہ ابوالعباس شہاب الدین احمد بن محمد بن علی بن حجر الہیتمی المکی السعدی:

(نسبة لبنی سعد كما فی النور السافر)

الانصاری الشافعی المحدث الفقیہ الصوفی جو محلہ ابی الہیتم کی طرف منسوب ہیں جو مصر کی مغربی انتظامات کے ماتحت ہے اور امیر نے اپنی فہرست المشناۃ الفوقیہ میں کہا ہے کہ آپ کو الھیاتم گاؤں کی طرف منسوب ہونے کی بناء پر الہیتمی کہا جاتا ہے۔ الہیاتم مصر کی ایک بستی کا نام ہے۔ آپ اس بستی میں ۸۹۹ھ میں پیدا ہوئے' چھوٹی عمر میں آپ کے والد محترم رحلت فرما گئے اور آپ کی دیکھ بھال دو اکمل اماموں شمس الدین بن ابی الحمائل اور شمس الدین الشناوری نے کی پھر شمس الدین شناوری آپ کو محلہ ابی الہیتم سے احمد البدوی کے ہاں طنطا میں لے گئے آپ نے وہاں مبادی العلوم پڑھے اور قرآن مجید یاد کیا پھر وہ آپ کو ۹۲۴ھ میں کعبۃ العلوم جامع ازہر میں لے آئے اور آپ نے اس وقت کے علماء مصر سے علم کی پیاس بجھائی۔

آپ کے علم اور روایت میں اساتذہ

آپ نے علم حاصل کرنے کے بعد عظیم علماء سے روایت کی جن میں سے الشہاب الرملی' الشمس اللقانی' الشمس السمہودی' الشمس المشہدی' الطبلاوی' شہاب بن النجار الحنبلی' شہاب بن الصائغ ہیں اس کے علاوہ آپ قاضی زکریا' معمر الزین' عبدالحق السنباطی' امین الغمری جو کہ ابن حجر عسقلانی کا شاگرد ہے اور ابی الحسین البکری سے بھی روایت کی ہے اس نے اپنے مشائخ کے لیے معجم وسط اور معجم صغیر تالیف کی ہے اور انہوں نے ان کتب کے لیے اس کو اجازت بھی دی ہوئی تھی جو ان سے روایت کی ہیں اور معجم وسط تو مصر کے دارالکتب میں بھی پایا جاتا ہے۔ ان شمس العلماء اور عبقری لوگوں کے مدرسہ سے علامہ ابن حجر فقہ' اصول حدیث' کلام' تصوف' فرائض' صرف ونحو' معانی' منطق اور حساب وکتاب وغیرہ کثیر علوم میں ایک مضبوط عالم دین بن کر نکلے۔ ان علوم کے حصول اور مضبوطی میں اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی قوت حفظ نے آپ کو بڑی مدد دی اسی لیے آپ حافظ بھی تھے۔ آپ کے ملفوظات میں ایک نمونہ المنہاج الفرعی ہے اس کے علاوہ سن صغر میں ہی آپ کی شہرت اتنا پھیل گئی کہ آپ کے اساتذہ نے آپ کو افتاء اور تدریس کی اجازت دے دی تھی جب کہ آپ کی عمر بیس سال سے بھی کم تھی۔ آپ دنیا سے بے رغبت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والے سلف صالح کا نمونہ تھے۔ آپ نے ۹۳۳ھ میں حج کے لئے مکہ معظمہ آئے تو یہیں قیام فرمایا پھر مصر لوٹ گئے اور دوبارہ ۹۳۷ھ میں اہل وعیال کے ساتھ حج کیا پھر ۹۴۰ھ میں مستقل رہائش کے لیے مکۃ المکرمہ منتقل ہو گئے یہاں کے امام الحرمین درس وتدریس افتاء اور تالیفات کا کام سرانجام دیتے تھے۔

الشوکانی نے ''البدر الطالع'' (میں) آپ کے مکۃ المکرمہ منتقل ہونے کی وجہ یہ بتائی ہے کہ آپ نے مقری کی کتاب

''الروض'' کو مختصر کیا اور اس کی شرح لکھی تو بعض محاسدین نے اس کو لے کر پھاڑ دیا تو آپ پر یہ بات بہت دشوار گزری اور آپ اسی وجہ سے مکۃ المکرّمہ تشریف لے گئے۔ مکہ اور مصر میں آپ کی بہت کتب موجود ہیں جو علمِ فقہ سے تعلق رکھتی ہیں جن میں فتاوی الشافعیہ فی الحجاز والیمن ومصر اور اس کے علاوہ کتب شامل ہیں۔ آپ کے پاس جلیل القدر علماء خصوص بالخصوص خوشہ چینی اور حصولِ علم کے لیے آتے تھے۔ آپ کے متعلق شہاب خفاجی (ریحانۃ الألباء میں) کا قول بالکل یقینی ہے کہ حجاز کے علامۃ الدھر ہیں' کتنے ہی فضلائے کرام کے وفود نے آپ کے کعبہ علم کا حج کیا اور اس کے قبلہ کی طرف علم کی طلب کے لیے متوجہ ہوئے اگر وہ فقہ وحدیث کے متعلق گفتگو کرتے تو کسی نے قدیم وجدید میں سے اس طرح کی باتیں نہ سنی ہوتیں۔ الخفاجی نے ذکر کیا ہے کہ آپ کا ایک بیٹا محمد نامی تھا جس کی کنیت ابوالخیر تھی اور بعض یمنیوں نے اس سے روایت بھی کی ہے۔

النور السافر مؤلفہ عیدروس اور خفاجی کی ریحانۃ الالباء اور ابی الفلاح ابن العماد کی شذرات الذھب اور شوکانی کی البدر الطالع اور مرتضٰی زبیدی کی تاج العروس اور کتانی کی فہرس الفھارس اور محدثین اور ان کے مشائخ کی فہارس اور معاجم میں آپ کے احوال زندگی رقم ہیں۔ آپ کی وفات شذرات اور البدر الطالع کے نزدیک ۹۷۳ھ میں ہوئی ہے اور مشرع الروی اور تاج العروس زبیدی کے نزدیک آپ کی ۹۷۴ھ میں دنیا سے رخصت فرمائی اور فہرست الدغتی الکبیر میں آپ کا سنِ وفات ۹۶۴ھ کہا گیا ہے اور المحبی (فھرس الفھارس) کے نزدیک آپ ۹۹۵ھ میں فوت ہوئے۔ درست اور اصح یہی روایت ہے کہ آپ نے ۹۷۴ھ میں وفات پائی۔ الدغتی اور المحبی کی کہی ہوئی تاریخ وفات بالکل غلط ہے جیسے کہ الکتانی نے کہا ہے۔

(خلاصۃ الاثر فی ترجمہ عبدالعزیز الزمزمی المکی)

آپ کی وفات مکہ میں ہوئی اور معلاۃ میں طبریوں کی زمین میں آپ سپردِ خاک ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی روح کو خوش رکھے اور آپ کی قبر کو منور فرمائے اور آپ کو انبیائے کرام علیہم السلام شہداء اور صدیقین کے ساتھ اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تالیفات

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی فقہ میں یہ کتب ہیں:

شرح مختصر الروض

شرح مختصر ابی الحسن البکری

تحفة المحتاج شرح المنهاج تحفة المنهاج

فتح الجواد شرح الارشاد

الامداد شرح الارشاد

تحذير الفسات عن اكل القات

کف الرعاع عن محرمات اللهو والسماع
الاعلام بقواطع الاسلام
الزواجر عن اقتراب الکبائر
دار الغمامة فی الزر وایطلیان والعمامة
الجوهر المنظم فی زیارة القبر النبی المعظم
حدیث میں یہ کتابیں ھیں:
شرح المشکوٰۃ
الفتاوی الحدیثیة
جزنی ماورد فی المهدی
جز فی العمامة النبویه
الاربعون حدیثا فی العدل الاربعون فی الجهاد
فتح المبین فی شرح الاربعین النوویه
الایضاح شرح احادیث النکاح
الصواعق المحرقه فی الرد علی البدع والزندقة
تطهیر الجنان واللسان عن الخطور والتفوه بثلب معاویة بن ابی سفیان
کتاب الخیرات الحسان فی مناقب ابی حنیفة النعمان
المولد النبوی
شرح الهمزیه
المنهج القویم فی مسائل التعلیم علی الغیة
عبدالله بافضل شرح علی قطعة من الفیة بن مالك
اتحاف اهل الاسلام بخصوصیات الصیام
اتمام النعمة الکبری علی العالم بمولد سید ولد آدم ارشاد اهل الغنی والاثافة فیما جاء فی الصدقة والضیافة
اسعاف الابرار
شرح مشکاة الانوار فی الحدیث
اسنی المطالب فی صلة الاقارب
اشرف الوسائل الیٰ فهم المسائل
والامداد شرح الارشاد
تحریر الکلام فی القیام عند ذکر مولد سید الانام

تحریر المقال فی ادب و احکام وفوائد یحتاج الیها مود بوالاطفال
تحفة الزوار الی قبرالنبی المختار اربع مجلدات تطهیر العیبة عن دنس الغیبة
تلخیص الاحری فی حکم الطلاق بالابراء
تنبیه الاخیار علی معضلات وقعت فی کتب الوظائف واذکار الاذکار
الدرالمنضود فی الصلاة علی صاحب اللواء المقصود
الدرالمنظوم فی تسلیة الهموم
زوائد سنن ابن ماجه
الفتاویٰ الفقهیة
فتح الاله بشرح المشکاة
الفضائل الکاملة لزوی الولایة
القول الجلی فی خفض المعتلی
قرة العین فی ان التبرع لایبطله الدین
القول المختصر فی علامات المهدی المنتظر
مبلغ الادب فی فضل العرب
المناهل العذبة فی اصلاح ما وهی من الکعبة
معدن الیواقیت المتمعة فی مناقب الائمة الاربعه
المنح المکیه فی شرح الهمزیة
النخب الجلیلةفی الخطب الجزیلة وغیر ذالك من الرسائل والحواشی

آپ کی مؤلفات اپنے موضوع کے حوالے سے جامع ہیں جیسا کہ سورج اپنے مدار میں گردش کرتا ہے ایسے ہی ان کا زمانے میں خوب چلن ہے۔

کتبہ: عبدالوہاب عبداللطیف

الاستاذ المساعد بکلیۃ اصول الدین بجامعۃ الازہر محرم ۱۳۸۵ھ

(الصواعق المحرقہ عربی: المحدث ابن حجر الہیتمی ص: ف تا ص، مطبوعہ کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

الصواعق المحرقہ

فی الردّ علی اھل البدع والزندقة

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے اپنے نبی محمد مصطفیٰ ﷺ کو ان اصحاب سے خاص فرمایا جو ستاروں کی طرح ہیں اور تمام لوگوں پر ان کی توقیر کرنا اور اس عقیدے کے حق اور علوم و معارف کے ان حقائق کو جو ان بزرگوں نے بیان فرمائے ان پر چلنا واجب ہے۔ میں اس کام پر گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں' وہی وحدہ لاشریک ہے۔ یہ ایک ایسی گواہی ہے جو کہ اس منظم فرقہ کے بارے میں لکھی گئی ہے اور میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے اور رسولِ اعظم ہیں جن کو اللہ عزوجل نے اپنے چھپے ہوئے اسرار عطا فرمائے۔ آپ ﷺ پر اللہ عزوجل کی ہمیشہ رحمتیں برستی رہیں۔

امابعد!

کئی مدتوں سے مجھ سے یہ سوال کیا جا رہا تھا کہ اس طرح کی کوئی کتاب لکھی ہو جس کے اندر خلافتِ صدیقی و فاروقی کے حق ہونے کو بیان کیا گیا ہو تو میں نے اس میدان میں خادم ہونے کی حیثیت سے جلدی کی اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ یہ کتاب لطیف نمونوں' شریفانہ طریق اور اعلیٰ مسلک پر مشتمل ہے اور پھر مجھ کو رمضان المبارک ۹۵۰ھ میں اس کو مسجد الحرام میں سنانے کے لیے فرمایا گیا اس لیے کہ یہاں شیعہ' روافض اور اسی قسم کے بہت سے لوگ موجود ہیں تو میں ان لوگوں کی ہدایت کے لیے جو کھلے اور واضح مسلک سے دُور ہو گئے ہیں اس بات کو بھی قبول کر لیا پھر مجھے اس بات کا خیال آیا کہ اس میں کچھ اضافہ کیا جائے کہ میں چاروں ائمہ کی خلافت' حقیقت اور فضائل اور اس کے نیچے آنے والے تمام متعلقات کا ذکر کروں تو یہ کتاب اپنے فن میں اکمل اور محققانہ اور باطل پرستوں اور شریر مبتدعین کے براہین کا ایسے عقلی اور نقلی دلائل سے ختم کر دینے والی ہے جس کا انکار صرف منکر آیاتِ الٰہیہ ہی کر سکتا ہے۔ ہم اس طرح کے لوگوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے ہیں اور ان کے اقوال و افعال کی قباحت سے' اس سے سلامتی کے طلب گار ہیں اس لیے کہ وہ کریم' سخی اور رؤف الرحیم ہے۔ میں نے کتاب کو تین مقدمات' دس ابواب اور ایک خاتمہ کی صورت میں لکھا ہے۔

مقدمہ اولیٰ

اگر چہ میں ایسے حقائق کو بیان کرنے سے قاصر ہوں جن کو خطیب بغدادی نے الجامع میں (الجامع بین آداب

الراوی والسامع) اوراس کے علاوہ لوگوں نے بیان کیا ہے مگر مجھے تو نبی کریم ﷺ کی اس حدیثِ مبارکہ نے جوش دلایا ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جب فتنے یا بدعتیں ظاہر ہوں اور میرے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو بُرا بھلا کہا جانے لگے تو عالم کو چاہیے کہ اپنے علم کو ظاہر کرے اور جو اس طرح نہ کرے گا اس پر اللہ تعالیٰ' فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہوگی اور اللہ عزوجل اس سے کوئی قیمت یا معاوضہ قبول نہ فرمائے گا''۔

(اس طرح کی حدیث ابن عسا کرنے معاذ سے زیادات الجامع الصغیر میں ذکر کی ہے)

ایسے ہی الحاکم نے اپنی تاریخ میں ذکر کی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اہلِ بدعت جو بدعت بھی اختیار کریں گے اللہ تعالیٰ جس شخص کی زبان سے چاہے گا' محبت و برہان کی رو سے اس کو ان پر غلبہ دے دے گا۔

اور ابونعیم نے روایت کی ہے کہ:

''اہل بدعت بدترین مخلوق ہیں''۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے الحلیہ میں مرفوعاً روایت ہے اور یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اس لفظ میں المعافی اوزاعی سے متفرد ہے اور عیس بن یونس نے اوزاعی سے بیان کیا ہے کہ اس کا ذکر تو المعافی کے زندگی کے حالات میں ہے جو ابی مسعود الموعلی نے لکھے ہیں)

اس طرح بھی فرمایا گیا ہے کہ یہ دونوں لفظ مترادف ہیں۔

(یہ ضمیر خلق اور خلیقہ کی طرف راجع ہے)

اور اس طرح بھی کہا گیا ہے کہ اوّل لفظ سے چوپائے اور ثانی سے لوگ مراد ہیں۔

ابوحاتم الخزاعی نے اپنی کتاب جز (عن ابی امامۃ) میں اہلِ بدعت کو دوزخ کے کتے قرار دیا ہے اور الرافعی نے کہا کہ سنت پر کم عمل کرنا بدعت پر زیادہ عمل کرنے سے بہتر ہے۔

(اخرجہ الرافعی عن ابی ھریرۃ والدیلمی عن ابن مسعود)

الطبرانی نے کہا کہ:

''جو اہلِ بدعت کی تعظیم کرے اس نے اسلام کو ختم کرنے میں مدد دی''۔

(عن عبداللہ بن بسر)

البیہقی اور ابن ابی عاصم نے السنّت میں کہا کہ:

''اللہ تعالیٰ اہلِ بدعت کے کسی عمل کو بھی قبول نہ فرمائے گا اس وقت تک جب تک وہ اس بدعت سے توبہ نہ کرلیں''۔

(عن ابن عباس واخرجه ابن ماجه)

الخطیب اور الدیلمی نے کہا کہ:

''جب بھی کوئی بدعتی مرجاتا ہے تو اسلام میں فتحوں کا دروازہ کھل جاتا ہے''۔

(عن انس......)

الطبرانی' البیہقی اور الضیاء نے کہا:

''اللہ عزوجل نے ہر بدعتی کی توبہ کو قبول کرنے سے روکا ہوا ہے''۔

(عن انس فی الاوسط واخرجه ابن فیل......)

اور الطبرانی نے کہا:

''اسلام کو عروج ہوگا پھر کمزور پڑ جائے گا لہٰذا جو بندے غلو اور بدعت کے باعث اس کی کمزوری کا باعث بن جائیں گے وہ جہنمی ہوں گے''۔

بیہقی نے کہا:

''اللہ تعالیٰ بدعتی کا روزہ' نماز' صدقہ' حج' عمرہ' جہاد' کسی قسم کا خرچ یا معاوضہ وغیرہ قبول نہیں کرتا۔ اس کو دین سے یوں نکال دیا جائے گا جس طرح بال آٹے ہی نکال لیا جاتا ہے۔ ہم جلد ہی آپ کو ایسی باتیں بتائیں گے جن کی وجہ سے آپ کو یقینی طور پر معلوم ہو جائے گا کہ روافض اور شیعہ اسی طرح کی قسم کے بندے اور بدعتیوں کے بڑوں میں سے ہیں اور ان احادیثِ مبارکہ میں بیان کردہ وعید کے بھی مستحق لوگ ہوں گے اس کے علاوہ ان کے بارے میں خصوصی طور پر احادیثِ مبارکہ بھی وارد ہوئی ہیں۔ المحاملی' الطبرانی اور الحاکم نے عویمر بن ساعدہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اللہ عزوجل نے مجھ کو چُن لیا اور میرے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو بھی چُن لیا اور ان میں میرے وزراء' انصار اور داماد کو بنایا تو اسی لیے جو ان کو بُرا بھلا کہے گا' ان پر اللہ عزوجل' فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہوگی اور روزِ محشر اللہ تعالیٰ ان سے کوئی قیمت یا معاوضہ قبول نہ فرمائے گا''۔

اور الخطیب نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بیان فرمایا ہے کہ:

''اللہ عزوجل نے مجھے چُن لیا اور میرے اصحاب علیہم الرضوان کو بھی چُن لیا ان میں میرے داماد بھی چُن لیے اس لیے جو شخص ان کے متعلق میری حفاظت فرمائے گا اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت فرمائے گا اور جو ان کے متعلق مجھے ایذاء دے گا' اللہ تعالیٰ ان کو ایذاء دے گا''۔

(تاریخ خطیب حالات معد بن بشیر الدعا عن انس اور حالات الولید بن الفضل الغزی جس میں مقبل کی آنے والی روایات بیان ہوئی ہیں)

اور عقیلی نے الضعفاء میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا:

''اللہ تعالیٰ نے مجھے چُن لیا اور میرے لیے صحابہ علیہم الرضوان اور داماد چُن لیے۔ قریب ہی ایک ایسی قوم ہوگی جو ان کو بُرا بھلا کہے گی اور ان کی شان میں کمی کرے گی اس طرح کے لوگوں کے ساتھ نہ کھاؤ نہ پیو اور نہ ہی نکاح کرو''۔ (بیہقی)

بغوی' طبرانی اور ابونعیم نے المعرفۃ میں اور ابن عساکر نے عیاض الانصاری سے بیان کیا ہے کہ:

''میرے صحابہ انصار اور داماد کے متعلق میری حفاظت کرو جو ان کے متعلق میری حفاظت کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی آخرت و دنیا میں حفاظت فرمائے گا اور جس شخص نے ان کے متعلق میری حفاظت نہ کی اللہ تعالیٰ اس سے علیحدہ ہو جائے گا اور جس سے اللہ تعالیٰ علیحدہ ہو جائے' قریب ہی ہے کہ وہ اس کی پکڑ میں آ جائے''۔ (المعرفۃ......)

اور ابوذر الہروی نے حضرت جابر' حضرت حسن بن علی اور حضرت ابن عمر رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ایک اسی طرح کی روایت کی ہے اور الذہبی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ آخری دَور میں رافضہ نام کی ایک قوم ہوگی جو اسلام کو ترک کر دے گی ان کو جہاں بھی پاؤ' قتل کر دو اس لیے کہ وہ مشرک ہیں۔

(التبصیر فی الدین ج:۱'ص۴۲)

الذہبی نے ایک روایت ابراہیم بن حسن بن حسین بن علی رضی اللہ عنہم اپنے باپ سے انہوں نے اپنے دادا سے روایت کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا ہے کہ:

''حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا آخری دَور میں رافضہ نامی ایک قوم میری اُمت میں ہوگی جو اسلام کو ترک کر دے گی''۔

(السنۃ لعبد اللہ بن احمد' ذکر الرجال جز:۲'ص۵۴۶)

اور دارقطنی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیان فرمایا کہ:

''حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا عنقریب میرے بعد ایک قوم ہوگی جن لوگوں کا بُرا نام ہوگا جن کو رافضی کہا جائے گا اگر تم ان کو پاؤ تو ان کو قتل کر دینا اس لیے کہ وہ مشرک ہیں''۔

میں نے عرض کیا:

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ان کی کوئی نشانی ہے؟''

ارشاد فرمایا:

''وہ آپ کی طرف ان چیزوں کو منسوب کریں گے جو کہ وہ آپ میں پائی ہی نہیں جاتیں اور سلف پر طعن کریں گے''۔ (الشریعۃ للآجری' جز:۵'ص۲۲۳)

اور دارقطنی نے آپ ہی سے ایک اور طریق سے بھی اسی طرح کی روایت بیان کی ہے اور ایک دوسری روایت میں ان الفاظ کو زیادہ کیا ہے کہ:

''وہ اپنے آپ کو اہلِ بیت کی طرف منسوب کریں گے حالانکہ انہیں ان سے کوئی نسبت نہیں ہوگی اور ان کی نشانی یہ ہوگی کہ وہ اپنے نام حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے ناموں پر رکھیں گے''۔

اسی طرح یہ روایت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے بھی کئی طرق سے آئی ہے۔

آخر میں دارقطنی نے کہا کہ:

''یہ حدیث ہمارے پاس بہت سے طرق سے آئی ہے''۔

اور طبرانی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ:

''جو انبیائے کرام علیہم السلام کو گالی دے اس کو قتل کر دیا جائے اور جو صحابہ کرام علیہم الرضوان پر طعن و تشنیع کرے اس کو کوڑے مارے جائیں''۔

اور الدیلمی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ:

''جب اللہ عزوجل میری اُمت کے کسی آدمی سے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کے دل میں میرے صحابہ کی محبت ڈال دیتا ہے''۔

(لوامع الانوار البہیۃ، جز:۲، ص ۳۸۸)

اور ترمذی نے عبداللہ بن مغفل سے روایت کیا ہے کہ:

''میرے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے متعلق اللہ تعالیٰ سے خوف کھاتے رہو میرے بعد ان کو اپنی غرضوں کا نشانہ نہ بنانا جو بھی ان سے محبت کرتا ہے وہ میری محبت کی وجہ سے اس طرح کرتا ہے اور جو ان سے بغض رکھتا ہے وہ میرے ساتھ بغض رکھنے کی وجہ سے ان سے بغض رکھتا ہے۔ جس نے ان کو تکلیف دی اس نے مجھے تکلیف دی اور جس نے مجھے تکلیف دی اس نے اللہ تعالیٰ کو تکلیف دی اور جو اللہ تعالیٰ کو تکلیف دیتا ہے قریب ہے کہ وہ اس کی پکڑ میں آ جائے''۔ (ترمذی: جز:۱۲، ص:۳۶۲)

اور الخطیب نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ:

''جب صحابہ کرام علیہم الرضوان کو بُرا بھلا کہنے والے کو دیکھو تو ان کو کہو تمہارے پیدا کیے ہوئے شر پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو''۔

اور ابن عدی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ:

''میری اُمت کے شر پسند لوگ وہ ہوں گے جو میرے صحابہ کو بُرا بھلا کہنے میں جرأت کریں گے''۔

(الامامۃ والرد علی الرافضۃ، جز:۱، ص ۳۷۴)

اور ابن ماجہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ:

''میرے صحابہ کے متعلق میری حفاظت کرو پھر ان کو جوان کے ساتھ ہوں گے''۔

(سنن ابن ماجہ' کراہیۃ الشہادۃ لمن لم یستشھد: ج۷'ص۱۷۶)

اور الملشیر ازی نے القاب میں ابی سعید سے روایت کیا ہے کہ:

''میرے صحابہ کے متعلق میری حفاظت کرو جو ان کے متعلق میری حفاظت کرے گا اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک حفاظت کرنے والا مقرر ہوگا اور جو ان کے بارے میں میری حفاظت نہ کرے گا اللہ تعالیٰ اس سے علیحدہ ہو جائے گا اور جس سے اللہ تعالیٰ علیحدہ ہو جائے گا قریب ہے کہ وہ گرفت میں آ جائے''۔

(الابانۃ والرد علی الرافضۃ' ج:۱'ص۳۷۴)

الخلیب نے حضرت جابر سے دار قطنی نے الافراد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ:

''لوگوں کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے اور میرے صحابہ قلیل ہو رہے ہیں اس لیے میرے صحابہ کو برا بھلا نہ کہو جو اس طرح کرے گا اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوگی''۔ (الشریعۃ لآجری: ج:۵'ص۲۰۷)

اور الحاکم نے ابی سعید سے روایت کیا ہے کہ:

''تمہارے بعد ہونے والی قوم تمہارے ساتھ بھی ہوگی''۔

(الفوائد البدیعۃ فی فضائل الصحابۃ وذم' ج:۱'ص۲۹)

اور ابن عساکر نے حسن سے مرسل روایت میں بیان کیا ہے کہ:

''میرے صحابہ کی شان سے آپ لوگوں کو کیا مناسبت ہے میرے صحابہ کو میرے لیے ترک کر دو قسم ہے اس ذات اقدس کی جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ جتنا سونا بھی خرچ کرے تو ان کے ایک دن کے عمل کو بھی نہ پہنچ سکے''۔ (الصواعق المحرقۃ' ج:۱'ص۱۶)

احمد اور شیخین' ابوداؤد اور ترمذی نے ابی سعید اور مسلم سے اور ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ:

''میرے صحابہ کرام کو برا بھلا نہ کہو! مجھے قسم ہے اس ذات اقدس کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ جتنا سونا بھی خرچ کرے تو ان کے مٹھی بھر جو کا بھی مقابلہ نہ کر سکے گا''۔

(القول الاقوم فی معجزات النبی الاکرم' ج:۱'ص۱۷۷)

اور احمد' ابوداؤد اور ترمذی نے ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ:

''کوئی ایک بھی مجھے میرے صحابہ کے بارے میں اذیت نہ دے اس لیے کہ میں پسند کرتا ہوں کہ میں تمہارے پاس آؤں تو میرا سینہ سلیم ہو''۔ (الآثار الواردۃ عن السلف فی' ج:۱'ص۲۳۴)

اور احمد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ:

''میرے صحابہ کو میرے لیے ترک کر دو مجھے اس ذات اقدس کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اگر تم احد پہاڑ کے برابر بھی سونا خرچ کر دو تو بھی ان کے اعمال کو نہیں پہنچ سکتے''۔

اور دار قطنی میں ہے کہ:

''جو صحابہ کے متعلق میری حفاظت کرے گا وہ حوض کوثر پر آئے گا اور جس نے صحابہ کے متعلق میری حفاظت نہ کی وہ حوض کوثر پر نہ آئے گا اور نہ ہی اس کو میرا دیدار نصیب ہوگا''۔

طبرانی اور حاکم نے عبداللہ بن بسر سے بیان کیا ہے کہ:

''اس شخص کو نوید ہو جس نے مجھے دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا اور اس کو بھی نوید ہو جس نے میرے دیکھنے والوں کو دیکھا اور اس کو بھی نوید ہو جس نے میرے دیکھنے والے کے دیکھنے والے کو دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا ان کو اچھے انجام کی نوید ہو''۔ (المستدرک' جز:۴'ص ۹۶)

عبد بن حمید' ابی سعید اور ابن عساکر نے واثلہ سے بیان کیا ہے کہ:

''میرے دیکھنے والے کو نوید ہو اور میرے دیکھنے والے کے دیکھنے والے کو نوید ہو''۔

(اصول مذہب الشیعۃ الامامیۃ الاثنی عشریۃ' جز:۲'ص ۷۶۳)

طبرانی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ:

''جس نے میرے صحابہ کو گالی دی اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو''۔ (المعجم الاوسط' جز:۷'ص ۱۱۴)

اور ترمذی اور ضیاء نے بریدہ سے بیان کیا ہے کہ:

''کسی علاقہ میں جب میرا کوئی صحابی دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے تو اس کو اس علاقے کے لوگوں کے لیے قیامت کے دن رہنما اور نور بنا کر بھیجا جائے گا''۔ (سنن ترمذی' جز:۱۲'ص ۳۶۵)

اور ابو یعلی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ:

''میرے صحابہ کرام کھانے میں نمک کی طرح ہیں اس لیے کہ کھانا نمک ہی سے اچھا پکتا ہے''۔

(مسند ابی یعلی' جز:۵'ص ۱۵۱)

اور احمد اور ابو مسلم نے ابو موسیٰ سے بیان کیا ہے کہ

ستارے آسمان کے لیے امن ہیں اور جب ستارے چلے جائیں آسمان سے لوٹنے والی چیز ظاہر ہوتی ہیں اور میں اپنے صحابہ کے لیے امن کا باعث ہوں جب میں رخصت ہو جاؤں گا تو میرے صحابہ ان دو چیزوں میں پریشان ہوں گے جن کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے''۔

(صحیح مسلم جز: ۷ص ۱۸۳)

اور ترمذی اور ضیاء نے جابر سے بیان کیا ہے کہ:

''آگ ایسے مسلمان کو ہرگز نہ چھوئے گی جس نے مجھے دیکھا یا میرے دیکھنے والے کو دیکھا''۔

(سنن الترمذی جز ۱۲ص ۳۵۶)

ترمذی اور حاکم کی روایت میں ہے کہ:

''بہترین زمانہ میرا زمانہ ہے پھر ان کے بعد کا پھر ان کے بعد کا''۔

(المستدرک باب فی ذکر فضائل التابعین جز: ۴ص ۹۵)

طبرانی اور حاکم نے جعدہ بن ہبیرہ سے بیان کیا ہے کہ:

''جس قرن میں میں تشریف فرما ہوں اس کے لوگ اچھے ہیں پھر ان کے بعد والے اور دوسرے لوگ مجمل ہوں گے''۔

(المستدرک ذکر مناقب جعدہ بن ھبیرۃ المخزومی جز: ۳ص ۲۱۱)

مسلم نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ:

''میری اُمت کا بہترین قرن وہ ہے جس میں مجھ کو بھیجا گیا پھر ان کے بعد والے لوگوں کی پھر ان کے بعد والے لوگوں کی''۔

(صحیح مسلم باب فضل الصحابۃ جز: ۷ص ۱۸۵)

اور ترمذی نے ابوالدرداء سے بیان کیا ہے کہ:

''پہلا اور آخری دَور میری اُمت کا بہترین ہے اور وسط دَور میں کجائی ہے''۔

اور ابو نعیم نے الحلیہ میں مرسلاً روایت بیان کی ہے کہ:

''بہترین حصہ اس اُمت کا پہلا اور آخری ہے اس لیے کہ اس میں عیسیٰ بن مریم ہوں گے ان کے مابین کدورت والے لوگ ہوں گے جن کا میرے ساتھ اور نہ میرا ان کے ساتھ کوئی واسطہ ہوگا''۔

طبرانی نے حضرت ابن مسعود سے بیان کیا ہے کہ:

''بہترین لوگ میرے قرن کے ہیں پھر دوسرے قرن کے پھر جو لوگ زندہ ہوں گے ان میں کوئی بھلائی نہ ہوگی''۔

(الصواعق المحرقۃ جز: ۱ص ۲۰)

اور ابن ماجہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ:

''پانچ طبقے میری اُمت کے ہیں۔ چالیس سال تک نیکی و تقویٰ کے لوگ ہوں گے پھر ان کے بعد ایک سو بیس سال تک صلۂ رحمی کرنے والے ہوں گے پھر ان کے بعد ایک سو ساٹھ سال تک پھر جانے والے تعلقات منقطع کرنے والے ہوں گے پھر لڑائیاں ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ بچائے اللہ تعالیٰ بچائے''۔ (سنن ابن ماجہ جز ۱۲ص ۷۰)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک اور روایت ہے کہ:

''ہر طبقہ چالیس سال کا ہوگا۔ میرا طبقہ اور میرے صحابہ کا طبقہ علم وایمان سے مزین ہوگا۔ دوسرا طبقہ چالیس سال سے اسی سال تک ہوگا وہ نیکی اور تقویٰ والا ہوگا''۔ (سنن ابن ماجہ جز ۱۲ص ۷۰)

حسن ابن سفیان ابن مندہ اور ابونعیم معرفۃ میں دارم تمیمی سے روایت کرتے ہیں کہ:

''پہلا طبقہ میرا اور ان اہلِ علم ویقین لوگوں کا ہے جو میری معیت میں ہیں یہ چالیس سال تک رہے گا دوسرا طبقہ اسی سال تک رہے گا وہ لوگ نیک اور پرہیز گار ہوں گے۔ تیسرا طبقہ ایک سو بیس سال تک رہے گا وہ صلہ رحمی کرنے والوں کا ہوگا چوتھا طبقہ ظلم اور قطع تعلقات والوں کا ہوگا جو ایک سو ساٹھ سال تک رہے گا اور پانچواں طبقہ لڑائی کرنے والوں کا ہوگا جو دو سو سال تک باقی رہے گا۔

ابن عساکر نے بھی اسی طرح کی روایت بیان کی ہے لیکن ان کے الفاظ اس طرح ہیں:

''طبقتی وطبقة اصحابی اهل العلم والایمان .

اور المرج کی جگہ وہاں الحروب کے الفاظ ہیں۔

ان برگزیدہ بندوں کے لیے یہی کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق شہادت دی ہے کہ وہ بہترین لوگ ہیں۔

ارشاد فرمایا:

''تم بہترین لوگ ہو جو لوگوں کے لیے فائدہ کے طور پر پیدا کیے گئے ہو''۔

اس قول کے اندر آنے والے سب سے پہلے لوگ یہی ہیں اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی متفق علیہ میں ان کے متعلق شہادت دی ہے کہ میرا زمانہ بہترین زمانہ ہے اور اس عظمت سے بڑھ کر اور کوئی عظمت نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قربت کی وجہ سے ان سے راضی ہوگیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کفار پر بہت سخت اور آپس میں ایک دوسرے پر رحم دل ہیں''۔

پھر ارشاد فرمایا:

''مہاجرین اور انصار میں سے سبقت کرنے والے اور پہلے اور وہ لوگ جنہوں نے احسان کے ساتھ ان کے نقشِ قدم پر چلے اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوگیا ہے اور وہ ان سے راضی ہیں''۔

اگر آپ لوگ ان باتوں پر تفکر کریں تو ان سب باتوں سے راہِ راست حاصل کر لیں گے جو رافضیوں نے اپنی طرف سے بنا کر ان پر لگائی ہوئی ہیں۔

صحابہ کرام کے متعلق اپنے اعتقاد میں تھوڑی سی بھی کمی یا نقص کا شائبہ رکھنے سے بھی گریز کریں اور اللہ تعالیٰ سے امن کی دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کامل انبیاء کرام علیہم السلام کے لیے دیگر قوموں میں سے کامل لوگوں کو ہی چنا جس طرح ہم نے اس کے فرمان سے واضح کیا ہے۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ ۔(۱۱۰:۳)

اور جو باتیں انہوں نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کی طرف گھڑیں وہ جھوٹی ہیں۔ ان تمام باتوں کی کوئی اصل اور کوئی سند موجود نہیں جس کے رجال معروف و مشہور ہوں وہ تو صرف ان لوگوں کا جھوٹ' حماقت' جہالت اور اللہ تعالیٰ پر کذب وافتراء ہے۔ بے شک خود کو ان شی اور عصبیت کی وجہ سے درست باتوں کو ترک کر کے غلط باتوں کو لینے سے بچو۔ آنے والے اوراق میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اکابر اہل بیت کے بارے میں پڑھیں گے کہ وہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کی توقیر کرتے تھے۔ خصوص بالخصوص شیخین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور عشرہ مبشرہ کے باقی لوگوں کی اس لیے کہ الہامی طور پر ہدایت پانے والا کوتاہی نہیں کر سکتا۔ بے شک خاندان نبوت کے کسی بھی بندے کے لیے یہ کس طرح جائز ہو سکتا ہے یا ان سے تعلق رکھنے والا شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس فرمان سے کس طرح پہلوتہی کر سکتا ہے جس میں آپ نے فرمایا کہ:

''اس اُمت کے نبی کے بعد تمام سے بہترین شخص حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں''۔

اللہ تعالیٰ رافضیوں پر لعنت کرے کہ انہوں نے کہا کہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ بات تقیہ کے طریق پر کی ہے اس بات کے باطل اور رد ہونے میں عنقریب پھر لکھا جائے گا اور بعض رافضیوں نے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تکفیر تک کی ہے اس لیے کہ انہوں نے کفار کو کفر میں مدد دی تھی۔ اللہ عزوجل ان لوگوں کو غرق کرے یہ کس طرح جاہل اور احمق ہیں۔ (الصواعق المحرقۃ' جز:۱ص۲۱)

طبرانی اور دیگر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے متعلق ڈرتے رہا کرو اس لیے کہ آپ نے ان کے متعلق وصیت فرمائی ہے۔

دوسرا مقدمہ

جان لو کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کا اس بات پر اجماع ہے کہ نبوت کے زمانہ کے گزرنے کے بعد امام کا کھڑا کرنا واجب ہے بلکہ ان بزرگوں نے تو اس کو اہم واجبات میں سے قرار دیا ہے اس لیے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت تک قبر مبارک میں نہیں رکھا جب تک امام کو قائم نہ کر لیا۔ امام کو معین کرنے کے متعلق ان کا اختلاف کرنا اجماع مذکور اور اس کی اہمیت

ل (یعنی ابن طریح نجفی نے مجمع البحرین میں کہا کہ رافضی شیعوں کا ایک فرقہ ہیں جس نے زید بن علی رضی اللہ عنہ کو اس وقت ترک کر دیا تھا جب آپ نے انہیں صحابہ پر طعن کرنے سے منع فرمایا تھا جب ان کو معلوم ہوا کہ یہ شیخین کو بُرا بھلا نہیں کہتے تو ان لوگوں نے ان کو چھوڑ دیا پھر یہ نام ہر اس بندے کے لیے مستعمل ہونے لگا جس نے اس مذہب میں غلو کر لیا اور صحابہ پر طعن کرنے کو جائز قرار دیا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ قتل چھوڑ دینے کے معنی میں بھی آیا ہے۔)

میں کوئی کمی پیدا نہیں کرتا جب آپ ﷺ اس دنیا سے رحلت فرما گئے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خطبہ کے لیے اُٹھے جس کا آئندہ ذکر کیا جائے گا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''جو شخص محمد مصطفیٰ ﷺ کی عبادت کرتا تھا وہ خوب سن لے کہ وہ اس دنیا سے رحلت فرما گئے ہیں اور جو شخص تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا وہ سن لے کہ وہ حیات ہے اس پر کبھی موت نہیں آئی۔ (آمین) تم سب اپنی اپنی نظروں کو دوڑا کر رائے دو اس لیے کہ اس بارے میں کسی شخص کو مقرر کرنا نہایت ہی ضروری ہے''۔

لوگوں نے جواب دیا کہ:

''آپ نے صحیح ارشاد فرمایا ہے ہم اس کے متعلق تفکر کرتے ہیں پھر ہمارے اہلِ سنت و جماعت کے نزدیک بھی یہ امر واجب ہے اور اکثر معتزلہ سمع یعنی تواتر اور اجماع مذکورہ کے لحاظ سے اس کو واجب مانتے ہیں اور کثیر لوگ اسے عقلاً واجب تسلیم کرتے ہیں''۔

اس کے وجوب کی وجہ یہ ہے کہ:

حضور انور ﷺ نے حدود کے قیام' سرحدوں کی محافظت جہاد کے لیے لشکروں کی تیاری اور اسلامی معاشرہ کی محافظت کا حکم ارشاد فرمایا اور مطلق واجب کو مکمل اسی سے کر سکتے ہیں اور جس چیز کا کرنا مقدور میں ہو تو وہ واجب ہوتی ہے پھر امام کو کھڑا کرنے سے بہت سے فائدے حاصل ہوتے ہیں اور بہت سے نقصانات دُور ہو سکتے ہیں اور اسی طرح کی ہر چیز کا کرنا واجب ہوتا ہے۔ شرح مقاصد کے مطابق امامتِ صغریٰ کا قائم کرنا امام کی موت کے ساتھ ہے۔ ضروریات' مشاہدات اور فتنہ و فساد کے ظاہر ہونے' لوگوں کے معاملوں کی خرابی کی وجہ سے ضروری ہوتا ہے اگرچہ اس سے مکمل طور پر اصلاح اور معاملات کی درستگی نہ بھی ہو مگر امامتِ کبریٰ کا قیام ہمارے نزدیک اجماع سے ثابت ہے اور جو عقلی طور پر اس کے وجوب کے قائل ہیں وہ بھی اس کی ضرورت کو مانتے ہیں جیسا کہ معتزلہ میں سے ابی الحسین' جاحظ' خیاط اور کعبی ہیں اب رہے خوارج اور ان کے ہم مثل کا اس کے وجوب کی مخالفت کرنا تو اس کی کوئی حیثیت ہی نہیں اس لیے دوسرے بدعتیوں کی طرح ان کی مخالفت اجماع پر کسی طرح بھی اثر انداز نہیں ہو سکتی اور نہ ہی اس معاملے میں کوئی خلل ڈال سکتی ہے جس کا فائدہ مند ہونا یقینی اور قطعی طور پر حکم اجماعی سے ثابت ہے اور یہ دعویٰ کہ نصب امام اس لحاظ سے موجب نقصان ہے کہ امتثال امر میں اسے آپ کا مثل قرار دینا آپ کی ذات کو نقصان پہنچانا ہے جس سے فتنہ پیدا ہو سکتا ہے اور چونکہ وہ فسق و کفر سے معصوم نہیں اس وجہ سے بھی اس کا مقرر کرنا نقصان دہ بات ہے اگر وہ معزول نہ ہوں تو لوگوں کے لیے زیادہ نقصان دہ ہوگا اور اگر اس کو معزول کر دیا جائے تو اس سے جنگ پیدا ہو جائے گی جس سے فضول نقصان ہوگا لیکن امام کے مقرر کرنے کو چھوڑنے سے جو نقصان ہوگا وہ اس سے بدرجہ اولیٰ اور زیادہ خطرناک ہوگا بلکہ ان میں کوئی مناسبت بھی نہیں ہوگی اور متعارض ہونے کے وقت بہت بڑے نقصان کو دُور کرنا واجب ہوتا ہے اور امام کے علاوہ لوگوں کے حالات کا انتظام کرنا ایک محال امر ہے جس طرح کہ روزانہ کے مشاہدات میں بھی یہی بات آتی رہتی ہے۔

تیسرا مقدمہ

امامت کا ثبوت یا تو نص سے ہوتا ہے یعنی یہ کہ امام امامت کے مستحق فردوں میں سے کسی ایک فرد کے خلیفہ بنائے جانے کے متعلق کہے یا ارباب حل وعقد' کسی اہل آدمی کو خلیفہ بنا دیں اس کی تفصیل آئندہ ابواب میں کی جائے گی یا اس کے علاوہ کوئی صورت ہو اس کا بیان اپنے مقام پر فقہاء اور دوسرے لوگوں کی کتابوں سے کیا جائے گا۔

خوب سن لو کہ چاروں خلفاء کے بعد علماء کے اجماع سے اس معاملہ کو جائز کیا گیا کہ افضل شخص کی موجودگی میں کسی اور کو امام بنایا جا سکتا ہے جس طرح قریش کے بعض بندوں کو امام بنایا گیا حالانکہ ان سے افضل آدمی تو موجود تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دس آدمیوں میں سے چھ کے مابین خلافت کا انحصار کر دیا۔ ان لوگوں میں حضرت عثمان غنی اور حضرت علی رضی اللہ عنہما بھی موجود تھے اور وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد اپنے دَور کے لوگوں سے افضل ہی تھے اگر افضل آدمی کی تعیین کرنی ہوتی تو حضرت عمر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو چنتے اور مقرر کرتے آپ رضی اللہ عنہ کا ان کا مقرر کرنا بھی اس بات پر واضح بیان ہے کہ وہ حضرت عثمان غنی اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کی موجودگی میں کسی دوسرے کو امام مقرر کرنا جائز سمجھتے تھے' اس کا معنی یہ ہے کہ بعض اوقات غیر افضل دینی مصالح کے قیام تدبیر ملک' انتظام رعیت اور فتنوں کو ختم کرنے میں افضل آدمی سے زیادہ قدرت رکھنے والا ہوتا ہے۔ امام کے بارے میں ہاشمی اور معصوم ہونے اور اس کے ساتھ ہر معجزہ کے ظہور ہونے کی شرط لگانا تاکہ اس کی سچائی معلوم ہو سکے یہ سب شیعہ کی خرافات اور جہالت ہے اس کا بیان اور وضاحت حضرت ابوبکر' حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کی سچائی کے بیان میں آئے گی حالانکہ ان میں تو اس طرح کی کوئی بات ہی نہ تھی۔ ان کی جہالت کی باتوں میں سے یوں بھی ہے کہ غیر معصوم' ظالم ہوتا ہے اور اس کی تائید اللہ تعالیٰ کے فرمان سے ہے۔

لَا يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ ۔ (۲:۱۲۴)

حالانکہ اس کا یہ مفہوم ہے ہی نہیں۔ لغت میں ظالم ایسے شخص کو کہا جاتا ہے جو کسی چیز کو بغیر محل اور بغیر موقع استعمال کرے اور شرعی طور پر نافرمان کو کہتے ہیں اور غیر معصوم محفوظ بھی ہو سکتا ہے اس سے کوئی گناہ نہیں ہوتا یا اگر اس سے گناہ ہو جاتا ہے تو وہ اس سے پکی توبہ کر لیتا ہے لہٰذا آیت کے مفہوم میں اس طرح کا شخص نہیں آتا یہ آیت تو نافرمانوں کے بارے میں ہے اس لیے کہ آیت میں ایک عہد کا ذکر ہے جیسا کہ اس سے امامت کو مراد لیا جا سکتا ہے اسی طرح نبوت اور امامت فی الدین بھی مراد لیا جا سکتا ہے اور مزید یہ کہ اسی طرح کے اور مراتب کمال بھی مراد لیے جا سکتے ہیں اس طرح کی جاہلانہ بات ان لوگوں نے اس لیے نکالی ہے تاکہ وہ اس بناء پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علاوہ اور لوگوں کی خلافت کو باطل ثابت کر سکیں۔ جلد ہی ایسا بیان آئے گا جس سے ان کا رد ہو گا اور ان کی جہالت' ضلالت اور بغض سامنے آ جائے گا۔ ہم اللہ تعالیٰ سے مصائب اور فتنوں سے پناہ چاہتے ہیں۔

الباب الاوّل

''حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کی کیفیت کا بیان' عقلیہ اور نقلیہ دلائل سے اس کی حقیت پر استدلال اور ان امور کا ذکر جو ان کے تحت ہیں اور اس میں کئی فصلیں ہیں''

پہلی فصل

خلافت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی کیفیت کے بیان کے متعلق

امام بخاری اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہما نے اپنی صحیحین میں روایت کیا ہے اور یہ دونوں کتابیں قرآن مجید کے بعد اجماع اُمت سے سب سے زیادہ صحیح کتابیں ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حج سے واپسی کے موقع پر خطبہ دیتے ہوئے لوگوں سے ارشاد فرمایا:

''مجھے خبر پہنچی ہے کہ آپ میں سے فلاں شخص یہ کہتا ہے کہ اگر عمر مر گئے تو میں فلاں بندے کی بیعت کروں گا کسی بندے کو یہ بات دھوکہ میں نہ ڈالے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعت اچانک ہو گئی تھی۔ ہاں وہ اسی صورت میں ہوئی تھی مگر اللہ تعالیٰ نے اس کے شر سے بچالیا اور آج آپ میں کوئی ایسا شخص موجود نہیں جس کے روبرو ابو بکر رضی اللہ عنہ کی طرح گردنیں جھک جائیں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دنیا سے ظاہری پردہ فرمایا تو وہ ہم میں سے بہترین آدمی تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں بیٹھے رہے اور تمام انصار سقیفہ بنی ساعدہ میں ہم سے الگ ہو کر بیٹھے رہے اور مہاجرین' حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس کھڑے ہو گئے میں نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہا ہمارے ساتھ انصار بھائیوں کے پاس چلیے۔ ہم ان کے پاس گئے تو دو آدمی ہمیں ملے اور انہوں نے ہمیں قوم کے کرتوتوں کے متعلق بتایا اور کہا: اے گروہ مہاجرین! کہاں جانے کا ارادہ ہے؟ ہم نے جواب دیا کہ ہم اپنے انصار بھائیوں سے ملنے جا رہے ہیں۔ انہوں نے کہا: وہاں نہ جائیے اور اپنا معاملہ طے کر لیجیے۔ میں نے کہا قسم خدا کی! ہم ضرور ان کے پاس جائیں گے۔ چنانچہ ہم سقیفہ بنی ساعدہ میں ان کے پاس گئے اور وہ اجتماع کیے بیٹھے تھے ان کے مابین ایک کمبل پوش آدمی تھا۔ میں نے پوچھا یہ کون شخص ہے انہوں نے کہا: سعد بن عبادہ۔ میں نے کہا اسے کیا تکلیف ہے انہوں نے کہا: اسے درد ہے جب ہم بیٹھ گئے تو ان کے خطیب نے کھڑے ہو کر اللہ عزوجل کی حمد وثنا کے بعد کہا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے دین کے انصار اور اسلام کی فوج ہیں اور اے

مہاجرین کا گروہ تم ہمارا ہی ایک قبیلہ ہو لیکن آپ لوگوں میں ہم پر غلبہ حاصل کرنے کا خیال سا گیا ہے۔ آپ ہم کو بے یار و مددگار کر کے ہم پر استبداد کرنا چاہتے ہیں جب اس نے تقریر ختم کی تو میں نے بولنے کا ارادہ کیا۔ میں نے ایک اچھی سی تقریر تیار کی ہوئی تھی جس کو میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سامنے بیان کرنا چاہتا تھا اور میں غصے کی حالت میں بھی ان سے مدارات سے پیش آتا تھا اور وہ مجھ سے زیادہ حلیم اور باوقار تھے۔ آپ نے مجھے فرمایا ٹھہریے میں نے آپ کو ناراض کرنا پسند نہ کیا وہ مجھ سے زیادہ صاحب علم تھے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم جو باتیں کہنے کے لیے میں نے تیار کی ہوئی تھی وہ انہوں نے اپنی فی البدیہہ تقریر میں کہہ دیں بلکہ ان سے بہتر باتیں بھی پھر آپ نے سکوت فرمایا اور کہا کہ اپنی جس خوبی کا آپ نے اظہار کیا ہے آپ اس کے اہل ہیں مگر اس معاملے میں عرب' قریش کے اس قبیلے کے علاوہ کسی کو نہیں جانتے یہ سب اور گھرانہ کے لحاظ سے عربوں میں معتزز ہیں پھر آپ نے میرا اور ابوعبیدہ بن الجراح کے ہاتھ پکڑ کر فرمایا ان دونوں میں سے جس کو آپ چاہیں' پسند فرمالیں اس کے علاوہ جو بات آپ نے کی میں نے اس کو پسند کر لیا۔ اللہ تعالیٰ کی قسم اگر میں آگے بڑھوں اور میری گردن ماردی جائے تو یہ اتنا گناہ نہیں جتنا یہ کہ میں ایک ایسی قوم پر امیر بننا چاہتا ہوں جس میں ابوبکر رضی اللہ عنہ موجود ہوں۔ انصار میں سے خباب بن منذر نے کہا: اے قریش! ایک امیر ہم سے ہوگا اور ایک امیر آپ لوگوں میں سے ہوگا اس کے بعد شور و شغب ہوا اور مجھے اختلاف کا اندیشہ ہوا تو میں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا ہاتھ بڑھایئے۔ آپ نے اپنا ہاتھ بڑھایا تو میں نے اور مہاجرین نے آپ کی بیعت کر لی پھر اس کے بعد انصار نے بھی آپ کی بیعت کر لی۔ اللہ تعالیٰ کی قسم ہم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت سے زیادہ کوئی متفقہ بات نہیں دیکھی۔ ہم کو تو اس بات کا اندیشہ تھا کہ اگر ہم لوگوں سے الگ ہو گئے اور بیعت نہ ہوئی تو وہ ہمارے بعد نئی بیعت کر لیں گے یا پھر ہم خدانخواستہ ان کی بیعت کر لیں یا ان کی مخالفت کریں تو اس صورت میں فساد ہوگا۔

اور ایک روایت میں ہے کہ:

''حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انصار کے خلاف حدیث الائمہ من قریش سے حجت پکڑی اور یہ ایک صحیح حدیث ہے جو متعدد اسناد سے چالیس صحابیوں سے روایت ہے۔ نسائی' ابویعلیٰ اور حاکم نے اس کی تخریج کی ہے اور اس کو صحیح قرار دیا ہے''۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

''جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا سے ظاہری پردہ فرمایا تو انصار نے کہا کہ ہم سے بھی ایک امیر ہوگا اور ایک امیر آپ لوگوں سے ہوگا تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ان کے پاس آ کر فرمایا اے گروہ انصار! کیا آپ لوگوں کو معلوم نہیں کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو لوگوں کی امامت کا حکم دیا تھا اور آپ میں سے کون منشا

کرتا ہے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ سے مقدم ہو"۔

ابن سعد، حاکم اور بیہقی نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ:

"جب بندے سعد بن عبادہ کے مکان پر سقیفہ میں جمع ہوئے جن میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ انصار کے خطیب اُٹھ کر کہنے لگے "اے مہاجرین کا گروہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب لوگوں میں سے کسی کو عامل مقرر کرتے تو ہمارے ایک شخص کو ساتھ بھیج دیتے جس سے ہم کو معلوم ہو جاتا کہ اس کام کو دو آدمی کر رہے ہیں۔ ایک ہم میں سے اور ایک آپ میں سے۔ انصار کے خطیب بار بار اس بات پر زور دیتے رہے تو زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور ارشاد فرمایا: "آپ لوگوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی مہاجرین میں سے تھے اور آپ رضی اللہ عنہ کا خلیفہ بھی مہاجرین سے ہوگا"۔ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انصار تھے اور اسی طرح آپ رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بھی انصار سے ہی ہوں گے پھر آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور ارشاد فرمایا: یہ تمہارے بڑے ہیں تو پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی۔ پھر مہاجرین اور انصار نے آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کی اس کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے منبر پر چڑھ کر لوگوں کی طرف دیکھا مگر وہاں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو نہ پایا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ان کو بلایا تو وہ آئے پھر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا "آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد اور ان کے ساتھیوں کی بات کہہ کر مسلمانوں کے کٹھ کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کا ارادہ کیا ہے تو آپ نے جواب دیا اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ بُرا نہ مانئے اس کے بعد آپ نے اُٹھ کر آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی پھر آپ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کی طرف دیکھا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نہ پایا تو آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلوایا۔ وہ آئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد اور داماد ہونے کا کہہ کر مسلمانوں کو پراگندہ کرنا چاہا ہے تو آپ رضی اللہ عنہ نے کہا: اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کے خلیفہ بُرا نہ مانئے اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے بیعت کر لی"۔

(الصواعق المحرقہ، باب مواقف المفکرین نضائی، جز: ۱، ص ۷۔ ۲۸)

ابن اسحاق نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ:

"جب سقیفہ میں آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کی گئی تو دوسرے دن آپ رضی اللہ عنہ منبر پر تشریف فرمائے تو آپ رضی اللہ عنہ سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حمد و ثنا کے بعد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کا اتفاق بہترین شخص پر فرما دیا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رفیق اور غار میں آپ کا ثانی اثنین ہے لہٰذا اُٹھے اور آپ کی بیعت کیجیے۔ اس پر لوگوں نے سقیفہ کے بعد آپ کی عام بیعت کی پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حمد و ثناء کے بعد خطبہ دیا اور فرمایا اے لوگو! مجھے تمہارا حاکم بنایا گیا ہے لیکن میں آپ میں سے بہتر نہیں ہوں اگر میں اچھے کام کروں تو میری مدد کرنا اور اگر میں بُرا کروں تو مجھے سیدھے راستے کا کہنا۔ صدق ایک امانت ہے اور جھوٹ ایک خیانت ہے۔ تم میں کمزور آدمی میرے نزدیک طاقت ور ہے جب

تک میں اسے اس کا حق نہ لے کر دوں اور طاقت ور میرے نزدیک کمزور جب تک اس سے میں حق وصول نہ کر لوں جب کوئی قوم جہاد کو چھوڑ دیتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو ذلیل وخوار کر دیتا ہے اور جب کسی قوم میں بے حیائی کا نشور ہوتا ہے تو اس پر طرح طرح کے مصائب آتے ہیں جب تک میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کروں تو تم میری اطاعت کرنا اور میں جب آپ ﷺ کی اطاعت سے ہٹ جاؤں تو تم پر میری اطاعت فرض نہیں۔ نماز کے لیے کھڑے ہو جاؤ' اللہ تعالیٰ تم لوگوں پر رحم فرمائے گا"۔

(الصواعق المحرقۃ' جز:۱ص۷ ۲۸)

موسیٰ بن عقبہ نے مغازی اور حاکم نے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے صحیح روایت کیا ہے کہ:

"حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کی قسم! میں کبھی امارت کا چاہنے والا نہ تھا اور نہ ہی مجھے اس بات میں کوئی رغبت تھی اور نہ ہی میں نے خفیہ اور اعلانیہ اللہ تعالیٰ سے کبھی اس کے بارے میں سوال کیا مگر فتنہ سے ڈر گیا اور مجھے امارت میں کیا سکون ہے میں نے ایک بڑے معاملے کا بوجھ اُٹھایا ہے جس کو میں اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر نہیں اُٹھا سکتا"۔ (المستدرک: ابوبکر الصدیق بن ابی قحافۃ رضی اللہ عنہما' جز:۳ص۷۰)

حضرت علی اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

"ہمیں تو صرف یہ غصہ تھا کہ ہم کو مشورے میں بلایا ہی نہیں گیا مگر ہم حضرت ابوبکر کو سب سے زیادہ خلافت کا اہل اور حق دار سمجھتے ہیں۔ وہ آپ ﷺ کے یارِ غار ہیں' ہم آپ کے مقام سے واقف ہیں اور آپ ﷺ نے اپنی حیات ہی میں لوگوں کو نماز پڑھانے کا حکم دیا تھا"۔

اور ابن سعد نے ابراہیم التیمی سے بیان کیا ہے کہ:

"حضرت عمر رضی اللہ عنہ سب سے پہلے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس بیعت کے لیے آئے اور کہا رسول اللہ ﷺ نے آپ کو اس اُمت کا امین قرار دیا ہے"۔

انہوں نے کہا:

"جب سے میں نے اسلام کو قبول کیا' آپ کے منہ سے میں نے اتنی کمزور بات نہیں سنی کیا تم صدیق اور ثانی اثنین کی موجودگی میں میری بیعت کرو گے"۔

اسی طرح ابن سعد نے ایک یہ روایت بھی بیان کی ہے کہ:

"حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا ہاتھ آگے کیجئے میں آپ کی بیعت کرنا چاہتا ہوں تو انہوں نے جواب دیا آپ مجھ سے افضل ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا آپ مجھ سے زیادہ طاقت ور ہیں پھر اس بات کو دوبارہ کہا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میری طاقتوری آپ کی فضیلت کی معین ومددگار ہے پھر آپ رضی اللہ عنہ نے

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی"۔ (الصواعق المحرقۃ: فی بیان کیفیتھا' جز:۱ص۳۵)

احمد نے بیان کیا ہے کہ:

"حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جب سقیفہ کے روز بیان فرمایا تو انصار کے متعلق اللہ عزوجل اور اس کے رسول نے جو کچھ ذکر کیا ہے' سب بیان کیا اور فرمایا: آپ لوگوں کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اگر لوگ ایک وادی میں چلیں اور انصار دوسری وادی میں تو میں انصار والی وادی میں چلوں گا"۔

پھر آپ نے سعد کو فرمایا:

"آپ کو معلوم ہے کہ آپ بیٹھے ہوئے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ قریش اس خلافت کے والی ہیں' نیک لوگ نیک لوگوں کے اور بُرے لوگ بُرے لوگوں کی پیروی کرنے والے ہوتے ہیں تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے جواب دیا آپ نے صحیح فرمایا ہے ہم لوگ وزیر ہیں اور آپ لوگ امیر ہیں اور ابن عبدالبر نے یہ جو روایت کی ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے مرتے دَم تک حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت سے انکار کیا تھا' وہ ضعیف ہے"۔

(الصواعق المحرقۃ' فی بیان کیفیتھا: جز:۱ص۳۶)

احمد نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت سے فتنہ کے خوف سے عذر کیا تھا جس کے بعد ارتداد ہوگا اور ابن اسحاق اور دوسرے لوگوں کی روایت ہے کہ ایک شخص نے آپ سے سوال کیا کہ آپ کو کس بات نے اس بات پر آمادہ کیا کہ آپ لوگوں کے والی بن جائیں جبکہ آپ نے مجھے دو آدمیوں پر امیر بننے سے بھی منع کیا تھا تو آپ نے جواب دیا کہ مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں تفرقے کا خوف پیدا ہو گیا تھا"۔

(الصواعق المحرقۃ فی بیان کیفیتھا: جز۱:ص۳۶)

احمد نے روایت کیا ہے کہ:

"آپ نے ایک ماہ کے بعد لوگوں میں اعلان کروایا کہ نمازِ جمعہ ہونے والی ہے اور یہ پہلی نماز تھی جس کے لیے منادی کروائی گئی پھر آپ نے بیان فرمایا اور فرمایا لوگو! میری خواہش تھی کہ میرے علاوہ کوئی آدمی اس معاملہ کو سنبھال لیتا اگر تم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر مجھ سے مواخذہ کرو تو مجھے اس کی ادائیگی کی طاقت نہیں کیونکہ وہ شیطان سے معصوم تھے ان پر آسمان سے وحی نازل ہوتی تھی"۔

اور ابن سعد کی ایک اور روایت میں ہے کہ:

"مجھے اچانک یہ کام دے دیا گیا ہے۔ خدا کی قسم! میں چاہتا تھا کہ کوئی دوسرا شخص اس کو سنبھال لیتا مگر اگر آپ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے کام کرنے کا مکلف کرو تو یہ مجھ سے نہیں ہونے والا' اس لیے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ وحی سے سرفراز فرماتا تھا اور اس نے آپ کو معصوم قرار دیا تھا۔ میں تو محض ایک بشر ہوں اور کسی سے بہتر بھی نہیں

ہوں لہٰذا میرا خیال رکھو جب مجھے سیدھا چلتے دیکھو تو میری پیروی کرنا اور جب مجھے ادھر ادھر چلتے دیکھنا تو مجھے سیدھا کر دینا اور یہ بھی یاد کر لو کہ میرا ایک شیطان ہے جو میرے اوپر غالب آ جاتا ہے لہٰذا جب مجھے غضب ناک دیکھو تو مجھ سے اجتناب کرنا۔ میں کسی کو بُرائی بھلائی میں کسی پر ترجیح نہیں دوں گا''۔

اور ابن سعد اور خطیب کی دوسری روایت میں ہے کہ:

''مجھے آپ کا یہ کام دے دیا گیا ہے لیکن میں آپ سے بہتر نہیں ہوں مگر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید نازل کیا اور رسول اللہ ﷺ نے سنت کے راستے بتائے۔

لوگو! اس بات کو خوب جان لو کہ سب سے بڑی عقل مندی تقویٰ ہے اور سب سے بڑا عجز فسق و فجور ہے۔ تمہارا کمزور شخص میرے نزدیک سب سے زیادہ طاقت ور ہے جب تک کہ اس کا حق لے کر نہ دوں اور طاقت ور سب سے کمزور ہے جب تک اس سے حق وصول نہ کر لوں۔

اے لوگو! میں اتباع کرنے والا ہوں، بدعتی نہیں، اگر کوئی اچھا کام کروں تو میری مدد کرنا اور میں جب جھگڑوں تو مجھے سیدھا کر دینا''۔

مالک کہتے ہیں:

''کوئی بندہ اس شرط کے بغیر امام نہیں بن سکتا''۔

حاکم نے بیان کیا ہے کہ:

''جب ابوقحافہ نے اپنے بیٹے کی ولایت کی خبر سنی تو فرمایا: کیا بنو عبد مناف اور بنو مغیرہ اس پر راضی ہو گئے ہیں؟'' لوگوں نے کہا ہاں! تو کہنے لگے جس کو تو اونچا کرے اسے کوئی نیچا نہیں دکھا سکتی اور جس کو تو گرا دے اس کو کوئی اُٹھا نہیں سکتا''۔

اور واقدی نے کئی طرق سے روایت کیا ہے کہ:

''آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت رسول اللہ ﷺ کی وفات کے دن کی گئی''۔

طبرانی نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ:

''آپ منبر پر اس جگہ کبھی نہیں بیٹھے جہاں پر رسول اللہ ﷺ جلوہ فرما ہوئے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس جگہ کبھی نہ بیٹھے جہاں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بیٹھتے تھے اور نہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس مقام پر بیٹھے جہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیٹھتے تھے''۔

دوسری فصل

اس چیز کا بیان جس میں سیّدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی ولایت پر اجماع کا انعقاد ہو چکا ہے

تحقیق آپ نے جانا کہ جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کا سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اجماع ہو چکا ہے اور جو بات کی گئی کہ سعد بن عبادہ نے بیعت سے پیچھے ہٹے تھے' ایک من گھڑت بات ہے اس کی کوئی اصل نہیں اور اس کی صراحت اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس کو حاکم نے ابن مسعود سے صحیح حدیث میں روایت کیا ہے جس کام کو مسلمان اچھا جانیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی اچھا ہے اور جس کو بُرا جانیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی بُرا ہے۔

(المستدرک: ابوبکر الصدیق بن ابی قحافہ رضی اللہ عنہ' ج:۳' ص ۸۳)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنانا سب صحابہ کرام علیہم الرضوان نے اچھا جانا اس لیے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی صحیح روایت پر نظر دوڑایئے تو معلوم ہوگا کہ آپ رضی اللہ عنہ سب سے اولیٰ فقیہہ اور اکابر صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سے ہیں جو سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان کا اجماع بیان فرما رہے ہیں اسی وجہ سے ہر زمانے کے اہل سنت و جماعت یعنی ہمارے دَور سے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے دَور تک کے تمام حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو خلافت کا زیادہ مستحق جانتے ہیں اسی طرح سب معتزلہ اور کثیر فرقوں کا یہی گمان ہے اور ان لوگوں کا حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اجماع اس بات کا یقینی فیصلہ کا ثبوت ہے کہ آپ اس کے سب سے اوّل اہل تھے اور یہ وہ ایسی واضح حقیقت ہے جس کو پوشیدہ کوئی نہیں رکھ سکتا اس احتمال کا اظہار کرنا کہ ہوسکتا ہے کہ یہ واقعہ تمام کے علم میں ہی نہ ہوا اگر تمام لوگوں کو معلوم ہوتا تو لازمی بات ہے کچھ لوگ اختلاف بھی کرتے اس بات سے وہم اس وقت ہوسکتا ہے کہ کچھ صحابہ کرام علیہم الرضوان جو موقع پر موجود تھے' شروع سے آخر تک اجماع کے بیان کو درست ہی نہ کہتے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے تمام کے اجماع کو درست فرمایا ہے لہٰذا اس وہم کی کوئی حقیقت نہیں ہے اسی لیے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ خود بھی انہی لوگوں میں شمولیت رکھتے ہیں۔ آپ نے تو اس امر کو اجماعی فرمایا ہے اور اس کو برقرار رکھا ہے جس کا بیان آئندہ آئے گا جب آپ رضی اللہ عنہ بصرہ آئے تو لوگوں نے پوچھا کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی عہد کی وجہ سے یہ سفر ہے تو آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی اور باقی صحابہ کرام علیہم الرضوان کی بیعت کا ذکر فرمایا اور فرمایا دو اشخاص نے بھی اس معاملہ میں کسی قسم کا اختلاف نہ کیا اور بیہقی نے زعفرانی سے روایت کیا ہے کہ:

''میں نے امام شافعی کو یہ کہتے ہوئے سنا لوگوں نے تو سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اجماع کر لیا تھا لہٰذا نبی

کریم ﷺ کے دنیا سے ظاہری پردہ فرمانے کے بعد ان میں شدید اضطراب ہوا اور ان لوگوں نے آسمان کے نیچے سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے اچھا کسی کو نہ پایا۔ انہوں نے تو اپنی گردنیں ان کے سامنے جھکا دیں"۔

اور اسد السنۃ نے معاویہ بن قرہ سے بیان کیا ہے کہ:

"رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام علیہم الرضوان میں کسی کو سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ ہونے میں کوئی شک ہی نہیں تھا اور ان کو رسول اللہ ﷺ کا خلیفہ بھی کہا جاتا ہے وہ تو خطا اور گمراہی پر کبھی اتفاق ہی نہیں کر سکتے تھے لہٰذا اُمت نے سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما میں سے ایک ہی پر اجماع کر لیا ہے تو باقی دو نے بھی ان سے جھگڑا نہ کیا بلکہ ان کی بیعت کر لی اور اسی طرح ان کی امامت پر اجماع بھی ہو گیا اگر سیّدنا صدیق رضی اللہ عنہ حق پر نہ ہوتے تو حضرت علی و حضرت عباس رضی اللہ عنہما ان سے ضرور تنازع کرتے جس طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے تنازع کیا حالانکہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر سے زیادہ طاقت ور اور شوکت رکھتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کی طاقت ور اور شوکت کی پروا کیے بغیر ان سے تنازع کیا اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے ان کا تنازع زیادہ مناسب تھا لہٰذا آپ رضی اللہ عنہ کا تنازع نہ کرنا اس پر دلیل ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ ان کو خلافت کا اہل سمجھتے تھے"۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا:

"میں آپ کی بیعت کرنا چاہتا ہوں تو آپ رضی اللہ عنہ نے ایسی بات کو قبول ہی نہ کیا اگر ان کو کسی نص کا معلوم ہوتا تو ضرور بالضرور قبول کرتے۔ خاص طور پر اس لیے کہ ان کے ساتھ تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ جیسی شجاع ہستی اور بنو ہاشم اور ان کے علاوہ بھی تھے اور جو گزشتہ بیان کیا ہے کہ انصار نے سیّدنا صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنا ناپسند کیا اور یہ کہا کہ ایک امیر ہم سے ہوگا اور ایک امیر تم لوگوں میں سے ہوگا تو سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حدیث الائمۃ من قریش سے ان کا رد کیا تو ان لوگوں نے آپ کی پیروی کر لی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ تو طاقت وری' شوکت و شجاعت و تعداد کے لحاظ سے ان سے زیادہ تھے اگر ان کے پاس کوئی نص ہوتی تو وہ بھی تنازع کرتے اور قبول کرنے کے زیادہ مستحق تھے' اس اجماع پر اس لیے کوئی اعتراض نہیں اُٹھایا جا سکتا کہ اس میں حضرت علی' حضرت زبیر اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہم بعض معاملات کی وجہ سے شمولیت نہ کر سکے اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے سوچا اس وقت جو ارباب حل و عقد جن کو آسانی سے جمع کیا جا سکتا تھا ان کی موجودگی کی وجہ سے یہ امر طے ہو چکا ہے"۔

اور ایک روایت اس طرح بھی ہے:

"جس وقت یہ لوگ بیعت کے لیے آئے تو ان لوگوں نے وہی عذر سامنے رکھا جس کا گزشتہ اوراق میں ذکر کر دیا گیا ہے کہ ہم کو مشورہ میں نہیں بلایا گیا حالانکہ ہم بھی اس کے مستحق تھے' ان کو خلافتِ صدیق پر کوئی اعتراض بھی نہ تھا

اس لیے کہ اس امر کی عظمت کی وجہ سے وہ مکمل شوریٰ کی ضرورت محسوس کرتے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سند صحیح کے ساتھ پہلے گزر چکا ہے کہ یہ بیعت ایک فتنہ تھی مگر اللہ تعالیٰ نے اس کے شر سے محفوظ رکھا۔

حضرات شیخین نے جس عذر کو بیان کیا ہے اس کے مطابق یہ روایت بھی ہے جس کو دار قطنی نے بہت سے طرق کے ساتھ روایت کیا ہے۔

دونوں نے سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے بیعت کے وقت کہا کہ:

''ہم کو مشورہ میں نہیں بلایا گیا ہے ورنہ ہم تو آپ کو سب لوگوں سے زیادہ خلافت کا مستحق سمجھتے ہیں اس لیے کہ آپ تو حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے یارِ غار اور ثانی اثنین ہیں اور ہم تو آپ کی بزرگی اور شرف کی منزلت کو خوب جانتے ہیں اور اس روایت کے آخر میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے کبھی بھی امارت کی تمنا ہوئی اور نہ ہی مجھے اس میں کوئی دل چسپی ہے اور نہ ہی کبھی میں نے اس کو اللہ تعالیٰ سے مانگا ہے مجھے تو فتنہ کا خوف ہوا مجھے امارت میں کسی قسم کا سکون نہیں ملا' بلکہ میں نے ایک بڑے معاملہ کو اپنے ذمہ ٹھہرالیا ہے جس طرح کہ پہلے ذکر ہو گیا ہے تو انہوں نے سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے عذر کو تسلیم کر لیا''۔

(الصواعق المحرقۃ' عربی: ج:۱ص۳۹)

دار قطنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کہلا بھیجا کہ آپ ہمارے پاس آئیں جب آپ آئے تو بنو ہاشم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گرد جمع ہو گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے بیان میں سیّدنا صدیق رضی اللہ عنہ کی مدح فرمائی اور بیعت میں پیچھے رہنے پر معذرت کی اور کہا مجھے مشورے میں نہیں بلایا گیا حالانکہ مشاورت میں میرا بھی حق تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے بیان کے بعد سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا اور وہی عذر پیش کیا جس کا بیان گزشتہ ہو چکا ہے پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ اسی دن آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت ہو گئے تو مسلمانوں نے آپ رضی اللہ عنہ کے اس کام کو صحیح فرمایا۔

ایک متفق علیہ حدیث میں اس کی وضاحت اور بھی زیادہ تفصیل کے ساتھ ذکر کی گئی ہے۔

(الصواعق المحرقۃ' عربی: ص۱۶)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں:

''حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرف کہلا بھیجا جس میں اپنی میراث کے متعلق کہا جس کو اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فئی کا مال مدینہ اور فدک میں دیا تھا اور پانچواں جو خیبر کا بقیہ تھا اس کے متعلق بھی پوچھا۔

سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا' ہم نے جو کچھ چھوڑا وہ صدقہ ہے اور اس پر کوئی حق وراثت نہیں رکھتا۔ آلِ محمد

ﷺ کو بھی اس مال کو کھانے کی رخصت ہے اور اللہ تعالیٰ کی قسم! میں رسول اللہ کے صدقہ میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں کروں گا بلکہ اس کو اس حال پر رہنے دوں گا جس طرح کہ آپ ﷺ کے زمانہ اقدس میں تھا اور آپ ﷺ کے عمل کے مطابق اس پر عمل بھی کروں گا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس میں کوئی چیز بھی حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو نہ دی جس کی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ناراض ہوگئیں اور تا وفات آپ رضی اللہ عنہ سے بات نہ کی۔ آپ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کے ظاہری پردہ فرمانے کے چھ ماہ تک حیات رہیں۔ آپ فوت ہوئیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رات کے وقت آپ کو سپرد خاک کیا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اس کی خبر بھی نہ دی اور آپ رضی اللہ عنہ نے ہی جنازہ پڑھایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وجہ سے ایک مقام حاصل تھا جب آپ رضی اللہ عنہا وفات پا گئیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ اب لوگوں کا خیال میری طرف پہلے کی طرح نہیں رہا جس طرح حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی زندگی میں تھا تو آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کی اور ان سے صلح کرنی چاہی۔ ان ماہ میں آپ نے ان کی بیعت نہیں کی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف کہلا بھیجا کہ آپ صرف اکیلے میرے پاس تشریف لائیں یہ اس وجہ سے کہا کہ آپ رضی اللہ عنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے آنے کو ناپسند فرماتے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ سے کہا' اللہ تعالیٰ کی قسم! آپ وہاں ہرگز اکیلے نہ جائیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا' میں امید نہیں کرتا کہ وہ مجھ سے برا سلوک کریں۔ اللہ تعالیٰ کی قسم میں ان کے ہاں ضرور جاؤں گا جب آپ ان کے پاس گئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ تعالیٰ نے جو آپ کو مرتبہ دیا ہے اس سے خوب واقف ہیں اور آپ کی فضیلت بھی ہے۔ آپ کی کسی نیکی کے آگے ہونے کا دعویٰ نہیں کرتے۔ خلافت کے معاملہ میں آپ نے ہم سے زیادتی کی ہے ہم رسول اللہ ﷺ کے رشتہ دار ہونے کی وجہ سے اس میں خود کو حصہ دار ٹھہراتے ہیں اس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رونے لگے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"مجھے اللہ تعالیٰ کی قسم! جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کی اپنی رشتہ داری سے صلہ رحمی کی نسبت زیادہ پسندیدہ ہے اور یہ جو مال کے معاملے میں آپ کے اور میرے درمیان تنازع ہے' میں نے اس بارے میں کسی بھلائی سے کوتاہی نہیں کی ہے اور وہ کچھ کیا جو میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے دیکھا ہے"۔

تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا:

"کل رات آپ سے بیعت کا وعدہ کیا۔ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نماز ظہر پڑھی تو منبر پر چڑھ کر تشہد پڑھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان اور ان کی بیعت سے پیچھے رہنے کے عذر کو ذکر کیا اور استغفار فرمایا پھر حضرت

علی رضی اللہ عنہ نے تشہد پڑھا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے حق پر ہونے کو بیان فرمایا"۔

اور فرمایا:

"مجھے نہ ہی ان کی فضیلت سے انکار ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو دی ہے اور نہ ہی مجھے اس سے برتری کا کوئی خیال ہے۔ مجھے تو بیعت سے پیچھے رہنے پر اس بات نے ابھارا ہے کہ ہم خلافت کے معاملے میں اپنا استحقاق سمجھتے ہیں اور آپ لوگوں نے ہمارے مشورے کو نظر انداز کیا اور ہمارے ساتھ زیادتی کی ہے جس کی وجہ سے ہمیں بہت دُکھ ہوا ہے"۔

اور مسلمانوں نے بامسرت ہو کر کہا:

"آپ صحیح فرما رہے ہیں اور جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے معروف معاملہ کو دہرایا تو مسلمان آپ کے قریب ہو گئے۔ آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عذر اور فرمان پر تفکر فرمایئے جس میں آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ ہم حضرت ابوبکر سے کسی نیکی میں آگے نہیں اور نہ ہم کو آپ کی کسی فضیلت سے انکار ہے"۔

اس کے علاوہ یہ حدیثِ مبارکہ جن کاموں پر مشتمل ہے' ان سے معلوم ہوتا ہے کہ رافضی جو بھی باتیں آپ کی طرف منسوب کرتے ہیں آپ ان سے بری الذمہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو غرق کرے یہ کس قدر جہالت پر ہیں اور احمق ہیں پھر وہ حدیث جس کے اندر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات تک بیعت سے پیچھے رہنے کا بیان ہے یہ اس حدیث کے خلاف جو ابی سعید سے پہلے بیان ہو چکی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے شروع شروع میں بیعت کی لیکن ابوسعید کی یہ روایت جس میں تاخیر بیعت کا بیان ہے اس کو حبان نے اور اس کے علاوہ لوگوں نے صحیح کہا ہے۔

بیہقی نے کہا کہ صحیح مسلم میں ابوسعید سے جو روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ اور بنو ہاشم کی تاخیر بیعت کے بارے میں آئی ہے کہ ان لوگوں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات تک بیعت نہیں کی تھی۔ یہ روایت ضعیف ہے کیونکہ زہری نے اس کی سند کا ذکر نہ کیا اور ابوسعید کی پہلی روایت موصول ہے جو زیادہ صحیح ہے اور اس کے اور بخاری کی اس روایت کے مابین جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بیان ہوئی ہے' اس میں کافی منافات بھی' مگر بعض نے ان کو اس طرح جمع کر کے منافات کو دُور کر دیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پہلے بیعت کی پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے درمیان جو واقعہ ہوا اس کی وجہ سے آپ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے علیحدہ ہو گئے پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد دوسری بار بیعت کی اس سے بعض حقیقت نہ جاننے والے لوگوں کو یہ وہم ہوا کہ آپ بیعت سے اس لئے پیچھے ہوئے کہ آپ ان کی بیعت کرنا نہیں چاہتے تھے تو آپ رضی اللہ عنہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد دوبارہ بیعت کی اور منبر پر چڑھ کر اس شبہ کو دُور کر دیا اس کا بیان چوتھی فصل میں ہوگا جہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل کا ذکر ہے۔

جب آپ رضی اللہ عنہ نے بیعت میں تاخیر کی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ سے ملاقات کی اور فرمایا:

''کیا آپ میری بیعت امارت کو پسند نہیں فرماتے؟''

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا:

''نہیں بلکہ میں نے تو قسم کھائی ہے کہ میں جب تک قرآن مجید کو جمع نہ کرلوں علاوہ نماز کے چادر نہیں ڈالوں گا''۔

کہا گیا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے ترتیبِ نزول کے موافق قرآن مجید کو جمع کیا ہے۔ آپ کے اس کھلے عذر پر غور فرمایئے اس سے یہ ثبوت ملے گا کہ خلافت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر صحابہ کرام علیہم الرضوان کا یہ اجماع ہو چکا ہے اور آپ ہی اس کی اہلیت رکھتے تھے' اگر اس کے خلاف کوئی نص نہ ہو تو یہ معاملہ ہی خلافتِ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے حق ہونے کے لیے کافی ہے بلکہ غیر متواتر نصوص سے اجماع سب سے زیادہ قوی ہوتا ہے کیونکہ اس کا مفاد قطعی ہوتا ہے اور نصِ غیر متواتر کا ظنی ہوتا ہے جس طرح کہ آنے والے صفحات میں بیان کیا جائے گا۔

نووی نے اسانیدِ صحیحہ سے سفیان ثوری سے روایت کیا ہے کہ:

''جس بندے نے یہ کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خلافت کے زیادہ حق رکھنے والے تھے' اس نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ' حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور مہاجرین اور انصار کو غلطی پر ٹھہرایا اور میرے مطابق اس خطاء کے ہوتے ہوئے اسے کوئی عمل آسمان تک نہ لے جائے گا اس کو دارقطنی نے عمار بن یاسر سے بیان کیا ہے''۔

تیسری فصل

وہ سماعی نصوص جو قرآن وسنت سے خلافت پر دال ہیں

قرآنی نصوص

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"جب تم میں سے کوئی اپنے دین سے پھر جائے تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسی قوم کو لائے گا جس سے وہ محبت فرماتا ہوگا اور وہ اللہ سے محبت رکھنے والے ہوں گے' وہ مومنوں کے لیے نرم اور کفار کے لیے سختی سے پیش آنے والے ہوں گے۔ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے اور کسی ملامتی سے ڈرنے والے نہ ہوں گے۔ یہ اللہ کا فضل ہے وہ جس کو چاہتا ہے اسے دیتا ہے اور اللہ واسع اور علیم ہے"۔ (المائدہ:۵۴)

حضرت حسن سے بیہقی نے بیان کیا ہے کہ:

"انہوں نے قسمیہ کہا کہ اس سے مراد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں جب عرب دین سے پھر گئے تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور آپ کے صاحب ان سے لڑ کر اسلام میں واپس لے آئے"۔ (الصواعق المحرقہ' ص ۱۶)

اور قتادہ سے یونس بن بکیر نے بیان کیا ہے کہ

نبی کریم ﷺ کے ظاہری پردہ فرمانے کے بعد عرب دین سے پھر گئے پھر آپ نے ان سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی جنگ کا تذکرہ کیا اور حتیٰ کہ ہم ایک دوسرے سے کہا کرتے تھے کہ یہ آیت تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور آپ کے اصحاب کے بارے میں اُتری ہے۔

فسوف یاتی اللہ بقوم یحبھم ویحبونہ ۔(۵:۵۴)

اس آیت کی تفسیر میں ذہبی نے لکھا ہے کہ:

"جب مدینہ کے اردگرد نبی کریم ﷺ کی رحلت کی خبر مشہور ہوئی تو عرب والوں کے بہت سے قبیلے اسلام سے پھر گئے اور زکوٰۃ ادا کرنے سے منکر ہو گئے اس پر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ان سے جنگ کے لیے آمادہ ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور اس کے علاوہ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے کہا جنگ میں سرعت نہ کریں"۔

آپ نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ کی قسم! اگر انہوں نے اونٹ کا بچھڑا یا جانور کا گھٹنا باندھنے والی رسی دینے سے بھی انکار کیا جس کو وہ

رسول اللہ ﷺ کے دَور میں دیا کرتے تھے تو میں ان سے جنگ کروں گا"۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"آپ ان سے کیسے جنگ کریں گے حالانکہ نبی کریم ﷺ نے تو ارشاد فرمایا ہے کہ مجھے لوگوں سے اس وقت تک جنگ کرنے کا حکم دیا گیا جب تک وہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار نہ کرلیں جو اس طرح کرے گا اس کی جان و مال مجھ سے محفوظ ہو جائے گا۔ علاوہ ازیں اس کے کہ اس نے کسی کے حق کی ادائیگی کرنی ہو اور اس کا حساب اللہ عزوجل پر ہے۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

"اللہ کی قسم! جس نے نماز اور زکوٰۃ میں فرق کیا میں اس سے ضرور جنگ کروں گا۔ زکوٰۃ مال کا حق ہے اور آپ نے الا بحقھا کے الفاظ فرمائے ہیں۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ کی قسم! میں نے ملاحظہ کیا کہ جنگ کے معاملے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا سینہ کھل چکا ہے تو میں نے سمجھ لیا کہ یہی حق بات ہے"۔ (الصواعق المحرقہ، ص:۱۷)

ایک اور روایت میں ہے کہ:

"جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ لوگوں سے جنگ کرنے کے لیے نکلے اور نجد کے قرب میں پہنچے تو دیہاتی بھاگ کھڑے ہوئے تو لوگوں نے آپ رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ آپ ان پر ایک شخص کو امیر مقرر کر دیں اور آپ واپس تشریف لے جائیں پھر آپ رضی اللہ عنہ نے وہاں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا اور آپ واپس تشریف لے گئے"۔

(الصواعق المحرقہ، ص:۱۷)

اور دار قطنی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں:

"جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جنگ کے لیے نکلے اور سواری پر تشریف رکھ چکے تو علی رضی اللہ عنہ نے گھوڑے کی لگام پکڑ لی"۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"اے رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ! کہاں جانے کا ارادہ ہے؟ میں آپ سے صرف وہی کہوں گا جو نبی کریم ﷺ نے جنگِ احد کے دن فرمایا تھا۔ اپنی تلوار کو تیار کیجیے مگر ہم کو اپنی جان کے بارے میں دُکھی نہ کریں مدینہ منورہ واپس تشریف لے چلیے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! اگر ہم کو آپ کا دُکھ پہنچا تو ہمیشہ کے لیے اسلامی نظام ختم ہو جائے گا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو بنی اسد اور غطفان کی طرف روانہ فرمایا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے چند لوگوں کو قتل کیا اور چند

کو قیدی بنالیا اور باقی اسلام کی طرف دوبارہ آ گئے پھر آپ کو یمامہ کی طرف مسیلمہ کذاب سے جنگ کے لیے روانہ کیا گیا دونوں لشکروں میں پھرتی ہوئی اور کئی دن تک محاصرہ رہا۔ آخر کار لعنتی کذاب حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل وحشی کے ہاتھوں قتل ہوا۔ خلافت کے دوسرے سال آپ نے العلاء الحضرمی کو بحرین کی طرف روانہ کیا یہاں کے لوگ بھی دین سے پھر گئے تھے۔ بحواث جگہ پر لڑائی ہوئی اور مسلمانوں کو نصرت حاصل ہوئی۔

آپ نے عمان کی طرف حضرت عکرمہ بن ابی جہل کو روانہ کیا یہاں کے مرتد ہو گئے تھے اس طرح مہاجر بن اُمیہ اور زیاد بن بعید انصاری کو آپ نے مرتدین کی دو جماعتوں کی طرف روانہ کیا"۔

(الصواعق المحرقہ ص:۱۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیہقی اور ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ:

"آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی قسم! ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ کی عبادت بھی نہ ہوتی"۔ اس بات کو آپ نے تین بار دہرایا پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا گیا کہ آپ خاموش ہو جائیں۔ آپ نے فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ بن زید کو سات سو آدمیوں کے ساتھ شام کی طرف بھیجا جب یہ لشکر ذی خشب مقام پر پہنچا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے ظاہری پردہ فرما گئے اور مدینے کے قرب و جوار میں عرب مرتد ہونے لگے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام علیہم الرضوان سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس جمع ہوئے اور کہا اس لشکر کو واپس بلا لیں اور آپ ان کو روم کی طرف بھیج دیں۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ کی قسم! اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کی ٹانگیں کتے گھسیٹتے پھریں جب بھی میں اس لشکر کو واپس نہیں بلاؤں گا جس کو آپ نے بھیجا ہے۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ جب بھی کسی ایسے قبیلے کے پاس سے گزرتے جو مرتد ہونے کا خواہش مند ہوتا تو وہ کہتے اگر لوگوں کے پاس طاقت نہ ہوتی تو اتنی بڑی فوج مدینہ منورہ سے کبھی نہ باہر آتی مگر ہم ان کو چھوڑتے ہیں تاکہ رومیوں سے ان کا مقابلہ ہو۔ پس رومیوں نے ان سے ہارا اور مقتول ہوئے اور یہ لوگ عافیت کے ساتھ واپس آئے اور اسلام پر تادائم رہے"۔

(الصواعق المحرقہ ص:۱۷)

تہذیب میں نووی نے لکھا ہے کہ:

"ہمارے اصحاب نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی علمی مقام کا اس حدیث سے استدلال کیا ہے جو صحیحین کے حوالے سے گزری ہے اور وہ یہ ہے کہ

میں خود اس شخص کو دیکھ لوں گا جو نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرے گا اور اللہ تعالیٰ کی قسم! اگر ان لوگوں نے اونٹنی کی ٹانگ

سے باندھنے والی وہ رسی جس کو وہ نبی کریم ﷺ کے دور میں زکوٰۃ میں دیتے تھے مجھے نہ دی تو میں اس کے لیے بھی جنگ کروں گا"۔

اس سے شیخ ابواسحاق وغیرہ نے یہ استدلال کیا ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سے علم والے تھے کیونکہ علاوہ آپ کے اور کوئی اس مسئلہ کو نہ سمجھ سکا پھر بحث کے بعد ان پر ظاہر ہوا کہ آپ کی بات صحیح ہے اور ان لوگوں نے آپ سے رجوع کر لیا۔

امام نووی نے کہا ہے: ہمیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا گیا ہے کہ ان سے پوچھا گیا کہ نبی کریم ﷺ کی حیات میں کون فتویٰ دیا کرتا تھا؟

اس نے جواب دیا کہ

میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی آدمی کو نہیں جانتا مگر ابن سعد نے قاسم بن محمد سے بیان کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے زمانے میں صدیق اکبر، عمر فاروق، عثمان غنی اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم فتویٰ دیا کرتے تھے پھر آپ کی خلافت پر دلالت کرنے والی احادیثِ مبارکہ میں سے چوتھی حدیثِ مبارکہ سے آپ کے زیادہ عالم ہونے کا استدلال کیا ہے۔

ابن کثیر نے کہا کہ:

"سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سب صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سے زیادہ قرآن مجید کے عالم تھے، اس لیے نبی کریم ﷺ نے آپ کو نماز پڑھانے کے لیے دوسرے صحابہ سے مقدم کیا تھا"۔

اور آپ نے فرمایا:

"لوگوں کی امامت کے فرائض وہ بندہ ادا کرے جو اللہ تعالیٰ کی کتاب کو زیادہ جانتا ہو"۔

اور آگے ایک ایسی حدیثِ مبارکہ آئے گی جس میں ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہوتے ہوئے لوگوں کے لیے مناسب نہیں کہ کسی اور بندے کو امام مقرر کریں اس کے علاوہ آپ سنت کے بھی عالم تھے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان آنے والے معاملات پر آپ ہی کی طرف رجوع کرتے تھے، اس لیے کہ نبی کریم ﷺ کی سنت کو یاد رکھتے تھے اور پھر اس طرح کیوں نہ ہوتا اس لیے کہ آپ رضی اللہ عنہ بعثت کے اوّل روز سے لے کر یومِ رحلت تک مسلسل نبی کریم ﷺ کی صحبت میں رہے اس کے علاوہ آپ رضی اللہ عنہ بہت ذہین اور دوسروں سے افضل بھی تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ سے تھوڑی احادیث روایت ہونے کی وجہ یہ ہے کہ حضور پاک ﷺ کے دنیا سے ظاہری پردہ فرمانے کے بعد آپ رضی اللہ عنہ تھوڑا عرصہ حیات رہے اگر آپ رضی اللہ عنہ زیادہ عرصہ حیات رہتے تو آپ رضی اللہ عنہ سے بہت زیادہ احادیثِ مبارکہ روایت ہوتیں۔ حدیثِ مبارکہ کو نقل کرنے والوں نے آپ رضی اللہ عنہ سے جو حدیثِ مبارکہ بھی نقل کی ہے اس میں غفلت نہیں کی۔ آپ رضی اللہ عنہ کے دور میں جو بھی صحابہ کرام علیہم الرضوان تھے ان کو آپ رضی اللہ عنہ سے

۱ (نووی نے تہذیب میں لکھا ہے سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے گیارہ سو چوالیس (۱۱۴۴) احادیثِ مبارکہ روایت ہیں)

حدیث کے نقل کرنے کی ضرورت نہیں تھی اس لیے کہ وہ خود آپ رضی اللہ عنہ کی روایت میں شریک تھے۔ وہ اس حدیث مبارکہ کو آپ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے تھے جو ان کے پاس موجود نہ ہوتی تھی"۔

ابوالقاسم بغوی نے میمون بن مہران سے بیان کیا ہے کہ:

"سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس جب کوئی بندہ تنازع لے کر آتا تو آپ کتاب اللہ کو دیکھتے اگر اس میں ان کے تنازع کا فیصلہ مل جاتا تو وہ فیصلہ کر دیتے اگر کتاب اللہ سے فیصلہ نہ ملتا تو سنت کے موافق فیصلہ کرتے اور اگر سنت سے فیصلہ نہ ملتا تو مسلمانوں سے پوچھتے اور فرماتے کہ میرے پاس اس طرح کا ایک جھگڑا آیا ہے اس کے متعلق اگر تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ معلوم ہو تو مجھے بتا دیجیے۔ بعض دفعہ کئی بندے آپ رضی اللہ عنہ کے گرد جمع ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ آپ کو بتاتے تو آپ فرماتے اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہم میں وہ لوگ بھی ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلوں کو یاد رکھتے ہیں اگر آپ کو اس کے بارے میں سنت کا علم معلوم نہ ہو پاتا تو لوگوں کو جمع کر کے ان سے مشورہ کرتے اگر کسی کی رائے پر اتفاق کر لیتے تو اسی کے مطابق فیصلہ کر دیتے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی اسی طرح کرتے تھے اگر آپ رضی اللہ عنہ کو قرآن وسنت کے موافق کوئی بات نہ مل پاتی تو آپ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے فیصلوں کو دیکھتے اگر آپ رضی اللہ عنہ کا کوئی فیصلہ مل جاتا تو اسی کے مطابق فیصلہ کر دیتے ورنہ لوگوں کو بلوا کر مسئلہ ان کے سامنے رکھتے اگر وہ کسی بات پر اتفاق کر لیتے تو اسی کے مطابق فیصلہ فرما دیتے"۔

(الصواعق المحرقۃ عربی ص:۱۸)

دوسری آیت

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر دلالت کرنے والی یہ آیت بھی ہے کہ:

"عربوں میں پیچھے رہنے والوں سے فرما دیجیے عنقریب تم لوگوں کو ایسی قوم کی طرف بلایا جائے گا جو سخت جنگ کرنے والی ہوگی تم ان سے لڑو گے یا مسلمان ہو جاؤ گے اگر تم نے اطاعت کی تو اللہ تمہیں اچھا اجر دے گا اور اگر تم اس سے پہلے لوٹ گئے تو وہ تمہیں دردناک عذاب دے گا"۔ (الفتح:۱۶)

جویبر سے ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ:

"یہ قوم بنی حنیفہ تھی' ابن ابی حاتم اور ابن قتیبہ وغیرہ نے اس آیت کے بارے میں لکھا کہ یہ آیت خلافتِ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر حجت ہے اس لیے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے ان کو لڑائی کے لیے بلایا تھا"۔ (الصواعق المحرقۃ' ص:۱۸)

امام اہلِ سنت شیخ ابوالحسن اشعری نے فرمایا کہ:

"میں نے امام ابوالعباس بن سریج کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اس آیتِ کریمہ میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ:

"اہلِ علم کا اتفاق ہے کہ اس آیتِ کریمہ کے نازل ہونے کے بعد کوئی جنگ نہ ہوئی علاوہ اس جنگ کے جس میں سیّدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو بلایا یا مرتدین اور زکوٰۃ کو منع کرنے والوں سے جنگ کے لیے لوگوں کو بلایا"۔

انہوں نے فرمایا ہے کہ:

"یہ سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے وجوب اور آپ کی اطاعت کے فرض ہونے پر دال ہے اس لیے کہ اللہ عزوجل نے فرمایا ہے کہ اس سے منہ پھیرنے والے کو وہ سخت عذاب دے گا"۔

ابن کثیر نے کہا:

"جو بندہ قوم کی تشریح یہ کرے گا کہ اس سے مراد اہلِ فارس اور روم ہیں تو اس کو جاننا چاہیے کہ ان کی طرف سیّدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے ہی لشکر تیار کر کے بھجوائے تھے اور اس کو مکمل کرنے کے لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ تھے اور یہ دونوں سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ذریعے سے ہوئیں' اگر آپ فرمائیں کہ آیت میں داعی سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں تو میں کہوں گا یہ ممکن ہی نہیں ہوسکتا اس لیے کہ آیت میں آگے لکھا ہے:

"فرمادیجیے! تم ہرگز ہماری اتباع نہ کرو گے"۔

پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ میں ان کو کسی جنگ کی دعوت نہ دی گئی اور اس پر اجماع ہے جس طرح گزشتہ گزر چکا ہے۔

باقی رہے حضرت علی رضی اللہ عنہ تو آپ کو اپنے زمانہ خلافت میں اسلام کے مطالبہ پر کسی جنگ کا اتفاق نہ ہوا ہاں امامت کے طلب اور حقوق کی رعایت کے بارے جنگیں ہوئی ہیں۔ آپ کے بعد جو لوگ ہوئے ہیں وہ ہمارے مطابق ظالم اور ان کے مطابق کفار ہیں تو اس سے یہ بات عیاں ہوگئی کہ جس داعی کی اتباع پر اچھا اجر اور جس کی نافرمانی پر بڑا دردناک عذاب کا آنا واجب ہے وہ خلفائے ثلاثہ میں سے ایک ہے۔ لہٰذا سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا حق ہونا ثابت ہے کیونکہ دوسروں کی خلافت کا حق ہونا آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت کا حق ہونے کی فرع ہے۔ خلافت کی دونوں شاخیں آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت سے نکلی ہیں اور اسی پر ترتیب دی گئی ہیں۔

تیسری آیت

اللہ نے ایمان لانے والوں اور اعمالِ صالحہ کرنے والوں سے وعدہ فرمایا ہے کہ انہیں زمین پر ضرور خلیفہ بنائے گا جیسا کہ ان سے پہلے لوگوں کو بنایا اور جو دین ان کے لیے پسند فرمائے گا اس میں ان کو تمکین بخشے گا اور ان کے خوف کو امن میں تبدیل فرمائے گا' وہ میرے عبادت کرنے والے ہوں گے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں بنائیں گے۔ (النور:۵۵)

ابن کثیر نے کہا:

"یہ آیت خلافتِ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے متعلق ہے"۔

اور ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں عبدالرحمٰن بن عبدالحمید المصری سے بیان کیا ہے کہ:

''حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ولایت کا ذکر اللہ تعالیٰ کی کتاب میں موجود ہے''۔

ارشاد فرمایا:

وعد اللہ الذین امنوا منکم وعملوا الصلحت لیستخلفنھم فی الارض ۔(۵۵:۲۴)

چوتھی آیت

للفقراء المھاجرین...... اولئک ھم الصادقون (الحشر:۸)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو صادقین کا لقب دیا ہے' اور جس کے صدق کے متعلق اللہ تعالیٰ گواہی دے دے اس کو کاذب نہیں کہا جا سکتا اس بات سے یہ لازم آیا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے جو سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ کہا' وہ صادق تھے' اس بناء پر یہ آیت آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت پر نص ہے اس کو خطیب نے ابی بکر بن عیاش سے روایت کیا ہے لیکن یہ حسن کا استنباط ہے جس طرح ابنِ کثیر نے فرمایا ہے۔

پانچویں آیت

اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم ۔(الفاتحہ:۷)

فخرالدین رازی نے کہا:

''یہ آیتِ کریمہ سیّدنا صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر دال ہے''۔

اس نے کہا کہ:

''اس آیت کی تقدیر دوسری آیتِ مبارکہ میں بیان ہوئی ہے جہاں پر اللہ تعالیٰ نے انعام یافتہ لوگوں کا تذکرہ فرمایا ہے''۔

اور وہ یہ ہیں:

اولئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھدآء والصلحین ۔(النساء:۶۹)

اور یقیناً حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تو صدیقین کے سردار ہیں اور اس آیت کے معنیٰ یہ ہیں کہ:

''اللہ تعالیٰ نے ہم کو اس ہدایت کے طالب ہونے کا حکم فرمایا ہے جس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور دوسرے صدیقین تھے اگر سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ظالم ہوتے تو آپ رضی اللہ عنہ کی اقتداء کرنا جائز ہی نہ ہوتی''۔

لہٰذا ہماری یہ بات ثابت ہوئی کہ یہ آیت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی امامت پر دلالت کرتی ہے۔

وہ نصوص جو نبی کریم ﷺ کے فرمان سے ہیں

ایسے نصوص جن میں صراحۃً اور اشارۃً خلافت کا ذکر پایا جاتا ہے، بہت کثیر ہیں

پہلی حدیثِ مبارکہ

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے شیخین نے روایت کیا ہے کہ:

''ایک عورت نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئی آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''پھر آنا'' اس نے کہا اگر میں آؤں اور آپ ﷺ تشریف فرما نہ ہوں؟ اس کی مراد یہ تھی کہ آپ ﷺ دنیا سے ظاہری پردہ فرما گئے ہوں تو پھر میں کیا کروں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''اگر میں یہاں تشریف فرما نہ ہوں تو ابوبکر کے پاس آنا''۔

(صحیح البخاری: قول النبی ﷺ لو کنت: جز:۱۱، ص ۴۹۴)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ:

''ایک عورت نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں کسی مسئلہ کے لیے آئی آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''پھر آنا'' اس نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ! اگر میں پھر آؤں اور آپ اس دنیا میں تشریف فرما نہ ہوں؟ اس کا مطلب یہ تھا کہ آپ اس دنیا سے ظاہری پردہ فرما گئے ہوں تو میں کیا کروں؟ ارشاد فرمایا ''اگر تو آئے اور میں تشریف فرما نہ ہوں تو ابوبکر کے پاس آ جانا جو میرے بعد خلیفہ ہوں گے''۔

(اعلام السنۃ المشورہ لاعتقاد الطائفۃ، الدلیل علی خلافۃ ابی بکر رضی اللہ عنہ، جز: ص: ۲۹۴)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ابوالقاسم بغوی نے سند حسن کے ساتھ روایت کیا ہے کہ:

''میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ میرے بعد بارہ خلفاء ہوں گے، ابوبکر رضی اللہ عنہ میرے بعد تھوڑے دن خلیفہ رہیں گے''۔

(الرد علی الرافضۃ، مطلب انکار خلافۃ الخلفاء، جز:۱، ص:۹)

ایک روایت میں خلیفہ کے بجائے ائمہ کے لفظ ہیں اس حدیث کے صحیح ہونے پر سب متفق ہیں یہ کئی طرق سے روایت ہے جس کو شیخین اور دیگر نے بھی اس کو انہی طرق سے بیان کیا ہے۔

''اسلام ہمیشہ غالب رہے گا اور مسلمان اپنے دشمنوں پر بارہ خلفاء تک غالب رہیں گے۔ تمام خلفاء قریش سے ہوں گے''۔

اس حدیث کو عبداللہ بن احمد نے صحیح سند سے بیان کیا ہے، ان میں سے ایک روایت میں

لایزال ھٰذا الامر صالحا

اور دوسرے میں

لایزال ھٰذا الامر ماضیًا

کے الفاظ آئے ہیں۔

دونوں احادیث کو احمد نے روایت کیا ہے اور ایک روایت میں

لایزال امر الناس ماضیا ماولیھم اثنا عشر رجلا ۔

اور ایک روایت میں

ان ھٰذا الامر لاینقضی حتی یمضی فیھم اثنا عشر خلیفة ۔

اور ایک روایت میں

لایزال الاسلام منیعاً الی اثنی عشر خلیفة

کے الفاظ ہیں اس روایت کو مسلم نے بیان کیا ہے۔

اور بزار کی روایت ہے:

لایزال امر امتی قائماً حتی یمضی اثنا عشر خلیفة کلھم من قریش ۔

اور ابوداؤد کے یہ الفاظ ہیں:

''جب آپ گھر واپس تشریف لائے تو قریش نے آکر آپ سے سوال کیا کہ اس کے بعد کیا ہوگا؟''

آپ نے فرمایا کہ:

''پھر جنگوں کا دور ہوگا''۔

اور ابوداؤد کی دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ:

لایزال ھٰذا الدین قائما حتی یکون علیکم اثنا عشر خلیفة کلھم تجتمع علیه الامة ۔

(ابوداؤد، الصواعق المحرقہ ص ۲۰)

بسند حسن ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' آپ رضی اللہ عنہ سے استفسار کیا گیا کہ اس اُمت کے کتنے خلفاء بادشاہ ہوں گے؟ تو آپ نے جواب دیا کہ ہم نے یہ سوال نبی کریم ﷺ سے عرض کیا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا بنی اسرائیل کے نقیبوں کی مانند ان کی تعداد بارہ ہوگی۔ (الصواعق المحرقہ ص: ۲۰)

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

''ان حدیثوں میں بارہ سے مراد ہو سکتا ہے کہ ان کے دَور تک اسلام کو طاقتوری اور عظمت ملے گی' اسلامی امور میں

کوئی بگاڑ نہ ہوگا اور لوگ ان کی خلافت پر اتفاق کریں گے"۔ (الصواعق المحرقۃ، ص:۲۰)

لوگوں نے جن خلیفوں کی بیعت متفقہ طور پر کی ان کے دور میں یہ سب امور انہوں نے دیکھے حتیٰ کہ بنو اُمیہ کا معاملہ بگڑ گیا اور ولید بن یزید کے دور میں ان کے مابین فتنہ پیدا ہوا اور یہ فتنے اس وقت مسلسل پیدا ہوتے رہے حتیٰ کہ بنو عباس کی حکومت آئی اور انہوں نے ان کا خاتمہ کر کے رکھ دیا۔

فتح الباری میں شیخ الاسلام نے کہا:

"قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کے بارے میں جو کچھ بیان فرمایا ہے وہ سب سے اچھے ہیں اور میں بھی اس کی اتباع کرنے والا ہوں اور اس کے قول کو جو بعض طرق سے آیا ہے، ترجیح دیتا ہوں"۔

یجتمع علیہ الناس سے یہ مراد ہے کہ:

"لوگ ان کی بیعت کے لیے اطاعت کریں گے جن کے بارے میں خلفاء پر لوگ متفق ہوئے ان میں تین خلیفہ ہیں پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں حتیٰ کہ صفین میں حکمین کے تقرر کا وقوعہ ہوا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو بھی خلیفہ کا نام دے دیا گیا پھر جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے ان سے صلح کر لی تو لوگ ان کی خلافت پر بھی متفق ہوئے مگر حضرت حسین رضی اللہ عنہ اس وقوع کے پیدا ہونے سے قبل ہی شہید ہو گئے تھے پھر جب یزید مر گیا تو لوگوں میں بڑا اختلاف ہوا حتیٰ کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد لوگ عبدالملک پر متفق ہوئے پھر اس کے چاروں بیٹوں، ولید، سلیمان، یزید اور ہشام پر بھی اتفاق ہو گیا۔ سلیمان اور یزید کے مابین عمر بن عبدالعزیز آ گئے۔ چاروں خلفاء کے بعد یہ سات خلفاء ہوئے اور بارہویں خلیفہ ولید بن یزید بن عبدالملک ہوئے جس کو اس کے چچا ہشام کی موت کے بعد لوگوں نے مشورے سے خلیفہ بنایا اس نے چار سال تک خلافت کی پھر لوگوں نے بغاوت کی اور قتل کر دیا اس روز سے حالات خراب ہو گئے، فتنہ و فساد کا دور پیدا ہو گیا اور پھر بنو اُمیہ میں فتنوں کے پیدا ہو جانے، اندلس میں مروانیوں کے غلبہ پانے اور عباسیوں سے مغرب اقصیٰ کے نکل جانے کی وجہ سے لوگوں کو یہ موقع نہ ملا کہ وہ کسی شخص کو خلیفہ کے نام سے موسوم کر سکیں اور یہ معاملہ اتنا بڑھا کہ خلافت کا صرف نام ہی باقی رہ گیا اگرچہ مشرق و مغرب اور شمال و جنوب کے تمام علاقوں میں عبدالملک کا خطبہ پڑھا جاتا تھا اور مسلمانوں کا غلبہ تھا اور کسی شخص کو خلیفہ کے حکم کے بغیر کوئی کام نہ دیا جاتا تھا"۔

کہتے ہیں کہ:

"بارہ خلفاء سے مراد قیامت تک ہونے والے بارہ خلفاء ہیں جو حق کے مطابق کام کرنے والے ہوں گے اگرچہ ان کا دور مسلسل نہ ہو اس کی تائید ابی الجلد کے اس قول سے ہوتی ہے کہ وہ سب ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ کام کرنے والے ہوں گے ان میں سے دو شخص اہلِ بیتِ نبوی سے ہوں گے اسی بنیاد پر الہرج سے مراد بڑے بڑے

فتنے ہوں گے جیسے فتنہ دجال اور بارہ خلفاء سے مراد خلفائے اربعہ حضرت حسن حضرت معاویہ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہم اور حضرت عمر بن عبدالعزیز ہیں بعض کے نزدیک مہدی عباسی بھی ان میں شامل ہے کیونکہ اس کا مقام عباسیوں میں وہی ہے جو امویوں میں حضرت عمر بن عبدالعزیز کی ہے اور طاہر عباسی کو بھی عدل و انصاف کی وجہ سے ان میں شامل کیا گیا ہے رہے دو خلفاء ان کا انتظار ہے ان میں سے ایک مہدی رضی اللہ عنہ ہیں جو اہلِ بیت نبوی میں سے ہیں۔ کچھ محدثین نے سابقہ روایت کو ایک روایت کی بنیاد پر مہدی رضی اللہ عنہ کے بعد آنے والے خلفاء پر محمول کیا ہے''۔

انہوں نے کہا ہے:

''حضرت مہدی رضی اللہ عنہ کے بعد بارہ آدمی ولی الامر ہوں گے جن میں سے چھ حضرت حسن اور پانچ حضرت حسین رضی اللہ عنہما کی اولاد میں سے ہوں گے اور آخر میں ایک خلیفہ ہوگا جو ان دونوں کی اولاد سے نہیں ہوگا لیکن بارہویں آیت پر کلام کرتے ہوئے جہاں اہلِ بیت کے فضائل کا بیان ہوگا وہاں بیان کیا جائے گا کہ یہ ضعیف روایت ہے اس لیے اس پر اعتبار ہی نہیں کیا جاسکتا۔

تیسری حدیث مبارکہ

اس کی تخریج احمد نے کی ہے اور ابنِ ماجہ اور حاکم نے اس کو حسن کہا ہے اور حذیفہ سے اسے صحیح کہا گیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''میرے بعد ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی اقتداء کرنا''۔

(المستدرک: ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ، جز:۲، ص:۷۹)

اور ابی الدرداء اور حاکم نے طبرانی سے اس کی تخریج ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کی ہے اور احمد ترمذی ابن ماجہ اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں اس کو حذیفہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا:

''میں نہیں جانتا کہ میں کتنا آپ میں موجود رہوں گا لہٰذا میرے بعد ابوبکر و عمر کی اقتداء کرنا اور عمار کی ہدایت سے دلیل پکڑنا اور ابن مسعود جو تم سے فرمائیں اس کی تصدیق کرنا''۔

(سنن ترمذی، فی مناقب ابی بکر و عمر رضی اللہ عنہما، جز:۱۲، ص:۱۲۲)

ترمذی نے ابن مسعود رویانی نے حذیفہ اور ابنِ عدی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ:

''میرے بعد میرے صحابہ میں سے ابوبکر و عمر کی اقتداء کرنا اور عمار کی ہدایت پر چلنا اور ابنِ مسعود کے عہد سے تمسک کرنا''۔

(سنن ترمذی: مناقب عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ، جز:۱۲، ص:۲۷۶)

چوتھی حدیث مبارکہ

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے شیخین نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''بندے کو اللہ تعالیٰ نے دنیا اور جو کچھ اس کے پاس ہے' اختیار دیا کہ وہ دونوں میں سے جس چیز کو چاہے اختیار کرے تو اس بندے نے جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے' اس کو پسند فرمالیا اس کو سنتے ہی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رو دیئے اور کہا ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہوں ہم کو آپ کے اس رونے پر تعجب ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک بندے کے متعلق خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اختیار دیا تھا۔ اصل میں جس کو اختیار دیا گیا تھا وہ خود رسول اللہ ﷺ ہی تھے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ ہم سے زیادہ عالم تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''ابوبکر کے مال اور صحبت نے مجھے سکون دیا اگر اللہ تعالیٰ کے سوا میں کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا لیکن اسلامی اخوت اور اس کی محبت رہے گی۔ ابوبکر کے دروازے کے علاوہ کوئی دروازہ کھلا نہ رہے''۔

(صحیح البخاری' باب ھجرۃ النبی ﷺ' جز:۳' ص ۱۴۱۷)

اور امام بخاری اور امام مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ:

''ابوبکر کی کھڑکی کے سوا سب کھڑیاں بند کردی جائیں''۔

اور عبداللہ بن احمد سے آخر میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں کہ:

''حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ میرے یارِ غار اور مونس ہیں۔ مسجد میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کی کھڑکی کے سوا سب کھڑکیاں بند کردی جائیں''۔

اور بخاری کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

''لوگوں میں کوئی ایک شخص بھی اس طرح نہیں جس کے مال نے مجھے ابوبکر بن ابی قحافہ سے زیادہ سکون بخشا ہو اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیل بناتا۔ اسلام دوستی سب سے افضل ہے اس مسجد کی سب کھڑیاں سوائے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی کھڑکی کے بند کردی جائیں''۔

اور ابن عدی کی روایت کے آخر میں ہے:

''مسجد میں آنے والے تمام دروازے سوائے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دروازے کے بند کردیئے جائیں''۔

(صحیح البخاری: باب الخوخۃ والممر فی المسجد: جز:۱' ص:۱۷۸)

علماء نے فرمایا ہے کہ ان حدیثوں میں خلافت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ ہے اس لیے کہ خلیفہ کا لوگوں کو نماز پڑھانے اور دیگر کاموں کے لیے مسجد کے قرب کی ضرورت ہے۔

پانچویں حدیث مبارکہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حاکم نے اس حدیث کو روایت کیا ہے فرمایا کہ:

''مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بنو مصطلق نے اس بات کو پوچھنے کے لیے بھیجا کہ تمہارے بعد ہم کس کو صدقہ دیں؟ میں نے آکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو جو بندہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو صدقہ دینے کی پابندی کرے گا وہ اس کا خلیفہ ہوگا اس لیے کہ صدقات لینے کا متولی بھی وہی ہے''۔

چھٹی حدیث مبارکہ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ:

''فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض الموت میں مجھے ارشاد فرمایا کہ اپنے باپ اور بھائی کو میرے پاس بلا آؤ تاکہ میں ان کو ایک تحریر لکھ دوں اس لیے کہ مجھے خوف ہے کہ کوئی تمنا کرنے والا تمنا کرے گا اور کہے گا کہ میں سب سے اولیٰ ہوں مگر اللہ تعالیٰ اور مومن ابوبکر کے علاوہ کسی اور سے راضی نہ ہوں گے''۔

(صحیح مسلم: من فضائل ابی بکر رضی اللہ عنہ، جز: ۱۲، ص: ۱۰۵)

احمد اور اس کے علاوہ دوسروں نے بھی اس کو کئی طرق سے روایت کیا اور بعض روایات میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں کہ:

''مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الموت میں فرمایا کہ میرے پاس عبدالرحمٰن بن ابی بکر کو بلا لاؤ۔ میں ابوبکر کے متعلق ایک تحریر لکھ دیتا ہوں جس پر کوئی اختلاف نہ کرے گا''

پھر ارشاد فرمایا:

''اس بات کو چھوڑ دو اس طرح نہیں ہوسکتا کہ مومن ابوبکر کے معاملے میں اختلاف کریں''۔

اور عبداللہ بن احمد کی ایک روایت میں ہے کہ:

''اے ابوبکر! اللہ تعالیٰ اور مومن تمہارے معاملے میں اختلاف کرنے سے انکاری ہوں گے''۔

ساتویں حدیث مبارکہ

ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے شیخین نے بیان کیا ہے کہ:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شدید مرض کی حالت میں ارشاد فرمایا: ابوبکر کو کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا:

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ تو رقیق القلب مرد ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ کھڑے ہوکر نماز نہیں پڑھا سکیں گے''۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''ابوبکر کو کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں''۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے وہی بات دوبارہ کہی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر ارشاد فرمایا:

''ابوبکر کو کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں' تم یوسف والیاں ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں لوگوں کو نماز پڑھائی''۔

ایک روایت میں ہے کہ:

''جس وقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے دوبارہ کہا تو آپ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو جواب عطا نہیں فرمایا۔

اس بات پر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا آپ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو عرض کریں کہ حضرت عمر کو حکم فرمائیں۔ انہوں نے کہا: تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار فرمایا اور غصہ ہو کر ارشاد فرمایا تم تو یوسف والیاں ہو' ابوبکر کو کہو''۔

(صحیح مسلم: باب استخلاف الامام اذا عرض لہ عذر' جز: ۲' ص: ۲۵)

اور اس بات کو بھی جان لیجیے کہ یہ حدیث متواتر ہے جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا' ابن مسعود' ابن عباس' ابن عمر' عبداللہ بن زمعہ' ابوسعید' علی ابن ابی طالب اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہم سے روایت ہے اور بعض طریق سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بھی روایت ہے کہ:

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مراجعہ کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت زیادہ مراجعہ پر مجھے اس بات نے آمادہ نہیں کیا کہ میرے دل میں بات آ گئی تھی کہ لوگ ہمیشہ اسی بندے سے محبت کریں گے جو آپ کے قائم مقام ہوگا اور نہ ہی میں یہ بات سمجھتی تھی کہ جو شخص آپ رضی اللہ عنہ کا خلیفہ بنے گا لوگ اس کو اچھا تصور نہیں کریں گے۔ مجھے پسند تھا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم درمیانی بات فرمادیں''۔

اور ابن زمعہ کی حدیثِ مبارکہ میں ہے کہ:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نماز پڑھانے کا حکم دیا تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ وہاں نہیں تھے' اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر نماز پڑھا دی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا' ہرگز نہیں! اللہ تعالیٰ اور مسلمان تو ابوبکر کے علاوہ کسی کو قبول نہیں کریں گے۔ ابوبکر ہی لوگوں کو نماز پڑھایا کریں''۔

اور ان کی ہی دوسری روایت میں ہے کہ:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: ابوبکر کو جا کر حکم دو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ میں باہر نکلا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ دروازے پر مجھے ایک جماعت کے ساتھ ملے مگر ان میں سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ موجود نہ تھے۔ میں نے کہا: اے

عمر! لوگوں کو نماز پڑھا دیں جب آپ رضی اللہ عنہ نے تکبیر کہی تو آپ کے باآواز بلند ہونے کی وجہ سے آپ کی آواز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی سن لی اور تین بار ارشاد فرمایا' اللہ تعالیٰ اور مومن ابوبکر کے سوا کسی کو قبول نہیں کریں گے"۔

اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث مبارکہ میں ہے کہ:

"جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تکبیر کہی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کی آواز کو سن لیا اور غصہ ہو کر سر اُٹھایا اور ارشاد فرمایا' ابن ابی قحافہ کہاں ہے؟"

علماء نے فرمایا:

"یہ حدیث مبارکہ صراحتاً اس بات پر دلالت کر رہی ہے کہ سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ علی الاطلاق تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان سے افضل اور امامت وخلافت کے سب سے زیادہ مستحق تھے"۔

اشعری نے کہا:

"اس سے یہ علم بھی حاصل ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو مہاجرین وانصار کے ہوتے ہوئے نماز پڑھانے کا فرمایا جس طرح کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا' قوم کی امامت وہ کرے جو کتاب اللہ کا سب سے زیادہ عالم ہو"۔

اس سے معلوم ہوا کہ سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان سے زیادہ عالم قرآن تھے اور صحابہ کرام علیہم الرضوان نے خود بھی اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ حضرت ابوبکر' حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے خلافت کے معاملے میں زیادہ حق رکھتے تھے اور بیعت کے فضائل میں آپ رضی اللہ عنہ کا فرمان پہلے ذکر کر دیا گیا ہے ان میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں۔

ابن عساکر نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو لوگوں کو نماز پڑھانے کا فرمایا اور میں اس بات پر گواہ ہوں اور میں غیر حاضر نہ تھا اور نہ ہی مجھے کوئی بیماری تھی اسی لیے ہم اپنی دنیا کے لیے اس چیز سے رضامند ہو گئے جس چیز کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے دین کے واسطے محبوب جانا"۔

(الصواعق المحرقۃ' ص:۴۳)

علماء نے فرمایا کہ:

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور ہی میں سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ امامت کی اہلیت کے لیے مشہور تھے"۔

احمد' ابوداؤد اور دیگر لوگوں نے سہیل بن سعد سے بیان کیا ہے کہ بنی عمرو بن عوف کے مابین لڑائی ہوئی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے درمیان صلح کروانے کے لیے ظہر کی نماز کے بعد تشریف لے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اے بلال! اگر نماز کا وقت آ جائے اور میں نہ بھی آؤں تو ابوبکر کو کہہ دینا کہ لوگوں کو نماز پڑھا دیں"۔

جب نمازِ عصر کا وقت ہوا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اقامت کہی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کے لیے کہا تو آپ رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی۔

(سنن ابوداؤد: باب التصفیق فی الصلاۃ' جز:۳' ص:۲۶۲)

آپ رضی اللہ عنہ کے مقرر کرنے اور نماز میں آگے کرنے میں اس بات کی صراحت اور اشارہ پایا جاتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ خلافت کے زیادہ حق دار تھے اور عالم امام کے مقرر ہونے سے اصل مقصد یہ ہوتا ہے کہ مامور بہ ادائے واجبات' ترکِ محرمات' احیائے سنن اور بدعات کو ختم کرنے سے شعائر دینیہ کو قائم کرے۔ باقی رہے دنیاوی امور اور ان کی تدبیر جیسے امراء سے اموال لے کر مستحق لوگوں تک پہنچانا اور ظلم کو دُور کرنا وغیرہ تو یہ باتیں مقصود بالذات نہیں ہوتیں بلکہ ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ لوگ امور دینیہ کی بجا آوری کے لیے فارغ ہوں اس لیے صحیح فراغت اس وقت تک نہیں ہوسکتی جب تک ان کے امورِ معاش کا انتظام نہ ہو یعنی مال و جان حفاظت میں رہیں اور ہر حق دار کو اس کا حق مل جائے اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی امامت عظمیٰ پر راضی ہوئے کیونکہ ان کو نماز میں امامت کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقدم کیا تھا اور پھر جس طرح کہ گزشتہ صفحات میں بیان ہو چکا ہے تمام لوگوں کا آپ رضی اللہ عنہ کی امامت پر اجماع ہو گیا تھا۔

ابوبکر بن عیاش سے ابن عدی نے بیان کیا ہے کہ:

''مجھے ہارون الرشید نے کہا: اے ابوبکر! لوگوں نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو کس طرح خلیفہ بنایا؟ میں نے جواب دیا کہ اے امیر المومنین! اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنوں نے خاموشی کو اپنایا تھا' اسی لیے آپ رضی اللہ عنہ خلیفہ بن گئے۔ اس نے کہا' تو نے تو مجھے اور اندھیرے میں دھکا دے دیا ہے۔ میں نے کہا: اے امیر المومنین! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آٹھ یوم بیمار رہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے آ کر پوچھا' یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! لوگوں کو نماز کون پڑھائے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ابوبکر کو نماز پڑھانے کا حکم دو تو سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آٹھ یوم لوگوں کو نماز پڑھائی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہو رہی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ عزوجل کے خاموش ہونے کی وجہ سے خاموش رہے اور مومنین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سکوت کرنے کی وجہ سے سکوت کیا''۔

ہارون الرشید کو یہ بات پسند آئی اس نے کہا:

''بارك الله فيك''۔ (الصواعق المحرقہ عربی' ص:۲۴' مطبوعہ کتب خانہ مجیدیہ' ملتان)

آٹھویں حدیثِ مبارکہ

حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ سے ابن حبان نے بیان کیا ہے کہ:

''جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعمیرِ مسجد کی تو اس کی بنیاد میں ایک پتھر رکھا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ آپ اپنا پتھر میرے پتھر کے پہلو میں رکھ دیں۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا' آپ اپنا پتھر ابوبکر کے پتھر کے پہلو میں رکھ دیں

پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا' آپ اپنا پتھر عمر کے پتھر کے پہلو میں رکھ دیں پھر ارشاد فرمایا' یہ میرے بعد خلفاء ہوں گے''۔

(الصواعق المحرقۃ عربی' ص:۲۴' مطبوعہ کتب خانہ مجیدیہ' ملتان)

ابوزُرعہ نے کہا کہ:

''اس کی سندوں میں کوئی اعتراض نہیں''۔

حاکم نے اس کو مستدرک میں درست فرمایا۔

اور بیہقی نے اس کو الدلائل میں ذکر کیا ہے۔ ان دونوں کے سوا بھی کئی لوگوں نے اس کو بیان کیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے فرمانا کہ اپنا پتھر عمر کے پہلو میں رکھ دیں اس میں ان لوگوں کا رد کیا گیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ اس میں ان کی قبروں کی طرف اشارہ ہے اس لیے کہ حدیثِ مبارکہ کے آخر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ لوگ میرے بعد خلفاء ہوں گے۔ صراحۃً معلوم ہوتا ہے کہ یہاں خلافت کی ترتیب مراد ہے۔

نویں حدیثِ مبارکہ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے شیخین نے بیان کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''میں نے خواب میں دیکھا کہ میں ایک کنویں پر سے چرخی سے ڈول نکال رہا ہوں جس کو لپیٹا نہیں گیا پھر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آئے تو انہوں نے پانی سے بھرا ہوا یا تقریباً بھرا ہوا ایک ڈول یا دو ڈول نکالے اور ان کے نکالنے میں ضعف تھا۔ اللہ تعالیٰ ان کو معاف فرمائے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے انہوں نے ڈول کو اس حال میں نکالا کہ وہ بڑا ڈول بن گیا تھا۔ میں نے لوگوں کے اندر اس طرح قوی آدمی نہیں دیکھا جو ان کی طرح کام کرے حتیٰ کہ لوگ سیراب ہو گئے اور انہوں نے بیٹھنے کی جگہ کو بنایا''۔

(صحیح البخاری: مناقب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ' جز:۱۳' ص:۱۵)

شیخین نے اور روایت میں فرمایا ہے کہ:

''میں نے سوتے میں اپنے آپ کو ایک کنویں پر دیکھا جس پر ڈول تھا میں نے اس میں سے پانی نکالا جتنا اللہ تعالیٰ نے چاہا پھر اس ڈول کو ابن ابی قحافہ نے لیا اور ایک یا دو ڈول نکالے اور اس کے نکالنے میں ضعف تھا۔ اللہ تعالیٰ ان کو معاف فرمائے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو لیا تو وہ بڑا ڈول بن گیا۔ میں نے لوگوں میں کوئی اس طرح قوی آدمی نہیں دیکھا جو عمر رضی اللہ عنہ کی طرح پانی نکالتا ہو حتیٰ کہ لوگ بیٹھنے کی جگہ بنانے لگے''۔

(صحیح البخاری: نزع الذنوب والذنوبین من البشر بضعف' جز:۲۱' ص:۳۹۳)

ایک اور روایت میں ہے کہ:

''انہوں نے ابھی ڈول نہ نکالا تھا کہ لوگ چلے گئے اور حوض سے پانی جوش مار رہا تھا''۔ (صحیح البخاری جز:۳،ص:۱۰۲۱)

دوسری روایت میں ہے کہ:

''میرے پاس سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے مجھے سکون دینے کے لیے مجھ سے ڈول لیا''۔

(صحیح بخاری: الاستراحۃ فی المنام، جز:۲۱، ص:۳۹۵)

ایک روایت میں ہے:

''میں نے دیکھا کہ لوگ جمع ہیں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہوکر ایک یا دو ڈول نکالے، لیکن ان کے نکالنے میں ضعف ہے''۔

(صحیح البخاری: نزع الذنوب والذنوبین من البشر بضعف، جز:۲۱، ص۳۹۲)

نووی نے التہذیب میں لکھا ہے کہ:

''علمائے کرام نے فرمایا ہے کہ اس کے اندر حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دَور میں ہونے والی بکثرت فتوحات اور اسلام کے غلبے کی طرف اشارہ ہے''۔

بعض دوسروں نے کہا ہے کہ:

''دونوں خلفاء کے دَور میں جو اچھے آثار ظاہر ہوئے اور لوگوں کو دونوں سے جو فائدہ ہوا اس خواب میں اس کو صراحا گیا ہے اور یہ تمام چیزیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی لی گئی ہیں اس لیے کہ وہ صاحبِ امر تھے اور کامل مقام پر فائز تھے اور انہوں نے دین کے ضابطے مقرر کیے پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ہوئے اور اسلام سے پھرنے والوں سے جنگ کی اور ان کی جڑ کاٹ دی پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے خلیفہ ہوئے اور ان کے دَور میں اسلام کی اشاعت ہوئی تو مسلمانوں کا معاملہ اس کنویں کے مشابہ ہوگیا جس میں زندگی دینے والا پانی ہو اور ان کا امیر اس کنویں سے ان کے لیے پانی نکالتا ہو اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جو فرمایا ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھے آرام پہنچانے کے لیے میرے ہاتھ سے ڈول لے لیا اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے خلیفہ ہونے کی طرف اشارہ ہے اس لیے کہ موت دنیا کی تکلیف سے راحت کی وجہ بنتی ہے اسی لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اُمت کی تدبیر اور ان کے اموال کی نگہبانی کے لیے کھڑے ہوگئے اور آپ کا یہ فرمانا کہ ان کے پانی نکالنے میں ضعف تھا، یہ اس کی طرف اشارہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کی مدت ولایت کم ہوگی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ولایت کا زمانہ طویل ہوگا اور لوگ اس سے کثیر فائدے اُٹھائیں گے اور فتوحات کی کثرت، شہروں کی آبادی اور دواوین کی تدوین سے اسلام کا دائرہ وسیع ہوجائے گا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ اللہ تعالیٰ ان کو معاف فرمائے اس میں کسی قسم کے عیب کی بات نہیں اور نہ اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ کوئی گناہ ہوا ہو بلکہ یہ کلمہ اس وقت کہا جاتا ہے جب کسی اہم بات کی طرف

خاص توجہ دِلانا مقصود ہوتا ہے''۔

احمد اور ابوداؤد نے سمرہ بن جندب سے روایت کیا ہے کہ:

''ایک شخص نے کہا یارسول اللہ ﷺ! میں نے ملاحظہ کیا کہ ایک ڈول آسمان سے لٹکایا گیا ہے کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے انہوں نے ڈول پکڑا اور تھوڑا سا پیا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے انہوں نے ڈول پکڑ کر اتنا پیا کہ شکم سیر ہو گئے پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آئے' انہوں نے بھی ڈول پکڑ کر پیا اور سیراب ہو گئے پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے تو وہ ڈول اوپر کھینچ لیا گیا اور اس کے کچھ قطرے ان پر آ پڑے''۔ (الصواعق المحرقہ عربی: ص:۲۵' مطبوعہ کتب خانہ مجیدیہ' ملتان)

دسویں حدیثِ مبارکہ

غیلانیات میں ابوبکر الشافعی نے اور ابن عساکر نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ:

''اس نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا جب آپ ﷺ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو مقدم کرنے کا ارادہ فرمایا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا' میں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو مقدم نہیں کیا بلکہ اس کو تو اللہ تعالیٰ نے مقدم کیا ہے''۔

(الصواعق المحرقہ عربی' ص:۲۵' مطبوعہ کتب خانہ مجیدیہ' ملتان)

گیارہویں حدیثِ مبارکہ

احمد نے سفینہ سے اور اصحاب السنن نے بھی اسی طرح ہی روایت کیا اور ابن حبان وغیرہ نے اس کو صحیح فرمایا ہے انہوں نے کہا ہے کہ:

''میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے خلافت تیس سال رہے گی پھر اس کے بعد بادشاہی رہے گی''۔

(الفوائد البدیعہ فی فضائل الصحابہ وذم' جز:۱' ص:۸۰)

دوسری روایت میں ہے کہ:

''میرے بعد تیس سال تک خلافت رہے گی پھر ظالم کی بادشاہی میں بدل جائے گی یعنی لوگوں پر ظلم و زیادتی ہوگی''۔

علماء نے کہا ہے کہ:

''آپ ﷺ کے بعد چاروں خلفاء اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے دور تک تیس سال ہو گئے تھے جو اس بات پر دال ہے کہ دین کے بارے میں خلافت حقہ اس مدت تک رہے گی اس سے یہ واضح دلیل معلوم ہوئی ہے کہ خلفائے اربعہ کی خلافت برحق تھی''۔

سعید بن جمہان سے روایت کیا گیا ہے کہ:

''بنو اُمیہ کا تصور ہے کہ خلافت ان میں ہے''۔

ارشاد فرمایا:

''زرقاء کے بیٹوں نے جھوٹ بولا وہ تو بدترین بادشاہ ہیں اگر تم کہو کہ یہ حدیثِ مبارکہ بارہ خلفاء والی حدیثِ مبارکہ کے مخالف ہے تو میں کہوں گا ان میں کوئی منافات نہیں اس لیے کہ اس جگہ الف لام کمال کے لیے آیا ہے یعنی تیس سال تک خلافت کاملہ ہوگی جو چاروں خلفاء اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے زمانے میں منحصر ہوگی اس لیے کہ آپ کا زمانہ تیس سال مکمل کرنے والا ہے پھر اس کے بعد مطلق خلافت ہوگی جس میں کمال اور غیر کمال سب کچھ ہوگا جس طرح کہ گزشتہ گزر چکا ہے۔ ان میں یزید بن معاویہ بھی شامل ہے اور دوسرے قول کے مطابق اس کا مفہوم یہ ہوگا کہ جن حالات کے حقدار پہلے پانچ خلفاء تھے بعد میں آنے والے ان کمالات کے حقدار نہیں ہوں گے''۔

بارہویں حدیثِ مبارکہ

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے دارقطنی' خطیب اور ابن عساکر نے روایت کیا ہے کہ:

''مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے آپ کو مقدم کرنے کے لیے تین بار پوچھا تو اللہ تعالیٰ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو مقدم کرنے کے علاوہ کسی بات کو قبول نہیں فرمایا''۔

(الرد علی الرافضہ: مطلب انکار خلافۃ الخلفاء' جز:۱' ص۱۰)

تیرہویں حدیثِ مبارکہ

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے ابن سعد نے روایت کیا ہے کہ:

''ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں ہمیشہ لوگوں کے فریب میں آ جاتا ہوں۔ ارشاد فرمایا' تمہارا راستہ لوگوں سے جدا ہوگا۔ پھر کہا' میں اپنے سینے میں دو اقسام کی نرمی محسوس کرتا ہوں یا دو قسم کے راستے پاتا ہوں''۔ (الصواعق المحرقہ عربی' ص:۲۶' مطبوعہ کتب خانہ مجیدیہ' ملتان)

چودہویں حدیثِ مبارکہ

بزار نے سند حسن سے امین اُمت عبیدہ بن الجراح سے بیان کیا ہے کہ:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا' آپ کے دین کی ابتداء میں نبوت اور رحمت ہے پھر خلافت اور رحمت ہے پھر بادشاہی اور آزادی ہے''۔

(الصواعق المحرقہ عربی' ص:۲۶' مطبوعہ کتب خانہ مجیدیہ' ملتان)

اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ آپ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کو رحمت ثابت کیا ہے اس لیے کہ یہی خلافتِ نبوت اور رحمت کے دَور کی مالک ہوئی ہے جس سے اس کا حق ہونا ثابت ہوتا ہے اور اس کے حق ہونے اور خلفائے راشدین کی خلافت بھی برحق ثابت ہوتی ہے۔

ابن عساکر نے حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ:
''میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا تو آپ رضی اللہ عنہ کی محفل میں لوگ کچھ کھا رہے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے آخر میں نظر دوڑا کر ملاحظہ فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ آپ نے اوّل کتابوں میں کیا پڑھا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ اس کا صدیق ہوگا''۔ (الصواعق الحرقہ عربی ص:۲۶ مطبوعہ کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

ابن عساکر نے محمد بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ:
''مجھے حضرت عمر بن عبدالعزیز نے حسن بصری کے پاس بعض باتیں پوچھنے کے لیے بھیجا تو میں نے آپ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ لوگ جس بات کے متعلق آپس میں اختلاف کر رہے ہیں، مجھے اس کے متعلق تسلی دیں کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا تھا تو حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور فرمایا تیرا باپ نہ رہے! کیا ان کو اس معاملے میں شک ہے؟ اللہ عزوجل کی قسم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا اور آپ رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ سے بہت زیادہ ڈرنے والے تھے اگر آپ رضی اللہ عنہ کو اس طرح نہ فرمایا جاتا تو آپ خشیتِ الٰہی سے فوت ہو جاتے''۔

چوتھی فصل

اس بیان میں کہ کیا نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر نص فرمائی ہے؟

جان لو کہ اس معاملے میں اختلاف ہے اور جو بندہ سابقہ احادیثِ مبارکہ پر تفکر کرے گا تو اس کو معلوم ہو جائے گا کہ ان میں کثیر احادیثِ مبارکہ ایسی ہیں جن میں آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے خلیفہ ہونے کے بارے میں واضح بیان فرمایا ہے اور یہی قول محدثین کی ایک جماعت کا ہے اور اسی کو حق کہا جاتا ہے۔

جمہور اہلِ سنت، معتزلہ اور خوارج نے کہا ہے کہ:

''آپ ﷺ نے کسی بھی شخص کے بارے میں نص نہیں فرمائی اور ان کی تائید میں جو روایت ہے اس کو بزار نے اپنی مسند میں حذیفہ سے بیان کیا ہے کہ عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ! کیا ہم پر آپ ﷺ خلیفہ بنائیں گے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر میں تمہارے اوپر خلیفہ مقرر کروں اور تم ان کی نافرمانی کرو تو تم پر عذاب نازل ہوگا''۔

اسی روایت کو حاکم نے مستدرک میں بیان فرمایا ہے مگر اس کی سند میں ضعف ہے۔

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے شیخین نے روایت کیا ہے کہ:

''جب خلیفہ کے مقرر ہونے کے بارے میں آپ پر طعن کیا گیا تو آپ نے فرمایا، اگر میں نے خلیفہ مقرر کیا ہے تو اس ذاتِ اقدس نے بھی خلیفہ مقرر کیا تھا جو مجھ سے بہتر تھا یعنی ابوبکر نے اور اگر میں تم کو بغیر خلیفہ کے ترک کرتا ہوں تو اس نے بھی تمہیں اسی طرح چھوڑا تھا جو مجھ سے بہتر تھا یعنی نبی کریم ﷺ نے''۔

(شرح کتاب لمعة الاعتقاد، امامة ابی بکر رضی اللہ عنہ، جز: ۱۲، ص ۱۲)

احمد اور بیہقی نے بسند حسن حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ معرکہ جمل میں غالب آ گئے تو ارشاد فرمایا کہ:

''نبی کریم ﷺ نے اس امارت کے معاملے میں ہم سے کوئی عہد نہیں کیا تھا، ہم نے تو رائے سے ابوبکر کو خلیفہ بنایا۔ انہوں نے معاملات کو درست کیا اور خود بھی درست رہے اور وفات فرما گئے پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی رائے سے عمر کو خلیفہ بنایا۔ انہوں نے معاملات کو درست فرمایا اور خود بھی درست رہے اور دین بھی ثابت و قائم رہا پھر دنیا کے طلب گار لوگ آئے ان کے معاملات میں اللہ تعالیٰ فیصلہ فرمائے گا''۔

(عقیدہ اہل السنۃ والجماعۃ فی الصحابۃ، المبحث الخامس ذکر بعض شبہ الشیعۃ، جز: ۲، ص: ۶۲۰)

حاکم نے صحیح روایت میں بیان کیا ہے کہ:

''حضرت علی رضی اللہ عنہ سے عرض کیا گیا کہ کیا ہم پر آپ کسی کو خلیفہ مقرر نہیں کریں گے؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا' اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خلیفہ مقرر کیا ہے تو میں بھی خلیفہ مقرر کر دیتا ہوں مگر اللہ تعالیٰ کی منشاء لوگوں کی خیر میں ہوئی تو وہ میرے بعد لوگوں کو بہتر آدمی پر متفق فرماوے گا''۔

(الصواعق المحرقۃ عربی' ص:۲۷' مطبوعہ کتب خانہ مجیدیہ' ملتان)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ابن سعد نے روایت کیا ہے کہ:

''جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے ظاہری پردہ فرما گئے تو ہم نے اپنے معاملہ میں تفکر کیا تھا تو دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر کو نماز میں مقدم کیا تھا تو ہم اپنی دنیا کے لیے اس چیز پر رضامند ہوئے جس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے دین کے لیے راضی ہوئے تھے تو ہم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو مقدم کر دیا''۔ (السنۃ للخلال: ذکر مقام المحمود' جز:۱' ص:۲۷۴)

بخاری نے اپنی تاریخ میں ابن جمہان سے اور اس نے سفینہ سے روایت کیا ہے کہ:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر' عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم سے ارشاد فرمایا' یہ میرے بعد خلفاء ہوں گے''۔

(مجموع مؤلفات عقائد الرافضۃ والرد علیہا' مع الشیعۃ الاثنی عشریۃ فی الاصول' جز:۶' ۷' ص:۲۳۷)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ:

''اس کے مطابق حدیثِ مبارکہ نہ ملی اس لیے حضرت عمر' حضرت عثمان وعلی رضی اللہ عنہم کا فرمانا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی خلیفہ کو مقرر نہیں کیا اس سے پہلے بیان کر دیا کہ حدیثِ مبارکہ ھؤلاء الخلفاء بعدی صحیح ہے اور خلیفہ مقرر کرنے اور خلیفہ مقرر نہ کرنے میں کوئی منافات نہیں اس لیے کہ جہاں یہ بات فرمائی گئی کہ خلیفہ مقرر نہیں کیا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ رحلت دنیا سے جاتے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو خلیفہ ہونے کے معاملے میں معین نہیں فرمایا اور جس مقام پر یہ بیان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خلیفہ مقرر کیا ہے یا اس سے پہلے اشارۃً ذکر کیا ہے تو بلاشک وشبہ قرب رحلت سے پہلے نص کا احتمال موجود ہے اگرچہ موت کے وقت اس کے خلاف احتمال بھی پایا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جمہور نے جن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ' حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما شامل ہیں' انہوں نے استخلاف کی نفی کی ہے اور متاخرین اصولیوں میں سے بعض محققین کا قول بھی اس کے مؤید ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو منصوص نہیں کیا اور نہ ہی کسی کی خلافت کے بارے میں فرمایا ہے ہاں بخاری میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی ایک روایت سے اخذ کیا جاتا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت منصوص ہے' ہجرتِ حبشہ کے معاملے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس میں آیا ہے کہ آپ نے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہا ہوں اور آپ کی بیعت کی ہے اور اللہ تعالیٰ کی قسم! میں نے آپ کی وفات تک نہ آپ کی نافرمانی کی ہے اور نہ ہی آپ سے دھوکہ کیا ہے پھر

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا اور اللہ تعالیٰ کی قسم! میں نے ان کی بھی نافرمانی نہیں کی اور نہ ان سے دھوکہ کیا ہے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو اللہ تعالیٰ کی قسم! میں نے ان کی بھی نافرمانی نہیں کی اور نہ ان سے کبھی دھوکہ کیا ہے"۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اس قول پر توجہ کریں کہ:

''پھر اللہ عزوجل نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا پھر عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے''۔

آپ کو اس سے معلوم ہوگا کہ یہ قول اس بات پر دال ہے جس کا میں نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت نص سے ثابت ہے اور جب اس کو گزشتہ بات سے جس میں خلافت کے غیر منصوص ہونے کا ذکر فرمایا ہے ملا کر تفکر کیا جائے تو دونوں باتوں میں توافق کی صورت وہی ہے جس کا ہم نے گزشتہ ذکر کر دیا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اعلامِ الٰہی عزوجل سے علم ہو گیا تھا کہ خلافت کس شخص کو ملے گی اس کے ہوتے ہوئے بھی آپ کو کسی معین شخص کے معاملے میں وفات کے وقت تک اُمت کو بتانے کا حکم نہیں دیا۔ ہاں ظاہراً آپ نے اس طرح کی باتیں کیں جن سے یہ امر واضح ہوتا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے بتا دیا ہے کہ خلافت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ہی ملے گی اور جس طرح کہ پہلے ذکر کر دیا ہے کہ آپ نے اس معاملے میں خبر بھی دے دی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے خبر عطا فرما دی تو یہ دو حال سے خالی نہیں یا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو واقعی حاصل ہوگا جو حقیقت میں حق کے موافق ہوگا یا امر واقعہ اس کے خلاف ہوگا۔ بہر حال اُمت کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سوا کسی کی بیعت کرنا واجب ہوتی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ضرور اس واجب کی تبلیغ میں پوری کوشش فرماتے اور نص جلی میں اس کو ذکر فرماتے اور وہ بات لوگوں میں مشہور بھی ہو جاتی حتیٰ کہ اُمت کو معلوم ہو جاتا کہ ان کو کیا کرنا ہے اور جب بکثرت اس بات کی موجودگی کے آپ نے ایسا نہیں فرمایا تو معلوم ہوا کہ اس پر کوئی نص موجود نہیں اور یہ وہم کہ آپ نے اس علم کی تبلیغ اس لیے نہیں کی کہ لوگ آپ کے حکم کو نہیں مانیں گے یہ ایک بے فائدہ اور جھوٹی بات ہے اس لیے کہ یہ بات تبلیغ کے واجب ہونے کو ساقط نہیں کرتی کیا آپ جانتے نہیں کہ آپ نے ان تمام باتوں کی جن کے لوگ مکلف ہیں، تبلیغ کی ہے حالانکہ آپ کو یہ علم بھی تھا کہ لوگ حکم کو نہیں مانتے۔ لوگوں کے بارے یہ علم کہ وہ حکم کو نہ مانیں گے اس سے حکم کی تبلیغ ساقط نہیں ہو جاتی۔ نیز اس سے یہ احتمال پیدا ہو جاتا ہے کہ اس نے امامت کے معاملے میں ایک دو آدمیوں کو خفیہ طور پر بتا دیا ہے اور ایسی بات کی نقل بھی فائدہ مند نہیں اس لیے کہ جس اہم امر سے دین و دنیا کے مصالح وابستہ ہوں اسے تو بار بار کی تبلیغ اور کثرتِ مبلغین کے باعث مشہور ہو جانا چاہیے تاکہ فتنہ پیدا نہ ہو اور یہ احتمال کہ آپ کا اس بات کو پہنچانا ایک مشہور بات ہے مگر آپ سے یہ بات منقول نہیں یا منقول تو ہے مگر آپ کے دَور کے بعد مشہور نہیں ہوئی۔ ایک جھوٹی بات ہے اس لیے کہ اگر یہ مشہور ہوتی تو فرائض اور دیگر مہمات دین کی طرح منقول ہوتی۔ شہرت کا ہونا نص کے وجود کو لازم ہے اور جہاں پر شہرت نہیں وہاں مذکورہ معنوں میں نص بھی موجود نہیں نہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے اور نہ کسی اور کے لیے پس اس سے شیعہ اور دوسرے لوگوں کی منقولات کا کاذب ہونا لازم آیا۔ انہوں نے تو اس طرح کی خبروں

سے اپنے اوراق ہی سیاہ کیے ہیں جن میں انہوں نے لکھا ہے کہ تو میرے بعد خلیفہ ہے اور یہ خبر کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو امیر المومنین کہہ کر سلام کہو اور اس قسم کی دوسری روایات جو آگے آئیں گی ان احادیثِ مبارکہ کا مشہور ہونا تو دُور کی بات ان کی منقولات کا کوئی وجود ہی نہیں پایا جاتا اور جو کچھ انہوں نے منقول کیا ہے وہ احاد مطعون کے درجہ کو بھی نہیں پہنچتا اس لیے اس کا علم ان ائمہ حدیث کو بھی نہیں پہنچا جنہوں نے احادیث کی چھان بین میں عمریں گزار دیں جب کہ ان کو بے شمار احادیث مل گئی ہیں جن کو انہوں نے ضعیف قرار دیا ہے اور یہ بات عادۃً کیسے جائز ہو سکتی ہے کہ یہ لوگ ان احاد کی صحت کے علم میں منفرد ہوں حالانکہ نہ انہوں نے کبھی کوئی روایت کی ہے اور نہ کسی محدث کے صحبت یافتہ ہیں اور ان احاد سے وہ ماہرینِ حدیث بھی ناواقف ہیں جنہوں نے اپنی عمریں دُور دراز کے سفروں میں کھپا دی ہیں اور اپنی تمام کوششوں کو تلاشِ حدیث میں لگا دیا ہے اور جس شخص کے بارے میں ان کو معلوم ہوا کہ اس کے پاس حدیث کا کوئی ٹکڑا موجود ہے اس کے پاس پہنچنے کے لیے بھی انہوں نے کوششیں کی ہیں لہٰذا عادت قطعیہ یہ فیصلہ دیتی ہے کہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے معاملے میں جو نصوص بنائی ہوئی ہیں، وہ ان میں جھوٹے اور نقال ہیں اور یہ کہ ان کے پاس صحیح احاد موجود ہیں، یہ بات بھی غلط ہے اس لیے کہ نہ ان سے کوئی روایت آئی ہے اور نہ وہ کسی محدث کی صحبت میں رہے ہیں جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے ہاں احاد میں یہ خبر موجود ہے کہ:

''آپ مجھ سے اس مقام پر ہیں جس پر ہارون موسیٰ سے تھے''۔

اور یہ خبر بھی آئی ہے:

''جس کا میں مولا ہوں علی بھی اس کو مولا ہے''۔

جلد ہی ان دونوں کا تفصیلی جواب آئے گا، ان میں سے کوئی ایک حدیث بھی نص کے طور پر یا اشارہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت پر دال نہیں اگر ہوتی تو تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان کا خطا کار ہونا لازم آتا اس لیے کہ ان کا اجماع ضلالت پر نہیں ہو سکتا۔ پس ان جاہل بدعتیوں کے خلاف ان کا اجماع اس بات پر قطعی دلیل ہے کہ دونوں احادیث سے جو وہم انہیں پیدا ہوا ہے وہ ان سے مراد نہیں اور اگر فرضی طور پر اس کو مان بھی لیں جس کا اظہار ان لوگوں نے کیا ہے تو یہ دونوں احادیثِ مبارکہ اس مفہوم کا احتمال نہیں رکھتیں، جیسا کہ آئندہ ذکر کیا جائے گا۔ پس ظاہر ہوا کہ جن احاد سے انہوں نے اپنے ورق سیاہ کیے ہیں وہ ان کے خیال پر دلالت ہی نہیں کرتیں اور یہ احتمال بھی باطل ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ یا کسی مہاجر اور انصاری کو ایک نص کا علم تھا اگر کوئی اس طرح کی نص موجود ہوتی تو سقیفہ کے دن جب خلافت کے معاملے میں بات ہوئی تو اس کو ضرور پیش کیا جاتا یا اس کے بعد ذکر کیا جاتا اس لیے کہ اس کا بیان کرنا واجب تھا اور یہ کہنا کہ اسے تقیہ کی وجہ سے بیان نہیں کیا گیا ایک جھوٹی بات ہے اس لیے جو شخص ان کا احوال کا تھوڑا سا علم بھی رکھتا ہے وہ یہ وہم بھی نہیں کر سکتا کہ محض اس نص کے ذکر کر دینے سے جب کہ وہاں امامت کے متعلق جھگڑا ہو رہا تھا کوئی خوف ہو سکتا ہے حالانکہ وہاں ان لوگوں نے بھی بغیر کسی دلیل کے جھگڑے میں حصہ لیا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے طاقت وری اور شان وشوکت میں نہایت ہی کم تر تھے، ان کو قتل کر دینا تو دُور کی بات کسی کو زبان سے بھی اذیت نہیں

دی گئی۔ پس اس سے منحوس تقیہ کا بطلان ظاہر ہو گیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ واقعۂ حباب سے بھی واقف تھے اس کے باوجود اس کے پاس اپنے دعویٰ کی کوئی دلیل نہ تھی پھر بھی کسی نے اس کو قول و فعل سے ایذاء نہ پہنچائی حالانکہ وہ خود اور اس کی قوم حضرت علی رضی اللہ عنہ اور آپ کی قوم کی نسبت کمزور تھے اور یہ بات ویسے بھی بطور عادت ہے کہ وہ لوگوں کے سامنے اس نص کا ذکر کرتے اور لوگ آپ کی طرف رجوع نہ کرتے جب کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نہایت درجہ مطیع اور اس کی حدود کا علم حاصل ہونے پر سب سے زیادہ عمل کرنے والے اور گزشتہ عصمت کی وجہ سے نفس کی پیروی سے بہت دُور تھے اور پھر بموجب حدیث صحیح خیر القرونی قرنی کی رو سے بہترین لوگ تھے۔

ان میں عشرہ مبشرہ بھی تھے جن میں اس اُمت کے امین ابو عبیدہ بھی شامل تھے جس طرح کہ متعدد صحیح طرق سے ثابت ہے۔ پس ان کے متعلق یہ وہم بھی نہیں کیا جا سکتا کہ وہ ان جلیل القدر اوصاف کے ساتھ اس لیے کسی بات پر عمل کرنا چھوڑ دیتے تھے کہ وہ ایک بلا دلیل روایت کو قبول کر چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی پناہ اس سے کہ ان کے معاملے میں شرعاً یا عادۃً اس بات کو جائز قرار دیا جائے اس لیے کہ یہ دین میں خیانت ہے اگر اس طرح نہ سمجھا جائے تو قرآن اور احکام کے معاملے میں جو کچھ ان سے نقل کیا گیا ہے اس سے ایمان چلا جائے گا اور دینی امور کا کچھ بھی اعتبار نہیں رہے گا حالانکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تمام اصول و فروع انہی سے لیے ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نسبت یہ کہنا کہ انہوں نے کچھ چیزیں چھپائی ہوئی ہیں یہ آپ کی انتہائی درجہ کا نقص پیدا کرنا ہے۔ وہ بڑے بہادر تھے' اسی وہم کی وجہ سے بعض ملحدین نے ان کی تکفیر کی ہے جیسا کہ آگے بیان ہوگا اس تمام بیان سے ثابت ہو گیا کہ نہ صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امامت پر کوئی نص موجود نہیں بلکہ اشارہ تک بھی نہیں پایا جاتا مگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے معاملے میں آپ نصوص ملاحظہ کر چکے ہیں۔

اگر یہ فرض کر بھی لیا جائے کہ آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت پر کوئی نص بھی موجود نہیں تو صحابہ کا اجماع نص سے بے پروا کر دیتا ہے اس لیے کہ وہ نص سے طاقتور ہے اور اس کا مدلول قطعی ہے اور خبر واحد کا مدلول ظنی ہوتا ہے اور حضرت علی' حضرت عباس' حضرت زبیر اور حضرت مقداد رضی اللہ عنہم جو بیعت کے وقت پیچھے رہے' اس کا مکمل جواب پیچھے ہو چکا ہے اور یہ کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف پیغام بھیجا اور وہ آئے تو آپ نے صحابہ کرام علیہم الرضوان سے فرمایا یہ علی رضی اللہ عنہ ہیں' ان کی گردن میں میری بیعت کا قلادہ نہیں ہے اور یہ اپنے بارے میں اختیار رکھتے ہیں اور تم لوگ بھی اپنی بیعت کے معاملے میں خود مختار ہو اگر تمہیں میرے علاوہ کوئی شخص نظر آئے تو میں اوّل اس کی بیعت کروں گا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا:

''ہم بیعت کے لیے آپ کے علاوہ کسی کو اہل نہیں جانتے پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اور جو لوگ بیعت سے پیچھے رہ گئے تھے' حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی''۔

پانچویں فصل

شیعہ اور رافضہ کے شبہات کا ذکر اور واضح دلائل سے ان کے باطل ہونے کا بیان

اوّل شبہ

لوگوں نے گمان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو عملی طور پر کوئی ایسا کام ذمہ نہ لگایا جس میں شرعی اور سیاسی قوانین کا قیام ہو سکے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ان کاموں کو بطورِ احسن نہیں کر سکتے تھے اور جب آپ نہیں کر سکتے تھے تو آپ کی امامت بھی درست نہ ہوئی اس لیے کہ امام کی ایک شرط شجاع ہونا بھی ہے۔

جواب

اس کا یہ جواب ہے کہ مسلم بن اکوع سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ:

''میں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ سات غزوات میں شمولیت اختیار کی اور نو غزوات میں ان دستوں میں شامل ہوا جن کو آپ ﷺ بھیجا کرتے تھے' ان میں کبھی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہمارے امیر ہوتے اور کبھی اسامہ رضی اللہ عنہ ہمارے امیر ہوتے۔ ۹ ہجری کو آپ ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کو حج کا امیر بھی مقرر فرمایا''۔

(صحیح البخاری: بعث النبی ﷺ' جز: ۱۲' ص: ۱۶۵)

پس ایسا تصور کہ وہ ان کاموں کو اچھی طرح بجا نہ لا سکتے تھے' باطل ہوا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ خود اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ آپ تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان سے شجاع تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بزار نے اپنی مسند میں بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ:

''یہ بیان کرو کہ تمام لوگوں میں سے کون بہادر ہے؟ لوگوں نے کہا' آپ سب سے بہادر ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا' میں نے تو جس سے مقابلہ کیا میں تو اس سے نصف ہی رہا ہوں لیکن میں یہ سوال کر رہا ہوں کہ لوگوں میں سے بہادر شخص کون ہے؟ لوگوں نے کہا' ہمیں تو اس کا علم ہی نہیں کہ کون سا شخص بہادر ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا' حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سب سے بہادر ہیں۔ اس بات کا ثبوت یہ ہے کہ جب معرکہ بدر ہوا تو ہم نے رسول اللہ ﷺ کے لیے ایک جھونپڑ تیار کیا اس لیے کہ کوئی کافر آپ ﷺ پر حملہ نہ کر سکے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! ہم میں سے تو کوئی قریب بھی نہ گیا مگر ابو بکر رضی اللہ عنہ تلوار لہراتے ہوئے نبی کریم ﷺ کے پاس کھڑے رہے جو بھی کوئی حملہ کے

لیے آتا آپ اس پر ٹوٹ پڑتے اسی وجہ سے آپ تمام لوگوں سے شجاع تھے"۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

"میں نے ملاحظہ کیا کہ قریش نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پکڑا ہوا ہے' کوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھینچتا ہے اور کوئی دھکے دیتا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے ہیں کہ آپ نے تو سب خداؤں کو ایک خدا بنا دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! ہم میں سے کوئی قریب بھی نہ گیا لیکن سیّدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ ایک کو مارتے ہیں اور ایک کو کھینچتے ہیں' کسی کو دھکا دیتے ہیں اور فرماتے ہیں تمہارا بُرا ہو تم تو اس شخص کو قتل کرنا چاہتے ہو جو کہتا ہے کہ میرا ربّ اللہ عزوجل ہے پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے اوپر کی چادر اُٹھائی اور اس قدر روئے کہ آپ رضی اللہ عنہ کی داڑھی مبارک تر ہو گئی پھر ارشاد فرمایا کہ' آلِ فرعون کا مومن اچھا ہے یا ابوبکر رضی اللہ عنہ تو لوگوں نے اس پر سکوت کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا' لوگو! تم لوگ مجھے جواب کیوں نہیں دے رہے؟ اللہ تعالیٰ کی قسم! حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی زندگی کی ایک ساعت آلِ فرعون کے اس مومن سے بہتر ہے اس لیے کہ وہ اپنے ایمان کو چھپاتا تھا اور سیّدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ اپنے ایمان کا اعلان فرماتے ہیں"۔

(الصواعق المحرقہ' ص:۴۰)

عروہ بن زبیر سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے کہ میں نے عبداللہ بن عمرو بن العاص سے پوچھا کہ:

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کفار میں سے سب سے زیادہ سختی سے کون پیش آتا تھا؟ انہوں نے جواب دیا کہ' میں نے دیکھا ہے کہ عقبہ بن ابی معیط آیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا فرما رہے تھے تو اس نے اپنی چادر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گلے میں ڈال کر سختی سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گلا کو کسا تو سیّدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے آ کر اس کو ہٹایا اور فرمایا کہ کیا تم ایسے آدمی کو قتل کرنا چاہتے ہو جو یہ کہتا ہے میرا ربّ اللہ تعالیٰ ہے اور وہ تمہارے پاس اپنے ربّ عزوجل سے دلائل لے کر تشریف لایا ہے"۔

(صحیح البخاری: باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم' جز:۳' ص:۱۳۴۵)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ابن عساکر نے روایت کیا ہے کہ:

"جب سیّدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے اسلام کو ظاہر فرمایا اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کی دعوت دی"۔ (الصواعق المحرقہ عربی' ص:۴۰' مطبوعہ کتب خانہ مجیدیہ' ملتان)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ:

"بدر کے دن فرشتوں نے ایک دوسرے سے مل کر کہا کیا تم نہیں دیکھتے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ چھپر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے"۔

(الصواعق المحرقہ عربی' ص:۴۰' مطبوعہ کتب خانہ مجیدیہ' ملتان)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے احمد' ابویعلیٰ اور حاکم نے بیان کیا ہے کہ:

''بدر کے دن نبی کریم ﷺ نے مجھے اور سیّدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایا' تم میں ایک کے ساتھ سیّدنا جبرائیل ہیں اور دوسرے کے ساتھ حضرت میکائیل علیہ السلام ہیں''۔ (الصواعق المحرقہ عربی' ص:۴۰' مطبوعہ کتب خانہ مجیدیہ' ملتان)

بعض نے کہا ہے کہ:

''نبی کریم ﷺ نے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کو فرما دیا تھا کہ ابن ملجم کے ہاتھوں آپ شہید ہوں گے''۔

اس سے معلوم ہوا کہ سیّدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بہادر تھے' اس لیے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ابن ملجم سے ملتے تو فرماتے کہ تو میرے سر کے خون سے میری داڑھی کو کس وقت رنگے گا؟''

اور آپ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ:

''یہ میرا قاتل ہے جس طرح کہ آپ کے حالات کے آخر میں ذکر کیا جائے گا۔ جب جنگ میں کسی اور سے لڑتے تو آپ کو اس بات کا پتہ ہوتا تھا کہ یہ شخص مجھے قتل نہیں کر سکتا تو آپ اس سے اس طرح پیش آتے گویا کہ آپ رضی اللہ عنہ بستر پر آرام فرما ہوں اور سیّدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کو اپنے قتل کا کوئی علم ہی نہیں تھا کیونکہ جب آپ رضی اللہ عنہ جنگ میں جاتے تو آپ کو معلوم نہ ہوتا کہ میں شہید ہو جاؤں گا یا غازی بن جاؤں گا لہٰذا جو بندہ اس حال میں جنگ میں شامل ہوا کہ اس کو اپنے مرنے یا زندہ رہنے کا علم ہی نہیں کہ اس کو ایسے آدمی پر قیاس نہیں کیا جا سکتا جو بستر پر آرام فرما ہو اس لیے آپ کو تو حملہ کرنے بھاگ دوڑ کرنے اور خوف و تکلیف کی مصیبتیں برداشت کرنی پڑتی ہیں۔ مرتدین کے ساتھ معرکہ آرائی میں بھی آپ رضی اللہ عنہ کی شجاعت مشہور ہو چکی ہے''۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اسماعیلی نے روایت کیا ہے کہ جب نبی کریم ﷺ اس دنیا سے ظاہری پردہ فرما گئے تو عربوں میں سے چند لوگ مرتد ہو گئے اور کہا:

''اے رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ! لوگوں سے نرمی اور محبت سے پیش آئیں اس لیے کہ یہ لوگ جانوروں کی طرح ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا' مجھے تو آپ رضی اللہ عنہ سے مدد کی حاجت تھی مگر آپ تو جواب دیئے جا رہے ہیں۔ جاہلیت میں آپ بھی سخت تھے اور اسلام میں آ کر کمزور ہو گئے ہیں۔ کیا آپ پسند کرتے ہیں کہ میں ان کو شعروں اور جادوگری سے بہلاؤں اس طرح کبھی نہیں ہو سکتا۔ نبی کریم ﷺ رحلت فرما گئے ہیں اور وحی کا سلسلہ ختم ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم اگر انہوں نے مجھے وہ رسی دینے سے انکار کیا جس کو دودھ دوہتے وقت جانور کی ٹانگوں کو باندھتے ہیں تو جب تک میرے ہاتھ میں تلوار ہے میں ان سے جہاد کرتا رہوں گا''۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ:

''میں نے اس معاملے میں خود سے زیادہ تیز اور کام کرنے والا پایا اور آپ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو بہت سے کاموں میں ایسا تادیب والا بنا دیا تھا کہ جب میں خلیفہ ہوا تو مجھے ان کے معاملات طے کرنے میں آسانی ہو گئی تھی'' لہٰذا آپ کو اس کی شجاعت کا

علم ہو گیا اسی طرح نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام علیہم الرضوان بھی آپ رضی اللہ عنہ کی شجاعت کی عظمت اور ثابت قدمی کو بخوبی جانتے تھے اسی لیے انہوں نے امامت عظمیٰ کے لیے اپنے آپ کو مقدم کرنا ضروری سمجھا اس لیے کہ یہ دونوں وصف امامت کے لیے بڑے اہم ہیں خصوص بالخصوص اس وقت جب کہ مرتدین اور دوسرے لوگوں سے جنگ کرنے کی اشد حاجت تھی اور ان دو اوصاف میں سے آپ رضی اللہ عنہ کے متصف ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ جب عروہ بن مسعود ثقفی نے آ کر نبی کریم ﷺ سے کہا کہ یہ لوگ آپ ﷺ کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے تو سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا جاؤ اور لات کی شرمگاہیں چوسو۔ کیا ہم آپ سے بھاگ جائیں گے یا آپ ﷺ کو اکیلا چھوڑ دیں گے یعنی آپ نے اس معاملہ کو بعید تصور کیا۔

علمائے کرام نے کہا:

"سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عروہ کو برا کہنے میں مبالغہ سے کام لیا ہے اسی لیے کہ آپ رضی اللہ عنہ لات بت کو معبود قرار دے کر عروہ کو اس کی اُمت قرار دیا ہے اور اس نے جو آپ کی نسبت فرار ہونے کی بات کی ہے تو آپ نے اس کے مقابل ایسی بات کہی جو اس کو تعیش میں آنے والا کر دے ختنہ کے بعد عورت کی فرج کے ساتھ جو حصہ باقی رہ جاتا ہے اسے بظر کہتے ہیں عرب اس کو بطور ذم استعمال کرتے ہیں۔ اس بات کو خوب جان لیں کہ آپ نے ان بُرے الفاظ کے ساتھ جن سے زیادہ بُرے الفاظ عربوں کے نزدیک کوئی نہیں اس طاقت ور اور زبردست کافر کے ساتھ کلام کیا ہے اور اس کی قوت و شوکت سے بالکل خوف زدہ نہ ہوئے حالانکہ کفار نے اس سال نبی کریم ﷺ کو مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے روک دیا تھا اور اس بات پر صلح ہوئی تھی کہ آپ آئندہ سال آئیں لیکن سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے علاوہ تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سے کسی کو جرأت نہ ہوئی کہ عروہ کو اس وقت کوئی بات کہے جب اس نے کہا کہ یہ سب لوگ آپ (ﷺ) سے بھاگ جائیں گے صرف سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس کو جواب دیا"۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ آپ رضی اللہ عنہ تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان سے بہادر اور دلیر تھے جس طرح کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پہلے ذکر کیا جا چکا ہے۔ نیز آپ کا زکوٰۃ کو روکنے والوں سے اکیلے لڑنا اور اس پر دم قدم ہو جانا بھی آپ رضی اللہ عنہ کی عظیم شجاعت ہے۔ جس طرح کہ فصل سوم میں مضبوطاً اور اختصاراً ابھی بیان ہوا ہے اسی طرح آپ کا لعین مسیلمہ کذاب اور اس کی قوم بنو حنیفہ سے جنگ کرنا بھی آپ رضی اللہ عنہ کی شجاعت کی دلیل ہے حالانکہ ان کے معاملے میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ وہ بڑے جنگ جو اور سخت لوگ ہیں۔ مفسرین کی ایک جماعت نے جن میں زُہری اور کلبی بھی شامل ہیں لکھتے ہیں کہ:

"یہ آیت ان لوگوں کے حق میں نازل ہوئی ہے اسی طرح آپ رضی اللہ عنہ کا بڑے خوفزدہ مصائب کے سامنے جو بڑے بڑے داناؤں کے پانی کی گہرائی معلوم کر لیتے ہیں سینہ تان کر کھڑے ہو جانا بھی آپ رضی اللہ عنہ کی ثابت قدمی کا ثبوت ہے مثلاً جب نبی کریم ﷺ کی رحلت کے وقت لوگ حیران اور پریشان ہو گئے یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے لوگ ڈگمگا گئے اور کہا کہ نبی کریم ﷺ کا وصال نہیں ہوا اور جس نے اس طرح کا خیال کیا میں

اس کی گردن اڑا دوں گا اس وقت بھی آپ رضی اللہ عنہ ثابت قدم رہے جب آپ رضی اللہ عنہ مدینہ کے بالائی علاقہ سے جہاں آپ رہائش پذیر تھے تشریف لائے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک سے کپڑا اُٹھا کر دیکھا تو آپ رضی اللہ عنہ نے معلوم کرلیا کہ آپ کا وصال ہو چکا ہے تو آپ رضی اللہ عنہ نے جھک کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بوسہ دیا اور روئے پھر لوگوں کی طرف گئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے خاموش ہونے کا فرمایا لیکن انہوں نے اپنی پریشانی کی وجہ سے اس بات کو قبول نہ کیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو چھوڑ کر دوسرے لوگوں سے کلام کرنا شروع کر دیا۔ لوگ آپ رضی اللہ عنہ کی شان اور مقدم ہونے کی وجہ سے آپ کے پاس چلے آئے تو آپ نے ان سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا جو تم میں سے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا وہ ذہن نشین کرلے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم وصال فرما چکے ہیں اور جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا وہ سن لے کہ اللہ تعالیٰ زندہ ہے اور اس پر موت نہیں آتی اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

''ترجمہ: محمد صرف اللہ کے رسول ہیں اور آپ سے پہلے بھی رسول گزر چکے ہیں کیا اگر آپ فوت یا قتل ہو جائیں تو تم لوگ ایڑھیوں کے بل پھر جاؤ گے؟'' (آل عمران:۱۴۴)

بخاری وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ:

''اس وقت لوگوں نے آپ کی وفا کی تصدیق کی اور وہ اس آیت کو بار بار پڑھتے گویا اس بڑے واقعہ سے پہلے انہوں نے اس آیت کو نہیں سنا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ سب صحابہ کرام علیہم الرضوان سے صاحب الرائے اور عقل مند تھے''۔ (الصواعق المحرقہ عربی ص:۳۲ مطبوعہ کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

ابن عساکر نے روایت کیا ہے کہ:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور فرمایا کہ اللہ عزوجل نے آپ کو ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مشورہ کرنے کا حکم دیا ہے''۔ (الصواعق المحرقہ عربی ص:۳۲ مطبوعہ کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

طبرانی اور ابونعیم وغیرہ میں ہے کہ:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف بھیجنے کا ارادہ فرمایا تو صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سے بعض لوگوں کے ساتھ مشورہ کیا جن میں سیّدنا صدیق اکبر، عثمان، علی، زبیر اور حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہم شامل تھے۔ ہر شخص نے اپنی اپنی رائے کو ظاہر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، معاذ تم کیا رائے دیتے ہو؟ آپ نے جواب دیا میری رائے تو وہی ہے جو سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اللہ عزوجل کو پسند نہیں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ خطا کرے''۔

(معجم الکبیر: معاذ بن جبل الانصاری عقبی بدری یکنی جز:۲۰ ص:۶۷)

طبرانی نے ثقہ اشخاص کی سند سے روایت کیا ہے کہ:

''اللہ عزوجل پسند نہیں فرماتا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ خطا کرے اس قول کی دلیل ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان سے صائب الرائے اور عقل مند تھے بلکہ بلاشبہ آپ رضی اللہ عنہ تمام سے زیادہ عالم بھی تھے۔ لہٰذا ان دلائل سے آپ رضی اللہ عنہ کی شجاعت، ثبات، علم وعقل اور رائے کے کمال کا اثبات ہوا اس کے علاوہ علماء نے یہ بھی فرمایا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ اسلام قبول کرنے کے دوران سے لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری پردہ فرمانے تک سفر وحضر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں رہے۔ علاوہ اس کے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حج یا کسی غزوہ کے موقع پر آپ رضی اللہ عنہ کو باہر جانے کی اجازت عطا فرمائی ہو۔ آپ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام جنگوں میں حاضر رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی اور اپنی آل وعیال کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی وجہ سے چھوڑ دیا۔ متعدد مقام پر آپ رضی اللہ عنہ کی نصرت کی اور جنگوں میں نہایت شاندار کارنامے سرانجام دیئے اور بدر وحنین میں جب لوگ فرار ہو گئے تو آپ رضی اللہ عنہ ثابت قدم رہے لہٰذا ان سب باتوں کے ہوتے ہوئے آپ رضی اللہ عنہ کی طرف یہ بات کس طرح منسوب کی جا سکتی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ بہادر نہ تھے یا ثابت قدم نہ تھے بلکہ بہادری اور ثابت قدمی میں آپ رضی اللہ عنہ انتہائی مقام پر فائز تھے اور آپ رضی اللہ عنہ نے اس طرح کے نہایت تعریفی کارنامے سرانجام دیئے جن کا آج تک شمار نہیں کیا جا سکتا۔ پس اللہ تعالیٰ آپ رضی اللہ عنہ سے راضی ہو گیا اور اسی نے آپ رضی اللہ عنہ کو عزت عطا فرمائی''۔

ثانی شبہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ مکرمہ میں آپ رضی اللہ عنہ کو لوگوں سے برأت کے اعلان کے لیے قائم فرمایا تو پھر آپ رضی اللہ عنہ کو معزول کر کے پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قائم فرمایا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ اس کے اہل نہ تھے؟

جواب

اس گمان کے باطل ہونے میں اس بات کو یاد رکھیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تو برأت کے اعلان میں آپ رضی اللہ عنہ کی اطاعت کی ہے اس لیے کہ عربوں میں عہد کرنے اور اس کو چھوڑنے کے متعلق یہ رسم ہے کہ وہ ایک آدمی یا اپنے چچا کے بیٹوں میں سے کسی کو قائم کرتے ہیں کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ نے سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو حج کی امارت سے معزول نہیں کیا بلکہ امارت پر قائم فرمایا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دوسری قرأت کے لیے مقرر فرمایا اس بات کو یاد رکھیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس اعلان کو کرنے میں واحد نہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے امام بخاری نے روایت کیا ہے کہ:

''سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس حج کے موقع پر مجھ کو بھی اعلان کرنے والوں میں بھیجا۔ وہ یوم النحر کو منیٰ میں اعلان کرتے تھے کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک نہ تو حج کر سکے گا اور نہ ہی بیت اللہ کا ننگے ہو کر طواف کر سکے گا''۔

(صحیح البخاری: باب ما یستر من العورۃ، جز: ۲، ص ۱۰۹)

حمید بن عبدالرحمٰن نے بیان کیا ہے کہ:

''اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور برأت کا اعلان کرنے کا حکم دیا''۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ:

''حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یوم النحر کو منیٰ میں لوگوں کے سامنے ہمارے ساتھ برأت کا اعلان کیا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کر سکے گا اور نہ ہی بیت اللہ کا ننگے طواف کر سکے گا''۔ (صحیح البخاری: باب ستر من العورۃ' جز:۲' ص۱۰۹)

اس پر توجہ فرمائیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کے ساتھ مل کر برأت کا اعلان کیا جن کو حضرت سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اعلان کرنے پر قائم فرمایا تھا اور ہمارے بیان کی وضاحت اس امر سے بھی ہوتی ہے کہ جس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ نہ آئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے اعلان کرنے والوں کو معزول نہیں کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کا معزول نہ کرنا اور ان کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا شریک نہ بنانا اس بات کی صراحتاً دال ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ عربوں کے اس رواج کو مکمل کرنے کے لیے آئے تھے جس کو ہم نے ذکر کیا ہے نہ کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو معزول کرنے کے لیے اگر اس طرح ہوتا تو اس بات کی گنجائش نہ رہتی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے اعلان کرنے والوں کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ رکھتے۔ پس اس سے ہماری بات کی وضاحت ہوگئی اور جو یہ کہہ رہے ہیں' وہ جھوٹ' جہالت اور بغض کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے۔

تیسرا شبہ

آپ رضی اللہ عنہ کو مرض الموت میں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امام قائم فرمایا تو اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ کو امامت سے معزول کر دیا؟

جواب

یہ ان کا بدترین جھوٹ ہے' اللہ عزوجل ان کو ذلیل و رسوا کرے۔ ہم نے سابقہ صفحات میں سات اس طرح کی صحیح اور متواتر احادیثِ مبارکہ دلائل کے طور پر دی ہیں جو آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت پر دال ہیں جن میں وضاحت کے ساتھ یہ بات موجود ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال تک نماز کے امام رہے۔

بخاری میں روایت موجود ہے کہ:

''سوموار کے دن جب مسلمان نماز پڑھنے میں مشغول تھے اور سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کو نماز پڑھا رہے تھے کہ اچانک ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے مبارکہ کا پردہ اُٹھا کر لوگوں کو صفیں باندھے ملاحظہ فرمایا تو تبسم فرمایا پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس گمان سے پچھلی صف میں شامل ہونے لگے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں شامل ہونا چاہتے ہیں''۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ کے اشارہ سے فرمایا:

"اپنی نماز کو مکمل کرو"۔

پھر آپ ﷺ اپنے حجرے میں داخل ہو گئے اور پردہ گرا دیا اور اسی دن چاشت کے وقت رسول اللہ ﷺ اس دنیا سے ظاہری پردہ فرما گئے۔

(صحیح البخاری: من رجع القہقری فی صلاتہ او تقدم بامر جز:۳،ص ۴۰۳)

لہٰذا ان کے افتراء اور عظیم احمقی پر توجہ کریں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نیابت میں نماز پڑھانا ایک متفق علیہ مسئلہ ہے اور اس اتفاق میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں اور جو شخص آپ رضی اللہ عنہ کے معزول کیے جانے کا دعویٰ کرے اس کے پاس جھوٹ اور بہتان کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ سے روایت ہے کہ:

"نبی کریم ﷺ نے اپنی اُمت میں سوائے سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے کسی کے پیچھے نماز نہیں پڑھی اور ایک سفر میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے پیچھے بھی ایک رکعت نماز پڑھی مگر کوئی اس طرح نہیں کہہ سکتا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پیچھے بھی کوئی نماز پڑھی ہے اور یہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے فضائل اور خصائص میں سے ہے"۔

چوتھا شبہ

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ایک ایسے آدمی کو جلا دیا جس نے کہا میں مسلمان ہوں اور چور کا ہاتھ کاٹ دیا اور دادی کی وراثت میں توقف کیا حتیٰ کہ کہا گیا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے دادی کے لیے چھٹا حصہ مقرر کیا، یہ تمام باتیں ان کی خلافت کو عیب دار کرتی ہیں۔

جواب

ان باتوں سے آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا اس لیے کہ آپ رضی اللہ عنہ صاحب اجتہاد تھے بلکہ اکابر مجتہدین میں سے تھے اور علی الاعلان سب صحابہ کرام علیہم الرضوان سے زیادہ عالم بھی تھے جس طرح کہ اس بات کے واضح دلائل ملتے ہیں۔

بخاری وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ:

"حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صلح حدیبیہ کے موقع پر اس صلح کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ ہم دین کے معاملے میں یہ ذلت کیوں تسلیم کر رہے ہیں تو آپ نے ان کو جواب دیا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر ان کو نبی اکرم ﷺ کا جواب بتائے بغیر یہی سوال کیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے اسی طرح جواب دیا جس طرح نبی کریم ﷺ نے دیا تھا"۔ (صحیح البخاری: اثم من عاہد ثم غدر، جز:۱۰، ص:۴۵۰)

ابوالقاسم بغوی اور ابوبکر شافعی نے فوائد میں اور ابن عساکر نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ:

''آپ ﷜ فرماتی ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ رحلت فرما گئے تو نفاق پھیلنے لگا عرب مرتد ہو گئے' انصار اکٹھے ہو گئے۔ میرے والد محترم پر جو مصائب آئے اگر وہ پہاڑوں پر نازل ہوتے تو انہیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیتے جس لفظ کے متعلق لوگوں نے اختلاف کیا میرے والد محترم نے اس کا تمام بوجھ اُٹھایا اور اس کا فیصلہ کیا۔ نبی کریم ﷺ کی تدفین کے بارے میں اختلاف ہوا کہ آپ ﷺ کو کس جگہ سپردِ خاک کیا جائے تو اس کے متعلق کسی کو کچھ علم نہ تھا''۔

حضرت ابو بکر ﷜ نے فرمایا کہ:

''میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ نبی جس مقام پر رحلت فرماتا ہے اسی جگہ مدفن ہوتا ہے۔ آپ ﷺ کی وراثت کے بارے میں اختلاف ہوا تو کسی کو معلوم نہ تھا سیّدنا صدیق اکبر ﷜ نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کا کوئی وارث نہیں ہوتا اور ان کا ترکہ صدقہ ہوتا ہے''۔

(المفصل فی الرد علی الشبهات اعداء الاسلام: باب السادس' جز ۱۲' ص ۴۷)

بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ:

''یہ پہلا اختلاف تھا جو صحابہ کرام علیہم الرضوان کے مابین ہوا''۔

بعض صحابہ کرام علیہم الرضوان کہتے ہیں:

''چونکہ مکہ مکرمہ آپ ﷺ کی ولادت کا مقام ہے اس لیے ہم نبی کریم ﷺ کا وہاں ہی مدفن کریں گے۔ بعض مسجدِ نبوی ﷺ میں دفن کا کہتے تھے' بعض بقیع میں' بعض مدفن انبیاء کرام علیہم السلام بیت المقدس میں دفن کرنے کو کہتے تھے حتیٰ کہ سیّدنا ابو بکر ﷜ نے ان کو وہ بات بتائی جس کا علم ان کے پاس تھا''۔

ابن زنجویہ نے کہا ہے کہ:

''وہ یہ بات ہے جس میں مہاجرین و انصار کے مابین حضرت ابو بکر ﷜ واحد ہیں اور اس معاملہ میں انہوں نے آپ ﷜ کی طرف رجوع کیا ہے اور ابھی یہ حدیثِ مبارکہ بیان ہوئی ہے کہ نبی کریم ﷺ کے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آ کر خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو سیّدنا ابو بکر ﷜ کے ساتھ مشورہ کرنے کا حکم دیا ہے اور یہ حدیثِ مبارکہ بھی کہ اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتا کہ ابو بکر ﷜ خطا کرے اس حدیث کی سند صحیح ہے اور یہ حدیثِ مبارکہ بھی کہ سیّدنا ابو بکر ﷜ لوگوں کے مابین موجود ہو تو کوئی دوسرا آدمی امامت نہ کرے اور تیسری فصل کے شروع میں یہ حدیثِ مبارکہ گزر چکی ہے کہ سیّدنا صدیق اکبر ﷜ اور حضرت عمر ﷜ نبی کریم ﷺ کے دور میں فتویٰ دیا کرتے تھے''۔

نووی نے تہذیب میں بیان کیا ہے کہ:

ہمارے اصحاب نے آپ کے اس قول سے آپ کے عظیم صاحب علم ہونے کا استدلال کیا ہے جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قسم! جس نے نماز اور زکوٰۃ میں فرق کیا میں اس سے برسرِ پیکار ہوں گا اور شیخ ابواسحاق نے اس سے یہ استدلال کیا ہے کہ آپ سب سے صحابہ کرام علیہم الرضوان سے زیادہ صاحب علم تھے' اس لیے کہ وہ سب سوائے آپ رضی اللہ عنہ کے اس مسئلہ میں فہم حکم سے عاجز آ گئے تھے پھر ان کو علم ہو گیا کہ آپ رضی اللہ عنہ کی بات ہی درست ہے تو انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کی طرف رجوع کیا۔

یہ جو حدیث میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت کے متعلق آیا ہے کہ:

''میں علم کا شہر ہوں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کا دروازہ ہیں' اس کی بناء پر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ان سے زیادہ صاحبِ علم تھے۔ عنقریب اس حدیث کے متعلق بیان ہوگا کہ یہ حدیثِ مبارکہ مطعون ہے اور صحیح یا حسن تسلیم کرنے کے باوجود بھی یہ کہنا پڑے گا کہ سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اس کا محراب تھے''۔

اور یہ روایت ہے کہ:

''جس نے علم حاصل کرنا ہو وہ دروازے کے پاس آئے اس کا بھی یہ مقتضیٰ نہیں کہ وہ زیادہ علم رکھتے تھے۔ بعض اوقات زیادہ علم نہ رکھنے والے کے پاس اس لیے بھی جانا پڑتا ہے کہ وہ وضاحت سے بات کو سمجھا دے یا اسے لوگوں کے ملنے کے لیے فراغت حاصل ہوتی ہے مگر زیادہ جاننے والا کے پاس ان باتوں کے لیے زیادہ فرصت نہیں ہوتی اس کے علاوہ یہ حدیث فردوس کی بیان کردہ اس حدیثِ مبارکہ کے خلاف ہے کہ جس میں ہے کہ:

''میں علم کا شہر ہوں اور ابوبکر رضی اللہ عنہ اس کی بنیاد ہیں' عمر رضی اللہ عنہ اس کی دیواریں ہیں' عثمان چھت ہیں اور علی رضی اللہ عنہ اس کا دروازہ ہیں''۔

اس میں بھی سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے متعلق تصریح موجود ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ علم والے تھے' دروازے کے پاس جانے کا حکم کے مطلب وہی ہے جن کو ہم بیان کر چکے ہیں اس سے زیادتی شرف ثابت نہیں ہوتی اور یہ تو سب کو لازمی طور پر معلوم ہے کہ بنیاد دیواریں اور چھت دروازے سے زیادہ اہمیت رکھتی ہیں۔

اور اس کا یہ جواب بھی فرمایا گیا ہے کہ:

''علی رضی اللہ عنہ کا لفظ علو سے ماخوذ ہے اور اس کا معنیٰ یہ ہے کہ اس کا دروازہ اونچا ہے یعنی علی پر رفع اور تنوین ہے جیسا کہ ھذا صراط المستقیم میں ہے۔ یعقوب نے اس کو اسی طرح ہی پڑھا ہے''۔

ابن سعد نے محمد بن سیرین سے روایت کیا ہے کہ:

جو بالاتفاق تعبیر الرؤیا میں سب سے مقدم ہیں۔

انہوں نے کہا کہ:

''نبی کریم ﷺ کے بعد سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ تعبیر الرؤیا کے عالم تھے''۔

(الصواعق المحرقۃ عربی، ص:۴۴، مطبوعہ کتب خانہ مجیدیہ، ملتان)

دیلمی اور ابنِ عساکر نے روایت کیا ہے کہ:

''آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! مجھے حکم دیا گیا ہے کہ آپ خواب کی تعبیر سمجھنے میں سب سے بہتر ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے زمانے بلکہ آپ ﷺ کی موجودگی میں بھی خوابوں کی تعبیر بیان فرمایا کرتے تھے''۔ (الصواعق المحرقۃ عربی، ص:۴۴، کتب خانہ مجیدیہ، ملتان)

ابن شہاب سے ابن سعد نے روایت کیا ہے کہ:

''نبی کریم ﷺ نے ایک خواب دیکھا اور اس کو سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے روبرو بیان کیا۔ آپ نے فرمایا، میں نے دیکھا کہ میں اور آپ ایک مقام کی طرف بڑھ رہے ہیں اور میں اڑھائی سیڑھیاں آپ سے سبقت کر گیا ہوں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ! آپ کو وفات دے کر اپنی رحمت اور مغفرت کے آغوش میں جگہ عطا فرمائے گا، اور میں آپ کے بعد اڑھائی سال زندہ رہوں گا اور یہ بات اسی طرح ہی ہوئی، یعنی وفات کے بعد آپ دو سال سات ماہ تک زندہ رہے''۔

حاکم نے اس کو ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ (الصواعق المحرقۃ عربی، ص:۴۴، کتب خانہ مجیدیہ، ملتان)

سعد بن منصور نے عمر بن شرجیل سے بیان کیا ہے کہ:

''انہوں نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، میں نے آپ کو کالی بکریوں میں ملاحظہ کیا، پھر میں نے ان کے پیچھے سفید بکریوں کو اس کثرت سے پایا کہ کالی بکریاں نظر ہی نہ آتی تھیں۔ اس خواب کو سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا، یارسول اللہ ﷺ! کالی بکریوں سے مراد عرب میں بہت زیادہ مسلمان ہوں گے اور سفید بکریوں سے مراد عجمی لوگ ہیں وہ اس قدر زیادہ مسلمان ہوں گے کہ عرب ان میں نظر بھی نہ آئیں گے''۔

اس پر نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

''فرشتۂ سحر نے بھی اس کی یہی تعبیر کی ہے''۔ (الرؤیا: کتاب الرؤیا، جز:۱، ص ۱۵۹)

ہماری پیش کردہ باتوں سے واضح ہوا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اکابر مجتہدین میں سے تھے بلکہ علی الاطلاق سب سے بڑے مجتہد تھے اور جب یہ ثابت ہوگیا کہ آپ رضی اللہ عنہ مجتہد تھے تو آدمی کو جلانے کے متعلق آپ رضی اللہ عنہ پر عتاب نہیں ہوسکتا اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ آدمی زندیق تھا اور اس کی قبول ہونے میں اختلاف ہے اور یہ کہنا کہ کسی کو جلانے کے متعلق نہی وارد ہوئی ہے تو ہوسکتا ہے کہ آپ تک یہ بات نہ پہنچی ہو اور یہ احتمال بھی ہوسکتا ہے کہ آپ کو معلوم ہو اور آپ رضی اللہ عنہ نے اس کی یہ تاویل کی ہو یہ نہی ان لوگوں کے لیے ہے جو زندیق نہ ہوں۔ مجتہدین کو کتنے ہی دلائل معلوم ہوتے ہیں مگر وہ ان کی تاویل کر لیتے ہیں اور کوئی جاہل ہی

ان کی باتوں سے منکر ہو سکتا ہے باقی رہی بات چور کے بائیں ہاتھ کاٹ دینے کی تو یہ احتمال ہے کہ یہ جلاد کی غلطی سے ہوا ہو اور یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ اس نے تیسری بار چوری کی ہو۔ معترضین کو کہاں سے علم ہوا ہے کہ وہ پہلی چوری تھی اور آپ نے جلاد کو بائیں ہاتھ کے کاٹنے کا حکم دیا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے جو کچھ کہا ہے بطور تنزل آیت اس کو بھی شامل ہے۔

یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ:

''آپ کے نزدیک آیت اپنے اطلاق پر باقی ہو اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی چوری پر دایاں ہاتھ کاٹا ہے تو یہ ضروری نہیں کہ ایسا ہی کیا جائے بلکہ امام کو اس کے متعلق اختیار حاصل ہے اگر اس مسئلہ پر اجماع فرض کیا جائے تو یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ یہ اجماع آپ کے بعد اس بناء پر ہوا ہو کہ اس طرح معاملات میں اجماع ہو چکا ہے۔

مگر اس میں اختلاف ہے جس طرح کہ کتب اصول میں آیا ہے اور ایک قرأت میں ایمانھما کے الفاظ آتے ہیں۔ ممکن ہے کہ آپ کو اس قرأت کا علم ہی نہ ہو۔ بہر حال کسی بھی وجہ سے آپ پر الزام نہیں۔ میرے نزدیک اول احتمال درست ہے''۔

مالک رضی اللہ عنہ نے قاسم بن محمد سے روایت کیا ہے کہ:

''ایک یمنی شخص جس کا ایک ہاتھ اور پاؤں کٹا ہوا تھا' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور شکایت کی کہ یمن کے گورنر نے اس پر ظلم کیا ہے' وہ رات کو نماز پڑھ رہا تھا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کہہ رہے تھے میرے باپ کی قسم! تیری رات کسی چور کی رات نہیں پھر انہوں نے حضرت اسماء بنت عمیس جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ تھیں' کے زیورات کو تلاش کیا اور وہ آدمی بھی ان کے ساتھ ہی چل رہا تھا اور کہہ رہا تھا اے اللہ عزوجل! جس نے اس معزز کی چوری کی ہے تو ہی اس سے معاملہ طے کر۔ پھر وہ زیورات ایک سنار کے پاس سے مل گئے۔ سنار کے خیال میں یہ زیورات وہ ہاتھ پاؤں کٹا آدمی ہی اس کے پاس لایا تھا جب اس سے پوچھا گیا تو اس نے جرم کو مان لیا۔ اس پر گواہی مل گئی تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس کا بایاں ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا''۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ کی قسم! میرے نزدیک اس کا اپنے خلاف بددعا کرنا اس کے چوری کرنے سے بھی زیادہ سخت بات ہے۔ لہٰذا معاملے کا حق ہونا عیاں ہوا' اور دشمنوں کا شبہ باطل ہو گیا''۔

اب معاملہ دادی کی میراث کے متعلق باوجود جاننے کے آپ کا توقف کرنا تو سیاق حدیث مبارکہ میں اعتراض کرنے والوں کا بلیغ رد موجود ہے۔

قبیصہ سے اصحاب سنن اربعہ اور مالک نے روایت کیا ہے کہ:

''دادی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس اپنی میراث کے متعلق پوچھنے آئی تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا' کتاب اللہ اور

سنتِ نبوی ﷺ میں تیرے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہوا آپ واپس چلی جائیں میں لوگوں سے اس بارے میں پوچھوں گا۔ آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھا تو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کہا' جب میں حاضر تھا تو نبی کریم ﷺ نے دادی کو چھٹا حصہ دیا تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا' کیا کوئی اور بھی آپ کے ساتھ تھا؟ تو محمد بن مسلمہ نے کھڑے ہوکر حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ جیسی بات کی تو آپ نے اس بارے میں اسی فیصلے کو اختیار فرمایا''۔

آپ اس بات پر تفکر کریں کہ وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے حق میں فیصلہ کرتا ہے اس لیے کہ آپ نے پہلے قرآن مجید کو دیکھا پھر سنتِ نبوی ﷺ کو دیکھا مگر آپ رضی اللہ عنہ کو کوئی بات معلوم نہیں ہوئی پھر مسلمانوں سے اس کے متعلق مشورہ کیا کہ اگر ان کو اس بارے میں سنتِ نبوی ﷺ سے کچھ علم ہے' تو مجھے بتائیں تو حضرت مغیرہ بن شعبہ اور ابن مسلمہ نے آپ کو بتایا اور آپ نے اس کے مطابق فیصلہ فرمادیا اور احتیاطی طور پر حضرت مغیرہ سے دوسرے آدمی کے متعلق بھی پوچھا جب کہ روایت میں متعدد اشخاص کی کوئی شرط نہیں اور یہ بات ہمارے اس بیان کی تائید میں ہے' جس کو ہم پہلے بیان کرچکے ہیں کہ جب آپ رضی اللہ عنہ کے پاس کوئی جھگڑا آتا تو آپ رضی اللہ عنہ پہلے قرآن پاک کو دیکھتے پھر سنتِ رسول ﷺ کو دیکھتے' پھر صحابہ کرام علیہم الرضوان سے مشورہ کرتے اور یہی مجتہدین کی شان ہے کوئی مجتہد اس بات کا دعویٰ نہیں کرتا کہ وہ مدارک احکام پر مباحثہ کرتا ہے۔

قاسم بن محمد سے دار قطنی نے روایت کیا ہے کہ:

''اس کی دو دادیاں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس اپنی وراثت کا مطالبہ لے کر آئیں' یعنی نانی اور دادی تو آپ نے وراثت نانی کے حق میں کردی تو حضرت عبدالرحمٰن بن سہل الانصاری البدری نے آپ سے کہا آپ نے اس کو وراثت دے دی' اگر وہ مرجائے تو اس کا کوئی وارث نہ ہوتو آپ نے اس کو دونوں میں منقسم کیا''۔

تفکر کریں کہ کس طرح آپ نے علمی کمال کے ہوتے ہوئے خود سے صغیر شخص کی بات سن کر حق کی طرف رجوع فرمایا۔

پانچواں شبہ

آپ کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مذمت کی ہے اور جس کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے شخص مذمت کریں وہ خلافت کی اہلیت نہیں رکھ سکتا۔

جواب

یہ کذب وافتراء کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کبھی بھی آپ رضی اللہ عنہ کی مذمت نہیں کی ہے بلکہ آپ نے تو آپ کی بہت زیادہ تعریف کی ہے اور آپ کے مطابق تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان سے علم' رائے اور شجاعت میں بہت بڑے کمال کے تھے جس طرح کہ ان باتوں کا تذکرہ ہم بیعت وغیرہ میں کرچکے ہیں پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو امامت کے لیے آپ رضی اللہ عنہ ہی نے قائم کیا تھا اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس پر بھی اعتراض ہے تو پھر وہ خود پر اور اپنی امامت پر اعتراض کرنے والے ہوئے۔

یہ بات کرنا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے قتل نہ کرنے پر ڈانٹ ڈپٹ کی' اس لیے کہ انہوں نے مالک بن نویرہ کو جو مسلمان تھے' قتل کر دیا تھا اور اسی رات ان کی بیوی سے شادی بھی کر لی اور اس کے پاس آئے۔ اس سے نہ آپ کی مذمت ہوتی ہے اور نہ ہی کوئی نقص آپ پر عائد ہوتا ہے' کیونکہ یہ انکار تو بعض مجتہدین کے اس انکار کی طرح ہے جو وہ اجتہادی معاملات میں ایک دوسرے سے کرتے ہیں اور یہ سلف کی شان ہے کہ وہ اس میں کوئی نقص نہیں لگاتے بلکہ وہ اس کو کمال عظیم جانتے ہیں۔

اصل بات بھی یہ ہے کہ

حق حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے عدم قتل ہی میں ہے اس لیے کہ مالک بن نویرہ کو جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کا علم ہوا تو وہ مرتد ہو گیا اور مرتدین کی طرح اس نے اپنی قوم کے صدقات بھی ان کو واپس کر دیئے اور اس بات کا اعتراف خود مالک کے بھائی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے کیا ہے' یہ اعتراض کہ حضرت خالد نے مالک کی بیوی سے نکاح کر لیا تھا شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ اس کی موت کے بعد وضع حمل کی وجہ سے اس کی عدت ختم ہو گئی ہو اور یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ عدت کے ختم ہونے کے بعد وہ آپ کے پاس جاہلیت کے رواج کے مطابق لاپرواہ ہو۔ بہرحال خالد رضی اللہ عنہ کے متعلق ایسی رذالت کا تصور کرنا جو ایک ادنیٰ مؤمن سے بھی نہیں ہو سکتی' درست نہیں وہ نہایت ہی متقی انسان تھے اگر وہ اس طرح ہوتے تو وہ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں پر اس کی کھینچی ہوئی تلوار کیسے ہو سکتے ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جو کچھ کیا وہی درست ہے نہ کہ وہ اعتراض جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ پر کیا اور اس بات کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو آپ نہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ پر اعتراض کرنے والے ہوئے نہ ان پر ناراضگی کا اظہار کیا اور نہ اس بات میں کبھی آپ رضی اللہ عنہ نے عیب نکالا' جس سے معلوم ہوا کہ آپ رضی اللہ عنہ کو معلوم ہو گیا تھا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جو کچھ کیا وہی حق تھا کیونکہ آپ نے اپنے اعتراض سے رجوع کر لیا اگر اس طرح نہ ہوتا تو آپ رضی اللہ عنہ خلیفہ ہونے پر حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو ترک نہ کرتے' کیونکہ آپ تقویٰ گزار بندے تھے اور دین میں دخل اندازی نہیں کر سکتے تھے۔

چھٹا شبہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانا کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیعت تو اچانک ہو گئی تھی مگر اللہ تعالیٰ نے اس کے شر سے محفوظ فرمایا' اب جو پھر اس طرح کرے گا اس کو قتل کر دو اس سے آپ کی خلافت کے استحقاق پر اعتراض ہوتا ہے۔

جواب

اس طرح کی بات بھی ان لوگوں کی جہالت اور غباوت پر دال ہے اس لیے کہ اس میں کوئی ایسی بات ہی موجود نہیں جو اس بات پر دال ہو بلکہ اس بات کا مفہوم یہ ہے کہ کسی سے مشورہ کیے بغیر اسی طرح کا قدم اٹھانا اور ایسا اتفاق جس سے فتنے کا اندیشہ ہو اس کی طرف کوئی شخص لوگوں کی رہنمائی نہ کرے۔ میں نے یہ قدم اٹھایا تھا' لیکن عادت فتنہ کے خلاف ڈر سے صحت نیت کی

برکت سے محفوظ ہوا اگر اس بارے میں کوئی کمزوری پیش آتی تو کیا ہوتا اس کا مفصل بیان بیعت کی فصل میں ہو گیا ہے۔

ساتواں شبہ

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ان کے باپ کی وراثت سے محروم کر کے ان پر ظلم کیا اس لیے کہ جو حدیثِ مبارکہ انہوں نے بیان کی ہے کہ

''ہم انبیائے کرام علیہم السلام کا وارث نہیں ہوتا اور جو ہم ترکہ چھوڑیں وہ صدقہ ہوتا ہے''۔

(اقامۃ حجۃ اللہ علی العالمین بنبوۃ خاتم' جز:۲'ص:۶۶)

اس پر کوئی دلیل موجود نہیں پھر آیتِ وراثت کی مخالفت کرتے ہوئے خبرِ واحد سے حجت پکڑی اور اصولیوں نے تو اس کے متعلق جو بھی کہا ہے وہ تو ایک مشہور بات ہے اس کے علاوہ سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نص کی واجب ہونے کی وجہ سے

انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت

معصومہ ہیں اور حدیثِ مبارکہ میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ٹکڑا فرمایا ہے چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم معصوم ہیں اس لیے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی معصوم ہیں اس لحاظ سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا دعویٰ وراثت درست ہے۔

جواب

سب سے اوّل بات تو یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے خبرِ واحد سے فیصلہ نہیں کیا جو کہ محل اختلاف میں ہے بلکہ سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تو جو بھی حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے اسی کے مطابق ہی فیصلہ کیا اور آپ کے ہاں قطعی ہے اور متن کی قطعیت میں آیت مواریث کے برابر ہے اب رہا آپ کا اپنے فہم کے مطابق اس کو محمول کرنا تو تمام ممکن احتمالات کو قرینہ حالیہ سے انتفاء کر کے آپ کے نزدیک وہ آیات کی عمومیت کو مخصوص کرنے کی قطعی حجت بن گئی ہے۔

دوسری بات کا یہ جواب ہے کہ

اہلِ بیت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مبارکہ بھی شامل ہیں جس کا مفصل بیان فضائل اہلِ بیت میں آئے گا اور وہ بالاتفاق معصوم نہیں۔ یہی صورت بقیہ اہلِ بیت کی ہے۔ رہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سیّدنا فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اپنا ٹکڑا قرار دینا تو یہ قطعی طور پر مجاز ہے جس کی وجہ سے معصومیت لازم نہیں آتی اور نہ ہی کسی جگہ برابری ہونے سے یہ لازم ہوتا ہے کہ تمام احکام میں مساوات ہے بلکہ آپ کے اس فرمان سے کہ وہ میرا ٹکڑا ہیں

اس سے مراد یہ ہے کہ

آپ نے یہ کلام محبت و اچھائی کی وجہ سے فرمایا ہے اور حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا یہ دعویٰ کرنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے باغ فدک مجھے دیا تھا اس پر سوائے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اُم ایمن کے آپ کوئی گواہ پیش نہ کر سکیں اس وجہ سے گواہی کا نصاب مکمل نہیں ہوا۔ مزید یہ کہ اپنی بیوی کے حق میں شوہر کی گواہی کی قبولیت کے متعلق علماء کا اختلاف ہے اور ایک گواہ اور قسم سے اس کا حکم منتفی

ہو جاتا ہے یا تو کسی علت کی وجہ سے اکثر علماء اس کو قبول ہونے کے قابل ہی نہیں سمجھتے یا اس وجہ سے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اس سے قسم طلب نہیں کی جس نے آپ کے لیے گواہی دی۔

اور یہ تصور کیا کہ

حضرت حسن، حضرت حسین رضی اللہ عنہما اور اُم کلثوم رضی اللہ عنہا نے آپ کے حق میں گواہی دی تھی۔ یہ ایک کذب ہے، اس لیے کہ فرع اور صغرسن کی گواہی قبولیت کے قابل ہی نہیں ہوتی۔ ابھی امام زید بن حسن بن علی بن حسین رضی اللہ عنہم سے یہ روایت آئے گی کہ انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے فعل کو درست اور صحیح فرمایا ہے اور اس کو برقرار رکھا ہے اور فرمایا ہے کہ

''اگر میں ان کی جگہ ہوتا تو وہی فیصلہ کرتا جو آپ نے کیا ہے''۔

اور ایک روایت میں ہے:

''جو دوسرے باب میں آئے گی کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نہایت رحم دل تھے اور اس بات کو پسند نہیں فرماتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ترکہ چھوڑا ہے اس میں کسی قسم کی تبدیلی کی جائے۔ آپ نے مجھے باغ فدک دے دیا

اور فرمایا

''کیا آپ کے پاس کوئی گواہی ہے تو آپ کے حق میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اُم ایمن رضی اللہ عنہا نے گواہی دی۔

تو آپ نے ان کو فرمایا کہ

ایک مرد اور ایک عورت کی گواہی سے آپ فدک کی حقدار نہیں بن جاتیں۔

پھر حضرت زید نے کہا ہے کہ:

اللہ تعالیٰ کی قسم! اگر میرے پاس یہ معاملہ آتا تو میں وہی فیصلہ کرتا جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کیا ہے۔

آپ کے بھائی امام باقر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا گیا ہے کہ:

''شیخین نے آپ کے حقوق کے بارے کچھ ظلم سے کام لیا ہے تو آپ نے جواب دیا، نہیں اس ذاتِ اقدس کی قسم! جس نے اپنے بندے پر قرآن کو نازل فرمایا کہ وہ لوگوں کو ڈرائے ہمارے ساتھ تو ایک رائی کے دانے کے برابر بھی ظلم نہیں کیا گیا''۔

دار قطنی میں ہے:

''آپ سے پوچھا گیا کہ عزیزوں کے حصہ کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کیا کچھ کرتے تھے؟ ارشاد فرمایا، وہی کرتے تھے جو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کیا کرتے تھے۔ مزید یہ کہ ان دونوں کی مخالفت کرنا ناپسند کرتے تھے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے مطالبہ میں جو عذر پیش کیا ہے اس حدیثِ مبارکہ میں یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ آپ کے نزدیک خبر واحد قرآن کو مخصوص نہ کرتی ہو جیسا کہ اس کے بارے میں کہا بھی گیا ہے۔ پس منع وطلب

میں دونوں کے عذر کی وضاحت ہوگئی اور کوئی اشکال باقی نہ رہا اس بات پر تفکر کریں یہ ایک اہم بات ہے اس جگہ پر ہم نے بخاری کی جو حدیثِ مبارکہ بیان کی ہے وہ بھی اس کی وضاحت میں ہے اس لیے کہ وہ ایسی عظیم باتوں پر مشتمل ہے عیب نکالنے والوں کے تمام شبہات کو ختم کر دیتی ہے۔

زُہری نے کہا ہے کہ:

''جسے مالک بن اوس بن الحدثان نفری نے بتایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے اس وقت بلایا جب آپ کے دربان یرفاء نے آ کر کہا حضرت عثمان' حضرت عبدالرحمان' حضرت زبیر اور حضرت سعد آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت چاہتے ہیں۔ ارشاد فرمایا' اجازت ہے تو یرفاء ان کو اندر لے آیا پھر تھوڑی دیر بعد دوبارہ آ کر کہا کہ' حضرت علی اور عباس رضی اللہ عنہما اندر آنے کی اجازت مانگ رہے ہیں۔ ارشاد فرمایا' ان کو بھی بلا کر لاؤ۔ جب دونوں ان کے پاس آئے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: یا امیر المومنین! میرے اور علی رضی اللہ عنہ کے درمیان فیصلہ فرمائیے یہ دونوں بنی نضیر کے اس مال فی کے معاملے میں تنازع کر رہے تھے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا تھا۔ حضرت علی اور عباس رضی اللہ عنہما نے آپس میں ایک دوسرے کو کا اہل بھی کہا۔ لوگوں نے عرض کیا' یا امیر المومنین! ان کے درمیان فیصلہ فرما کر ان کی تکلیف کو دُور فرما دیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا' میں آپ لوگوں کو اس ذات کا واسطہ دیتا ہوں جس کے حکم سے زمین و آسمان قائم ہیں کیا آپ حضرات اس بات سے متنبہ ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہم جو ترکہ چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے اور ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا اور اس سے مراد آپ کی اپنی ذات مقدسہ تھی۔ انہوں نے جواب دیا' ہاں! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی فرمایا ہے اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کو متوجہ کر کے فرمایا' میں آپ دونوں کو اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا آپ کو بھی اس بات کا علم ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے۔ دونوں نے کہا: ہمیں اس بات کا علم ہے تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا' میں آپ کو خبر دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اس مال فی میں چند اشیاء لینے کے لیے بطورِ خاص فرمایا تھا اور آپ کے سوا اس نے کسی اور کو کچھ نہیں دیا۔ پھر یہ آیت پڑھی:

وما افاء الله علی رسوله منهم فما او جعفت علیه من خیل ولا رکاب الی قوله قدیر ۔(الحشر:٦)

یہ فی خالصتاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تھی پھر اللہ تعالیٰ کی قسم! نہ آپ نے اس کے لیے کسی کو پسند کیا ہے اور نہ تم پر کسی کو ترجیح دی ہے بلکہ آپ نے اس فے سے آپ کو دیا ہے اور تمہارے اندر اس کو منقسم کیا ہے اور یہ مال اس سے باقی بچ گیا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس مال سے اپنے اہل کے لیے ایک سال کا خرچ نکال لیا کرتے تھے اور جو باقی بچ جاتا تھا اس کو اللہ تعالیٰ کا مال فرمایا کرتے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی بھر اس طرح ہی کیا پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے ظاہری پردہ فرما گئے تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا' میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ولی ہوں پھر آپ نے اس مال کو قبضے میں لے کر وہی کیا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے

اور آپ لوگ بھی اس وقت وہیں موجود ہوتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ آپ دونوں کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس طرح کرتے تھے جیسا کہ تم کہہ رہے ہو۔

اللہ تعالیٰ کی قسم! اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ وہ راست باز' نیک' صاحب رشد اور حق کی پیروی کرنے والے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو وفات دی تو میں نے کہا' میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ولی ہوں۔ میں نے اپنی امارت کے دو سالوں میں اس مال کو قبضہ میں لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرح خرچ کیا ہے اور میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں اس معاملے میں راست باز' جائز کام کرنے والا' صاحبِ رشد اور حق کی پیروی کرنے والا ہوں پھر تم دونوں میرے پاس آئے اور تمہاری بات بھی ایک ہی ہے اور معاملہ بھی اکٹھا ہے تو میں نے آپ سے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہم جو ترکہ چھوڑتے ہیں' وہ صدقہ ہوتا ہے اور ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا پھر مجھے خیال آیا کہ میں یہ مال آپ کو دے دوں تو میں نے آپ سے کہا کہ اگر آپ چاہیں تو میں یہ مال آپ کو دے دیتا ہوں' لیکن آپ دونوں کو اللہ تعالیٰ کو حاضر جان کر یہ عہد کرنا ہوگا کہ آپ اس کو ویسے ہی خرچ کریں گے اور جس طرح کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور جب سے میں خلیفہ بنا ہوں اس کو خرچ کرتے ہیں لہٰذا اس کے علاوہ مجھ سے بات کرنے کی ضرورت نہیں تو آپ دونوں نے مجھ کہا کہ ہمیں مال عطا فرمائیں اور میں نے آپ کو وہ مال دے دیا۔ کیا آپ اس کے علاوہ مجھ سے کوئی اور فیصلہ کرانے کے خواہش مند ہیں۔

اس ذاتِ اقدس کی قسم! جس کے حکم سے زمین و آسمان قائم ہیں۔ میں قیامت تک اس کے علاوہ کوئی اور فیصلہ نہیں کروں گا اگر تم مال کو اس طرح خرچ کرنے سے عاجز ہو جس طرح میں نے کہا ہے تو مال مجھے واپس کر دیجئے۔ میں تم دونوں سے اس کے لیے کافی ہوں گا جب یہ حدیث عروہ بن زبیر کے پاس بیان کی گئی تو انہوں نے کہا: مالک بن اوس نے درست کہا ہے میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس مال فی کے بارے میں پوچھنے کے لیے بھیجا اور میں ان کو اس بات سے منع کرتی تھی میں نے ان کو کہا' تم اللہ تعالیٰ سے کیوں نہیں ڈرتیں' کیا تم کو علم نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا اور ہمارا ترکہ صدقہ ہوتا ہے اور اس سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی ذاتِ مقدسہ ہوتی تھی۔ آلِ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف اس مال سے کھانے کا حق تھا جب میں نے ان کو یہ بات بتائی تو پھر وہ سمجھ گئیں اور اس معاملہ کو ترک کر دیا۔ عروہ نے کہا ہے: یہی صدقہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں آیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو عطا نہ فرمایا پھر یہ حضرت حسن' حضرت حسین' حضرت علی بن حسین اور حسن بن حسن کے ہاتھوں میں آیا وہ بھی اس کو اسی طرح خرچ کرتے رہے پھر یہ زید بن حسن کے پاس آیا تو حقیقتاً یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقہ ہی تھا۔

بخاری نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ:

''حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا اور حضرت عباس اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس فدک کی زمین کی میراث اور خیبر سے اپنا حصہ مانگنے آئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا' میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ ہمارا کوئی

وارث نہیں ہوتا اور ہمارا ترکہ صدقہ ہوتا ہے۔ آلِ محمد مصطفیٰ ﷺ کو صرف اس مال سے کھانے کا حق حاصل ہے۔
اللہ تعالیٰ کی قسم! مجھے رسول اللہ ﷺ کی قرابت سے صلہ رحمی کرنا اپنی قرابت کی بدولت زیادہ محبوب ہے"۔
(احادیث یحتج بھا الشیعۃ اقض بینی وبین ھذا الکذاب الاثم الغادر' جز:۶'ص:۴۲)

لہٰذا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیثِ مبارکہ اور اس سے پہلے والی حدیثِ مبارکہ پر تفکر کرنے سے آپ کو اس حقیقت سے آشنائی ہو جائے گی جس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ قائم تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا آپس میں ایک دوسرے کو کامل کہنا اس بات کی وضاحت کرتا ہے کہ دونوں اس کے وارث نہ ہونے پر اتفاق رکھتے تھے۔ اگر اس طرح نہ ہوتا تو اس میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا حصہ ہوتا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنی بیوی کا حصہ ملتا اور جھگڑنے کی کوئی صورت بھی نہ ہوتی۔ ان دونوں کا تنازعہ اس مال کے صدقہ ہونے کے متعلق تھا اور دونوں میں سے ہر ایک کی یہی خواہش تھی مال ان کے حوالے کیا جائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے مابین صلح کروادی اور ان دونوں اور حاضرین گزشتہ کے روبرو مکمل وضاحت کر کے وہ مال ان دونوں کو عطا فرمادیا۔ یہ لوگ اکابر عشرہ مبشرہ میں سے تھے۔

آپ نے فرمایا کہ:

"نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ ہم جو کچھ چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے اور ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا حتیٰ کہ حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما نے آپ کو بتایا کہ ہم نبی کریم ﷺ کے اس فرمان کو جانتے ہیں' اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ثابت کیا کہ یہ مال وراثت نہیں اس کے بعد آپ نے وہ مال ان دونوں کو عطا فرمادیا' تا کہ وہ اس میں نبی کریم ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی سنت کے مطابق خرچ کر سکیں' اور انہوں نے یہ وعدہ لیا کہ وہ اس کے مطابق عمل کریں گے' یہ مال لے لیا اور آپ نے ان کے سامنے یہ بات وضاحت سے بیان کی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس مال کے متعلق جو کچھ کہا اس میں وہ راست باز' نیک' صاحبِ رشد اور حق کی پیروی کرنے والے تھے اور آپ کی ان دونوں نے تصدیق کی"۔

کیا کسی معاند کے لیے اب بھی کوئی شک وشبہ باقی رہ گیا ہے اگر اب بھی کوئی شبہ کرے تو ہم اسے کہیں گے کہ تیرے بیان سے یہ لازم آتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سب پر غالب آگئے تھے اور ان کا حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے اس مال کو لے لینا ظلم ہے اس لیے کہ تمہارے بیان سے تو یہ لازم آتا ہے کہ یہ مال وراثت ہے اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا اس میں حصہ ہے۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کس طرح سب پر غالب آسکتے ہیں اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ اس مال سے کس طرح لے سکتے ہیں پھر یہ مال حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد آپ کے بیٹوں اور پوتوں کو حاصل ہوا مگر حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے بیٹوں کو اس مال سے کچھ بھی نہ حاصل ہوا۔ کیا یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور آپ کے بیٹوں کا واضح اعتراف نہیں کہ یہ مال وراثت نہیں بلکہ صدقہ کا مال ہے اگر اس بات کو نہ مانا جائے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور آپ کے بیٹوں پر نافرمانی' ظلم اور فسق کا الزام آئے گا۔ اللہ تعالیٰ ان کو اس سے محفوظ فرمائے۔ بلکہ روافض اور ان کے

ساتھیوں کے نزدیک تو وہ معصوم ہیں۔ ان کے متعلق تو گناہ کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا لیکن جب وہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور ان کے بیٹوں پر ظلم کرتے ہیں تو ہم کو معلوم ہو گیا کہ وہ اس کے صدقہ ہونے کے قائل ہیں اور اس کو وراثت نہیں کہتے۔ پس ہمارا دعویٰ ثابت ہوا اور اس بات پر بھی تفکر کرنا چاہیے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کو بھی خرچ لینے سے منع کر دیا تھا حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ ہی کو نہیں روکا اگر اس بات کا مدار محبت پر ہوتا تو محبت کی زیادہ مستحق آپ کی ذریت ہوتی' جب آپ نے محبت کی بناء پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو کچھ نہ دیا تو ہم کو معلوم ہو گیا کہ وہ حق کے ایک ایسے سخت مقام پر تھے جہاں ان کو کسی ملامت شدہ کی ملامت کا ڈر نہیں تھا۔ آپ تھوڑا سا حضرت علی' حضرت عباس اور دیگر حاضرین کے روبرو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تقریر پر تفکر فرمائیں اسی طرح اُمہات المومنین کے روبرو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی تقریر پر غور کریں۔

دونوں نے حاضرین کو مخاطب کر کے کہا ہے کہ:

"الم تعلموا ۔

"کیا تم نہیں جانتے"

اس جملے سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس حدیثِ مبارکہ کی روایت میں واحد نہیں بلکہ اُمہات المومنین' حضرت علی' حضرت عباس' حضرت عثمان' حضرت عبدالرحمٰن بن عوف' حضرت زبیر اور حضرت سعد رضی اللہ عنہم سب اس بات کو جانتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات فرمائی ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس بات پر منفرد ہیں کہ آپ کے ذہن میں یہ بات سب سے پہلے آئی اس کے بعد دوسروں کو بھی یاد آ گئی اور ان کو معلوم ہو گیا کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات سنی ہے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے صرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی روایت پر عمل نہیں کیا اگرچہ اس بارے میں یہ ایک روایت ہی کافی تھی بلکہ انہوں نے اس وقت اس پر عمل کیا جب دوسروں نے بھی اس کو بیان کیا اس حوالے سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے فعل کی وضاحت ہو گئی اور کسی طرح سے بھی اس میں کوئی شبہ نہ رہا اور یہ ایک ایسی حقانیت وصداقت ہے جس میں کسی قسم کے تعصب اور تنازع کا شائبہ نہیں اور جو شخص اس کی مخالفت کرتا ہے وہ جھوٹا' جاہل' احمق اور معاند ہے جس کی اللہ تعالیٰ کو کوئی پروا نہیں اور نہ ہی اس کے قول کی اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کو اس بات کی پروا ہے کہ وہ کس وادی میں ہلاک ہوتا ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے عقل کی سلامتی و دین کی حفاظت کی دعا کرتے ہیں۔

تنبیہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان:

نحن معاشر الانبیاء لانورث ۔

اللہ تعالیٰ کے اس قول وورث سلیمان داؤد (۱۶:۲۷) کے معارض نہیں یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو ارشاد فرماتے ہیں کہ انبیاء کرام علیہم السلام کا کوئی وارث نہیں ہوتا اور قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''حضرت سلیمان علیہ السلام حضرت داؤد علیہ السلام کے وارث ہوئے''۔

یہ دونوں فرامین ایک دوسرے کے مخالف نہیں بلکہ اس مقام پر مال کی وراثت مراد نہیں بلکہ نبوت اور بادشاہت وغیرہ مراد ہے۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ:

حضرت سلیمان علیہ السلام کو انیس بھائیوں میں سے وراثت کے لیے خاص کیا گیا ہے اگر اس جگہ مالی وراثت مراد ہوتی تو حضرت سلیمان علیہ السلام کو کبھی خاص نہ فرمایا جاتا اور

علمنا منطق الطیر و اوتینا من کل شیء ۔(النمل:۱۶)

کا سیاق بھی ہمارے مذکورہ بیان کے حق میں فیصلہ دیتا ہے اور وراثتِ علمی کا ذکر کئی آیات مبارکہ میں آیا ہے جن میں ایک یہ ہے کہ:

فخلف من بعدھم خلف ورثوا الکتاب ۔(الاعراف:۱۶۸)

پھر ارشاد فرمایا:

فھب لی من لدنک ولیا یرثنی (مریم:۶،۵)

اس آیت میں بھی وراثتِ علمی ہی مراد ہے۔

اور اس کی دلیل یہ بھی ہے کہ:

وانی خفت الموالی من ورای ۔(مریم:۵)

یعنی مجھے خوف ہے کہ میرے ولی علم اور دین کو ضائع کریں گے۔

اور دوسری دلیل

من آلِ یعقوب کے الفاظ ہیں اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ نبی تھے پھر حضرت زکریا علیہ السلام کے بارے میں کسی نے بیان نہیں کیا کہ ان کے پاس مال تھا جس کی وراثت کے لیے وہ بیٹے کی دعا کرتے تھے اگر یہ بات مان بھی لی جائے تب بھی نبی کریم ﷺ کا مقام اس بات کو ماننے کی اجازت نہیں دیتا اور جب بیٹا مانگنے سے مطلب یہ ہو کہ وہ باپ کے نام کو منور کرے اس کے لیے دعا کرے اور اُمت میں کثرت کا باعث بنے تو اس طرح کی دعا کرنا درست ہے اور جوان اغراض کے سوا بیٹے کی دعا مانگے وہ خصوصیت کے ساتھ ملامت کا مستحق ہوگا اس لیے کہ اس کا مقصد اپنے عصبہ کو وراثت سے محروم کرنا ہے اگر چہ اس کا بیٹا ہی موجود نہ ہو۔

آٹھواں شبہ

بعض لوگ گمان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اجمالاً خلافت کے لیے مقرر فرمایا اور ہم جانتے ہیں کہ آپ کے متعلق نص جلی بھی موجود تھی اگرچہ وہ ہم تک نہ پہنچی مگر نبی کریم ﷺ کی زندگی کا معمول اس بات پر فیصلہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی آپ کے خلیفہ ہیں اس لیے کہ آپ نے مدینہ منورہ سے غیر موجودگی کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب مقرر فرمایا حتیٰ کہ آپ نے کوئی تنازعہ باقی نہ رہنے دیا۔ ان کا کوئی سردار نہ تھا جب آپ کی زندگی میں اس سے کوئی خرابی ہوئی تو آپ کے وصال کے بعد بدرجہ اولیٰ نہیں ہو سکتی۔

جواب

اس کا دلیلوں کے ساتھ تفصیلی جواب چوتھی فصل میں گزر چکا ہے اس میں ایک بات یہ ہے کہ آپ نے اس بات کا علم رکھتے ہوئے ان کو ترک کیا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان خطاء لازم سے محفوظ ہونے کی وجہ سے ان کی جانب سبقت کریں گے۔ آپ نے بہت سے احکام کے بارے میں نص نہیں فرمائی بلکہ ان کو مجتہدین کی آراء کے حوالے کر دیا ہے۔

اور ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ نص جلی موجود نہ ہونا تو قطعی بات ہے اگر وہ موجود ہوتی تو کثیر اسباب نقل کے باعث اس کا چھپانا ممکن ہی نہ ہوتا اور اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے نص موجود ہوتی تو آپ دوسروں کو اسی طرح منع فرما دیتے جس طرح کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے باوجود حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کمزور ہونے کے انصار کو حدیث الائمہ من قریش سنا کر منع فرما دیا تھا اور انہوں نے خبرِ واحد ہونے کے باوجود آپ کی بات تسلیم کر لی تھی اور اس کی وجہ سے امامت اور اس کے دعویٰ کو چھوڑ دیا تھا اس صورت میں یہ کس طرح تصور کیا جا سکتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے یقینی نص جلی موجود تھی حالانکہ وہ اس طرح کے لوگوں کے درمیان تھے جو امامت کے معاملہ میں خبرِ واحد کا بھی انکار نہیں کرتے اور انہوں نے جان و مال کی قربانی دے کر اور اہل و عیال اور وطن کو خیر آباد کہہ کر اور (دین کی فتح کی وجہ سے) والدین اور اولاد کو قتل کر کے یہ گواہی دے دی تھی کہ وہ دینی صلابت میں نہایت اعلیٰ مقام پر ہیں مگر پھر بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان لوگوں کے سامنے نص جلی سے دلیل نہیں پکڑتے بلکہ امامت کے معاملہ کے جھگڑے کے لمبا ہونے کے باوجود کسی ایک سے بھی نہیں کہتے کہ آپ لوگ اس معاملے میں خواہ مخواہ جھگڑ رہے ہیں۔ نص جلی نے تو فلاں آدمی کو امامت کے لیے متعین بھی کر دیا ہے اگر کوئی یہ خیال کرے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تو ان کو اس طرح نہیں کہا تھا مگر انہوں نے آپ کی بات نہیں تسلیم کی تو اس طرح کا شخص گمراہ اور ضروریاتِ دین کا منکر ہے اس کی طرف توجہ کرنے کی ضرورت ہی نہیں رہی اس حدیثِ مبارکہ کی بات تو یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل میں آگے بیان کی جائے گی کہ آپ نے کھڑے ہو کر حمد و ثنا کے بعد فرمایا کہ جو شخص غدیر خم کے موقع پر موجود تھا اس کو اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ وہ شخص کھڑا ہو جائے۔ وہ شخص کھڑا نہ ہو جو اس طرح کہتا ہے کہ مجھے خبر دی گئی ہے یا مجھے اطلاع پہنچی ہے بلکہ وہ شخص کھڑا ہو جو یہ کہے کہ اس بات کو میرے کانوں نے سنا اور میرے دل نے یاد رکھا تو اس پر ستر صحابہ کرام علیہم الرضوان نے قیام فرمایا اور ایک روایت میں تیس صحابہ کرام علیہم الرضوان

کے قیام فرمانے کا ذکر ہے۔

تو ارشاد فرمایا:

''جو کچھ تم نے سنا ہے بیان کرو تو انہوں نے آئندہ آنے والی حدیثِ مبارکہ کو بیان کیا جس میں یہ ذکر بھی ہے کہ:

من کنت مولاہ فعلی مولاہ ۔

تو آپ نے فرمایا:

تم نے درست کہا میں اس کا گواہ ہوں''۔

ابوالطفیل کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس بات کو خلافت کے حصول کے بعد کہا تھا۔

احمد اور بزار سے بھی یہی کچھ ثابت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عراق میں لوگوں کو جمع فرمایا پھر فرمایا:

''میں اس بندے کو اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں جو غدیر خم کے موقع پر حاضر تھا''۔

(الصواعق المحرقہ عربی، ص:۴۰، کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

پھر آگے وہی بات بیان کی گئی ہے جو پیچھے گزر چکی ہے آپ کا اصل مقصد یہ تھا کہ لوگ آپ سے دلیل پکڑیں اور آپ رضی اللہ عنہ کی نصرت میں شامل ہوں۔

نواں شبہ

بعض لوگوں نے گمان کیا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول **اولوا الارحام بعضھم اولی ببعض** (الانفال:۷۵) حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت پر مفصل نص ہے اور خلافتِ عامہ پر دلالت کرتی ہے اور حضرت علی، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہما کی نسبت رشتہ میں اولیٰ ہیں۔

جواب

آیت میں تو عموم پایا ہی نہیں جاتا بلکہ آیت مطلق ہے لہٰذا خلافت کے متعلق نص نہیں پائی جاتی اور مطلق اور عموم کے درمیان فرق واضح ہے حالانکہ عموم پہلے تو بدلی ہوتا ہے اور دوسرا شمولی ہوتا ہے۔

دسواں شبہ

اللہ تعالیٰ کا فرمان:

انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین امنوا ۔(المائدہ:۵۵)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت پر تفصیلی اور صریح نص ہے۔ انہوں نے کہا کہ ولی کے معنیٰ ہی زیادہ حق دار اور اولیٰ بالتصرف کے ہیں جیسا کہ بچے کا ولی بچے کے معاملہ میں تصرف کا زیادہ مستحق ہے یا اس کے معنیٰ محبّ اور مددگار۔ تیسرا معنیٰ لغت میں موجود ہی نہیں۔ مددگار کا مفہوم یہاں مراد نہیں لیا جا سکتا اس لیے کہ نص میں سب مومنین کی نصرت

کے لیے عموم ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

والمومنون والمؤمنات بعضهم اولياء بعض ۔(التوبہ:۷۱)

لہٰذا اس کا حصر درست نہ ہوگا بلکہ آیت میں جن مومنوں کا ذکر فرمایا گیا یہ ان کے متعلق ہے لہٰذا متعین ہوا کہ آیت میں متصرف کا مفہوم مراد ہے اور متصرف امام کو کہا جاتا ہے اور مفسرین کا اس بات پر اجماع ہے کہ:

الذين يقيمون الصلوة و يوتون الزكوة وهم راكعون ۔(المائدہ:۵۵)

سے مراد حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی ہیں اس لیے کہ آیت کا سبب نزول یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے رکوع میں سوال کیا گیا تو آپ نے اپنی انگوٹھی مبارک سوال کرنے والے کو عطا فرمادی اور اس بات پر بھی ان کا اجماع ہے کہ اس سے مراد حضرت ابوبکر نہیں ہیں لہٰذا متعین ہوا کہ آیت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ مراد ہیں لہٰذا یہ آپ رضی اللہ عنہ کی امامت پر نص ہے۔

جواب

جو بھی کہا گیا ہے تمام کا تمام غلط ہے اس لیے کہ یہ تمام باتیں بغیر کسی دلیل کے ظن اور اندازے سے کہی گئیں ہیں بلکہ اس آیتِ مبارکہ میں تو ولی کا لفظ مددگار کے معانی میں آیا ہے اگر ان کے فاسق گمان کے مطابق متصرف کا معنی لیے جائیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں بھی اولیٰ بالتصرف ہونا لازم آتا ہے جو کہ بغیر شک وشبہ جھوٹی بات ہے اور ان کا یہ گمان کہ آیتِ مبارکہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مراد نہیں بلکہ سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ مراد ہیں۔ یہ ایک بدترین جھوٹ ہے کیونکہ سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز قائم فرمانے والوں میں شامل ہیں اس لیے آیتِ کریمہ میں جمع کا صیغہ مکرر لایا گیا ہے تو اس کو واحد پر کس طرح محمول کر سکتے ہیں اور اس طرح کہنا کہ آیت کا نزول تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق میں ہوا ہے اس سے یہ بات لازم نہیں آتی کہ کوئی دوسرا شخص جو آپ کے ساتھ اس صیغہ میں شریک ہے وہ اس میں شامل نہیں ہو سکتا اور اسی طرح یہ کہنا بھی جھوٹ ہے کہ اس بات پر اجماع ہے کہ یہ آیتِ کریمہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

حضرت حسن جن کی امامت اور جلالت شان ایک مسلمہ ثبوت ہے۔

انہوں نے فرمایا ہے کہ آیتِ کریمہ عام ہے اور دوسرے مومنین کو بھی شامل ہے۔ حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ اس کے متعلق آپ کے موافق ہیں۔

آپ سے پوچھا گیا کہ:

"یہ آیت کن کے بارے نازل ہوئی ہے؟ کیا یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی ہے؟"

آپ نے فرمایا:

"حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی مومنین میں شامل ہیں"۔

اور بعض مفسرین نے کہا ہے کہ:
''ان الذین امنوا سے مراد ابن سلام اور ان کے رفقاء ہیں''۔
اور بعض مفسرین کا خیال ہے کہ:
جب حضرت عبادہ نے اپنے حلیف یہود سے اظہار بے زاری کا اظہار فرمایا تو یہ آیت ان کے متعلق نازل ہوئی اور حضرت عکرمہ جو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ترجمان القرآن کے علوم کے حفظ میں خاص شان رکھتے ہیں۔
انہوں نے فرمایا ہے کہ:
''یہ آیت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی ہے لہٰذا ان لوگوں کا گمان باطل ہو گیا پھر لفظ ولی کو انہوں نے جن معنوں پر محمول کیا وہ اپنے ماقبل سے کوئی مناسبت نہیں رکھتے''۔
اور وہ یہ ہے کہ:
لاتتخذوا الیھود ۔(۵۱:۵)
اس میں تو قطعاً ولی مددگار کے معنیٰ میں نہیں آیا اور آیت کے مابعد سے بھی ان معانی کی کوئی وجہ مناسبت نہیں اس لیے کہ ان کا وہاں ذکر ہے ''اور جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کرتا ہے'' اس جگہ تولیٰ مدد کے معنیٰ میں آیا ہے لہٰذا اجزائے کلام کو ایک دوسرے کے ساتھ مربوط کرنے کے لیے آیت کو ان معانی پر محمول کرنا واجب ہے۔

گیارھواں شبہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ فرمان جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع سے واپسی پر غدیر خم کے روز جمعہ کے مقام پر ارشاد فرمایا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت پر تفصیلی اور صریح نص ہے۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو جمع کر کے تین بار ارشاد فرمایا کہ:
''میں تمہاری جانوں سے بھی تمہیں زیادہ پسندیدہ نہیں ہوں۔ صحابہ کرام نے اس بات کو سر خم کرتے ہوئے تسلیم اور تصدیق کی''۔
پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ بلند کر کے ارشاد فرمایا:
''جس کا میں پسندیدہ ہوں، علی رضی اللہ عنہ بھی اس کا پسندیدہ ہے۔
اے اللہ عزوجل! جو اس سے محبت رکھے اس سے محبت رکھ اور جو اس سے دشمنی رکھے اس سے دشمنی کر لہٰذا جو ان سے محبت کرتا ہے اس کو اپنا محبوب بنا لے اور جو اس سے بغض رکھتا ہے اس کو مبغوض بنا دے جو اس کی مدد کرتا ہے تو اس کی مدد کر اور جو اس کو بے یار و مددگار چھوڑتا ہے تو اسے بھی چھوڑ دے اور جس مقام پر یہ جائے حق اس کے ساتھ ہو''۔ (الصواعق المحرقہ عربی ص:۴۲ مطبوعہ کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

انہوں نے کہا ہے کہ:

''اس جگہ مولیٰ سے مراد اولیٰ ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ محبت کے اس مقام پر ہیں جس مقام پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

الست اولیٰ بکم۔

یہاں مددگار کے معنیٰ نہیں اگر اس طرح ہوتا تو آپ کو لوگوں کو جمع کرنے اور آپ کے لیے دعا کرنے کی ضرورت ہی نہیں تھی اس لیے یہ بات تو تمام کو معلوم تھی۔

انہوں نے یہ بھی کہا کہ:

''یہ دعا صرف امام معصوم مفترض الطاعۃ کے لیے ہوسکتی ہے لہٰذا یہ صحیح نص صریح آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت ہے''۔

جواب

یہ شیعوں کے شبہات میں سے نہایت قوی شبہ ہے لہٰذا اس کے جواب میں ایک مقدمہ کی ضرورت ہے جس میں اس حدیثِ مبارکہ اور اس کے اخراج کرنے والوں کا بیان ہے بلا شک وشبہ یہ حدیثِ مبارکہ صحیح ہے اور اس کو ایک جماعت نے روایت بھی کیا جیسا کہ ترمذی نسائی اور احمد جیسے محدثین کرام۔ حدیث مبارکہ بے شمار طرق سے بیان کی گئی ہے اس کو سولہ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے بیان کیا ہے۔

اور احمد کی ایک روایت میں ہے کہ:

''اس حدیثِ مبارکہ کو تیس صحابہ کرام علیہم الرضوان نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جب ان کے زمانہ میں جھگڑا کیا گیا تو اس حدیثِ مبارکہ سے صحابہ کرام علیہم الرضوان نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق میں گواہی دی جس طرح کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے اور آئندہ بھی اس کا ذکر آئے گا اس کی بہت سی اسانید صحیح اور حسن ہیں اور جو شخص اس کی صحت پر اعتراض کرے اور یہ کہہ کر اس کا رد کرے کہ اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ یمن میں تھے' اس بات کی طرف جانے کی ضرورت نہیں اور اس بات کا ثبوت کہ آپ یمن سے واپس آگئے تھے' یہ ہے کہ آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کیا اور بعض لوگوں کا قول یہ ہے:

اللھم وال من والاہ (الخ)

کے الفاظ موضوع اور مردود ہیں اور یہ بات بھی مردود ہے اس لیے کہ یہ الفاظ ایسے طریق سے بھی آتے ہیں جن میں سے کثیر تعداد کو ذہبی نے صحیح کہا ہے۔

بہر حال ان کے تمام گمان ان وجوہ کے باعث جن کا ہم ذکر کریں گے' مردود ہیں اگرچہ ان کے بیان میں ضرورت کی وجہ سے بات طول پکڑ گئی ہے لہٰذا ان پر تفکر کرنے سے اُکتاہٹ اور غفلت سے کام نہ لیں۔

پہلی وجہ

شیعہ فرقے اس بات پر اتفاق کرتے ہیں کہ تواتر سے بھی امامت پر استدلال ہو سکتا ہے اس حدیثِ مبارکہ کی صحت میں اختلاف کی وجہ سے تواتر کی نفی ہو گئی ہے بلکہ اس کی صحت پر معترض ائمہ حدیث کی ایک جماعت ہے جس کی طرف عادل ہونے کی وجہ سے رجوع کیا جاتا ہے جس طرح کہ ابوداؤد سجستانی اور ابو حاتم رازی وغیرہ علاوہ ازیں یہ حدیث احاد ہے اس کی صحت میں اختلاف ہے لہٰذا احادیثِ مبارکہ امامت میں بالاتفاق جو انہوں نے تواتر کی شرط لگائی ہے اس کی مخالفت ان کے لیے کس طرح جائز ہو گئی ہے اور وہ کس طرح اس سے دلیل پکڑتے ہیں یہ تو قبیح تناقض اور تحکم ہے۔

دوسری وجہ

ہم لفظ ولی کے وہ معنیٰ نہیں مانتے' جو انہوں نے بیان کیے ہیں بلکہ اس کے معنیٰ مددگار کے ہیں اس لیے کہ آزاد متصرف فی الامر مددگار اور محبوب کے معانی میں مشترک ہے اور حقیقت میں یہ تمام اس کے معانی ہیں اور مشترک المعنیٰ لفظ کے کسی معنیٰ کو بغیر کسی دلیل کے متعین کر دینا تحکم ہے جس کی کوئی اہمیت نہیں اور سب مفہوم میں لفظ کی تعمیم خواہ وہ مشترک لفظی ہو جائز نہیں اس لیے کہ تعدادِ معنیٰ کے لحاظ سے اس کی کئی وضعیں ہوتی ہے' مگر اس میں اختلاف ہے۔

جمہور اصولیوں' علمائے بیان اور فقہاء کے استعمالات کا تقاضہ یہ ہے کہ مشترک اپنے تمام معنیٰ پر حاوی نہیں ہوتا اگر ہم دوسرے قول یا مشترک معانی کی بنیاد پر اس کی تعمیم کا کہیں کہ اس کی ایک وضع قدر مشترک کے لیے بنائی گئی ہے۔

اور وہ یہ ہے کہ

مولیٰ سے اس کا قرب معنوی ہے تو اس سے سب سابقہ بیان صحیح ہو جاتا ہے لہٰذا یہاں اس کی تعمیم نہیں ہو گی اس لیے کہ یہاں آزاد کنندہ اور آزاد اور آزاد شدہ تمام معنوں کا ارادہ نہیں کیا گیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ہمارے آقا اور حبیب ہیں۔ مولیٰ کا لفظ شرعاً اور لغۃً امام کے معانی میں کہیں بھی نہیں دیکھا گیا اور ائمہ عربیہ میں سے کسی نے اس بات کا ذکر نہیں کیا کہ مفعل افعل کے معانی میں بھی آتا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول:

ماوٰکم النار ھی مولاکم . (الحدید:۱۵)

اس کے معنیٰ ہیں " آگ تمہارا ٹھکانہ ہے یا آگ تمہاری مدد کرنے والی ہے"۔

ناصرۃ کا لفظ مبالغہ ہے جو نصرت کی نفی کے لیے آیا ہے' جس طرح کہ کہا جاتا ہے:

الجوع زاد من لا زاد له .

"یعنی جس کا کوئی توشہ نہ ہو بھوک اس کا توشہ ہے"۔

اسی طرح استعمال بھی مفعل کو افعل کے معانی میں لینے سے مانع ہے۔

یہ تو کہا جاتا ہے کہ:

اولیٰ من کذا ۔

مگر یہ نہیں کہا جاتا کہ:

مولٰی من کذا یا اولی الرجلین ۔ کہا جاتا ہے مگر مولاھما نہیں کہا جاتا اور ہم نے اس کے معنیٰ جو متصرف فی الامور بیان کیے ہیں تو آئندہ آنے والی روایت من کنت ولیہ کو سامنے رکھتے ہوئے کیے ہیں لہٰذا آپ کی موالات کی تخصیص سے مراد آپ کے بغض سے اجتناب ہے کیونکہ ''الست اولی بکم من انفسکم '' تین بار کہنے سے تخصیص کرنا اس کے شرف کو دوگنا ہے تاکہ اس کو قبول کرنے پر زیادہ آمادگی ہو اور دعا بھی اسی وجہ سے کی گئی ہے اور ہم نے جو کچھ ذکر کیا ہے اس کی طرف ہماری رہنمائی اس خطبہ سے ہوتی ہے جس میں نبی کریم ﷺ نے اہلِ بیت کو عمومی طور پر اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خصوصی طور پر ترغیب دلائی ہے اسی طرح اس حدیثِ مبارکہ کے ابتدائی الفاظ بھی ہماری رہنمائی کرتے ہیں۔

طبرانی وغیرہ کے مطابق سند صحیح سے اس حدیثِ مبارکہ کے الفاظ یہ ہیں:

''نبی کریم ﷺ نے غدیرِ خم پر درختوں کے نیچے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا' لوگو! مجھے لطیف وخبیر اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ ہر نبی نے اپنے سے پہلے نبی کی عمر سے آدھی پائی ہے مجھے یقین ہے کہ عنقریب مجھے بھی بلاوا آ جائے گا اور مجھے اس کا جواب دینا ہوگا میں یعنی سوال کیا جاؤں گا اور تم بھی بتاؤ تم کیا کہتے ہو''۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا:

''ہم اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ آپ ﷺ نے مقدور بھر ہم تک پیغام پہنچا دیا ہے اور ہماری خیر خواہی کی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی اچھی جزا دے''۔

ارشاد فرمایا:

''تم اس بات کی گواہی نہیں دیتے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور محمد مصطفیٰ ﷺ اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ﷺ ہیں اور اس کی جنت حق اور دوزخ حق اور موت حق اور بعث بعد الموت حق ہے اور بلا شک و شبہ قیامت آنے والی ہے اور اللہ تعالیٰ اہلِ قبور کا بعث کرے گا''۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا:

''ہم اس کی گواہی دیتے ہیں کہ بالکل اسی طرح ہی ہوگا''۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اے اللہ عزّ وجل! تو بھی گواہ رہ''۔

پھر ارشاد فرمایا:

''اے لوگو! اللہ تعالیٰ میرا مولا ہے اور میں مومنین کا مولا ہوں اور میں ان کو اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہوں لہٰذا جس کو میں محبوب ہوں پس علی بھی اس کے محبوب ہیں۔
اے اللہ عزوجل! جو اس سے محبت کرے اس سے محبت رکھ اور جو اس سے دشمنی کرے اس سے دشمنی کر''۔

پھر ارشاد فرمایا:

''لوگو! میں تمہارا فرط ہوں اور تم حوض پر وارد ہونے والے ہو وہ حوض میری نگاہ میں صنعاء تک ہے جس میں کثیر ستارے اور چاندی کے پیالے ہیں جب تم میرے پاس آؤ گے تو میں تم سے دو چیزوں کے متعلق پوچھوں گا لہٰذا دیکھنا تم ان دو چیزوں میں میری نیابت کس طرح کرتے ہو۔ ان میں ایک بڑی چیز اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور جس کا ایک سرا اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور دوسرا سرا تمہارے ہاتھ میں ہے اس کو مضبوطی سے تھامے رکھنا۔ تم نہ گمراہ ہو گے اور نہ تبدیل ہو گے اور میری اولاد میرے اہلِ بیت ہیں یہ بات مجھے لطیف وخبیر خدا نے بتائی ہے یہ دونوں یعنی قرآن مجید اور میری اولاد حوض پر وارد ہونے تک علیحدہ نہ ہوں گے''۔

(الصواعق المحرقہ عربی' ص:۴۳' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

اس کے بیان کا ہی وجہ یہ ہے کہ جس کو حافظ شمس الدین الجزری نے ابن اسحاق سے نقل کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یمن میں اپنے رفقاء سے اس کے متعلق کلام کیا تھا جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حج سے فارغ ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان کے بارے میں متنبہ کیا اور جن لوگوں نے اعتراضات کیے تھے' ان کے رد میں خطبہ دیا تھا جیسا کہ بریدہ کے بارے بخاری میں ہے کہ:

''بریدہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بغض رکھتا تھا اور اس کا سبب یہ ہے کہ جس کو ذہبی نے درست قرار دیا ہے کہ بریدہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ یمن جانے کا اتفاق ہوا اور اس نے کچھ آپ رضی اللہ عنہ سے سختی محسوس کی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر آپ کے نقائص بیان کرنے لگ گیا جس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ اقدس متغیر ہو گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا' بریدہ! کیا میں مومنوں کو جان سے پیارا نہیں ہوں؟ اس نے جواب دیا' ہاں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جس کو میں محبوب ہوں اس کو علی رضی اللہ عنہ بھی محبوب ہیں''۔

اور ابن بریدہ کی ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اے بریدہ! علی رضی اللہ عنہ عیب تلاش نہ کر اس لیے کہ میں علی رضی اللہ عنہ سے ہوں اور علی مجھ سے اور وہ میرے بعد تمہارا ولی ہو گا''۔

اسی حدیث کی سند میں ایک شخص اجلح ہے اگرچہ ابن معین نے اس کو ثقہ قرار دیا ہے مگر دوسروں نے اس کو ضعیف قرار دیا

ہے اس لیے وہ شیعہ ہے اور اگر اس کو درست مان لیا جائے تو اس کو اس بات پر محمول کیا جائے گا کہ اس نے اپنے عقیدہ کے مطابق روایت بالمعنیٰ کی ہے اور اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ اس نے من وعن بیان کیا ہے تو اس کی تاویل یہ ہوگی کہ اس سے مراد ولایتِ خاصہ ہے اس کی مثال نبی کریم ﷺ کا یہ قول ہے کہ علی رضی اللہ عنہ تم سب سے زیادہ صحیح فیصلہ کرنے والے ہیں۔

اگر چہ یہ حدیث تاویل کا احتمال نہیں رکھتی مگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ولایت کے حق ہونے اور اس کی فروع پر اجماع اس بات کا قطعی فیصلہ کرتا ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ولایت حق اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ولایت باطل ہے اس لیے کہ اجماع کا فائدہ قطعی ہے اور خبرِ واحد کا فائدہ ظنی ہے اور ظنی اور قطعی کے مابین کوئی تعارض نہیں پس قطعی پر عمل کیا جائے گا اور ظنی کو ترک کر دیا جائے گا اور ظنی شیعوں کے نزدیک بھی قابلِ اعتبار نہیں جس طرح کہ پہلے بیان کیا گیا ہے۔

تیسری وجہ

ہم مانتے ہیں کہ وہ اولیٰ تھے مگر یہ بات ہم نہیں مانتے کہ وہ اولیٰ بالامامت تھے بلکہ اتباع اور آپ سے قرب میں اولیٰ تھے جس طرح کہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے:

''حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اقرب وہ لوگ ہیں جو آپ کی اتباع کرنے والے ہیں''۔

نہ کہ وہ جو قطع کرنے والے ہیں بلکہ وہ بھی نہیں جو ظاہراً اتباع کرتے ہیں اس احتمال کی نفی سے ثابت ہوا کہ سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو مفہوم اسی حدیث کا سمجھا وہی واقع کے مطابق ہے اور ان دونوں کے بارے یہ حدیثِ مبارکہ آپ کے لیے کفایت کرے گی کہ جب انہوں نے اس حدیثِ مبارکہ کو سنا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا آپ تو سب مومنین اور مومنات کے محبوب ہو گئے ہیں جو اس حدیثِ مبارکہ کو دار قطنی نے بیان کیا ہے اسی طرح دار قطنی نے یہ بھی روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے وہ سلوک کرتے ہیں جو نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سے کسی اور کے ساتھ نہیں کرتے تو آپ نے فرمایا حضرت علی رضی اللہ عنہ میرے محبوب ہیں۔

چوتھی وجہ

ہم مانتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اولیٰ بالامامت تھے لیکن اس سے مراد یہ ہے کہ وہ کبھی امام بن جائیں گے اگر یہ مفہوم نہ مانا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ آپ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ فوراً امام تھے کیونکہ اس میں مآل کا کوئی خیال نہیں کیا گیا۔

لہٰذا مراد یہ ہے کہ

جب آپ کی بیعت منعقد ہوگی تو ائمہ ثلاثہ کی تقدیم اجماع کی وجہ سے اس کے منافی نہ ہوگی اس بات کو خود حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مانا ہے جس طرح کہ پہلے بیان ہو چکا ہے اور سابقہ احادیثِ مبارکہ میں بھی صراحت کے ساتھ سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی امامت کا ذکر موجود ہے لہٰذا ان کے اعتقاد کی رو سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی افضلیت سے یہ لازم نہیں آتا کہ دوسرے کی ولایت باطل ہو جاتی ہے اور اس سے پہلے بیان ہو گیا ہے کہ اہلِ سنت کا اس بات پر اجماع ہے کہ فاضل کی موجودگی میں مفضول کی امامت

درست ہوسکتی ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ:

''انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اجماع کیا ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی افضلیت کے بارے میں ان میں اختلاف پایا جاتا ہے اگرچہ اکثر اسی بات کے قائل ہیں کہ حضرت عثمان' حضرت علی رضی اللہ عنہما سے افضل ہیں' جیسا کہ دوبارہ بھی بیان کیا جائے گا''۔

اور حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ سے صحیح روایت بیان کی گئی ہے کہ:

''جس آدمی نے یہ گمان کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ شیخین سے ولایت کے زیادہ مستحق تھے تو اس نے شیخین' مہاجرین اور انصار تمام کو غلطی پر قرار دیا۔ میں نہیں سمجھتا کہ اس عقیدے کے ساتھ اس کا کوئی عمل بھی آسمان کی طرف جائے جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔ یہ بات ثوری نے ان سے نقل کی ہے''۔

پھر فرمایا کہ:

''یہ ان کا کلام ہے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ جائز منزلت کے بارے میں اچھا اعتقاد رکھتے ہیں اور صرف اچھے اعتقاد کی مشہوری کا اشارہ ہی نہیں کیا بلکہ ابو نعیم نے زید بن الحباب سے بیان کیا ہے کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کوفی اصحاب کی سی رائے رکھتے تھے جو کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی فضیلت کے قائل ہیں مگر جونہی وہ بصرہ گئے تو تفضیل کے قول سے انہوں نے رجوع کر لیا''۔

پانچویں وجہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امامت پر یہ حدیثِ مبارکہ کس طرح نص ہو گی جب کہ آپ نے نہ خود نہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اور نہ ہی کسی اور نے ضرورت کے وقت اس سے دلیل پکڑی ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے معاملے میں اس نص سے جو دلیل پکڑی گئی ہے اس کا جواب آٹھویں شبہ میں دیا گیا ہے لہٰذا آپ کا اپنے دورِ خلافت تک اس حدیثِ مبارکہ سے دلیل پکڑنے سے خاموش رہنا ایک ادنیٰ عقل و فہم کے شخص کے لیے بھی فیصلہ والی بات ہے کیونکہ آپ نے سمجھ لیا تھا کہ اس حدیثِ مبارکہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد آپ کی خلافت کے بارے میں کوئی نص موجود نہیں بلکہ خود حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تصریح کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے یا کسی اور کے متعلق کوئی نص بیان نہیں فرمائی۔ جس طرح کہ آئندہ بیان کیا جائے گا۔

بخاری وغیرہ میں ایک حدیثِ مبارکہ آئی ہے کہ:

''حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما نبی کریم رضی اللہ عنہ کے پاس سے چلے گئے اس میں صریح ذکر ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے موت کے وقت کسی کے متعلق نص بیان نہیں فرمائی اور ہر عقل مند اس سے بہت زیادہ سمجھ سکتا ہے کہ حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق نص نہیں اگر نص موجود ہوتی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر سے واپسی پر اس سے دلیل کیوں نہ پکڑی جس طرح کہ بخاری میں مذکور

ہے"۔

اور جب حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"اگر خلافت کا معاملہ ہم میں ہے تو آپ ہمیں یومِ غدیر سے قریب عرصہ میں بتا دیں گے جب کہ ان دونوں کے مابین دو ماہ کا عرصہ ہے اور باقی تمام سننے والے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے متعلق باوجود قربِ زمانہ' حفظ و ذکاء' فطانت اور عدم تفریط و غفلت کے یہ تجویز کرنا کہ وہ یومِ غدیر کی حدیث کو بھول گئے تھے' محالات عادیہ میں سے ہے اور ایک عقل مند آدمی ادنیٰ بداہت سے اچھی طرح سمجھ سکتا ہے کہ ان سے کسی نسیان اور تفریط کا وقوع نہیں ہوا۔ نیز حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کرتے وقت بھی انہیں یہ حدیثِ مبارکہ اور اس کے معنیٰ یاد تھے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یومِ غدیر کے بعد خطبہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے حق کا اعلان کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے فضائل کی سو احادیثِ مبارکہ کے بعد تیسری حدیث میں اس کا ذکر موجود ہے اور فضائل اہلِ بیت کی احادیثِ مبارکہ میں جو آگے چوتھی آیت کے ضمن میں بیان ہوئی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الموت میں صرف ان کی مودت و محبت اور اتباع کی ترغیب دی ہے"۔

اور احادیثِ مبارکہ میں ہے کہ:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری کلام مبارک یہ تھا کہ "میرے اہلِ بیت کے لیے میرا قائم مقام بننا" یہ ان کے بارے میں وصیت تھی' لہٰذا مقامِ خلافت اور ان دونوں باتوں کے مابین بڑا فرق ہے۔

شیعہ اور روافض کا گمان ہے کہ:

"صحابہ کرام علیہم الرضوان نے اس نص کے جاننے کے باوجود عناد اور باطل پرستی میں مقابلہ کے باعث نہیں مانا جس طرح کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ ان کا یہ قول کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کو تقیہ کی وجہ سے باعث ذکر نہیں کیا' جھوٹ اور افتراء ہے جس طرح کہ ہم مفصل بیان کر چکے ہیں۔ اور یہ بھی ہے کہ آپ کثیر القوم ہونے اور شجاعت کے باعث محفوظ بھی تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جب انصار نے منا امیر و منکم امیر کہا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حدیث الائمہ من قریش سے دلیل پکڑی تو انہوں نے اس استدلال کو کس طرح مان لیا اور کیوں نہ انہوں نے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق نص آئی ہے اور آپ کیوں اس قسم کے عموم سے دلیل پکڑ رہے ہیں"۔

بیہقی نے حضرت ابوحنیفہ سے بیان کیا ہے کہ:

"شیعہ عقیدہ کی اصلیت یہ ہے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کو گمراہ قرار دیا جائے۔ آپ نے شیعوں کے بارے میں فرمایا ہے کہ یہ اپنے عقائد میں روافض سے فحش میں کم ہیں اس لیے کہ روافض تو صحابہ کرام علیہم الرضوان کی تکفیر کرتے ہیں کیونکہ ان کے خیال میں صحابہ کرام علیہم الرضوان نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق نص کو ترک کر دیا تھا اس

لیے وہ ان سے بغض رکھتے ہیں بلکہ ابو کامل جو روافض کے سردار ہیں لیڈروں میں سے ہے اس نے کافی زیادتی سے کام لیا ہے۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس گمان کی بناء پر تکفیر کی ہے کہ انہوں نے دین کی ایسی بات کو چھپایا یا چھپانے پر مدد دی ہے جس کے بغیر دین کی تکمیل نہیں ہوتی۔ آپ سے یہ بات قطعی طور پر ثابت نہیں کہ آپ نے کبھی نص سے اپنی امامت پر احتجاج کیا ہو بلکہ آپ سے یہ بات تواتر سے آئی ہے کہ انہوں نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اُمت کے افضل آدمی قرار دیا ہے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بات مان کر ان کو شوریٰ میں شامل کیا ہے اور ملحدین نے ان کے جھوٹے اور ذلیل آدمیوں کی باتوں کو دین اور قرآن پر طعن کرنے کا ذریعہ بنا لیا ہے اور بعض ائمہ کرام نے روافض کے کلام سے حجت پکڑنے والے ملحدین کا رد پیش کیا ہے"۔

ان ملحدین کا ایک اعتراض یہ ہے کہ:

"اللہ تعالیٰ اس اُمت کو خیر اُمت کیسے قرار دیتا ہے جب کہ سوائے چھ آدمیوں کے جنہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر کسی کو مقدم نہیں کیا۔ آپ کی وفات کے بعد سب مرتد ہو گئے تھوڑا اس ملحد کی حجت کو ملاحظہ کریں کہ کس طرح ہو بہو روافض کی حجت پیش کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو غرق کرے یہ کہاں پھرے جا رہے ہیں۔ یہ لوگ تو یہود و نصاریٰ اور دیگر گمراہ فرقوں سے بھی زیادہ نقصان دہ ہیں جس طرح کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے اس قول میں صراحت کی ہے کہ یہ اُمت ۷۳ فرقوں میں بٹ جائے گی اور ان میں بدترین فرقہ وہ ہو گا جو ہماری محبت کا دعوے دار ہو گا لیکن ہماری بات کو نہیں مانے گا اور اس کی وجہ یہ ہو گی کہ وہ لوگ اپنے ہی افتراء کردہ عناد، کذب اور گھناؤنی بدعات کے خواہاں ہوں گے یہاں تک کہ دین اور ائمہ دین پر طعن کی وجہ سے ملاحدہ غالب آ جائیں گے بلکہ ابو بکر باقلانی نے تو کہا ہے کہ روافض جو کچھ کہتے ہیں اس سے تو اسلام کا ہی ابطال ہو جاتا ہے اس لیے کہ جب ان کی جمعیت نصوص کے چھپانے پر قادر ہو گی اور اپنی اغراض کی خاطر جھوٹ کا نقل کرنا اور اس پر اتفاق کرنا۔ ان میں پختہ ہو جائے گا تو یہ بھی ممکن ہو سکتا ہے کہ جو دیگر احادیث مبارکہ انہوں نے نقل کی ہیں وہ سب جھوٹ ہی ہوں اور اس بات کا امکان بھی ہو سکتا ہے کہ قرآن مجید کا معارضہ اس سے زیادہ فصیح کلام سے ہوا جس طرح کہ یہود و نصاریٰ اس کا دعویٰ کرتے ہیں مگر اس کلام کو صحابہ کرام علیہم الرضوان نے چھپا لیا ہے اسی طرح دیگر اُمتوں نے جو تمام رسولوں سے نقل کیا ہے اس میں بھی کذب وزور اور بہتان کا جواز ہو سکتا ہے اس لیے کہ خیر اُمت میں ان باتوں کے ہوتے ہوئے انہوں نے ادعا کیا ہے تو دوسری اُمتوں کے بارے میں ان کا اس طرح ادعا کرنا زیادہ اولیٰ ہے لہٰذا ان مفاسد پر تفکر کریں جو ان لوگوں کی باتوں پر مترتب ہوئے ہیں۔

بیہقی نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کیا ہے کہ:

''اہلِ اھوا' روافض سے بھی زیادہ جھوٹے ہیں۔ آپ جب بھی اِن کا ذکر کرتے تو ان کی بہت بُرائی بیان کرتے''۔

چھٹی وجہ

نبی کریم ﷺ کو غدیر کے دن پچھلے خطبہ میں یہ بات فرمانے سے ایسا کون مانع تھا کہ یہ شخص میرے بعد خلیفہ ہوگا لہٰذا آپ ﷺ کا پہلا فرمان:

من كنت مولاه فعلي مولاه .

سے عدول کرنا معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کا اس طرح کا ارادہ نہیں تھا بلکہ مقبول راویوں کی سند سے روایت بیان فرمائی ہے جیسا کہ ذہبی نے کہا اور وہ روایت کئی طرق سے آئی ہے کہ:

''حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ سے عرض کیا گیا کہ ہم کس کو امیر بنائیں؟ ارشاد فرمایا' اگر ابوبکر کو بناؤ تو اس کو امین بناؤ دنیا سے بے رغبت اور آخرت میں راغب پاؤ گے اور اگر عمر کو امیر بناؤ تو اس کو قوی اور امین پاؤ گے جو اللہ تعالیٰ کے معاملے میں کسی کی ملامت شدہ کی ملامت سے خوف زدہ نہیں ہوگا اور اگر علی کو امیر بناؤ مگر میں تم کو اس طرح کرتے نہیں پاتا تو اس کو ھادی اور مھدی پاؤ گے جو تم کو پلِ صراط پر لیے جائے گا''۔

(الصواعق المحرقہ عربی' ص: ۴۶' کتب خانہ مجیدیہ' ملتان)

اس کو بزار نے اپنی سند سے روایت کیا ہے جس کے راوی ثقہ ہیں۔

بیہقی نے کہا ہے کہ:

''امام کا معاملہ اس پر انحصار کرتا ہے کہ بیعت کر کے مسلمان کس کو امیر بناتے ہیں اور یہ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق کوئی نص موجود نہیں اور ایک جمعیت نے جیسا کہ بزار سند حسن سے اور امام احمد اور دوسرے حضرات نے قوی سند سے بیان کیا ہے جس طرح کہ ذہبی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ جب لوگوں نے ان کو کہا کہ آپ ہم پر خلیفہ قائم فرمائیں' تو آپ نے فرمایا' میں خلیفہ مقرر نہیں کروں گا بلکہ تمہیں ایسے حال میں چھوڑوں گا جس طرح کہ آپ لوگوں کو رسول اللہ ﷺ نے چھوڑا تھا''۔

(الصواعق المحرقہ عربی' ص: ۴۷' کتب خانہ مجیدیہ' ملتان)

اور بزار نے روایت کیا ہے کہ اور اس کے راوی صحیح حدیثِ مبارکہ کے راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خلیفہ بنایا ہے جو میں تم پر خلیفہ بناؤں اسی طرح دار قطنی نے بیان کیا ہے اور اس کے بعض طرق میں زیادہ الفاظ آئے ہیں کہ:

''ہم رسول اللہ ﷺ کے ہاں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! ہم پر خلیفہ مقرر فرمادیں۔ ارشاد فرمایا' نہیں! اگر اللہ عزوجل نے آپ لوگوں کی بھلائی چاہی تو تم میں سے بہترین آدمی کو مقرر فرمادے گا''۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

''آپ بہترین آدمی کو جانتے تھے تو اس نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنا دیا''۔
لہٰذا ثابت ہوا کہ آپ نے اس بات کی تصریح کر دی کہ نبی کریم ﷺ نے کسی کو خلیفہ نہیں بنایا اور مسلم نے روایت کیا ہے کہ:

''آپ نے ارشاد فرمایا' جو آدمی یہ گمان کرتا ہے کہ ہمارے پاس کتاب اللہ کے سوا بھی کچھ پڑھنے کے لیے ہے وہ صحیفہ بھی جس میں اونٹوں کے دانتوں اور کچھ زخموں کا ذکر ہے تو اس نے جھوٹ بولا اور ایک جماعت نے جس طرح کہ دار قطنی اور ابن عساکر اور ذہبی وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ بصرہ گئے تو آپ کے پاس دو اشخاص نے آ کر کہا آپ ہمیں اپنے اس سفر کے بارے ارشاد فرمائیں۔ کیا اس لیے اختیار کیا گیا ہے کہ آپ امراء اور اُمت پر غالب آنا چاہتے ہیں جو ایک دوسرے سے برسرِ پیکار ہے۔ کیا رسول اللہ ﷺ نے آپ سے کوئی عہد کیا ہے' آپ اس کو ہمارے پاس بیان فرما دیں اس لیے کہ آپ ہمارے پاس قابلِ اعتبار شخص ہیں''۔

آپ نے فرمایا:
''اگر نبی کریم ﷺ کی کوئی وصیت اس کے متعلق میرے پاس ہوتی تو اللہ تعالیٰ کی قسم! میں ان کا پہلا تصدیق کرنے والا ہوں اب میں ان کا پہلا تکذیب کرنے والا نہیں بننا چاہتا اگر میرے پاس آپ ﷺ کی کوئی وصیت ہوتی تو میں بنی تیم بن مرہ کے بھائی اور عمر بن خطاب کو آپ کے منبر پر نہ چڑھنے دیتا اگر میرے پاس اس چادر کے سوا کچھ نہ ہوتا تب بھی میں ان دونوں سے جنگ کرتا مگر رسول اللہ ﷺ نہ قتل ہوئے اور نہ اچانک فوت ہوئے آپ کئی دن ورات بیمار رہے بلال یا کوئی دوسرا مؤذن آ کر آپ کو نماز کی خبر دیتا تو آپ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کا حکم عطا فرماتے۔ آپ کو میرے مقام و مرتبہ کا بھی علم تھا بلکہ آپ کی ایک بیوی نے خواہش کی چاہا کہ آپ ﷺ کی توجہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے پھیر دے تو آپ ﷺ نے انکار کیا اور غضب میں آ کر ارشاد فرمایا' تم تو یوسف والیاں ہو۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حکم دو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں جب نبی کریم ﷺ کا وصال ہو گیا تو ہم نے اپنے امور پر تفکر کیا اور اپنی دنیا کے لیے اس شخص کو پسند فرمایا جس کو نبی کریم ﷺ نے ہمارے دین کے لیے پسند فرمایا تھا۔ نماز اسلام کا ایک بڑا رکن اور دین کا قوام ہے لہٰذا ہم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی اور آپ اس کے اہل تھے اور ہم میں سے دو آدمیوں نے بھی اس پر اختلاف نہیں کیا''۔

ایک روایت میں ہے کہ:
''آپ نے ہمارے درمیان اس طرح کا اتحاد پیدا فرما دیا کہ کوئی دو بندوں نے بھی اس پر اختلاف نہیں کیا''۔

ایک اور روایت میں ہے کہ:
''ہم نے اپنی دنیا کے لیے اس کو پسند کر لیا جس کو نبی کریم ﷺ نے ہمارے دین کے لیے پسند فرمایا لہٰذا میں نے

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اس کا حق دے دیا اس کی فرماں برداری کی اس کی فوج میں اس کے ساتھ ہو کر لڑا' وہ جو مجھے دیتے تھے' میں اس کو لیتا تھا جب جنگ کا فرماتے تو میں جنگ کرتا' ان کی ہوتے ہوئے میں اپنے کوڑے سے حدود لگاتا جب آپ فوت ہوئے تو آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلافت دی اس نے بھی اپنے صاحب کے طریقہ اور حکم پر عمل کیا تو ہم نے عمر کی بیعت کر لی اور ہم میں سے دو آدمیوں نے بھی اس پر اختلاف نہیں کیا۔ میں نے اس کا حق ادا کیا' ان کی اطاعت کی اور اس کی فوج میں اس کے ساتھ ہو کر لڑا وہ جب مجھے دیتے میں لے لیتا جب جنگ کا فرماتے میں جنگ کرتا اور آپ کے موجود ہوتے ہوئے' میں اپنے کوڑے سے حدود لگاتا جب آپ فوت ہوئے تو مجھے اپنی قرابت' سبقت اور فضیلت کا خیال آیا اور یہ خیال کرتا تھا کہ کوئی میرے برابر نہ ہوگا مگر وہ ڈرا کہ خلیفہ آپ کے بعد کوئی ایسا کام نہ کرے جس سے اس کو قبر میں بھی تکلیف ہو تو اس نے اپنے نفس اور بچوں کو اس سے نکال دیا اگر خلافت محبت کے باعث ہوتی تو وہ اپنے بچوں کو ترجیح دیتا یا اپنے قبیلے کا خیال کرتا۔ مجھے خیال ہوا کہ وہ میرا مقابلہ نہ کر سکیں گے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے ہم سے اس بات کا عہد لیا کہ جس کو خلیفہ بنایا جائے گا ہم اس کی سنیں گے اور اطاعت کریں گے پھر انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی۔ میں نے دیکھا کہ میری اطاعت میری بیعت سے سبقت لے گئی ہے اور میرے والا میثاق کسی اور کے لیے لیا جا رہا ہے تو ہم نے عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی۔ میں نے اس کا حق ادا کیا اس کی اطاعت کی اور اس کے ساتھ ہو کر جنگ کی جب وہ مجھے دیتے میں لے لیتا جب جنگ کا فرماتے جنگ کرتا اور آپ کے ہوتے ہوئے میں اپنے کوڑے سے حدود لگاتا جب آپ فوت ہو گئے تو میں نے دیکھا کہ وہ دو خلیفے جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھانے کی وصیت کی وہ آخرت کی طرف لوٹ گئے ہیں اور یہ خلیفہ جس سے میرے میثاق نے پیوند کیا تھا وہ بھی گزر چکا ہے تو اہلِ حرمین اور کوفہ اور بصرہ کے لوگوں نے میری بیعت کر لی تو ایک آدمی بیچ میں آ پڑا۔ جو نہ میرے برابر ہے نہ اس کی قرابت میری طرح ہے اور نہ میری طرح سبقت کرنے والا ہے اور میں اس سے خلافت کا زیادہ حق دار ہوں یعنی معاویہ سے"۔

اسی طرح اس حدیث کو ان لوگوں اور اسحاق بن راہویہ نے دوسرے طریق سے بیان کیا ہے۔

ذہبی کہتے ہیں کہ:

"یہ طرق ایک دوسرے کو قوی بناتا ہے اور ان میں اصح وہ ہے جس کو اسماعیل بن علیہ نے بیان کیا اس میں ذکر ہے کہ

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا گیا کہ آپ اپنے اس سفر کے بارے میں بتائیں کہ آپ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی وصیت کی تھی یا یہ آپ کی اپنی رائے ہے تو آپ نے جواب دیا بلکہ یہ میری رائے ہے"۔

احمد نے انہی سے بیان کیا ہے کہ:

''آپ نے جنگِ جمل کے دن فرمایا کہ ہم کو رسول اللہ ﷺ نے کوئی وصیت نہیں فرمائی جس کو امارت کے بارے میں پیش کر سکیں بلکہ یہ ہماری اپنی رائے ہے''۔

ہروی اور دار قطنی نے بھی اسی طرح روایت کی ہے جس میں کچھ الفاظ زائد بھی ہیں۔ یہ تمام طرق اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی منصوص امامت کی نفی کی ہے اور علمائے اہلِ بیت نے اس بات پر آپ سے موافقت کی۔

ابو نعیم نے حسن المثنیٰ بن حسن السبط سے بیان کیا ہے کہ:

''جب آپ کو حدیثِ مبارکہ من کنت مولاہ فعلی مولاہ بتائی گئی کہ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امامت پر نص ہے تو آپ نے کہا اللہ تعالیٰ کی قسم! اگر نبی کریم ﷺ اس سے امارت یا بادشاہی مراد لیتے تو اس سے کہیں زیادہ فصیح الفاظ میں لوگوں کو بتاتے بلکہ آپ تو یوں فرماتے' اے لوگو! یہ میرا اولی الامر اور میرے بعد تمہارا حاکم ہے لہٰذا اس کی بات سنو اور اطاعت کرو لیکن اس طرح کی کوئی بات نہیں۔

اللہ تعالیٰ کی قسم! اگر اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ اپنے بعد اس کام کے لیے اور مسلمانوں کی حاکمیت کے لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو چنتے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اس کے رسول ﷺ کے اس حکم پر عمل کرنا چھوڑ دیتے یا مسلمانوں کے پاس معذرت کرتے تو وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کو ترک کرنے کی وجہ سے بڑے خطا کرنے والے ہوتے مگر وہ اس طرح کی باتوں سے بہت بلند ہیں''۔

ایک روایت میں ہے کہ:

''اگر یہ بات اسی طرح ہے جس طرح کہ تم کہتے ہو تو اللہ تعالیٰ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو لوگوں کی حاکمیت کے لیے منتخب فرمایا تو حکمِ رسول کو چھوڑنے اور اس پر عمل کرنے کی وجہ سے آپ بڑے خطا کار ہوئے''۔

تو اس شخص نے کہا:

''کیا رسول اللہ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا:

من کنت مولاہ فعلی مولاہ ۔

تو حسن نے کہا:

''اللہ تعالیٰ کی قسم! اگر اس سے آپ ﷺ کی مراد امارت یا حاکمیت ہوتی تو اس سے زیادہ فصیح الفاظ میں یہ بات بیان فرماتے جس طرح کہ نماز اور زکوٰۃ کو فصیح الفاظ میں بیان کیا گیا ہے بلکہ آپ لوگوں کو اس طرح فرماتے اے لوگو! حضرت علی رضی اللہ عنہ میرے بعد تمہارے ولی الامر اور حاکم ہوں گے لہٰذا ان کی نافرمانی نہ کرنا''۔

دار قطنی نے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ:

''جب امام ابو حنیفہ مدینہ شریف گئے تو آپ نے ابو جعفر باقر سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے

پوچھا تو آپ نے ان کے لیے رحمت کی دعا کی تو امام ابوحنیفہ نے کہا' عراق میں تو لوگ کہتے ہیں کہ آپ ان سے بے زاری کا اظہار کرتے ہیں تو آپ نے فرمایا' معاذ اللہ! ربّ کعبہ عزوجل کی قسم! انہوں نے جھوٹ کہا ہے پھر آپ نے امام ابوحنیفہ کے سامنے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی بیٹی اُم کلثوم کے نکاح کا ذکر کیا اور ارشاد فرمایا' اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کے اہل نہ ہوتے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کبھی اُم کلثوم رضی اللہ عنہا کو ان کے نکاح میں نہ دیتے۔ یہ بات قطعاً روافض کے خیالات کا بطلان ثابت کرتی ہے اگر یہ بات نہ مانی جائے تو اس کا مطلب ان کے خیال فاسد کے مطابق یہ ہوگا کہ آپ نے اپنی لڑکی کو ایک کافر کے نکاح میں دے دیا''۔

ساتویں وجہ

ان کا یہ قول کہ:

اللھم وآل من والاہ وعادہ من عاداہ ۔ کی دعا صرف امام معصوم کے لیے ہو سکتی ہے۔ یہ ایک بغیر دلیل کے دعویٰ ہے یہ دعا تو ادنیٰ مومن کے لیے بھی ہو سکتی ہے اور یہ کہ وہ عقلی اور شرعی طور پر کوئی فضیلت بھی رکھتا ہو۔

ابوذر ہروی نے روایت کیا ہے کہ:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا' میں عمر کے ساتھ ہوں اور عمر میرے ساتھ ہے اور میرے بعد عمر جہاں ہوگا حق اس کے ساتھ ہوگا''۔

کوئی شخص نہیں کہتا کہ اس حدیثِ مبارکہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی امامت اور ان کی عصمت پر دال ہے۔

ان کا یہ خیال کہ:

امام معصوم ہوتا ہے ایک باطل گمان ہے اس لیے کہ عصمت قطعی طور انبیاء کے لیے ثابت ہے ہاں امام کو محفوظ کہہ سکتے ہیں اور اس طرح کی بات تو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کم درجہ مومن کے لیے بھی کہنی جائز ہے اور ان کا یہ دعویٰ کہ عصمت امام کا وجوب عقل کے فیصلے پر مبنی ہے اور جو کچھ اس سے انہوں نے باتیں بنائی ہیں وہ ان امور کی وجہ سے باطل ہوتی ہیں جن کا ذکر قاضی ابوبکر باقلانی نے اپنی اس کتاب میں جو امامت کے متعلق ہے' تفصیلی ذکر کیا ہے۔

حاکم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے صحیح روایت میں بیان کیا ہے اور دوسروں نے اس کو حسن فرمایا ہے۔

آپ نے فرمایا:

''میرا وہ غالی محبّ جو میری طرف وہ باتیں منسوب کرتا ہے جو میرے اندر نہیں' ہلاک ہو جائے گا اور وہ مفتری اور بغض رکھنے والا بھی ہلاک ہو جائے گا جو دشمنی کی بنیاد پر مجھ پر ایسی بات کا بہتان باندھتا ہے جو مجھ میں پائی ہی نہیں جاتی''۔

پھر فرمایا:

''میں نے کسی کو یہ حکم نہیں دیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے کسی کی اطاعت یا نافرمانی کرے لہٰذا معلوم ہوا کہ آپ اپنے لیے عصمت کو ثابت کرتے ہی نہیں''۔

آٹھویں وجہ

ان لوگوں نے امام کے لیے اُمت سے افضل ہونے کی شرط لگائی ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی گواہی سے ثابت ہے جن کے بارے میں وہ عصمت کے واجب ہونے کے قائل ہیں کہ اُمت میں افضل ترین حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں لہٰذا آپ دونوں کی امامت صحیح ہے جس طرح کہ اس پر اجماع بھی ہو گیا ہے۔

بارھواں شبہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ فرمان جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امامت پر مفصل نص ہے جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ تبوک کی طرف جاتے ہوئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ پر اپنا نائب مقرر کرتے ہوئے فرمایا تھا۔

ارشاد فرمایا:

''آپ میرے ہارون کے قائم مقام ہیں' مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں''۔

اس حدیثِ مبارکہ میں یہ دلیل موجود ہے کہ تمام وہ مقامات جو حضرت ہارون علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے حاصل تھے' وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوائے نبوت کے حاصل ہیں ورنہ استثناء درست ہی نہ ہوگا اور اگر حضرت ہارون حضرت موسیٰ علیہما السلام کے بعد زندہ رہتے تو خلافت کے حقدار ہوتے اس لیے کہ وہ تو ان کی حیات میں ہی ان کے خلیفہ تھے اور اگر وہ حیات رہتے اور آپ کی موت کے بعد آپ کے خلیفہ نہ بنتے تو یہ ایک نقص کی بات ہوتی جو انبیائے کرام علیہم السلام کے لیے جائز نہیں۔ حضرت ہارون علیہ السلام کا ایک مقام یہ تھا کہ آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رسالت میں شریک تھے اور اگر آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد زندہ رہتے تو آپ کی اطاعت بھی واجب ہوتی لہٰذا اس سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اطاعت کا وجوب ثابت ہوتا ہے۔ ہاں آپ کی نبوت میں شراکت ممتنع ہے لہٰذا آپ اس دلیل سے ممکن حد تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد عملاً مفترض الطاعۃ ہیں۔

جواب

اگرچہ یہ حدیثِ مبارکہ آمدی کے قول کے مطابق صحیح نہیں اور اگر صحیح بھی ہو تو جس طرح کہ ائمہ حدیثِ مبارکہ کہتے ہیں اور اس کے متعلق انہی پر اعتماد کیا جا سکتا ہے جب کہ یہ حدیث صحیحین میں ہے اور احاد میں سے ہے اور وہ اسے امامت میں حجت نہیں سمجھتے اور اگر بطورِ تنزل مان بھی لیا جائے تو اس میں مقامات کے لیے عموم نہیں ہوگا بلکہ وہ مفہوم مراد ہوگا جس پر حدیثِ مبارکہ کے ظاہری الفاظ دال ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس وقت تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ تھے جب تک آپ علیہ السلام تبوک

میں جانے کی وجہ سے مدینہ منورہ سے موجود نہ تھے' جب کہ حضرت ہارون علیہ السلام اس وقت تک حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلیفہ تھے جب تک آپ مناجات کے لیے وہاں سے موجود نہ تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ فرمان کہ:

''میری قوم میں میری نیابت کرنا''

اس میں اس وقت تک عموم مراد نہیں لیا جا سکتا جب تک اس کی سب زندگی اور موت کے دور میں نیابت مراد نہ ہو بلکہ اس کا متبادر مفہوم وہی ہے جو بیان کیا گیا ہے کہ آپ صرف ان کی غیر موجودگی کے زمانہ میں ان کے خلیفہ تھے لہٰذا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وصال کے بعد کے دور پر اس کا حاوی ہونا تو قصور الفاظ کے باعث ہے نہ کہ عزل کی وجہ سے یہ تو اس طرح ہے کہ جس طرح کسی معین وقت کے لیے آپ کی خلافت کی صراحت کر دی جاتی اور اگر ہم موت کے بعد کے زمانہ تک اس کا حاوی ہونا مان لیں اور آپ کے بعد آپ کی خلافت کے باقی نہ رہنے کو عزل گمان کریں تو اس سے یہ بات لازم نہیں آتی کہ آپ میں کوئی نقص تھا بلکہ یہ تو آپ کا کمال ہے کہ آپ ان کے بعد مستقل نبی ہو گئے اور یہ الٰہی تصرف ہے اور یہ بات خلیفہ ہونے اور رسالت میں شریک ہونے سے بہت بہتر ہے۔ ہم مانتے ہیں کہ حدیثِ مبارکہ تمام مقامات پر حاوی ہے مگر یہ عموم مخصوص ہے۔ حضرت ہارون علیہ السلام کے مقامات میں سے ایک یہ مقام بھی ہے کہ وہ نبی کے بھائی ہیں اور عموم مخصوص باقی باتوں میں حجت نہیں ہوتا یا کمزور حجت ہوتا ہے اس میں اختلاف ہے اور اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وصال کے بعد حضرت ہارون علیہ السلام کے امر کے نفاذ کو فرض کیا جائے تو وہ خلافت کی وجہ سے نہیں بلکہ نبوت کی وجہ سے ہو گا لہٰذا یہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نبی ہونے کے استحالہ نے نبوت کی نفی کر دی ہے لہٰذا اس کے سبب کی نفی بھی لازم آئی جو اطاعت کرنا اور نفاذ امر کرنا ہے۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ حدیثِ مبارکہ احاد ہونے کی وجہ سے اجماع کا مقابلہ نہیں کر سکتی اور اس سے مراد بعض ان مقامات کا اثبات ہے جو حضرت ہارون علیہ السلام کو ملے ہوئے تھے۔ یہ حدیثِ مبارکہ اور اس کا وہ سبب جو سیاق بیان میں آیا ہے وہ بعض مقامات کو واضح کر دیتا ہے جس طرح کہ بیان ہو گیا ہے کہ آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نیابت کے وقت صرف یہی بات کہی تھی۔

صحیح بخاری میں ہے کہ:

''حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ مجھے بچوں اور عورتوں میں پیچھے چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ گویا آپ نے اپنے پیچھے چھوڑنے کو شان میں کمی سمجھی تو آپ نے فرمایا' کیا تو اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ تجھے مجھ سے ہارون جیسی نسبت ہو یعنی جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو طور پر جاتے وقت خلیفہ بنایا اور ارشاد فرمایا کہ:

''میری قوم میں میری نیابت کرنا اور ان کو سب سے زیادہ اس بات کا اہل سمجھا''۔ (صحیح البخاری' جز:۱۳' ص ۳۲۵)

لہٰذا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ میں اپنا نائب مقرر کرنا اس بات کو مستلزم نہیں کہ آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اپنے تمام معاصرین سے فرض اور واجب کے طور پر زیادہ اہل تھے لیکن بطور جملہ آپ اس کے اہل تھے اور اسی طرح ہم بھی کہتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علاوہ دوسرے لوگوں کو بھی کئی بار اپنا نائب مقرر کیا جس طرح کہ ابن اُم مکتوم رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا

لہٰذا اس وجہ سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ نبی کریم ﷺ کے بعد خلافت کے زیادہ مستحق تھے۔

تیرھواں شبہ

نبی کریم ﷺ کا وہ فرمان بھی جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت پر دلالت کرنے کے لیے مفصل نصوص ہے۔

آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

''تو میرا بھائی' وصی' خلیفہ اور میرے دین کا قاضی ہے''۔

اور آپ کا یہ فرمان کہ:

''تو سید المسلمین' امام المتقین اور جو روشن چہروں اور چمک دار ہاتھ پاؤں والے ہیں' ان کا قائد ہے''۔

اور آپ کا یہ فرمانا بھی کہ:

''علی رضی اللہ عنہ کو امیر المومنین کہہ کر سلام کہو''۔

جواب

پانچویں فصل سے قبل اس کا مبسوط جواب گزر گیا ہے کہ یہ احادیثِ مبارکہ جھوٹی' باطل اور موضوع اور نبی کریم ﷺ پر افتراء ہیں اور خوب جان لو کہ جھوٹوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوتی ہے اور ائمہ کرام کی حدیثِ مبارکہ میں سے کسی نے بھی یہ نہیں کہا کہ ان جھوٹی روایات میں سے کوئی احاد مطعون کے درجہ تک بھی پہنچتی ہے بلکہ تمام کا اس بات پر اتفاق ہے یہ محض کذب اور افتراء ہیں اور اگر یہ جاہل لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ اور ائمہ اسلام کے متعلق جو تاریکیوں کے چراغ ہیں اس طرح کہیں کہ ان کے نزدیک یہ احادیث صحیح ہیں تو ان کو کہیں گے کہ یہ بات عادۃً محال ہے اور یہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ ان احادیث کے علم صحت کے متعلق تم ہی منفرد ہو حالانکہ نہ کبھی تم نے کوئی روایت کی اور نہ کسی محدث کی صحبت میں رہے اور وہ لوگ جو ماہرینِ حدیث ہیں اور جنہوں نے حدیث کے حصول کے لئے دور دور کے سفروں میں اپنی عمریں ختم کردی ہیں اور جس بندے کے بارے میں انہیں علم ہوا کہ اس کے پاس حدیثِ مبارکہ ہے وہ اس کے پاس پہنچے اور تحقیق کر کے صحیح وسقیم کا علم حاصل کیا پھر ان احادیثِ مبارکہ کو جامع طور پر اپنی کتاب میں رقم کیا پھر یہ کس طرح ہوسکتا ہے جب کہ موضوع احادیث سینکڑوں اور ہزاروں لوگوں کے پاس آئی ہیں۔ نیز وہ ہر حدیث کے واضع اور اس کے سبب وضع کو بھی جانتے ہیں جس نے اس شخص کو نبی کریم ﷺ پر کذب وافتراء کے لیے تیار کیا وہ اس حدیثِ مبارکہ سے کس طرح دُور رہے اللہ تعالیٰ ان بزرگوں کو جزائے خیر عطا فرمائے اگر ان بزرگوں نے یہ کام نہ کیا ہوتا تو باطل پرست' متمرد اور مفسد دین پر چھا جاتے اور اس کے نشانات کو تبدیل کر دیتے اور حق کو اپنے جھوٹ کے ساتھ ملا دیتے اور اس میں کوئی فرق ہی نہ رہتا وہ خود گمراہ ہوتے اور دوسرے لوگوں کو گمراہ کرتے مگر اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی شریعت کو زیغ اور تبدیل ہونے سے محفوظ رکھا ہے اور ہر زمانے میں آپ کی اُمت کے اکابرین سے ایک گروہ کو حق پر قائم رکھا ہے جن کو ترک کر دینے والا ان کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا اور نہ ہی دینِ اسلام کو اس طرح کے جھوٹوں'

جاہلوں اور باطل پرستوں کی کوئی پرواہے۔

پھر نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

''میں تم کو ایک ایسے روشن ستارے پر چھوڑ کر جا رہا ہوں جس کی رات دن کی طرح اور دن رات کی طرح ہے میرے بعد اس راستے سے وہی دور ہوگا' جو ہلاک ہونے والا ہوگا اور ان جاہلوں کی بڑی عجیب بات یہ کہ جب ہم ان احادیثِ مبارکہ سے استدلال کرتے ہیں جو صراحتاً سیّدنا صدیقِ اکبر کی خلافت پر دلالت کرتی ہیں جس طرح کہ

اقتدوا باللذین من بعدی ۔

اور اس کے علاوہ احادیث جن کو ہم فصل ثالث میں کاملاً بیان کر چکے ہیں' تو کہتے ہیں یہ خبرِ واحد ہے جو تعیین میں فائدہ نہیں دیتی اور جب سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اپنی خیالی نص سے استدلال کرنا چاہتے ہیں تو اس طرح کی روایات لے آتے ہیں جو من کنت مولاہ اور انت بمنزلۃ ھارون من موسٰی کی طرح ہوتی ہیں یا جو یا تو احاد ہیں اور یا واضح طور پر جھوٹی اور موضوع ہیں جو ادنیٰ مراتب کی ضعیف احادیثِ مبارکہ کے درجہ کو بھی نہیں پہنچتیں لہٰذا اس صریح تناقض اور قبیح جہل پر تفکر کریں۔ ان کی جہالت' عناد اور حق سے پھرنے کا یہ حال ہے کہ وہ اس حدیثِ مبارکہ جس کو تمام اہلِ حدیث واثر' جھوٹ' موضوع اور من گھڑت کہیں اور وہ ان کے فاسد مذہب کے موافق ہو اس کو وہ تواتر گمان کرتے ہیں اور اس کے بالمقابل اگر ایک حدیث کی صحت اور تواتر روایات پر تمام متفق ہیں اور وہ ان کے مذہب کے خلاف ہو تو وہ اس کو تحکم وعناد اور زیغ کے باعث احاد گمان کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کا بُرا کرے یہ کیسے جاہل اور بے وقوف لوگ ہیں۔

چودھواں شبہ

سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اگر خلافت کی اہلیت رکھتے تو آپ لوگوں سے اس طرح نہ کہتے کہ مجھے معاف کر دو اس لیے کہ انسان اہلیت نہ ہونے کی وجہ سے کسی شئی سے معافی مانگتا ہے۔

جواب

انہوں نے جو علت پیش کی ہے اس میں حصر ممنوع ہے اس لیے یہ بھی ان کے افتراؤں میں سے ایک افتراء ہے۔ کتنے ہی سلف وخلف کے واقعات ہیں جن میں انہوں نے باوجود اہل ہونے کے پرہیزگاری سے کام لیا اور زہد وتقویٰ کی حقیقت کی تکمیل ہی اس حکم سے ہوتی ہے کہ انسان اہل ہونے کے باوجود اعراض سے کام لیتا ہے اور اہل نہ ہونے کی بنیاد پر اعراض کرنا واجب ہے' زُہد نہیں ہے۔

پھر اس مقام پر اس کا سبب یہ ہے کہ انہوں نے عاجزی سے کام لیتے ہو کہا شاید میں امور کو اس طرح سرانجام نہ دے سکوں جس طرح انہیں سرانجام دینے کا حق ہے یا آپ نے اس کا اظہار اس وجہ سے کیا' تا کہ لوگوں کی اندرونی حالت معلوم ہو

جائے کہ کیا ان میں کوئی ایسا شخص بھی ہے جو ان کے عزل کا طلب گار ہے تو آپ کو معلوم ہو گیا کہ ان میں سے کوئی شخص آپ کا عزل نہیں چاہتا اور اگر آپ اس بات سے خوف نہ رکھتے ہوتے کہ نبی کریم ﷺ نے اس طرح کے امام پر لعنت فرمائی ہے جس کو لوگ ناپسند کرتے ہوں تو آپ نے اس اظہار سے یہ معلوم کرنا چاہا کہ کیا کوئی شخص آپ کو ناپسند کرتا ہے یا نہیں۔

تمام کلام کا حاصل یہ ہے کہ اس بات سے ان کی اہلیت نہ ہونے پر دال ہے انتہائی درجہ کی غباوت' جہالت اور حماقت ہے اور حماقت سے کوئی بھی شخص بلندیوں تک نہیں پہنچ سکتا۔

پندرہواں شبہ

خلافت کے معاملہ کے جھگڑے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خاموش رہنا صرف اس وجہ سے ہے کہ نبی کریم ﷺ نے آپ کو وصیت کی تھی کہ وہ آپ کے بعد کسی فتنہ میں دخل اندازی نہ کریں اور نہ تلوار اٹھائیں۔

جواب

سب سے بڑی غباوت کے ساتھ یہ کذب و افتراء اور حماقت اور جہالت کی بات بھی ہے کہ آپ نے اس صورت میں اپنے بعد ان کو اُمت کا والی کس لیے بنایا اور جو قبولِ حق سے رُک جائے اس کے خلاف تلوار اٹھانے سے منع کیوں کیا اور اگر ان کا گمان صحیح ہے تو ان کو جنگِ صفین اور دوسری جنگوں میں تلوار نہیں اٹھانی چاہیے تھی اور نہ ہی خود اہلِ بیت اور اپنے پیروکاروں سمیت اکیلے ہی ہزاروں سے لڑنا چاہیے تھا۔ اللہ تعالیٰ ان کو رسول اللہ ﷺ کی مخالفت سے محفوظ فرمائے۔ انہوں نے یہ کس طرح گمان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے ان کے خلاف بھی تلوار اُٹھانے سے منع فرمایا ہے جو خود ان کے نزدیک بدترین انواع کفر کے ارتکاب کرنے والے تھے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس طرح کہ لوگوں سے جہاد کرنا واجب فرمایا ہے۔

بعض ائمہ اہلِ بیت رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ:

"مجھے ان کی باتوں سے غور کرنے سے معلوم ہوا ہے کہ خواہشات نے ان کی عقل و بصیرت کو اندھا کر دیا ہے اور ان کو اس بات کی پرواہ ہی نہیں کہ ان باتوں سے کیا کیا فساد پیداہ ہوتے ہیں کیا آپ نے ان کی باتوں پر تفکر نہیں کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی تلوار کے پر تلے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے قصاص مانگا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا گھیرا ڈالا اور ڈر کی بناء پر ان کے بچے کا اسقاط ہو گیا جن کا نام محسن تھا۔

اس قبیح جھوٹ اور غباوت سے جس نے ان کو ذلیل و رسوا اور ہلاک کر دیا ہے' ان کا مقصد حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر غارت گری کا الزام تھوپنا ہے' ان کو اس بات کا خیال ہی نہیں آیا کہ اس بات سے نہ صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ بلکہ تمام بنی ہاشم ذلیل عاجز اور بزدل ٹھہرائے جائیں گے' حالانکہ وہ تو ایسی ذلت کے بالمقابل جس سے بڑی ذلت کوئی نہیں' بڑے بہادر اور غیرت و جرأت مندی کے حامل ہیں بلکہ سب صحابہ کرام علیہم الرضوان کی نسبت بھی یہی بات کہنی پڑتی ہے حالانکہ جن کو ان کے حالات کا ادنیٰ سا شوق بھی ہے وہ جانتا ہے اور یہ بات تواتر سے ثابت ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ

کی ہتک عزت پر شدت غضب اور غیرت سے اپنے آباء اور اولاد سے بھی ان کی خوشنودی کی خاطر نبرد آزما ہو گئے لہٰذا ان کے متعلق یہ وہم بھی نہیں ہو سکتا کہ انہوں نے باطل پر سکوت اختیار کیا ہو' حالانکہ نبی اکرم ﷺ کی مقدس زبان سے جس کا ذکر کتاب وسنت میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ہر قسم کی پلیدی' گندگی اور عیب سے نبی کریم ﷺ کے فیض کے صدقے پاک کر دیا ہے اس کا ذکر مقدمہ اولیٰ میں گزر چکا ہے اور نبی کریم ﷺ اپنے وصال کے وقت ان کے صدق محبت اور اتباع کی بناء پر ان سے راضی تھے سوائے اس شخص کے جس کو اللہ تعالیٰ نے گمراہ فرمایا اور ترک کر دیا ہو وہ بڑے خسارے اور ہلاکت میں رہے گا اور اللہ تعالیٰ اس کو جہنم کی آگ میں ڈالے گا جو بہت برا ٹھکانہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے ہم سب کو اپنی حفاظت میں رکھے۔ آمین''

دوسرا باب

''اکابر اہلِ بیت سے شیخین کی مزید ثنا تا کہ معلوم ہو کہ روافض اور شیعہ ان کے بارے میں جو عجیب کذب اور افتراء باندھتے ہیں، وہ ان سے بَری الذمہ ہیں اور یہ گمان بھی کذب ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو بھی کیا وہ تقیہ، مدارات اور خوف کی وجہ سے تھا اور اس کے علاوہ ان کی قبیحات کا ذکر کیا جائے گا''

عبداللہ محض سے دارقطنی نے روایت کیا ہے محض کا لقب ان کو اس لیے دیا گیا تھا کہ یہ وہ پہلے آدمی ہیں جس نے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کی ولادت پر لوگوں کو جمع کیا۔ یہ بنی ہاشم کے شیخ اور رئیس تھے۔ ان کا بیٹا نفس زکیہ سے شہرت یافتہ تھا اور ائمہ دین میں سے تھا۔ حضرت امام مالک بن انس کے دَور میں مدینہ میں ان کی خلافت کی بیعت فرمائی گئی۔ منصور نے ان پر فوج چڑھا کے ان کو قتل کرا دیا تھا۔

ان سے پوچھا گیا کہ:

''کیا آپ موزوں پر مسح کرتے ہیں؟''

انہوں نے کہا:

''ہاں! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی موزوں پر مسح کیا ہے''۔

سائل نے کہا:

''میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ آپ مسح کرتے ہیں؟''

ارشاد فرمایا:

''کیا آپ کو یہ بات تکلیف دے رہی ہے کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق تجھے مطلع کروں اور تو میری رائے پوچھنا چاہتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تو مجھ سے اور دنیا بھر کے میری طرح کے لوگوں سے بہتر ہیں۔ آپ کو بتایا گیا کہ یہ تقیہ ہے''۔

فرمایا:

''ہم قبر اور منبر کے درمیان قیام پذیر ہیں''۔

اے اللہ عزوجل! میں خفیہ اور اعلانیہ طور پر یہی کہتا ہوں لہٰذا میرے بعد کسی کی بات نہ سننا۔

پھر فرمایا:

''یہ کون سا شخص ہے جس نے کہا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ مقہور تھے اور نبی کریم ﷺ کے حکم کو نافذ نہیں کر سکے۔ یہ بات ان کو دھبہ لگانے کے لیے کافی ہے''۔ (الصواعق المحرقہ عربی ص: ۵۳، کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

دار قطنی نے عبداللہ کے بیٹے نفس زکیہ سے بیان کیا ہے کہ:

''ان سے شیخین کے متعلق دریافت کیا گیا تو انہوں نے جواب دیا میرے نزدیک وہ دونوں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں اور حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا گیا ہے کہ بنو فاطمہ کا اس بات پر اتفاق ہو چکا ہے کہ وہ شیخین کے متعلق اچھی سے اچھی بات کہیں گے اسی طرح حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ محمد باقر سے بیان کیا ہے کہ ایک شخص ان کے باپ حضرت زین العابدین علی بن الحسین رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا کہ مجھے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے متعلق کچھ بتائیں۔

آپ نے فرمایا: ابو بکر صدیق کے بارے میں بتاؤں تو اس نے کہا: تم ان کو صدیق کا نام کیوں دیتے ہو۔ آپ نے فرمایا:

تیری ماں تجھ کو ضائع کر دے۔ نبی کریم ﷺ مہاجرین اور انصار نے ان کا نام صدیق رکھا ہے اور جو ان کو صدیق نہ کہے اللہ عزوجل دنیا اور آخرت میں اس کی بات کو سچا نہ کرے یہاں سے چلے جاؤ اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے محبت رکھو''۔ (النہی عن سب الاصحاب، جز: ۱، ص: ۱۲)

اسی طرح دار قطنی نے عروہ سے اور انہوں نے عبداللہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے حضرت ابو جعفر باقر سے تلوار کو ملمع کروانے کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا:

''اس میں کوئی حرج کی بات نہیں۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بھی اپنی تلوار کو ملمع کروایا ہوا تھا''۔

وہ انہوں نے کہا ہے کہ:

''میں نے کہا آپ ان کو صدیق کہتے ہیں''۔

فرمایا:

''ہاں! وہ صدیق ہیں ہاں وہ صدیق ہیں اور جو ان کو صدیق نہ کہے اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کی بات کو سچا نہ کرے اور ابن جوزی نے صفوۃ الصفوۃ میں یہ الفاظ زائد لکھے ہیں کہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے چھلانگ لگائی اور قبلہ کی جانب ہو گئے''۔

اور فرمایا:

''ہاں وہ صدیق ہیں، ہاں وہ صدیق ہیں، ہاں وہ صدیق ہیں اور حدیث میں بھی اسی طرح آیا ہے''۔

(اظہار الحق، جز: ۲، ص ۱۳۵)

اسی طرح حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بھی آئی ہے کہ جس طرح میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے شفاعت کی امید رکھتا ہوں اسی طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بھی شفاعت کی امید رکھتا ہوں۔ انہوں نے مجھے دوبار جنا ہے۔

(الجوہ فی بیان الحجۃ فصل فی قول جعفر بن محمد رضی اللہ عنہما' جز:۲ص:۳۷۳)

حضرت زید بن علی رضی اللہ عنہما کے بارے میں روایت ہے کہ:

''انہوں نے فرمایا میں نہیں جانتا شیخین سے کون بے زاری کا اظہار کرتا ہے۔ اللہ کی قسم! شیخین سے بے زاری کا اظہار کرنا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بے زاری کا اظہار ہے خواہ کوئی پہلے کرے یا بعد میں کرے''۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ جلیل القدر امام تھے جنہوں نے صفر ۱۲۱ھ میں شہادت نوش فرمائی۔ آپ کو برہنہ کر کے صلیب دیا گیا تو ایک مکڑی نے آ کر آپ کے پردے کے مقام پر جالا بنا دیا اور اس کو لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ کر دیا۔ آپ ایک لمبی مدت تک صلب کی حالت میں رہے۔ آپ نے خروج کیا تھا۔ کوفہ کے بہت سے لوگوں نے آپ کی بیعت کی اور شیعوں کی ایک کثیر تعداد نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا آپ شیخین سے بے زاری کا اظہار کریں تو ہم آپ کی بیعت کر لیں گے تو آپ نے یہ بات قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

انہوں نے کہا:

''ہم آپ کو صاحبِ فضیلت مانتے ہیں''۔

ارشاد فرمایا:

''چلے جاؤ تم رافضی ہو اس وقت شیعوں کا نام رافضی ہو گیا ہے اور آپ کے پیروکاروں کا نام زیدیہ ہے''۔

حافظ عمر بن شبہ نے بیان کیا ہے کہ:

''اس جلیل القدر امام یعنی حضرت زید سے کہا گیا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے باغِ فدک چھین لیا تھا۔

ارشاد فرمایا:

''وہ تو نہایت رحم دل انسان تھے اور جو چیزیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوڑی تھیں' ان میں کسی قسم کی تبدیلی کو ناپسند فرماتے تھے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ان کے پاس آ کر کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے باغِ فدک عطا فرمایا تھا''۔

آپ نے فرمایا:

''آپ کے پاس کوئی گواہی ہے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اُم ایمن رضی اللہ عنہا نے آپ کی گواہی دی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

''ایک مرد اور ایک عورت کی گواہی سے آپ اس کی حق دار بنتی ہیں''۔

پھر حضرت زید فرماتے ہیں کہ:

''اللہ تعالیٰ کی قسم! اگر یہ فیصلہ دوبارہ میرے پاس آئے تو میں ضرور بالضرور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ والا فیصلہ ہی دوں گا''۔

یہ روایت بھی آپ سے بیان ہوئی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ:

''خوارج نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سوا تمام سے بے زاری کا اظہار کیا مگر ان دونوں کے بارے میں وہ کچھ نہیں کہہ سکے اور تم لوگوں نے خوارج سے بھی اوپر چھلانگ لگا کر ان دونوں حضرات سے اظہار بے زاری کر دیا ہے اب باقی کون رہا۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! اب کوئی باقی نہیں رہا۔ آپ لوگوں نے سب سے بے زاری کا اظہار کیا ہے''۔

حافظ عمر بن شبہ اور ابن عساکر نے سالم بن ابی الجعد سے روایت کی ہے کہ:

''میں نے حضرت محمد بن حنفیہ سے پوچھا کہ کیا سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ قبول اسلام میں سب سے پہلے تھے؟''

انہوں نے جواب دیا: ''نہیں''

میں نے کہا:

''پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ سب سے اوپر اور سبقت کس طرح چلے گئے؟ کوئی آدمی ان کے سوا کسی کا نام ہی نہیں لیتا''۔

ارشاد فرمایا کہ:

''جس دن سے انہوں نے اسلام قبول کیا ہے اس دن سے لے کر اپنی وفات کے دن تک وہ اسلام میں سب سے افضل تھے''۔

(الصواعق المحرقۃ عربی، ص:۵۳، کتب خانہ مجیدیہ، ملتان)

دار قطنی نے سالم بن ابی حفصہ سے روایت کیا ہے اور یہ شخص شیعہ ہے لیکن ثقہ ہے۔

وہ کہتا ہے کہ:

''میں نے ابوجعفر محمد بن علی اور جعفر بن محمد سے شیخین کے متعلق سوال کیا تو دونوں نے جواب دیا، اے سالم! ان دونوں سے محبت رکھ اور ان کے دشمنوں سے بے زاری کا اظہار کر اس لیے کہ یہ دونوں امام ہدایت ہیں''۔

(الصواعق المحرقۃ عربی، ص:۵۳، کتب خانہ مجیدیہ، ملتان)

اسی طرح اس سے یہ بھی روایت آئی ہے کہ:

''میں حضرت ابوجعفر کے پاس آیا اور جعفر بن محمد کی روایت میں ہے کہ انہوں نے یہ بات میری وجہ سے کہی۔

اے اللہ عزوجل! میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے دوستی اور محبت رکھتا ہوں اور اگر میرے دل میں اس کے

علاوہ کوئی اور بات ہے تو مجھے قیامت کے دن رسول اللہ ﷺ کی شفاعت نصیب نہ ہو"۔

اور یہ روایت بھی اس سے آئی ہے کہ:

"میں حضرت جعفر بن محمد کے پاس آیا' وہ بیمار تھے' آپ نے فرمایا کہ:

"میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے دوستی اور محبت رکھتا ہوں۔ اے اللہ عزوجل! اگر اس کے سوا میرے قلب میں کوئی اور بات ہے تو مجھے رسول اللہ ﷺ کی شفاعت نصیب نہ ہو"۔

اور یہ روایت بھی اسی سے بیان ہوئی ہے کہ:

"حضرت جعفر نے مجھے فرمایا: اے سالم! کیا کوئی اپنے دادا کو گالی دے سکتا ہے؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ میرے دادا ہیں اگر میں ان سے دوستی نہ کروں اور ان کے دشمنوں سے اظہارِ بے زاری نہ کروں تو مجھے رسول اللہ ﷺ کی شفاعت نصیب نہ ہو"۔

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

"آپ کو بتایا گیا کہ فلاں شخص کا گمان ہے کہ آپ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بے زاری کا اظہار کرتے ہیں"۔

آپ نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ اس فلاں آدمی سے بے زاری کا اظہار کرے اور مجھے تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی قرابت کا بھی فائدہ دے گا۔ میں بیمار ہوا تو میں نے اپنے ماموں عبدالرحمٰن بن القاسم بن محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہ کو وصیت کی"۔ (الصواعق المحرقہ عربی' ص:۵۴' کتب خانہ مجیدیہ' ملتان)

دارقطنی اور حافظ عمر بن شبۃ نے کثیر سے بیان کیا ہے کہ:

"میں نے حضرت ابوجعفر بن محمد بن علی سے استفسار کیا: کیا حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے آپ کی کچھ حق تلفی کی ہے؟"

تو آپ نے فرمایا:

"اس مقدس ذات کی قسم! جس نے اپنے مقدس بندے پر قرآن اتارا وہ لوگوں کے لیے نذیر ہو۔ انہوں نے ایک رائی کے دانے کے برابر بھی ہماری حق تلفی نہیں کی"۔

پھر میں نے کہا:

"میں آپ پر قربان جاؤں! کیا میں ان سے دوستی رکھوں؟"

ارشاد فرمایا:

"ہاں! اے کثیر دنیا اور آخرت میں ان سے دوستی رکھ"۔

انہوں نے کہا ہے کہ:

''پھر آپ اپنی گردن پر ہاتھ مارنے لگے اور کہنے لگے جو آپ کو اذیت پہنچے اس کا وزن میری اس گردن پر ہوگا''۔

پھر فرمانے لگے کہ:

''اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ مغیرہ بن سعید اور بیان سے اظہارِ بےزاری کرتا ہے اس لیے کہ انہوں نے ہم اہلِ بیت کے بارے میں جھوٹ بولا ہے''۔ (الصواعق المحرقہ عربی ج:۵۴، کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

اسی طرح اس نے بسام الصیرفی سے بیان کیا ہے کہ:

''میں نے ابوجعفر سے پوچھا کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں؟''

تو آپ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کی قسم! میں ان سے دوستی رکھتا ہوں اور میرے علم کے مطابق اہلِ بیت کے تمام افراد بھی آپ دونوں سے محبت رکھتے ہیں''۔

اسی طرح اس نے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے کہ:

''حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ ہمارے دوست، ہم پر مہربان اور بہترین خلیفہ تھے''۔

اور ایک روایت میں ہے کہ:

''لوگوں میں ان کی طرح ہمارا کوئی رفیق نہیں''۔

اور ایک روایت میں ہے کہ:

''ہم نے اس سے بہتر آدمی کبھی نہ دیکھا''۔

اسی طرح انہوں نے ابوجعفر الباقر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ:

''ان کو بتایا گیا کہ فلاں آدمی نے میرے پاس بیان کیا ہے کہ حضرت علی بن الحسین نے اس آیت:

ونزعنا مافی صدورھم من غل ۔

کے بارے میں فرمایا ہے کہ یہ حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کے متعلق نازل ہوئی ہے''۔

انہوں نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کی قسم! یہ آیت انہی بزرگوں کے بارے میں ہے''۔

آپ سے پوچھا گیا:

''وہ کون سا کینہ تھا؟''

ارشاد فرمایا:

''جاہلیت کا کینہ، جاہلیت میں بنی تیم اور عدی اور بنی ہاشم کے مابین کچھ اختلافات تھے جب انہوں نے اسلام قبول کر لیا تو ایک دوسرے سے محبت کرنے لگے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں درد اٹھا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے ہاتھ کو گرم کر کے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پہلو کو لگایا' تو یہ آیت ان کے بارے میں نازل ہوئی''۔

ایسے ہی آپ کی ایک روایت میں ہے کہ میں نے حضرت ابوجعفر سے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں پوچھا۔

ارشاد فرمایا:

''جو شخص ان دونوں کے متعلق شک کرتا ہے وہ سنت کے متعلق شک کرتا ہے''۔

آپ نے فرمایا کہ:

''ان قبائل کے مابین دشمنی تھی لیکن جب یہ اسلام لے آئے تو باہم محبت کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں سے کینے کو دُور کر دیا''۔

حتیٰ کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پہلو میں درد اُٹھا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنا ہاتھ گرم کر کے ان کو ٹکور کرنے لگے تو ان کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔

اسی طرح اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ:

''یہ آیت ان تین خاندانوں یعنی تیم' عدی اور بنو ہاشم کے متعلق نازل ہوئی ہے''۔

پھر ارشاد فرمایا:

''میں ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما انہی خاندانوں میں سے ہیں اسی طرح ابوجعفر الباقر سے اس نے بیان کیا ہے کہ آپ سے استفسار کیا گیا کہ اہلِ بیت میں سے کوئی شخص حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے بارے طعن و تشنیع کرتا ہے؟''

ارشاد فرمایا:

''معاذ اللہ! بلکہ وہ تو ان دونوں سے دوستی رکھتے ہیں' ان کے لیے مغفرت مانگتے اور ان کے لیے رحمت کی دعا مانگتے ہیں اسی طرح ابوجعفر الباقر نے اپنے باپ حضرت علی بن حسین سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے ایک جماعت سے جو حضرت ابوبکر' حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کو بُرا کہنے میں مصروف تھی' کہا کیا آپ لوگ مجھے بتائیں گے کہ آپ ہی وہ اوّلین مہاجرین ہیں جن کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی ہے:

الذین اخرجوا من دیارھم واموالھم یبتغون فضلاً من اللہ ورضوانا وینصرون اللہ و رسولہ ط اولئک ھم الصادقون ۔

(۵۹:۸)

انہوں نے کہا ہم وہ لوگ نہیں۔ فرمایا کیا تم اس آیت کے مصداق ہو:

الـذین تبوؤ الدار والایمان من قبلهم ویحبون من هاجر الیهم ولایجدون فی صدورهم حاجة ممـا اوتـوا ویـؤثـرون عـلـی انفسهم ولو كان بهم خصاصة ومن یوق شح نفسه فاولئك هم المفلحون .(۹:۵۹)

انہوں نے جواب دیا: نہیں۔

فرمایا: ''تم خود ان دونوں فریقوں میں شامل ہونے سے انکاری ہو اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ تم ان لوگوں میں سے بھی نہیں ہو جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

والذین جآءوا مـن بـعدهم یقولون ربنا اغفرلنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولاتجعل فی قلوبنا غلا للذین اٰمنوا ربنا انك رءوف رحیم .(۱۰:۵۹)

اسی طرح اس نے فضیل بن مرزوق سے بیان کیا ہے کہ:

''میں نے ابراہیم بن حسن بن حسین جو عبداللہ بن حسن کے بھائی تھے' سے سنا وہ کہتے تھے اللہ تعالیٰ کی قسم! جیسا کہ حروریہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر زیادتی کی تھی ایسے ہی ہم پر رافضوں نے زیادتی کی ہے''۔

ایسے ہی ان کی دوسری روایت میں ہے کہ:

''میں نے حسن بن حسن کو ایک رافضی سے یہ کہتے سنا کہ اللہ تعالیٰ کی قسم! اگر اللہ تعالیٰ نے تم میں سے کسی آدمی کو حکومت کی قوت عطا کی تو ہم ضرور تمہارے ہاتھ اور ٹانگیں مخالف اطراف سے کاٹ دیں گے اور توبہ بھی قبول نہیں کریں گے اس طرح اس نے محمد بن حاطب سے بیان کیا ہے کہ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے پاس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا:

''امیر المومنین علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ابھی تشریف لا رہے ہیں وہ آپ کو بتائیں گے جب حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو راوی نے کہا مجھے پتہ نہیں کہ انہوں نے لوگوں کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق باتیں کرتے سنا یا لوگوں نے آپ سے دریافت کیا''۔

تو آپ نے فرمایا:

''حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں سے ہیں جن کے متعلق یہ آیت آئی ہے:

اتقوا وامنوا ثم اتقوا واحسنوا ؕ والله یحب المحسنین ۔(۹۳:۵)

انہی سے یہ روایت اور بھی کئی طریق سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا:

''میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور عرض کیا: اے امیر المومنین! میں حجاز کا ارادہ رکھتا ہوں۔ لوگ مجھ سے حضرت

عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق پوچھیں گے' آپ ان کے قتل کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟''

آپ تکیہ لگائے ہوئے تھے پھر اُٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا:

''ابن حاطب! اللہ تعالیٰ کی قسم! میں امید کرتا ہوں کہ میں بھی ایسا ہی ہوں گا اور وہ تو اسی طرح ہی تھے جس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

''میں نے ان کے سینوں سے کینے کو نکال دیا''۔

اسی طرح اس نے سالم بن ابی الجعد سے بیان کیا ہے کہ:

''وہ کہتے ہیں کہ میں محمد بن حنفیہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا تو لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ذکر شروع کر دیا تو انہوں نے ہمیں منع کرتے ہوئے فرمایا ان کے متعلق باتیں کرنے سے باز آ جاؤ۔ ہم نے جو اذیتیں پہلے اُٹھائی ہیں ایک روز اس سے بھی زیادہ تکلیفیں اُٹھائیں گے''۔

پھر فرمایا کہ:

''کیا میں نے آپ کو اس شخص کے متعلق باتیں کرنے سے نہیں روکا''۔

راوی نے کہا کہ:

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی آپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو آپ نے فرمایا اے ابن عباس رضی اللہ عنہما! تھوڑا سا جنگِ جمل کی شام کو یاد کر جب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دائیں جانب جھنڈے کو پکڑ کر کھڑا تھا اور آپ ان کی بائیں جانب تھے تو انہوں نے پڑاؤ سے آواز سنی تو آپ نے قاصد بھیج کر پتہ کروایا اس نے آ کر جواب دیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پڑاؤ میں قاتلین عثمان پر لعنت بھیج رہی ہیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھوں کو بلند فرمایا' حتیٰ کہ انہیں وہ دو تین دفعہ اپنے چہرہ تک لے گئے۔

اور فرمایا:

میں بھی عثمان کے قاتلوں پر لعنت کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان پر میدانوں اور پہاڑوں میں لعنت کرے''۔

راوی نے کہا:

''اس پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے آپ کی تصدیق کی پھر ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا میرے اور اس کے بارے تمہارے لیے دو عادل گواہ ہیں اس طرح اس نے مروان بن الحکم سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ:

''کوئی شخص حضرت عثمان کے دفاع میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سبقت کرنے والا نہ تھا''۔

آپ سے کہا گیا کہ:

''آپ ہمیں منبروں پر کھڑے ہو کر کیوں بُرا بھلا کہتے ہیں؟''

فرمایا:

''ہمارا معاملہ اسی طرح ٹھیک رہتا ہے اسی طرح اس نے حسین بن محمد بن حنفیہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا اے اہلِ کوفہ! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے متعلق گندی باتیں نہ کرو۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے یارِ غار اور ثانی اثنین ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے دین کو عزت دی ہے اسی طرح اس نے جندب اسدی سے بیان کیا ہے کہ:

''محمد بن عبداللہ بن حسنؓ کے پاس کوفہ اور جزیرہ کے لوگ آئے اور انہوں نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے متعلق پوچھا تو آپ نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ آپ کے علاقہ کے لوگ مجھ سے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ وہ دونوں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں اس طرح اس نے عبداللہ بن حسن سے بیان کیا ہے کہ:

''آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی قسم! جو شخص حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے بے زاری کا اظہار کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول نہیں فرمائے گا وہ تو میرے دل میں رہتے ہیں اور میں ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتا تا کہ مجھے ان کی قربت حاصل ہو اس طرح اس نے فضیل بن مرزوق سے بیان کیا ہے' وہ کہتے ہیں کہ میں نے عمر بن حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے کہا کیا آپ میں کوئی مفترض الطاعۃ امام بھی ہے اور آپ کو ان کے متعلق پتہ ہے' اور جو ان کو نہ پہچانے وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔

تو آپ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کی قسم! ہم میں یہ بات پائی ہی نہیں جاتی اور جو اس طرح کہتا ہے جھوٹ بولتا ہے''۔

تو میں نے کہا:

''لوگ کہتے ہیں کہ یہ مقام حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حاصل ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے متعلق وصیت کی ہے پھر یہ مقام حضرت حسن کو حاصل ہوا اس لیے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے متعلق وصیت کی ہے پھر یہ مقام حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما کو ملا اس لیے کہ حضرت حسن نے ان کے متعلق وصیت کی ہے پھر یہ مقام علی بن حسین کو ملا اس لئے کہ حسین نے ان کے متعلق وصیت کی ہے پھر یہ مقام محمد بن علی کو ملا یعنی امام باقر رضی اللہ عنہ کو جو عمر مذکور کے بھائی ہیں اس لیے علی بن حسین نے ان کے متعلق وصیت کی ہے تو عمر بن حسین نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی قسم! میرے باپ نے تو وصیت کے کچھ بھی نہیں کہا۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا بُرا کرے اگر کوئی شخص اپنی اولاد اور مال کے متعلق وصیت کرے اور اس کے بعد کچھ نہ چھوڑے پھر تو یہ دین کی بات ہی نہ ہوئی۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ہلاک کرے اللہ تعالیٰ کی قسم! یہ لوگ تو ہمیں ہلاک کرنے والے ہیں''۔

اسی طرح اس نے عبدالجبار ہمدانی سے روایت کیا ہے کہ:

"حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ ان کے پاس تشریف لائے اور وہ مدینہ منورہ کو خیرآباد کرنا چاہتے تھے۔

تو آپ نے فرمایا:

"آپ انشاء اللہ اپنے شہر کے صالح اور نیک لوگوں میں ہوں گے جو لوگ میرے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ میں مفترض الطاعۃ امام ہوں ان تک یہ بات پہنچادوں کہ میرا اس بات سے کوئی تعلق نہیں اور جو بندہ اس طرح کہتا ہے کہ میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے اظہارِ بےزاری کرتا ہوں تو اس بات سے بھی میرا کوئی تعلق نہیں"۔

اسی طرح آپ سے ایک دوسری روایت بیان کی ہے کہ:

"آپ سے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے متعلق پوچھا گیا۔ فرمایا' جو لوگ ان کے بارے اچھی باتیں کہتے ہیں میں ان کے ساتھ ہوں"۔

آپ سے کہا گیا کہ:

"شاید آپ یہ بات تقیہ کے طور پر فرما رہے ہوں"۔

فرمایا:

"پھر تو میں مشرکین میں سے ہوا اور مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب نہ ہوگی اسی طرح اس نے ایک روایت آپ سے بیان کی ہے کہ عراق کے خبیث لوگوں کا خیال ہے کہ ہم حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما پر طعن کریں حالانکہ وہ میرے والد ہیں یعنی میری ماں اُم فروہ رضی اللہ عنہا بنت قاسم الفقیہ بن محمد بن ابی بکر ہے اور حضرت فروہ رضی اللہ عنہا کی ماں اسماء بنت عبدالرحمان بن ابوبکر ہے اور پہلے آپ ایک قول میں کہہ چکے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھے دوبار جنا ہے اسی طرح اس نے ابوجعفر الباقر سے بیان کیا ہے کہ آپ نے فرمایا' جو حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی فضیلت کو نہیں جانتا وہ سنت سے دور ہے"۔

اور بعض ائمہ اہلِ بیت نے کہا ہے کہ:

"اللہ کی قسم! آپ نے سچ فرمایا ہے اور جو بدعات اور جاہلانہ باتیں پیدا ہوئی ہیں وہ شیعوں اور رافضیوں وغیرہ کی سنت سے جہالت کی بناء پر پیدا ہوئی ہیں اور طیوریات میں جس کی سند حضرت جعفر بن محمد اور ان کے باپ کی طرف کی جاتی ہے"۔

لکھا ہے کہ:

"ایک آدمی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ہم خطبہ میں آپ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ اے اللہ عزوجل! ہماری اس طرح اصلاح فرما جس طرح تو نے خلفائے راشدین کی اصلاح فرمائی تھی اس پر آپ کی آنکھیں اشکبار ہوگئیں

اور فرمایا:

وہ میرے محبوب ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما ہیں جو امام ہدایت شیخ الاسلام اور قریشی ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان کی اقتداء کرنے والا محفوظ رہے گا اور جو ان کے آثار کی اطاعت کرے گا صراط مستقیم کی طرف ہدایت پائے گا اور جو ان سے دلیل پکڑے گا وہ فدائی گروہ میں سے ہوگا۔ یہ اہلِ بیت کے معتبر اصحاب کی باتیں ہیں جن کو ان سے ان کے ائمہ حفاظ نے روایت کیا ہے جن پر احادیثِ مبارکہ و آثار کی معرفت اور ان کی متصل اسانید سے صحیح و سقیم میں فرق کرنے پر اعتماد کیا جاتا ہے لہٰذا اہلِ بیت کی رسی کو پکڑنے والا یہ کس طرح گوارہ کر سکتا ہے اور ان باتوں سے کس طرح پھر سکتا ہے جو انہوں نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی عظمت شان اور ان کی خلافت حقہ پر اعتماد کے متعلق کہی ہے اور جن باتوں سے انہوں نے بے زاری کا اظہار کیا اور اپنے حق میں مذمت کا گمان کیا ہے ان کو ان کی طرف منسوب کرنے سے بھی وہ بَری ہیں حتیٰ کہ حضرت زین العابدین علی بن حسین رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے:

''اے لوگو! ہمارے ساتھ اسلام کی محبت کی وجہ سے محبت رکھو۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! تمہاری محبت ہمیشہ ہمارے ساتھ رہی ہے لیکن اب وہ ہمارے لیے بوجہ عار اختیار کر گئی ہے''۔

اور ایک روایت میں ہے کہ:

''تم نے اب لوگوں کے پاس ہمارے عیب بیان کرنے شروع کر دیئے ہیں یعنی ہماری طرف ان باتوں کو تھوپا گیا ہے جن کا ہمارے ساتھ کوئی واسطہ ہی نہیں لہٰذا ان لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو جو ان ائمہ کرام پر کذب بولتے ہیں اور ان پر کذب اور بہتان کی تہمت تھوپتے ہیں۔

تیسرا باب

''اس بیان میں کہ حضرت ابوبکرؓ سب امت' حضرت عمرؓ حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم سے افضل ہیں اور ان فضائل کا ذکر جو صرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں یا حضرت عمر رضی اللہ عنہ یا اصحابِ ثلاثہ یا ان کے علاوہ ہیں اور اس میں کئی فصول ہیں''

پہلی فصل

اس فصل کے اندر ترتیب کے ساتھ خلفاء کی افضلیت اور تمام اُمت پر شیخین کی افضلیت کی تصریح بیان ہوگی اور شیعوں اور رافضیوں کے اس گمان کو باطل کیا جائے گا جو کہ انہوں نے تقیہ اور مجبوری کی بنیاد پر بکی تھیں اس بات کو خوب سمجھ لیں کہ جس کام پر علمائے اُمت اور عظمائے ملت متفق ہو چکے ہیں وہ یہ ہے کہ سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس اُمت کے افضل ترین شخص ہیں اور ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ پھر انہوں نے اختلاف کیا ہے۔ اکثر علماء جن میں امام شافعی اور احمد ہیں اور حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں یہ بھی مشہور ہے کہ وہ ان دونوں کے بعد حضرت عثمان کو حضرت علی رضی اللہ عنہما سے افضل تسلیم کرتے ہیں اور کوفیوں نے جن میں سفیان ثوری بھی ہیں' جنہوں نے شوق سے کہا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ افضل ہیں۔

یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ:

''ان دونوں کے مابین تفاضل سے توقف اختیار کرنا چاہیے''۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق روایت ہے کہ جن کو ابوعبداللہ المازری نے المردنہ سے روایت کیا ہے کہ:

''امام مالک سے پوچھا گیا کہ ان کے نبی کے بعد کون سا شخص افضل ہے؟''

ارشاد فرمایا:

''حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ افضل ہیں''۔

پھر اس نے کہا یا اس میں اس کو شک ہوا ہے۔ آپ سے پوچھا گیا کہ:

''حضرت علی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں؟''

ارشاد فرمایا:

''میں کسی اس طرح کے آدمی کو نہیں جانتا جس کی اقتداء کی جاتی ہو اور وہ ایک دوسرے پر فضیلت کا مظاہرہ کرتے

ہوں اور آپ کا یہ فرمان جو عنقریب بیان ہوگا جس میں سیدنا ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو باقی تمام اُمت پر قطعی فضیلت دی گئی ہے اور اس کا اس طرح توقف کرنا اصل میں رجوع کرنا ہے"۔

قاضی عیاض نے اس سے روایت کیا ہے کہ:

"انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی فضیلت کے توقف سے رجوع کرلیا ہے"۔

قرطبی نے کہا کہ:

"یہی موقف اصلح ہوگا۔ انشاء اللہ امام الحرمین بھی توقف کی طرح مائل ہیں"۔

انہوں نے کہا ہے کہ:

"حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے متعلق متعارض خیال ملتے ہیں اور ابن عبدالبر نے اہلِ سنت کے اسلاف کی ایک جماعت سے روایت کیا ہے کہ جس کے اندر امام مالک، یحییٰ القطان اور یحییٰ بن معین ہیں"۔

ابن معین کہتے ہیں کہ:

"جو شخص حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کے متعلق اس طرح بات کرے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سابق اور صاحبِ فضل قرار دے وہ سنت پر چلنے والا ہے اور اس میں کچھ شک وشبہ نہیں کہ جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شان میں کمی کرے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت کو نہ جانے وہ مذموم ہے، ابن عبدالبر کے گمان میں وہ حدیث جس میں تینوں صحابہ کرام کی شان کی کمی کو بیان کیا گیا ہے وہ اہلِ سنت کے قول کے مخالف ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ، اصحاب ثلاثہ کے بعد لوگوں سے افضل ترین شخص ہیں یہ مردود قول ہے اس لیے کہ تفضیل سے خاموشی کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ افضل نہیں ہیں"۔

ابومنصور بغدادی کا یہ بیان کہ:

"حضرت علی رضی اللہ عنہ پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی افضلیت ایک اجماعی بات ہے۔ یہ بات مدخولہ ہے اگرچہ اس سے بعض حفاظ نے اس کو روایت کیا ہے لیکن جس طرح ہم نے بیان کیا ہے اس میں اختلاف کی وجہ سے خاموشی کو اختیار کیا گیا ہے پھر وہ قول جس کی طرف امام اہلِ سنت ابوالحسن اشعری مائل ہیں کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت دوسروں پر قطعی ہے"

قاضی ابوبکر باقلانی نے اس کی مخالفت کرتے ہوئے کہا ہے کہ:

"یہ قول ظنی ہے اور ارشاد میں امام حرمین نے اسی قول کو اختیار کیا ہے اور اسی سے صاحب مفہم نے شرح مسلم میں توقف کیا ہے اور اس کی تائید ابن عبدالبر کے اس قول سے ہوتی ہے جو استیعاب میں ہے کہ عبدالرزاق نے معمر سے بیان کیا ہے کہ اگر کوئی بندہ یہ کہے کہ حضرت عمر، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہما سے افضل ہیں تو میں اس کو نہیں ماروں گا اور

اسی طرح اگر وہ کہے کہ میرے نزدیک حضرت علی' حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہم افضل ہیں اور اس کے ساتھ ہی وہ شیخین کی فضیلت کا کہے اور ان سے محبت رکھے اور ان کی صحیح مدح کرے تو میں اس کو بھی ڈانٹ ڈپٹ نہیں کروں گا۔ میں نے اس بات کا ذکر وکیع سے کیا تو آپ کو یہ بات اچھی لگی اور آپ نے اس کو پسند کیا لیکن ڈانٹ ڈپٹ نہ کرنے سے یہ نہ سوچا جائے کہ وہ اس کے قائل بھی ہیں مگر جو تفصیل ذکر کی گئی وہ ظنی ہے' قطعی نہیں اس کی تائید اس حکایت سے ہوئی ہے جس کو خطابی نے اپنے بعض مشائخ سے بیان کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بہتر ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ افضل مگر ان میں سے بعض نے کہا ہے کہ یہ تو اُلٹا پلٹا قول ہے اس لیے کہ بہتر ہونے کے معنی افضلیت کے علاوہ اور کچھ نہیں لیکن اگر سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مراد یہ ہے کہ آپ بعض پہلوؤں سے بہتر ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بعض دیگر پہلوؤں سے افضل ہیں تو اس میں کوئی اختلاف بھی نہیں ہے اور اس طرح کی بات کوئی حضرت ابوبکر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے ساتھ خاص نہیں بلکہ یہ بات تو حضرت ابوبکر اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہما کے بارے میں بھی کہی جاسکتی ہے۔ مثال کے طور پر یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امانت میں جس طرح حضرت ابوعبیدہ کو مخصوص فرمایا ہے اسی طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نہیں فرمایا اس لحاظ سے حضرت ابوعبیدہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہما سے بہتر ہیں''۔

کلام کا حاصل یہ کہ

بعض مرتبہ مفضول میں وہ خوبیاں ہوتی ہیں جو فاضل میں موجود نہیں ہوتیں اگر شیخ خطابی کا مطلب یہ ہو کہ سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ تو علی الاطلاق افضل ہیں مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ میں بھی اس طرح کی خوبیاں موجود ہیں جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ میں نہیں پائی جاتیں تو ان کی بات درست ہے اور اگر یہ مراد نہیں تو ان کی بات انتہاء درجے کی بیکار ہے اور اس بندے کے خلاف ہے جس کی اس نے مدد کی ہے بلکہ یہ ایک بے فائدہ اور ناسمجھ بات ہے اگر تم کہو کہ ابن عبدالبر کا قول کہ سلف نے حضرت ابوبکر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کی فضیلت کے متعلق اختلاف کیا ہے اس قول کے منافی ہے جس کو آپ پہلے پیش کر چکے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر اجماع ہو چکا ہے اور اس سے پہلے کا یہ قول جو حضرت سلمان' حضرت ابوذر' حضرت مقداد' حضرت خباب' حضرت جابر' حضرت ابوسعید خدری اور حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سب سے پہلے اسلام کو قبول کرنے والے ہیں اور ان بزرگوں نے ان کو دوسروں پر فضیلت دی ہے تو ان کے جواب میں کہتا ہوں کہ

ابن عبدالبر کا جو یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ سلف نے ان کی فضیلت کے متعلق اختلاف کیا ہے یہ ایک عجیب و غریب بات ہے اور وہ اس کے بیان میں ان لوگوں سے منفرد ہے جو اس سے حفظ مطلع کرنے میں زیادہ ہیں لہٰذا اس پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا اور یہ بات کس طرح درست ہو سکتی ہے حالانکہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما اور دوسرے صحابہ کرام علیہم الرضوان پر ان کی تقدیم کے اجماع کی روایت کرنے والی اکابر ائمہ کی وہ جماعت ہے جس میں حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ جیسی عظیم ہستی بھی شامل ہیں جس

طرح بیہقی نے ان سے بیان کیا ہے جن لوگوں نے ان میں سے اختلاف کیا ہے انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق اختلاف کیا ہے اگر بالفرض مان لیا جائے کہ ابن عبدالبر نے وہ بات یاد رکھی ہے جس کو کوئی دوسرا یاد نہیں رکھ سکا تو اس کا جواب یہ ہے کہ

انہوں نے اس بات کے شاذ ہونے کی وجہ سے اس سے اعراض کیا ہے اس لیے کہ مخالف شذوذ پر جرح قدح نہیں کی جاتی یا اس خیال سے کہ یہ اجماع کے انعقاد کے بعد کی بات ہے جو مردود ہے۔

ابن عبدالبر کے کلام کا مفہوم یہ ہے کہ:

''حسنین پر شیخین کی تفضیل کے متعلق پکا اجماع ہو چکا ہے اور یہ جو بعض متاخرین کی طرف سے ابن سبکی کی طبقات الکبریٰ میں حسنین کی تفضیل کے متعلق آیا ہے کہ وہ آپ کا ٹکڑا ہیں تو یہ بات اس کے منافات میں سے نہیں ہے۔ ہم قبل ازیں بیان کر چکے ہیں کہ مفضول میں ایسی خوبی ہو سکتی ہے جو فاضل میں موجود نہ ہو یہ تفضیل کثرت ثواب کے لیے نہیں بلکہ اور زیادہ شرف کے لیے ہوتی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کو وہ شرف حاصل ہے جو خود شیخین کی ذات میں موجود نہیں لیکن ان کا وجود اسلام اور مسلمانوں کے لیے ثواب اور نفع کی رو سے بہت بڑا ہے اور آپ کی اولاد میں دوسروں کو چھوڑ کر ان دونوں سے بھی زیادہ صاحب حیثیت اور زیادہ تقویٰ گزار شخص ہو سکتا ہے۔

اور ابن عبدالبر نے جو دوسری بات اس جماعت کے متعلق بیان کی کہ وہ علی الاطلاق حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے افضل سمجھتے ہیں اس قول کی بناء ان کے اسلام میں مقدم ہونے پر ہے یا ان کی مراد یہ ہے کہ شیخین اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو چھوڑ کر باقی لوگوں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ افضل ہیں اس لیے کہ اس پر صریح اور صحیح دلائل موجود ہیں''۔

اگر آپ کہیں کہ

اس اجماع کا مستند کیا ہے تو میرا جواب یہ ہے کہ اجماع ہر بندے پر حجت ہے اگرچہ وہ اس کے مستند کو نہ جانتا ہو اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس اُمت کو ضلالت پر جمع ہونے سے بچایا ہوا ہے اور اس کی دلیل بلکہ تصریح اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ہے کہ:

ویتبع غیر سبیل المؤمنین نوله ما تولٰی ونصله جهنم وساء ت مصیرا ۔(النساء:۱۱۵)

اور اسی طرح انہوں نے اس ترتیب سے خلافت کے مستحق ہونے پر اجماع بھی کیا ہے، مگر یہ بات قطعی ہے، جس طرح کہ تفصیل سے بیان ہو گیا ہے۔

اگر تم کہو کہ اس ترتیب کے مطابق ان کی تفضیل کیوں قطعی نہیں حالانکہ اشعری کے علاوہ تمام کا اس پر اجماع ہے تو میں کہوں گا کہ

حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے متعلق تو اختلاف ہے جس طرح کہ پہلے گزر گیا ہے اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما اور پھر اور لوگوں کے متعلق اگر وہ اجماع کریں تو بھی اجماع کے حجت قطعی ہونے میں اختلاف ہے۔ اکثر لوگوں کا مذہب یہ ہے کہ اجماع مطلقاً حجت قطعی ہے کیونکہ اس کو تمام دلائل پر مقدم کیا جائے گا اور کوئی دلیل اس کا معارضہ نہ کر سکے گی اور اس کے مخالف کی تکفیر تفصلاً و تبرعاً ہو گی۔

امام رازی اور آمدی نے کہا ہے کہ:

''اجماع مطلق ظنی ہے اور اس تفصیل میں حق بات یہی ہے اور جس پر معتبر اشخاص متفق ہیں کہ اجماع حجت قطعی ہے اور اجماع سکوتی جیسا اس میں اختلاف نہیں اور وہ اجماع جس کو اس کا مخالف رد کرے وہ ظنی ہوتا ہے''۔

آپ لوگ ہمارے اس بیان سے سمجھ گئے ہوں گے کہ

اس اجماع کا کوئی شاذ ہی مخالف ہوگا اگرچہ اس طرح کا اختلاف اجماع میں کوئی اہمیت کا حامل نہیں' لیکن وہ اجماع سے کم درجہ کا ہوتا ہے جس کا کوئی مخالف نہ ہو لہٰذا پہلا اجماع ظنی ہے اور یہ قطعی کیونکہ اشعری کے مخالفین کے قول کو ترجیح حاصل ہے کہ یہاں اجماع ظنی ہے اس لیے کہ جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے یہ اس کی مناسبت پر ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ

اصولیوں کے نزدیک ذکر کردہ ہی درست ہے اور اشعری بھی ان اکثرین میں شامل ہے جو اس بات کے قائل ہیں کہ اجماع حجت قطعی ہے۔

اور اس بات کی تائید کہ یہاں اجماع ظنی وہ ہے یہ ہے کہ

اجماع کرنے والوں نے ذکر کردہ تفضیل کو قطعی کہا ہی نہیں' بلکہ ان کے متعلق صرف گمان کیا ہے جس طرح کہ ائمہ کی عبارت اور ارشادات سے مفہوم ہوتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ مسئلہ اجتہادی ہے اور اس کا مستند یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان چاروں کو اپنے نبی کی خلافت اور اس کے دین کے نفاذ کے لئے منتخب فرمایا ہے۔ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کا مقام خلافت کی ترتیب کے لحاظ سے ہی ہے اسی طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ وغیرہ کے متعلق متعارض نصوص وارد ہوئی ہیں' جن کی تفصیل فضائل کی بحث میں ذکر ہوگی مگر وہ بھی قطعی نہیں اس لیے کہ وہ تمام متعارض ہونے کے ساتھ ساتھ احاد اور ظنی الدلالۃ ہیں اور ثواب کا سبب بکثرت اختصاص اس بات کا مستلزم نہیں کہ وہ قطعی افضلیت کو مستلزم ہے بلکہ ظنی افضلیت کا باعث ہے اس لیے اس کو اللہ تعالیٰ نے فضیلت دی ہے اسی لیے ہو سکتا ہے کہ وہ مطیع کی جائے دوسرے کو ثواب دیدے اور امامت کا اثبات اگرچہ قطعی ہو وہ افضلیت کی قطعیت کو سود مند نہیں ہوتا بلکہ وہ انتہاء درجہ تک ظن کو فائدہ پہنچاتا ہے' اس لیے کہ فاضل کی موجودگی میں مفضول کی امامت کے بطلان پر کوئی قطعی حجت نہیں مگر ہم نے سلف کو ملاحظہ کیا ہے کہ وہ ان کو فضیلت دے دیتے ہیں اور ہمارا حسن ظن ان کے متعلق یہ فیصلہ دیتا ہے کہ اگرچہ انہیں اس بارے میں کوئی دلیل معلوم نہ ہوئی ورنہ وہ اس پر منطبق

کرتے لہٰذا ہم پر ان کی اتباع لازم ہے اور اس میں جو حق بات ہے اس کو اللہ تعالیٰ کے ہی حوالہ کر دینا چاہیے۔

آمدی نے کہا ہے کہ:

''تفضیل سے مراد یہ ہے کہ شیخین میں سے ایک کو دوسرے کے مقابلہ میں ایسی فضیلت کے ساتھ خاص کرنا جس کا دوسرے میں وجود تک نہ پایا جاتا ہو جیسے عالم اور جاہل یا تو فضیلت اس میں زیادہ ہوگی جیسے اعلم ہونا اور یہ بھی صحابہ کرام علیہم الرضوان میں فیصلہ کن بات ہے کہ جب ایک فضیلت دوسری سے خاص ہو جائے تو اس میں کسی دوسرے کی شرکت کا غالب گمان بھی ہو سکتا ہے' اور مشارکت نہ ہونے کی صورت میں کسی اور فضیلت کے ساتھ دوسرے کو خاص کرنا ممکن ہوگا اور کثرتِ فضائل سے اس احتمال کی بنیاد پر ترجیح نہ ہوگی کہ ایک فضیلت بہت سے فضائل سے بھی راجح ہو سکتی ہے یا تو ذاتی شرف یا زیادتی کی وجہ سے یا کیت میں زیادتی کی وجہ سے لہٰذا اس معنی کی رو سے فضیلت پر جزم نہیں کیا جا سکتا اور حقیقت میں فضیلت وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے ہاں ہو اور اس پر سوائے وحی کے مطلع نہیں ہو سکتا۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کی مدح فرمائی ہے' لیکن اس سے فضیلت کی حقیقت متحقق نہیں ہوتی اس لیے کہ کوئی قطعی دلیل متن اور سند کے لحاظ سے موجود نہیں علاوہ ازیں وحی کے دور کے ان مشاہد و احوال کے جو نبی کریم ﷺ کی طرف سے ان کے ساتھ اس طرح کے قرائن سے ظاہر ہوئے جو اس وقت تفضیل پر دلالت کرتے تھے۔ برخلاف اس کے جس نے یہ تمام ملاحظہ نہیں کیا۔ ہاں ہمارے پاس سنی سنائی باتیں پہنچی ہیں جس نے ہمارے گمان کو اس ترتیب کے ساتھ اس تفضیل پر پختہ کر دیا ہے اس لیے کہ اس کا افادہ صریحاً یا استنباطاً معلوم ہو رہا ہے اور فضائل میں اس کا بیان مبسوط طور پر آئے گا اور اس کی تائید گزشتہ تقریر سے بھی واضح ہے کہ خلافت کا سب سے زیادہ حقدار کے اجماع سے افضلیت پر اجماع لازم نہیں آتا اس لیے کہ اہلِ سنت کا اس پر اجماع ہے کہ حضرت عثمان' حضرت علی رضی اللہ عنہما سے سب سے زیادہ حقدار ہیں حالانکہ اس بات میں اختلاف ہے کہ ان دونوں میں سے افضل کون ہے اور یہ مقام بعض نافہم اشخاص پر مشتبہ ہو گیا ہے''۔

اور انہوں نے خیال کر لیا ہے کہ

اصولیوں میں سے جنہوں نے یہ کہا ہے کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی افضلیت ظن سے ثابت ہے نہ کہ قطعیت سے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کی خلافت بھی ظنی ہی ہے حالانکہ اس طرح نہیں ہے جہاں ان لوگوں نے بات کی صراحت کی ہے وہاں ساتھ ہی یہ صراحت بھی موجود ہے کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت قطعی ہے لہٰذا بعض لوگوں کا یہ گمان کس طرح پایا جا سکتا ہے اور آپ یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی افضلیت قطعیت سے ثابت ہے یہاں تک کہ غیر اشعری بھی شیعوں اور روافض کے اعتقاد کی بنیاد پر اس طرح ہی سمجھتے ہیں کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اور وہ ان کے نزدیک معصوم ہیں اور معصوم پر جھوٹ باندھنا جائز ہی نہیں۔

انہوں نے فرمایا کہ:

''حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ امت میں سے افضل ترین شخص ہیں''۔

ذہبی کہتے ہیں:

''یہ روایت آپ سے آپ کی خلافت اور حکومت کے دور میں بھی تواتر سے بیان ہوتی رہی اور آپ کے شیعوں کے کثیر اشخاص میں بھی بیان ہوتی رہے' پھر آپ نے اس کی صحیح اسانید کو اسباطاً نقل کیا''۔

فرمایا گیا کہ:

''اس کو اسی (۸۰) سے زیادہ اشخاص نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور ان میں ایک جماعت بھی شامل ہے''۔

پھر فرمایا:

''اللہ تعالیٰ رافضیوں کا بُرا کرے کہ یہ حد سے زیادہ جاہل لوگ ہیں اور بخاری میں جو آپ سے روایت آئی ہے وہ اس کو مدد دیتی ہے کہ آپ نے فرمایا:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سب سے بہتر ہیں پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ بہتر ہیں پھر ایک اور شخص کا نام لیا تو آپ کے صاحب زادے محمد بن حنفیہ نے کہا پھر آپ''۔

آپ نے فرمایا:

''میں تو مسلمانوں میں سے ایک عام شخص ہوں۔ ذہبی نے اس کو درست فرمایا ہے اور دوسروں نے اور طرق سے اس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے''۔

اور بعض روایت میں ہے کہ:

''لوگو خوب سن لو! مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ کچھ لوگ مجھے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر فضیلت دیتے ہیں لہٰذا جس کو میں نے ان دونوں پر فضیلت دیتے پایا وہ مفتری ہے اور اس کو مفتری کی سزا ملے گی''۔

خوب سن لو!

اگر میں اس کے متعلق پہل کرتا تو سزا دیتا لیکن میں پہل کرنے سے قبل سزا دینا پسند نہیں کرتا۔

دار قطنی نے آپ سے روایت کیا ہے کہ:

''جس کو بھی میں نے دیکھا کہ وہ مجھے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما پر فضیلت دے رہا ہے میں اس پر فضیلت دے رہا ہے میں اس پر مفتری کی حد لگاؤں گا''۔

(ابن عساکر نے بھی اس روایت کو اسی طرح بیان کیا ہے)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے انہوں نے اپنے باپ امام باقر رضی اللہ عنہ سے صحیح روایت نقل کی ہے کہ:

''حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس کھڑے ہو کر جب کہ وہ چادر میں لپٹے ہوئے تھے کہا کہ مجھے زمین و آسمان میں اس بندے سے زیادہ کوئی پسندیدہ نہیں' اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے صحیفہ میں اس چادر میں لپٹے ہوئے شخص کی وجہ سے احکام نازل کیے ہیں''۔

(الصواعق المحرقۃ عربی' ص:۶۰' کتب خانہ مجیدیہ' ملتان)

اور صحیح روایت میں ہے کہ:

''آپ نے جب کہ وہ چادر اوڑھے ہوئے تھے ان کو صلی اللہ علیک کہا اور آپ کے لیے دعا فرمائی''۔

سفیان نے ایک روایت میں کہا ہے کہ:

''امام باقر رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ غیر انبیاء پر صلوٰۃ پڑھنا منع نہیں''۔

ارشاد فرمایا:

میں نے اسی طرح ہی سنا ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ عملی طور پر کراہت نہ ہونے کے قائل تھے' اس لیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

اللھم صل علیٰ آل ابی اوفیٰ ۔

اور ابوبکر آجری نے ابو جحیفہ سے روایت کیا ہے کہ:

''میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کوفہ کے منبر پر فرماتے ہوئے سنا کہ اس اُمت کے نبی کے بعد بہترین آدمی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں اور اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں''۔

حضرت ابوذر ہروی نے متنوع طرق سے اور دار قطنی وغیرہ نے جحیفہ سے روایت کیا ہے کہ:

''میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر گیا اور میں نے کہا: اے شخص جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے بہتر ہے تو آپ نے فرمایا' ابو جحیفہ ذرا ٹھہرو! کیا میں آپ کو بتاؤں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بہترین شخص کون ہے؟ وہ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔

ابو جحیفہ تیرا بُرا ہو کسی مومن کے دل میں میری محبت اور ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا بغض جمع نہیں ہو سکتے''۔ (الصواعق المحرقۃ عربی' ص ۶۱' کتب خانہ مجیدیہ' ملتان)

اور محمد بن حنفیہ کی روایت سے جو انہوں نے آپ ہی سے نقل کی ہے' ثابت ہو گیا کہ آپ نے ان دونوں کے بارے میں خیر اُمت ہونے کا ان کو بتایا تھا اور یہ قول حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کثیر طرق سے بیان ہوا ہے اور جو آدمی ان طرق میں سوچ و بچار کرے گا اس کو یقین ہو جائے گا کہ یہ قول حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہی ہے اور روافض وغیرہ کے لیے بھی ممکن نہیں ہو سکا کہ وہ اس قول

کے متعلق میں کہہ سکیں کہ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول نہیں اس کا منکر تو کوئی آثار سے جاہل بندہ ہی کر سکتا ہے اگر اب انہوں نے یہ کہہ دیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ بات تقیہ کے طریق سے کہی تھی اور پہلے بیان ہو چکا ہے کہ یہ جھوٹ اور افتراء ہے آگے بھی اس کا بیان آئے گا اس مقام پر سب سے احسن بات جو کہی جا سکتی ہے وہ یہی ہے کہ:

لعنة الله على الكاذبين .

دار قطنی نے بیان کیا ہے کہ:

''ابوجحیفہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو امت میں سے افضل گمان کرتے تھے''۔

آپ نے سنا کہ:

''لوگ اس کی مخالفت کرتے ہیں جس کی وجہ سے وہ بہت غم زدہ ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کو گھر لائے''

اور فرمایا:

''ابوجحیفہ! آپ کو کسی چیز کا غم ہے تو اس نے آپ کو تمام بات بتائی''۔

آپ نے فرمایا:

''کیا میں آپ کو بہترین اُمت کے بارے میں بتاؤں اس اُمت کا بہتر شخص حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پھر عمر رضی اللہ عنہ ہیں''۔

ابوجحیفہ کہتے ہیں:

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ بات مجھے آمنے سامنے فرمائی' تو میں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا کہ جب تک میں حیات ہوں اس حدیث کو نہیں چھپاؤں گا اور شیعوں اور رافضیوں کا یہ کہنا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ بات تقیہ کے طریق سے کہی ہے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ اور افتراء ہے اور تھوڑی عقل اور سمجھ کا شخص بھی خیال نہیں کر سکتا اس لیے یہ بات آپ نے اکیلے ہو کر اپنے زمانہ خلافت میں کہی ہے پھر آپ نے اس کو کوفہ کے منبر پر بھی بیان فرمایا ہے اور کوفہ میں آپ اہلِ بصرہ کی جنگ سے فارغ ہونے کے بعد تشریف لائے اور یہ بات نہایت قوی اور اعلیٰ نافذ الحکم ہے' اس لیے کہ آپ نے یہ بات سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات کے طویل عرصہ بعد کہی ہے۔

بعض ائمہ اہلِ بیت نے اسی بات کے ذکر کرنے کے بعد کہا ہے کہ:

''اس قسم کے منحوس تقیہ کا وقوع کس طرح سمجھ میں آ سکتا ہے جس کی بناء پر انہوں نے اکثر اہلِ بیت نبوی کے عقیدوں کو اظہارِ محبت و تعظیم پردے میں الٹا خراب کر دیا ہے اور وہ ان کی تقلید کی طرف مائل ہو گئے ہیں حتیٰ کہ ان میں سے بعض نے کہا کہ دنیا کی معزز شے بلند و بالا شرف شخص ہے۔ ان لوگوں کی بناء پر اہلِ بیت کی مصیبت اور زیادہ ہو گئی ہے اور اوّل و آخران پر بھی مصیبت رہے گی۔ حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ نے احسن انداز سے اسی منحوس تقیہ کا

بطلان کیا ہے جب آپ سے شیخین کے متعلق پوچھا تو فرمایا:

''میں ان سے دوستی رکھتا ہوں''۔

تو آپ سے کہا گیا کہ:

''لوگوں کا خیال ہے کہ یہ بات آپ تقیہ کے طریق سے فرما رہے تھے''۔

ارشاد فرمایا:

''زندہ سے ڈر جاتا ہوں نہ کہ مردوں سے۔ اللہ تعالیٰ ہشام بن عبدالملک کے ساتھ اس اس طرح سلوک کرے''۔

دار قطنی نے روایت کیا ہے کہ:

''اس امام کی محبت کسی طرح واضح ہے، جس کی جلالت وفضیلت پر تمام متفق ہیں، بلکہ یہ شقی لوگ تو ان کی عصمت کے مدعی ہیں لہٰذا جو آپ نے فرمایا وہ وجوب صدق کے لئے ہے۔ پھر اس منحوس تقیہ کے بطلان کی تصریح کرتے ہوئے آپ نے ان کے سامنے یہ استدلال پیش کیا ہے کہ شیخین کی وفات کے بعد ان سے ڈرنے کی کوئی وجہ نہیں اس لیے ان کو خاموشی حاصل نہیں پھر آپ نے ہشام کے لیے بددعا کر کے اس کو واضح کیا۔ ہشام آپ کے دور کا بہت بڑا شان والا بادشاہ تھا جب آپ اس سے نہیں ڈرے حالانکہ اس کی سطوت وحکومت اور قوت وقہر سے خوف کھایا جاتا تھا تو آپ ان سے کس طرح خوف کھا سکتے ہے جو وفات پا چکے ہیں اور ان کو کوئی سطوت وشوکت بھی حاصل نہیں جب امام باقر رضی اللہ عنہ کا یہ حال ہے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق آپ کیا تصور رکھتے ہیں حالانکہ ان کے اور امام باقر رضی اللہ عنہ کے مابین اقدام قوت، شجاعت، سخت جنگ کرنے اور کثرت تعداد و تیاری میں کوئی نسبت ہی نہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے معاملے میں کسی ملامت شدہ کی ملامت سے خوفزدہ نہیں تھے اور اس کے ساتھ آپ سے صحیح بلکہ تواتر کے ساتھ ثابت ہے جس طرح کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ آپ نے شیخین کی مدح وثنا کی ہے اور ان کو بہترین امت کہا ہے، اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اثر صحیح میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے اپنے باپ امام باقر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت علی وحضرت عمر رضی اللہ عنہما کے پاس کھڑے تھے اور وہ اپنے کپڑے میں لپٹے ہوئے تھے آپ نے ان کے متعلق جو کچھ کہا ہے وہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ بات بطور تقیہ کہنے کی کیا ضرورت تھی اور امام باقر رضی اللہ عنہ کو کیا ضرورت تھی کہ اپنے بیٹے جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو بطور تقیہ بات کہیں اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو کیا ضرورت تھی کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تقیۃً بیان کریں''۔

غور فرمائیں کہ ایک عقل مند شخص اس قسم کی صحیح اسناد کو کس طرح چھوڑ سکتا ہے اور کس طرح ایک غلط بات کے لیے اس کو تقیہ پر محمول کر سکتا ہے۔ یہ فقط ان کی جہالت، غباوت، حماقت اور جھوٹ ہے۔ بعض شیعہ منصف جس طرح کہ عبدالرزاق ہے اس نے احسن راستہ اختیار کیا ہے۔

''وہ کہتا ہے کہ میں شیخین کو اس وجہ سے فضیلت دیتا ہوں کہ خود حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی ذات پر ان کو فضیلت دی ہے اگر وہ اس طرح نہ کرتے تو میں ان کو فضیلت نہ دیتا اس منحوس تقیہ کے دعویٰ میں جو باتیں ان کو جھوٹا کہتی ہیں ان میں سے وہ روایت بھی ہے جس کو دار قطنی نے بیان کیا ہے کہ جب لوگوں نے سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی تو سفیان بن حرب نے بلند آواز سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا: اے علی رضی اللہ عنہ! اس معاملہ میں قریش کا ذلیل ترین گھرانہ آپ پر غالب آ گیا ہے اگر آپ چاہیں تو اللہ تعالیٰ کی قسم! میں سواروں اور پیدل چلنے والوں کو اس کے خلاف لے کر آ جاؤں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اسلام اور مسلمانوں کے دشمن! اس نے اسلام اور مسلمانوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔ تو اس سے ان کے خاصہ گمان اور افتراء بازی کا بطلان معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بطور تقیہ مجبوراً بیعت کی تھی اور جو کچھ وہ تصور کرتے ہیں اگر اس میں کچھ تھوڑی سی بات بھی درست ہوتی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے مشہور ہوتی تو اس کو چھپانے کی کوئی وجہ نہ تھی بلکہ دار قطنی نے تو اس کو روایت کر کے اس کے معنیٰ بھی بہت سے طرق سے بیان کیے ہیں''۔

(الصواعق المحرقہ عربی' ص:٦٢' کتب خانہ مجیدیہ' ملتان)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

''قسم ہے اس ذات کی جس نے دانے کو پھاڑا اور جان کو پیدا کیا اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی عہد کیا ہوتا تو اگرچہ وہ میرے پاس چادر کے علاوہ کچھ نہ ہوتا میں اس کے لیے لازمی سعی کرتا اور ابوقحافہ کے بیٹے کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر پر ایک سیڑھی بھی نہ چڑھنے دیتا مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے اور اس کے مقام کو ملاحظہ فرما لیا''۔

اور اس کو فرمایا کہ:

''کھڑے ہو کر لوگوں کو نماز پڑھاؤ مگر مجھے آپ نے چھوڑ دیا تو ہم اس سے اپنی دنیا کے لیے اس طرح راضی ہو گئے جس طرح کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے دین کے لیے اس سے راضی ہوئے اور اس کی اور زیادہ وضاحت حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ کے پانچویں جواب اور دوسرے باب اور دوسری جگہوں پر گزر گیا ہے اس کو وہاں سے ملاحظہ فرمائیے' اس لیے کہ یہ اہم بات ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے تقیہ منسوب کرنے سے جو مفاسد برائیاں اور بڑی قباحتیں لازم آتی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ آپ بزدل ذلیل اور مقہور شخص تھے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس طرح کی باتوں سے اپنی حفاظت میں رکھے جب آپ کو خلافت ملی تو آپ کا باغیوں کے ساتھ جنگیں کرنا اور ہزاروں کو دعوتِ مبارزت دینا وہ امور ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ان احمقوں اور غالیوں نے جو باتیں آپ کی طرف منسوب کی ہیں وہ قطعی طور پر جھوٹ ہیں حالانکہ باغیوں کو اس وقت بڑی قوت وشوکت حاصل تھی اور اس میں کچھ شبہ نہیں کہ بنوامیہ اسلام اور جاہلیت دونوں زمانوں میں قریش میں شوکت اور کثرت کے لحاظ سے بہت

بڑے تھے اور ابوسفیان بن حرب جنگِ احد اور جنگِ احزاب وغیرہ میں مشرکین کا لیڈر تھا اور اس نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے وہ بات کہی تھی جس کا ذکر ابھی گزر چکا ہے اور آپ نے اس کو رد کرتے ہوئے اس کو بُری طرح اکھاڑا تھا اور بنوتمیم اور بنوعدی کے لوگ قریش کے کمزور ترین قبیلے تھے اور ان ہی قبیلوں سے شیخین کا واسطہ تھا' لہٰذا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خاموش رہنا' اور مخالفین کے خلاف تلوار اُٹھانا اس بات کی واضح برہان ہے کہ وہ حق کا ساتھ دیتے تھے اور شجاعت کے نہایت بلند مقام پر تھے اور اگر ان کے پاس امر خلافت کے بارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی وصیت ہوتی تو آپ اس کو نافذ کرتے اگرچہ آپ کے سر پر تلوار سونتی ہوتی اس بات میں شک وہی شخص کرسکتا ہے جو ان کے متعلق غلط اعتقاد رکھتا ہے مگر آپ اس سے بالکل بَری الذمہ ہیں اس لیے کہ جب وہ اپنے معاملہ میں اضطراب کی حالت میں رہے تو جو بھی آپ نے کہا ہے اس میں خوف اور تقیہ کی بناء پر حق کی مخالفت کا احتمال موجود ہے اس لیے کہ جب تو جو کچھ بھی آپ نے کہا اس میں خوف اور تقیہ کی وجہ سے حق کی مخالفت کا احتمال موجود ہے۔ یہ بات شیخ الاسلام امام غزالی نے فرمائی ہے"۔

اور بعض دوسرے لوگوں نے کہا ہے کہ

"اس سے بھی بری اور قبیح باتوں کا لزوم آتا ہے' مثلاً ان کا یہ کہنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی کو امامت کے لیے مقرر نہیں فرمایا لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس سے روک دیا گیا اور آپ نے بطورِ تقیہ کہا کہ سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امیر بنالو تو اس سے یہ احتمال پیدا ہوتا ہے کہ جو کچھ آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا ہے وہ سب تقیۃً ہی ہے اور یہ بات عصمت کو ثابت کرنے کے لئے کچھ بھی فائدہ نہیں دیتی"۔

اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہا گیا ہے کہ:

"وہ کسی کی طرف توجہ نہیں فرماتے تھے' یہاں تک کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے کہا گیا کہ لوگوں کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی لاتوجہی نے ان سے دُور کر دیا ہے تو حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا وہ متقی شخص تھے اور متقی دنیا اور آخرت کی پرواہ نہیں کرتا اور عالم بھی تھے اور عالم بھی کسی کی پرواہ نہیں کرتا اور شجاع تھے اور شجاع بھی کسی کی پرواہ نہیں کرتا اور وہ شریف تھے اور شریف بھی کسی کی پرواہ نہیں کرتا"۔ اس روایت کو بیہقی نے بیان کیا ہے"۔ (بیہقی)

اگر فرضاً مان بھی لیا جائے کہ آپ نے یہ بات بطور تقیہ فرمائی ہے تو پھر بھی آپ نے اپنی ولایت کے تقاضوں کو باقی رکھا ہے حالانکہ آپ نے خلوت میں اور خلافت کے دور میں منبر پر کھڑے ہو کر جب کہ آپ کو انتہائی طاقت حاصل تھی۔ شیخین کی ولایت کی مدح کی ہے' جس طرح کہ بیان ہو گیا لہٰذا اس سے غافل نہ ہو۔

ابوذر ہروی اور دار قطنی نے کئی طرق سے روایت کیا ہے کہ:

''ایک شخص کچھ لوگوں کے پاس سے گزرا جو شیخین پر طعن و تشنیع کر رہے تھے اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس بات کی خبر دی اور کہا ان لوگوں کا خیال ہے کہ جس بات کا وہ اعلان کر رہے ہیں وہ آپ کے دل میں بھی ہے اگر اس طرح نہ ہوتا تو وہ یہ جرأت نہ کرتے''۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''میں اس تصور سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ شیخین پر رحمت فرمائے پھر آپ نے اُٹھ کر اس خبر دینے والے کے ہاتھ کو پکڑا اور اس کو مسجد میں لے گئے اور منبر پر چڑھ کر اپنی سفید ریش کو ہاتھ میں لیا اور آپ کے آنسو آپ کی ریش مبارک پر گر رہے تھے۔ آپ صحن کو ملاحظہ فرمانے لگے حتیٰ کہ لوگ جمع ہو گئے پھر آپ نے فصیح و بلیغ خطبہ دیا جس میں آپ نے فرمایا:

''ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دو بھائیوں' وزیروں' ساتھیوں' قریش کے سرداروں اور مسلمانوں کے والدین کا ذکر قبیح انداز میں کرتے ہیں۔ میرا تو ان باتوں سے کوئی واسطہ ہی نہیں اور جو وہ کہتے ہیں میں اس سے بَری ہوں اور اس پر ان کو سزا ملے گی۔ شیخین نہایت ایمان داری اور وفاداری سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے اور اللہ تعالیٰ کے احکام کے امر و نہی فیصلہ کرنے اور سزا دینے میں بھی ان بزرگوں نے احکام کی پیروی کی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی کسی کی رائے کو ان کی رائے کے برابر نہ سمجھتے تھے اور نہ ہی ان کی طرح کی کسی سے محبت کرتے تھے جب آپ نے وفات پائی تو آپ بھی اور مسلمان بھی ان سے راضی تھے' لہٰذا مسلمانوں نے ان کے معاملہ اور سیرت کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے سے زیادتی نہیں کی' اور نہ ہی آپ کی حیات میں اور وفات کے بعد آپ کے حکم سے سرکشی کی ہے اسی حالت میں ان کی وفات ہوئی۔ اللہ تعالیٰ دونوں پر اپنا رحم فرمائے۔ اس ذاتِ اقدس کی قسم جو دانے کو پھاڑتا اور جان کو پیدا کرتا ہے۔ ان سے صاحبِ فضیلت مومن محبت کرتا اور شقی اور دین سے نکل جانے والا شخص ان سے بغض اور تخالف رکھتا ہے ان کی محبت قرب کا باعث ہے اور ان کا بغض اللہ تعالیٰ سے دُوری ہے پھر آپ نے اس بات کا ذکر کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا اور وہ علی رضی اللہ عنہ کے مرتبہ کو جانتے تھے' پھر آپ نے ذکر کیا ہے کہ میں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کی پھر آپ نے بتایا کہ سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا''۔

پھر ارشاد فرمایا:

''لوگو! اس بات کو سُن لو! اگر مجھے یہ اطلاع پہنچی کہ فلاں آدمی کہہ رہا ہے کہ میں ان سے بغض رکھتا ہوں تو میں اس کو مفتری کی حد لگاؤں گا''۔

(الصواعق المحرقۃ عربی' ص:٦٣' کتب خانہ مجیدیہ' ملتان)

اور ایک روایت میں ہے کہ:

''شیخین کو طعن تشنیع کرنے کی انہوں نے اس لیے جرأت کی ہے کہ وہ اس معاملہ میں آپ کو اپنے جیسا سمجھتے ہیں اس نظریہ کے حاملین میں ایک عبداللہ بن سبا بھی ہے جس نے سب سے پہلے اسی رائے کو ظاہر کیا۔

تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''میں ان کے بارے میں دل میں ایسے تخیل رکھنے سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں جو بندہ ان کے متعلق خوبی اور اچھائی کے سوا کوئی اور بات اپنے دل میں پوشیدہ رکھتا ہو اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ آپ عنقریب اس بیان کو دیکھ لیں گے۔ انشاء اللہ پھر آپ نے ابن سبا کی طرف ایک شخص کو روانہ کیا جو اس کو مدائن لے گیا تو اس نے کہا:

''یہ مجھے کسی شہر میں رہنے ہی نہیں دیتا''۔

ائمہ کہتے ہیں کہ:

''یہ ابن سبا یہودی تھا جس نے اظہارِ اسلام کیا تھا اور روافض کے ایک گروہ کا ایک بڑا لیڈر تھا اور ان کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس وقت نکالا تھا جب انہوں نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ میں الوہیت ملتی ہے''۔

دار قطنی نے کئی طرق سے روایت کیا ہے کہ:

''حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خبر ملی کہ ایک شخص حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے متعلق کچھ کہہ رہا ہے۔ آپ نے اس کو بلوایا اور اس کے سامنے شیخین کے عیبوں کو پیش کیا تا کہ وہ اس کو مان لے کہ میں یہ باتیں کہہ رہا تھا۔ وہ اس بات کو سمجھ گیا تو آپ نے اس کو فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کی قسم! جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے اگر میں وہ باتیں جو مجھے پہنچی ہیں' آپ سے سن لیتا اور اس پر گواہی بھی مل جاتی تو میں تیرے ساتھ اس طرح سلوک کرتا جب یہ بات ثابت ہو گئی ہے تو اہلِ بیت نبوی کے یہی لائق ہے کہ وہ اس معاملہ میں سلف کی پیروی کریں اور روافض اور شیعہ غالیوں نے عناد' عبادت اور جہالت سے جو بری باتیں ان کی طرف منسوب کی ہیں' ان سے اعراض کریں اور ان تمام باتوں سے بچیں' جو یہ لوگ ان لوگوں کے متعلق کہتے ہیں۔ مثال کے طور پر جو شخص یہ اعتقاد رکھے کہ حضرت ابوبکر حضرت علی رضی اللہ عنہما سے افضل ہیں' وہ کافر ہے''۔

اس بات سے ان کا مطلب یہ ہے کہ:

''وہ اُمت' صحابہ' تابعین اور ان کے بعد آنے والے ائمہ دین' علمائے شریعت اور عوام کی تکفیر پر ان کو پکا کر دیں اور یہ کہ ان کے سوا اور کوئی مومن نہیں اور یہ بات قواعد شریعت اور عوام کی تکفیر پر ان کو پختہ کر دیں اور یہ کہ ان کے سوا اور کوئی مومن نہیں اور یہ بات قواعد شریعت کو جڑ سے اُکھاڑ دیتی ہے اور کتب سنت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی گواہی اور صحابہ کرام علیہم الرضوان اور اہلِ

بیت کی باتوں پر عمل کرنے کو باطل ٹھہراتی ہے جبکہ تمام احادیث مبارکہ اور اخبار آثار کے راوی اور نبی کریم ﷺ کے زمانہ سے لے کر ہر دور میں قرآن کے ناقل، صحابہ کرام، تابعین اور علمائے دین ہی رہے ہیں اور روافض جیسے لوگوں کی کوئی روایت اور درایت موجود نہیں جس سے وہ فروع شریعت کو جان سکیں۔ ان کا بڑا فعل یہ ہے کہ کسی سند میں کوئی رافضی یا اس قسم کا کوئی آدمی آ گیا ہے اور ان کی روایت کے قبول کرنے میں جو اعتراضات ہیں وہ ائمہ اثر اور ناقدین سنت میں مشہور ہیں اور جب یہ لوگ صحابہ کرام اور تابعین وغیرہ پر عیب لگاتے ہیں تو وہ دراصل قرآن وسنت پر عیب لگاتے ہیں اور تمام شریعت کو باطل قرار دیتے ہیں اور ایسا یہ معاملہ زمانہ جاہلیت کے جاہلوں کی طرح ہو جاتا ہے اور اس بندے پر اللہ تعالیٰ کی لعنت اور دردناک عذاب اور بڑی ناراضگی ہو جو اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی پر افتراء کرتا ہے جس سے ابطال شریعت اور شریعت کو ڈھانے کی نوبت آتی ہے لہٰذا عقل مند کس طرح برداشت کر سکتا ہے کہ وہ امت محمدیہ کے سواد اعظم کے بارے میں جو گواہیوں کو مانتا اور شریعت کو قبول کرتا ہے بغیر کسی موجب کفر کے کفر کا عقیدہ رکھے۔

فرض کرو کہ نفس الامر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں مگر کیا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی افضلیت کے قائل معذور نہیں۔ اس لئے کہ انہوں نے یہ بات دلائل صریحہ کی بنیاد پر کہی ہے اور وہ مجتہد ہیں اور مجتہد جب غلطی کرے تب بھی اجر کا مستحق ہوتا ہے لہٰذا ان کی تکفیر کس طرح کی جا سکتی ہے حالانکہ یہ بات اجماعی ہے کہ تکفیر ضروریات دین کے عنادی انکار سے ہوتی ہے جس طرح کہ نماز روزے کا انکار کرنا لیکن جو بات نظر واستدلال کی محتاج ہو اس سے انکار سے کفر لازم نہیں آتا اگرچہ اس کے اختلاف پر اجماع ہو لہٰذا اہل سنت وجماعت کے انصاف تفکر کریں جن کو اللہ تعالیٰ نے رذائل، جہالت عناد، تعصب اور عبادت سے منزہ فرمایا ہے۔ ہم ان لوگوں کی تکفیر بھی نہیں کرتے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ پر فضیلت دیتے ہیں۔ اگرچہ یہ ہمارے نظریہ کے خلاف ہے اور ہمارا ہر زمانے میں نبی کریم ﷺ کے زمانہ تک اس پر اجماع رہا ہے جس طرح اس بات کے شروع میں کلام کیا گیا ہے۔ ہم نے ان کے لئے ایسا معیار قائم کر دیا ہے جو تکفیر سے مانع ہے اور امت میں سے جو شخص روافض کی تکفیر کرتا ہے تو وہ ان کے دوسرے قبیح افعال کی وجہ سے کرتا ہے جو انہوں نے ساتھ مخل کیے ہیں۔ لہٰذا اس انسان کی تکفیر سے اجتناب کریں جس کا دل ایمان سے بھرا ہوا ہے اور جاہل گمراہ غالیوں کی مقلد نہ بنیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صحیح اور ثابت شدہ روایات اور اہل بیت کے صریح بیانات میں جو شیخین کو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر فضیلت دی گئی ہے اس پر تفکر کریں۔ ان بے وقوفوں نے اگرچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس بات کو تقیہ پر محمول کیا ہے مگر پھر بھی اہل سنت کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اہل بیت کی اتباع کی رکاوٹ میں یہ کوئی عذر نہیں بن پاتا۔ لہٰذا ان کے بارے میں کفر کے اعتقاد سے اپنے آپ کو بچاؤ اس لئے انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قلب کو چاک کر کے نہیں دیکھا کہ انہوں نے تو تقیہ کے طور پر یہ بات کہی ہے بلکہ آپ کے قرینوں، احوال شجاعت اور اقدام اور اللہ تعالیٰ کے متعلق کسی ملامت کرنے والے کے خوف کی توجہ نہ کرنا' اس بات کا قطعی ثبوت ہے کہ آپ نے تقیہ سے کام نہیں لیا لہٰذا اہل سنت کے نزدیک یہ کوئی اس طرح کا شبہ نہیں ہے جو ان کو کفر کے اعتقاد سے منع کرے۔

سُبْحَانَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ

خاتمہ

شیخ الاسلام اوراپنے زمانے کے محقق ابوزرعہ ولی عراقی سے پوچھا گیا کہ

جو شخص شیخین خلفائے اربعہ کو معلوم ترتیب کے مطابق افضل سمجھے مگران میں سے ایک کو زیادہ محبوب رکھے کیا وہ شخص گنہ، گار ہوگا یانہیں؟

آپ نے جواب دیا کہ

دینی محبت کام کی بناء پر ہوتی ہے یا دنیاوی کاموں کی وجہ سے دینی محبت افضلیت کو مستلزم ہے جو افضل ہوگا ہماری دینی محبت اس سے زیادہ ہوگی اور جب ہم ایک کے متعلق یہ عقیدہ رکھیں کہ وہ افضل ہے اور دینی اعتبار سے دوسرے سے زیادہ محبت رکھیں تو یہ ایک تناقض بات ہوگی۔ ہاں اگر ہم کسی دنیاوی کام یعنی رشتہ داری اور احسان کی وجہ سے افضل کے بجائے غیر افضل سے زیادہ محبت رکھیں تو اس میں کوئی تناقض اور امتناع نہیں مگر جو یہ عقیدہ رکھے کہ نبی کریم ﷺ کے بعد حضرت ابوبکر، حضرت عمر، پھر حضرت عثمان پھر حضرت علی رضی اللہ عنہم افضل ہیں لیکن وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سوا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو زیادہ محبوب رکھے لہٰذا اگرچہ مذکورہ محبت بھی دینی محبت ہی ہے مگر اس کا کوئی مفہوم ہی نہیں اس لئے کہ دینی محبت افضلیت کو مستلزم ہے جس طرح کہ ہم نے اثبات کر دیا ہے اور یہ بندہ صرف زبان سے ہی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی افضلیت کا اعتراف کرتا ہے اور اگر یہ دل سے دینی محبت کے باوجود حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر فضیلت دیتا ہے تو یہ جائز ہی نہیں اور اگر ذکر کردہ محبت دنیاوی اعتبار سے ہو اس طور پر کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہے یا کسی اور معنی میں تو اس میں کوئی امتناع نہیں۔

دوسری فصل

قرآن مجید اور احادیث مبارکہ کی رو سے سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ان فضائل کا ذکر جس میں آپ رضی اللہ عنہ واحد ہیں

پہلی آیت

اور وہ اتقیٰ جو اپنے مال کو ادا کرتا ہے تا کہ وہ پاک ہو وہ عنقریب بچایا جائے گا اور کسی کا اس پر احسان نہیں جس کی جزا دی جائے۔صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر اس طرح کر رہا ہے اور وہ اس سے راضی ہو جائے گا۔(اللیل:17 تا21)

ابن جوزی نے کہا کہ

یہ آیت کریمہ سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی ہے اور اس کے اندر یہ صراحت ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ تمام امت سے اتقیٰ ہیں اور اتقیٰ اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ ہوتا ہے جس طرح کہ ارشاد فرمایا:

اللہ کے ہاں سب سے اکرم وہ ہے جو سب سے اتقیٰ ہے۔

(الصواعق المحرقہ عربی:ص:69' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

لہٰذا یہ معلوم ہوا کہ آپ رضی اللہ عنہ امت سے افضل ہیں۔اس آیت کریمہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر محمول کرنا ممکن ہی نہیں جس طرح کہ بعض جہلاء نے بطور افتراء ان کی مخالفت کی ہے۔اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

وما لا حد عنده من نعمة تجزی(۱۹:۹۲)

اسے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر محمول کرنے سے منع کرتا ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی پرورش کی ہے اور یہ آپ کا ان پر احسان عظیم ہے یعنی وہ احسان جس کی جزاء ملے گی اور جب حضرت علی رضی اللہ عنہ اس آیت کے مفہوم سے نکل گئے تو سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ معین ہو گئے۔اس لئے کہ آپ رضی اللہ عنہ کے اتقیٰ ہونے پر سب کا اجماع ہے اور وہ دونوں میں سے صرف ایک ہی ہو سکتے ہیں کوئی اور نہیں ہو سکتا۔

ابن ابی حاتم اور طبرانی نے روایت کیا ہے کہ

سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سات آدمیوں کو آزاد کروایا جن کو صرف اس بنیاد پر عذاب دیا جا رہا تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو تسلیم کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی

و سیجنبها الاتقیٰ......(۱۷:۹۲)

دوسری آیت

ترجمہ: اور قسم ہے رات کی جب چھا جائے اور دن کی جب وہ روشن ہو جائے اور جو اس نے نر اور مادہ پیدا کئے ہیں۔ تمہاری مساعی مختلف قسم کی ہیں۔

(الیل:1 تا 4)

ابن ابی حاتم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو امیہ بن خلف سے ایک چادر اور دس اوقیوں میں خریدا اور پھر اس کو اللہ تعالیٰ کے لئے آزاد کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی کہ ابو بکر اور ابی کی کوشش آپس میں بہت بڑی فرق کی حامل ہے۔

(تفسیر ابن ابی حاتم سورۃ الیل، ج:10، ص:3440)

تیسری آیت

ترجمہ: وہ ثانی اثنین تھا جب وہ دونوں غار میں تھے اور نبی کریم ﷺ اپنے صاحب سے فرما رہے تھے غم نہ کر یقیناً اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اپنا سکینہ اس کے قلب پر نازل کیا اور آپ کی ان لشکروں سے مدد کی جن کو تم نے نہیں دیکھا۔

(التوبہ:40)

تمام مسلمین کا اس بات پر اجماع ہے کہ اس مقام پر صاحب سے مراد سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں اور جو شخص آپ کی محبت کا انکار کرے اجماعاً پر اس کی تکفیر کی جائے گی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ابن ابی حاتم نے روایت کیا ہے کہ

فانزل اللہ سکینتہ علیہ (۹:۴۰) میں ضمیر سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی طرف ہے اور جب ضمیر کو ہر اس بات کے مناسب لوٹایا جائے جو آپ کی شان کے موافق ہے تو **وایدہ بجنود** آپ کے منافی نہیں اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی جلالت شان اس بات پر فیصلہ دینے والی ہے کہ اگر آپ رضی اللہ عنہ کو اس کے بارے کوئی نص معلوم نہ ہوتی تو آپ آیت کو باوجود ظاہری طور پر مخالف ہونے کے اس کو آپ پر محمول نہ کرتے۔

(تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ توبہ، ج:6، ص:1799)

چوتھی آیت کریمہ

ترجمہ: اور وہ جو سچ لے کر آیا اور جس نے اس کی تصدیق کی یہی لوگ متقی ہیں۔ (الزمر:33)

بزار اور ابن عساکر نے روایت کیا ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی تفسیر میں فرمایا ہے کہ حق لانے والے سے مراد محمد رسول اللہ ﷺ ہیں اور حق کی تصدیق کرنے والے سے مراد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں۔

ابن عساکر نے کہا کہ
ایک روایت بالحق کے الفاظ کے ساتھ بھی آئی ہے شاید یہ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی قرأت ہے۔(الصواعق المحرقہ عربی: ص 66)

پانچویں آیت کریمہ

ترجمہ: اور جو اپنے رب عزوجل کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرے اس کے لئے دو جنتیں ہیں۔(الرحمٰن:46)

ابن ابی حاتم نے شوذب سے بیان کیا ہے کہ
یہ آیت کریمہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔(تفسیر ابن ابی حاتم)

چھٹی آیت کریمہ

ترجمہ: اور ان سے معاملات میں مشورہ کر۔(آل عمران:159)

ابن عباس سے حاکم نے روایت کیا ہے کہ
یہ آیت سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی ہے اور آگے حدیث اس کی تائید کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما سے مشورہ کرنے کا حکم دیا ہے۔(الصواعق المحرقہ عربی: 66' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

ساتویں آیت کریمہ

ترجمہ: اور اللہ اور جبرائیل اور صالح مومنین اس کے دوست ہیں۔(التحریم:4)

طبرانی نے حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ
یہ آیت دونوں کے متعلق نازل ہوئی ہے۔
(المعجم الاوسط: باب من اسمہ ابراہیم ج:3، ص:13)

آٹھویں آیت کریمہ

ترجمہ: وہ ذات اور اس کے فرشتے تم پر رحمت بھیجتے ہیں تاکہ وہ تمہیں اندھیروں سے نکال کر نور کی طرف لے جائے۔(الاحزاب:43)

عبد بن حمید نے مجاہد سے بیان کیا ہے کہ
جب آیت ان اللّٰہ و ملائکتہ یصلون علی النبی یایھا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما (الاحزاب:56) کا نزول ہوا۔

تو سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:
یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ نے جو بھلائی بھی آپ پر نازل کی ہے ہم اس میں شریک رہے ہیں تو اس پر آیت ھو الذی

یصلی علیکم و ملائکتہ لیخرجکم من الظلمات الی النور (الاحزاب:43) نازل ہوئی۔
(الصواعق المحرقہ عربی ص:67 کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

نویں آیت

اور ہم نے انسان کو اپنے والدین سے حسن سلوک کی تائید کی۔اس کی ماں نے تکلیف سے اس کو حمل میں لیا اور تکلیف سے جنا اور اس کے حمل اور دودھ چھڑانے تک کا زمانہ تیس مہینے ہے۔ یہاں تک کہ جب وہ جوانی کو پہنچ جاتا ہے اور چالیس سال کا ہو جاتا ہے تو دعا کرتا ہے اے اللہ عزوجل مجھے توفیق دے کہ میں تیرے احسان کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر کیا ہے اور میں اس طرح کے نیک عمل کروں جن سے تو راضی ہو اور میری اولاد کی اصلاح فرما میں تیرے حضور توبہ کرتا ہوں اور میں مسلمانوں میں سے ہوں یہ وہ لوگ ہیں جن کے اعمال کو اللہ تعالیٰ احسن رنگ میں قبول فرمائے گا اور ان کی کمزوریوں سے درگزر فرمائے گا۔ یہ اصحاب جنت میں ہوں گے۔ یہ وعدہ جوان سے کیا جا رہا ہے بالکل سچ ہے۔
(الاحقاف:15`16)

ابن عساکر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ
یہ تمام آیت کریمہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور جو اس پر تفکر کرے گا اس کو اس میں خوبیاں اور احسان دکھائی دیں گے جن کی دوسرے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے متعلق مثال ہی نہیں ملتی۔ (الصواعق المحرقہ ص:67)

دسویں آیت کریمہ

ترجمہ: اور ہم نے ان کے سینوں سے کینے کو کھینچ کر نکال کر باہر کیا ہے وہ آپس میں بھائی بھائی ہیں جو ایک دوسرے کے سامنے تختوں پر بیٹھے ہیں۔ (الحجر:47)

جس طرح کہ اس سے پہلے حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما کی روایت سے بتایا گیا ہے کہ آیت کریمہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

گیارہویں آیت کریمہ

ترجمہ: اور تم میں سے صاحب فضل اور وسعت والے، قرباء، مساکین اور مہاجرین فی سبیل اللہ کو مال دینے میں کوتاہی سے کام نہ لیں اور چاہیئے کہ عفو اور درگزر کریں کیا تم پسند نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو بخش دے اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔ (النور:22)

بخاری وغیرہ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ
یہ آیت کریمہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی تھی۔ جب سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قسم اٹھائی کہ وہ مسطح پر خرچ نہیں کریں گے۔ اس لئے کہ یہ بھی ان لوگوں میں شامل تھا جنہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر جھوٹی تہمت لگائی تھی اور اللہ تعالیٰ نے حضرت

عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس تہمت سے ان آیات کریمہ میں برأت نازل فرمائی۔ جو آپ کی شان کے متعلق نازل ہوئی ہیں جب یہ آیات نازل ہوئیں:

تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا

اے خالق باری تعالیٰ تیری قسم! ہم تو یہ پسند کرتے ہیں کہ تو ہم کو بخش دے اور پھر آپ نے اس کو دوبارہ وہی خرچ دینا شروع فرمایا۔

(صحیح بخاری: باب الیمین فیما لا یملک وفی: ج:22،ص:123)

اور بخاری میں ایک اور طویل روایت افک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان الذین جاء و بالا فك عـصبة منـكـم (النور:11) یہ سب کی سب دس آیات کریمہ نازل فرمائی تھیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے میری برأت فرمائی تو سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جو مسطح بن اثاثہ پر اس کی قرابت اور غربت کی وجہ سے خرچ کیا کرتے تھے، حلف اٹھایا کہ مسطح نے سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے متعلق جو کچھ کہا ہے اس کی وجہ سے اب میں اس کے بعد مسطح پر خرچ نہیں کروں گا۔

تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

ولا یأتل اولوا الفضل منکم والسعة (۲۴:۲۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ

پھر سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا

اے مالک تیری قسم میں تو یہ پسند کرتا ہوں کہ تو مجھے بخش دے۔

اس کے بعد آپ نے پھر دوبارہ مسطح کو وہی خرچ دینا شروع کر دیا جو آپ اس پر کیا کرتے تھے اور فرمایا اللہ تعالیٰ کی قسم! میں کبھی اس کا خرچ بند نہیں کروں گا۔

(صحیح بخاری باب الیمین فیما لا یملک وفی: ج:6،ص:2458)

تنبیہ

حدیث افک سے یہ بات بذریعہ اتم جانی گئی کہ جو بندہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف زنا منسوب کرے وہ کافر ہو جائے گا ہمارے ائمہ کرام نے اس بات کی صراحت کی ہے کہ اس طرح کہنے سے نصوص قرآنیہ کا کذب لازم آتا ہے اور ان کا مکذب اجماع مسلمین سے کافر ہے اور اس سے غالی روافض کی کثرت تعداد کا کفر بھی بطور قطعاً ثابت ہو جاتا ہے اس لئے کہ وہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی طرف یہ منسوب کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کا برا کرے یہ کہاں جا رہے ہیں۔

بارہویں آیت کریمہ

ترجمہ: اگر تم اس کی مدد نہیں کرو گے تو اللہ نے اس کی اس وقت مدد کی جب کفار نے اس کو اور ثانی اثنین کو نکالا۔ (التوبہ:40)

ابن عساکر نے ابن عیینہ سے روایت کیا ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے علاوہ سب مسلمانوں سے ناراضگی کا اظہار فرمایا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس ناراضگی میں شامل نہیں۔

پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: **الا تنصروہ فقد نصرہ اللّٰہ**(۹:۴۰)

احادیث مبارکہ

اس کے متعلق کثیر مشہور احادیث مبارکہ موجود ہیں جن میں سے چودہ احادیث مبارکہ پہلے باب میں تیسری فصل میں بیان ہوگئی ہیں پھر اور بھی احادیث مبارکہ ہیں جن کے اندر آپ کی عظمت شان، کمالات، اعلیٰ درجہ کے فضائل اور افضال کا بیان ہے۔اس لئے اب ہم پندرھویں حدیث مبارکہ سے گننا شروع ہیں۔

پندرھویں احادیث مبارکہ

حضرت عمرو بن العاص سے شیخین نے روایت کیا ہے کہ

انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں میں سے کون زیادہ محبوب ہے؟

ارشاد فرمایا

عائشہ (رضی اللہ عنہا)

میں نے عرض کیا

مردوں میں سے کون زیادہ محبوب ہے؟

ارشاد فرمایا

اس کا باپ (سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ)

میں نے عرض کیا

پھر کون

ارشاد فرمایا

عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی اشخاص کے نام گنوائے۔

اور ایک اور روایت میں ہے کہ

میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل کے متعلق نہیں پوچھتا میں صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحابہ کرام علیہم الرضوان کے متعلق

پوچھتا ہوں۔

(عقیدۃ العقیدۃ السلفیۃ شرح منظومۃ الحائیۃ ج:۱،ص:38)

سولہویں حدیث مبارکہ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بخاری نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں کسی کو بھی ابو بکر رضی اللہ عنہ پھر عمر رضی اللہ عنہ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مساوی نہ سمجھتے تھے اس کے بعد ہم صحابہ کرام علیہم الرضوان میں تفاضل نہیں کرتے تھے۔

اور ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ

ہم رسول اللہ ﷺ کی حیات میں سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو افضل کہتے تھے۔

اور طبرانی نے یہ الفاظ بھی زیادہ کیے ہیں کہ

رسول اللہ ﷺ کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے اس پر برا نہ منایا۔

(صحیح البخاری مناقب عثمان بن عفان ابی عمرو القرشی ج:12،ص:31)

بخاری میں حضرت محمد بن حنفیہ سے روایت ہے کہ

میں نے اپنے باپ یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ

رسول اللہ ﷺ کے بعد کون شخص بہتر ہے۔

ارشاد فرمایا

ابو بکر

میں نے کہا

پھر کون؟

ارشاد فرمایا:

عمر

میں ڈر گیا کہ کہیں آپ عثمان رضی اللہ عنہ کا نام نہ لے لیں

میں نے عرض کیا

پھر آپ

آپ نے ارشاد فرمایا

میں تو مسلمانوں میں سے ایک عام سا شخص ہوں۔

(صحیح البخاری: فضل ابو بکر رضی اللہ عنہ بعد النبی ﷺ: ج:3،ص:1337)

ابن عساکر نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ
ہم رسول اللہ ﷺ کے ہوتے ہوئے حضرت ابوبکر، عمر، عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کو فضیلت دیا کرتے تھے۔
(الصواعق المحرقہ عربی:68' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

اسی طرح اس نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ
ہم رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام علیہم السلام کثیر تعداد میں تھے۔
ہم کہا کرتے تھے کہ
اس امت کے نبی کے بعد افضل آدمی ابوبکر پھر عمر پھر عثمان رضی اللہ عنہم ہیں۔ پھر ہم خاموش رہتے تھے۔
(اغلوفی بعض القرابۃ وجفاء فی الانبیاء: ج:1،ص:16)
حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ترمذی نے بیان کیا ہے کہ
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا
اے رسول اللہ ﷺ کے بعد بہترین شخص
حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا
اگر آپ یہ فرماتے کہ جو میں نے آپ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ سے بہتر شخص پر سورج نہیں نکلا۔
(الصواعق المحرقہ عربی:ص:68' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)
اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے تواتراً روایت بیان ہو چکی ہے۔
نبی کریم ﷺ کے بعد بہترین شخص حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔
اور ارشاد فرمایا:
مجھے کوئی آدمی ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما پر فضیلت نہ دے ورنہ میں اس کو مفتری کی حد لگاؤں گا۔ اس روایت کو ابن عساکر نے بیان کیا ہے۔ (الصواعق المحرقہ عربی:ص:68' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)
ترمذی اور حاکم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ
ابوبکر ہم سے بہتر اور ہمارے سردار ہیں اور ہم سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کو محبوب ہیں۔
(الصواعق المحرقہ عربی ص:68' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)
اور ابن عساکر میں ہے کہ
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منبر پر تشریف رکھتے ہوئے ارشاد فرمایا:
حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس امت کے نبی کے بعد سب سے افضل ہیں اور جو اس کے خلاف کہے وہ مفتری ہے اور اس کو مفتری

کی حد لگے گی۔ (الصواعق المحرقہ عربی ص:68' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

سترہویں حدیث مبارکہ

عبد بن حمید نے اپنی مسند میں اور ابونعیم وغیرہ نے ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے کئی طرق سے روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

سورج کبھی کسی اس طرح کے آدمی پر طلوع وغروب نہیں ہوا جو ابوبکر رضی اللہ عنہ سے افضل ہو علاوہ ازیں اس کے کوئی نبی ہو۔ (الصواعق المحرقہ عربی ص:68' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں۔

انبیاء کرام اور مرسلین کے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ سے افضل شخص پر سورج نہیں نکلا۔

(الصواعق المحرقہ عربی:ص:68' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

اور حضرت جابر کی حدیث مبارکہ کے الفاظ یہ ہیں کہ

تم میں سے کسی آدمی پر سورج طلوع نہیں ہوا جو اس سے افضل ہو۔

طبرانی وغیرہ نے روایت کیا ہے اور دوسری وجوہات سے اس کے ایسے شواہد موجود ہیں جو اس کے صحیح اور حسن ہونے کا مقتضی ہیں اور ابن کثیر نے اس کے صحیح ہونے کا حکم لگایا ہے۔

اٹھارہویں حدیث مبارکہ

اسعد بن زرارہ سے طبرانی نے روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

روح القدس نے مجھے خبر دی ہے کہ آپ کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کا بہترین شخص ابوبکر رضی اللہ عنہ ہے۔

(الصواعق المحرقہ عربی ص:69' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

انیسویں حدیث مبارکہ

طبرانی اور ابن عدی نے سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

ابوبکر تمام لوگوں سے بہتر ہیں۔ علاوہ ازیں اس کے کہ کوئی نبی ہو۔

(الصواعق المحرقہ عربی ص:69' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

بیسویں حدیث مبارکہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے عبداللہ بن احمد نے زوائد المسند میں روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ میرے یارِ غار اور مونس ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی کھڑکی کے علاوہ مسجد کی تمام کھڑکیاں بند کر دی جائیں۔ (الصواعق المحرقہ عربی ص:69' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

اکیسویں حدیث مبارکہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

ابوبکر رضی اللہ عنہ مجھ سے اور میں اس سے ہوں ابوبکر دنیا و آخرت میں میرا بھائی ہے۔

(الصواعق المحرقہ عربی ص:69' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

بائیسویں حدیث مبارکہ

ابوداؤد اور حاکم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا

سیّدنا جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور انہوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے جنت کا وہ دروازہ دکھایا جس میں سے میری اُمت داخل ہوگی۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

میں آپ کی معیت میں رہنا پسند کرتا ہوں تا کہ میں اس کو دیکھ سکوں۔

ارشاد فرمایا

اے ابوبکر رضی اللہ عنہ میری امت میں سے سب سے پہلے آپ جنت میں داخل ہوں گے۔

(ابوداؤد: فی الخلفاء ج:12 ص:356)

تیئسویں حدیث مبارکہ

حضرت سمرۃ سے طبرانی نے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا

ابوبکر رضی اللہ عنہ رؤیا کی تاویل بیان کرتے ہیں اور آپ کی رؤیا صالحہ نبوت میں سے آپ کا حصہ ہے یعنی رسول اللہ ﷺ کے آثارِ نبوت میں آپ کا حصہ ہے جس کا آپ پر آپ کے صدق مزید اور دوسری حظوظ و اغراض سے دوری اور اپنی جان اور اپنے اہل سے فنا ہو جانے کی بناء پر ہوا ہے۔ (الصواعق المحرقہ عربی ص:69' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

حضرت سمرۃ سے دیلمی نے روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا
مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں ابوبکر رضی اللہ عنہ سے خواب کی تعبیر کراؤں۔
(الصواعق المحرقہ عربی ص:69' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

پچیسویں حدیث مبارکہ

حضرت ابن عباس سے احمد اور بخاری نے روایت کیا ہے کہ
رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا
لوگوں میں ایک آدمی بھی اس طرح نہیں جو ابن ابی قحافہ سے بڑھ کر مجھ پر جان و مال سے فدا ہوا گر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا مگر اسلام دوستی تمام سے افضل ہے۔اس مسجد کی تمام کھڑکیوں کو ابوبکر رضی اللہ عنہ کی کھڑکی کے علاوہ بند کر دو۔
(الصواعق المحرقہ عربی ص:69' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

چھبیسویں حدیث مبارکہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ترمذی نے روایت کیا ہے کہ
رسول اللہ ﷺ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا
تو آگ سے آزاد ہے۔(ترمذی: فی مناقب ابی بکر و عمر رضی اللہ عنہما جز:12، ص:138)

ستائیسویں حدیث مبارکہ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ
رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا
آپ حوض کوثر اور غار میں میرے ساتھی ہیں۔
(سنن ترمذی فی مناقب ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما جز:12، ص:139)

اٹھائیسویں حدیث مبارکہ

ابو یعلیٰ نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے اور ابن سعد اور حاکم نے بھی اس کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے صحیح قرار دیا ہے۔
آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ
ایک دن میں اپنے گھر میں تھی اور رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب صحن میں تشریف فرما تھے میرے اور ان کے مابین پردہ حائل تھا اس دوران حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آ گئے۔
رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
جسے آگ سے آزاد شخص کو دیکھنے سے خوشی ہوتی ہو اس کو چاہئے کہ وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دیکھے۔

آپ رضی اللہ عنہ کے اہل نے تو عبداللہ نام رکھا تھا مگر اس پر عتیق (آزاد) کا نام غالب آگیا۔

(المستدرک: ابوبکر وصدیق رضی اللہ عنہ: ج:3، ص:64)

انتیسویں حدیث مبارکہ

حاکم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا

اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہ کو آگ سے آزاد کر دیا ہوا ہے اس دن آپ رضی اللہ عنہ کا نام عتیق ہو گیا ہے۔ (مستدرک: ذکر مناقب محمد بن طلحہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ: ج:3، ص:424)

تیسویں حدیث مبارکہ

بزار اور طبرانی نے نہایت عمدہ سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا نام عبداللہ تھا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ارشاد فرمایا:

آپ کو اللہ تعالیٰ نے آگ سے آزاد کر دیا ہوا ہے تو آپ کا نام عتیق ہو گیا۔

(مسند البزار: مسند عبداللہ بن زبیر ج:1، ص:347)

تنبیہ

ان احادیث مبارکہ سے یہ بات فائدہ دیتی ہے اور علماء کرام کے نزدیک یہ بات زیادہ صحیح ہے کہ حضرت سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا نام عبداللہ اور لقب عتیق تھا۔

اکتیسویں حدیث مبارکہ

حاکم نے اعلیٰ سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ

مشرکین نے سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آکر کہا۔

آپ کا اپنے ساتھی کے بارے میں کیا خیال ہے کہ وہ رات کو بیت المقدس گیا ہے کیا آپ اس بات کو مانتے ہیں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا

کیا یہ بات انہوں نے واقعی فرمائی ہے۔

انہوں نے کہا

ہاں

تو آپ نے فرمایا

پھرانہوں نے سچ فرمایا ہے۔ میں تو اس سے بھی دور کی باتوں یعنی جو خبریں صبح وشام آپ کو آسمان سے ملتی ہیں ان کی بھی تصدیق کرنے والا ہوں۔اس لئے آپ کا نام صدیق رکھا گیا۔(الصواعق المحرقۃ عربی ص:70' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

یہ حدیث مبارکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور ام ہانی رضی اللہ عنہا سے بھی روایت ہے۔

پہلی دو احادیث مبارکہ ابن عساکر نے بیان فرمائی ہیں اور تیسری طبرانی نے روایت فرمائی ہے۔

بتیسویں حدیث مبارکہ

سعید بن منصور نے اپنی سنن میں ابی وہب مولیٰ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شب اسراء سے واپسی پر ذی طویٰ جگہ پر تشریف فرما تھے۔

تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

اے جبرائیل علیہ السلام میری قوم میری بات کی تصدیق نہیں کرے گی۔

توانہوں نے کہا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ابو بکر رضی اللہ عنہ تصدیق فرمائیں گے اور وہ صدیق ہے۔

(الصواعق المحرقۃ عربی ص:70' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

طبرانی نے اس حدیث مبارکہ کو اوسط میں ابی وہب اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اتصالاً فرمایا ہے۔

حاکم نے نزال بن سبرۃ سے روایت کیا ہے کہ

ہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے عرض کیا

اے امیر المومنین ہمیں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے متعلق بھی کچھ بتائیں۔

ارشاد فرمایا

یہ وہ آدمی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مقدس سے صدیق کا فرمایا ہے اس لئے کہ وہ خلیفۃ الرسول ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ہمارے دین کے لئے پسند فرمایا۔

اور حکم بن سعید سے صحیح روایت ہے کہ

میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قسم اٹھاتے ہوئے یہ بات فرماتے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے سیّدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کا نام صدیق آسمان سے نازل کیا ہے۔(الصواعق المحرقۃ عربی ص:70' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

تینتیسویں حدیث مبارکہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حاکم نے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

سب انبیاء اور مرسلین علیہم السلام اور صاحب یٰسین کی بارگاہ میں رہنے والے اصحاب کرام میں سے کوئی آدمی سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے افضل نہیں ہے۔ (الصواعق المحرقۃ ص:70)

چونتیسویں حدیث مبارکہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ترمذی نے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

ہم نے ابوبکر کے علاوہ تمام لوگوں کے احسان کا بدلہ عطا فرما دیا ہے۔ اس کے ہم پر اس قدر احسان ہیں کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو ان کا بدلہ دے گا۔ مجھے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مال نے اس قدر فائدہ دیا ہے جتنا کسی اور کے مال نے کبھی نہیں دیا اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا۔ لوگو اس بات کو خوب سن لو کہ تمہارا صاحب یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کا خلیل ہے۔

پینتیسویں حدیث مبارکہ

شیخین، احمد، ترمذی اور نسائی نے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

جو شخص دو روپے یا کسی چیز کا جوڑا اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرے گا اس کو جنت کے دروازوں سے پکارا جائے گا۔

اے عبداللہ! تیرے لئے یہ بہتر ہے۔

جو نمازی ہوگا اس کو باب الصلوٰۃ سے بلایا جائے گا جو جہاد کرنے والا ہوگا اس کو باب الجہاد سے بلایا جائے گا۔

جو روزے دار ہوگا اس کو باب الریان سے بلایا جائے گا جو صدقہ دیتا ہوگا اس کو باب الصدقہ سے بلایا جائے گا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا کوئی ایسا آدمی بھی ہوگا جس کو تمام دروازوں سے بلایا جائے گا۔

ارشاد فرمایا

ہاں مجھے امید ہے کہ تو انہی میں سے ہے۔

(سنن ترمذی: فی مناقب ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ ج:12 ص:133)

چھتیسویں حدیث مبارکہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ترمذی نے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہوتے ہوئے لوگوں کی امامت کسی اور آدمی کو نہیں کرنی چاہئے۔

(الصواعق المحرقہ عربی ص:70' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

اس حدیث مبارکہ کو خلافت کی گزشتہ چودہ احادیث مبارکہ سے مکمل تعلق اور ظاہری مناسبت ہے۔

سینتیسویں حدیث مبارکہ

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے شیخین، احمد اور ترمذی نے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو غار میں ارشاد فرمایا:

اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! ان دو اشخاص کے متعلق تمہارا کیا گمان ہے جن کے ساتھ تیسرا اللہ تعالیٰ ہو۔ (الصواعق المحرقہ ص:70)

اڑتیسویں حدیث مبارکہ

عبدان المروزی اور ابن قانع نے بہز سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اے لوگو! ابوبکر کے متعلق میرا خیال رکھا کرو اس نے جب سے میری صحبت اختیار کی ہے مجھے اذیت نہیں پہنچائی۔

(الصواعق المحرقہ عربی: ص:70' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

انتالیسویں حدیث مبارکہ

حضرت عبدالرحمان بن عوف سے ابن عساکر نے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

جب قیامت ہوگی تو اس امت کا کوئی آدمی ابوبکر رضی اللہ عنہ سے قبل اپنا اعمال نامہ نہ اٹھائے گا۔

(الصواعق المحرقہ عربی ص:71' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

چالیسویں حدیث مبارکہ

ابوامامہ سے طبرانی نے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اللہ تعالیٰ نے میرا ایک خلیل بنایا ہے جس طرح کہ اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا تھا اور میرا خلیل تو ابوبکر رضی اللہ عنہ ہے۔ (المعجم الکبیر صدی بن العجلان ابوامامۃ الباہلی نزل جز:8 ص:201)

یہ حدیث مبارکہ خلافت کی چار احادیث مبارکہ کے خلاف ہے جو ابھی گزری ہیں۔ ہاں اگر اس کو کمال دوستی پر حمل کیا جائے تو پھر یہ ان احادیث مبارکہ جیسی ہے۔

اکتالیسویں حدیث مبارکہ

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے طبرانی' ابن شاہین اور حارث نے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ آسمان سے اس بات کو ناپسند فرماتا ہے کہ ابوبکر زمین میں غلطی کرے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ

اللہ تعالیٰ ناپسند فرماتا ہے کہ ابوبکر غلطی کرے۔

اس روایت کے رجال ثقہ ہیں۔

بیالیسویں حدیث مبارکہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے طبرانی نے روایت کیا ہے کہ

مجھ پر ابوبکر سے بڑھ کر کسی اور نے احسان نہیں کیا۔ اس نے اپنے مال و جان سے میری مدد کی اور اپنی بیٹی کا مجھ سے نکاح کیا۔ (المعجم الاوسط اول الکتاب جز:1، ص:161)

تینتالیسویں حدیث مبارکہ

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے طبرانی نے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا

میں نے ملاحظہ کیا کہ مجھے ایک پلڑے میں رکھا گیا ہے اور میری امت دوسرے پلڑے میں رکھی گئی ہے تو میں اس کے مساوی رہا ہوں۔ پھر ابوبکر ایک پلڑے میں اور میری امت دوسرے پلڑے میں رکھی گئی تو ابوبکر امت کے مساوی رہے، پھر عمر ایک پلڑے میں اور میری امت دوسرے پلڑے میں رکھی گئی تو عمر امت کے مساوی رہے، پھر عثمان ایک پلڑے میں اور میری امت دوسرے پلڑے میں تو عثمان میری امت کے مساوی رہے، پھر اس کے بعد ترازو کو اٹھالیا گیا۔

(المعجم الکبیر: معاذ بن جبل للانصاری عقبی بذری یکنی: جز:20، ص:86)

چوالیسویں حدیث مبارکہ

مسلم، نسائی، ترمذی، ابن ماجہ، حاکم اور بیہقی نے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا

میری امت کا سب سے رحم دل شخص ابوبکر رضی اللہ عنہ ہے۔

(بیہقی: باب ترجیح قول زید بن ثابت علی قول غیرہ: جز:6، ص:210)

اس کے تتمہ کا بیان عنقریب آگے آئے گا۔

پینتالیسویں حدیث مبارکہ

سعید بن زید سے احمد، ابوداؤد اور ابن ماجہ اور ضیاء نے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا

دس اشخاص جنت میں ہوں گے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی جنت میں ہوں گے۔

(الصواعق المحرقہ عربی: ص: 71' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

اس کے تتمہ کا بیان عنقریب آگے آئے گا۔

چھیالیسویں حدیث مبارکہ

ترمذی نے حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ سے احمد اور ضیاء نے سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا

ابوبکر رضی اللہ عنہ جنت میں ہوں گے۔ (الصواعق المحرقہ عربی: ص: 71' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

سینتالیسویں حدیث مبارکہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ترمذی نے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا

اللہ عزوجل ابوبکر پر رحم فرمائے۔ اس نے اپنی بیٹی میرے نکاح میں دی اور مجھے سوار کرا کر دار الہجرت لے گئے اور اسلام میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مال نے جو مجھے فائدہ دیا کسی اور کے مال نے فائدہ نہیں دیا۔

(الصواعق المحرقہ عربی: ص: 71' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

یہ فرمان کہ وہ مجھے سوار کر کے دار الہجرت لے گئے۔ بخاری کی اس حدیث کے منافی ہے جس میں فرمایا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے وہ سواری قیمت کے طور پر لی تھی۔ اس کی تطبیق یوں بھی ہو سکتی ہے کہ آپ نے اس سواری کو قیمت کے طور پر لیا پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ اس کی قیمت کی ذمہ داری سے بری ہو گئے۔ اس کے تتمہ کا بیان عنقریب آئے گا۔

اڑتالیسویں حدیث مبارکہ

ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے بخاری نے روایت کیا ہے کہ

انہوں نے کہا

میں نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر تھا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آ کر سلام کیا۔

اور کہا: میرے اور عمر رضی اللہ عنہ کے مابین کسی بات پر تنازعہ ہو گیا' تو میں نے جلدی سے ان کے پاس جا کر ندامت کا اظہار کیا اور معافی مانگی' مگر انہوں نے نہیں مانا تو اب میں آپ کے پاس آیا ہوں۔

اس پر نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا

ابوبکر رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ آپ کو معاف فرمائے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ آپ کو معاف فرمائے ابوبکر رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ آپ کو معاف

فرمائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی بعد میں ندامت ہوئی اور وہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے گھر آئے لیکن وہ تشریف فرما نہیں تھے پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ اقدس کو متغیر پایا حتیٰ کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ڈر گئے اور گھٹنوں کے بل بیٹھ کر عرض کرنے لگے۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے ہی زیادتی کی ہے۔

تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ لوگوں کی طرف بھیجا ہے تم نے میری تکذیب کی اور ابو بکر رضی اللہ عنہ نے میری تصدیق کی اور اپنی جان و مال سے میری مدد کی۔ کیا تم میرے ساتھی کو میری خاطر چھوڑ دو گے۔ کیا تم میرے ساتھی کو میری خاطر چھوڑ دو گے۔ اس کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو کسی نے اذیت نہیں پہنچائی۔

(صحیح البخاری قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لو کنت جز:11،ص:496)

ابن عدی نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اسی طرح کی روایت کی ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

میرے ساتھی کے معاملے میں مجھے اذیت نہ پہنچاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ تم نے مجھے جھٹلایا اور ابو بکر رضی اللہ عنہ نے میری تصدیق کی۔ اگر اللہ تعالیٰ نے اس کا نام صاحب نہ رکھا ہوتا تو میں اس کو خلیل بنا لیتا مگر اسلامی اخوت تمام سے مقدم ہے۔ (الصواعق المحرقہ ص:72)

انچاسویں حدیث مبارکہ

ابن عساکر نے مقدام سے روایت کیا ہے کہ

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عقیل بن ابی طالب کے مابین سخت گفتگو ہوئی اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سباب یا نساب تھے مگر آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیل کی رشتہ داری کی بناء پر عقیل سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ان کی شکایت کر دی۔

تو آپ نے کھڑے ہو کر لوگوں سے فرمایا:

تم میرے ساتھی کو کیوں نہیں چھوڑتے تمہیں اس سے کیا نسبت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم تم میں سے ہر ایک کے دروازے پر اندھیرا ہے۔ سوائے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے دروازے کے اس کے دروازے پر نور ہے۔ تم نے مجھے جھٹلایا اور اس نے میری تصدیق کی۔ تم نے اپنے اموال کو خرچ کرنے سے روکے رکھا اور اس نے میرے لئے مال کو خرچ کیا۔ تم نے مجھے اکیلے چھوڑا اور اس نے میری ہمدردی اور پیروی کی۔

(الصواعق المحرقہ: عربی: ص:72)

پچاسویں حدیث مبارکہ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بخاری نے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا
جو بندہ اپنا کپڑا تکبر سے گھسیٹے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو نظر رحمت سے نہیں دیکھے گا۔
حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا
میرے کپڑے کا ایک حصہ تو لٹکتا ہی رہتا ہے۔سوائے اس کے کہ میں اس کا خیال رکھوں۔
نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا
آپ تو تکبر سے اس طرح نہیں کرتے۔(صحیح البخاری:قول النبی ﷺ لو کنت جز:11،ص:500)

اکاونویں حدیث مبارکہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مسلم نے روایت کیا ہے کہ
نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا
آج صبح آپ میں سے کسی نے روزہ رکھا ہے۔
حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا
میں نے روزہ رکھا ہے۔
آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا
آج آپ میں سے کون جنازہ کے ساتھ گیا تھا۔
حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:
میں گیا ہوں۔
آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا
آج تم میں سے کس نے مسکین کو کھانا کھلایا ہے۔
حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا
میں نے کھلایا ہے۔
آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا
آج تم میں سے کس نے مریض کی تیمارداری کی ہے۔
حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا
میں نے مریض کی تیمارداری کی ہے۔
تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا

جس بندے میں یہ تمام باتیں جمع ہو جائیں وہ جنتی ہوتا ہے۔

اور ایک روایت میں ہے۔

آپ پر جنت واجب ہو گئی ہے۔ (صحیح مسلم: بل جمع الصدقۃ واعمال البر: جز:5،ص:221)

باونویں حدیث مبارکہ

حضرت عبدالرحمان بن ابو بکر رضی اللہ عنہما سے بزار نے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز ادا فرما کر صحابہ کرام علیہم الرضوان کی طرف منہ کر کے بیٹھ گئے۔

اور ارشاد فرمایا:

تم میں سے کون روزے میں ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے دل میں شام کو روزے کا خیال ہی نہیں آیا۔ اس لئے میں نے روزہ ہی نہیں رکھا۔

اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا

میرے دل میں شام کو روزے کا خیال آیا تو میں نے روزہ رکھ لیا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

کیا تم میں سے کسی نے مریض کی تیمارداری کی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم فارغ نہیں ہوئے۔ مریض کی تیمارداری کس طرح کر سکتے تھے۔

اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا

مجھے معلوم ہوا کہ میرے بھائی حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ بیمار ہیں تو میں ان کو دیکھنے کے لئے گیا کہ انہوں نے کس حالت میں صبح کی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

تم میں سے آج کس نے مسکین کو کھانا کھلایا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم نے نماز پڑھی پھر فارغ ہی نہ ہو سکے۔

اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا

میں مسجد میں آیا تو مجھے ایک سائل ملا۔ عبدالرحمان کے ہاتھ میں جو کی روٹی کا ایک ٹکڑا تھا میں نے اس سے لے کر اس

سائل کو دے دیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

آپ کو جنت کی خوشخبری ہو پھر ایک بات فرمائی جس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی خوش ہو گئے۔

انہوں نے کہا

جب بھی میں نے کسی نیک کام کا ارادہ کیا ہے ابوبکر رضی اللہ عنہ مجھ سے سبقت لے گئے ہیں۔ یہ الفاظ حدیث کے اس نسخہ کے ہیں جس کو میں نے دیکھا ہے۔ اس میں کچھ باتیں توجہ کی حامل ہیں۔ (الصواعق المحرقہ عربی:72' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ابو یعلیٰ نے روایت کیا ہے۔

انہوں نے کہا

میں مسجد کے اندر نماز پڑھ رہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ مسجد میں تشریف لائے اور مجھے دعا کرتے ہوئے ملاحظہ فرما کر ارشاد فرمایا: اس سے مانگو وہ تمہیں دے گا۔

پھر ارشاد فرمایا

جو آدمی قرآن مجید کو تر و تازہ حالت میں تلاوت کرنا چاہتا ہے تو وہ ابن ام عبد کی قرأت میں تلاوت کرے۔ اس کے بعد میں اپنے گھر واپس آ گیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آ کر مجھے مبارکباد دی۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ میرے پاس آئے تو انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو میرے گھر سے نکلتے ہوئے ملاحظہ فرمایا تو کہا آپ رضی اللہ عنہ نیکی کے کاموں میں بہت سبقت لے جانے والا ہے۔ (مسند ابی یعلیٰ: مسند ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ ج:1 ص:26)

ترپنویں حدیث مبارکہ

احمد نے سند حسن سے ربیعہ اسلمی سے روایت کیا ہے کہ

وہ کہتے ہیں

میرے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مابین سخت گفتگو ہوئی تو انہوں نے مجھے ایک ایسی بات فرمائی جو مجھ کو بری لگی اور وہ بھی اپنی بات پر نادم ہوئے۔

اور مجھ سے فرمانے لگے۔

اے ربیعہ! مجھے بھی ویسی بات کر دو تا کہ قصاص ہو جائے۔

میں نے کہا

میں تو اس طرح نہیں کروں گا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا

تو کہے گا یا میں رسول اللہ ﷺ سے تمہارے خلاف مدد مانگوں۔

میں نے کہا

میں تو اس طرح کرنے والا نہیں ہوں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے پاس گئے اور میں بھی ان کے پیچھے پیچھے گیا اور اسلم قبیلے کے لوگ بھی آ گئے۔

اور کہنے لگے۔

اللہ تعالیٰ ابوبکر رضی اللہ عنہ پر رحم کرے وہ کس معاملے میں آپ کے خلاف مدد مانگنے جا رہے ہیں حالانکہ انہوں نے تمہیں جو کہا ہے وہ کہا ہے

میں نے کہا

یہ ابوبکر رضی اللہ عنہ اور ثانی اثنین ہے اور مسلمانوں کے شیخ ہیں' اس کی طرف کوئی توجہ نہ کرے' اگر اس نے دیکھ لیا کہ اس کے خلاف میری مدد کر رہے ہو تو وہ ناراض ہو جائیں گے اور نبی کریم ﷺ اس کی ناراضگی کی وجہ سے ناراض ہو جائیں گے اور ان دونوں کی ناراضگی کی بناء پر اللہ تعالیٰ ناراض ہو جائے گا اور ربیعہ برباد ہو جائے گا۔

انہوں نے کہا

پھر آپ ہم کو کیا حکم دیتا ہے۔

میں نے ان کو کہا

واپس چلے جاؤ۔

میں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اکیلے ہی وہاں گئے۔ نبی کریم ﷺ تشریف لائے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جس طرح واقعہ ہوا تھا اسی طرح ہی بتا دیا۔

نبی کریم ﷺ نے سر اٹھا کر میری طرف ملاحظہ فرمایا۔

اور ارشاد فرمایا:

تمہارا اور صدیق کا کیا معاملہ ہے۔

میں نے عرض کیا

یا رسول اللہ ﷺ! اس طرح واقعہ ہوا تھا انہوں نے مجھے ایک بات فرمائی جو مجھے پسند نہ آئی' پھر انہوں نے مجھے فرمایا: مجھے بھی اس طرح کی بات کر لو جس طرح کی میں نے کہی ہے تا کہ قصاص ہو جائے۔ میں نے بات کہنے سے انکار کر دیا۔

اس پر نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا

ہاں اس کو جواب نہ دیں اور کہیں کہ اے ابوبکر رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ آپ کو معاف فرمائے۔

تو میں نے کہا

اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! اللہ تعالیٰ آپ رضی اللہ عنہ کو معاف فرمائے۔(الصواعق المحرقۃ عربی:73' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

چونویں حدیث مبارکہ

ترمذی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت حسن کے ساتھ بیان کیا ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ

تو حوضِ کوثر پر میرے ساتھ ہوگا اور غار میں تو میرا مونس اور صاحب ہوگا۔

(سنن ترمذی: فی مناقب ابی بکر وعمر رضی اللہ عنہما، جز:12، ص:129)

پچپنویں حدیث مبارکہ

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے بیہقی نے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جنت میں بخاتی اونٹنیوں کی مانند پرندے ہوں گے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ موٹے اور تروتازہ ہوں گے۔

ارشاد فرمایا

وہ کھانے والے کوانعام کی صورت میں دیئے جائیں گے اور آپ بھی اس کو کھانے والے ہوں گے۔

یہ حدیث مبارکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح روایت ہے۔

(الصواعق المحرقۃ عربی:73' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

چھپنویں حدیث مبارکہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

جب مجھے آسمان پر لے جایا گیا تو جس آسمان سے بھی میں گزرا' وہاں میرا نام محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لکھا ہوا تھا اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میرے پیچھے تھے۔

(الصواعق المحرقۃ عربی: ص:173' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

یہ حدیث مبارکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت ابن عمر، حضرت انس، حضرت ابی سعید اور حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہم سے بھی ایسے روایت ہے اور اس کی تمام اسانید ضعیف ہیں مگر اجتماعاً یہ حسن کے درجہ پر پہنچتی ہے۔

ستاونویں حدیث مبارکہ

ابن ابی حاتم اور ابو نعیم نے سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔
انہوں نے کہا
میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آیت یاایتها النفس المطمئنة پڑھی
تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا
یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ تو پسندیدہ بات ہے۔
ارشاد فرمایا
موت کے قریب فرشتہ آپ سے یہ الفاظ کہے گا۔(الصواعق المحرقہ عربی،ص:73' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

اٹھاونویں حدیث مبارکہ

عامر بن عبداللہ بن زبیر سے ابن ابی حاتم نے روایت کیا ہے۔
انہوں نے کہا کہ
جب آیت لو انا کتبنا (النساء:٦٦) نازل ہوئی
تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا
یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے حکم فرماتے کہ میں خود کو قتل کر دوں تو میں خود کو قتل کر دیتا۔
آپ نے فرمایا
تو نے سچ کہا۔(الصواعق المحرقہ عربی:73' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

انسٹھویں حدیث مبارکہ

طبرانی نے الکبیر میں اور ابن شاہین نے السنۃ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اتصالاً روایت کیا ہے اور ابوالقاسم بغوی نے کہا ہمیں داؤد بن عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا اور عبدالجبار بن الورد نے ابن ابی ملیکہ سے روایت کیا اور وکیع نے عبدالجبار بن الورد کی پیروی کی ہے۔

ابن العساکر نے روایت کیا ہے کہ
عبدالجبار ثقہ شخص تھے اور اس کے شیخ ابن ابی ملیکہ امام ہیں۔
مگر یہ روایت اس طریق سے مرسل ہے۔
انہوں نے کہا کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تالاب میں داخل ہوئے تو آپ نے فرمایا:

ہر آدمی اپنے ساتھی کے ساتھ تیرے، حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ باقی رہ گئے، تو رسول اللہ ﷺ تیر کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور آپ کو گلے لگالیا۔

اور ارشاد فرمایا:

اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیل بناتا لیکن وہ میرے ساتھی ہیں۔

(الصواعق المحرقہ عربی: ص: 74، کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

ساٹھویں حدیث مبارکہ

ابن ابی الدنیا نے مکارم الاخلاق میں اور ابن عساکر نے صدقۃ بن میمونہ کے طریق سے سلمان بن یسار سے روایت کیا ہے کہ

انہوں نے کہا

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا

اچھی خصلتیں تین سو ساٹھ ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے کسی سے خیر لینی ہوتی ہے تو ان خصلتوں میں سے کوئی خصلت اس میں ڈال دیتا ہے۔ جس سے وہ جنت میں داخل ہوگا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا

یارسول اللہ ﷺ! کیا ان خصلتوں میں سے کوئی خصلت میرے اندر بھی ہے۔

ارشاد فرمایا: ہاں وہ تمام خصلتیں آپ رضی اللہ عنہ میں موجود ہیں۔ (الصواعق المحرقہ عربی ص: 74، کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

ابن عساکر نے ایک اور طریق سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا

تین سو ساٹھ اچھی خصلتیں ہیں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا

یارسول اللہ ﷺ ان میں سے کوئی خصلت میرے اندر بھی ہے۔

ارشاد فرمایا

تمام کی تمام آپ رضی اللہ عنہ میں موجود ہیں۔ لہٰذا اے ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کو مبارک ہو۔

(الصواعق المحرقہ عربی ص: 74، کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

اکسٹھویں حدیث مبارکہ

ابن عساکر نے مجمع الانصاری کے طریق سے اس کے والد سے روایت کیا ہے۔

انہوں نے کہا

نبی کریم ﷺ کا حلقہ لوگوں کے مل کر بیٹھنے کی وجہ سے کنگن کی مانند ہوتا تھا لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی جگہ خالی ہوتی تھی کوئی شخص وہاں بیٹھنے کی تمنا نہ کرتا تھا۔ جب سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لاتے تو اس جگہ بیٹھ جاتے اور نبی کریم ﷺ ان کی طرف متوجہ ہو جاتے اور ان سے کلام فرماتے اور لوگ ان باتوں کو سماعت کرتے۔

(الصواعق المحرقہ عربی:73' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

باسٹھویں حدیث مبارکہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ابن عساکر نے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا

میری سب امت پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے محبت رکھنا اور اس کا شکریہ ادا کرنا واجب ہے۔ اس نے سہل بن سعد سے بھی اسی طرح حدیث روایت کی ہے۔

(الصواعق المحرقہ عربی:74' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

تریسٹھویں حدیث مبارکہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ابن عساکر نے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا

ابوبکر رضی اللہ عنہ کے علاوہ تمام لوگوں کا حساب لیا جائے گا۔ (الصواعق المحرقہ عربی:74' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

چونسٹھویں حدیث مبارکہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے احمد نے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا

مجھے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مال نے جتنا فائدہ دیا ہے کسی اور کے مال نے فائدہ نہیں دیا۔ اس بات کو سن کر سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رو کر عرض کیا:

یارسول اللہ ﷺ! میں اور میرا مال آپ ﷺ ہی کی خاطر ہے۔

(مسند احمد جز:19، ص:56)

ابویعلیٰ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک اس طرح کی مرفوع حدیث بیان کی ہے۔

ابن کثیر نے کہا

یہ حدیث حضرت علی، حضرت ابن عباس حضرت جابر بن عبداللہ اور ابوسعید خدری رضی اللہ عنہم سے بھی روایت ہے اور خطیب نے

اس کو ابن المسیب سے بطور مرسل روایت کیا ہے اور یہ الفاظ زیادہ بیان کئے ہیں کہ

نبی کریم ﷺ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے مال جیسا فیصلہ فرماتے تھے۔

(الصواعق المحرقۃ عربی ص:74، کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

ابن عساکر نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے کئی طرق سے روایت کیا ہے کہ جس دن حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اسلام لے آئے تو آپ رضی اللہ عنہ کے پاس چالیس ہزار دینار تھے۔ اور ایک روایت میں چالیس ہزار درہم کے الفاظ بھی آئے ہیں۔

آپ نے ان تمام کو رسول اللہ ﷺ پر فدا کر دیا۔

پینسٹھویں حدیث مبارکہ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بغوی اور ابن عساکر نے روایت کیا ہے۔

انہوں نے کہا کہ

میں نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر تھا اور حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی ادھر تھے اور آپ ایک عباء پہنے ہوئے تھے جو سینے سے پھٹا ہوا تھا حضرت جبرائیل علیہ السلام نے نبی کریم ﷺ کے پاس آ کر کہا۔

اے محمد ﷺ میں ابو بکر رضی اللہ عنہ کے جسم پر ایک عباء دیکھ رہا ہوں جو کہ سینے سے پھٹا ہوا ہے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا

اے جبرائیل علیہ السلام! اس نے فتح مکہ سے پہلے مجھ پر اپنا مال فدا کر دیا تھا۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا

اللہ تعالیٰ نے ان کو سلام فرمایا ہے۔

اور فرمایا

ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہہ دو کہ کیا تو مجھ سے اپنے فقر میں راضی ہے یا ناراض ہے۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کہنے لگے۔

کیا میں اپنے ربّ عزوجل سے ناراض ہو سکتا ہوں۔ میں اپنے رب عزوجل سے راضی ہوں۔ میں اپنے رب عزوجل سے راضی ہوں۔

مگر اس حدیث کی سند بہت غریب ہے۔ (الصواعق المحرقۃ عربی ص:75، کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

ابو نعیم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بھی اسی طرح روایت کیا ہے مگر ان دونوں احادیث مبارکہ کی سند بھی اسی طرح ضعیف ہے اور ابن عساکر نے بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی طرح روایت کیا ہے اور خطیب نے اپنی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور ان کے اوپر ایک پھٹی ہوئی چادر تھی۔

میں نے عرض کیا

اے جبرائیل علیہ السلام! یہ کیا ہے۔

تو انہوں نے کہا

اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا ہے کہ وہ زمین میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پھٹا ہوا لباس پہننے کی بناء پر آسمان میں پھٹا ہوا لباس زیب تن کریں۔ (الصواعق المحرقہ عربی، ص:75، کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

ابن کثیر نے کہا

یہ حدیث بہت منکر ہے اگر یہ اور اس سے قبل ازیں روایت بہت سے لوگوں میں متداول نہ ہوتی تو ان سے اعراض کرنا زیادہ نسب تھا۔

چھیاسٹھویں حدیث مبارکہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے صحیح روایت ہے۔

انہوں نے کہا کہ

رسول اللہ ﷺ نے ہمیں صدقہ دینے کا حکم فرمایا۔ میرے پاس مال تھا۔ میں اپنا آدھا مال لے کر آ گیا۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا

گھر والوں کے لئے کیا چھوڑا؟

میں نے عرض کیا

جس قدر مال لایا ہوں اس قدر مال گھر بھی چھوڑ کر آیا ہوں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ گھر کا تمام مال لے کر آئے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا

ابوبکر رضی اللہ عنہ گھر والوں کے لئے کیا چھوڑ کر آئے ہو۔

عرض کیا: ان کے لئے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ چھوڑ آیا ہوں۔

میں نے کہا

میں اس سے کبھی نہیں بڑھ سکتا۔

(الجادالثمین فی ارض الحرمین: جز:1، ص:203)

سڑسٹھویں حدیث مبارکہ

ابن عساکر نے روایت کیا ہے کہ

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے ایک گٹھ میں پوچھا گیا۔

کیا آپ نے جاہلیت میں کبھی شراب پی تھی۔

ارشادفرمایا

میں اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں۔

میں نے کہا

انہوں نے کیوں نہ کہا کہ میں اپنی عزت اور جوانی کی حفاظت کرتا تھا اور جو شخص شراب پیتا ہے وہ اپنی عزت اور جوانی کو برباد کردیتا ہے۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا

ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سچ کہا، ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سچ کہا

یہ حدیث سند اور متن کے لحاظ سے مرسل غریب ہے۔ (الصواعق المحرقہ عربی ص:75' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

ابن عساکر نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قسم! سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جاہلیت اور اسلام میں کبھی شعر نہیں کہا اور نہ ہی انہوں نے اور نہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جاہلیت میں کبھی شراب پی ہے۔

اور ابونعیم نے عمدہ سند سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ

سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جاہلیت میں بھی شراب کو اپنے اوپر حرام کیا ہوا تھا۔

اڑسٹھویں حدیث مبارکہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ابونعیم اور ابن عساکر نے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا

جس وقت بھی میں نے کسی کو اسلام کی دعوت دی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے علاوہ ہر ایک نے انکار کیا اور میرے ساتھ الٹی سیدھی باتیں کرنے لگا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ سے جب میں نے بات کی اس نے اس کو قبول کیا اور اس پر استقامت ظاہر کی۔

اور ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ

جن کو بھی میں نے اسلام کی دعوت دی اس کے قبول کرنے میں رکاوٹ اور پریشانی ہوئی مگر سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نہ رکاوٹ پیدا ہوئی اور نہ پریشانی ہوئی۔

(الصواعق المحرقہ عربی: ص:75' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

امام بیہقی نے فرمایا کہ
اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ہی دلائل نبوت کو دیکھتے اور آپ کے احوال کو سماعت فرماتے تھے۔ اسی لئے جب آپ نے اسلام کی دعوت دی تو پہلے غور وفکر کی وجہ سے آپ نے اسلام اسی وقت قبول کرلیا۔اس کی تائید اس بات سے ہوتی ہے جس کو ابونعیم نے فرات بن السائب سے روایت کیا ہے۔
انہوں نے کہا
میں نے میمون بن مہران سے پوچھا آپ کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ افضل ہیں یا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ افضل ہیں؟
راوی نے کہا:
ان میں دہشت پیدا ہوگئی اور ان کے ہاتھ سے عصا گر گیا
پھر کہنے لگے۔
میں گمان بھی نہیں کرتا تھا کہ میں اس وقت تک حیات رہوں گا۔ جب ان دونوں کے مساوی کسی کو قرار دیا جائے گا۔ان دونوں کا کیا کہنا وہ تو اسلام کے سردار تھے۔
میں نے کہا
حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پہلے اسلام لائے تھے یا حضرت علی رضی اللہ عنہ پہلے اسلام لائے تھے۔
کہنے لگے۔
اللہ تعالیٰ کی قسم! حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تو بحیرہ راہب کے زمانے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے ہوئے تھے۔ جب آپ کا گزر اس کے پاس سے ہوا تھا اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور اس کے مابین اختلاف ہوا تھا حتیٰ کہ اس نے آپ سے ان کا نکاح کردیا اور یہ سب باتیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی پیدائش سے پہلے کی ہیں۔(الصواعق المحرقۃ عربی:ص:75' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)
زید بن ارقم سے صحیح روایت کیا ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سب سے پہلے نماز ادا فرمانے والے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے۔
ترمذی اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ
انہوں نے کہا
کیا میں لوگوں سے خلافت کا زیادہ مستحق نہیں کیا میں سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والا نہیں۔
طبرانی نے الکبیر میں اور عبداللہ بن احمد نے زوائد الزہد میں شعبی سے روایت کیا ہے کہ
انہوں نے کہا

میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا، سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والا کون ہے؟

انہوں نے کہا

ابوبکر (رضی اللہ عنہ)

کیا آپ لوگوں نے حسان کا قول سماعت نہیں کیا۔

ترجمہ: جب تمہیں کسی قابل اعتماد بھائی کا غم یاد آ جائے تو اپنے بھائی ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بھی یاد کر کہ اس نے کیا کچھ کیا، وہ مخلوق میں سے بہتر سب سے زیادہ متقی اور سب سے منصف مخص تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جو ذمہ داری اس نے اٹھائی اسے سب سے بڑھ کر پورا کیا وہ ثانی اثنین اور آپ کی پیروی کرنے والے تھے اور رسولوں کی سب سے پہلے تصدیق کرنے والا تھے۔

ان کے علاوہ صحابہ کرام علیہم الرضوان تابعین اور دوسرے کثیر لوگوں نے کہا ہے کہ آپ اسلام قبول کرنے میں سب سے مقدم ہیں بلکہ بعض تو اس پر اجماع کے مدعی بھی ہیں۔ اس حدیث مبارکہ اور ان احادیث مبارکہ میں جو اس کے منافی بیان ہوئی ہیں اس طرح تطبیق دی گئی ہے کہ مردوں میں سب سے اول اسلام لانے والے سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔ عورتوں میں سب سے اول اسلام قبول کرنے والی سیدتنا حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ہیں۔ بچوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں اور غلاموں میں سے سب سے اول اسلام قبول کرنے والے حضرت زید رضی اللہ عنہ ہیں۔

ابن کثیر نے اس کی مخالفت کی ہے۔

اور کہا ہے۔

بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ سب سے اول آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت میں سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کا غلام زید رضی اللہ عنہ اور اس کی بیوی ام ایمن حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ورقہ ایمان لے آئے اور اس کی تائید سعد بن وقاص کی صحیح روایت سے ہوتی ہے کہ اس سے قبل پانچ سے زیادہ اشخاص اسلام قبول کر چکے تھے مگر سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ ہم میں اسلام کی رو سے سب سے بہترین تھے۔

انہترویں حدیث مبارکہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ابویعلیٰ احمد اور حاکم نے روایت کیا ہے کہ

مجھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے دن ارشاد فرمایا تم میں سے ایک کے ساتھ جبرائیل علیہ السلام اور دوسرے کے ساتھ حضرت میکائیل علیہ السلام ہیں۔

(مستدرک: ابوبکر الصدیق بن ابی قحافہ رضی اللہ عنہ: جز:3، ص:72)

سترّویں حدیث مبارکہ

اپنے فوائد میں سب نے اور ابن عساکر نے عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

انہوں نے کہا

میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ
میرے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے
اور کہنے لگے
اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو حکم دیتا ہے کہ آپ ﷺ ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مشورہ فرمائیں۔
(الصواعق المحرقہ عربی ص:76' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

تیسری فصل

''سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ان فضائل کا ذکر جن میں حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی رضی اللہ عنہم اور ان کے علاوہ کا ذکر بھی داخل ہے۔ میں نے بیان کے اعتبار سے اس فصل کو پہلی فصل سے علیحدہ نوع کی قسم کہا ہے مگر سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت اور شرف کے اعتبار سے یہ اول فصل کی جنس سے ہے اسی لئے اس کا شمار پہلی فصل پر کیا گیا ہے''

اکہترویں حدیث مبارکہ

حاکم نے الکنی میں ابن عدی نے الکامل میں اور خطیب نے اپنی تاریخ میں سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما انبیاء کرام اور مرسلین عظام علیہم السلام کے سوا اولین و آخرین اور آسمانوں اور زمین والوں کے تمام لوگوں سے بہتر ہیں۔ (الصواعق المحرقہ عربی: ص: 76 ' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

بہترویں حدیث مبارکہ

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے طبرانی نے روایت کیا ہے کہ

میرے بعد ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کی اقتداء کرو اس لئے کہ وہ دونوں اللہ تعالیٰ کی ممدودرسی ہیں۔ جو ان کو پکڑے گا وہ ایک مضبوط کڑے کو پکڑے گا جس کو کبھی ہار نہ ہوگی۔ (معجم الاوسط: ج: 9 ص: 72)

یہ حدیث اور طرق سے بھی روایت ہے جن کا تذکرہ احادیث خلافت میں گزر گیا ہے۔

تہترویں حدیث مبارکہ

ابونعیم نے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

جب میں ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم وصال کر جائیں تو اگر تمہیں مرنے کی استطاعت ہو تو مر جانا۔

(الصواعق المحرقہ عربی: 77 ' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

چوہترویں حدیث مبارکہ

بخاری نے اپنی تاریخ میں اور نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما کیا ہی اچھے اشخاص ہیں۔

(الایضاح والتبیین لماوقع فیہ الاکثرون)(کتاب الایضاح: جز:1،ص:210)

پچھترویں حدیث مبارکہ

ابو سعید سے ترمذی نے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا

ہر نبی کے آسمان والوں اور زمین والوں سے دو دو وزیر ہوتے ہیں۔ آسمان والوں سے میرے دو وزیر جبرائیل اور میکائیل علیہما السلام اور زمین والوں سے ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما ہیں۔

(سنن الترمذی، فی مناقب ابی بکر وعمر رضی اللہ عنہما جز:12،ص:139)

چھہترویں حدیث مبارکہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے احمد، شیخین اور نسائی نے روایت کیا ہے کہ

میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

ایک چرواہا بکریاں چرا رہا تھا کہ ایک بھیڑیا اس پر حملہ کر کے ایک بکری چرا لے گیا۔ چرواہے نے اس سے بکری مانگی تو بھیڑیے نے اس کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ ہفتہ والے دن جب میرے علاوہ اس کا کوئی چرواہا نہ ہوگا اس کو کون بچائے گا۔ ہر ایک شخص نے بیل پر بوجھ لادا ہوا تھا تو بیل نے ایک شخص کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ میں بوجھ اٹھانے کے لئے پیدا نہیں ہوا بلکہ کھیتی باڑی کے لئے پیدا ہوا ہوں۔

لوگوں نے کہا

سبحان اللہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا

میں ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما اس واقعہ پر ایمان لاتے ہیں حالانکہ سیدنا ابو بکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما وہاں تشریف فرما بھی نہ تھے مگر نبی کریم ﷺ نے ان دونوں کے کمال ایمان کو جانتے ہوئے یہ شہادت دی۔

ایک روایت میں ہے کہ

ایک شخص بیل پر سوار تھا کہ بیل نے اس کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ میں سواری کے لئے نہیں پیدا کیا گیا بلکہ کھیتی باڑی کے

لئے پیدا کیا گیا ہوں۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا

میں ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما اس واقعہ پر ایمان لاتے ہیں۔ اور ایک شخص اپنی بکریوں میں کھڑا تھا کہ بھیڑیا اس پر حملہ کر کے ایک بکری چرا کر لے گیا۔ اس نے بھیڑیے سے بکری مانگی اور بکری کو اس سے چھڑا لیا تو بھیڑیے نے اس کو کہا تو نے بکری کو مجھ سے چھڑا لیا ہے مگر ہفتہ والے دن اس کو کون بچا سکے گا۔ جب میرے علاوہ اس کا کوئی چرواہا نہ ہوگا۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میں ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما اس واقعہ پر ایمان لاتے ہیں۔

(صحیح البخاری، باب حدثنا الحمیدی، جز:12، ص:423)

ستترویں حدیث مبارکہ

احمد، ترمذی، ابن ماجہ اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں ابوسعید سے اور طبرانی نے جابر بن سمرہ اور ابن عساکر نے حضرت ابن عمر اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا

بلند درجات والوں کو نیچے درجے والے اس طرح ملاحظہ کریں گے جس طرح تم آسمان کے افق میں روشن ستارے کو ملاحظہ کرتے ہو۔

ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما انہی میں سے ہیں بلکہ ان سے بڑھ کر ہیں۔

(مسند احمد: مسند ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ، جز:24، ص:46)

اٹھترویں حدیث مبارکہ

ابوسعید سے ابن عساکر نے روایت کیا ہے کہ

علیین والوں میں سے جب کوئی آدمی جنت کی طرف جھانکے گا تو اس کا چہرہ جنتیوں کو اسی طرح منور کر دے گا جس طرح دنیا والوں کو چاند منور کر دیتا ہے اور سیّدنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما ان لوگوں میں بلکہ ان سے بڑھ کر ہیں۔

(الصواعق المحرقہ عربی ص:77 کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

اناسویں حدیث مبارکہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے احمد اور ترمذی نے اور ابن ماجہ نے حضرت علی و ابوجحیفہ سے اور ابویعلیٰ نے اپنی سند میں اور ضیاء نے المختارۃ میں حضرت انس سے اور طبرانی نے الاوسط میں حضرت جابر اور ابوسعید سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا

انبیاء کرام اور مرسلین عظام علیہم السلام کے علاوہ ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما اولین اور آخرین اہل جنت کے زیادہ عمر کے لوگوں کے سردار ہیں۔

(سنن ترمذی باب فی مناقب ابی بکر وعمر رضی اللہ عنہما: جز:13،ص:262)

اسی باب میں یہ حدیث مبارکہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی وارد ہوئی ہے۔

اسیویں حدیث مبارکہ

حاکم اور ترمذی نے روایت کیا ہے اور اس کو عبداللہ بن حنظلہ سے صحیح کہا گیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھ کر ارشاد فرمایا

یہ دونوں صاحب سمع وبصر ہیں۔

(سنن ترمذی باب فی مناقب ابی بکر وعمر رضی اللہ عنہما، جز:12،ص:130)

طبرانی نے اس کو حضرت عمر اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔

اکاسویں حدیث مبارکہ

حلیۃ میں ابونعیم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اور خطیب نے حضرت جابر اور ابویعلیٰ سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما مجھ سے اس مقام پر فائز ہیں جو مقام بصر وسمع کو سر سے حاصل ہوتا ہے۔(الصواعق المحرقۃ ص:78)

بیاسیویں حدیث مبارکہ

طبرانی اور ابونعیم نے حلیۃ میں سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اللہ تعالیٰ نے چار وزیروں سے میری تائید فرمائی ہے۔ دو وزیر آسمان والوں میں سے ہیں اور دو زمین والوں میں سے ہیں یعنی ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما۔(الصواعق المحرقۃ عربی: ص:78، کتب خانہ مجیدیہ، ملتان)

تراسیویں حدیث مبارکہ

طبرانی نے سیّدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

ہر نبی کے اصحاب میں سے کچھ خاص لوگ ہوتے ہیں۔ میرے اصحاب میں سے خاص لوگ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما ہیں۔

(المعجم الکبیر: عبداللہ بن مسعود الہذلی یکنی ابا عبد جز:10،ص:77)

چوراسیویں حدیث مبارکہ

ابن عساکر نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

ہر نبی کے دو وزیر ہوتے ہیں اور میرے وزیر اور صاحب ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔

(الصواعق المحرقہ عربی ص:78' کتب خانہ مجیدیہ' ملتان)

پچاسیویں حدیث مبارکہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ابن عساکر نے اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

میرے بعد میری امت کے بہترین لوگ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔

(الصواعق المحرقہ عربی ص:78' کتب خانہ مجیدیہ' ملتان)

چھیاسیویں حدیث مبارکہ

خطیب نے اپنی تاریخ میں بیان کیا ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما جنت والوں کے زیادہ عمر کے لوگوں کے سردار ہیں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جنت میں اس طرح ہوگا جس طرح آسمان پر ثریا ہے۔ (الصواعق المحرقہ عربی ص:78' کتب خانہ مجیدیہ' ملتان)

ستاسیویں حدیث مبارکہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بخاری نے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

میں نے ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کو مقدم نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو مقدم کیا ہے۔

(الصواعق المحرقہ عربی ص:78' کتب خانہ مجیدیہ' ملتان)

اٹھاسیویں حدیث مبارکہ

ابن قانع نے حجاج سہمی سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

جس کو تم ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کی برائی بیان کرتے ملاحظہ کرو وہ اسلام کے علاوہ کسی اور چیز کو پسند کرتا ہے۔

(الصواعق المحرقہ عربی:78' کتب خانہ مجیدیہ' ملتان)

نواسیویں حدیث مبارکہ

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ابن عسا کر نے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا

میرے بعد قیام کرنے والا جنتی ہے اور جو اس کے بعد قیام کرے گا' وہ جنت میں ہوگا تیسرا اور چوتھا بھی جنت میں ہوگا۔ (الصواعق المحرقہ عربی ص:78' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

نوویں حدیث مبارکہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ابن عسا کر نے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا

چار اشخاص کی محبت منافق کے دل میں جمع نہیں ہو سکتی اور نہ ہی مومن کے علاوہ کوئی ان سے محبت کرتا ہے یعنی ابوبکر، عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم سے۔ (الصواعق المحرقہ عربی:78' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

اکانویں حدیث مبارکہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ترمذی نے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا

اللہ تعالیٰ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے۔ اس نے اپنی بیٹی میرے نکاح میں دی اور مجھے سوار کر کے دارالہجرت لے گئے اور اپنے مال سے بلال کو آزاد کروایا اور اسلام میں کسی کے مال نے مجھے اس قدر فائدہ نہیں دیا جس قدر ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مال نے فائدہ دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ عمر رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے وہ حق ہی کہتے ہیں۔ حق بات کرنے کی بناء پر اس کا کوئی دوست نہیں۔ اللہ تعالیٰ عثمان پر رحم فرمائے۔ اس سے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں۔ اس نے جیش العسرۃ کو ساز وسامان سے آراستہ کیا اور ہماری مسجد میں اضافہ کیا جس سے ہمیں وسعت حاصل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ علی رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے۔

اے اللہ عزوجل! جہاں علی رضی اللہ عنہ جائے حق اس کے ساتھ ہو۔

(سنن ترمذی: مناقب علی بن طالب رضی اللہ عنہ ج:12 ص:176)

بانویں حدیث مبارکہ

احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ اور ضیاء نے زید بن سعید رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا

دس شخص جنتی ہیں۔

(۱) نبی علیہ السلام

(۲) ابوبکر

(۳) عمر

(۴) عثمان

(۵)علی

(۶) طلحہ

(۷)زبیر

(۸)سعد بن مالک

(۹)عبدالرحمان بن عوف

(۱۰)اور سعید بن زید رضی اللہ عنہم۔ (الصواعق المحرقہ عربی:78' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

احمد اور ضیاء نے اسی مفہوم کی حدیث سعید بن زید سے اور ترمذی نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف سے روایت کی ہے۔

ترانویں حدیث مبارکہ

بخاری نے اپنی تاریخ میں اور نسائی' ترمذی اور حاکم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

ابوبکر، عمر، ابوعبیدہ بن جراح، اسید بن حضیر، ثابت بن قیس بن شماس، معاذ بن جبل، معاذ بن عمرو بن الجموح اور سہیل بن بیضاء کیا ہی اچھے اشخاص ہیں۔

(المستدرک: ذکر مناقب ابی عبیدۃ بن جراح رضی اللہ عنہ: جز:3، ص:300)

چورانویں حدیث مبارکہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے احمد، ترمذی، ابن ماجہ، ابن حبان، حاکم اور بیہقی نے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میری امت کے سب سے زیادہ رحم دل شخص ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔

سب سے زیادہ سختی سے دین پر عمل کرنے والے عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔

سب سے زیادہ حیادار عثمان رضی اللہ عنہ ہیں۔

سب سے زیادہ کتاب اللہ کے قاری ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ہیں۔

سب سے زیادہ فرائض کو انجام دینے والے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ہیں۔

سب سے زیادہ حلال وحرام کو جاننے والے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ہیں۔

اور ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے اور اس امت کے امین ابوعبیدہ بن جراح ہیں۔

(ترمذی: باب مناقب معاذ بن جبل وزید، جز:13، ص:413)

اور طبرانی کی ایک روایت میں جو الاوسط میں بیان ہوئی ہے اس کے الفاظ اس طرح ہیں۔

میری امت پر سب سے رحم کرنے والے ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں اور سب سے زیادہ نرمی کرنے والے عمر رضی اللہ عنہ ہیں اور سب سے زیادہ حیادار عثمان رضی اللہ عنہ ہیں۔ سب سے زیادہ قاضی علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں اور حلال وحرام کے زیادہ عالم معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ہیں۔ وہ قیامت کے دن علماء کرام کے آگے آگے ہوں گے۔ امت کا سب سے زیادہ قاری ابی ابن کعب اور سب سے زیادہ فرائض کے جاننے والے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ہیں۔ عویمر یعنی ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے حصے میں عبادت آئی ہے۔

اور ابن عساکر کی ایک روایت میں ہے کہ

میری امت کا سب سے زیادہ رحم دل شخص ابوبکر رضی اللہ عنہ اور سب سے زیادہ حسن اخلاق والے ہیں ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ اور سب سے زیادہ درست لہجہ والا ابوذر رضی اللہ عنہ ہیں اور حق کے معاملہ میں سب سے زیادہ سخت عمر رضی اللہ عنہ ہیں اور سب سے زیادہ اچھے فیصلہ کرنے والے علی رضی اللہ عنہ ہیں۔

اور العقیلی کی روایت میں ہے۔

اس امت پر سب سے زیادہ رحم دل ابوبکر ہیں اور سب سے زیادہ دین میں طاقت ور عمر رضی اللہ عنہ ہیں اور سب سے زیادہ فرائض کو جاننے والے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ہیں اور سب سے زیادہ فیصلہ کرنے والے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں اور سب سے زیادہ حیادار عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ہیں اور اس امت کے امین ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ ہیں اور سب سے زیادہ قاری ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ ہیں اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ علم کے برتن ہیں اور سلمان بڑے عالم ہیں اور معاذ بن جبل حلال وحرام کو سب سے زیادہ جاننے والے اور زمین وآسمان میں ابوذر رضی اللہ عنہ سے زیادہ کوئی درست لہجہ والے نہیں ہیں۔

اور ابویعلیٰ کی ایک روایت میں ہے کہ

ابوبکر رضی اللہ عنہ میری امت کے لئے نہایت نرم دل ہیں اور دین میں سخت تر عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ اور عثمان رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ حیادار ہیں اور سب سے زیادہ صحیح فیصلہ دینے والے علی رضی اللہ عنہ ہیں اور سب سے زیادہ فرائض کو جاننے والے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ہیں اور سب سے زیادہ بڑے قاری ابی رضی اللہ عنہ ہیں اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ حلال وحرام کو سب سے زیادہ جاننے والے ہیں اور ہر امت کے لئے ایک امین ہوتا ہے اور میری امت کے امین ابوعبیدہ بن جراح ہیں۔ (الصواعق المحرقہ عربی: ص:79، کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

پچانویں حدیث مبارکہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ترمذی نے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم ﷺ اپنے مہاجر اور انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس تشریف لاتے تھے۔اس حال میں کہ وہ بیٹھے ہوئے تھے ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما بھی ان میں تشریف فرما تھے اور کوئی بندہ آپ کی طرف علاوہ ازیں ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے نظر اٹھا کر نہ دیکھتا تھا۔وہ دونوں آپ کی طرف اور آپ ان کی طرف دیکھ دیکھ کر تبسم فرمایا کرتے تھے۔

(الصواعق المحرقہ عربی ص:79' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

چھیانویں حدیث مبارکہ

ترمذی اور حاکم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اور طبرانی نے الاوسط میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ ﷺ ایک دن مسجد میں داخل ہوئے اور آپ ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے ہاتھوں کو پکڑے ہوئے تھے جبکہ ایک ان میں سے آپ ﷺ کی دائیں جانب اور دوسرا بائیں جانب تھا۔

پھر ارشاد فرمایا

قیامت کے دن ہم اسی طرح اٹھیں گے۔(الصواعق المحرقہ عربی ص:79' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

ستانویں حدیث مبارکہ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ترمذی اور حاکم نے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا

سب سے اول میری قبر شق ہوگی پھر ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کی شق ہوگی۔

(مستدرک تفسیر سورہ ص: جز:2'ص:505)

بزار نے اردی الدوسی سے روایت کیا ہے کہ

میں نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر تھا کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما تشریف لائے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے تم دونوں کے ذریعہ میری مدد فرمائی۔

(الصواعق المحرقہ عربی ص:79' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

یہ حدیث مبارکہ اسی طرح براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے بیان ہوئی ہے جس کو طبرانی نے الاوسط میں روایت کیا ہے۔

سوویں حدیث مبارکہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے عبداللہ بن احمد نے زوائد الزہد میں مرفوعاً روایت کیا ہے کہ میں اپنی امت سے امید رکھتا ہوں کہ جس طرح وہ لا الٰہ الا اللہ سے محبت رکھتے ہیں۔اسی طرح ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما سے محبت رکھیں گے۔

(الصواعق المحرقہ عربی ص:80' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

ایک سوایک حدیث مبارکہ

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے ابویعلیٰ نے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

ابھی میرے پاس جبرائیل علیہ السلام آئے تو میں نے کہا مجھے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے فضائل بتائیں۔

کہنے لگے۔

اگر میں عمر رضی اللہ عنہ کے فضائل اس وقت سے بیان کرنے لگوں جب سے حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم میں تشریف فرما رہے تھے تو بھی عمر رضی اللہ عنہ کے فضائل ختم نہ ہوں گے اور عمر ابوبکر رضی اللہ عنہما کی نیکیوں میں سے ایک نیکی ہیں۔

(مسند ابی یعلیٰ ج:12 ص:142)

ایک سودو حدیث مبارکہ

عبدالرحمٰن بن غنم رضی اللہ عنہ سے احمد نے روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما سے ارشاد فرمایا:

اگر تم دونوں کا کسی مشورے میں اتفاق ہو جائے تو میں تمہاری مخالفت نہیں کروں گا۔

(الصواعق المحرقہ عربی:80' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

طبرانی نے اس کو براء بن عازب کی حدیث مبارکہ سے بیان کیا ہے۔

ایک سوتین حدیث مبارکہ

حضرت سہل رضی اللہ عنہ سے طبرانی نے روایت کیا ہے کہ

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع سے تشریف لائے تو منبر پر تشریف فرما ہو کر حمد وثناء کے بعد ارشاد فرمایا:

اے لوگو! ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھے کبھی کوئی اذیت نہیں دی۔ اس بات کو اچھی طرح جان لو۔ اے لوگو! میں ابوبکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ، زبیر، سعد، عبدالرحمان بن عوف، مہاجرین اور اولین سے راضی ہوں ان کے بارے میں یہ بات اچھی طرح جان لو۔

(المعجم الکبیر: سہل بن مالک بن اخی: ج:6 ص:104)

ایک سوچار حدیث مبارکہ

بسطام بن اسلم سے ابن سعد نے روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما سے ارشاد فرمایا کہ

میرے بعد تم دونوں پر کوئی امیر نہ ہو سکے گا۔ (الصواعق المحرقہ عربی:80' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

ایک سو پانچ حدیث مبارکہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ابن عساکر نے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ
ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی محبت ایمان کی نشانی ہے اور ان سے بغض رکھنا کفر کی نشانی ہے۔

(الصواعق المحرقہ عربی:80' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

ایک سو چھ حدیث مبارکہ

ابن عساکر نے بھی اسی طرح کی ایک روایت بیان کی ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا
ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کی محبت سنت پر چلنے کی نشانی ہے۔ (الصواعق المحرقہ عربی:80' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

ایک سو سات حدیث مبارکہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے احمد، بخاری، ترمذی اور ابو حاتم نے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما اور عثمان رضی اللہ عنہ احد پہاڑ پر چڑھے تو وہ کانپنے لگ گیا۔
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر پاؤں سے ٹھوکر مار کر ارشاد فرمایا:
اور اپنی جگہ پر ثابت قدم رہ بے شک تجھ پر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید قیام پذیر ہیں۔

(الصواعق المحرقہ عربی:80' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات اس لئے ارشاد فرمائی کہ پہاڑ کا یہ کانپنا اس قسم کا نہ تھا جو تحریف کلام کے بعد موسیٰ علیہ السلام کی قوم کو پہاڑ پر پیش آیا تھا۔ اس لئے کہ وہ کانپنا تو غضب الٰہی تھا اور یہ خوشی سے جھومتا تھا۔ یہی تو وجہ ہے کہ آپ نے خوشی سے مقام نبوت و صدیقیت اور شہادت کو بیان فرمایا ہے نہ کہ اس کانپنے کی بناء پر پس پہاڑ اپنی جگہ پر ٹھہر گیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ترمذی، نسائی اور دار قطنی نے روایت کیا ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما میرے ساتھ مکہ کے ثبیر پہاڑ پر قیام پذیر تھے کہ پہاڑ حرکت میں آ گیا۔ حتیٰ کہ اس کے پتھر زمین پر گرنے لگ گئے۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر پاؤں مار کر ارشاد فرمایا:
ثبیر ٹھہر جا۔ تجھ پر ایک نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک صدیق اور دو شہید قیام پذیر ہیں۔

(سنن ترمذی: فی مناقب عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ جز:12،ص:164)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مسلم نے روایت کیا ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر، عثمان، علی، طلحہ، زبیر رضی اللہ عنہم کے ساتھ حراء پہاڑ پر قیام پذیر تھے کہ چٹان میں حرکت پیدا ہو گئی۔

تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا

حرا ٹھہرا جا تیرے اوپر ایک نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک صدیق اور دو شہید قیام پذیر ہیں۔

(نسائی، باب وقف المساجد، ج:7، 11، ص:450)

اور ابوہریرہ اور سعد بن ابی وقاص کی ایک روایت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ذکر موجود نہیں ہے۔ اس حدیث کی تخریج ترمذی نے کی ہے اور اس کو صحیح کہا ہے اور اس میں سعد کا ذکر نہیں کیا اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک اور روایت ہے کہ ابوعبیدہ کے علاوہ پہاڑ پر دس اشخاص تھے۔ ان روایات کو اس بات پر محمول کیا جاتا ہے کہ یہ واقعات متعدد بار ہوئے ہیں۔ اس لئے ان میں تنازع کی کوئی گنجائش نہیں کیونکہ صحت حدیث کے لئے مخرج متحد ہے۔ اس لئے ان میں توافق معین ہو گیا اور مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث مبارکہ سے تعدد کی تائید ہوتی ہے۔

ایک سو آٹھ حدیث مبارکہ

محمد بن یحییٰ الذھلی نے الزھریات میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں ایک روز گیا تو نبی کریم ﷺ گھر سے باہر تشریف لے جا چکے تھے میں نے آپ کے بارے میں خادم سے پوچھا،

تو اس نے بتایا کہ

آپ ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف فرما ہیں۔ میں آیا تو دیکھا کہ کوئی شخص آپ کے پاس موجود نہیں اور آپ ﷺ اکیلے ہی بیٹھے ہوئے ہیں اور مجھے یوں نظر آتا تھا کہ آپ ﷺ نزول وحی کی حالت میں ہیں۔

میں نے سلام عرض کیا

تو آپ ﷺ نے سلام کا جواب دے کر ارشاد فرمایا

کس طرح آنا ہوا؟

میں نے عرض کیا

اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ کے لئے آیا ہوں تو آپ ﷺ نے مجھے بیٹھ جانے کا حکم فرمایا: میں آپ ﷺ کے پہلو میں بیٹھ گیا۔ مجھ سے پوچھے بنا آپ ﷺ نے مجھے بہت کچھ بتایا ابھی آپ تھوڑی دیر ہی ٹھہرے تھے کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ جلدی جلدی آئے اور سلام عرض کیا۔ آپ ﷺ نے سلام کا جواب دے کر دریافت فرمایا۔

کس طرح آنا ہوا

عرض کیا

مجھے اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ لائے ہیں۔ آپ ﷺ نے انہیں ہاتھ سے بیٹھنے کا اشارہ فرمایا تو آپ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے سامنے ایک اونچی جگہ پر بیٹھ گئے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے تو آپ نے ان سے بھی یہی پوچھا اور وہ حضرت

ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں بیٹھ گئے۔ پھر اسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آئے اور وہ عمر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں بیٹھ گئے۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سات یا نو کے قریب کنکریاں ہاتھ میں لیں تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں تسبیح شروع کر دی۔ حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی مانندان کی آواز آتی تھی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں دے دیا تو انہوں نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تسبیح کی۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے لے کر ان کو زمین پر رکھ دیا تو وہ خاموش ہو گئے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دل کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دے دیا تو انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں اسی طرح ہی تسبیح کی جس طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں کی تھی پھر آپ نے انہیں زمین پر رکھا تو وہ خاموش ہو گئے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں دیا تو انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تسبیح شروع کر دی جس طرح حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے ہاتھ میں تسبیح کی تھی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے لے کر ان کو زمین پر رکھ دیا تو وہ خاموش ہو۔

(الصواعق المحرقۃ عربی ص: 81' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

بزار اور طبرانی نے الاوسط میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے اسی طرح کی ایک روایت کی ہے مگر اس کے الفاظ یہ ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ میں سات سنگریزے پکڑے حتیٰ کہ میں نے ان کی آواز سنی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھما دیا تو انہوں نے تسبیح کی پھر ان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں دے دیا تو انہوں نے تسبیح کی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں دے دیا تو انہوں نے تسبیح کی۔

طبرانی نے یہ اضافہ بھی کیا ہے کہ ان کی تسبیح ان تمام لوگوں نے سنی جو وہاں حاضر تھے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ہماری جانب پھینکا تو انہوں نے ہم میں سے کسی کے ہاتھ میں بھی تسبیح نہیں کی۔

پہلی روایت میں جو آیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کنکریوں کو زمین پر رکھنے سے پہلے ان کو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں دیا، سوائے حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے۔

اس میں ایک راز یہ ہے کہ

آپ جانتے ہوں کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا زیادہ قرب حاصل تھا حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے جدا نہیں تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے علاوہ ان کنکریوں کی زندگی ختم ہونے پر دونوں ہاتھوں کے مابین کوئی فرق نہیں کیا۔

ایک سونو حدیث مبارکہ

الملا نے اپنی سیرت میں روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اللہ تعالیٰ نے آپ لوگوں پر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سیدنا عثمان اور سیدنا علی رضی اللہ عنہما کی محبت، نماز، زکوٰۃ، روزے اور

حج کی طرح فرض فرمائی ہے اور جو ان کی فضیلت کا انکاری ہوا اس کی نماز، زکوٰۃ روزہ اور حج نامقبول ہے۔

ایک سودس حدیث مبارکہ

حافظ سلفی نے مشیخت میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث مبارکہ روایت کی ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

ابوبکر رضی اللہ عنہ کی محبت میری امت پر واجب ہے۔

ایک سوگیارہ حدیث مبارکہ

شیخین اور احمد وغیرہ نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

انہوں نے مسجد کی طرف جاتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں پوچھا

تو لوگوں نے کہا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس جانب تشریف لے گئے ہیں۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے چل دیا' حتیٰ کہ بئر اریس میں داخل ہوئے میں اس کے دروازے پر جو کھجور کی ٹہنیوں کا بنا ہوا تھا، بیٹھ گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قضائے حاجت سے فراغت پا کر وضو فرمایا' تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بئر اریس پر تشریف فرما تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر اس کے وسط میں تھا۔ میں دربان کی حیثیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر بیٹھ گیا۔ اس حال میں کہ سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دروازے کو کھٹکھٹایا۔

میں نے پوچھا

کون ہے۔

انہوں نے فرمایا:

ابوبکر (رضی اللہ عنہ) ہوں

میں نے کہا

ٹھہریئے۔

میں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی ابوبکر رضی اللہ عنہ حاضری کی اجازت کے طلب گار ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اس کو آنے کی اجازت دے دو اور جنت کی بشارت دے دو۔

میں نے آ کر سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اندر آنے کا کہا اور یہ بھی کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ رضی اللہ عنہ کو جنت کی بشارت عطا فرما رہے ہیں۔ سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اندر آ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دائیں جانب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کنویں کی منڈیر پر بیٹھ گئے اور کنویں میں پاؤں لٹکا کر جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے بیٹھ گئے اور اپنی پنڈلیوں سے کپڑا اٹھا دیا۔ پھر میں واپس آ کر بیٹھ گیا اور

اپنے بھائی کو وضو کرتے ہوئے چھوڑ آیا تھا۔

اور میں نے کہا

اگر اللہ تعالیٰ نے فلاں سے یعنی اس کے بھائی سے بھلائی کا ارادہ فرمایا ہے تو اس کو ضرور لے آئے گا۔ اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص دروازے کو کھٹکھٹا رہا ہے۔

میں نے پوچھا

کون ہے؟

اس نے کہا

عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) ہوں!

میں نے کہا

ٹھہریئے۔

پھر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا

اور عرض کیا:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اندر آنے کی اجازت مانگ رہے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اجازت کے ساتھ ان کو جنت کی بشارت بھی دے دیں۔ میں نے ان کو داخلے کی اجازت کے ساتھ بتایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ رضی اللہ عنہ کو جنت کی بشارت عطا فرما رہے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بائیں جانب کنویں کی منڈیر پر بیٹھ گئے اور پاؤں کنویں میں لٹکا دیئے پھر میں واپس آ کر بیٹھا اور کہنے لگا اللہ تعالیٰ نے فلاں سے بھلائی کا ارادہ کیا ہے تو اس کو بھی ضرور لے آئے گا۔

اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ

کوئی شخص دروازے کو کھٹکھٹا رہا ہے۔

میں نے پوچھا

کون ہے۔

اس نے جواب دیا

عثمان بن عفان (رضی اللہ عنہ) ہوں

میں نے کہا

ٹھہریئے اور میں نے نبی کریم ﷺ کو عرض کیا۔
آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا
انہیں اندر آنے کی اجازت دے دو اور جو مصیبت ان کو پہنچنے والی ہے اس پر جنت کی بشارت بھی دے دو میں نے آ کر ان کو ساری بات بتا دی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اندر آ کر دیکھا کہ کنوئیں کی منڈیر تو مکمل ہو چکی ہے۔ آپ آخری صف میں نبی کریم ﷺ کے سامنے بیٹھ گئے۔ (صحیح البخاری: قول النبی ﷺ لو کنت جز:12، ص:6)
شریک نے کہا کہ
ابن المسیب نے اس کی تاویل یہ کی ہے کہ ان کی قبور اس طرح ہوں گی مگر میں کہتا ہوں کہ اس کی تاویل یہ ہے کہ ان کی خلافت ان کی آمد کی ترتیب کے موافق ہوگی بلکہ یہ سابقہ حدیث بئر کے موافق ہے۔ اس کی روایات اور طرق ان نو احادیث مبارکہ میں بیان ہوئی ہیں جو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر دلالت کرتی ہیں۔ شیخین کا نبی کریم ﷺ کے پہلو میں بیٹھنا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لئے جگہ کا تنگ ہو جانا حتیٰ کہ آپ کا ان کے سامنے بیٹھنا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ شیخین کی خلافت فتنوں سے مکمل محفوظ رہے گی اور مومنین کے احوال نہایت معتدل رہیں گے۔ حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کی خلافت اگرچہ حق و صداقت اور عدل پر مبنی ہے مگر ان کے ساتھ بنی امیہ اور ان کے کم عقل اشخاص کے احوال کے مل جانے سے قلب ڈگمگ ہو جائیں گے اور مسلمانوں میں عجیب حالت پیدا ہوگی جس کے نتیجے میں عظیم فتنے ظاہر ہوں گے اور اس کی تائید اس بات سے ہوتی ہے جس میں نبی کریم ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر مصیبت کے آنے کا تذکرہ کیا ہے اور یہ مصائب بنی امیہ کے برے احوال کی بناء پر نکلیں گے۔ جن کا مفصل ذکر خلافت عثمان رضی اللہ عنہ اور ان کے فضائل و مناقب میں آئے گا۔ ایک دوسری روایت میں ان روایات کے خلاف بھی تذکرہ ملتا ہے۔
ابوداؤد نے ایک اس طرح کی روایت ابی سلمہ نافع سے وہ عبدالحارث الخزاعی سے روایت کیا ہے۔
انہوں نے کہا کہ
نبی کریم ﷺ مدینہ منورہ کے ایک باغ میں تشریف لے گئے۔
اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا:
دروازہ بند کر دو پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اجازت طلب کرتے ہوئے آئے۔ پھر اس کے بعد وہی روایت نقل کی ہے۔
طبرانی نے کہا کہ
ایک حدیث مبارکہ میں ہے کہ نافع بن الحرث بھی اجازت مانگتے تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قصہ متعدد مرتبہ ہوا ہے۔
شیخ الاسلام ابن حجر نے اس قصہ کے عدم تعدد کی جو تصویب کی ہے اس سے یہ بات واضح ہے اور یہ قصہ ابوموسیٰ اشعری

رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اور کسی دوسرے سے یہ قول وہی بات ہے۔

ایک سو بارہ حدیث مبارکہ

حافظ عمر بن محمد بن خضر الملا نے اپنی سیرت کے اندر روایت کیا ہے کہ

امام شافعی نے اپنی سند سے بیان کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

میں ابوبکر، عمر، عثمان اور علی (رضی اللہ عنہم) حضرت آدم کی پیدائش سے ایک ہزار سال پہلے، عرش کے دائیں جانب انوار ظاہر فرما رہے تھے۔ جب حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے تو ہم نے اس کی پشت کو سکینت بخشی اور ہم ہمیشہ ہی پاک اصلوب میں منتقل ہوتے رہے۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی صلب میں اور ابوبکر و عمر و عثمان و علی (رضی اللہ عنہم) کو بالترتیب ابی قحافہ، خطاب، عفان اور ابی طالب کی اصلوب میں منتقل فرمایا پھر ان کو میرا اصحاب منتخب فرمایا اور ابوبکر کو صدیق، عمر کو فاروق، عثمان کو ذوالنورین اور علی رضی اللہ عنہم کو وصی بنایا لہٰذا جس شخص نے میرے اصحاب کو برا کہا اس نے مجھے برا کہا اور مجھے برا کہے گا اس نے اللہ تعالیٰ کو برا کہا اور جس نے اللہ تعالیٰ کو برا کہا اللہ تعالیٰ اس کو نتھنوں کے بل الٹا گرائے گا۔

(الصواعق المحرقہ عربی:82' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

ایک سو تیرہ حدیث مبارکہ

محب طبری نے ریاض میں روایت کیا ہے اور جس کو میں نے دیکھا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مجھے جبرائیل علیہ السلام نے بتایا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا اور روح کو اس کے جسم میں داخل فرمایا تو مجھے حکم دیا کہ میں سیب لے کر اس کے حلق میں نچوڑوں۔ میں نے اس کو اس کے منہ میں نچوڑا تو اللہ تعالیٰ نے پہلے نطفے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دوسرے سے ابوبکر کو، تیسرے سے عمر کو چوتھے سے عثمان کو پانچویں سے علی (رضی اللہ عنہم) کو پیدا کیا۔

حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا

اے رب عزوجل! یہ کون لوگ ہیں جن کو تو نے عزت دی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

یہ پانچوں شیخ تمہاری اولاد میں سے ہیں۔ یہ پانچ سب مخلوق سے زیادہ پیارے ہیں۔ یعنی آپ انبیاء و رسل علیہم السلام میں سے زیادہ قابل تکریم ہیں اور وہ رسولوں کے اتباع میں سے زیادہ مکرم ہیں۔ جب حضرت آدم علیہ السلام سے اپنے رب عزوجل کے حکم میں بھول ہوئی تو کہا: اے اللہ عزوجل! ان پانچوں شیوخ کی حرمت کا واسطہ دے کر عرض کرتا ہوں جن کو تو نے فضیلت دی ہے۔ کیا میری توبہ قبول نہیں فرمائے گا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمالی۔

(الصواعق المحرقہ:ص:83)

ایک سو چودہ حدیث مبارکہ

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے بخاری نے روایت کیا ہے۔

انہوں نے کہا

ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں جنگ حنین کو نکلے جب ہماری آپس میں گھی ہوئی تو مسلمانوں نے پہل کرنی تھی۔

میں نے دیکھا کہ

ایک مشرک ایک مسلمان پر سوار ہے میں نے پیچھے سے اس کے کندھے کی رگ پر تلوار ماری اور زرہ کو کاٹ دیا۔اس نے میری طرف آ کر مجھے زور سے گھونسا مارا جس سے مجھے موت محسوس ہوئی۔ پھر وہ مر گیا اور اس نے مجھے چھوڑ دیا۔ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملا۔

اور پوچھا

لوگوں کا کیا حال ہے۔

انہوں نے کہا

اللہ تعالیٰ کے حکم سے لوگ واپس آ گئے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹھ کر ارشاد فرمایا:

جس نے کسی کو قتل کیا ہو وہ اس پر گواہ پیش کرے تو مقتول کا سامان اس کو دے دیا جائے گا۔

میں نے کہا

میرا گواہ کون ہوگا۔ پھر میں بیٹھ گیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی بات دہرائی تو میں کھڑا ہو گیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا۔

ابو قتادہ (رضی اللہ عنہ)! کیا بات ہے۔ میں نے آپ کو تمام حال عرض کیا تو ایک شخص نے کہا یہ سچ کہتا ہے اور اس کا سامان میرے پاس ہے۔اس کو مجھ سے راضی فرما دیجئے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا

اللہ تعالیٰ کی قسم! اسی وجہ سے تو اللہ تعالیٰ کے اس شیر کا کوئی ارادہ نہیں کر سکتا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جنگ کر رہا ہو وہ آپ کو سامان عطا فرما دے گا۔

اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اس نے سچ کہا ہے۔اس کا سامان اس کو دے دیجئے تو اس نے مجھے سامان دے دیا۔

(الصواعق المحرقہ عربی:83' کتب خانہ مجیدیہ' ملتان)

امام حافظ ابو عبداللہ محمد بن ابی نصر الحمیدی الاندلسی نے کہا کہ
میں نے اس حدیث کے ذکر پر بعض اہل علم کو فرماتے سنا ہے کہ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کی اس کے سوا اور کوئی فضیلت نہ بھی ہوتی تب بھی یہ کافی ہوتی۔ اس لئے کہ انہوں نے علمی روشنی، یقینی پختگی، رائے اور انصاف کی قوت، تدقیق کی صحت اور تحقیق کی سچائی سے حق بات کی طرف مبادرت کی ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے شریعت کے حکم کے بارے میں فتویٰ دیا اور یہ آپ کی عظیم خصوصیت ہے۔ علاوہ ازیں آپ رضی اللہ عنہ کے اور بھی فضائل وافرہ ہیں جن کا شمار نہیں۔

چوتھی فصل:

سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے فضائل میں عربوں صحابہ کرام علیہم الرضوان سلف صالح کے کلام

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بخاری نے روایت کیا ہے کہ

میں نے اپنے والدین کو اپنی سمجھ دار ہوتے ہوئے دین دار پایا ہے۔ نبی کریم ﷺ روزانہ صبح وشام ہمارے گھر تشریف لایا کرتے تھے۔ جب مسلمانوں پر مصیبتوں کا وقت آیا تو سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حبشہ کی طرف ہجرت کے لئے تشریف لے گئے۔

جب آپ رضی اللہ عنہ برک الغماد جگہ پر پہنچے تو آپ رضی اللہ عنہ کی رئیس علاقہ ابن الدغنہ سے ملاقات ہوئی۔

اور کہنے لگا۔

ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کہاں جارہے ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا

میری قوم نے مجھے نکال دیا ہے اب میں زمین پر چل پھر کر اپنے رب عزوجل کی عبادت کرنا چاہتا ہوں۔

ابن الدغنہ نے کہا

آپ جیسے شخص کو نہ خود نکلنا چاہئے اور نہ نکالنا چاہئے۔ آپ رضی اللہ عنہ تو غریبوں کی دیکھ بھال کرتے ہیں۔ صلہ رحمی کرتے ہیں، ناداروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، مہمانوں کی مہمان نوازی کرتے ہیں اور مصائب میں لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔ میں آپ کو پناہ دیتا ہوں واپس تشریف لے آیئے اور اپنے شہر میں اپنے رب عزوجل کی عبادت فرمایئے۔

آپ رضی اللہ عنہ ابن الدغنہ کے ساتھ واپس تشریف لے آئے۔

شام کو ابن الدغنہ اشراف قریش کے پاس گیا اور کہا

ابوبکر (رضی اللہ عنہ) جیسے شخص کو نکالنا نہیں چاہئے اور نہ ہی غریبوں کی دیکھ بھال کرنے والے کو، صلہ رحم، مہمان نواز اور مصائب پر مدد کرنے والے آدمی کو یہاں سے نکالنا چاہئے اور قریش نے ابن الدغنہ کی پناہ دینے میں مخالفت نہ کی۔

(صحیح البخاری: جوار ابی بکر فی عہد النبی ﷺ ج:8، ص:81)

جو اس حدیث پر غور وفکر کرے گا اس کو سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خصوصیات واضح طور پر دکھائی دیں گی۔ اس لئے کہ مکہ مکرمہ سے لے کر مدینہ منورہ تک کے سفر ہجرت میں آپ کے اتنے فضائل، مناقب کرامات اور خصوصیات ہیں جن میں سے ایک مثال بھی صحابہ کرام علیہم الرضوان میں نہیں ملتی۔ ہمیں ابن الدغنہ کے بتائے ہوئے اوصاف پر غور وفکر کرنا چاہئے جو اس نے

اشراف قریش کے سامنے بیان کیے ہیں حالانکہ ان کو آپ کے اسلام قبول کرنے کی بناء پر آپ سے سخت بغض وعداوت تھی۔ لیکن پھر بھی وہ آپ رضی اللہ عنہ کی مخالفت میں کچھ نہ پیش کر سکے پس ان کا اعتراض وانکار نہ کرنا اس بات کا اعتراف کرنا ہے کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کے مابین ان اوصاف میں بھی شہرت رکھتے ہیں۔ اگر اس طرح نہ ہوتا تو وہ ان کی عداوت اوران کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھنے اور آپ کے دفاع کرنے کی وجہ سے جیسا کہ آپ رضی اللہ عنہ کی شجاعت کے واقعات میں گزر گیا ہے ہر لحاظ سے منکر ہوتے۔

بخاری نے روایت کیا ہے کہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا

ابوبکر رضی اللہ عنہ ہمارے سردار ہیں

اور بیہقی میں ہے کہ

اگر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ایمان کا تمام زمین والوں کے ایمان کے ساتھ وزن کیا جائے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ایمان ان سے بڑھ جائے گا۔

اور عبداللہ بن احمد نے کہا کہ

انہوں نے کہا

ابوبکر (رضی اللہ عنہ) سب سے مقدم اور سب سے اعلیٰ درجہ پر فائز تھے۔

اور مسدد نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے کہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ

کاش میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سینے کا ایک بال ہوتا۔ (الصواعق المحرقہ عربی: ص: 84' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

اور ابن ابی الدنیا اور ابن عساکر نے روایت کیا ہے کہ

انہوں نے کہا کہ

مجھے زیادہ محبوب ہے کہ میں جنت میں اس جگہ رہوں جہاں ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ملاحظہ کر سکوں۔

اور ابونعیم نے کہا کہ

انہوں نے کہا

ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خوشبو، کستوری کی خوشبو سے زیادہ پسندیدہ تھی

اور ابن عساکر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور وہ کپڑے میں لپٹے ہوئے تھے۔

آپ نے کہا

کوئی ایک بندہ بھی جو اپنے نامۂ اعمال کے ساتھ رب عزوجل سے ملا ہو۔ اللہ تعالیٰ کو اس کپڑے میں لپٹے ہوئے شخص سے بڑھ کر پسندیدہ نہیں ہے۔

اور ابن عساکر نے حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا

میں نے جس نیکی میں بھی ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مقابلہ کیا وہ اس میں سابق ہوئے۔

اور طبرانی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ ہم نے جس نیکی میں بھی سبقت کی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس میں ہم سے سابق ہو گئے۔

اور طبرانی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسان سے کہا کیا آپ نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی کچھ شعر کہے ہیں۔

انہوں نے کہا

ہاں

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

سنایئے۔ میں سننا چاہتا ہوں۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے کہا

وہ بلند مرتبہ غار میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ثانی اثنین تھے۔ جب وہ پہاڑ پر چڑھے تو دشمنوں نے ان کا گھیراڈال لیا۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب ہیں اور تمام لوگوں کو اس بات کا علم ہے کہ مخلوق میں ان کے کوئی برابر نہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان اشعار کو سن کر اتنا تبسم فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھیں ظاہر ہونے لگیں۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

تم نے سچ کہا ہے ابوبکر رضی اللہ عنہ اس طرح ہیں جس طرح تو نے کہا ہے۔

(الصواعق المحرقہ عربی ص:85، کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

یہ درست ہے کہ اس واقعہ کو گزشتہ احادیث مبارکہ کے حوالہ سے بیان کیا جاتا ہے مگر رسالت نے اس کو یہاں مؤخر روایت کیا ہے۔

ابن سعد نے ابراہیم النخعی سے روایت کیا ہے کہ

انہوں نے کہا کہ

سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو رأفت اور رحمت کی وجہ "اواہ" کہتے ہیں۔

اور ابن عساکر نے ربیع بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

کتاب اول میں لکھا ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی مثال بارش کے قطرے کی طرح ہے۔ وہ جہاں پڑتا ہے فائدہ پہنچاتا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ ہم نے گزشتہ انبیاء کرام علیہم السلام کے صحابہ پر بھی تفکر کیا ہے۔ لیکن ان میں سے کسی نبی کا صاحب ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرح نہیں ہے۔

اور زہری سے روایت کیا گیا ہے کہ

ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ ان کو اللہ تعالیٰ کے متعلق ایک لمحہ کے لئے بھی کبھی شبہ نہیں ہوا۔

اور ابی حصین سے روایت کیا گیا ہے کہ

انبیاء کرام اور مرسلین علیہم السلام کے بعد حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے افضل شخص کی تخلیق نہیں ہوئی۔

ارتداد کے دن سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ ایک نبی علیہ السلام کے مقام پر تشریف فرما تھے۔

الدینوری اور ابن عساکر نے کہا کہ

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو چار ایسی خصلتوں سے خاص فرمایا ہے جو اور کسی میں نہیں ملتیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کا نام اس نے صدیق رکھا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی کا نام صدیق نہیں رکھا گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یارِ غار اور سفر ہجرت کے ساتھی ہیں اور مسلمانوں کی موجودگی میں آپ نے ان کو نماز پڑھانے کا حکم دیا۔

اور ابن ابی داؤد نے ابوجعفر سے روایت کیا ہے کہ

سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جبرائیل کی مناجات کو سماعت فرما لیتے تھے مگر اس کو ملاحظہ نہیں فرماتے۔

اور حاکم نے ابن مسیب سے روایت کیا ہے کہ

سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا مقام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وزیر جیسا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام امور میں ان سے مشاورت کرتے تھے۔ سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ثانی فی الاسلام، ثانی فی الغار اور جنگ بدر کے موقع پر ثانی فی العریش اور ثانی فی القبر ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی شخص کو آپ پر مقدم نہیں فرمایا کرتے تھے۔

زبیر بن بکار اور ابن عساکر نے معروف بن خربوذ سے روایت کیا ہے کہ سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ ان گیارہ قریشیوں میں سے ہیں جن کا شرف جاہلیت اسلام کے شرف کے ساتھ متصل ہے۔ دیت اور نقصان کی ادائیگی کے فیصلے آپ کے پاس آتے تھے۔ اس لئے کہ قریش کا کوئی بادشاہ نہ تھا جس کے پاس یہ معاملات آتے بلکہ ہر فیصلے میں ان کے سردار کو ولایت عامہ کا شرف حاصل تھا۔

بنوہاشم کے پاس سقایہ اور رفادۃ کا کام تھا۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ

ہر شخص ان کے کھانے پینے والے سامان سے کھاتا پیتا تھا اور عبدالدار کے گھرانے میں حجابت، لواء اور ندوہ کا کام تھا۔ یعنی کوئی بندہ ان کی اجازت کے بغیر گھر میں داخل نہیں ہوسکتا تھا اور جب قریش جنگ کا جھنڈا گاڑھتے کرتے تو اس کو بنوعبدالدار باندھتے اور جب کسی معاملہ کے کرنے یا نہ کرنے کے فیصلے کے لئے وہ جمع ہوتے تو یہ اجماع دارالندوۃ میں ہوتا اور بنوعبدالدار ہی اس کا نفاذ کرتے اور نووی نے تہذیب میں کیا ہی اچھے طریقے سے سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے حالات زندگی بیان کرتے ہوئے اختصار کے ساتھ آپ کے اعلیٰ درجہ کے فضائل اور عطایا کو مبسوط اور مکمل طور پر رقم کیا۔

ان میں سے ایک یہ ہے کہ

امت نے بالا جماع آپ کا نام صدیق رکھا ہے اس لئے آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق میں سبقت کی اور صدق پر قائم رہے اور کسی حالت میں آپ سے اس معاملہ میں کوتاہی نہیں ہوئی۔ اسلام میں آپ کے بہت سے بلند مواقف کا تذکرہ موجود ہے جس طرح قصہ شب اسریٰ میں آپ کا ثبات اور کفار کو آپ کا جواب دینا اور اپنے اہل وعیال کو چھوڑ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کرنا اور غار اور راستے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں رہنا' پھر بدر اور حدیبیہ کے موقع پر جب دخول مکہ میں تاخیر کے باعث امر اشتباہ کو پہنچا تو آپ کا کلام فرمانا، نیز آپ کا اس وقت گریہ وزاری کرنا۔

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے ایک شخص کو دنیا وآخرت کے متعلق چننے میں اختیار عطا فرمایا ہے' پھر آپ کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال پر ثابت قدمی دکھانا اور خطبہ دے کر لوگوں کی تسکین کا سامان کرنا پھر مسلمانوں کی مصلحت کے لئے بیعت کے لئے کھڑا ہوجانا اور اس کا اہتمام کرنا اور جیش اسامہ کو شام کی طرف بھیجنے پر ثابت قدمی دکھانا۔ پھر مرتدین سے جنگ کرنا اور صحابہ کرام کا مناظرہ کرنا اور دلائل سے ان پر حجت کر دینا اور اللہ تعالیٰ کا مرتدین سے قتال پر صحابہ کرام کا شرح صدور کر دینا پھر شام کی طرف لشکر تیار کر کے بھیجنا اور آپ کی سب سے بڑی فضیلت اور خوبی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر فرمانا ہے۔ سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اس قدر فضائل اور کارنامے ہیں جن کو گنا ہی نہیں جاسکتا۔

تہذیب میں ہے کہ

آپ سارا قرآن حفظ کرنے والوں میں سے ایک ہیں۔ اس بات کا ذکر ایک جماعت نے کیا ہے اور بعض متاخر محققین بھی آپ کے معتقد ہیں۔

انہوں نے کہا کہ

سیّدنا انس رضی اللہ عنہ کی حدیث مبارکہ میں جن چار اشخاص کے قرآن جمع کرنے کا ذکر ملتا ہے اس سے ان کی مراد انصار ہیں۔

اور ابن ابوداؤد نے جو شعبی سے روایت کیا ہے کہ

سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ وصال فرما گئے' لیکن وہ سارا قرآن جمع نہ کر سکے۔ یہ قول مدفوع یا مؤول ہے اور اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ انہوں نے موجودہ ترتیب کے مطابق قرآن جمع نہیں کیا اس لئے یہ کام سیّدنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کیا ہے اور آپ کے عظیم فضائل میں قرآن کا جمع کرنا بھی ہے۔

ابویعلیٰ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

قرآن کے جمع کرنے کا سب سے زیادہ اجر ابوبکر کو ملے گا۔ اس لئے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ وہ آدمی ہیں جس نے قرآن کو دو تختیوں میں جمع فرمایا۔

بخاری نے زید بن ثابت سے روایت کیا ہے کہ

آپ کو اہل یمامہ کے میدان جنگ کی خبر ملی۔ اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ کے پاس تشریف فرما تھے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا

میرے پاس سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے آکر کہا جنگ یمامہ میں انتہائی قتل و غارت ہوئی ہے۔ اگر اس طرح جنگوں میں قاری حضرات مارے گئے تو مجھے خطرہ ہے کہ قرآن کا بہت سا حصہ ضائع ہو جائے گا مگر یہ کہ آپ اس کو جمع فرما دیں۔

میری رائے یہ ہے کہ

آپ ہی قرآن کریم کو جمع فرمائیں۔

سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا

میں وہ کام کس طرح کر سکتا ہوں جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمایا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔

اللہ تعالیٰ کی قسم! یہ بہت اچھا کام ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہمیشہ اس کے متعلق مجھ سے بات کرتے رہے۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اس معاملہ میں میرا سینہ کھول دیا' تو میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کو پسند کیا۔

زید نے کہا کہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ کے پاس بیٹھے ہوئے کلام نہیں فرماتے تھے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے زید سے کہا

آپ رضی اللہ عنہ تو جوان اور عقل مند شخص ہیں۔ ہم آپ پر کوئی تہمت نہیں لگاتے۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی بھی لکھتے رہے ہیں۔ آپ قرآن پر غور و فکر اور اس کو جمع کر دیں۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! اگر آپ مجھے پہاڑ کو اٹھانے کا حکم فرماتے تو وہ مجھ پر قرآن کے جمع کرنے سے زیادہ سخت نہ ہوتا۔

میں نے کہا

آپ دونوں وہ کس طرح کام کریں گے جو خود نبی کریم ﷺ نے نہیں کیا۔

تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا

اللہ تعالیٰ کی قسم! یہ بہت اچھا کام ہے پھر میں ہمیشہ آپ سے اس معاملہ میں کلام کرتا رہا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی طرح میرا بھی سینہ کھول دیا۔ پس میں قرآن مجید میں غور و فکر میں لگ گیا اور اس کو چیتھڑوں جانوروں کی ہڈیوں، کھجوروں کی ٹہنیوں اور لوگوں کے سینوں سے جمع کرنے لگا۔ حتیٰ کہ سورہ توبہ کی دو آیات مجھے خزیمہ بن ثابت کے سوا اور کسی سے نہ مل سکیں۔ یعنی یہ آیات لقد جاء کم رسول (الخ) وہ اوراق جن میں قرآن جمع کیا گیا تھا سیّدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس رہے اور آپ رضی اللہ عنہ کی خصوصیات میں سے یہ بھی ہے کہ آپ اوّل خلیفہ ہیں جس کے لئے لوگوں نے وظیفہ مقرر فرمایا۔

(صحیح البخاری: قولہ لقد جاء کم رسول من انفسکم عزیز ج:14، ص:252)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بخاری نے روایت کیا ہے کہ

جب سیّدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ خلیفہ بن گئے۔

تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا

اے میری قوم تمہیں علم ہے کہ میرا پیشہ میرے اہل خانہ کی ضرورت کے لئے کفایت کرتا تھا۔ اب میں مسلمانوں کے کاموں میں مصروف ہوں اور ابو بکر کے اہل خانہ اس مال کو چند ہی دنوں میں کھا جائیں گے اور وہ مسلمانوں کے کام سرانجام دیتا رہے گا۔ (صحیح البخاری: کسب الرجل وعملہ بیدہ ج:7، ص:233)

ابن سعد نے عطا ابن السائب سے روایت کیا ہے کہ

جب ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعت ہوگئی تو آپ صبح اپنے بازو پر چادریں رکھے بازار کو تشریف لے جا رہے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا

آپ کہاں کا ارادہ رکھتے ہیں

ارشاد فرمایا:

بازار جا رہا ہوں

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا

آپ وہاں کیا کریں گے آپ تو مسلمین کے امور کے متولی ہیں؟

ارشاد فرمایا

میں اپنے اہل و عیال کو کہاں سے کھلاؤں گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا

میں آپ کے لئے مہاجرین کے ایک شخص کی درمیانہ درجہ کی خوراک اور گرمیوں اور سردیوں کے لئے ایک ایک جوڑا مقرر کرتا ہوں۔ جب کوئی چیز پرانی ہو جائے تو آپ اس کو واپس فرما دیا کریں اور اس کی جگہ دوسری اٹھا لیا کریں۔آپ کے لئے روزانہ نصف بکری اور سر اور پیٹ کو ڈھانپنے کے لئے ایک چادر مقرر کر دی گئی۔

ابن سعد نے میمون سے روایت کیا ہے کہ

جب ابو بکر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو مسلمانوں نے ان کے لئے دو ہزار درہم مقرر کئے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا

میں بال بچے دار ہوں اور تم لوگوں نے مجھے تجارت سے منع کر دیا ہے۔تو آپ کے اضافی پانچ سو درہم زیادہ کر دیئے گئے۔

طبرانی نے حضرت حسن بن علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

جب سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا اس اونٹنی کی طرف خیال رکھنا جس کا ہم دودھ نوش کرتے تھے اور اس پیالے کا بھی خیال رکھنا جس میں ہم سالن پکاتے تھے اور اس چادر کا بھی خیال رکھنا جس کو ہم اوڑھا کرتے تھے۔ہم ان چیزوں سے اس وقت استفادہ کرتے تھے جب ہم مسلمین کے امور کے متولی تھے۔جب میں فوت ہو جاؤں تو ان چیزوں کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو واپس کر دینا۔

جب سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ وصال فرما گئے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ چیزیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو لوٹا دیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا

اللہ تعالیٰ اے ابو بکر (رضی اللہ عنہ) آپ پر رحم فرمائے آپ نے اپنے بعد آنے والوں کے لئے مشکل پیدا فرما دی ہے۔

(الصواعق المحرقہ عربی:87' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

ابن ابی الدنیا نے ابو بکر بن حفص سے روایت کیا ہے کہ

جب سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے وصال کا لمحہ قریب آیا تو آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

اے بیٹی! ہمارے پاس مسلمانوں کے معاملات تھے ہم نے کوئی دینار و درہم اپنے لئے نہیں چھوڑا اور ان کا تھوڑا سا کھانا کھایا اور ہمارے پاس مسلمانوں کی فے میں سے اس حبشی غلام اور اس پانی کو کھینچنے والے اور اس چادر کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ میرے مرنے کے بعد ان کو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دینا۔(الصواعق المحرقہ عربی ص:87' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

چوتھا باب

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت اور اس میں کئی فصول ہیں

پہلی فصل:

سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی حقیت خلافت میں

اس مقام پر خلافت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی حقیت پر کسی دلیل کو قائم کرنے کی حاجت نہیں۔ اس لئے کہ اس بات کو ہر سمجھدار شخص جانتا ہے کہ سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی حقیت خلافت سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حقیت خلافت کو مستلزم ہے اور سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی حقیت خلافت اجماع اور نصوص کتاب وسنت سے ثابت ہے۔ لہٰذا اس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حقیت خلافت پر نصوص کتاب وسنت اور اجماع لزوم ہوتا ہے۔ اس لئے کہ جو چیز اصل کے لئے ثابت ہو وہ فروع کے لئے بھی ثابت ہوتی ہے۔ لہٰذا رافضیوں اور شیعوں میں سے کسی کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں جھگڑا کرنے کی آرزو نہیں کرنی چاہئے کیونکہ ہم نے اس کو خلیفہ مقرر کرنے والے کی حقیت خلافت پر واضح دلائل پیش کئے ہیں۔ لہٰذا جب ان کی حقیت خلافت ثابت ہوگئی تو اس میں عناد، جہالت اور غباوت سے جھگڑا کرنا، ضروریات کا انکار کرنا ہے اور اس طرح کے جاہلوں اور بے وقوفوں اور ان کے باطل اور کاذب ہونے سے پھرنا اور ان کی طرف توجہ نہ کرنا ہی اچھا ہے اور کسی امر میں ان پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا اور جب یہ ثابت ہوگیا جس طرح کہ بیان کیا گیا ہے کہ سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی سب سے بڑی فضیلت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مسلمانوں پر خلیفہ مقرر فرمانا ہے اس لئے کہ اس کا عموماً فائدہ ہی ہوا ہے۔ کئی ملک فتح ہوئے ہیں اور اسلام کو مکمل غالب ہے۔

اس کا بیان آنے والا ہے اور کچھ احادیث مبارکہ جن میں سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کی صراحت ہے جو پہلے گزر گئی ہے۔

جس طرح کہ فرمایا میرے بعد ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی اقتداء کرو اور یہ حدیث مبارکہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ وہ اپنا پتھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں رکھیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ اپنا پتھر سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں رکھیں اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اپنا پتھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں رکھیں۔

پھر ارشاد فرمایا

یہ میرے بعد خلفاء ہوں گے۔

اور یہ حدیث مبارکہ بھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں ملاحظہ فرمایا کہ وہ ایک چرخی کے ساتھ کنویں سے ڈول نکال رہے ہیں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آکر ایک یا دو ڈول نکالے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آکر پانی نکالا تو وہ بڑا ڈول ہوگیا۔

تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میں نے لوگوں میں کسی عبقری کو ایسے کام کرتے ہوئے نہیں ملاحظہ کیا اور یہ حدیث مبارکہ بھی کہ تیس سال خلافت رہے گی اور یہ حدیث مبارکہ کہ تمہارے دین کی ابتداء میں نبوت اور رحمت ہے پھر خلافت اور رحمت ہوگی۔ یہ سب احادیث مبارکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حقیت خلافت پر دال ہیں اور اگر آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اجماع فرض نہ کریں تو یہ کس طرح ہوگا حالانکہ سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر دلالت کرنے والی نصوص بتا رہی ہیں اور اس پر اجماع بھی کیا جا چکا ہے۔

دوسری فصل

''سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا مرض الموت کے وقت سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر فرمانا اور اس سے پہلے آپ رضی اللہ عنہ کے مرض کے سبب کی وجہ''

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سیف اور حاکم نے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کا غم سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی موت کی وجہ بنا جس کی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ کا جسم نحیف سے نحیف ہوتا گیا حتیٰ کہ آپ رضی اللہ عنہ وصال فرما گئے۔

(المستدرک: ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ جز:3،ص:66)

اور ابن شہاب سے صحیح روایت میں آیا ہے کہ سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حرث ابن کلاۃ خزیرہ تناول فرمارہے تھے جو کہ سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ہدیہ کے طور پر بھیجا گیا تھا۔

حرث نے سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا

اے رسول اللہ کے خلیفہ کھانے سے ہاتھ ہٹالیں۔ اللہ تعالیٰ کی قسم اس میں وہ زہر مکس کیا گیا ہے جو ایک سال میں ہمارے کام مکمل کردے گا اور میں اور آپ ایک ہی دن فوت ہوجائیں گے۔ اس پر آپ نے کھانے سے ہاتھ ہٹالیا۔ اس کے بعد یہ دونوں دائمی مریض رہے اور سال گزرنے کے بعد ایک ہی روز اللہ تعالیٰ کو پیارے ہوگئے۔

اور حدیث مبارکہ میں ہے۔

اے احد! اپنی جگہ پر ٹھہر ارہ تمہارے اوپر ایک نبی ایک صدیق اور دو شہید کھڑے ہیں۔ (صلی اللہ علیہ وسلم، رضی اللہ عنہما)

اس کے منافی نہیں اس لئے سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا خاص وصف آپ کا صدیق ہونا ہے جس طرح کہ گزشتہ اوراق میں گزر گیا ہے اور جس کو میں وصف شہادت پر مشترک ہونے کی بناء پر ترجیح دیتا ہوں کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا صرف وصف نبوت بیان کیا ہے جو آپ کا خاص وصف ہے ورنہ تو خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال زہر سے ہوا۔

حدیث صحیح میں ہے کہ

آپ نے مرض الموت میں تصریح کی ہے کہ یہ خیبر میں تناول کرنے کی بناء پر ہوئی ہے یہ کھانا بار بار آپ پر حملہ کرتا رہا حتیٰ کہ آپ کی آنتیں مبارکہ ٹکڑے ہوگئیں۔

(الصواعق المحرقہ عربی، ص:88، کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے واقدی اور حاکم نے روایت کیا ہے کہ

جمادی الاخریٰ کے سات دن گزر گئے تھے کہ سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سوموار کو غسل کیا جس سے مرض کی ابتداء ہوئی یہ سردی کا روز تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کو پندرہ دن تک بخار رہا۔ آپ نماز کے لئے مسجد میں بھی تشریف نہ لے جا سکتے تھے۔ آپ کی وفات 22 جمادی الآخریٰ 13ھ کو منگل کے دن تریسٹھ سال کی عمر میں ہوئی۔ (الصواعق المحرقہ عربی:89' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

واقدی نے کئی طرق سے روایت کیا ہے کہ

سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طبیعت جب خراب ہوئی تو آپ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کو بلایا۔

اور ارشاد فرمایا:

مجھے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے متعلق کچھ بتایئے۔

انہوں نے کہا

آپ رضی اللہ عنہ جس معاملے کے متعلق مجھ سے پوچھ رہے ہیں آپ اس کو مجھ سے زیادہ بہتر جانتے ہیں۔

تو سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا

اگر یہ بات ایسے ہی ہے تو آپ بھی بتا دیجئے۔

تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے کہا

اللہ تعالیٰ کی قسم! آپ عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق جو رائے رکھتے ہیں وہ اس سے بھی بہتر ہے تو آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بلا کر ان سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق پوچھا۔

انہوں نے جواب دیا:

آپ رضی اللہ عنہ ان کے بارے میں ہم سے زیادہ بہتر جانتے ہیں۔

پھر فرمانے لگے۔

اے اللہ عزوجل! میرا علم ان کے متعلق یہ ہے کہ ان کا باطن ان کے ظاہر سے اچھا ہے اور ہم میں ان کی طرح کوئی نہیں ہے۔ اس کے علاوہ آپ رضی اللہ عنہ نے سعید بن زید اور اسید بن حضیر اور دیگر مہاجرین وانصار سے بھی مشورہ فرمایا۔

اسید نے کہا:

میں ان کو آپ کے بعد بہتر شخص سمجھتا ہوں۔ وہ رضامندی کی بات پر راضی اور ناراضگی کی بات پر ناراض ہو جاتے ہیں اور ان کا باطن ان کے ظاہر سے اچھا ہے اور جو بندہ بھی اس خلافت کا متولی ہوگا وہ ان سے زیادہ قوی نہیں ہوگا۔ اسی دوران بعض صحابہ کرام علیہم الرضوان آپ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو ایک صحابی نے ان میں سے آپ سے عرض کیا: جب اللہ تعالیٰ آپ رضی اللہ عنہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ہم پر خلیفہ بنانے کے متعلق پوچھے گا تو آپ کیا جواب دیں گے۔

اور آپ رضی اللہ عنہ تو اس کی سختی کو بہت زیادہ جانتے ہیں۔

تو سیّدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔

آپ مجھے اللہ تعالیٰ سے ڈراتے ہیں۔

میں کہوں گا۔

اے اللہ عزوجل! میں نے اس کو لوگوں پر خلیفہ بنایا ہے جو تمام سے بہتر تھا۔ میری طرف سے یہ بات دوسرے لوگوں تک پہنچا دیجئے۔

پھر آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ارشاد فرمایا:

لکھو

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ابو بکر بن ابی قحافہ نے دنیا کو ترک کرتے وقت یہ آخری عہد کیا اور آخرت کی طرف جاتے ہوئے یہ اس کا پہلا عہد ہے۔ یہ وہ وقت ہے جب کافر بھی ایمان لاتا ہے اور فاجر کو یقین ہو جاتا ہے اور جھوٹا بھی سچ بولنے لگ جاتا ہے۔ میں نے اپنے بعد عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو تم پر خلیفہ مقرر فرمایا ہے اس کی سننا اور فرمانبرداری کرنا۔ میں نے اللہ تعالیٰ اس کے رسول اور اس کے دین کے متعلق کسی قسم کی غلطی سے کام نہیں لیا اور اپنا اور تمہارے لئے خیر پسند کی ہے۔ میرا علم وظن اس کے متعلق یہی ہے کہ وہ عدل سے کام لے گا اگر وہ اس طرح نہ کر سکے تو ہر شخص جو کرے گا وہی پائے گا میرا ارادہ خیر کا ہے۔ میں کوئی غیب جاننے والا نہیں اور عنقریب ظالم لوگوں کو معلوم ہوگا کہ وہ کونسی جگہ پھرے گا۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ

پھر آپ رضی اللہ عنہ نے اس تحریر پر مہر لگانے کا حکم دیا پھر آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ وہ اس مہر والی تحریر کو باہر لے جائے۔ تو لوگوں نے آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی اور آپ رضی اللہ عنہ سے راضی ہو گئے پھر آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو علیحدہ بلا کر آپ رضی اللہ عنہ کو وصیت فرمائی۔ اس کے بعد وہ چلے گئے تو سیّدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ہاتھ اٹھا کر دعا کی۔

اے اللہ عزوجل! میں نے صرف ان لوگوں کی اصلاح کے لیے اس طرح کیا ہے مجھے ان کے متعلق فتنہ کا خوف کھائے جا رہا ہے۔ میں نے ان کے بارے میں جو کچھ کیا ہے تو اس کو بہتر جانتا ہے۔ میں نے اپنی رائے میں بڑے اجتہاد سے کام لے کر ان پر بہتر اور طاقت ور آدمی کو جو ان کی ہدایت کا بڑا چاہت کرنے والا ہے خلیفہ قائم کر دیا ہے کیونکہ وہ تیرے ہی بندے ہیں۔ ان کی پیشانیاں تیرے دست قدرت میں ہیں۔ ان کی اصلاح فرما اور اس کو اپنے خلفائے راشدین میں رکھ۔

ابن سعد اور حاکم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ تین شخص سب سے زیادہ عقل وفہم والے ہیں۔ سیّدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ جب آپ نے سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر فرمایا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بیوی جب اس نے فرمایا کہ اس شخص کو مزدوری پر رکھئے جو امین اور طاقتور ہو اور عزیز مصر جب اس نے سیّدنا یوسف علیہ السلام کے متعلق فراست سے کام لے کر اپنی

بیوی سے کہا کہ اس کی عزت کرنا۔

کہا گیا کہ

سلیمان بن عبدالملک کو بھی ان لوگوں کے ساتھ شامل کیا گیا ہے جب اس نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو خلیفہ مقرر فرمایا۔

یسار بن حمزہ سے ابن عساکر نے روایت کیا ہے کہ

جب سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طبیعت خراب ہوگئی تو آپ نے جالے سے لوگوں کی طرف دیکھا۔

اور ارشاد فرمایا:

اے لوگو! میں نے ایک عہد کیا ہے کیا تم اس سے راضی ہو۔

لوگوں نے کہا

اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ! ہم راضی ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہوکر کہا

ہم عمر رضی اللہ عنہ کے علوہ کسی سے راضی نہ ہوں گے۔

آپ نے فرمایا

وہ عمر رضی اللہ عنہ ہی ہیں۔ (الصواعق المحرقہ عربی: 89' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

ابن سعد نے شداد سے روایت کیا ہے کہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منبر پر چڑھ کر سب سے پہلا کلام یہ فرمایا۔

اے اللہ عزوجل! میں سختی کرنے والا ہوں۔ مجھے نرم فرمادے۔ میں کمزور ہوں مجھے قوی بنادے میں بخیل ہوں مجھے سخی بنا دے۔

زہری نے کہا کہ

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ، سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات کے دن خلیفہ بنے اور آپ رضی اللہ عنہ نے خلافت کا حق ادا فرمایا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ایسی فتوحات ہوئیں جن کی مثال بعد کے خلفاء کے دور میں نہیں ملتیں۔ شام، عراق، فارس، روم، مصر، سکندریہ اور مراکش کے علاقے آپ کے زمانے میں فتح ہوئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سابقہ سات احادیث مبارکہ میں جو خلافت صدیقیت پر دلالت کرتی ہیں ان میں اس طرف اشارہ ملتا ہے ان احادیث مبارکہ کے الفاظ شیخین کے نزدیک بعض طرق سے سیدنا ابن عمر اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہیں کہ

انہوں نے کہا کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میں نے خواب میں اپنے آپ کو ایک کنوئیں پر ڈول کھینچتے ملاحظہ کیا۔ میں نے اس سے اس قدر پانی نکالا جس قدر اللہ تعالیٰ نے چاہا۔ پھر اس ڈول کو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پکڑ لیا۔ تو انہوں نے بھی ایک یا دو ڈول نکالے لیکن آپ رضی اللہ عنہ کے نکالنے میں تھوڑی کمزوری تھی۔ اللہ تعالیٰ آپ رضی اللہ عنہ کو معاف فرمائے پھر عمر رضی اللہ عنہ پانی نکالنے لگے تو وہ ایک بڑا ڈول بن گیا۔ میں نے لوگوں میں سے کوئی عبقری اس جیسا کام کرتے نہیں ملاحظہ کیا۔ حتیٰ کہ سب لوگ سیراب ہو گئے اور بیٹھنے کی جگہ بنانے لگ گئے۔

(الصواعق المحرقہ عربی ص:89' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

علماء کرام نے یہ بھی فرمایا ہے کہ

اس خواب میں سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کی طرف اشارہ ہے اور یہ بھی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں بے شمار فتوحات ہوں گی اور اسلام کو غلبہ ہوگا۔

تیسری فصل

”اس میں کہ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنا نام امیر المومنین کیوں رکھا بجائے خلیفہ الرسول کے“

عسکری نے الدلائل میں طبرانی نے الکبیر میں اور حاکم نے ابن شہاب کے طریق سے روایت کیا ہے کہ

سیدنا عمر بن عبد العزیز نے ابوبکر سلیمان بن ابی خیثمہ سے دریافت کیا کہ وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور میں کس وجہ سے من خلیفۃ الرسول لکھا کرتے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ پہلے بندے ہیں جس نے من خلیفہ رکھا۔ لہٰذا وہ کون سا آدمی ہے جس نے سب سے اول من امیر المومنین لکھا۔

انہوں نے جواب دیا کہ

مجھ سے ایک مہاجر خاتون الشفاء نے کہا ہے کہ

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ من خلیفۃ الرسول اللہ کے الفاظ لکھا کرتے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ من خلیفۃ الرسول لکھا کرتے تھے حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عراق کے گورنر کو تحریر فرمایا کہ دو بہادر شخص میرے پاس بھیجیں۔ میں ان سے عراق اور عراق والوں کے گورنر کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہوں۔ اس نے لبید بن ربیعہ اور عدی بن حاتم کو بھیج دیا۔ مدینۃ المنورہ آئے اور مسجد میں داخل ہوئے۔ وہاں پر انہوں نے سیدنا عمرو بن العاص کو دیکھا۔

تو ان سے کہا

آپ ہمیں امیر المومنین کے پاس حاضری کی اجازت دلوا دیں۔

حضرت عمرو بن العاص نے کہا

اللہ تعالیٰ کی قسم! تم نے صحیح نام لیا ہے۔

حضرت عمرو بن العاص نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر عرض کیا۔

السلام علیکم یا امیر المومنین! (رضی اللہ عنہ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا

اس نام میں آپ کو کیا بھید پتہ چلا ہے جو آپ نے اسی طرح کہا ہے اس کی حقیقت بیان کرو۔

تو انہوں نے کہا

آپ رضی اللہ عنہ امیر ہیں اور ہم مومن ہیں اس وقت سے یہ نام لکھنا شروع ہوا ہے۔
(مستدرک: مناقب امیر المومنین عمر بن خطاب: ج:3،ص:87)

اور تہذیب نووی میں ہے کہ
لبید اور عدی نے خود سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کو یہ ہی الفاظ کہے۔
حضرت عمرو بن العاص نے ان کی تقلید میں یہ الفاظ استعمال فرمائے تھے۔
کہا گیا کہ
سب سے اول مغیرہ بن شعبہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو امیر المومنین کہا
معاویہ بن قرۃ سے ابن العسا کرنے روایت کیا ہے کہ
سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور میں من ابی بکر خلیفۃ الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لکھا جاتا تھا۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو لوگوں نے ان کو خلیفہ خلیفۃ الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہنے کا ارادہ کیا۔
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا
یہ تو بہت طویل اسم ہے۔
لوگوں نے کہا
نہیں ہم نے آپ کو خود اپنا امیر بنایا ہے اور آپ رضی اللہ عنہ ہمارے امیر ہیں۔
ارشاد فرمایا
ہاں! میں آپ کا امیر ہوں اور تم مومن ہو تو آپ رضی اللہ عنہ نے امیر المومنین کے الفاظ تحریر فرمائے اور یہ بات حضرت عبداللہ بن جحش کے اس بیان کے منافی نہیں جس میں بیان کیا گیا ہے کہ وہ اپنے سریہ میں تھے جس میں **یسئلونك عن الشهر الحرام قتال فيه** (البقرۃ:۲۱۷) کی آیت نازل ہوئی تو لوگ آپ رضی اللہ عنہ کو امیر المومنین سے موسوم کرتے تھے۔ اس لئے کہ یہ ایک خاص نام ہے۔ اس وقت جس موضوع پر بحث کی جارہی ہے وہ یہ ہے کہ کون سے خلیفہ نے اپنا نام امیر المومنین رکھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پہلے مقدس بزرگ ہیں کہ جنہوں نے خلافت کی حیثیت سے اپنا اسی طرح کا نام پسند فرمایا۔

پانچواں باب

''سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے فضائل اور خصوصیات کا تذکرہ اور اس میں کئی فصول ہیں''

پہلی فصل:

قبولیت اسلام میں

ذہبی نے کہا

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے نبوت کے چھٹے سال میں اسلام قبول فرمایا، اس وقت آپ رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک (27) سال تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ قریش کے بڑے لوگوں میں سے تھے اور ان میں سفارت بھی تھے۔ جنگ کے دنوں میں قریش آپ رضی اللہ عنہ کو ہی پیغام دینے والا بنا کر بھیجتے تھے اور جب کوئی قریش پر اظہار مفاخرت کا مظاہرہ کرتا تو آپ رضی اللہ عنہ کو ہی مقابلہ کے لئے بھیجا جاتا۔ آپ رضی اللہ عنہ چالیس یا انتالیس یا پینتالیس مردوں اور گیارہ عورتوں یا تیئس عورتوں کے بعد اسلام لے آئے۔ مسلمانوں کو اس سے بڑی فرحت حاصل ہوئی اور آپ رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے بعد مکہ مکرمہ میں اسلام کا غلبہ ہوگیا۔

ترمذی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور طبرانی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اے اللہ عزوجل عمر بن خطاب اور ابو جہل بن ہشام میں جو بندہ تجھے زیادہ محبوب ہے اس کے ذریعہ سے اسلام کو عزت بخش۔

(سنن الترمذی باب مناقب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ج:13، ص:283)

اور حاکم نے سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اور طبرانی نے سیّدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اے اللہ عزوجل! عمر بن خطاب کے سے خصوصا دین کو عزت بخش۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے احمد نے روایت کیا ہے کہ

میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں نکلا مجھے پتہ چلا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے پہلے مسجد میں تشریف لے جا چکے ہیں۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑا ہوگیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ حاقۃ پڑھنی شروع کی تو میں قرآن مجید کی ترتیب سے حیران ہوگیا اور قریش

کی طرح اس کو شعر کہنے لگ گیا۔ جب آپ ﷺ نے یہ آیت انہ لقول رسول کریم و ما ھو ...... کہ یہ معزز رسول کا قول ہے کسی شاعر کا قول بقول شاعر قلیلاً ما تؤمنون نہیں۔ تم اس پر کم ہی ایمان لائے ہو۔

تو میرے دل میں اسلام پوری طرح سما گیا۔

(مسند احمد............اول مسند عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ج:1،ص:106)

اور ابن شیبہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام قبول کرنے کی پہلی وجہ یہ ہوئی کہ انہوں نے خود ہی فرمایا کہ میں نے اپنی بہن المخاض کو مارا۔ پھر میں گھر سے نکل کر کعبے کے پردوں میں چھپ گیا۔ اتنے میں نبی کریم ﷺ آ کر کمرے میں تشریف لائے اور نماز ادا فرمانے لگے، جب آپ ﷺ واپس تشریف لے جانے لگے تو میں نے ایک ایسی چیز ماعت کی جو اس سے پہلے کبھی نہ ساعت کی تھی۔ جب آپ ﷺ باہر نکلے تو میں آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے چل دیا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا

کون ہے؟

میں نے عرض کیا

عمر (رضی اللہ عنہ) ہوں

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا

اے عمر (رضی اللہ عنہ) تو نہ مجھے دن کو چھوڑتا ہے اور نہ رات کو چھوڑتا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا

میں ڈرا کہ اب مجھ پر بددعا فرمائیں گے۔

میں نے کہا

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور آپ ﷺ اللہ عزوجل کے رسول ہیں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اس بات کو پوشیدہ رکھو۔

میں نے کہا

اس ذات اقدس کی قسم! جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں اسلام کا اس طرح ہی اعلان کروں گا جس طرح آپ ﷺ نے شرک کے خلاف اعلان کیا ہے۔

(الصواعق المحرقۃ عربی:ص:91، کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ابو یعلیٰ، بیہقی اور حاکم نے روایت کیا ہے کہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ تلوار لٹکائے نکلے تو بنی زہرہ کا ایک شخص آپ رضی اللہ عنہ سے ملا۔

اس نے کہا

عمر کہاں کا ارادہ رکھتا ہے۔

فرمانے لگے۔

مجھے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو (نعوذ باللہ) قتل کرنا ہے۔

اس نے کہا

محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر کے آپ بنو ہاشم اور بنو زہرہ سے کس طرح بچ پائیں گے۔

عمر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے۔

لگتا ہے تو بھی صابی ہو گیا ہے۔

اس نے کہا

میں آپ کو ایک حیران کن بات نہ بتاؤں؟ وہ یہ کہ تمہاری بہن اور تمہارا بہنوئی تمہارا دین چھوڑ کر صابی ہو گئے ہیں۔

حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) ان کے پاس تشریف لائے اور ان کے پاس حضرت خباب رضی اللہ عنہ موجود تھے۔ حضرت خباب رضی اللہ عنہ کو جب عمر (رضی اللہ عنہ) کے متعلق علم ہوا تو وہ گھر میں چھپ گئے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے گھر میں داخل ہو کر کہا

آپ آہستگی میں کیا پڑھ رہے تھے؟ وہ اس دوران سورہ طٰہٰ تلاوت کر رہے تھے۔

آپ رضی اللہ عنہ کے بہنوئی اور بہن نے کہا

ہم آپس میں کچھ باتیں کر رہے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا

شاید تم صابی ہو گئے ہو۔

آپ رضی اللہ عنہ کے بہنوئی نے کہا

اے عمر رضی اللہ عنہ اگر حق آپ کے دین کے علاوہ کسی دوسرے دین میں ہو تو پھر آپ رضی اللہ عنہ اس بارے میں کیا فرمائیں گے؟ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان پر جھپٹ پڑے اور ان کو برے طریقے سے مارا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی بہن نے آپ کو اپنے شوہر سے ہٹانا چاہا تو آپ رضی اللہ عنہ نے تھپڑ مار کر بہن کے چہرے کو خونی کر دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی بہن نے بھی حوصلہ رکھتے ہوئے کہا جب حق آپ کے دین میں نہیں تو میں شہادت دیتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول

ﷺ ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا

مجھے وہ کتاب دو جس کی تم تلاوت کر رہے تھے۔

آپ رضی اللہ عنہ کی بہن نے کہا

آپ ناپاک ہیں اس کو پاک شخص ہی چھو سکتا ہے جا کر غسل کرو پھر وضو کرو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وضو کر کے کتاب ہاتھ میں لی اور تلاوت فرمانے لگے۔

طٰہٰ ○ ما انزلنا علیك القرآن لتشقیٰ حتیٰ کہ آپ نے **اننی انا اللّٰہ لا الٰہ الا انا فاعبدنی واقم الصلوٰۃ لذکری** (طٰہٰ :۱تا۱۴) تک تلاوت فرمائی۔

پھر فرمانے لگے۔

مجھے بتاؤ محمد مصطفیٰ (ﷺ) کہاں ہیں۔ جب حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ بات سنی تو باہر نکل آئے۔

اور کہا

عمر رضی اللہ عنہ تمہیں خوشخبری ہو مجھے امید ہے کہ تو نبی کریم ﷺ کی اس دعا کا جواب ہے جو آپ نے جمعرات کی شب کو کی تھی۔

اے اللہ عزوجل! عمر بن خطاب یا عمر بن ہشام کے ذریعے اسلام کو عزت عطا فرما۔ نبی کریم ﷺ اس گھر میں تھے جو صفا کے سامنے ہے۔ عمر (رضی اللہ عنہ) جب اس گھر میں آئے تو دروازے پر حضرت حمزہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہما اور دوسرے اشخاص کو موجود پایا۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے کہا

یہ عمر (رضی اللہ عنہ) ہے۔

اگر اللہ تعالیٰ نے اس سے بھلائی کا ارادہ فرمایا ہے تو مسلمان ہو جائے گا اور اگر اس طرح نہیں تو اس کا قتل کر دینا ہمارے لئے عام سی بات ہے۔ نبی کریم ﷺ پر وحی نازل ہو رہی تھی۔ آپ باہر تشریف لائے اور عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ کر اس کے کپڑوں اور تلوار کے پر تلے کو خوب پکڑ کر فرمایا:

اے عمر (رضی اللہ عنہ)! تم کون سے خیال میں ہو؟

کیا تو چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھ پر ولید بن مغیرہ کی طرح ذلت اور عذاب نازل کرے۔

عمر (رضی اللہ عنہ) نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور آپ اس کے بندے اور رسول ہیں۔

(مستدرک: ذکر فاطمۃ بنت خطاب بن نفیل اخت عمر ج:4، ص:65)

بزار، طبرانی، ابونعیم اور بیہقی نے الدلائل میں اسلم سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہمیں خود بتایا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی دشمنی میں تمام سے سخت شخص تھا۔ ایک کڑک دوپہر کو میں مکہ کے ایک راستے پر چکر لگا رہا تھا کہ ایک شخص سے میری ملاقات ہوئی۔

اور اس نے کہا:

اے ابن خطاب! (رضی اللہ عنہ) تم خود کو بڑے جانتے ہو لیکن اسلام آپ رضی اللہ عنہ کے گھر میں داخل ہو گیا ہے۔

میں نے کہا

کس طرح؟

اس نے کہا

تمہاری بہن اسلام لے آئی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا

میں نے وہاں سے غصے ہو کر بہن کا دروازہ بجایا۔

پوچھا کون ہے؟

میں نے کہا

عمر (رضی اللہ عنہ) ہوں

تو وہ دوڑ کر اندر چھپ گئیں، وہ ایک صحیفہ کی تلاوت کر رہے تھے جس کو وہ وہیں چھوڑ گئے یا بھول گئے۔ میری بہن نے اٹھ کر دروازہ کھولا۔

میں نے کہا

اے اپنی جان کی دشمن! کیا تو صابیہ ہو گئی ہے اور میرے ہاتھ میں کوئی شے تھی جو میں نے بہن کے سر پر ماردی، جس سے خون نکلنے لگ گیا۔

اور اس نے روتے ہوئے کہا

اے ابن خطاب! جو تمہارا دل کرے کر لو ہاں میں صابیہ ہو گئی ہوں۔

فرمایا۔

میں اندر داخل ہو کر چارپائی پر بیٹھ گیا۔

میں نے اس صحیفہ کو ملاحظہ کر کے کہا

یہ کیا ہے؟

مجھے دکھائیں؟

تو میری بہن نے کہا

تو اس کی اہلیت نہیں رکھتا تو تو جنبی ہے اور اس کتاب کو پاک لوگوں کے علاوہ کوئی نہیں چھو سکتا۔ میں ان کو بار بار کہتا رہا حتیٰ کہ اس نے مجھے صحیفہ دے دیا۔

جب میں نے اس کو کھولا تو اس میں لکھا ہوا تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جب میں تلاوت کرتے کرتے اللہ تعالیٰ کے کسی اسم سے گزرتا تو مجھے اس سے خوف دامن گیر ہوتا۔ پھر میں نے صحیفہ کو رکھ دیا اور خود پر تفکر کرنے لگ گیا' پھر میری بہن نے وہ صحیفہ مجھے دیا تو اس میں لکھا ہوا تھا۔

سبح للّٰہ ما فی السموات وما فی الارض (۱:۵۷)

تو میں خوفزدہ ہو گیا اور میں نے آمنوا باللہ ورسولہ (تا آیت ۷) تک تلاوت کی۔

تو میں نے کہا

اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ

تو لوگ میری طرف بھاگتے ہوئے آئے اور انہوں نے نعرہ تکبیر بلند کیا۔

اور کہا

آپ کو خوشخبری ہو کہ نبی کریم ﷺ نے سوموار کو دعا فرمائی تھی کہ اے اللہ عزوجل! عمر بن خطاب یا ابوجہل بن ہشام سے جو تجھے زیادہ پسندیدہ ہے اس کے ذریعے اسلام کو عزت عطا فرما۔

اور انہوں نے مجھے بتایا کہ

نبی کریم ﷺ صفا کے سامنے میں اپنے گھر میں تشریف فرما ہیں۔ میں نے جا کر دروازہ کھٹکھٹایا۔

تو لوگوں نے کہا

کون ہے؟

میں نے کہا

ابن الخطاب (رضی اللہ عنہ) ہوں

ان کو رسول اللہ ﷺ کے خلاف میری سخت دشمنی کا پتہ تھا۔ اس لئے کسی نے بھی دروازہ کھولنے کی ہمت نہ کی۔

حتیٰ کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

دروازہ کھول دو، دو بندوں نے مجھے میرے بازوؤں سے پکڑ کر نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر کیا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اس کو چھوڑ دو، پھر آپ نے مجھے قمیض کے جوڑوں سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچ کر فرمایا:

اے ابن خطاب (رضی اللہ عنہ) اسلام لے آؤ۔

اے اللہ عزوجل! اس کو ہدایت عطا فرما تو میں نے کلمہ شہادت پڑھ لیا اس پر مسلمانوں نے اس زور سے نعرہ تکبیر بلند کیا کہ مکہ کے راستوں تک یہ آواز سنی گئی۔ مسلمان چھپ چھپ کر دن بسر کر رہے تھے۔

میں نے دیکھا کہ

لوگوں کو مارا جا رہا ہے اور مجھے کوئی تکلیف نہیں پہنچ رہی تو میں اپنے ماموں ابوجہل کے پاس گیا۔ وہ سردار شخص تھا۔ میں نے دروازہ کھٹکھٹایا۔

تو اس نے کہا

کون؟

میں نے کہا

ابن الخطاب (رضی اللہ عنہ) جو صابی ہو چکا ہے۔

اس نے کہا

اس طرح نہ کرو اور دروازے کو بند کر لیا۔

میں نے کہا

یہ تو کچھ بھی نہ ہوا پھر میں قریش کے ایک بڑے شخص کے پاس گیا میں نے اس کو بلا کر وہی بات کی جو بات ماموں سے کہی تھی اور اس نے بھی وہی جواب دیا جو میرے ماموں نے دیا تھا اور دروازہ بند کر لیا۔

میں نے کہا

یہ تو کچھ بھی نہ ہوا۔ مسلمانوں کو مارا جا رہا ہے اور میں بچا ہوا ہوں۔

تو ایک شخص نے مجھ سے کہا

تو پسند کرتا ہے کہ لوگوں کو تمہارے اسلام قبول کرنے کا پتہ چل جائے۔

میں نے کہا

ہاں۔

اس نے کہا

جب لوگ گھروں میں بیٹھ جائیں تو تم فلاں شخص کے پاس جانا جو کسی بھید چھپا نہیں سکتا۔ اسے کہنا کہ میں صابی ہو گیا

ہوں۔ وہ بھید کو چھپا ہی نہیں سکتا تھا۔ میں اس کے پاس آیا اور لوگ گھروں میں بیٹھ گئے تھے۔

تو میں نے اس کو کہا

میں صابی ہو گیا ہوں۔

اس نے کہا

تم نے یہ قدم اٹھالیا ہے۔

میں نے کہا

ہاں،

تو اس نے بلند آواز سے کہا کہ عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) صابی ہو چکا ہے۔ لوگ بھاگ کر میری جانب آئے وہ مجھے مارتے تھے اور میں ان کو مارتا تھا۔ میرے ہر طرف لوگ جمع ہو گئے۔

تو میرے ماموں نے کہا:

یہاں پر لوگ کیوں جمع ہیں۔

اس کو بتایا گیا کہ

عمر (رضی اللہ عنہ) صابی ہو گیا ہے تو اس نے مکان پر کھڑے ہو کر تمام کو اشارے سے بتایا کہ میں نے اپنے بھانجے کو پناہ دی ہے تو وہ لوگ مجھے مارنے سے رک گئے۔ میں نہیں پسند کرتا تھا کہ مسلمانوں کو مارا جائے اور میں بچ جاؤں۔

میں نے کہا

یہ کوئی بات نہ ہوئی۔ میں اپنے ماموں کے پاس گیا۔

اور کہا

مجھے آپ کی پناہ کی حاجت نہیں۔ لہٰذا میں ہمیشہ مارتا رہا اور مار کھاتا رہا۔

حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ عطا فرما دیا۔

(مسند البزار: مسند عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جز: 1 ص: 68)

دوسری فصل

فاروق نام رکھنے میں

الدلائل میں ابونعیم نے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ابن عساکر نے روایت کیا ہے کہ

میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ

آپ رضی اللہ عنہ کا نام فاروق کیوں رکھا گیا ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ مجھ سے تین روز قبل اسلام لائے۔ میں مسجد کی جانب گیا تو ابوجہل آپ کو طعن و تشنیع کے لئے جلدی سے آپ رضی اللہ عنہ کی جانب گیا۔ آپ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو بتایا تو آپ کمان پکڑ کر مسجد کی جانب آئے جہاں قریش حلقہ بنا کر بیٹھے ہوئے تھے اور ابوجہل بھی وہیں پر بیٹھا ہوا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ابوجہل کے سامنے جا کر کمان کی ٹیک لگائی اور اس کی طرف دیکھا۔ ابوجہل نے آپ رضی اللہ عنہ کے چہرے کی طرف دیکھ کر پہچان لیا کہ ان کی نیت ٹھیک نہیں۔

اس نے کہا:

اے ابوعمارہ! تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ آپ نے کمان اٹھا کر اس کی گردن کی ایک رگ پر ماردی جس سے وہ رگ کٹ گئی اور خون بہنے لگا۔ تو قریش نے جنگ اور معاملات کے خراب ہونے کی بناء پر چپ ہو گئے۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دار ارقم میں تشریف فرما تھے۔ حضرت حمزہ نے وہاں جا کر اسلام قبول کر لیا۔ میں آپ کے تین دن بعد آیا تو ایک مخزومی سے میں نے کہا کیا تو اپنے آبائی دین کو ترک کر کے دین محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پیروی کرنے والا بن گیا ہے۔

اس نے جواب دیا۔

اگر میں نے اس طرح کیا ہے تو اس نے بھی یہ فعل کر لیا ہے جو مجھ سے زیادہ تم پر حق کا حامل ہے۔

میں نے کہا

کون ہے۔

اس نے کہا

تیری بہن اور تیرا بہنوئی۔ میں گیا تو میں نے آہستہ آواز سنی۔

میں نے اندر داخل ہو کر پوچھا۔

یہ کیا ہے؟

ہمارے مابین باتیں ہوتی رہیں حتیٰ کہ میں نے اپنے بہنوئی کو سر سے پکڑ کر مارا اور اس کو زخمی کر دیا۔ میری بہن نے اٹھ کر میرے سر کو پکڑ کر کہا یہ تمام تمہیں ذلیل کرنے کے لئے کیا جا رہا ہے۔ میں نے جب خون دیکھا تو مجھے حیا آئی۔

میں نے بیٹھ کر کہا

مجھے یہ کتاب دکھایئے۔

بہن نے کہا:

اس کو پاک شخص کے علاوہ کوئی نہیں چھو سکتا۔ میں نے اٹھ کر غسل کیا تو انہوں نے مجھے وہ صحیفہ تھما دیا جس میں لکھا تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میں نے کہا

یہ نام تو بڑے طاہر اور طیب ہیں۔

طٰہٰ۝ ما نزلنا علیک القرآن لتشقی سے لے کر لہ الاسماء الحسنٰی (طٰہٰ:۱تا۸) تک میں نے تلاوت کی تو میرے دل میں اس کا مقام جاگزیں ہوا تو میں نے کہا اس کلام سے قریش بھاگتے ہیں پھر میں نے اسلام لے آیا۔

اور کہا

رسول اللہ ﷺ کہاں تشریف فرما ہیں۔

بہن نے کہا

وہ دار ارقم میں ہیں۔ میں نے وہاں جا کر دروازہ بجایا۔ لوگوں نے آواز ساعت کی۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے ان کو کہا

آپ کو کیا ہو گیا ہے۔

کہا

عمر (رضی اللہ عنہ) آیا ہے۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے کہا

دروازہ کھول دو اگر اسلام قبول کرنے آیا ہے تو ٹھیک ورنہ ہم اس کو ختم کر دیں گے۔

نبی کریم ﷺ نے بھی اس بات کو سن لیا تو آپ باہر تشریف لے آئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کلمہ شہادت پڑھا تو گھر میں حاضرین نے نعرہ تکبیر بلند کیا، جس کو مسجد والوں نے بھی سن لیا۔

میں نے عرض کیا:

یا رسول اللہ ﷺ! کیا ہم حق پر نہیں۔

ارشاد فرمایا:

کیوں نہیں۔

میں نے کہا

پھر چھپنے کا کیا مطلب، تو ہم باہر نکل گئے۔ میں ایک صف میں تھا اور دوسری میں حمزہ (رضی اللہ عنہ) تھا۔ ہم مسجد میں داخل ہوئے۔ قریش نے جب مجھے اور حمزہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو ان کو سخت دکھ پہنچا۔ اسی وقت نبی کریم ﷺ نے میرا نام فاروق رضی اللہ عنہ رکھا کہ اس نے حق اور باطل کے درمیان فرق کر دیا ہے۔ (لوامع الانوار البہیۃ جز:2،ص:318)

ذکوان سے ابن سعد نے روایت کیا ہے کہ

میں نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نام فاروق کس نے رکھا۔

اس نے جواب دیا۔

رسول اللہ ﷺ نے رکھا ہے

اور ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام لائے تو جبرائیل علیہ السلام آئے اور کہا: اے محمد مصطفیٰ ﷺ! اہل سماء کو عمر کے اسلام لانے سے فرحت ہوئی ہے۔

(المستدرک: ومن مناقب امیر المؤمنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جز:3،ص:90)

اور بزار اور حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے صحیح روایت کیا ہے کہ

جب عمر رضی اللہ عنہ اسلام لائے تو مشرکین نے کہا آج ہم آدھے رہ گئے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔

یاایھا النبی حسبک اللّٰہ ومن اتبعک من المؤمنین (الانفال:۶۴)

(المستدرک ومن مناقب امیر المؤمنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جز:3،ص:91)

اور بخاری وغیرہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

جب سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام لائے ہیں ہم ہمیشہ ہی عزت والے بن گئے ہیں۔

(صحیح البخاری: اسلام عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جز:12،ص:242)

اور ابن سعد نے بھی ابن مسعود سے اس طرح کی ایک روایت کی ہے کہ عمر کا اسلام لانا فتح ہے اور اس کا ہجرت کرنا مدد ہے اور اس کی امامت رحمت ہے۔ ہم اس وقت تک بیت اللہ نہیں گئے جب تک عمر رضی اللہ عنہ مسلمان نہیں ہوئے اور جب آپ رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے انہیں مارا حتیٰ کہ انہوں نے ہمیں اور ہمارے راستے کو ترک کر دیا۔

ابن سعد اور حاکم نے حذیفہ سے روایت کیا ہے کہ

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے تو اسلام کی قوت میں مزید بڑھوتری ہوگئی اور جب شہید ہوئے تو اسلام کمزور پڑتا گیا۔

(المستدرک، ومن مناقب امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ج:3 ص:90)

طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے حسن سند روایت کی ہے کہ سب سے اول اسلام کا اعلان کرنے والے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہیں۔ (الصواعق المحرقہ عربی: 94' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

اور ابن سعد نے حضرت صہیب سے روایت کیا ہے کہ

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے تو اسلام غالب آ گیا اور اس کی طرف کھلم کھلا دعوت پیش کرنے لگ گئے۔ ہم بیت اللہ میں حلقہ بنا کر بیٹھا کرتے تھے اس کا طواف کیا کرتے تھے اور جو ہم سے سختی کے ساتھ پیش آتا تھا ہم اس کا جواب دیا کرتے تھے۔

(الصواعق المحرقہ عربی: 94' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

تیسری فصل

آپ رضی اللہ عنہ کی ہجرت میں

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ابن عسا کرنے روایت کیا ہے کہ
عمر بن خطاب کے علاوہ تمام لوگوں نے چھپ کر ہجرت کی۔ آپ نے جب ہجرت کا ارادہ کیا تو تلوار گلے میں لٹکائی، کمان کندھے پر رکھی اور ہاتھ میں تیر لئے کعبہ معظمہ تشریف لائے۔ اشراف قریش صحن میں بیٹھے تھے۔ آپ نے سات چکر لگائے اور دو رکعت مقام ابراہیم کے پیچھے نماز پڑھی۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ ان کے ایک ایک حلقہ کے پاس تشریف لاتے اور کہا تم علیحدہ علیحدہ ہو، جو پسند کرتا ہے کہ اس کی ماں اس کو ضائع کر دے اور اس کے بچے یتیم ہو جائیں اور اس کی گھر والی بیوہ ہو جائے وہ مجھے اس وادی کے پیچھے مل لے لیکن کوئی شخص آپ رضی اللہ عنہ کے پیچھے نہ گیا۔ (الصواعق المحرقہ عربی:94' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

اور اس نے براء سے روایت کیا ہے کہ
سب سے اول ہجرت کرنے والے جو ہمارے پاس آئے وہ مصعب بن عمیر اور ابن ام کلثوم رضی اللہ عنہما ہیں پھر عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیس سواروں کی معیت میں آئے۔
ہم نے عرض کیا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا ارادہ ہے۔
آپ نے فرمایا
وہ میرے پیچھے آ رہے ہیں پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تشریف لائے۔
(الصواعق المحرقہ عربی: ص:94' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

چوتھی فصل

آپ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں

آپ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں چونتیس احادیث مبارکہ بیان ہوگئی ہیں بلکہ اکثر احادیث سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ذکر میں بیان ہوگئی ہیں جو آپ رضی اللہ عنہ کی فضیلت پر دال ہیں۔

پینتیسویں حدیث مبارکہ

یہ حدیث ابھی بیان ہوگئی ہے۔

اے اللہ عزوجل! عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ذریعہ اسلام کو عزت عطا فرما۔ (مرجع السابق)

چھتیسویں حدیث مبارکہ

یہ حدیث مبارکہ بھی ابھی بیان ہوئی ہے کہ

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول فرمایا تو جبرائیل علیہ السلام نے کہا:

اے محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) آسمان والے سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے پر بہت خوش وخرم ہیں۔

(مرجع السابق)

سینتیسویں حدیث مبارکہ

یہ حدیث مبارکہ بھی ابھی بیان ہوئی ہے کہ

جب سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ اسلام لائے تو مشرکین نے کہا کہ آج ہم آدھے ہوگئے ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

اے نبی! اللہ عزوجل اور تیری پیروی کرنے والے مومنین آپ کو کافی ہیں۔ (مرجع السابق)

اڑتیسویں حدیث مبارکہ

شیخین نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں نے نیند کی حالت میں خود کو جنت میں دیکھا۔ کیا ملاحظہ ہوں کہ ایک عورت ایک محل کی طرف وضو کررہی ہے۔

میں نے پوچھا

یہ محل کس بندے کے لئے ہے۔

لوگوں نے کہا

عمر (رضی اللہ عنہ) کے لئے ہے

تو مجھے آپ (رضی اللہ عنہ) کی غیرت یاد آئی اور میں پھر واپس پلٹ آیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ رو کر کہنے لگے۔

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں آپ پر غیرت کھاؤں گا۔

(صحیح البخاری: ماجاء فی صفۃ الجنۃ وانہا مخلوقۃ: جز:11،ص:20)

اکتالیسویں حدیث مبارکہ

احمد اور شیخین نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں نے ملاحظہ کہ میں جنت میں چلا گیا۔ اچانک میں نے رمیصا میں ابوطلحہ کی بیوی کو ملاحظہ کیا اور اپنے آگے کوئی حرکت محسوس کی۔

میں نے جبرائیل علیہ السلام سے کہا

یہ کیا ہے۔

انہوں نے جواب دیا

یہ بلال (رضی اللہ عنہ) ہے۔

پھر میں نے ایک سفید محل کو ملاحظہ کیا' جس کے صحن میں ایک لڑکی بیٹھی ہوئی تھی۔

میں نے کہا

یہ محل کس کے لئے ہے۔

لوگوں نے کہا

عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) کے لئے ہے۔

میں اس کو دیکھنے کے لئے اندر داخل ہونا چاہتا تھا کہ مجھے غیرت یاد آگئی۔

(صحیح البخاری: باب الغیرۃ ...... جز:5،ص:2004)

چالیسویں حدیث مبارکہ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے شیخین نے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا
میں نے دودھ نوش فرمایا' اس کی تری میرے ناخنوں میں دکھائی دے رہی تھی پھر میں نے اس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تھما دیا۔
صحابہ کرام علیہم الرضوان نے پوچھا۔
یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے اس کی کیا تعبیر فرمائی ہے۔
ارشاد فرمایا:
علم۔
(صحیح البخاری: مناقب عمر بن خطاب ابی حفص القرشی، جز:12،ص:14)

اکتالیسویں حدیث مبارکہ

احمد، شیخین، ترمذی، نسائی نے سیّدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ
میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ
میں نے خواب میں ملاحظہ کیا کہ لوگوں کو میرے سامنے پیش کیا جا رہا ہے وہ قمیض پہنے ہوئے ہیں جو سینے تک جاتی ہے اور بعض اس سے بھی اوپر رہتی ہیں۔ عمر (رضی اللہ عنہ) کو بھی میرے سامنے پیش کیا گیا۔ وہ اپنی قمیض کو گھسیٹ رہے تھے۔
صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا:
یارسول اللہ ﷺ آپ نے اس کی کیا تعبیر فرمائی ہے۔
ارشاد فرمایا:
دین۔
(صحیح البخاری: تفاضل اہل الایمان جز:1،ص:38)

اور حکیم ترمذی کی روایت میں اس طرح کے الفاظ ہیں کہ یارسول اللہ ﷺ آپ اس کی کیا تعبیر فرمائیں گے کہ ان میں سے بعض کی قمیصیں ناف تک ہیں بعض کی گھٹنوں تک اور بعض کی پنڈلیوں کے نصف تک قمیصیں ہیں۔

آپ نے جو دین کا لفظ ارشاد فرمایا ہے اس پر زبر اور پیش پڑھنا دونوں طرح جائز ہے۔ اور ایک روایت میں دین کی جگہ ایمان کا لفظ بھی بیان کیا گیا ہے اور قمیض کی تعبیر دین بیان کرنے کی وجہ یہ ہے کہ قمیض دنیا میں پردہ والی جگہوں کو چھپاتی ہے اور دین ان کو آخرت میں چھپاتا ہے اور ہر مکروہ کام سے روکتا ہے۔

اور اصل بات یہ ہے کہ
تقویٰ کا لباس ہی اچھا ہے اور تعبیر کرنے والوں کا اس پر اتفاق ہے کہ قمیض کی تعبیر دین بیان کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کی لمبائی اس پر دال ہے کہ قمیض والے کے آثار اس کے بعد بھی رہیں گے۔

اور ابن العربی نے کہا

اس تعبیر کی وجہ یہ ہے کہ دین جہالت کی کمزوری کو چھپاتا ہے جس طرح کہ قمیض بدن کی کمزوری کو چھپاتی ہے اور یہ جو آپ نے ملاحظہ فرمایا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے علاوہ دوسرے لوگوں کی قمیضیں سینے تک پہنچتی ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ دین ان کے دل کو نافرمانی کے باوجود کفر سے بچاتا ہے اور جو قمیض اس سے نیچے اور شرم گاہ تک ہوتی ہے اس کا مفہوم واضح ہی ہے جو شخص معصیت کی طرف جانے سے اپنی ٹانگوں کو نہیں روکتا اور جو شخص روکتا ہے وہ تمام وجوہ سے تقویٰ مست ہے اور جو اپنی قمیض کو گھسیٹتا پھرتا ہے وہ اس سے عمل خالص میں زیادہ ہو گیا ہے۔

اور عارف بن ابی جمرہ نے روایت کیا ہے کہ

حدیث مبارکہ میں لوگوں سے مراد اس امت کے مومنین ہیں اور دین سے مراد امر پر عمل پیرا ہونا اور نواہی سے بچنا ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس معاملہ میں عظمت ملی ہوئی ہے۔ اس حدیث مبارکہ سے یہ مفہوم بھی لیا جا سکتا ہے کہ جو شخص قمیض کو اچھی یا بری صورت میں دیکھے اس نے قمیض پہننے والے کا دین مراد لیا جائے گا اور نقص سے مراد ایمان و عمل کا نقص ہے۔

اور حدیث مبارکہ میں ہے۔

دین دار لوگ قلت و کثرت اور قوت و ضعف میں ایک دوسرے سے مقابلہ کرتے رہتے ہیں۔ یہ مثال ان امثال میں سے ہے جو نیند میں مدح کے لائق اور بیداری میں شرعاً ذم کے لائق ہیں۔ یعنی قمیض کا گھسیٹنا اس لئے کہ قمیض کے متعلق وعید آئی ہے۔

بیالیسویں حدیث مبارکہ

حضرت سعد بن ابی وقاص سے شیخین نے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن خطاب رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایا:

قسم اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ شیطان اس راستے پر کبھی نہیں چلے گا جس پر آپ رضی اللہ عنہ چل رہا ہے بلکہ دوسرے راستے کو لے گا۔

(صحیح البخاری: صفۃ ابلیس وجنودہ ج:11، ص:71)

تینتالیسویں حدیث مبارکہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے احمد اور بخاری نے اور احمد اور مسلم اور ترمذی اور نسائی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تم سے پہلی امتوں میں محدث ہوتے تھے اگر میری امت میں کوئی محدث ہے تو وہ عمر رضی اللہ عنہ ہے۔

(صحیح البخاری: باب مناقب عمر بن خطاب ابی حفص رضی اللہ عنہ ج:3، ص:1349)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بخاری نے روایت کیا ہے کہ

میں نے جب بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے سنا کہ میرا فلاں چیز کے متعلق یہ خیال ہے تو وہ چیز آپ رضی اللہ عنہ کے خیال کے مطابق ہی ہوتی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف فرما تھے کہ ایک خوبصورت شخص آپ رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرا یعنی سوید بن قارب۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا

میرا خیال اس بندے کے متعلق غلطی کرتا ہے یہ بندہ جاہلیت پر تھا یا ان کا کاہن تھا۔ اس بندے کو میرے پاس لاؤ۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس کو بلا کر یہ بات فرمائی۔

تو اس نے کہا

میں نے آج کی طرح کسی مسلمان کو اس طرح خوش آمدید کہتے ہوئے نہیں دیکھا۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا

جو تم نے مجھے کہا ہے اس پر میں آپ سے قسم اٹھواؤں گا۔

اس نے کہا

میں جاہلیت میں ان کا کاہن تھا۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا

جو تمہاری جنّی جاہلیت میں تمہارے پاس لاتی تھی میں اس سے حیران نہیں ہوا۔

اس نے کہا

ایک روز بازار میں وہ میرے پاس آگئی تو مجھے اس سے خوف محسوس ہوا۔

تو اس نے کہا

کیا تو نے جنات اور ان کے ابلیسوں کو نہیں ملاحظہ کیا۔

(صحیح البخاری: اسلام عمر بن خطاب...... جز: 12، ص: 245)

چوالیسویں حدیث مبارکہ

احمد اور ترمذی نے سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اور ابوداؤد اور حاکم نے سیّدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے اور ابویعلیٰ اور حاکم نے سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور طبرانی نے حضرت بلال اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے عمر (رضی اللہ عنہ) کے قلب اور زبان پر حق جاری کر دیا ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

جب بھی کسی معاملہ میں لوگوں میں بات ہوئی اور آپ نے بھی اس میں حصہ لیا تو قرآن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بیان کے مطابق نازل ہوا۔

(سنن ترمذی مناقب عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جز:12،ص:142)

پینتالیسویں حدیث مبارکہ

احمد، ترمذی اور حاکم نے روایت کیا ہے کہ

اس کو عقبہ بن عامر سے صحیح قرار دیا ہے اور طبرانی نے عصمت بن مالک سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) ہوتے۔

(سنن ترمذی: فی مناقب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جز:12،ص:146)

طبرانی نے اس کو سیّدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور ابن عساکر نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث سے روایت کیا ہے۔

چھیالیسویں حدیث مبارکہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ترمذی نے روایت کیا ہے کہ

میں جن اور انس کے شیاطین کو عمر رضی اللہ عنہ سے بھاگتے ہوئے ملاحظہ فرما رہا ہوں۔

(سنن ترمذی: فی مناقب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ج:12،ص:151)

اور ابن عدی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ

میں نے ملاحظہ کیا کہ جن وانس کے شیطان عمر رضی اللہ عنہ سے بھاگ گئے ہیں۔

(الصواعق المحرقہ عربی ص:96' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

سینتالیسویں حدیث مبارکہ

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے ابن ماجہ اور حاکم نے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

عمر (رضی اللہ عنہ) پہلے شخص ہیں جن سے حق مصافحہ کرے گا اور ان کو سلام کہے گا اور ان کو ہاتھ سے پکڑ کر جنت میں داخل کرے گا۔

(سنن ابن ماجہ فضل عمر رضی اللہ عنہ جز:1،ص:115)

یہاں مصافحہ سے مراد اور زیادہ انعام اور اقبال ہے اور یہ حدیث مبارکہ پہلے گزر گئی ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ جنت میں پہلے داخل ہوں گے۔ ان دونوں احادیث مبارکہ میں اس طرح تطبیق ہے کہ سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد سب سے اول داخل ہونے والے

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ ہوں گے۔

اڑتالیسویں حدیث مبارکہ

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے حاکم اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے کہ

میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے عمر (رضی اللہ عنہ) کی زبان پر حق جاری فرمادیا ہے۔

(سنن ابن ماجہ، فضل عمر رضی اللہ عنہ ج:1، ص:119)

انچاسویں حدیث مبارکہ

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے احمد اور بزار نے روایت کیا ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے عمر کے دل وزبان پر حق فرمادیا ہے۔

(المعجم الاوسط ...... اول الکتاب ج:1، ص:95)

اور ابن منیع نے اپنی مسند میں سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس بات میں شک وشبہ نہ کرتے تھے کہ نفس کی طمانیت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبان سے بولتی ہے۔

(الصواعق المحرقہ عربی ص:97 'کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

پچاسویں حدیث مبارکہ

بزار نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور ابونعیم نے حلیہ میں سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور ابن عساکر نے صعب بن جثامہ سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

عمر جنت والوں کے چراغ ہیں۔

(الصواعق المحرقہ عربی ص:97 'کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

اکاونویں حدیث مبارکہ

بزار نے قدامہ بن مظعون اور ان کے چچا عثمان بن مظعون سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

یہ فتنہ کو بند کرنے والے ہیں اور اپنے ہاتھ سے عمر رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ فرمایا جب تک عمر رضی اللہ عنہ آپ لوگوں کے مابین حیات رہے گا آپ کے اور فتنوں کے مابین مضبوطی سے دروازہ بند رہے گا۔

(اتحاف الجماعۃ بما جاء فی الفتن، باب امان اللہ من الفتن فی حیاۃ عمر بن خطاب ج:1، ص:148)

باونویں حدیث مبارکہ

طبرانی نے الاوسط میں اور حکیم نے نوادر الاصول اور الضیاء نے سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔

اور کہا

عمر رضی اللہ عنہ کو سلام دے دیجئے کہ اس کی ناراضگی عزت اور رضا حکم ہے۔

(الصواعق المحرقہ عربی: ص: 97' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

اور ایک روایت میں ہے کہ

میرے پاس سیّدنا جبرائیل علیہ السلام نے آکر کہا عمر رضی اللہ عنہ کو سلام دے دیجئے اور بتایئے کہ اس کی رضا حکم اور اس کی ناراضگی عزت ہے۔

ترپنویں حدیث مبارکہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ابن عساکر نے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

شیطان عمر (رضی اللہ عنہ) سے ڈرتا ہے۔

(شرح مذاہب اہل السنۃ، فضیلۃ لعمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ج: 1، ص: 158)

احمد، ترمذی اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں بریدہ کے طریقے سے روایت کیا ہے کہ

اے عمر (رضی اللہ عنہ) شیطان تم سے ڈرتا ہے۔

(مسند احمد حدیث بریدہ الاسلمی رضی اللہ عنہ ج: 41، ص: 463)

چونویں حدیث مبارکہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ابن عساکر اور ابن عدی نے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

آسمان کے سب فرشتے عمر (رضی اللہ عنہ) کی عزت کرتے ہیں اور زمین کے تمام شیطان عمر (رضی اللہ عنہ) سے خوف کھاتے ہیں۔ (الصواعق المحرقہ عربی: 97' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

پچپنویں حدیث مبارکہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے طبرانی نے الاوسط میں روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے عرفہ والوں پر عام طور پر اور عمر (رضی اللہ عنہ) پر خاص طور پر فخر فرمایا ہے۔
(المعجم الکبیر......سدیسۃ مولاۃ حفصۃ بنت عمر جز:24 ص:305)
اور طبرانی نے الکبیر میں بھی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس طرح کی حدیث بیان کی ہے۔

چھپنویں حدیث مبارکہ

حضرت فضیل بن عباس رضی اللہ عنہما سے طبرانی اور دیلمی نے روایت کیا ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:
میرے بعد عمر رضی اللہ عنہ جہاں بھی ہوں گے حق ان کے ساتھ ہوگا۔
(مجموع مؤلفات عقائد الرافضۃ والرد علیہا مختصر التحفۃ الاثنی عشریۃ جز:166، ص:227)

ستاونویں حدیث مبارکہ

حضرت سدیسہ سے طبرانی نے روایت کیا ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
عمر (رضی اللہ عنہ) کے اسلام لانے کے بعد شیطان اس کو جہاں بھی ملا ہے منہ کے بل اوندھا گرا ہے۔
(المعجم الکبیر سدیسۃ مولاۃ حفصۃ بنت عمر جز:24)
اور دارقطنی نے الافراد میں اس حدیث کو سدیسہ سے اس نے حفصہ کے طریق سے روایت کیا ہے کہ

اٹھاونویں حدیث مبارکہ

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے طبرانی نے روایت کیا ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے
جبرائیل علیہ السلام نے مجھ سے کہا کہ اسلام کو عمر رضی اللہ عنہ کی موت پر رونا چاہئے۔
(المعجم الکبیر نسبۃ (عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ) جز:1، ص:67)

انسٹھویں حدیث مبارکہ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے طبرانی نے الاوسط میں روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو عمر رضی اللہ عنہ سے بغض رکھے وہ مجھ سے بغض رکھتا ہے اور جو عمر رضی اللہ عنہ سے محبت رکھے وہ مجھ سے محبت رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے عرفہ کی شام لوگوں پر عام طور پر اور عمر رضی اللہ عنہ پر خاص طور پر فخر فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے کوئی اس طرح کا نبی نہیں بھیجا جس کی امت میں محدث نہ ہوا گر میری امت میں کوئی محدث ہے تو عمر (رضی اللہ عنہ) ہے۔
صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا:

یارسول اللہ ﷺ! محدث کیسا ہوتا ہے؟

ارشاد فرمایا:

اس کی زبان سے فرشتے بات کرتے ہیں۔

اس حدیث کی اسناد حسن ہے۔(المعجم الاوسط باب:ج:7،ص:18)

ساٹھویں حدیث مبارکہ

احمد، ترمذی اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور حاکم نے بریدہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اے بلال (رضی اللہ عنہ) تم مجھ سے پہلے جنت میں کس طرح چلے گئے جب بھی میں جنت میں داخل ہوا میں نے تیری حرکت کی آواز سماعت فرمائی۔ میں نے سونے کے ایک چوکور اور بلند محل کے پاس آ کر پوچھا یہ محل کس کے لئے ہے۔

لوگوں نے کہا

ایک عربی شخص کے لئے ہے۔

میں نے کہا

میں عربی ہوں۔

انہوں نے کہا

قریش کے ایک شخص کے لئے ہے۔

میں نے کہا

میں قریش سے ہوں۔

انہوں نے کہا

محمد مصطفیٰ (ﷺ) کی امت میں سے ایک شخص کے لئے ہے۔

میں نے کہا

میں محمد مصطفیٰ (ﷺ) ہوں یہ محل کس کے لئے ہے۔

انہوں نے کہا

عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) کے لئے ہے۔(الصواعق المحرقۃ عربی، ص:98، کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

اکسٹھویں حدیث مبارکہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ابوداؤد نے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ان کو فرمایا

اے میرے بھائی! ہمیں اپنی دعا میں نہ بھول جانا۔

(سنن ابی داود: (الدعاء......) ج:4، ص:294)

باسٹھویں حدیث مبارکہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے احمد اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا

اے میرے بھائی! ہمیں اپنی نیک دعاؤں میں شریک رکھنا اور ہمیں بھول نہ جانا۔

(مسند احمد: مسند عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ج:11، ص:14)

تریسٹھویں حدیث مبارکہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ابن النجار نے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میرے بعد سچ عمر (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ ہوگا۔ (الصواعق المحرقۃ عربی ص:98، کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

چونسٹھویں حدیث مبارکہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے طبرانی اور ابن عدی نے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میں عمر (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ ہوں اور عمر (رضی اللہ عنہ) میرے ساتھ ہے۔ اور میرے بعد حق وہیں ہوگا جہاں پر عمر (رضی اللہ عنہ) ہوگا۔

(المعجم الاوسط: باب من اسمہ ابراہیم، ج:3، ص:104)

پینسٹھویں حدیث مبارکہ

احمد، ترمذی اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اور احمد اور شیخین نے سیّدنا جابر رضی اللہ عنہ اور احمد نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا

میں جنت میں داخل ہوا کیا دیکھتا ہوں کہ میں ایک سونے کے محل میں ہوں۔

میں نے پوچھا

یہ محل کس کے لئے ہے۔

لوگوں نے کہا

قریش کے ایک نوجوان کے لئے ہے۔
میں نے خیال کیا کہ وہ قریش کا نوجوان میں ہی ہوں گا۔
میں نے پوچھا
وہ کون ہے۔
انہوں نے کہا
عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ! اگر مجھے تیری غیرت کا پتہ نہ ہوتا تو میں اس میں داخل ہو جاتا۔
(سنن الترمذی: فی مناقب عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ج:12، ص:148)

چھیاسٹھویں حدیث مبارکہ

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے ترمذی اور حاکم نے روایت کیا ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
عمر سے بہتر شخص پر سورج طلوع نہیں ہوا۔
(سنن الترمذی، فی مناقب عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ج:12، ص:144)

سڑسٹھویں حدیث مبارکہ

ابن سعد نے ایوب بن موسیٰ سے مرسل روایت کیا ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا
اللہ تعالیٰ نے عمر رضی اللہ عنہ کے دل وزبان پر حق کو جاری فرمادیا ہے اور وہ فاروق ہے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے حق اور باطل کے مابین فرق فرمادیا ہے۔
(الصواعق المحرقہ عربی ص:98، کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

اڑسٹھویں حدیث مبارکہ

طبرانی نے عصمت بن مالک سے روایت کیا ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا
تمہارا برا ہو جب عمر رضی اللہ عنہ فوت ہو جائے تو تم اگر مرنے کی استطاعت رکھتے ہو تو مر جانا۔
(المعجم الکبیر: عصمۃ بن مالک الخطمی: ج:17، ص:180)

پانچویں فصل

آپ رضی اللہ عنہ کی صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) وسلف سے ثناء

سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ابن عساکر نے روایت کیا ہے کہ

مجھے زمین پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے زیادہ کوئی شخص پسندیدہ نہیں۔

(الصواعق المحرقہ عربی ص:98' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

اور ابن سعد نے آپ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ سے مرض الموت کے وقت پوچھا گیا۔

آپ رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنانے کے متعلق اپنے رب عزوجل کو کیا جواب دیں گے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا

میں عرض کروں گا کہ میں نے ان کے لئے بہترین شخص کو قائم کیا ہے۔

(الصواعق المحرقہ عربی:98' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے طبرانی نے روایت کیا ہے کہ

جب صلحاء کا ذکر ہو تو عمر رضی اللہ عنہ کا ذکر جلدی کیا کرو اور ہم اس بات میں شک نہ کرتے تھے کہ نفس کی طمانیت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبان پر بولتی ہے یعنی ان کے کلام سے اطمینان اور سکون حاصل ہوتا ہے۔ (الصواعق المحرقہ عربی ص:98' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ابن سعد نے روایت کیا ہے کہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے زیادہ غمگین اور سخی کوئی شخص نہیں دیکھا۔

(الصواعق المحرقہ عربی ص:99' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے طبرانی اور حاکم نے روایت کیا ہے کہ

اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے علم کو ترازو کے ایک پلڑے میں رکھا جائے اور روئے زمین کے لوگوں کا علم، دوسرے پلڑے میں رکھا جائے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا علم ان سے بڑھ جائے گا۔ لوگوں کی رائے ہے کہ علم کے نو حصے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ہیں۔

(المعجم الکبیر: عبداللہ بن مسعود ھذلی ابا عبد ج:9' ص:163)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے زبیر بن بکار نے روایت کیا ہے کہ

نہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دنیا کو پسند فرمایا اور نہ دنیا نے سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو پسند کیا مگر سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو دنیا نے پسند کیا مگر

آپ رضی اللہ عنہ نے دنیا کو نہ ناپسند فرمایا۔ باقی رہے ہم تو ہم پیٹ کی وجہ سے اس پر پشت کے بل لیٹتے رہے۔

(الصواعق المحرقہ عربی ص:99' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حاکم نے روایت کیا ہے کہ

وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور وہ کپڑے میں لپٹے ہوئے تھے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے کہا

آپ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحیفہ کے بعد اس کپڑے میں لپٹے ہوئے آدمی کے صحیفے میں جو نازل کیا ہے وہ مجھے سب سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ یہ فرمان حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کئی طرق سے بیان کیا ہے۔

(الصواعق المحرقہ عربی ص:99' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے طبرانی اور حاکم نے روایت کیا ہے کہ

جب صلحاء کا تذکرہ ہو تو عمر رضی اللہ عنہ کا تذکرہ جلدی کیا کرو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہم میں کتاب اللہ کے زیادہ عالم اور اللہ تعالیٰ کے دین کو ہم سے زیادہ سمجھتے ہیں۔

(الصواعق المحرقہ عربی ص:99' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

حضرت عمر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے طبرانی نے روایت کیا ہے کہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کعب الاحبار رضی اللہ عنہ سے فرمایا

آپ رضی اللہ عنہ میری مدح کس طرح پاتے ہیں۔

انہوں نے جواب دیا کہ

میں آپ رضی اللہ عنہ کی مدح لوہے کے سینگ کی طرح پاتا ہوں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا

لوہے کے سینگ کا مطلب؟

انہوں نے فرمایا

اس طرح کا سخت امیر جس پر اللہ تعالیٰ کے دین کے متعلق کوئی ملامت اثر نہیں کرتی۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا

پھر کیا ہوگا

انہوں نے جواب دیا کہ

آپ رضی اللہ عنہ کے بعد ہونے والے خلیفہ کو ظالم گروہ قتل کر دے گا۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا

پھر کیا ہوگا۔

انہوں نے کہا

پھر مصیبت کا نزول ہوگا۔

(المعجم الکبیر: نسبہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ جز: 1، ص: 84)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے طبرانی، احمد اور بزار نے روایت کیا ہے کہ

لوگوں پر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی فضیلت چار باتوں کی بنا پر ہے۔

بدر کے دن قیدیوں کے تذکرہ کی بناء پر آپ رضی اللہ عنہ نے ان کے قتل کا حکم دیا جس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

لو لا کتاب من اللہ سبق (الانفال: ۶۸)

حجاب کے ذکر کی وجہ سے' آپ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کو پردے کا حکم فرمایا

تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے آپ رضی اللہ عنہ سے کہا

اے ابن خطاب (رضی اللہ عنہ)! آپ ہم پر غیرت کرتے ہیں حالانکہ وحی کا ہمارے گھر میں نزول ہوتا ہے' تو اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

و اذا سألتموھن متاعا (الاحزاب: ۵۳)

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعا کی بناء پر جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے اللہ عزوجل! اسلام کی عمر (رضی اللہ عنہ) کے ذریعے سے مدد فرما اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے متعلق رائے دینے کی وجہ سے' آپ نے سب سے پہلے ان کی بیعت فرمائی۔

(المعجم الکبیر: عبد اللہ بن مسعود ہذلی یکنی ابا عبد جز: 9، ص: 167)

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے ابن عساکر نے روایت کیا ہے کہ

ہم کہتے رہتے تھے کہ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کی امارت میں شیطان قیدی ہیں اور آپ رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد ان کو آزاد کر دیا گیا۔

(الصواعق المحرقہ عربی ص: 199' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

چھٹی فصل

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی موافقات قرآن وسنت وتورات کی رو سے

حضرت مجاہد سے ابن مردویہ نے روایت کیا ہے کہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق قرآن مجید کا نزول ہوتا تھا۔

(الصواعق المحرقہ عربی ص:99' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ابن عساکر نے روایت کیا ہے کہ

قرآن میں اس طرح کی باتیں بھی ہیں جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کے موافق ہیں۔

(الصواعق المحرقہ عربی:99' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

اور اس نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ

جب کسی چیز کے متعلق کلام کریں اور عمر رضی اللہ عنہ بھی اپنی رائے پیش کریں تو قرآن مجید حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق ہوتا تھا۔(الصواعق المحرقہ عربی:99' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

جب یہ ثابت ہوا تو پھر آپ رضی اللہ عنہ کی موافقات بھی کثیر ہیں۔

پہلی، دوسری، تیسری (احادیث مبارکہ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے شیخین نے روایت کیا ہے کہ

میرے رب عزوجل نے تین باتوں میں میری موافقت کی ہے۔

میں نے کہا

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر ہم مقام ابراہیم کو مصلّٰی بنالیں تو اس آیت کا نزول ہوا۔

واتخذوا من مقام ابراھیم مصلّٰی ۔(البقرہ:۱۲۵)

میں نے کہا

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات (رضی اللہ عنہن) کے پاس اچھے اور برے انسان آتے ہیں۔ اگر ان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم حکم دیں تو وہ پردہ کرلیا کریں گی تو آیت حجاب کا نزول ہوا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات (رضی اللہ عنہن) غیرت کی وجہ سے جمع ہوئیں

تو میں نے کہا

ہوسکتا ہے اگر نبی کریم ﷺ آپ کو طلاق دے دیں تو ان کا رب عزوجل ان کو آپ سے بہتر ازواج مطہرات (رضی اللہ عنہن) عطا فرما دے گا تو اس کے مطابق آیت کا نزول ہوا۔

چوتھی (حدیث مبارکہ)

بدر کے قیدیوں نے سالم سے انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تین باتوں میں میری موافقت کی ہے یعنی بدر کے قیدیوں، حجاب اور مقام ابراہیم کے متعلق ان میں میری موافقت ہوئی۔

(الصواعق المحرقہ عربی: 99' کتب خانہ مجیدیہ' ملتان)

پانچویں (حدیث مبارکہ)

شراب کو حرام ٹھہرانے کے متعلق اصحاب سنن اور حاکم نے روایت کیا ہے کہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا

اے اللہ عزوجل! شراب کے متعلق ہم کو شافی بیان عطا فرما دے تو اللہ تعالیٰ نے اس کی حرمت کا حکم نازل فرمایا۔

(الصواعق المحرقہ عربی ص: 99' کتب خانہ مجیدیہ' ملتان)

چھٹی (حدیث مبارکہ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا

میرے رب عزوجل نے چار باتوں میں میری موافقت فرمائی' جب آیت کریمہ **لقد خلقنا الانسان من سلالة من طين** کا نزول ہوا۔

تو میں نے کہا

فتبارك الله احسن الخالقين (۱۴:۲۳) تو یہی آیت کریمہ اسی الفاظ کے ساتھ اتاری گئی۔

ساتویں (حدیث مبارکہ)

عبداللہ بن ابی کے قصہ میں صحیح بخاری میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب عبداللہ بن ابی فوت ہوا تو رسول اللہ ﷺ کو اس کے نماز جنازہ کے لئے کہا گیا تو آپ اس کے لئے قیام فرمایا' تو میں بھی اٹھ کر آپ ﷺ کے سینہ کے پاس کھڑا ہو گیا۔

میں نے کہا

یارسول اللہ ﷺ! کیا اللہ تعالیٰ کے دشمن ابن ابی پر آپ ﷺ جنازہ ادا فرمائیں گے' حالانکہ اس نے فلاں روز اس طرح

کہا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی قسم ابھی تھوڑا ہی وقت گزرا تھا کہ اس آیت کریمہ کا نزول ہوا۔

ولا تصل علی احد منهم مات ابداً (التوبہ:۸۴)(الصواعق المحرقہ عربی:100 'کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

آٹھویں (حدیث مبارکہ)

استغفار کے قصہ میں طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم منافقین کے لئے کثرت سے استغفار فرمانے لگے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ان کے لئے استغفار کرنا یا نہ کرنا مساوی ہے۔

تو اس آیت کریمہ کا نزول ہوا:

سواء علیهم استغفرت لهم ام لم تستغفر لهم (المنافقون:۶)

نویں (حدیث مبارکہ)

بدر کی طرف نکلنے کے لئے مشورہ کے متعلق یہ واقعہ یوں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام علیہم الرضوان سے بدر کی طرف نکلنے کے متعلق مشورہ لیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خروج کا مشورہ دیا تو یہ آیت کریمہ اتری۔

کما اخرجك ربك من بیتك بالحق و ان فریقاً من المومنین لکارهون (الانفال:۵)

دسویں (حدیث مبارکہ)

قصہ افک کے بارے میں مشورہ کرنے کے سلسلے میں یہ واقعہ اس طرح ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام علیہم الرضوان سے افک کے متعلق مشورہ لیا

تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو کس نے نکاح میں دیا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اللہ تعالیٰ نے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا

کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم خیال فرماتے ہیں کہ آپ کے رب عزوجل نے اس معاملہ کے اندر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حالت اشتباہ میں رکھا ہوا ہے وہ اس سے منزہ ہیں یہ تو ایک عظیم بہتان ہے تو یہ آیت بھی اسی کے مطابق نازل ہوئی۔

گیارہویں

احمد نے اپنی مسند میں روزوں میں اپنی بیوی سے جماع کے قصہ میں روایت کیا ہے کہ جب حالت اشتباہ کے بعد آپ نے

اپنی بیوی سے جماع کیا آغاز میں اس طرح کرنا حرام تھا تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

احل لکم لیلة الصیام الرفث الی نساء کم (البقرہ:۱۸۷)

بارہویں (حدیث مبارکہ)

اللہ تعالیٰ کا فرمان من کان عدواً (البقرہ:۹۷) کے متعلق ابن جریر وغیرہ نے کئی طرق سے روایت کیا ہے کہ

ان میں سب سے زیادہ موافقت کے قریب وہ طریق ہے جس کو ابن ابی حاتم نے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے روایت کیا ہے

ایک یہودی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملا اور کہا

وہ جبرائیل علیہ السلام جو آپ کے ساتھی کو یاد کرتا ہے ہمارا دشمن ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا

من کان عدواً للہ وملائکتہ و رسلہ وجبریل ومیکال فان اللہ عدوٌ للکافرین ۔(البقرہ:۹۸)

تو یہ آیت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبان سے اتری۔

تیرہویں (حدیث مبارکہ)

آیت فلا وربك لا یؤمنون کے متعلق ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے ابی الاسود سے روایت کیا ہے کہ

دو اشخاص تنازعہ کرتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کے مابین فیصلہ فرما دیا جس کے خلاف آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ فرمادیا

اس نے کہا

ہم عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) کے پاس جاتے ہیں۔ جب دونوں آپ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔

تو ایک شخص نے کہا کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے خلاف میرے حق میں فیصلہ فرمادیا ہے۔

اس نے کہا

ہم عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جاتے ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا

کیا یہ بات اسی طرح ہے۔

اس نے کہا

ہاں

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دونوں سے فرمایا

میرے آنے تک دونوں اسی مقام پر کھڑے رہنا تو آپ رضی اللہ عنہ تلوار لے کر باہر تشریف لائے اور اس آدمی کا سر قلم کر دیا۔ جس نے کہا تھا کہ عمر رضی اللہ عنہ کے پاس چلتے ہیں اور دوسرا بھاگ نکلا اور جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: عمر رضی اللہ عنہ نے میرے رفیق کو قتل کر دیا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

میں اس طرح سوچتا ہی نہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ ایک مومن کے قتل کی جرأت کر سکے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔

فلا وربك لا يؤمنون حتى يحكموك فيما شجر بينهم ثم لا يجدوا في انفسهم حرجا مما قضيت ويسلموا تسليما .

(النساء:٦٥)

تو اس شخص کا خون ضائع ہو گیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس شخص کے قتل سے بری الذمہ ہو گئے۔

چودھویں (حدیث مبارکہ)

داخل ہونے کے لئے اجازت مانگنے کے متعلق یہ واقعہ اس طرح ہے کہ آپ آرام فرما تھے کہ آپ کا غلام آپ کے پاس آیا۔

آپ نے کہا

اے اللہ اس طرح ہونے کو حرام فرما۔ تو آیت استیذان نازل ہوئی۔

پندرھویں (حدیث مبارکہ)

ثلة من الاولين ○ و ثلة من الاخرين (الواقعہ:٣٩،٤٠) کے فرمان میں موافقت ہوئی۔

ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں سیّدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اور اس کا قصہ اسباب نزول میں بیان ہو گیا ہے۔

سولھویں (حدیث مبارکہ)

اذان کے بعض حصوں میں آپ رضی اللہ عنہ کی موافقت ہوئی۔

ابن عدی نے الکامل میں عبداللہ بن نافع کے طریق سے روایت کیا ہے۔ جو ان کے باپ سے انہوں نے ابن عمر سے ضعیف ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان میں فرمایا کرتے تھے۔

اشهد ان لا اله الا الله حي على الصلوٰة

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو کہا اس کے بعد کہا کرو

اشهد ان محمداً رسول الله

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

بلال (رضی اللہ عنہ) اس طرح ہی کہا کرو جس طرح عمر (رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں۔ جس حدیث صحیح سے پہلے اذان کی مشروعیت ثابت ہوتی ہے وہ اس کو رد کر دیتی ہے۔

سترہویں (حدیث مبارکہ)

عثمان بن سعید الدارمی نے ابن شہاب' سالم بن عبداللہ کے طریق سے روایت کیا ہے کہ

کعب الاحبار رضی اللہ عنہ نے کہا کہ

آسمان کے بادشاہ کے مدمقابل زمین کے بادشاہ کے لئے ہلاکت ہو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا

علاوہ اس کے جو خود کا محاسبہ کرے تو کعب الاحبار نے کہا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے یہ بات تورات میں ہے تو آپ سجدہ میں تشریف لے گئے۔

ساتویں فصل

آپ رضی اللہ عنہ کی کرامات میں

پہلی (حدیث مبارکہ)

بیہقی، ابونعیم، لالکائی، ابن العربی اور خطیب نے نافع سے انہوں نے سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے حسن سند سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک لشکر حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ کی رہنمائی میں بھیجا۔ ایک روز حضرت عمر رضی اللہ عنہ خطبہ دے رہے تھے کہ خطبہ کے دوران میں آپ رضی اللہ عنہ نے تین بار فرمایا: اے ساریہ! پہاڑ پر چڑھو اس کے بعد لشکر کا پیغام دینے والا آیا

تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا۔

اس نے کہا

اے امیر المومنین! ہم شکست کی حالت میں تھے کہ ہم نے ایک پکارنے والے کی آواز کو سنا کہ اے ساریہ! پہاڑ کی جانب جاؤ۔ یہ بات تین بار کہی۔ ہم نے اپنی پشتوں کو پہاڑ کی طرف کرلیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو شکست دے دی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ

آپ رضی اللہ عنہ یہ آواز دے رہے تھے اور ساریہ جس پہاڑ کے قریب تھے وہ ارض عجم میں نہاوند میں ہے۔

(الصواعق المحرقہ عربی ص: 101 'کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

اور ابن مردویہ نے میمون بن مہران کے طریق سے سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ جمعہ کے دن خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ خطبہ کے دوران آپ کے سامنے کوئی کیفیت ظاہر ہوئی کہ

آپ نے فرمایا

اے ساریہ (رضی اللہ عنہ)! پہاڑ کی جانب جاؤ اور جس نے بھیڑیئے کو چرواہا بنایا اس نے ظلم کیا تو لوگ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہونے لگ گئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو کہا

انہوں نے جو کچھ فرمایا ہے وہ اس کا مطلب پتہ کریں گے۔ جب آپ خطبہ سے فارغ ہوئے

تو لوگوں نے آپ رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔

آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

میرے قلب پر یہ بات آئی ہے کہ مشرکین نے ہمارے بھائیوں کو شکست دی ہے اور وہ ایک پہاڑ کے پاس سے گزر رہے

ہیں اگر وہ اس کی طرف پلٹ جائیں تو ان کو ایک ہی جانب سے مقابلہ کرنا پڑے گا اور اگر وہاں سے گزر گئے تو ہلاک ہو جائیں گے تو میرے منہ سے یہ بات نکل گئی جو تم نے سماعت کی ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا:

ایک ماہ کے بعد فتح کی خوشخبری لے کر ایک شخص آیا تو اس نے بتایا کہ ہم نے اس دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آواز سماعت فرمائی اور ہم پہاڑ کی طرف پلٹ گئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں فتح عطا فرمائی۔ (الصواعق المحرقہ عربی ص: 101 کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

ابو نعیم نے عمرو بن حارث سے روایت کیا ہے کہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جمعہ کے دن خطبہ دیتے ہوئے خطبہ کو ترک کیا اور دو یا تین بار یہ الفاظ فرمائے۔

ساریہ پہاڑ کی جانب بڑھو! پھر آپ رضی اللہ عنہ نے خطبہ دینا شروع فرمادیا۔

تو حاضرین میں سے ایک شخص نے کہا:

اس کو جنون ہو گیا ہے۔

اس کے بعد عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے آکر کہا۔

آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے خلاف لوگوں کو باتیں کرنے کا موقع عطا فرمایا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ خطبہ کے دوران پکار رہے تھے۔ اے ساریہ پہاڑ کی طرف جاؤ۔ یہ کیا ماجرا ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔

اللہ تعالیٰ کی قسم! میں اس پر قابو نہیں پا سکا۔ میں نے ان کو پہاڑ کے پاس جنگ کرتے ہوئے ملاحظہ کیا کہ وہ آگے اور پیچھے سے گھیرے میں آرہے ہیں تو میں نے فوراً کہا۔ ساریہ پہاڑ کی طرف جاؤ تا کہ پہاڑ کے پاس چلے جائیں حتیٰ کہ ساریہ کا پیغام دینے والا خط لے کر آیا کہ جمعہ کا دن ہمارا دشمن سے مقابلہ ہو گیا تو ہم نے ان سے جنگ کی حتیٰ کہ جمعہ کا وقت آگیا تو ہم نے ایک پکارنے والے کی آواز کو سنا جس نے پھر کہا کہ اے ساریہ پہاڑ کی طرف جاؤ تو ہم پہاڑ کے پاس چلے گئے۔ اور ہم ہمیشہ ان پر غلبہ کی صورت میں رہے، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو شکست دی اور ان کو قتل کر دیا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے کہا کہ

جن لوگوں نے آپ رضی اللہ عنہ پر اعتراض کیا انہوں نے کہا تھا کہ اس شخص کو ترک کر دو، اس کو کوئی عارضہ لاحق ہوا ہے۔

(الصواعق المحرقہ عربی: 101، کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

دوسری (حدیث مبارکہ)

ابو القاسم بن بشران نے موسیٰ بن عقبہ کے طریق سے نافع اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص سے فرمایا:

تمہارا کیا نام ہے؟

اس نے کہا

انگارا

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا

تم کس کے بیٹے ہو۔

اس نے کہا

روشن شعلے کا بیٹا ہوں۔

پوچھا

تم کس خاندان سے ہے؟

اس نے کہا

جلن کے خاندان سے ہوں۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا

تمہارا گھر کہاں ہے؟

اس نے کہا:

تپش میں ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا

کس طرح کی؟

اس نے جواب دیا

شعلوں والی ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا

اپنے گھر جاؤ وہ جل چکے ہیں۔ وہ شخص گھر گیا تو دیکھا کہ اس کے گھر والے جل گئے ہیں۔ امام مالک نے مؤطا میں اور دوسروں نے بھی اس قسم کی روایت کی ہے۔

(الصواعق المحرقہ عربی:102' کتب خانہ مجیدیہ'ملتان)

ابوالشیخ نے العظمۃ میں قیس بن حجاج کی سند اس شخص سے روایت کی ہے جس نے اس سے بیان کیا کہ جب مصر فتح ہوا تو شہر والے حضرت عمرو ابن العاص کے پاس اس وقت آئے جب آپ عجم کے مہینوں میں کسی روز دخول فرمایا۔

انہوں نے کہا

اے امیر! ہمارے ہاں دریائے نیل کی ایک رسم ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا

وہ کیا ہے؟

انہوں نے کہا

جب اس ماہ کی گیارہ راتیں گزر جاتی ہیں تو ہم ایک نوجوان لڑکی کا اس کے والدین کے ہوتے ہوئے ارادہ کرتے ہیں اور اس کے والدین کو رضامند کرتے ہیں اور اس کو بہترین قسم کا لباس اور زیورات زیب تن کرواتے ہیں۔ پھر اس کو دریائے نیل میں ڈال دیتے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا

اسلام میں کبھی اس طرح نہیں ہوگا۔ اسلام پہلے کی رسوم ختم کرتا ہے۔ لہٰذا وہ اس قسم کی رسم کے لئے تیار ہوئے اور دریائے نیل نہ زیادہ بہتا تھا نہ تھوڑا حتیٰ کہ انہوں نے اس کو جلاوطن کرنے کا قصد کیا۔ جب حضرت عمرو ابن العاص نے اس بات کو ملاحظہ کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف یہ بات تحریر فرمائی۔

آپ رضی اللہ عنہ نے جواب میں لکھا کہ

آپ نے جو کیا ہے ٹھیک ہے اور اسلام پہلی رسموں کو ختم کرتا ہے اور اپنے خط میں ایک رقعہ روانہ فرمایا۔

اور حضرت عمرو ابن العاص کو تحریر فرمایا کہ

میں نے خط میں ایک رقعہ تمہاری طرف روانہ کیا ہے اس کو نیل میں ڈال دینا۔ جب عمرو ابن العاص کے پاس خط پہنچا تو آپ رضی اللہ عنہ نے کھول کر پڑھا۔

اس میں لکھا تھا کہ

یہ اللہ تعالیٰ کے بندے امیر المومنین کی طرف سے نیل مصر کے نام خط ہے اگر تو پہلے خود ہی بہتا تھا تو آئندہ نہ بہنا اور اگر اللہ تعالیٰ تمہیں چلاتا تھا تو میں اللہ تعالیٰ واحد قہار سے دعا کرتا ہوں کہ وہ تمہیں چلاتا رہے۔ حضرت عمرو بن العاص نے یہ رقعہ روز صلیب سے ایک دن قبل نیل میں ڈال دیا تو صبح لوگوں نے ملاحظہ کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو ایک رات میں سولہ ہاتھ تک چلا دیا ہے۔ انہی ایام سے اللہ تعالیٰ نے مصر والوں سے یہ رسم ختم فرما دی ہے۔

چوتھی (حدیث مبارکہ)

ابن عساکر نے طارق بن شہاب سے روایت کیا ہے کہ

اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس کوئی شخص حدیث بیان کرتا اور کذاب لوگ اس کی تکذیب کرتے تو آپ فرماتے اس کو ہرگز

نہ بیان کرو پھر اس کو حدیث مبارکہ سنا کر فرماتے اس کو نہ بیان کرنا تو وہ شخص آپ سے کہتا میں نے جو کچھ آپ کے پاس بیان کیا ہے وہ حق ہی ہے مگر آپ رضی اللہ عنہ نے جو حکم مجھے دیا ہے کہ اس کو نہ بیان کرو یہ غلط ہے۔

ابن عساکر نے حسین سے روایت کیا ہے کہ

سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بات کرتے وقت ہی سمجھ جاتے تھے کہ یہ جھوٹی بات ہے۔

(الصواعق المحرقہ عربی: 102، کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

پانچویں (حدیث مبارکہ)

بیہقی نے الدلائل ہدیۃ الحمصی سے روایت کیا ہے کہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بتایا گیا کہ

اہل عراق نے اپنے امیر کو کنکر مارے ہیں۔ آپ غصے کی حالت میں باہر نکلے نماز پڑھائی تو اس میں بھول گئے۔

جب آپ نے سلام پھیرا تو ارشاد فرمایا:

اے اللہ عزوجل! ان لوگوں نے مجھ پر معاملہ مشتبہ کر دیا ہے تو ان پر معاملہ کو مشتبہ کر دے اور جلد ہی ان پر ثقفی نوجوان کو جاہلیت کا حکم چلانے کے لئے مقرر فرما جو نہ ان کے اچھے شخص کی بات کو مانے اور نہ خطا کار کو معاف کرے۔

ابن الہیعۃ نے کہا

اس وقت تک حجاج کی پیدائش نہیں ہوئی تھی۔ (الصواعق المحرقہ عربی: 102، کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

آپ رضی اللہ عنہ کی سیرت کے بارے میں چند باتوں پر خاتمہ

آصف بن قیس سے ابن سعد نے روایت کیا ہے کہ

ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دروازے پر بیٹھے ہوئے تھے تو ایک لڑکی کا گزر ہوا۔

لوگوں نے کہا

یہ امیر المومنین رضی اللہ عنہ کی لونڈی ہے۔

آپ نے فرمایا

یہ نہ امیر المومنین کی لونڈی ہے اور نہ یہ اس کے لئے جائز ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا مال ہے۔

ہم نے کہا

اللہ تعالیٰ کے مال میں سے آپ کے لئے کیا کچھ جائز ہے۔

آپ نے فرمایا

اللہ تعالیٰ کے مال میں سے عمر (رضی اللہ عنہ) کے لئے گرمیوں اور سردیوں میں ایک ایک قمیض حج اور عمرہ کا خرچ، میرے اور میرے اہل وعیال کے لئے قریش کے مساوی طبقہ کے لوگوں کی خوراک حاصل کرنا جائز ہے اور مسلمانوں میں سے ایک عام شخص ہوں۔

(الصواعق المحرقۃ عربی ص:102، کتب خانہ مجیدیہ، ملتان)

ابن سعد اور سعید بن منصورہ وغیرہ نے کئی طرق سے سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے مال میں اتنا مستحق سمجھا ہے جس قدر یتیم کا ولی اس کے مال میں استحقاق رکھتا ہے۔ اگر میں سکون میں ہوں تو مال لینے سے بچتا ہوں اور اگر نادار ہوں تو عرف کے مطابق کھاتا ہوں اور اگر سکون میں ہوں تو ادائیگی بھی کرتا ہوں۔ دوا کے لئے مجھے شہد کی حاجت ہوتی ہے۔ بیت المال میں شہد کا ایک مرتبان ہے اگر تم مجھے اجازت دو تو میں لے لیا کروں گا۔ ورنہ وہ مجھ پر حرام ہوگی تو مسلمانوں نے آپ کو اجازت مرحمت فرمادی۔ کچھ عرصہ تک آپ نے بیت المال سے کھانے کے لئے کچھ بھی نہ لیا تو آپ کو تنگ دستی نے پکڑلیا۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان نے آپ رضی اللہ عنہ سے پوچھا تو ارشاد فرمایا:

میں نے خود کو اس مال میں معروف کردیا ہے۔ میرے لئے اب اس مال سے لینا اچھا نہیں۔

تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا

صبح وشام کا کھانا لے لیا کریں تو آپ رضی اللہ عنہ نے لینا شروع فرما دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کا تمام خرچ سولہ دینار تھے اور اس کے باوجود آپ یہ فرماتے تھے کہ ہم نے مال میں اسراف سے کہا ہے۔ جب آپ رضی اللہ عنہ سے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عبداللہ وغیرہ رضی اللہ عنہ نے کلام کیا کہ اگر آپ پاک کھانا کھاتے تو وہ آپ کو حق پر زیادہ طاقت ور کرتا۔

ارشاد فرمایا

آپ تمام کی یہی رائے ہے۔

انہوں نے جواب دیا: ہاں

ارشاد فرمایا:

میں تمہاری خیرخواہی کو سمجھتا ہوں، مگر میں نے اپنے ساتھی کو ایک راستہ پر چھوڑا ہے اگر میں ان دونوں کے رستہ کو چھوڑ دوں تو میں ان کے مقام کو حاصل نہ کرسکوں گا۔

ارشاد فرمایا:

لوگوں کو قحط نے پکڑ لیا۔ اس سال آپ نے گھی اور گوشت نہ کھایا، دوسری بار جب کسی آدمی نے آپ سے کھانے کے بارے میں بات کی

تو فرمایا:

تمہارا برا ہو میں اپنی پاک چیزیں دنیا ہی میں کھالوں اور ان سے فائدہ لوں۔ آپ کا بیٹا عاصم گوشت کھا رہا تھا اس کو ارشاد فرمایا: انسان کے لئے یہی اسراف کافی ہے کہ وہ جو چاہے اس کو کھالے۔ آپ خلیفہ ہونے کی حالت میں صوف کا ایسا جبہ زیب تن فرماتے تھے جس کو بعض مقام پر چمڑے کے پیوند لگے ہوتے تھے اور آپ بازار میں اپنے کندھے پر درّہ رکھ کر گھومتے پھرتے تاکہ لوگوں کو ادب سکھائیں اور کھجور کی گٹھلیاں اٹھا کر لوگوں کے گھروں میں پھینکتے تھے تاکہ وہ ان سے فائدہ اٹھا سکیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا

میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قمیض میں دونوں کندھوں کے مابین چار پیوند ملاحظہ کیے۔

ابوعثمان النہری کہتے ہیں کہ

میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ازاربند کو چمڑے کے پیوند لگے ہوئے ملاحظہ کیا اور جب آپ نے حج کیا تو چادر کے نیچے سایہ لیا۔ چمڑے کو درخت پر ڈال کر سایہ بنا لیتے۔ گریہ وزاری کے باعث آپ کے چہرے پر دو خط بنے ہوئے تھے۔ جب آپ اس آیت سے گزرتے جو آپ ورد کرتے تو گر جاتے، حتیٰ کہ کئی ایام تک اس کی بناء پر آپ رضی اللہ عنہ کی تیمارداری کی جاتی۔ آپ زمین سے ایک تنکا اٹھاتے اور ارشاد فرماتے کاش میں ایک تنکا ہوتا۔ کاش میں کچھ بھی نہ ہوتا۔ کاش میری ماں مجھے نہ جنتی ہی نہ۔

آپ ہاتھ میں اونٹ کے بال پکڑے ہوئے داخل ہوتے

اور ارشاد فرماتے

میں اس بات سے خوف رکھتا ہوں کہ تمہارے متعلق میں پوچھا جاؤں اور اپنی گردن پر مشکیزہ اٹھا لیتے۔

پوچھا گیا۔

آپ اس طرح کیوں کرتے ہیں؟

ارشاد فرمایا

میرے نفس میں کچھ تکبر ظاہر ہوا تھا، میں نے پسند کیا کہ اس کو ذلیل کروں۔

(الصواعق المحرقۃ عربی ص:103 'کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا

رمادہ کے سال تیل کھانے سے آپ کے پیٹ میں درد اٹھا۔ آپ نے گھی کھانا اپنی جان پر حرام کیا ہوا تھا۔ آپ نے انگلی سے اپنے پیٹ کو ہاتھ لگا کر کہا ہمارے پاس اس کے علاوہ کچھ بھی نہیں یہاں تک کہ لوگوں کے احوال ٹھیک ہو جائیں۔ اس سال آپ کا رنگ تبدیل ہو گیا اور آپ چڑے جیسے ہو گئے۔

آپ رضی اللہ عنہ ارشاد فرمایا کرتے

جو بندہ مجھے میرے عیوب سے آگاہ کرے وہ مجھے سب سے زیادہ پیارا ہے۔

(الصواعق المحرقۃ عربی ص:103 'کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ

میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کبھی غصے کی حالت میں نہیں دیکھا جب آپ کے پاس اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا یا آپ رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ سے خوف دلایا جاتا یا کوئی شخص آپ کے پاس قرآن مجید کی آیت تلاوت کرتا تو آپ اس کی ضرورت سے روشناس ہوتے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے پاس گوشت میں گھی ڈال کر لایا گیا۔ آپ نے دونوں کے کھانے سے انکار فرما دیا۔

اور فرمایا

ان میں سے ہر ایک سالن ہے۔ آپ کی ران ننگی ہو گئی تو اہل نجران نے ایک سیاہ داغ دیکھا

اور کہا

یہ وہ آدمی ہے جس کی نشانی ہماری کتاب میں ملتی ہے۔ یہ ہمیں ہماری زمین سے خروج کرائے گا۔

کعب الاحبار نے آپ سے کہا

ہم کتاب اللہ میں آپ کو جہنم کے ایک دروازے پر ملاحظہ کرتے ہیں جو لوگوں کو اس میں گرنے سے منع کرتا ہے اور جب

آپ فوت ہو جائیں گے تو قیامت تک لوگوں کا اس میں دخول ہوتا رہے گا۔ آپ نے اپنے گورنروں کو جن میں سعد بن ابی وقاص بھی تھے۔ حکم دیا کہ وہ اپنے اموال کو آدھا آدھا کریں۔ آپ نے آدھا ان سے لیا اور باقی آدھا ان کے پاس رہنے دیا یہ تمام واقعہ ابن سعد نے لکھا ہے۔

(الصواعق المحرقہ عربی ص 103 'کتب خانہ مجیدیہ' ملتان)

اور عبدالرزاق نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس عورتوں کی بداخلاقی کا شکوہ کیا۔

تو آپ نے فرمایا

ہمیں بھی اس طرح کے احوال سے تعلق پڑتا ہے' حتیٰ کہ بعض دفعہ میں ضرورت پوری کرنے کی تمنا رکھتا ہوں۔ تو وہ مجھے کہتی ہے کہ تم تو فلاں جگہ فلاں کی نوجوان لڑکیوں کو دیکھنے کے لئے گیا تھا۔

آپ سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا

آپ کے لئے یہی بات کفایت کرتی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے پاس حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے اخلاق کا شکوہ کیا' تو آپ کو جواب عطا فرمایا گیا کہ یہ ٹیڑھی پسلی سے پیدا ہوئی ہے۔ جب تک آپ اس میں کوئی ایسی بات نہ ملاحظہ فرمائیں جو دین میں حرام ہو آپ اس کو ایسے ہی رہنے دیں۔ آپ کا بیٹا آپ کے پاس خوبصورت کپڑے پہن کر آیا تو آپ نے اس کو درے سے مارا حتیٰ کہ وہ رو دیا۔

پھر فرمایا

میں نے ملاحظہ کیا ہے کہ غرور کی وجہ سے یہ خود کو بڑا سمجھنے لگ گیا ہے' تو میں نے پسند کیا کہ اس کو چھوٹا ہی بنا دوں۔

اور الخطیب نے روایت کیا ہے کہ

حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما ایک مسئلہ میں جھگڑے حتیٰ کہ دیکھنے والے نے سمجھا کہ اب کبھی بھی یہ جمع نہیں ہوں گے مگر وہ اچھے اور خوبصورت طریق سے علیحدہ ہوئے۔

(الصواعق المحرقہ عربی: 104 'کتب خانہ مجیدیہ' ملتان)

چھٹا باب

''اس میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زمانہ اور اس کے اسباب ومقدمات کا ذکر کیا جائے گا اور آپ رضی اللہ عنہ حج سے واپسی پر شہید ہوئے''

مسیّب سے حاکم نے روایت کیا ہے کہ

جب منیٰ سے روانہ ہوئے اور ابطح میں ٹھہرے تو آپ نے کمر سیدھی کر کے اور آسمان کی طرف ہاتھ بلند کر کے فرمایا

اے اللہ عزوجل! میری عمر زیادہ ہوگئی ہے اور بہت کمزور ہوگیا ہوں اور میری رعایا بکھر گئی ہے۔ مجھے اس حال ہی میں اٹھا لے کہ میں نہ ضیاع کرنے والا بنوں اور نہ حد سے زیادہ بڑھنے والا۔

حال ہی میں ذوالحجہ کا ماہ گزر رہا تھا کہ آپ رضی اللہ عنہ شہادت پا گئے۔

(مستدرک مقتل عمر رضی اللہ عنہ ص:98)

حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ سے کہا:

مجھے تو علم ہوا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ شہادت پا کر قتل کیے جائیں گے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا

عرب کے جزیرہ میں رہ کر میں شہادت کس طرح پا سکتا ہوں۔

آپ سے امام بخاری راوی ہیں کہ

آپ رضی اللہ عنہ نے کہا

اے اللہ عزوجل! مجھے راستے ہی میں شہادت دے دے اور میری موت تیرے رسول کے شہر مقدس میں ہو۔

(صحیح البخاری: کراہیۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان: ص 450)

حاکم نے روایت کیا ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ نے خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ

میں نے رؤیا دیکھا ہے کہ ایک مرغ نے مجھے ایک یا دو چونچے مارے ہیں اور میں جانتا ہوں کہ میری موت پہنچ چکی ہے اور لوگ مجھ کو مشورہ دے رہے ہیں کہ میں کسی کو خلیفہ مقرر کر دوں۔ اللہ تعالیٰ اپنے دین اور خلیفہ کو ضائع نہ فرمائے گا۔ اگر مجھے جلدی سے موت آ گئی تو ان چھ اشخاص کے مشورہ سے خلافت کا معاملہ نپٹا لینا جن سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وصال تک راضی رہے۔

ایک شخص نے آپ رضی اللہ عنہ سے کہا

آپ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو کیوں خلیفہ قائم نہیں فرماتے۔

ارشاد فرمایا

اللہ عزوجل تمہارا برا کرے تو نے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی وجہ سے یہ بات نہیں کی میں ایسے بندے کو خلیفہ قائم کروں جو طلاق بھی اچھی طرح نہیں دے سکتا......اس نے تو نبی کریم ﷺ کے دور اقدس میں طلاق دے دی تو آقا ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا

اس کو کہو کہ وہ اس سے رجوع کرلے۔

آپ رضی اللہ عنہ نوجوان لڑکوں کو مدینہ منورہ میں دخول کی اجازت نہ دیتے تھے۔حتیٰ کہ مغیرہ بن شعبہ جو کہ کوفہ کا گورنر تھا اس نے آپ رضی اللہ عنہ کو تحریر کیا کہ ان کے پاس ایک نوجوان لڑکا ہے جو لوگوں کے فائدے کے لئے بہت سے اچھے کام جانتا ہے۔جس طرح کہ آہن گری، نقاشی، تجارت اور چکی بنانا اور اس کے علاوہ۔آپ رضی اللہ عنہ نے اس کو مدینہ منورہ میں دخول کی اجازت عطا فرما دی۔

اس کا نام ابولولؤ تھا۔

اور وہ شخص مجوسی تھا وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس شکوہ لے کر آیا کہ اس سے زیادہ ٹیکس وصول کرتے ہیں، یعنی ہر دن کے چار درہم۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا

تمہارا ٹیکس تو زیادہ ہی نہیں تو یہ سن کر وہ غصہ میں واپس چلا گیا اور لوگوں میں اس نے یہ بات عام کردی کہ وہ میرے علاوہ باقی تمام کے ساتھ انصاف کیا کرتے ہیں۔

کچھ عرصہ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو کہلا بھیجا اور فرمایا

کیا میں آپ کو نہ بتلاؤں کہ تو کہتا ہے کہ اگر میں چاہوں تو ایسی چکی بناؤں جو ہوا سے پیسے۔

تو اس نے تیور بدل کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا

میں تمہارے لئے اس طرح کی چکی بناؤں گا جس کے متعلق لوگ کلام کریں گے۔

جب وہ چلا گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے اصحاب کرام سے فرمایا:

اس غلام نے ابھی دھمکی دی ہے اور وہ واقعی دھمکی تھی اس نے اپنے دل کے اندر قتل کا منصوبہ بنالیا ایک خنجر بنایا اور اس کو تیز کیا اور اندھیرے میں مسجد کے ایک کونے میں چھپ گیا۔جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نماز کے لئے جگانے کے لئے تشریف لائے۔آپ رضی اللہ عنہ احرام سے قبل لوگوں کو صفوں کو برابر کرنے کا فرمایا کرتے تھے۔ابولولؤ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آکر اس خنجر سے

آپ رضی اللہ عنہ کے کندھے اور کولہے پر تین وار کیے جس کی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ زمین پر تشریف لے آئے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ اور تیرہ شخص بھی زخمی ہوئے جن میں چھ تو مر گئے۔ ایک عراقی شخص نے اس پر کپڑا ڈالا جب اس کا دم گھٹنے لگا تو اس نے خودکشی کر لی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اٹھا کر آپ رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچایا گیا۔ سورج اس وقت چڑھنے والا ہی تھا کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے دو چھوٹی چھوٹی سورتیں پڑھ کر لوگوں کو نماز پڑھائی۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نبیذ پلایا گیا جو زخم کے راستے سے باہر نکل گیا لیکن معلوم نہ چل سکا پھر لوگوں نے آپ رضی اللہ عنہ کو دودھ پلایا وہ بھی زخم کے راستے سے نکل گیا۔

لوگوں نے کہا

کوئی پریشانی نہیں

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

اگر قتل ہونا پریشانی کی بات ہے تو میں قتل ہو گیا ہوں۔ اس پر لوگ آپ رضی اللہ عنہ کی مدح کرنے لگے۔

اور کہنے لگے کہ

آپ رضی اللہ عنہ اپنی جگہ پر بے مثال تھے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا

اللہ کی قسم! میں پسند کرتا ہوں کہ میں اس دنیا سے اس طرح خروج کروں کہ میرے ذمہ کسی کا کچھ نہ ہو اور میں اپنے واسطے کچھ نہیں چاہتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میری سلامتی کی وجہ ہو گی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کی مدح فرمائی۔

تو ارشاد فرمایا:

اگر میرے پاس زمین کے برابر سونا ہوتا تو میں اس ڈر کی وجہ سے فدا کر دیتا جو ظاہر ہو چکا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت سعد رضی اللہ عنہم پر ایک مکمل مجلس شوریٰ بنائی اور حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کو لوگوں کو نماز پڑھانے کا حکم فرمایا اور چھ اشخاص کو تین دن کی مہلت عطا فرمائی۔ آپ رضی اللہ عنہ بدھ کے دن زخمی ہوئے اور 23ھ کے ذی الحجہ میں چار دن باقی رہتے تھے اور اتوار کے دن آپ رضی اللہ عنہ کو سپردِ خاک کیا گیا۔

اور روایت میں آیا ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ کی وفات کے دن سورج گرہن لگ گیا اور جنات نے آپ رضی اللہ عنہ پر نوحہ کیا۔

(الانتصار فی الرد علی المعتزلۃ القدریہ فصل فی خلافت امیر المومنین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ص:878)

ایک روایت میں آتا ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا فرمایا کہ میری موت کسی مسلمان کے ہاتھوں نہ ہوگی۔

پھر آپ نے اپنے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا:

میرے قرض کا حساب کرو۔ حساب کے بعد آپ رضی اللہ عنہ پر چھیاسی ہزار روپے قرض سامنے آیا۔

ارشاد فرمایا

اگر عمر رضی اللہ عنہ کی اولاد کا مال وفا کرے تو اس قرض کو ان کے اموال سے ادا کیا جائے ورنہ بنی عدی سے سوال کرو اگر ان کے مال سے بھی قرض پورا نہ ہو تو قریش سے پوچھو اور ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہو اور عرض کرو کہ عمر اپنے دونوں دوستوں کے ساتھ دفن ہونے کی اجازت مانگتا ہے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے جا کر پوچھا تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

میں نے اس جگہ کو اپنی خاطر چھوڑا ہوا تھا مگر آج میں ان کو اپنے اوپر ترجیح دیتی ہوں۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے آ کر بتایا کہ

ام المومنین نے اجازت عطا فرما دی ہے تو آپ رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

آپ رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ

آپ رضی اللہ عنہ وصیت فرمائیں اور خلیفہ قائم فرمائیں۔

تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا

میں ان چھ اشخاص سے زیادہ کسی کو خلافت کا زیادہ مستحق نہیں جانتا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے وصال تک ان سے راضی تھے پھر آپ رضی اللہ عنہ نے ان چھ کے نام لئے۔

پھر ارشاد فرمایا

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ان کے ساتھ مشاورت میں حاضری دیا کرے گا۔ لیکن خلافت کے اندر اس کا کوئی حصہ نہیں ہوگا۔ اگر سعد رضی اللہ عنہ خلیفہ بن جائے تو وہ اس کا حق دار ہے ورنہ جو خلیفہ بن جائے وہ اس سے مدد لے لے میں نے اس کو عجز اور خیانت کی وجہ سے معزول نہیں کیا۔

پھر ارشاد فرمایا

میں اپنے بعد ہونے والے خلیفہ کو خوف خداوندی اختیار کرنے اور مہاجرین و انصار اور اہل امصار سے حسن سلوک کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ اس کے علاوہ وصیت میں اور بھی اسی طرح کی باتیں تھیں۔ جب آپ رضی اللہ عنہ وصال فرما گئے تو آپ رضی اللہ عنہ کے جنازہ کو لے کر پیدل چلے تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو سلام کیا اور عرض کیا: عمر رضی اللہ عنہ اجازت مانگتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ان کو اندر لے آؤ۔ اندر لے جا کر آپ رضی اللہ عنہ کو اپنے رفیقوں کے ساتھ لٹا دیا۔ جب آپ رضی اللہ عنہ کے دفن سے فراغت پائی تو واپس آ کر جمع ہوئے۔

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تین اشخاص کو خلافت کے معاملہ میں چنو تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمٰن کا اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نام لیا پھر یہ تینوں علیحدہ ہوئے۔

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے کہا: میں خلافت نہیں مانگتا تم دونوں میں سے کون اس معاملے سے بری ہونا چاہتا ہے اور ہم اس کو اس کے حوالے کریں۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! وہ اور اسلام جوان میں حقیقی طور پر افضل اور امت مسلمہ کی بہتری کا خواہش مند ہے اس کو دیکھ لیں گے۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سکوت فرمایا۔

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے کہا' یہ معاملہ میرے حوالے کر دو۔ اے علی رضی اللہ عنہ! اللہ تعالیٰ کی قسم! میں تم سے افضل کے متعلق کوتاہی نہیں کروں گا۔

انہوں نے کہا' ہاں۔ آپ رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو علیحدہ میں لے گئے اور فرمایا:

آپ رضی اللہ عنہ کو اسلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رشتہ داری میں پہل حاصل ہے۔ اگر میں آپ رضی اللہ عنہ کو امیر بنالوں تو آپ رضی اللہ عنہ انصاف فرمائیں گے اور اگر آپ رضی اللہ عنہ پر امیر بنادوں تو سننے اور اطاعت کی حالت اپنائیں گے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا

ہاں

پھر آپ رضی اللہ عنہ نے دوسرے شخص کو علیحدہ میں یہی بات کہی۔ جب آپ رضی اللہ عنہ نے دونوں سے پکا عہد لے لیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت فرمالی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے وصال کے تین راتیں بعد میں ہوئی۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ

لوگ ان دنوں میں جمع ہو کر حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ سے مشاورت کرتے تھے اور کوئی صاحب الرائے علیحدگی میں کسی کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے برابر نہیں جانتا تھا۔ جب حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بیعت کے لئے بیٹھے تو حمد و ثناء کے بعد ارشاد فرمایا کہ لوگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی کی بیعت کرنے کو تیار ہی نہیں۔

اس روایت کو ابن عساکر نے بیان کیا ہے۔

(الانتصار فی الرد علی المعتزلۃ القدریۃ فصل فی خلافۃ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ص:879)

ایک روایت میں آیا ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا

اے علی رضی اللہ عنہ! میں نے لوگوں کے اندر نظر دوڑائی ہے وہ کسی کو عثمان رضی اللہ عنہ کے ہم مثل نہیں جانتے۔ آپ رضی اللہ عنہ اپنے خلاف الزام نہ اٹھائیں۔

پھر آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ اٹھا کر فرمایا۔

ہم سنت اللہ، سنت رسول اور آپ رضی اللہ عنہ کے بعد آپ رضی اللہ عنہ کے دونوں خلفاء کی سنت پر آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کرتے ہیں۔
حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کرلی اور انصار مہاجرین نے بھی آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کی۔

(الصواعق المحرقہ عربی ص106 کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ابن سعد نے روایت کیا ہے کہ
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وصال سے ایک گھنٹہ پہلے طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کی طرف کہلا بھیجا کہ شوریٰ کے بندوں کے ساتھ پچاس اشخاص لے کر آجائیں۔ لگتا ہے وہ ایک گھر میں جمع ہوں گے۔ آپ رضی اللہ عنہ اپنے رفقاء کے ساتھ اس گھر کے دروازے پر کھڑے ہوجائیں اور کسی کو اندر نہ آنے دیں اور تیسرا دن نہ گزرنے دیں کہ وہ خود میں سے ایک کو امیر مقرر کرلیں۔

(الصواعق المحرقہ عربی 106 کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

اور مسند احمد میں ابو وائل سے روایت ہے کہ
میں نے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے کہا کہ
تم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو چھوڑ کر عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت کس طرح کرلی۔
انہوں نے جواب دیا:
میرا اس کے اندر کیا گناہ ہے! میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ابتداء کی
اور کہا کہ
میں کتاب اللہ، سنت الرسول اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی سیرت پر آپ رضی اللہ عنہما کی بیعت کرتا ہوں۔
انہوں نے کہا:
جس کی میں طاقت رکھتا ہوں پھر میں نے یہی بات عثمان رضی اللہ عنہ کو کی۔
انہوں نے کہا:
اچھا ہے۔
یہ بھی کہا گیا کہ
حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے علیحدگی میں کہا
اگر میں آپ رضی اللہ عنہ پر بیعت نہ کروں تو آپ رضی اللہ عنہ مجھے کس کے بارے میں مشورہ دیتے ہیں۔
آپ رضی اللہ عنہ نے کہا: حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کی۔
پھر آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا
آپ رضی اللہ عنہ مجھے کس کے بارے میں بیعت کا مشورہ دیں گے۔ میں اور آپ تو خلافت کے طلب گار ہی نہیں۔

انہوں نے کہا:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت کروں گا۔

پھر حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے بڑے اشخاص سے مشورے لئے تو اکثر بندوں کی تمنا کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حق میں پایا۔

(مسند احمد مسند عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ص:31)

ابن سعد اور حاکم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کیا ہے کہ

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت ہوئی

تو انہوں نے کہا

جو باقی بچ گئے ہیں ان سے ہمارے امیر بہتر ہیں اور ہم کو کوئی تکلیف بھی نہیں ہوئی ہے۔

(الصواعق المحرقہ عربی:109' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

ان تمام روایات سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت کے صحیح ہونے اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کا اس پر اجماع کا ثبوت ہوا اور یہ بھی کہ اس متعلق کوئی تنازع اور کوئی شبہ باقی نہ رہا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی تمام بیعت کرنے والوں میں بذریعہ اتم شامل تھے اور آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی جو مدح کی ہے وہ بیان ہوگئی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگیں کیں اور حدود کو آپ کے ہوتے ہوئے قائم فرمایا اس طرح کی بہت سی احادیث مبارکہ بیان ہوگئی ہیں جو آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت پر دال ہیں کہ خلافت آپ رضی اللہ عنہ کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے بعد ہوگی۔ اس مقام پر دوبارہ ان احادیث مبارکہ کو لانے کی حاجت نہیں ہے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت فرع میں سے ہے جو خلافت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی فرع ہے اور اجماع اور کتاب وسنت کے دلائل سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے حق ہونے پر قائم ہیں جس کی وجہ سے ان کا قیام خلافت عمر اور خلافت عثمان رضی اللہ عنہ کا بھی لزوم ہوتا ہے لہٰذا یہ بیعت ٹھیک اور خلافت حق پر تھی جس پر کوئی اعتراض نہیں کیا جاسکتا۔

آٹھواں باب

''آپ رضی اللہ عنہ کے فضائل اور خوبیوں میں کئی فصول ہیں''

پہلی فصل

آپ رضی اللہ عنہ کے اسلام اور ہجرت وغیرہ کے متعلق

آپ رضی اللہ عنہ قدیمی اسلام یافتہ اور ایسے لوگوں میں داخل ہیں جن کو سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسلام کی دعوت دی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے دو بار ہجرت کی۔ پہلی ہجرت حبشہ کی طرف تھی اور دوسری ہجرت مدینہ منورہ کی طرف تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی سیدتنا رقیہ رضی اللہ عنہا سے آپ رضی اللہ عنہ نے شادی فرمائی۔ آپ رضی اللہ عنہا کی وفات جنگ بدر کے ایام میں ہوئی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اذن سے آپ رضی اللہ عنہا کی دیکھ بھال کے لئے نہ جا سکے تھے اور آپ رضی اللہ عنہا کے پاس رہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے لئے جنگ بدر کے مال غنیمت سے حصہ کو قائم فرمایا گیا اس وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ کو جنگ میں شامل ہونے والوں میں گنا گیا۔ جس دن سیدتنا رقیہ رضی اللہ عنہا کو مدینہ منورہ میں سپرد خاک کیا گیا اسی دن ایک شخص مسلمانوں کی نصرت کی خوشخبری لے کر آیا۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہا کی بہن سیدتنا ام کلثوم رضی اللہ عنہا آپ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں دے دی۔ حضرت سیدتنا ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی وفات ہجرت کے نویں سال میں ہوئی تھی۔

علماء کرام نے فرمایا ہے کہ

کوئی شخص نہیں جانتا کہ آپ رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی اور شخص کے ساتھ نبی کی دو بیٹیوں سے نکاح ہوا ہو۔ اس وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ کو ذوالنورین کہتے ہیں آپ رضی اللہ عنہ سابقین الاولین اور اول المہاجرین میں سے ہیں اور ان دس اشخاص میں سے ہیں جن کے جنتی ہونے کی شہادت دی گئی ہے اور ان چھ اشخاص میں سے ایک ہیں جن سے وفات کے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رضا مند تھے اور آپ رضی اللہ عنہ قرآن مجید کو جمع فرماتے صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سے ایک ہیں اور قبل بیان ہو گیا ہے کہ سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بھی اس کو جمع فرمایا تھا۔ سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو صرف یہ اعزاز حاصل ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے اس کو مصحف شریف میں موجودہ معروف ترتیب سے جمع کیا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کو غزوہ ذات الرقاع اور غطفان میں مدینہ منورہ پر امیر قائم فرمایا تھا۔

ابن اسحاق نے فرمایا

آپ رضی اللہ عنہ سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، سیّدنا علی رضی اللہ عنہ اور زید بن حارث رضی اللہ عنہ کے بعد سب سے اول اسلام کو قبول فرمانے

والے تھے اور انتہا کے حسین تھے۔

(الصواعق المحرقہ عربی: ص:107' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے ابن عساکر نے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے گوشت کی ایک پلیٹ دے کر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے گھر روانہ فرمایا۔ میں جب اندر گیا تو سیدتنا رقیہ رضی اللہ عنہا بیٹھی ہوئی تھیں۔ میں ایک بار سیدتنا حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے چہرے کی طرف اور دوسری بار سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے چہرے کی طرف دیکھنے لگ گیا' جب میں واپس آیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے استفسار فرمایا:

تو ان دونوں کے پاس اندر گئے تھے۔

میں نے عرض کیا:

ہاں!

ارشاد فرمایا

تم نے ان دونوں سے زیادہ خوبصورت جوڑا کسی جگہ ملاحظہ کیا۔

میں نے عرض کیا

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کبھی نہیں۔ (الصواعق المحرقہ عربی ص:107' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

اور ابن سعد نے روایت کیا ہے کہ

جب آپ رضی اللہ عنہ اسلام لے آئے تو آپ رضی اللہ عنہ کے چچا حکم بن ابی العاص بن امیہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو پکڑ کر مضبوط طریقہ سے باندھ دیا۔

اور کہا

اپنے آباؤ اجداد کے دین کو ترک کر کے نئے دین کو چاہتے ہو' جب تک تو اس دین کو نہیں ترک کرے گا۔ اس وقت تک میں آپ کو نہیں چھوڑوں گا جب حکم نے آپ رضی اللہ عنہ کے دین میں آپ رضی اللہ عنہ کی پختگی کو ملاحظہ کیا تو چھوڑ دیا۔

(المفصل فی شرح آیۃ لا اکراہ فی الدین، التربیۃ الذاتیۃ من الکتاب والسنۃ ص194)

ابویعلیٰ نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

اپنے اہل وعیال کے ساتھ ہجرت کرنے والوں میں سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ سب سے اول شخص ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اللہ تعالیٰ ان دونوں کے ساتھ ہو۔ (الصواعق المحرقہ عربی ص:108' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

حضرت لوط علیہ السلام کے بعد سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اپنے گھر والوں کے ساتھ ہجرت کی۔

ابن عدی نے سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو سیّدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے نکاح میں دیا

تو آپ رضی اللہ عنہا کو ارشاد فرمایا

تمہارا گھر والا تمہارا دادا حضرت ابراہیم علیہ السلام اور تمہارے باپ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت زیادہ مشابہت رکھتے ہیں۔

(الصواعق المحرقہ عربی ص 108، کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

دوسری فصل

آپ رضی اللہ عنہ کے فضائل کا بیان

آپ رضی اللہ عنہ کے فضائل کا ذکر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فضائل کی احادیث مبارکہ میں گزر گیا ہے اور چند ایسی احادیث مبارکہ بھی بیان ہو گئی ہیں جو آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت پر دال ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے بعد خلافت کا شرف حاصل ہوا۔

ان احادیث مبارکہ میں یہ حدیث مبارکہ بھی ہے کہ

شیخین کے بعد آپ رضی اللہ عنہ کا سب امت کے ساتھ وزن کیا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ اس کے مساوی ہوئے۔ اس کے بعد ترازو اٹھا دیا گیا۔

(پہلی حدیث مبارکہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے شیخین نے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے آنے پر اپنے کپڑوں کو سمیٹ لیا

اور ارشاد فرمایا:

کیا میں ایسے شخص سے حیا نہ کروں جس سے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں۔

(صحیح مسلم: من فضائل عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ص: 122)

(دوسری حدیث مبارکہ) حلیہ میں ابو نعیم نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

میری امت میں عثمان حیا کو لینے میں سب سے سخت تر ہیں۔

(الصواعق المحرقہ عربی ص: 108 ' کتب خانہ مجیدیہ' ملتان)

(تیسری حدیث مبارکہ) خطیب نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اور ابن عساکر نے سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

مجھے اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے فرمایا ہے کہ میں اپنی دو اچھی بیٹیوں یعنی ام کلثوم اور رقیہ (رضی اللہ عنہما) کو عثمان (رضی اللہ عنہ) کے نکاح میں دوں۔ (الصواعق المحرقہ عربی: ص: 108 ' کتب خانہ مجیدیہ' ملتان)

(چوتھی حدیث مبارکہ) احمد اور مسلم نے سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

عثمان (رضی اللہ عنہ) ایک حیادار شخص ہے میں خوفزدہ ہوا کہ اگر میں نے اس کو اسی حالت میں اندر آنے کی اجازت عطا فرمائی تو وہ اپنی حاجت مکمل کر سکے گا۔

(صحیح مسلم: باب من فضائل عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ص:117)

(پانچویں حدیث مبارکہ) احمد اور مسلم نے سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

کیا میں اس آدمی سے حیا نہ کروں جس سے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں۔

(صحیح مسلم! باب من فضائل عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ص:122)

(چھٹی حدیث مبارکہ) ابن عساکر نے سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

عثمان بہت حیادار ہے حتیٰ کہ فرشتے بھی اس سے حیا کرتے ہیں۔

(الصواعق المحرقہ عربی: ص:108' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

(ساتویں حدیث مبارکہ) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عثمان رضی اللہ عنہ میری امت میں تمام سے حیاء رکھنے والے اور سخی شخص ہیں۔

(آٹھویں حدیث مبارکہ) ابو نعیم نے حضرت ابی امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اس امت کے نبی کے بعد عثمان بن عفان (رضی اللہ عنہ) سب سے زیادہ حیادار ہیں۔

(الصواعق المحرقہ عربی: ص:108' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

(نوویں حدیث مبارکہ) ابو یعلیٰ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

عثمان حیادار اور پردے میں رہنے والے شخص اور فرشتے بھی اس سے حیا کرتے ہیں۔

(مسند ابی یعلیٰ تابع مسند عائشہ رضی اللہ عنہا ص:240)

(دسویں حدیث مبارکہ) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے طبرانی نے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

حضرت لوط علیہ السلام کے بعد عثمان رضی اللہ عنہ پہلے شخص ہیں جس نے اللہ تعالیٰ کے لئے اپنے گھر والوں کے ساتھ ہجرت کی۔

(المعجم الکبیر: نسبۃ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ص:90)

(گیارھویں حدیث مبارکہ) ابن عدی اور ابن عساکر نے سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا

ہم عثمان (رضی اللہ عنہ) کو صرف حضرت ابراہیم علیہ السلام سے مشابہ قرار دیتے ہیں۔

(الصواعق المحرقہ عربی: ص:108' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

(بارہویں حدیث مبارکہ) ام عیاش سے طبرانی روایت کیا ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا

میں نے عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ ام کلثوم کی شادی آسمانی وحی کے ذریعے کی ہے۔

(المعجم الکبیر: ام عیاش مولاۃ رسول اللہ ﷺ ص:92)

(تیرہویں حدیث مبارکہ) ابن ماجہ نے سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا

اے عثمان (رضی اللہ عنہ) یہ جبرائیل علیہ السلام ہیں جو مجھے خبر دے رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے مہر کی طرح آپ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں دیا ہے اور ان کے ساتھ سلوک بھی اسی طرح کرنا ہوگا۔

(سنن ابن ماجہ: فضل عثمان رضی اللہ عنہ ص:122)

(چودہویں حدیث مبارکہ) احمد و ترمذی، ابن ماجہ اور حاکم نے سیّدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ

اے عثمان (رضی اللہ عنہ)! اللہ تعالیٰ آپ کو ایک قمیض پہنائے گا اگر منافقوں نے اس کو اتارنے کا ارادہ کیا تو اس کو نہ اتارنا حتیٰ کہ مجھ سے آکر ملاقات کرنا۔

(مسند احمد: حدیث السیدۃ عائشہ رضی اللہ عنہا ص:482)

یہ حدیث مبارکہ ان احادیث مبارکہ میں سے ہے جو ظاہراً آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے حق ہونے پر واضح دال ہے۔ حدیث مبارکہ میں قمیض سے بطور کنایہ خلافت الٰہیہ مراد لیا گیا۔

(پندرہویں حدیث مبارکہ) ابویعلیٰ نے سیّدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا

عثمان بن عفان دنیا و آخرت میں میرا ساتھی ہے۔ (الصواعق المحرقہ عربی ص:109' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

(سولہویں حدیث مبارکہ) ابن عساکر نے سیّدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا

عثمان رضی اللہ عنہ جنتی ہے۔ (مسند ابی یعلیٰ: من مسند عبدالرحمٰن بن عوف ص:147)

(سترہویں حدیث مبارکہ) ابن عساکر نے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

ہر نبی کا اس کی امت میں سے ایک خلیل ہوتا ہے اور میرا خلیل عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ہیں۔

(الصواعق المحرقہ عربی:108' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے فضائل کی احادیث مبارکہ میں اسی طرح کی حدیث مبارکہ سیدنا صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں نقل کی گئی ہیں' اور یہ اس مشہور روایت کے منافی نہیں جس میں یہ تذکرہ ہے کہ اگر میں اپنے رب عزوجل کے سوا کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بناتا۔

(اٹھارہویں حدیث مبارکہ) حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے ترمذی نے اور ابن ماجہ نے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

ہر نبی کا جنت میں ایک ساتھی ہوتا ہے اور میرا ساتھی جنت میں عثمان (رضی اللہ عنہ) ہے۔

(سنن ابن ماجہ: فضل عثمان رضی اللہ عنہ ص:121)

(انیسویں حدیث مبارکہ) ابن عساکر نے سیدنا عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

عثمان رضی اللہ عنہ کی شفاعت سے ستر ہزار وہ شخص جنت میں بغیر حساب داخل ہوں گے جو آگ کے حق دار ہو گئے ہوں گے۔(الصواعق المحرقہ عربی:109' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

(بیسویں حدیث مبارکہ) طبرانی نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

حضرت عثمان اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اور حضرت لوط علیہ السلام کے مابین کوئی فرق نہیں۔

(المعجم الکبیر: زید بن ثابت الانصاری یکنی اباسعید:139)

(اکیسویں حدیث مبارکہ) ابوعبدالرحمٰن السلمی سے بخاری نے روایت کیا ہے کہ

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قید کر دیا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے محاصرین کو اوپر سے جھانک کر ارشاد فرمایا

میں آپ لوگوں کو اللہ تعالیٰ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام علیہم الرضوان کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ آپ لوگوں کو یہ بات معلوم نہیں کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

جس نے جیش العسرۃ کو تیار کیا وہ جنتی ہوگا۔ میں نے اس کو تیار کیا۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا
جو رومہ کے کنویں کو کھدوائے گا وہ جنتی ہے تو میں نے اس کو کھدوایا تو آپ رضی اللہ عنہ کے فرمان کی تمام نے تصدیق کی۔
(صحیح البخاری: اذا وقف ارضا او بئر او اشترط لنفسہ مثل ص 335)
(بائیسویں حدیث مبارکہ) ترمذی نے عبدالرحمٰن بن خباب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ
جب نبی کریم ﷺ جیش العسرۃ کی تیاری کا فرما رہے تھے
اس وقت آپ ﷺ کے پاس میں بھی تھا
سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا
یارسول اللہ ﷺ! ایک سو اونٹ احلاس اور پالانوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں حاضر کرتا ہوں۔
پھر آپ ﷺ نے ترغیب دلائی۔
تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:
یارسول اللہ ﷺ دو سو اونٹ احلاس اور پالانوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں حاضر کرتا ہوں۔
آپ ﷺ نے پھر ترغیب دلائی۔
تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا
یارسول اللہ ﷺ تین سو اونٹ احلاس اور پالانوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں حاضر کرتا ہوں۔
اس کے بعد نبی کریم ﷺ منبر مبارک سے اترے اور ارشاد فرمایا:
عثمان (رضی اللہ عنہ) اس کے بعد جو چاہے کرے اس پر کچھ حرج نہیں۔
(سنن ترمذی: فی مناقب عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ: ص: 161)
(تیئسویں حدیث مبارکہ) ترمذی اور حاکم نے روایت کیا ہے اور اس کو عبدالرحمٰن بن سمرۃ سے صحیح فرمایا گیا ہے کہ
نبی کریم ﷺ جب جیش العسرۃ کی تیاری فرما رہے تھے تو سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ ایک ہزار دینار لے کر حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کے حجرہ میں ان کو رکھ دیا۔ نبی کریم ﷺ ان کو الٹ پلٹ کرنے لگے۔
پھر ارشاد فرمایا:
عثمان (رضی اللہ عنہ) آج کے بعد جو کام کرے گا اس کا اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔
(سنن ترمذی، باب فی مناقب عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ: ص: 305)
(چوبیسویں حدیث مبارکہ) ترمذی نے سیّدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ
جب نبی کریم ﷺ نے بیعت الرضوان کا ارشاد فرمایا اس وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے خلیفہ بن کر مکہ گئے

تھے لوگوں نے بیعت کرلی تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

عثمان (رضی اللہ عنہ) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی حاجت میں لگے ہوئے ہیں تو آپ ﷺ نے اپنے ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر مارا تو نبی کریم ﷺ کا دست اقدس حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے لئے دوسرے لوگوں کے ہاتھوں سے بہتر تھا اور حاجت کے لفظ کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنا استعارہ اور تمثیل کی طرح ہے جس طرح کہ علم کے بیان میں طے ہوگیا ہے۔

(سنن ترمذی: فی مناقب عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ص 163)

(پچیسویں حدیث مبارکہ) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ترمذی نے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ایک فتنے کا تذکرہ فرمایا

اور ارشاد فرمایا:

اس میں عثمان غنی (رضی اللہ عنہ) مظلوم ہونے کی حالت میں شہید کیے جائیں گے۔

(سنن ترمذی: فی مناقب عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ص: 169)

(چھبیسویں حدیث مبارکہ) ترمذی ابن ماجہ اور حاکم نے روایت کیا ہے اور اس کو کعب بن مرہ سے صحیح فرمایا ہے۔

انہوں نے کہا کہ

میں نے نبی کریم ﷺ کو ایک قریبی فتنے کا تذکرہ کرتے سماعت کیا' تو ایک شخص گزرا جو کپڑے سے منہ ڈھانپے ہوئے تھا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا

اس وقت یہ آدمی ہدایت پر ہوگا۔

میں اٹھ کر اس شخص کی طرف گیا تو وہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تھے۔

میں نے آپ کی طرف اپنا منہ کر کے پوچھا

یہ شخص

ارشاد فرمایا

ہاں۔

(مستدرک: فضائل امیر المومنین ذی النورین عثمان رضی اللہ عنہ ص: 109)

(ستائیسویں حدیث مبارکہ) ترمذی نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

آپ نے یوم الدار کو فرمایا کہ

نبی کریم ﷺ نے مجھ سے عہد لیا ہوا ہے اور میں اس پر مضبوطی سے قائم ہوں۔ آپ نے اس بیان میں اس گزشتہ حدیث

کی طرف اشارہ فرمایا ہے جس کے اندر فرمایا گیا ہے کہ
اللہ تعالیٰ آپ کو ایک قمیض پہنائے گا اگر منافقین اس کو اتارنے کا ارادہ کریں تو اس کو نہ اتارنا حتیٰ کہ آ کر مجھ سے ملاقات کرنا۔ (مستدرک: فضل امیر المومنین ذی النورین عثمان رضی اللہ عنہ ص:106)

(اٹھائیسویں حدیث مبارکہ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حاکم نے روایت کیا ہے کہ
نبی کریم ﷺ سے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے دو بار جنت خریدی ہے۔ ایک بار رومہ کے کنویں کو کھود کر جنت خریدی اور دوسری بار جیش العسرۃ کو تیار فرما کر جنت خریدی۔
(مستدرک: فضائل امیر المومنین ذی النورین عثمان ص:115)

(انتیسویں حدیث مبارکہ) ابن عساکر نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ
نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:
میرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے عثمان (رضی اللہ عنہ) اخلاق میں میرے سب سے زیادہ مشابہ ہیں۔
(اوجز الخطاب فی بیان موقف الشیعۃ من ص:54)

(تیسویں حدیث مبارکہ) عصمۃ بن مالک سے طبرانی نے روایت کیا ہے کہ
جب نبی کریم ﷺ کی وہ صاحبزادی جن کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوا تھا وصال فرما گئیں،
تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا
عثمان (رضی اللہ عنہ) کے نکاح میں دے دو۔
اگر میری تیسری بیٹی ہوتی تو میں عثمان (رضی اللہ عنہ) کے نکاح میں دے دیتا اور میں نے آسمانی وحی کے مطابق اس سے بیٹی کا نکاح کیا ہے۔

(اکتیسویں حدیث مبارکہ) ابن عساکر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا ہے میں نے رسول اللہ ﷺ کو (حضرت) عثمان سے یہ فرماتے سنا اگر میری چالیس بیٹیاں ہوتیں تو میں ایک کے بعد ایک کی تمہارے ساتھ شادی کر دیتا۔ حتیٰ کہ ان میں ایک بھی باقی نہ بچتی۔
(المعجم الکبیر: عصمۃ بن مالک الخطمی ص 184)

(بتیسویں حدیث مبارکہ) حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے ابن عساکر نے روایت کیا ہے کہ
انہوں نے کہا
میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے سنا کہ عثمان (رضی اللہ عنہ) میرے پاس سے گزرے اور ایک فرشتہ میرے پاس تھا۔
اس نے کہا

یہ شہید ہے جس کی قوم اس کو شہید کر دے گی۔

ہم اس سے حیا کرتے ہیں۔(الصواعق المحرقہ عربی:110' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

(تینتیسویں حدیث مبارکہ) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ابو یعلیٰ نے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

فرشتے عثمان (رضی اللہ عنہ) سے ویسے ہی حیا کرتے جس طرح اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کرتے ہیں۔

(مسند ابی یعلیٰ: مسند ام سلمۃ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ص:379)

ابن عساکر نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

ان کے پاس سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی حیا کا تذکرہ کیا گیا

آپ نے فرمایا

اگر وہ گھر میں ہوں اور دروازہ بھی بند ہو اور وہ نہانے کے لئے کپڑے اتار دیں تو حیا کی بناء پر کمر سیدھی نہیں کر سکتے تھے۔(الصواعق المحرقہ عربی:110' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

(چونتیس ویں حدیث مبارکہ) حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے مرفوعاً ابن عدی اور ابن عساکر نے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس ایک تلوار ہے جو اس نے عثمان (رضی اللہ عنہ) کی حیات تک نیام میں بند کر رکھی ہے۔ جب عثمان (رضی اللہ عنہ) قتل ہو جائیں گے تو وہ اس تلوار کو بے نیام فرما دے گا اور پھر اس کو قیامت تک نیام میں نہیں فرمائے گا۔

(جواب اہل السنۃ النبویۃ فی نقض کلام ص:5)

تیسری فصل

''آپ رضی اللہ عنہ کے مآثر، عیاں فضائل شہادت، مظلوم ہونے اور فتنے میں ہدایت یافتہ ہونے میں''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

عثمان (رضی اللہ عنہ) مظلوم ہونے کی صورت میں قتل کیے جائیں گے۔

بغوی نے المصابیح من الحسان میں روایت کیا ہے اور ترمذی نے حسن غریب کہا ہے۔

(سنن ترمذی، باب مناقب عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ص 169)

احمد نے اس کو روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان مقدس کے مطابق آپ رضی اللہ عنہ نے گھر میں شہادت نوش فرمائی۔ آپ رضی اللہ عنہ کے آگے قرآن مجید رکھا ہوا تھا اور آپ رضی اللہ عنہ کا خون اس آیت کریمہ پر گرا۔

فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ (البقرہ:۱۳۷)

اور الشفا میں روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

عثمان غنی (رضی اللہ عنہ) قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہوئے وصال فرمائیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کو جلد ایک قمیض پہنائے گا اور لوگ اس کو اتارنے کے خواہش مند ہوں گے اور اس کا خون اللہ تعالیٰ کے اس قول پر جاری ہوگا۔

فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ (البقرہ:۱۳۷)

(الشفاء، فصل فیما اطلع علیہ من الغیوب، ص:249)

اور حاکم نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کے الفاظ میں یوں روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اے عثمان (رضی اللہ عنہ) آپ سورہ بقرہ کی تلاوت کرتے ہوئے قتل ہوں گے اور آپ کے خون کا قطرہ فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ پر پڑے گا۔

مگر الذہبی نے کہا

یہ حدیث موضوع ہے یعنی آپ پڑھتے ہوں گے سے آخر تک۔ مگر وہ اخبار جن میں اصل قتل کا ذکر ہے وہ صحیح ہیں جس

طرح کہ بہت سی احادیث مبارکہ میں اس کا تذکرہ آیا ہے جس طرح کہ کنویں کی حدیث مبارکہ میں جو کہ گزشتہ اوراق میں گزر گئی ہے اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے فضائل میں بیان کی گئی ہے اور اس حدیث صحیح میں جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتنے کا تذکرہ کیا ہے کہ ایک شخص آپ کے نزدیک سے گزرا

تو آپ نے فرمایا

یہ مظلوم کی صورت میں قتل کیا جائے گا۔

اس حدیث کے راوی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ

میں نے ملاحظہ کیا تو وہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ تھے۔

آپ رضی اللہ عنہ 35ھ کے تشریق کے دنوں کے درمیان میں قتل کئے گئے اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ان کو جنازہ پڑھانے کے بارے میں وصیت فرمائی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ البقیع میں حش کوکب میں سپرد خاک کئے گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ وہ پہلے آدمی ہیں جو کہ اس مقام پر دفن کئے گئے۔

اس طرح بھی کہا گیا ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ 18 ذی الحجہ کو جمعہ کے دن شہید ہوئے۔

اور اس طرح بھی فرمایا گیا ہے کہ

ذوالحجہ میں چھ دن باقی رہتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک (82) بیاسی سال تھی

اس کے اندر کافی اختلاف ہے۔

ابن عساکر نے ایک جماعت سے روایت کیا ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ کا قاتل ایک نیلے اور سرخ رنگ کا مصری ہے جس کو حمار کہا جاتا ہے۔

اور احمد نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

میں محاطرہ کے لمحات میں آپ رضی اللہ عنہ کے پاس گیا۔ محاصرہ کا ذکر آئندہ باب میں ذکر ہوگا۔

اور آپ رضی اللہ عنہ سے کہا

آپ رضی اللہ عنہ عامۃ الناس کے امام ہیں اور جو مصیبت آپ رضی اللہ عنہ پر نازل ہوگئی ہے آپ رضی اللہ عنہ اس کو ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ میں آپ رضی اللہ عنہ کے گوش گزار تین باتیں عرض کرتا ہوں۔ ان میں سے آپ رضی اللہ عنہ جو بات چاہیں اس کو اختیار فرمائیں۔

ان میں ایک تو یہ ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ باہر نکل کر ان کا مقابلہ فرمائیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کے پاس کثیر اشخاص اور طاقت موجود ہے پھر آپ رضی اللہ عنہ حق پر بھی ہیں اور وہ باطل پر ہیں یا آپ رضی اللہ عنہ کسی دوسرے دروازے سے باہر نکل کر اپنی سواری پر بیٹھ کر مکۃ المکرمہ روانہ ہو جائیں۔ وہ

آپ رضی اللہ عنہ کے خون کو ہرگز مباح نہیں جانیں گے۔اور یہ بھی بات ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ وہاں کے ساکن بھی ہیں یا آپ رضی اللہ عنہ شام روانہ ہو جائیں۔وہ شامی ہیں اوران میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا

یہ بات کہ میں باہر نکل کر مقابلہ کروں۔میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ رضی اللہ عنہ کی امت میں خون ریزی کرنے والا سب سے پہلا حاکم نہیں بننا پسند کرتا۔

اور یہ کہ مکۃ المکرّمہ روانہ ہو جاؤں۔

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

قریش میں ایک شخص ملحد ہو کر مکۃ المکرّمہ چلا جائے گا۔اس پر آدھا دنیا کا عذاب ہوگا میں ہرگز اس طرح کا آدمی نہیں بننا پسند کرتا۔

اور یہ کہ میں شام میں روانہ ہو جاؤں۔

میں اپنی ہجرت گاہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوس کو کبھی نہیں ترک کروں گا۔

(مسند احمد: مسند عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ص:456)

ابن عساکر نے ابوثور الفہری سے روایت کیا ہے کہ

میں محاصرہ کی صورت میں سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا

تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا

میں نے اپنے رب عزوجل کے پاس دس باتیں چھپائی ہوئی ہیں میں اسلام میں چوتھا شخص ہوں۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی میری زوجیت میں عطا فرمائی وہ وصال فرما گئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری صاحبزادی سے میرا نکاح فرما دیا۔میں نے کبھی بھی نہ گانا گایا اور نہ اس کی خواہش کی اور جب سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی ہے۔اس وقت سے اپنا دایاں ہاتھ اپنی شرمگاہ پر نہیں رکھا اور جب سے میں اسلام لایا ہوں اس وقت سے ایک جمعہ بھی اس طرح کا نہیں گزرا جس کے اندر میں نے اپنا غلام آزاد نہ کیا ہو۔علاوہ ازیں اس کے کہ میرے پاس آزاد کرنے کو کوئی شی نہ ہو یعنی میں نے تقریباً دو ہزار چار سو غلام آزاد کیے ہیں اور نہ ہی میں جاہلیت اور اسلام میں زنا کاری اور چوری کا مرتکب ہوا اور میں نے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں قرآن مجید جمع کیا ہے۔

(الصواعق المحرقہ عربی: ص:111، کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

ابن عساکر نے زید بن ابی حبیب سے روایت کیا ہے کہ

کہ مجھے خبر ملی ہے کہ اس قافلے کے عام اشخاص کو جنون ہو گیا تھا جس نے سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر چڑھائی کی تھی۔

ابن عسا کر نے سیّدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

سب سے پہلا فتنہ عثمان رضی اللہ عنہ کا قتل ہے اور آخری فتنہ خروج دجال ہے۔

اس ذات مقدس کی قسم! جس کے دست قدرت میں میری جان ہے وہ آدمی جس کا قلب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قتل کو ایک رائی کے دانے کے برابر بھی محبوب رکھتا ہے۔ وہ دجال کا پیروی کرنے والا بنے بغیر نہ مرے گا۔ اگر وہ دجال کا زمانہ پا لے تو درست ورنہ اگر نہ پائے تو اپنی قبر میں بھی اس پر ایمان لے آئے گا۔ (الصواعق المحرقۃ عربی ص 111 کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

اگر لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کو طلب نہ کیا تو ان پر آسمان سے پتھروں کا برساؤ ہو گیا۔

اسی طرح ابن عسا کر نے سیّدنا حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی زمین میں تشریف لے گئے ہوئے تھے۔ جب آپ رضی اللہ عنہ کو اطلاع ملی تو

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا

اے اللہ عزوجل! میں اس بات میں رضامند نہ تھا اور نہ ہی میری یہ خواہش تھی۔

(الصواعق المحرقۃ عربی ص 111 کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

حاکم نے روایت کیا ہے اس کو قیس بن عبادہ سے صحیح فرمایا ہے۔

انہوں نے کہا

میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جنگ جمل کے دن کہتے ہوئے سنا ہے کہ

اے اللہ عزوجل! میں تجھ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون سے برأت کا طلب گار ہوں جس دن عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہوئے میری عقل سلامت نہ رہی اور میں اپنے نفس کو بھول گیا لوگ میرے پاس بیعت کے لئے حاضر ہوئے

تو میں نے کہا:

اللہ تعالیٰ کی قسم! مجھے اس قوم کی بیعت لینے سے حیاء آتی ہے، جس نے عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کیا ہے اور مجھے اللہ تعالیٰ سے بھی حیاء آتی ہے کہ میں عثمان رضی اللہ عنہ کے دفن ہونے سے پہلے بیعت کروں۔ لہٰذا وہ لوگ چلے گئے۔ جب لوگ واپس پلٹ کر آئے تو انہوں نے مجھ سے بیعت کے بارے میں پوچھا۔

تو میں نے کہا

اے اللہ عزوجل! میں جو قدم اٹھانے والا ہوں اس سے مجھے خوف لاحق ہوتا ہے پھر مجھے عزیمت حاصل ہو گئی تو میں نے بیعت لی۔ لوگوں نے مجھے امیر المومنین کہا تو مجھے یوں محسوس ہوا کہ میرا دل پارہ پارہ ہو گیا ہے

تو میں نے کہا

اے اللہ عزوجل! مجھ سے عثمان رضی اللہ عنہ کا بدلہ لے لے تاکہ تو راضی ہو جائے۔

(مستدرک: فضائل امیر المومنین ذی النورین عثمان رضی اللہ عنہ ص:101)

ابن عساکر نے ابو خلدۃ الحنفی سے روایت کیا ہے کہ

انہوں نے کہا

اس نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ بنی امیہ کہتے ہیں کہ

میں نے عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کیا ہے۔

اس ذات مقدس کی قسم جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں نہ میں نے ان کو شہید کیا ہے اور نہ کبھی اس طرح کی خواہش کی ہے میں نے تو ان کو منع کیا لیکن انہوں نے میری بات ماننے سے منکر ہو گئے۔

(تاریخ مدینہ دمشق: ذکر من اسمہ عثمان ص:451)

ابن عساکر نے سمرۃ سے روایت کیا ہے کہ

انہوں نے کہا

اسلام ایک مضبوط قلعے میں تھا۔ انہوں نے عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر کے اسلام میں ایک عظیم خلا پیدا کر دی ہے جو قیامت تک بھر نہیں سکے گا۔

(الصواعق المحرقۃ عربی: ص:112 'کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

عبدالرزاق نے روایت کیا ہے کہ

حضرت عبداللہ بن سلام حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا محاصرہ کرنے والوں کے پاس آئے۔ اور کہنے لگے۔

عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید نہ کرنا، اللہ تعالیٰ کی قسم! جو بندہ اس کو قتل کرے گا وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اس کے ہاتھ پاؤں کٹے ہوئے ہوں گے۔ وہ اس کی رہنمائی نہیں کرے گا اور اللہ تعالیٰ کی تلوار ہمیشہ سے نیام میں تھی۔ اللہ تعالیٰ کی قسم اگر تم نے ان کو شہید کر دیا تو اللہ تعالیٰ اس تلوار کو بے نیام کر دے گا اور کبھی بھی اس کو تمہارے بارے میں نیام میں نہیں فرمائے گا اور کوئی نبی شہید نہیں ہوا مگر اس نے اس کے بدلہ میں ستر ہزار آدمی قتل کیے اور کوئی خلیفہ قتل نہیں ہوا مگر اس نے ان کے متفق ہونے سے پہلے 35 ہزار آدمیوں کو قتل کیا۔

(مصنف عبدالرزاق: باب مقتل عثمان رضی اللہ عنہ ص:945)

ابن عساکر نے عبدالرحمٰن المہدی سے روایت کیا ہے کہ

انہوں نے کہا

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ میں دو باتیں ایسی تھیں جو سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ میں بھی موجود نہ تھیں۔ اپنے بارے اتنا صبر کیا کہ شہید ہو گئے اور لوگوں کو قرآن مجید پر جمع کیا۔

(الصواعق المحرقہ عربی: ص:112 کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

ابو نعیم نے الدلائل میں سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ جہجاء الغفاری نے آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے عصا پکڑا اور اس کو اپنے گھٹنوں پر رکھ ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ ابھی اس بات پر ایک سال بھی نہیں گزرا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی ٹانگ میں ایسا کیڑا پیدا فرمایا جو اس کی ٹانگ کو کھا گیا جس کی وجہ سے وہ ہلاک ہو گیا۔

(القول الاقوم فی معجزات النبی الاکرم: ص:325)

تتمہ

آپ رضی اللہ عنہ سے خوارج بہت سی باتوں کی وجہ سے ناراض ہیں مگر آپ رضی اللہ عنہ ان سے بری الذمہ ہیں۔

ان میں سے ایک یہ ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ نے اکابر صحابہ کرام علیہم الرضوان کو ان کے کاموں سے معزول کر کے اپنے رشتہ داروں میں سے ادنیٰ اشخاص کم تر آدمیوں کو ان کی جگہ قائم فرمایا جیسا کہ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو بصرہ سے عمرو بن العاص کو مصر سے عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو کوفہ سے اس طرح مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو اور اس طرح ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ روانہ فرمایا۔

جواب

آپ رضی اللہ عنہ نے یہ تمام کسی مجبوری کی وجہ سے کیا۔ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے بارے میں ان کے لشکر نے بخل کا شکوہ کیا اور کوفہ کا لشکر اس پر ناراض تھا۔ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فرمان کی وجہ سے ہرمز کی فتح تک اس کی فرمانبرداری کا حکم فرمایا۔ اس نے ہرمز کو فتح کیا اور وہاں کی عورتوں اور بچوں کو گالیاں تک دیں۔

جب آپ رضی اللہ عنہ کو یہ اطلاع ملی تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

میں نے ان کو امن عطا فرمایا تھا۔

تو انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تحریر کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس کو قسم اٹھانے کا حکم فرمایا تو اس نے قسم اٹھالی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے جو بھی ان سے لیا تھا اس کو واپس کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ انہوں نے اس بات کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ تک پہنچا دیا تو آپ رضی اللہ عنہ پر ناراض ہوئے

اور ارشاد فرمایا:

اگر ہم کو کوئی شخص ملتا جو تمہارے کام میں ہم کو کافی ہوتو ہم تمہیں معزول کر دیتے۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ وفات پا گئے تو دونوں لشکر اس پر غضب ناک ہوئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کو فتنہ کے ڈر کی بناء پر معزول کر دیا اور عمرو بن العاص کے بارے میں مصری حد سے زیادہ شکوہ کرتے تھے سو اسی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو معزول فرما دیا تھا۔ جب آپ نے ان کے شکوے کو زائل فرما دیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے دوبارہ ان کو اسی جگہ قائم فرما دیا پھر ان کی جگہ ابن ابی سرح کو قائم فرمایا۔ اگرچہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور مقدس میں مرتد ہو گئے تھے فتح مکہ مکرمہ کے دن اسلام لانے اور اصلاح کرنے کی وجہ سے آپ کا خون معاف

کر دیا گیا بلکہ ان کی سلطنت میں کچھ مدح کے لائق باتیں بھی ہوئیں جس طرح کہ ان علاقوں میں بہت سے قبائل کو فتح کرنا اور ان کے لئے یہ فخر ہی کفایت کرتا ہے کہ عبداللہ بن عمرو بن العاص کثیر صحابہ کرام علیہم الرضوان کی طرح ان کے جھنڈے کے نیچے جنگ کرتے رہے بلکہ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے ان کو عمرو بن العاص سے زیادہ سیاسی اور اچھائیوں والا پایا۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو انہوں نے مشرکین سے جنگ کے بعد کسی مسلمان سے جنگ نہیں کی تھی۔ عمار کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے نہیں بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے معزول کیا تھا۔ مغیرہ کے بارے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بتایا گیا کہ اس نے رشوت لی ہے جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ملاحظہ فرمایا کہ وہ اس بات پر ضد کر رہا ہے تو آپ رضی اللہ عنہ نے ان کو معزول کرنا ہی حکمت سمجھا اگر چہ وہ ان کے بارے میں جھوٹ بول رہے تھے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ان پر بہت ناراض تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ان کو معزول کرنے میں حکمت جانی اور مجتہد پر اجتہادی امور میں اعتراض نہیں کیا جا سکتا، مگر یہ اعتراض کرنے والے اور لعنت کرنے والے عقل سے اور فراست سے بالکل اندھے تھے۔

ایک اعتراض آپ رضی اللہ عنہ پر یہ کیا جاتا ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے رشتہ داروں کو بہت زیادہ مال دے کر بیت المال میں اسراف سے کام لیا ہے مثال کے طور پر حکم کو آپ رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ واپس بلا لیا حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو طائف جلاوطن کر دیا ہوا تھا اور اپنے کاتب مروان کو ایک لاکھ پانچ ہزار افریقی مال دیا اور حرث کو بازار کا محتسب مقرر فرما کر دسواں حصہ عطا فرمایا۔

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ

اس کا اکثر حصہ سوائے جھوٹ کے کچھ نہیں ہے۔ حکم کو آپ رضی اللہ عنہ نے اس لئے واپس بلایا کہ جب آپ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں اجازت لی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ سے اس کو واپس بلانے کا وعدہ کیا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے شیخین سے یہ بات کہی لیکن انہوں نے منفرد ہونے کی بناء پر اس بات کو قبول ہی نہ کیا۔ جب آپ رضی اللہ عنہ خود خلیفہ بنے تو آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے ذاتی علم کے طور پر فیصلہ کیا جس طرح کہ اکثر فقہاء کا قول ہے پھر یہ کہ حکم کو جس وجہ پر جلاوطن کیا گیا تھا اس نے اس سے توبہ کر لی تھی۔

اور مروان کے بارے میں درست بات یہ ہے کہ

جب افریقی سامان اور جانوروں کا لے جانا پریشانی کا باعث ہو گیا تو اس نے امیر ابی سرح سے ایک لاکھ میں وہ سامان لیا جس کا کثیر حصہ اس نے نقدی ادا کیا اور اسی نے سب سے پہلے افریقہ کی فتح کی خوشخبری دی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بقیہ رقم اس کو بشارت دینے کی جزا میں ترک کر دی اس لئے کہ مسلمانوں کو افریقہ کے پریشانی والے حالات کی وجہ سے بہت پریشانی اور اضطراب تھا اور امام بشارت دینے والے کو اس کی کوشش اور اس کی خوشخبری کی اہمیت کے مناسب حال کا مستحق ہے اور یہ ہزار حرث کو گھر کے مال سے آپ نے دیا تھا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مالی طور پر جو حالت جاہلیت اور اسلام میں تھی اس سے انکار

نہیں کیا جاسکتا اور عشور کے متعلق جو کہا گیا ہے وہ ٹھیک ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس کو بازار کی نگرانی اور اصلاح کے لئے قائم فرمایا تھا لیکن جب اس نے ظلم کرنا شروع کر دیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس کو معزول فرما دیا۔

اور ابن اسحاق نے ابوموسیٰ کے جس قصہ کا تذکرہ کیا ہے اس کی سند مجہول ہے اور وہ اس معاملہ میں دلیل نہیں بن سکتی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا دولت یافتہ ہونا اور غزوہ تبوک کے موقع پر آپ رضی اللہ عنہ نے جو نمونہ دکھایا وہ ایک مشہور بات ہے اور وہ آپ رضی اللہ عنہ کی طرف اس بات کو منسوب کرنے کو منع کرتی ہے۔ اصل معاملہ یہ کہ اگر آپ رضی اللہ عنہ کے متعلق میں یہ بات مان بھی لی جائے کہ آپ رضی اللہ عنہ اپنے اقارب کو بیت المال سے زیادہ دیتے تھے تو یہ آپ رضی اللہ عنہ اجتہاد کی وجہ سے کرتے تھے لہٰذا اسی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ پر یہ اعتراض ہو ہی نہیں سکتا۔ اور یہ گمان کہ آپ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو اپنے بندے کی خریداری سے پہلے مال خریدنے سے روکا ہوا تھا اور یہ کہ بحرین سے کوئی کشتی آپ رضی اللہ عنہ کے سامان تجارت کے علاوہ کسی اور کے مال کو لے کر نہ جاسکتی تھی۔ ایک کذب بات ہے آپ رضی اللہ عنہ کی تجارت کا دائرہ بہت وسیع تھا ہوسکتا ہے آپ رضی اللہ عنہ نے کشتی کو بک کروالیا ہو کہ اور اس پر کوئی سوار نہ ہوسکے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو بیت المال کے چیک کرنے پر قائم فرمایا تو کچھ زیادہ مال بچ گیا جس کو آپ رضی اللہ عنہ نے تعمیر میں خرچ کر دیا اور اس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں بڑھوتری نہ کی تاکہ لوگ اس طرح نہ کہیں کہ اس نے اپنے گھروں کی تعمیر میں اس کو خرچ کر دیا ہے جس طرح کہ لوگوں نے کہا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے لئے ایک رکھ بچائی ہوئی تھی حالانکہ وہ صدقہ کے اونٹوں کے لئے تھی اور آپ رضی اللہ عنہ نے بیت المال کی اکثر زمینیں ٹھیکے پر دے دی تھیں جن کو وہ چھوڑ آئے تھے اور جب سے وہ مدینہ منورہ آئے تھے مسلسل دشمن کا مقابلہ کرتے تھے اور اس بات میں عام مصلحت تھی۔ لہٰذا آپ رضی اللہ عنہ پر اعتراض نہیں کیا جاسکتا۔

ایک اعتراض یہ بھی کیا جاتا ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ نے عطاء بن مسعود اور ابی بن کعب کو قید کر لیا اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو ربذہ کی طرف جلاوطن کر دیا اور جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے عبادہ بن صامت کا شکوہ کیا تو ان کو شام سے مدینہ روانہ کروا دیا اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے آپ کو رہا کر دیا اور آپ رضی اللہ عنہ نے ابن عوف کو منافق کہا اور عمار بن یاسر کو مارا اور کعب بن عبدۃ کی بے عزتی کی اور ان کو بیس کوڑے مارے اور پہاڑی علاقے کی جانب جلاوطن کر دیا تھا۔ اس طرح اشتر نخعی کو بے عزت کیا تھا۔

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ کا عطاء ابن مسعود کو قید کرنا اور اس کا آپ رضی اللہ عنہ کا رہا کر دینا اس بناء پر تھا جن سے یہ سزا واجب ہو جاتی تھی۔ اس میں خاص بات یہ ہے کہ دونوں مجتہد ہیں اور دونوں نے ایک دوسرے کے ساتھ جو کچھ کیا۔ اس پر اعتراض نہیں کیا جاسکتا۔ ہاں یہ گمان کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کو مارا ایک جھوٹی بات ہے اور اگر اس کو صحیح بھی کہا جائے۔ تب بھی آپ رضی اللہ عنہ کا مارنا اس ضرب سے زیادہ نہ تھا جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سعد بن وقاص کے سر پر درہ سے ماری تھی اور اس کے لئے آپ رضی اللہ عنہ نے گواہ بھی

مقرر نہ فرمایا اور فرمایا تو نے مجھے خلافت نہیں دی۔ میں آپ کو بتانا پسند کرتا ہوں کہ خلافت آپ سے نہیں ڈرتی لیکن سعد اس پر تھوڑا سا بھی ٹس سے مس نہ ہوئے اور ابن مسعود تو بدرجہ اولیٰ اس سزا کے حقدار تھے۔ اس لئے کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اس طرح کے جواب مرحمت تھے جن سے قطعی طور پر عزت اور اکڑپن باقی نہیں بچتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابی کو چلتے ہوئے ملاحظہ کیا کہ اس کے پیچھے ایک جماعت آرہی ہے

تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس کو درہ مار کر فرمایا

یہ تیرے اور ان کے لئے فتنہ ہے لیکن ابی نے تو اس پر براہی تسلیم نہیں کیا حالانکہ سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان کو راضی کرنے کی بہت کوشش فرمائی۔

کہتے ہیں کہ

ابن مسعود آپ رضی اللہ عنہ سے رضامند ہو گئے اور آپ رضی اللہ عنہ کے لئے بخشش چاہی۔

اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ رضامند نہیں ہوئے۔

اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی آپ رضی اللہ عنہ کو یہی امر لاحق ہوا اور انہوں نے بھی اسی طرح کی جرأت کی جس سے آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت کی بڑائی احتام کو پہنچتی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے جو سلوک ان کے اور دوسرے لوگوں کے ساتھ کیا وہ منصب شریعت کی صیانت اور حرمت دین کی حفاظت کے لئے کیا۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ آپ رضی اللہ عنہ سے یہی فرماتے تھے کہ آپ رضی اللہ عنہ شیخین کے راستے پر چلیں اور جو گزرا ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے اپنے معاملہ میں لوگوں کو سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے الگ اور ختم کرنے کے لئے پھرنا شروع فرما دیا اور آپ رضی اللہ عنہ نے ان کو کہا کہ میرے پاس ٹھہرو اور صبح و شام دودھ والی اونٹنیاں تمہارے پاس آتی رہیں۔

تو انہوں نے جواب دیا کہ مجھے دنیا کی کوئی حاجت نہیں۔ یہ سب جھوٹی باتیں ہیں

اسی طرح عبدالرحمٰن بن عوف کے قضیہ کی حالت ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ ان سے زیادہ آنے جانے کی وجہ سے وحشت میں نہ آئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو بھی کچھ نہ کہا۔ آپ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس وجہ مارا کہ ان کو مسجد میں آنے کے لئے آپ رضی اللہ عنہ نے کئی دفعہ اشخاص روانہ کیے تا کہ آپ رضی اللہ عنہ ان اشیاء کے متعلق ان پر عتاب کریں جن کی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ ان پر ناراض تھے۔ انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کے پاس عذر کیا مگر آپ رضی اللہ عنہ نے اس کو قبول نہیں کیا بلکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قسم اٹھا کر بہت زیادہ سے فرمایا کہ انہوں نے لوگوں کو اس طرح کا حکم نہیں دیا۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے ان کو رضامند کرنے کی بہت زیادہ سعی کی۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ آپ رضی اللہ عنہ سے راضی ہو گئے تھے۔

اور حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے ساتھ آپ رضی اللہ عنہ کے جس سلوک کا تذکرہ کیا گیا ہے اس میں آپ رضی اللہ عنہ کا یہ عذر ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ

نے ان کو تحریر کیا اور سختی کی پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو جب حقیقت حال سے خبر ملی تو آپ رضی اللہ عنہ نے ان کو راضی کرنے کی بے حد کوشش کی اور اپنی قمیض اتار کر کوڑا ان کی طرف پھینک دیا تا کہ وہ قصاص کا بدلہ لیں۔ کعب نے آپ رضی اللہ عنہ کو معاف کر دیا اور آپ رضی اللہ عنہ کے اخص سے ہو گئے۔ اشتر کے ساتھ آپ رضی اللہ عنہ نے جو سلوک کیا اس میں آپ رضی اللہ عنہ معذور ہیں وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں فتنے کا سردار ہے بلکہ وہ آپ رضی اللہ عنہ کے شہید ہونے سے بلکہ اتنا تک آیا ہے کہ وہ آپ رضی اللہ عنہ کے قتل میں خود شریک ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی عقلوں کو اندھا فرما دیا اور اس طرح کسی وجہ سے ہوا' اس لئے کہ انہوں نے دین سے مرتد ہونے سے اس شخص کے کام کی مذمت نہیں کی بلکہ اس آدمی کے کام کی مذمت کی جس کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شہادت دی ہے کہ وہ امام حق پر ہے اور وہ مظلومیت کی حالت میں شہید ہوگا اور وہ جنتی ہے۔

ایک اعتراض آپ رضی اللہ عنہ پر یہ کیا جاتا ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ نے ان مصاحف کو آگ لگائی' جن میں قرآن مجید لکھا ہوا تھا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

یہ بات تو آپ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں سے ہے اس لئے کہ حذیفہ وغیرہ نے آپ رضی اللہ عنہ تک یہ اس بات کو پہنچایا کہ شامیوں اور عراقیوں نے قرآن میں اختلاف کیا ہے اور وہ ایک دوسرے سے کہتے ہیں کہ میری قرأت تمہاری قرأت سے اچھی ہے اور قریب ہے کہ یہ بات کفر کی حد تک پہنچ جائے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سوچا کہ وہ لوگوں کو ایک قرآن پر جمع کر دیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا مصحف شریف لے کر قرآن مجید کو اس کے مطابق تحریر کروا دیا اور ان کو مختلف ممالک کی جانب بھجوا دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے یہ حکم امت کے اختلاف کی بناء پر دیا۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ

اللہ تعالیٰ کی قسم! اگر میں خلیفہ ہوتا تو میں بھی وہی کچھ کرتا جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کیا۔

اور فرمایا

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اس وجہ سے برا بھلا نہ کہو۔ اس لئے کہ انہوں نے یہ ہمارے متفق ہونے کی وجہ سے کیا ہے۔

شرح مشکوٰۃ میں اس قصہ کے فوائد کو مفصل طور پر ذکر کیا گیا ہے۔

ایک اعتراض آپ رضی اللہ عنہ پر یہ کیا جاتا ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ نے ہرمزان جفینہ اور ابولؤلؤ قاتل عمر کی چھوٹی بچی کو قتل کر دینے کی وجہ سے عبید اللہ بن عمر کو قتل نہیں کیا حالانکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور صحابہ کرام علیہم الرضوان نے آپ رضی اللہ عنہ کو قتل کر دینے کا فرمایا تھا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

جفینہ نصرانی ہے اور ابولؤلؤ کی بیٹی کا باپ مجوسی ہے اس کی ماں مجہول الحال ہے اور اس کا اسلام قبول کرنا ثابت ہی نہیں اور

ہرمزان ابولؤلؤ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قتل کا حکم اور مشورہ دینے والا ہے اور مجتہدین کی ایک جماعت کا فرمانا ہے کہ قتل کا حکم دینے والا قتل پر حکم دینے والے آدمی کی قتل کرتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کو عبید اللہ کے قتل سے ایک عظیم فتنہ کا خوف لاحق ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے قتل کی شروط پائی جانے کے باوجود عبید اللہ کے قتل کو چھوڑ دیا اور ہرمزان کے اہل خانہ کو رضا مند کرلیا۔

ایک اعتراض آپ رضی اللہ عنہ پر یہ بھی کیا جاتا ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ نے حج کے موقع پر منیٰ میں مکمل نماز پڑھی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

یہ اجتہادی مسئلہ ہے اس پر اعتراض کرنا انتہاء درجہ کی جہالت وغبادت ہے۔ اکثر علماء کے نزدیک قصر جائز ہے واجب نہیں۔

ایک اعتراض یہ بھی کیا جاتا ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ نے محمد بن ابوبکر کے ساتھ خیانت اور دھوکہ سے کام لیا تھا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو قسم اٹھا کر بتایا جس کا بیان آئندہ آئے گا اور لوگ آپ رضی اللہ عنہ کے مصدق ہوئے۔ علاوہ ازیں اس کے جس کے دل میں بیماری تھی۔

پورے کلام کا حاصل یہ ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان بالکل صحیح ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ حق پر ہیں اور جنتی ہیں اور مظلومیت کی صورت میں مارے جائیں گے اور آپ رضی اللہ عنہ نے ان کی اطاعت کا حکم فرمایا اور جو شخص اس عظمت وشان کا مالک ہو اس پر اس طرح کے اعتراضات کس طرح کئے جاسکتے ہیں اور یہ بات بھی بالکل درست ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوں گے اور منافقین آپ رضی اللہ عنہ کو خلافت سے ہٹانے سازش کریں گے اور وہ ان کی بات کو ہرگز تسلیم نہیں کریں گے حالانکہ ان کو علم ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ اسلام میں اول اور راہ خدا عزوجل اور اس کے علاوہ کاموں میں حد سے زیادہ خرچ فرمانے والے ہیں جس کا تھوڑا سا ذکر آپ رضی اللہ عنہ کے کارناموں میں گزر گیا ہے۔

(الصواعق المحرقۃ عربی،ص:111تا115'کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

آٹھواں باب

”حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت اور اس سے پہلے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کا قصہ ذکر کریں گے اس لئے کہ آپ رضی اللہ عنہ کے قتل پر اہل حل وعقد نے بیعت کی ہے جس طرح کہ عنقریب بیان آئے گا“

ابن سعد نے زہری سے روایت کیا ہے کہ

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے بارہ سال خلافت فرمائی اور چھ سال تک آپ رضی اللہ عنہ سے لوگ ناراض نہیں ہوئے بلکہ لوگ آپ رضی اللہ عنہ کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے زیادہ چاہت کرتے تھے۔ اس لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان سے زیادہ سخت انداز اپناتے تھے لیکن جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان کے خلیفہ بن گئے تو ان سے نرم انداز اپنایا، صلہ رحمی کی پھر ان کے معاملات میں نرمی سے کام لیا اور آخری چھ سالوں میں اپنے اہل بیت اور رشتہ داروں کو عامل مقرر فرمایا اور ان کو حکم الٰہی عزوجل کے مطابق صلہ رحمی کرتے ہوئے مال عطا فرمایا۔

اور فرمایا کہ

حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے یہ مال ترک کر دیا تھا اور میں نے اس کو لے کر اپنے اقارب میں تقسیم فرما دیا ہے جس کی بدولت آپ رضی اللہ عنہ پر اعتراض کیا گیا۔

(الصواعق المحرقہ عربی ص:116' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

زہری نے ابن عساکر سے روایت کیا ہے کہ

میں نے ابن مسیب سے کہا کہ

کیا آپ مجھے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کے بارے میں بتانا پسند فرمائیں گے کہ لوگوں کا اور آپ رضی اللہ عنہ کا معاملہ کس طرح کا تھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام علیہم الرضوان نے آپ رضی اللہ عنہ کو کیوں اکیلا چھوڑ دیا تھا۔

ابن مسیب نے جواب دیا کہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مظلومیت کی صورت میں قتل کئے گئے تھے اور آپ رضی اللہ عنہ کا قاتل ظالم تھا اور جس شخص نے بھی آپ رضی اللہ عنہ کو اکیلا چھوڑا تھا وہ معذور تھا۔

میں نے پوچھا
وہ کس طرح؟
انہوں نے کہا

جب آپ رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو صحابہ کرام علیہم الرضوان کا ایک گروہ آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت کو پسند نہیں کرتا تھا اس لئے کہ آپ رضی اللہ عنہ اپنی قوم سے بہت زیادہ چاہتے تھے اور وہ بنی امیہ کے اس طرح کے آدمیوں کو کثرت سے والی بناتے تھے جن کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت حاصل نہ ہوئی تھی اور آپ رضی اللہ عنہ کے امراء اس طرح کے افعال کا ارتکاب کرتے تھے جن کو صحابہ کرام پسند نہیں فرماتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ ان کے متعلق لوگوں کی ناراضگی اختیار کر لیتے تھے مگر ان کو معزول نہیں کرتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے آخری چھ سالوں میں اپنے چچازاد بھائیوں کو دوسروں پر ترجیح دی اور ان کو والی بنا دیا اور ان کو اللہ تعالیٰ کا تقویٰ لینے کا حکم فرمایا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن ابی سرح کو مصر کا حاکم قائم فرمایا وہ وہاں کئی سال رہے تو مصر والے ان کو شکوہ اور فریاد کرتے ہوئے آئے اور اس سے پہلے حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت ابوذر اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم کو بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کچھ قلبی رنج تھا' جس کی وجہ سے بنو ہذیل اور بنو زہرہ کے دل میں بھی دکھ تھا اور عمار بن یاسر کی وجہ سے بنو مخزوم کو سیّدنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر سخت غصہ تھا۔ مصر والے عبداللہ بن ابی سرح کی شکوہ لے کر آ گئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن ابی سرح کو کھینچا تو ابن سرح نے اس بات کو قبول کرنے سے انکاری ہو گئے جس سے آپ رضی اللہ عنہ نے اس کو منع تھا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے جو اشخاص گئے تھے ان میں سے ایک کو مار کر قتل کر دیا تو مصر والوں میں سے سات سو اشخاص نے مدینہ منورہ آ کر مسجد میں رہائش رکھ لی اور نماز کے اوقات کے معاملے میں ابن سرح نے جو ان سے سلوک کیا اس کی انہوں نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے پاس شکوہ کیا تو طلحہ بن عبیداللہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بہت تیز کلام کیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو آپ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا کہ وہ ان کو فرمائیں کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام علیہم الرضوان آپ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے ہیں اور اس آدمی کو معزول کرنے کے متعلق آپ رضی اللہ عنہ سے سوال کرتے ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس طرح کرنے سے انکار فرما دیا۔ اس آدمی نے ان میں سے ایک شخص کو قتل کر دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ اپنے عامل سے ان کو انصاف دلا دیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے پاس آ کر فرمایا کہ

یہ لوگ آپ رضی اللہ عنہ سے ایک شخص کی جگہ ایک شخص کا سوال کرتے ہیں اس سے قبل وہ خون کے مدعی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ ان کو معزول کر کے ان کے مابین فیصلہ فرما دیں۔ اگر اس پر حق واجب ہوتا ہے تو آپ رضی اللہ عنہ اس سے ان کو انصاف دلا دیں۔

آپ رضی اللہ عنہ نے ان کو فرمایا

کوئی ایک شخص پسند کر لو میں اس کی جگہ اس شخص کو تمہارے اوپر حاکم دیتا ہوں۔ لوگوں نے محمد بن ابی بکر کی طرف اشارہ کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ان کو حاکم بنا دیا جب وہ واپس جانے لگے تو مہاجرین اور انصار میں سے کچھ لوگ اہل مصر اور ابن ابی سرح

کے معاملہ کا جائزہ لینے کے لئے ان کے ساتھ چلے گئے۔ محمد بن ابی بکر اور ان کے رفقاء بھی گئے اور جب وہ مدینہ منورہ سے تین دن کے فاصلے پر تھے تو انہوں نے دیکھا کہ ایک سیاہ فام غلام اونٹ کو اس طرح بھگائے جا رہا تھا کہ گویا اس کے پیچھے کوئی آ رہا ہے یا وہ خود کسی کا پیچھا کر رہا ہے۔

تو محمد بن ابی بکر کے ساتھیوں نے اس کو کہا

تمہیں کیا ہوا؟ یوں محسوس ہوتا ہے کہ تو بھاگا ہوا ہے یا کسی کے پیچھے لگا ہوا ہے۔

تو اس نے کہا

امیر المومنین رضی اللہ عنہ کا غلام ہوں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے مجھے مصر کے گورنر کے پاس روانہ فرمایا ہے۔

تو ان میں سے ایک شخص نے کہا

مصر کے گورنر تو یہ ہیں۔

اس نے کہا

میں ان کو نہیں ملنا چاہتا۔

اس آدمی نے محمد بن ابی بکر کو اس آدمی کے بارے میں بتایا تو اس نے اس کی تلاش میں ایک آدمی کو روانہ کیا وہ اس کو پکڑ کر آپ کے روبرو حاضر کیا۔

ایک شخص نے اس سے کہا

تو کس کا غلام ہے۔

اس نے ایک دفعہ کہا

میں امیر المومنین کا غلام ہوں۔

اور دوسری بار کہا

میں مروان کا غلام ہوں۔

حتیٰ کہ ایک شخص نے اس کو پہچان لیا کہ یہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا غلام ہے۔

محمد بن ابی بکر نے اس سے پوچھا

آپ کو کس طرف بھیجا گیا ہے۔

اس نے کہا

مصر کے گورنر کی طرف بھیجا گیا ہے۔

انہوں نے پوچھا

کس کے لئے

اس نے کہا

ایک پیغام دینے کے لئے بھیجا ہے۔

اس نے پوچھا،

تیرے پاس کوئی رقعہ ہے۔

اس نے کہا

نہیں

اس نے اس کی تلاشی لی مگر کوئی رقعہ نہ مل سکا۔ اس کے پاس ایک مشکیزہ تھا جس میں ابی سرح کے نام حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا خط تھا۔ محمد بن ابی بکر نے ان مہاجرین اور انصار کو جمع کیا جو آپ کے ساتھ تھے پھر ان کی موجودگی میں اس خط کو کھولا تو اس میں لکھا ہوا تھا کہ

جب آپ کے پاس محمد بن ابی بکر اور فلاں فلاں اشخاص آئیں تو ان کے قتل کے متعلق سوچنا اور اس کے پاس جو مقرر کرنے کا خط ہے اس کو بے فائدہ اور جھوٹا سمجھنا اور جب تک میری رائے کا آپ کو پتہ نہ چلے تو اس وقت تک اپنے کام پر پکے رہنا اور جو لوگ شکوہ و شکایت کرنے کے لئے آپ کی طرف آئیں ان کو اس وقت تک قید رکھنا جب تک ان کے بارے میں میری رائے آپ کو پتہ نہ چل جائے' انشاء اللہ تعالیٰ۔ جب انہوں نے یہ خط پڑھا تو ڈر کر مدینہ منورہ کی طرف واپس آ گئے اور محمد بن ابی بکر نے اس خط پر ان تمام اشخاص کی مہریں لگوادیں جو آپ کے ساتھ تھے اور ان میں سے ایک شخص کو خط دے دیا۔ مدینہ منورہ آ کر انہوں نے حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت علی، حضرت سعد رضی اللہ عنہم اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جو بھی صحابہ کرام علیہم الرضوان تشریف فرما تھے ان کو جمع کیا اور ان کی موجودگی میں خط کو کھولا اور ان کو اس غلام کا واقعہ بتایا اور ان تمام کو وہ خط پڑھ کر سنایا جس سے مدینہ منورہ کے تمام اشخاص حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے غصہ میں آ گئے اور اس واقعہ نے حضرت ابن مسعود، حضرت ابوذر اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو غصے میں اور بھی زیادہ کر دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام علیہم الرضوان اٹھ کر اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہو گئے۔ جب ان لوگوں نے خط پڑھ کر سنا تو ہر شخص غم کی حالت میں تھا۔ لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا محاصرہ کر لیا اور محمد بن ابی بکر بنو تیم وغیرہ کو آپ پر چڑھائی کے لئے لے آیا۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس معاملہ کو ملاحظہ فرمایا' تو حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت سعد اور حضرت عمار رضی اللہ عنہم اور بدر کے صحابہ کرام علیہم الرضوان کی ایک جماعت کو ساتھ لے کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ آپ کے ساتھ وہ غلام اور اونٹ بھی تھا۔

آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا:

کیا یہ آپ رضی اللہ عنہ کا غلام ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

ہاں

پھر کہا

کیا یہ اونٹ بھی آپ رضی اللہ عنہ کا ہے؟

آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

ہاں

پھر کہا: کیا یہ خط آپ نے تحریر فرمایا ہے؟ آپ نے جواب دیا: نہیں۔

آپ نے قسماً فرمایا کہ میں نے یہ خط نہیں تحریر کیا اور نہ میں نے اس کو یہ کہا ہے اور نہ مجھے اس کا کوئی پتہ ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا

یہ مہر آپ رضی اللہ عنہ کی ہے؟

آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ہاں

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا:

آپ رضی اللہ عنہ کا غلام آپ رضی اللہ عنہ کے اونٹ پر آپ رضی اللہ عنہ کا مہر شدہ خط لے کر نکلتا ہے اور آپ کو اس کا پتہ ہی نہیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قسماً فرمایا کہ

میں نے نہ تو خط تحریر کیا ہے اور نہ میں نے اس کو حکم دیا ہے اور نہ ہی میں نے اس غلام کو کبھی مصر کی جانب روانہ کیا ہے۔

لوگوں کو پتہ چلا کہ یہ خط مروان کا ہے اور وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں شک کرنے لگ گئے۔ انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے یہ مطالبہ کیا کہ مروان کو ان کے حوالے کیا جائے' مگر آپ نہ مانے اور مروان اس وقت آپ کے گھر میں تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام علیہم الرضوان آپ رضی اللہ عنہ سے ناراض ہو کر چلے گئے اور آپ رضی اللہ عنہ کے معاملہ میں شک کرنے لگے' اور اس بات کو سمجھ گئے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جھوٹی قسم نہیں اٹھائی۔

مگر چند اشخاص نے کہا:

جب تک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مروان کو ہمارے حوالے نہ کریں اور ہم اس سے تحقیق کر کے خط والا معاملہ نہ جان لیں' اس وقت تک ہم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو دل سے بری نہیں جانتے۔ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دو صحابہ کرام علیہم الرضوان کے قتل ناحق کا حکم کس طرح دے سکتے ہیں۔ اگر وہ خط حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تحریر کیا ہے تو ہم اس کو معزول کریں گے۔ اگر مروان نے اس کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی جانب سے تحریر کیا ہے تو ہم مروان کے متعلق جس قدر ہو سکا تفکر کریں گے اور وہ اپنے گھروں میں بیٹھ گئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مروان کو قتل کے ڈر سے ان کے حوالے کرنے سے انکاری ہوئے۔ لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا

محاصرہ کر کے ان کا پانی بند کر دیا۔

آپ رضی اللہ عنہ نے جھانک کر لوگوں سے استفسار فرمایا۔

کیا آپ لوگوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف فرما ہیں۔

انہوں نے جواب دیا:

نہیں

آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا

کیا آپ لوگوں میں سعید تشریف فرما ہیں۔

انہوں نے جواب دیا

نہیں۔

پھر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

کیا تم میں سے کوئی شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ تک یہ بات پہنچائے گا کہ وہ ہمیں پانی دیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جب یہ خبر ملی، آپ نے تین بھرے ہوئے مشکیزے آپ کی جانب بھیج دیئے۔ ابھی وہ آپ کے پاس پہنچے نہیں تھے کہ ان کی وجہ سے بنو ہاشم اور بنو امیہ کے کئی غلام زخمی ہو گئے حتیٰ کہ پانی آپ کے پاس پہنچ گیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا کہ لوگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کے درپے ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا

ہم نے ان سے مروان کا مطالبہ کیا ہے مگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کا معاملہ نہیں ہوگا اور آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما سے فرمایا اپنی تلواریں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دروازے پر لے کر کھڑے ہو جاؤ اور جو شخص آپ تک پہنچنا چاہے اس کو نہ چھوڑو۔ حضرت زبیر حضرت طلحہ رضی اللہ عنہما اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کئی صحابہ کرام علیہم الرضوان نے اپنے اپنے بیٹوں کو روانہ کیا کہ کسی شخص کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر میں داخل نہ ہونے دیں اور انہیں کہیں کہ وہ مروان کو گھر سے باہر نکال دیں۔

جب محمد بن ابی بکر نے یہ معاملہ دیکھا تو لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر تیر اندازی شروع کر دی حتیٰ کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دروازے پر حضرت حسن رضی اللہ عنہ خون میں لتھڑ گئے اور مروان کو بھی گھر میں ایک تیر لگا۔ محمد بن طلحہ بھی خون میں نہا گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے غلام قنبر کا سر بھی زخمی ہوا۔ محمد بن ابی بکر کو یہ ڈر لگا کہ کہیں بنو ہاشم حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کی حالت دیکھ کر غصے میں نہ آ جائیں اور بڑا فتنہ نہ قائم کر دیں۔ محمد بن ابی بکر نے دو آدمیوں کے ہاتھ پکڑ کر انہیں کہا اگر بنو ہاشم نے آ کر حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے چہرے پر خون دیکھ لیا تو وہ لوگوں کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کسے دور کر دیں گے اور ہم جس بات کے متمنی ہیں وہ تو پوری نہیں ہوگی۔ میرے ساتھ آؤ تا کہ ہم دیوار پھلانگ کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیں اور کسی کو اس بات کا علم بھی نہ ہوگا۔ پس محمد

بن ابی بکر اور اس کے دو ساتھی ایک انصاری کے گھر سے دیوار پر چڑھے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر میں داخل ہو گئے اور آپ کے رفقا کو کچھ بھی علم نہ ہو سکا کیونکہ آپ کے سب رفقاء گھروں کی چھتوں پر تھے اور آپ کے ساتھ صرف آپ کی زوجہ ہی تھی۔ محمد بن ابی بکر نے دونوں ساتھیوں سے کہا اپنی اپنی جگہ کھڑے رہو اس لئے کہ ان کے ساتھ ان کی زوجہ بھی ہے حتیٰ کہ میں آپ کو داخل ہونے کا کہوں جب میں ان کو بھتے لے لوں تو تم دونوں داخل ہو کر ان مار مار کر قتل کر دینا۔ محمد بن ابی بکر نے اندر داخل ہو کر آپ کی ریش مبارک پکڑ لی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کو کہا اگر تیرا باپ تجھے مرے ساتھ اس حالت میں ملاحظہ کرتا تو اس کو یہ بات بری لگتی تو اس نے ہاتھ کو ڈھیلا کر دیا۔ اتنے میں دونوں اشخاص نے داخل ہو کر مار مار کر آپ کو قتل کر دیا اور جس راستے سے آئے تھے بھاگتے ہوئے وہیں سے باہر نکل گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی زوجہ نے آوازیں لگائیں، مگر آپ کی چیخ و پکار گھر میں باہر سے آئے لوگوں کی وجہ سے کسی کو نہ سنائی دی۔ آپ کی بیوی نے لوگوں کو جا کر بتایا کہ امیر المومنین قتل کر دیئے گئے ہیں۔ لوگوں نے آ کر دیکھا تو آپ شہید ہو گئے تھے۔ جب یہ خبر حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت سعد اور اہل مدینہ کو پہنچی تو وہ باہر نکلے مگر اس بات سے ان کے ایمان خطا ہو گئے۔ حتیٰ کہ انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر آ کر انہیں شہید پایا تو انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں بیٹوں سے پوچھا:

دروازے پر تم دونوں کی موجودگی میں امیر المومنین کس طرح شہید ہو گئے اور اپنا ہاتھ اٹھا کر حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو طمانچہ مارا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سینے پر مارا اور محمد بن طلحہ اور عبداللہ بن زبیر کو برا بھلا کہا اور انتہائی غصے کے ساتھ اپنے گھر آ گئے۔ لوگ دوڑتے ہوئے آپ کے پاس آئے اور کہنے لگے اپنا ہاتھ آگے بڑھائیے ہم آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کرتے ہیں۔ ایک امیر کا ہونا اشد ضروری ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔

یہ آپ تمہارا کام نہیں یہ اہل بدر کا کام ہے جس سے اہل بدر راضی ہوں گے وہی خلیفہ قائم ہو گا۔

تمام اہل بدر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر کہا۔

ہم آپ کے علاوہ کسی کو خلافت کا مستحق نہیں جانتے۔ ہاتھ بڑھائیے ہم آپ کی بیعت کرتے ہیں چنانچہ انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی۔ مروان اور اس کے بیٹے بھاگ گئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیوی سے آ کر پوچھا کیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو کس نے قتل کیا ہے۔

اس نے کہا

میں نہیں جانتی۔ دو اشخاص آپ کے پاس آئے جن کو میں جانتی نہیں۔ جنہیں میں نہیں پہچانتی۔ ان کے ساتھ محمد بن ابی بکر تھا اور جو کچھ انہوں نے کیا اس کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بتایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے محمد بن ابی بکر کو بلا کر جو کچھ آپ کو

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی زوجہ نے بتایا تھا اس کے بارے میں پوچھا۔

محمد بن ابی بکر نے کہا

انہوں نے سچ کہا

اللہ تعالیٰ کی قسم! میں ان کو قتل کرنے کے لئے گیا تھا۔ انہوں نے مجھ سے میرے باپ کا تذکرہ کیا تو میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کر کے ان کے پاس سے چلا آیا۔

اللہ تعالیٰ کی قسم! میں نے نہ ان کو پکڑا ہے اور نہ ان کو قتل کیا ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی زوجہ نے کہا:

اس نے سچ کہا ہے مگر ان دو کو اس نے داخل کیا ہے۔

ابن سعد نے کہا: حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت خلافت، قتل عثمان کے دوسرے دن مدینہ میں ہوئی۔ تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان نے جو وہاں موجود تھے۔ انہوں نے آپ کی بیعت کی۔ کہتے ہیں کہ حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما نے دل سے نہ چاہتے ہوئے بیعت کی پھر دونوں مکہ روانہ ہو گئے وہاں سے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو ساتھ لے کر خونِ عثمان کا مطالبہ کرتے ہوئے بصرہ چلے گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جب اس معاملہ کی خبر ملی تو آپ رضی اللہ عنہ عراق گئے اور بصرہ میں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء سے ملاقات کی۔ یہ جنگ جمل کی بات ہے جو جمادی الاخرہ 36ھ میں ہوئی جس میں حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما بھی لڑے اور وہاں تیرہ ہزار اشخاص مارے گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بصرہ میں پندرہ راتیں قیام فرمایا' پھر کوفہ واپس آ گئے۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ کے خلاف حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور آپ کے شامی رفقاء نکلے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جب خبر ملی تو آپ رضی اللہ عنہ چل پڑے اور صفر 37ھ میں صفین کے مقام پر دونوں لشکروں کا ٹکراؤ ہوا۔ کئی دن تک جنگ ہوتی رہی تو شامیوں نے قرآن مجید بلند کر دیئے کہ ہم اس کے مطابق فیصلہ کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔ اصل میں یہ عمرو بن العاص کی ایک چال تھی۔

انہوں نے آپس میں ایک تحریر لکھی کہ وہ ایک سال اذرح بستی میں آئیں گے اور امت کے معاملہ پر تفکر کریں گے۔

لوگ بکھر گئے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ شام میں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کوفہ میں واپس تشریف لے آئے تو آپ کے اصحاب کرام میں سے خوارج اور آپ کے رفقاء نے آپ کے خلاف نکلے

اور کہا

ہم اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کا حکم تسلیم نہیں کریں گے اور حروراء مقام پر چھاؤنی لگا دی۔ آپ نے ان کی طرف حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو روانہ فرمایا۔ آپ رضی اللہ عنہما نے ان سے دلائل و براہین سے مخاصمت کی تو ان میں سے بہت سے لوگوں نے رجوع کر لیا اور کچھ لوگ ثابت قدم رہے اور نہروان کی طرف چل دیئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وہاں جا کر ان کو قتل کیا اور ذوالثدیہ کو بھی قتل کیا جس کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش گوئی فرمائی تھی یہ واقعہ 38ھ کو ہوا۔ اس سال شعبان کے ماہ میں لوگ اذرح بستی میں جمع

ہوئے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت ابن عمر اور دیگر صحابہ کرام علیہم الرضوان بھی وہاں پر موجود رہے، عمرو بن العاص نے ابوموسیٰ اشعری کو اپنی ایک تدبیر کے تحت آگے کیا۔ انہوں نے کلام کر کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلافت سے معزول کر دیا اور عمرو بن العاص نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو امیر بنا دیا اور اس کی بیعت کی جس پر لوگ متذبذب ہو گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے رفقاء کی مخالفت کی اور اپنی انگلیاں کاٹ کر کہا میری نافرمانی اور معاویہ رضی اللہ عنہ کی اطاعت ہو یہ ان واقعات کا خلاصہ ہے۔

یہ رسالہ پورے واقعات کی تفصیل کا حامل نہیں اور اس مقام پر اختصار کرنا ہی زیادہ پسندیدہ ہے۔ اس لئے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

جب میرے صحابہ کرام علیہم الرضوان کا ذکر ہو تو ان کو کچھ کہنے سے رک جایا کرو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ جمل اور صفین اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے لڑنے کی پیش گوئی فرمائی تھی جس طرح کہ حاکم نے روایت کیا ہے۔

اور بیہقی نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے صحیح روایت کی ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امہات المومنین رضی اللہ عنہن ان کے خروج کا تذکرہ کیا تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا مسکرائیں۔

تو آپ نے فرمایا

اے حمیرا! انتظار کر کہ تو اس طرح نہ ہوگی۔ پھر آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔

اگر تو اس پر قابو پالے تو اس پر نرمی اختیار کرنا۔

بزار اور نعیم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ تم میں سے کون سرخ اونٹ پر سوار ہو کر خروج کرے گی حتیٰ کہ اس پر حوأب کے کتے بھونکیں گے۔ اس کے ارد گرد کثیر مقتول ہوں گے اور مشکل سے نجات پائیں گے۔

(الصواعق المحرقہ عربی 118، کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

حاکم نے روایت کیا ہے کہ اس کو صحیح فرمایا ہے اور بیہقی نے ابی الاسود سے روایت کی ہے۔

انہوں نے کہا

میں نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تلاش میں نکلے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر پوچھا۔ کیا آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ تو علی رضی اللہ عنہ سے ظالم ہونے کی وجہ سے جنگ کرے گا۔ تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ واپس تشریف لے گئے۔

(مستدرک: ذکر مقتل زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ ص 413)

ابویعلیٰ اور بیہقی کی روایت میں ہے کہ

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا! ہاں میں نے سنا ہے مگر میں بھول گیا تھا۔

(مستدرک: ذکر مقتل زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ ص:413)

تنبیہ

سابقہ بیان سے معلوم ہوا کہ ارباب حل وعقد کے متفق ہونے سے جن میں حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت ابوموسیٰ، حضرت ابن عباس، حضرت خزیمہ بن ثابت اور حضرت ابی الہیثم بن التیہان، حضرت محمد بن سلمہ اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم شامل ہیں۔ خلفائے ثلاثہ کے بعد امام المرتضیٰ والولی المجتبیٰ حضرت علی بن ابی طالب خلافت کے مستحق ہیں۔

اور شرح مقاصد میں بعض متکلمین سے روایت کیا گیا ہے کہ اس پر اجماع ہو گیا ہے اور شوریٰ کے زمانے میں اس کے منعقد کرنے کی وجہ یہ ہے کہ خلافت کے مستحق حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں یا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور یہ اجماع اس بات پر ہے کہ اگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نہ ہوں تو خلافت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے ہے اور جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ قتل ہو کر نہ رہے' تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے اجماعاً خلافت باقی بچ گئی۔

اور امام الحرمین نے کہا ہے کہ

یہ قول مشہور نہیں ہوا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امامت پر اجماع نہیں ہوا۔ امامت نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے انکار نہیں فرمایا۔ فتنہ تو اور کاموں سے پیدا ہوا ہے۔

(الصواعق المحرقہ عربی: ص:120' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

نواں باب
''حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل، کارنامے اور احوال کا بیان اور اس میں کئی فصلیں ہیں''

پہلی فصل

آپ رضی اللہ عنہ کے اسلام اور ہجرت وغیرہ میں

آپ رضی اللہ عنہ نے دس سال کی عمر میں اسلام قبول فرمایا۔

کہتے ہیں کہ

آپ رضی اللہ عنہ نو سال اور آٹھ سال کی عمر میں اسلام لائے اور یہ بھی کہ آپ اس سے بھی بہت قبل اسلام لے آئے تھے بلکہ حضرت ابن عباس، حضرت انس، حضرت زید بن ارقم، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہم

اور ایک جماعت نے کہا کہ

آپ رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے اسلام قبول فرمایا

اور بعض سے نقل کیا گیا ہے

اس پر اجماع ہے اور اس کی تطبیق پہلے گزر چکی ہے یعنی اجماع اس بات پر ہے کہ سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے ہیں۔

اور ابویعلی نے آپ سے روایت کیا ہے کہ

آپ نے فرمایا کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سوموار کو ہوئی اور میں منگل کے دن اسلام لے آیا۔

ابن سعد نے حسن بن زید سے روایت کیا ہے کہ

آپ نے چھوٹی عمر میں بھی کبھی بتوں کی پوجا نہیں کی۔ اس لئے آپ رضی اللہ عنہ کے متعلق کرم اللہ وجہہ کے الفاظ فرمائے جاتے ہیں۔

اس معاملہ میں سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو بھی شامل کیا جاتا ہے اس لئے کہ ان کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ

سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی کبھی بتوں کی پوجا نہیں کی۔ آپ رضی اللہ عنہ ان گیارہ اشخاص میں سے ایک ہیں جن کے بارے میں جنتی ہونے پر شہادت دی گئی ہے اور مزید یہ کہ آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مواخات میں بھائی اور حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے شوہر ہونے کی بناء پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد بھی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ سابقین الاسلام علمائے ربانی، مشہور بہادروں، زاہدوں اور معروف خطباء میں سے ایک ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ ان قرآن کے جمع کرنے والوں میں سے ایک ہیں جنہوں نے قرآن مجید کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے علاوہ ابوالاسود الدؤلی، ابوعبدالرحمٰن السلمی اور عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ نے بھی آپ کے سامنے قرآن کو پیش کیا جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی تو آپ رضی اللہ عنہ کو وصیتوں اور امانتوں کی ادائیگی کی خاطر کئی دنوں تک مکہ مکرمہ میں قیام کرنے کا حکم فرمایا پھر آپ رضی اللہ عنہ ان چیزوں کی ادائیگی کے بعد اپنے اہل کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملے۔ آپ رضی اللہ عنہ غزوہ تبوک کے علاوہ سب معرکوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے' کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ میں اپنا جانشین قائم فرمایا تھا۔

اور اسی مقام پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ

تو مجھ سے اس مقام پر ہے جو ہارون علیہ السلام کو موسیٰ علیہ السلام سے حاصل تھا۔ سب معرکوں میں آپ رضی اللہ عنہ کے کارنامے بہت معروف ہیں۔ غزوہ احد کے دن آپ رضی اللہ عنہ کو سولہ زخم ہوئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سارے معرکوں میں آپ رضی اللہ عنہ کو جھنڈا عطا فرمایا۔ خاص طور پر غزوہ خیبر میں اور آپ نے پیش گوئی فرمائی

جس طرح کہ صحیحین میں ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں پر فتح ہو گی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے خیبر کے قلعے کا دروازہ اپنی پشت پر اٹھا لیا حتیٰ کہ مسلمانوں نے قلعے پر چڑھ کر اس کو فتح فرما لیا۔ اس کے بعد آپ نے دروازے کو اکھاڑا اور اس کو چالیس اشخاص نے اٹھایا۔

اور ایک روایت میں ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ نے خیبر کے دروازے کو لے کر اس کی ڈھال بنالی اور اس کو ہاتھ میں لے کر قتال کرتے رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو فتح سے سرفراز فرمایا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس کو ڈال دیا پھر آٹھ اشخاص نے اس کو ڈالنے کا ارادہ کیا مگر اس میں وہ کامیاب نہیں ہوئے۔

(الصواعق المحرقہ عربی ص 120' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

دوسری فصل

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے فضائل

آپ رضی اللہ عنہ کے فضائل مشہور بہت زیادہ تعداد میں ہیں۔

احمد نے فرمایا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مساوی کسی شخص کے فضائل نہیں ہیں۔

اور اسماعیل قاضی نسائی اور ابو علی نیشاپوری نے فرمایا ہے کہ

کسی صحابی کے لئے اس قدر اسناد نہیں آئیں، جس قدر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے وارد ہوئی ہیں۔

اور اہل بیت کی ذریت میں سے بعض متاخرین نے کہا ہے کہ اس کا سبب یہ ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ ہی زیادہ بہتر جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سب واقعات سے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ظاہر ہونے والے ہیں اور جن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ابتلاء ہوگا، ان سے متنبہ فرمایا تھا۔ اور جس وقت آپ رضی اللہ عنہ کو خلافت دی گئی اور جس قدر اختلافات اس میں ہوئے اس کے متعلق بھی اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دے دی تھی۔ یہ امور اس بات کا تقاضا کرتے تھے کہ امت کی خیر خواہی کے لئے ان فضائل کی شہرت کی جائے، تاکہ جو آدمی آپ رضی اللہ عنہ کو لے وہ نجات پا جائے پھر یہ اختلاف ظاہر ہوا اور آپ رضی اللہ عنہ کے خلاف خروج ہوا تو جن صحابہ کرام علیہم الرضوان نے ان فضائل کو سماعت کیا تھا انہوں نے امت کی خیر خواہی کے لئے ان کو پھیلانا شروع کر دیا پھر جب معاملہ سخت پڑ گیا اور بنی امیہ کا گروہ آپ رضی اللہ عنہ کی شان میں کمی کرنے لگا اور منبروں پر آپ رضی اللہ عنہ کو گالیاں دینے لگا اور ملعون خوارج نے ان کی حمایت کی بلکہ انہوں نے تو آپ رضی اللہ عنہ کو کافر تک بھی کہا تو اہل سنت کے جلیل القدر حفاظ، امت کی خیر خواہی اور حق کی فتح کے لئے آپ رضی اللہ عنہ کے فضائل کو پھیلانے میں کوشاں رہے۔ جلد ہی اہل بیت کے فضائل میں ذکر ہونے والی احادیث میں بھی آپ رضی اللہ عنہ کے کثیر فضائل کو بیان کیا جائے گا۔ آپ کو صرف علی رضی اللہ عنہ کے فضائل پر کفایت کرنا ہوگا۔ ان میں سے کثیر فضائل کا پیچھے احادیث مبارکہ میں بھی بیان ہو گیا ہے جو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے فضائل کے متعلق وارد ہوئی ہیں۔ اس مقام پر چالیس احادیث مبارکہ پر اکتفاء کیا جاتا ہے جن میں آپ رضی اللہ عنہ کے عظیم الشان اور روشن فضائل کو ذکر کیا گیا ہے۔

پہلی حدیث مبارکہ

سعید بن ابی وقاص سے شیخین نے اور احمد اور بزار نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے اور طبرانی نے اسماء بنت عمیس، ام سلمہ حبشی بن خبادہ، ابن عمر، ابن عباس، جابر بن سمرہ، علی، براء بن عازب اور زید بن ارقم رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے جنگ تبوک کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جانشین بنایا۔

تو آپ نے عرض کیا

یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑ کر جارہے ہیں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا

کیا آپ اس بات پر رضا مند نہیں کہ آپ کو مجھ سے وہ مقام حاصل ہو جو ہارون علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے حاصل تھا۔ ہاں میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

(صحیح مسلم: من فضائل علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ جز:12، ص:128)

اس حدیث مبارکہ کے بارے میں بارہویں شبہ میں ذکر ہو گیا ہے۔

دوسری حدیث مبارکہ

شیخین نے سہل بن سعد سے اور طبرانی نے حضرت ابن عمر، ابن ابی لیلیٰ اور عمران بن حصین سے اور بزار نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جنگ خیبر کے دن ارشاد فرمایا:

میں کل اس آدمی کو جھنڈا عطا فرماؤں گا جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ فتح عطا فرمائے گا اور وہ اللہ اور اس کے رسول عزوجل وﷺ سے محبت کرتا ہوگا اور اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ بھی اس سے محبت کرتے ہیں۔ ساری رات لوگ اس موضوع پر گفتگو کرتے رہے کہ آپ ﷺ کس کو جھنڈا عطا فرمائیں گے۔ صبح ہوئی تو تمام اس امید پر نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے کہ نبی کریم ﷺ اس کو جھنڈا عطا فرمائیں گے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا

علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کہاں ہے؟

عرض کیا گیا۔

ان کی آنکھیں تکلیف میں ہیں۔

ارشاد فرمایا

ان کو بلا لاؤ۔ جب آپ رضی اللہ عنہ آئے تو نبی کریم ﷺ نے ان کی آنکھوں پر لعاب دہن لگا کر دعا خیر فرمائی تو آپ رضی اللہ عنہ ٹھیک ہو گئے گویا کہ آپ رضی اللہ عنہ کو کوئی تکلیف ہی نہ تھی۔ آپ ﷺ نے ان کو جھنڈا عطا فرمایا۔

(صحیح البخاری: فضل من اسلم علی یدیہ رجل، ص:198)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ترمذی نے روایت کیا ہے کہ

سیدتنا فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا تمام لوگوں سے زیادہ آپ ﷺ کو محبوب تھیں اور ان کے شوہر حضرت علی رضی اللہ عنہ مردوں میں سے

آپ ﷺ کو زیادہ محبوب تھے۔

(الصواعق المحرقۃ عربی:ص:121' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

تیسری حدیث مبارکہ

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مسلم نے روایت کیا ہے کہ

جب آیت کریمہ ندع انباء نا وابناء کم نازل ہوئی تو نبی کریم ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو بلایا۔

اور کہا

اے اللہ عزوجل یہ میرے اہل ہیں۔

(صحیح مسلم: من فضائل علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ص:129)

چوتھی حدیث مبارکہ غدیر خم کے موقع پر نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جس کو میں محبوب ہوں علی (رضی اللہ عنہ) بھی اس کو محبوب ہے۔

اے اللہ عزوجل! جو اس سے محبت رکھے تو بھی اس سے محبت رکھ اور جو اس سے عداوت رکھے تو بھی اسی سے عداوت رکھ۔ (صحیح ترمذی: مناقب علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ص:175)

گیارہویں شبہ میں یہ حدیث مبارکہ بیان ہوگئی ہے۔ اس کو نبی کریم ﷺ سے تیس صحابہ کرام علیہم الرضوان نے بیان کیا ہے اور اس کے بارے میں بہت کچھ بیان ہو گیا ہے۔

بیہقی نے روایت کیا ہے کہ

یہ مجھ پر بعد میں ظاہر ہوئی ہے۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

علی رضی اللہ عنہ سید العرب ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا

کیا آپ ﷺ سید العرب نہیں؟

ارشاد فرمایا:

میں سید العالمین ہوں اور یہ سید العرب ہیں۔

(کتاب المواقف الایجی: المقصد الرابع: ص:633)

حاکم نے اپنی صحیح میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس طرح کے الفاظ روایت کئے ہیں

میں اولادِ آدم کا سردار ہوں اور علی (رضی اللہ عنہ) عرب کے سردار ہیں۔

(مستدرک: ذکر اسلام امیر المومنین رضی اللہ عنہ: ص: 133)

حاکم نے اس کو صحیح فرمایا ہے مگر دونوں نے اس کی تخریج نہیں کی۔ اس کے تمام شواہد کمزور ہیں جس طرح کہ بعض محقق محدثین نے روایت کیا ہے بلکہ ذہبی اس پر وضع کا حکم لگانے کی طرف مائل ہیں اور اگر اس کو درست فرض کر لیا جائے تو علی رضی اللہ عنہ کی سیادت ان کے لئے نسب وغیرہ کی حیثیت ہوگی۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ خلفائے ثلاثہ سے بھی افضل ہیں اور اس کے متعلق صریح دلائل بیان ہو گئے ہیں۔

پانچویں حدیث مبارکہ

ترمذی نے حاکم سے روایت کیا ہے اور اس کو بریدہ سے صحیح قرار دیا ہے۔

انہوں نے کہا

مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چار اشخاص سے محبت کرنے کا ارشاد فرمایا ہے اور مجھے یہ بھی بتایا کہ میں ان سے محبت رکھتا ہوں۔

عرض کیا گیا

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمیں ان کے نام ارشاد فرما دیجئے۔

ارشاد فرمایا

ان میں سے ایک علی ہے۔ باقی تین ابوذر، سلمان اور مقداد ہیں۔ رضی اللہ عنہم

(ترمذی: مناقب علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ: ص: 181)

چھٹی حدیث مبارکہ

احمد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے حبشی بن خبادہ سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ

علی رضی اللہ عنہ مجھ سے ہے اور میں علی (رضی اللہ عنہ) سے ہوں اور میری ادائیگی میں کر سکتا ہوں یا علی رضی اللہ عنہ کر سکتے ہیں۔

(ترمذی: مناقب علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ: ص: 182)

ساتویں حدیث مبارکہ

ترمذی نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے مابین مؤاخات قائم فرمائی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے روتے ہوئے حاضر ہو کر عرض کیا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے مابین مؤاخات قائم فرمائی ہے مگر میرے ساتھ کسی کی

مواخات نہیں فرمائی۔
تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا
تو میرا دنیا اور آخرت میں بھائی ہے۔(ترمذی: مناقب علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ: ص 183)

آٹھویں حدیث مبارکہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مسلم نے روایت کیا ہے کہ
آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا
اس ذات مقدسہ کی قسم! جس نے دانے کو پھاڑا اور جان کو پیدا فرمایا نبی کریم ﷺ نے مجھے تائیدی طور پر حکم فرمایا ہے کہ مومن مجھ سے محبت کرے گا اور منافق مجھ سے بغض رکھے گا۔(صحیح مسلم: الدلیل علی ان احب الانصار و علی رضی اللہ عنہ: ص 223)

نویں حدیث مبارکہ

بزار اور طبرانی نے الاوسط میں سیّدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے اور طبرانی حاکم اور عقیلی نے الضعفاء میں اور ابن عدی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اور ترمذی اور حاکم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ
نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا
میں علم کا شہر ہوں اور علی رضی اللہ عنہ اس کا دروازہ ہے۔
(مستدرک: ذکر اسلام امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ: ص 138)
اور ایک روایت میں ہے:
جو علم کا طالب ہے وہ دروازے کے پاس آئے۔
اور ترمذی کی ایک دوسری روایت میں ہے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
میں حکمت کا شہر ہوں اور علی (رضی اللہ عنہ) اس کا دروازہ ہے۔
(سنن ترمذی: مناقب علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ: ص 186)
اور ابن عدی کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ
علی رضی اللہ عنہ میرے علم کا دروازہ ہے۔اس حدیث مبارکہ کے متعلق لوگوں کو بہت اضطراب ہوا ہے
ایک جماعت نے کہا ہے کہ
یہ موضوع ہے جس میں ابن جوزی اور نووی شامل ہیں۔ان کو حدیث مبارکہ اور اس کے طرق کے بارے میں جو معرفت حاصل ہے وہی تمہارے لئے کفایت کرتی ہے۔
حتیٰ کہ بعض محقق محدثین نے فرمایا ہے کہ

نووی کے بعد کوئی ایسا شخص پیدا نہیں ہوا جو اس کے مساوی تو دور کی بات ہے اس کی کی ہوئی بات پر بھی اتر آئے۔
اور حاکم نے عادت کے مطابق مبالغہ سے کام لیتے ہوئے فرمایا ہے کہ
یہ حدیث مبارکہ صحیح ہے۔
اور بعض محقق متاخر محققین نے جو حدیث مبارکہ کے متعلق جانتے ہیں اس کو درست فرمایا ہے۔ یہ حدیث مبارکہ حسن ہے اور اس کے بارے میں پہلے بھی بیان ہو گیا ہے۔ (الصواعق المحرقہ عربی: ص 122 'کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

دسویں حدیث مبارکہ

حاکم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے صحیح روایت کی ہے۔
انہوں نے کہا کہ
مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کی طرف روانہ کیا۔
میں نے عرض کیا
یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ مجھے ان کے مابین فیصلے کرنے کے لئے بھیج رہے ہیں اور میں ایک نوجوان شخص ہوں جو قضا سے واقفیت نہیں رکھتا۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سینے پر ہاتھ مار کر ارشاد فرمایا:
اے اللہ عزوجل! اس کے دل کو ہدایت عطا فرما اور اس کی زبان کو مضبوطی عطا فرما اس ذات مقدسہ کی قسم جس نے دانے کو پھاڑا ہے کہ مجھے دو اشخاص کے درمیان فیصلہ کرتے ہوئے کبھی شک پیدا نہیں ہوا۔
کہا جاتا ہے
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ علی رضی اللہ عنہ تم سے زیادہ صحیح فیصلہ کرنے والے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی احادیث مبارکہ میں پہلے بیان ہو گیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام علیہم الرضوان کی ایک جماعت کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ دو شخص جھگڑتے ہوئے آئے۔
ان میں سے ایک نے کہا:
یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس ایک گدھا تھا اور اس کے پاس ایک بیل تھا۔
اس کے بیل نے میرے گدھے کو مار دیا ہے۔
حاضرین میں سے ایک نے کہا
جانوروں پر کوئی ضمان نہیں۔
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اے علی رضی اللہ عنہ ان کے مابین فیصلہ کر دو۔

آپ رضی اللہ عنہ نے دونوں سے استفسار فرمایا۔

کیا وہ دونوں بندھے ہوئے تھے یا آزاد تھے یا ایک بندھا ہوا تھا اور دوسرا آزاد تھا۔

دونوں نے جواب دیا:

گدھا بندھا ہوا تھا اور بیل آزاد تھا اور بیل مالک بھی اس کے ساتھ تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

بیل والے پر گدھے کی ضمان ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کے حکم کو دوام بخشا اور آپ رضی اللہ عنہ کے فیصلے کو نافذ فرمایا۔

(مستدرک: ذکر اسلام امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ: ص:145)

گیارہویں حدیث مبارکہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ابن سعد نے روایت کیا ہے کہ

آپ سے عرض کیا گیا کہ

کیا بات ہے کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح آپ رضی اللہ عنہ کی احادیث مبارکہ کثیر نہیں۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا

جب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ارشاد فرماتے اور جب خاموش ہو جاتا تو مجھ سے ابتداء فرماتے۔

(الصواعق المحرقہ عربی: ص:122' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

بارہویں حدیث مبارکہ

طبرانی نے الاوسط میں ضعیف سند کے ساتھ سیّدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

لوگ مختلف اشجار میں سے ہیں اور میں اور علی رضی اللہ عنہ ایک ہی شجرے سے ہیں۔

(المعجم الاوسط، من اسمہ علی رضی اللہ عنہ: ص:263)

تیرہویں حدیث مبارکہ

بزار نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا

میرے اور تیرے علاوہ اس مسجد میں کسی کے لئے جنبی ہونا جائز نہیں۔

(احادیث یحتج بہا الشیعۃ: اترقدون فی المسجد یحل لک (یا علی) ص:11)

چودھویں حدیث مبارکہ

طبرانی اور حاکم نے روایت کیا ہے کہ اور اس کو ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے صحیح قرار دیا ہے

آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غصے میں ہوتے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کلام کرنے میں کوئی شخص جرأت نہیں کر سکتا تھا۔

(مستدرک: ذکر اسلام امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ، ص: 141)

پندرھویں حدیث مبارکہ

طبرانی اور حاکم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھنا عبادت ہے۔

اس حدیث مبارکہ کی سند حسن ہے۔ (مستدرک: ذکر اسلام امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ، ص: 153)

سولھویں حدیث مبارکہ

ابو یعلیٰ، احمد، بزار نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

جس نے علی رضی اللہ عنہ کو اذیت پہنچائی اس نے مجھے اذیت پہنچائی۔

(مسند البزار: مسند سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، ص: 207)

سترہویں حدیث مبارکہ

طبرانی نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے حسن سند سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس نے علی رضی اللہ عنہ سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی اس نے اللہ تعالیٰ سے محبت کی اور جس نے علی رضی اللہ عنہ سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے مجھ سے بغض رکھا اس نے اللہ عزوجل سے بغض رکھا۔

(المعجم الکبیر: باب ام سلمہ واسمہا ہند بنت ابی امیہ، ص: 380)

اٹھارہویں حدیث مبارکہ

احمد اور حاکم نے روایت کیا ہے اور اس کو ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے صحیح فرمایا گیا ہے۔

انہوں نے فرمایا

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

جس نے علی رضی اللہ عنہ پر طعن کیا اس نے مجھ پر طعن کیا۔

(مستدرک: ذکر اسلام امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ، ص: 130)

انیسویں حدیث مبارکہ

احمد اور حاکم نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے صحیح سند سے روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا

تو نے جس طرح تنزیل قرآن پر لڑائی کی ہے اسی طرح تاویل قرآن مجید پر لڑائی کرے گا۔

(التنبیہ والرد علی اہل الاہواء والبدع: باب ذکر الرافضۃ اعتقادہم، ص: 25)

بیسویں حدیث مبارکہ

بزار، ابو یعلیٰ اور حاکم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا کر ارشاد فرمایا

آپ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ایک مثال ہے۔ یہود نے آپ علیہ السلام سے اتنا تک بغض رکھا کہ آپ علیہ السلام کی ماں پر بہتان باندھا اور نصاریٰ نے آپ علیہ السلام سے اتنا تک محبت کی کہ آپ علیہ السلام کو وہ مقام دیا جو آپ علیہ السلام کے لئے نہ تھا۔

خوب سن لو!

میرے متعلق دو شخص ہلاک ہو جائیں گے۔

ایک حد سے بڑھا ہوا محب جو میری تقریظ میں وہ بات کرتا ہے کہ جو میرے اندر نہیں ہے۔

دوسرا وہ بغض رکھنے والا جس کو میری دشمنی بہتان لگانے پر ابھارتی ہے۔

(مسند ابی یعلیٰ: باب علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، ص: 406)

اکیسویں حدیث مبارکہ

طبرانی نے الاوسط میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ

میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ

علی رضی اللہ عنہ قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہے وہ حوض کوثر تک ایک دوسرے سے الگ نہیں ہوں گے۔

(المعجم الاوسط: من اسمہ عباد، ص: 135)

بائیسویں حدیث مبارکہ

احمد اور حاکم نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے صحیح سند سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا

دو شخص بڑے بد بخت ہیں۔

ایک قوم ثمود کا احیمر جس نے اونٹنی کی کونچیں کاٹ دی تھیں۔

اور اے علی رضی اللہ عنہ! دوسرا وہ شخص جو تیرے سر پر تلوار مار کر آپ کی داڑھی کو رنگ دے گا

یہ حدیث مبارکہ حضرت علی، حضرت صہیب، حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہم سے بھی بیان ہوئی ہے۔

(مسند احمد بقیہ حدیث عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ ص 279)

ابو یعلیٰ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سر تھامے ہوئے اور بوسہ دیتے ہوئے ملاحظہ کیا۔

آپ فرما رہے تھے

میرا باپ اکیلے شہید پر قربان ہو۔ (مسند ابی یعلیٰ۔ تابع مسند عائشہ رضی اللہ عنہا ص 55)

طبرانی اور ابو یعلیٰ نے اس کو ایسی سند کے ساتھ روایت کیا ہے جس کے رجال ایک کے علاوہ ثقہ ہیں۔ اس کو بھی انہی کی طرح ثقہ قرار دیا گیا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے ایک روز حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا

پہلے والوں سے کون بڑا بد بخت ہے۔

آپ نے عرض کیا

یا رسول اللہ ﷺ! جس نے اونٹنی کی کونچیں کاٹ دی تھیں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا

تو نے ٹھیک کہا ہے۔

پھر ارشاد فرمایا

آخر میں کون بڑا بد بخت ہے۔

عرض کیا

یا رسول اللہ ﷺ! اس کے بارے میں مجھے کوئی علم نہیں۔

ارشاد فرمایا

جو آپ کے سر پر مارے گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ جب اہل عراق سے تنگ آجاتے تو ان کو فرماتے

میں چاہتا ہوں کہ تمہارا بڑا بد بخت شخص کھڑا ہو جائے اور میری داڑھی کو رنگ دے اور اپنے سر کے اگلے حصے پر ہاتھ رکھ کر اشارہ فرماتے۔

(المعجم الکبیر: صخر بن القعقاع الباہلی: ص 38)

ایک صحیح روایت میں یہ بھی ہے کہ

ابن سلام نے آپ سے کہا

عراق تشریف نہ لے جائیں مجھے ڈر ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کو وہاں تلوار کی ضرب لگائی جائے گی۔

تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قسم کھا کر فرمایا

اس کی خبر مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے۔

ابوالاسود نے کہا

میں نے کسی آدمی کو جس کو ایسی خبر دی جائے کبھی اپنی جان سے اس طرح دفاعی جنگ کرتے نہیں ملاحظہ کیا۔

(مسند ابی یعلیٰ: مسند علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ ص: 381)

تیئسویں حدیث مبارکہ

حاکم نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے صحیح روایت کی ہے کہ

لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شکایت کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں خطبہ کے لئے قیام فرمایا۔

اور ارشاد فرمایا:

علی رضی اللہ عنہ کی شکایت نہ کرو۔

اللہ تعالیٰ کی قسم! وہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے متعلق یا اللہ تعالیٰ کی راہ میں بڑے خوف رکھنے والے شخص ہیں۔

(الصواعق المحرقۃ عربی: ص: 124، کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

چوبیسویں حدیث مبارکہ

احمد اور الضیاء نے زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

مجھے علی رضی اللہ عنہ کے دروازے کے علاوہ دوسرے دروازوں کو بند کرنے کا حکم فرمایا گیا ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ کے متعلق ایک کہنے والے نے کہا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی قسم! میں نے نہ کسی چیز کو بند کیا اور نہ کھولا ہے بلکہ مجھے حکم فرمایا گیا ہے اور میں نے اس کی اطاعت کی ہے۔

(مسند احمد: حدیث زید بن ارقم رضی اللہ عنہ ص: 284)

اس حدیث مبارکہ سے ان احادیث مبارکہ کے متعلق اشکال پیدا نہیں ہوتا جو سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے بارے میں بیان ہو گئی ہیں کہ سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی کھڑکی کے علاوہ تمام کھڑکیاں بند کر دی جائیں۔اس لئے اس حدیث مبارکہ میں صراحت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑکیاں بند کرنے کا حکم مرض الموت میں فرمایا تھا اور یہ حکم اس زمانے کا نہیں اس کو مرض سے پہلے کے زمانے پر محمول کیا جائے گا۔اس سے علماء کے قول کی وضاحت ہو گئی کہ اس میں سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کی طرف اشارہ ہے اور مزید یہ کہ حدیث مبارکہ اس سے واضح اور زیادہ مشہور ہے۔

پچیسویں حدیث مبارکہ

ترمذی اور حاکم نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار ارشاد فرمایا

تم علی رضی اللہ عنہ سے کیا چاہتے ہو؟

میں علی رضی اللہ عنہ سے ہوں اور علی رضی اللہ عنہ مجھ سے ہے اور وہ میرے بعد ہر مومن کے ولی ہیں۔

(سنن ترمذی: علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، ص:174)

اس حدیث مبارکہ اور اس کے معانی پر گیارہویں شبہ میں کلام ہو گیا ہے۔

چھبیسویں حدیث مبارکہ

طبرانی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح علی رضی اللہ عنہ سے کر دوں۔

(المعجم الکبیر: عبداللہ بن مسعود الھذلی یکنی اباعبد، ص:156)

ستائیسویں حدیث مبارکہ

طبرانی نے حضرت جابر سے اور خطیب نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کی اولاد کو اس کی صلب میں رکھا اور میری اولاد کو علی بن ابی طالب کی صلب میں رکھا ہے۔

(معجم الکبیر: حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، ص:43)

اٹھائیسویں حدیث مبارکہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دیلمی نے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

میرا بہترین بھائی علی رضی اللہ عنہ ہے اور بہترین چچا حمزہ رضی اللہ عنہ ہے۔

(الصواعق المحرقہ عربی: فصل الثانی: فی فضائلہ رضی اللہ عنہ: ص:364 کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

انتیسویں حدیث مبارکہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دیلمی نے اور طبرانی اور مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

تین شخص سبقت کرنے والے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سبقت کرنے والے یوشع بن نون

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سبقت کرنے والے لیس ہیں

اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سبقت کرنے والے علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں۔

(المعجم الکبیر: حدیث عبداللہ بن العباس بن عبد: ص:93)

تیسویں حدیث مبارکہ

ابن النجار نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

صدیق تین ہیں۔

حزقیل مومن آل فرعون

اور حبیب النجار صاحب لیس

اور علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہم)

(الصواعق المحرقہ عربی: باب الثانی فی فضائلہ رضی اللہ عنہ: ص:125 کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

اکتیسویں حدیث مبارکہ

ابونعیم اور ابن عساکر نے ابن ابی لیلیٰ سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

صدیق تین ہیں۔

حبیب النجار مومن آل لیس

جس نے کہا

اے قوم! مرسلین کی اتباع کرو

اور حزقیل مومن آل فرعون

جس نے کہا

کیا تم ایسے شخص کو مارنا چاہتے ہو

جو کہتا ہے کہ

میرا رب عزوجل ہے۔

اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور یہ سب سے افضل ہیں۔

(الصواعق المحرقۃ: باب الثانی فی فضائلہ رضی اللہ عنہ، ص:125)

بتیسویں حدیث مبارکہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے خطیب نے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

مومن کے صحیفہ کا عنوان، علی بن ابی طالب کی محبت ہے۔

(احادیث یحتج بہا الشیعۃ، عنوان صحیفۃ المومن حب علی: ص:328)

تینتیسویں حدیث مبارکہ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے حاکم نے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

علی رضی اللہ عنہ متقیوں کا امام اور فاجروں کا قتل کرنے والا ہے جو اس کی مدد کرے گا وہ منصور ہوگا اور جو اس کو تنہا چھوڑے گا وہ مخذول ہوگا۔

(مستدرک: ذکر اسلام امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ: ص:140)

چونتیسویں حدیث مبارکہ

دارقطنی نے الافراد میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

علی رضی اللہ عنہ گناہوں کے معاف کرنے کا دروازہ ہے جو اس دروازہ سے داخل ہوگا وہ مومن ہوگا اور جو اس دروازے سے نکل جائے گا وہ کافر ہوگا۔

(احادیث یحتج بہا الشیعۃ: مثل اہل بیتی فیکم مثل باب حطۃ ص:452)

پینتیسویں حدیث مبارکہ

حضرت البراء سے خطیب نے اور دیلمی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

علی رضی اللہ عنہ کا مقام مجھ سے اس طرح ہے جس طرح کہ میرے بدن سے سر کا مقام ہے۔

(الصواعق الحرقہ عربی باب الثانی فی فضائلہ رضی اللہ عنہ ص:125 'کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

چھتیسویں حدیث مبارکہ

بیہقی اور دیلمی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

علی رضی اللہ عنہ جنت میں اس طرح روشن ہوگا' جس طرح دنیا والے کے لئے صبح کا ستارہ روشن ہوتا ہے۔

(الصواعق الحرقہ عربی باب الثانی فی فضائلہ رضی اللہ عنہ ص:125 'کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

سینتیسویں حدیث مبارکہ

ابن عدی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

علی رضی اللہ عنہ مومنوں کا بادشاہ ہے اور مال منافقین کا بادشاہ ہے۔

(الصواعق الحرقہ عربی: باب الثانی فی فضائلہ رضی اللہ عنہ ص:125 'کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

اڑتیسویں حدیث مبارکہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بزار نے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

میرے قرض کی ادائیگی کرے گا۔ (سند البزار: مسند ابی حمزۃ انس بن مالک رضی اللہ عنہ ص:301)

انتالیسویں حدیث مبارکہ

ترمذی اور حاکم نے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

جنت تین اشخاص شوق رکھتی ہے۔

(۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ

(۲) حضرت عمار رضی اللہ عنہ

(۳) حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کی۔ (سنن ترمذی: مناقب سلمان فارسی رضی اللہ عنہ، ص:272)

چالیسویں حدیث مبارکہ

حضرت سہل رضی اللہ عنہ سے شیخین نے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مسجد میں پہلو کے بل لیٹے ہوئے پایا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی چادر آپ رضی اللہ عنہ کے پہلو سے نیچے گری ہوئی تھی اور آپ رضی اللہ عنہ کو مٹی لگ گئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مٹی ہٹاتے ہوئے فرمایا:

اے ابوتراب! اٹھو

یہی وجہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کو یہ کنیت بہت زیادہ محبوب ہے اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کو اس کنیت سے یاد فرمایا ہے۔ (صحیح البخاری: نوع الرجال فی المسجد، ص:223)

اور پہلے گزر گیا ہے کہ چار اشخاص کی محبت منافق کے دل میں جمع نہیں ہوسکتی اور مومن کے علاوہ ان سے کوئی محبت نہیں رکھتا۔ وہ چار اشخاص سیّدنا ابوبکر، سیّدنا عمر، سیّدنا عثمان اور سیّدنا علی رضی اللہ عنہم ہیں۔

نسائی اور حاکم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

ہر نبی کو سات نجیب رفقاء عطا گئے ہیں اور مجھے چودہ

(۱) حضرت علی

(۲) حضرت حسن

(۳) حضرت جعفر

(۵) حضرت حمزہ

(۶) حضرت ابوبکر

(۷) حضرت عمر (رضی اللہ عنہم)

(حدیث میں ان کا ذکر صرف آیا ہے)

(الصواعق المحرقہ عربی باب الثانی فی فضائلہ رضی اللہ عنہ ص:126، کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

ابن المظفر اور ابن ابی الدنیا نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مرض الموت میں ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم صبح کی نماز ادا کررہے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

میں تم میں کتاب اللہ اور اپنی سنت چھوڑ کر جارہا ہوں۔ میرے قرآن کو میری سنت سے یاد کرو اور جب تک تم ان دونوں کو پکڑے رہو گے ہرگز تمہاری آنکھیں چندھیائیں گی اور نہ ہی تمہارے قدموں میں لغزش پیدا ہوگی اور نہ تمہارے ہاتھوں سے

کوئی کوتاہی ہوگی۔

اور ارشاد فرمایا:

میں تمہیں ان دو اشخاص سے حسن سلوک کی تاکید فرماتا ہوں۔ یہ ارشاد فرما کر آپ ﷺ نے حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کی طرف اشارہ فرمایا جو کوئی ان دونوں سے کسی چیز کو رڈ کرے گا اور ان کی حفاظت کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو ایک نور عطا فرمائے گا حتیٰ کہ قیامت کے دن بھی وہ اس پر گزرے گا۔

(الصواعق المحرقہ باب الثانی: فی فضائلہ رضی اللہ عنہ: ص:126)

ابن ابی شیبہ نے عبدالرحمٰن بن عوف سے روایت کیا ہے کہ

جب نبی کریم ﷺ نے مکہ مکرمہ کو فتح فرمایا آپ ﷺ طائف کو تشریف لے گئے اور سترہ یا انیس روز تک اس کا محاصرہ فرمایا' پھر خطبہ کے لئے قیام فرمایا اور حمد و ثناء کے بعد ارشاد فرمایا:

تمہیں اپنی اولاد کے متعلق حسن سلوک کی وصیت کرتا ہوں۔

میرا اور تمہارا ملنا حوضِ کوثر پر ہوگا۔

اس ذات مقدسہ کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ تم ضرور نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ ادا کرنا، میں تمہاری طرف ایک شخص کو بھیجوں گا جو مجھ سے ہوگا یا میری طرح ہوگا وہ تمہاری گردنوں پر قتال کرے گا۔

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر ارشاد فرمایا:

وہ شخص یہ ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ: فضائل علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ ص:66)

اس روایت کی سند میں ایک شخص ہے جس کو ضعیف فرمانے میں اختلاف ہے اور بقیہ شخص ثقہ ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے مرض الموت میں ارشاد فرمایا:

لوگو! قریب ہے کہ میں جلد وصال فرما جاؤں۔ میں تم سے معذرت کرتے ہوئے پہلے بھی فرما چکا ہوں کہ میں تم میں کتاب اللہ اور اپنے اہل بیت کی اولاد کو چھوڑ کر جا رہا ہوں پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کو پکڑا

اور اس کو بلند کر کے ارشاد فرمایا:

یہ علی رضی اللہ عنہ قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہے۔ یہ حوض کوثر تک الگ نہیں ہوں گے جو کچھ میں چھوڑ جا رہا ہوں اس کے متعلق ان دونوں سے پوچھ لیا کرنا۔ (الصواعق المحرقہ: باب الثانی فی فضائلہ رضی اللہ عنہ ص:126)

احمد نے المناقب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے مجھے ایک چاردیواری میں یاد فرمایا

اور مجھے اپنی ٹانگ سے مار کر فرمایا

کھڑے ہو جاؤ۔

اللہ تعالیٰ کی قسم! میں آپ کو راضی کروں گا تو میرا بھائی اور میرے بیٹے کا والد ہے۔ میری سنت پر جنگ کرو، جو میرے عہد پر مرے گا وہ جنت کے خزانے میں ہوگا اور جو تیرے عہد پر مرے گا اس نے بھی اپنا حصہ پورا کر دیا اور جو تیری موت کے بعد تجھ سے محبت کرتے ہوئے مرا اللہ تعالیٰ ہمیشہ اس پر امن وایمان کی مہر لگا دے گا۔

(احادیث صحیح بہا الشیعہ: من مات علی حب آل محمد مات شہیدا: ص:492)

دار قطنی نے روایت کیا ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان چھ اشخاص سے جن کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شوریٰ کے لئے قائم فرمایا تھا، لمبی بات کی جس میں یہ بات بھی ہے کہ میں تمہیں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ تم میں کوئی ایسا شخص بھی ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے علاوہ فرمایا ہو اے علی رضی اللہ عنہ قیامت کے دن تو جنت اور دوزخ کا تقسیم کرنے والا ہے۔

انہوں نے کہا

اللہ تعالیٰ کی قسم! کسی شخص کو بھی اس طرح نہیں فرمایا۔

(الصواعق المحرقہ: فصل الثانی فی فضائلہ رضی اللہ عنہ: ص:126)

عنترہ نے علی رضا سے روایت کیا ہے۔

جس کا مطلب یہ ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

تو دوزخ اور جنت کو تقسیم کرنے والا ہے یعنی قیامت کے دن آگ فرمائے گی یہ میرے لئے ہے اور وہ تمہارے لئے ہے۔ (الصواعق المحرقہ فصل الثانی فی فضائلہ رضی اللہ عنہ: ص126)

ابن السماک نے روایت کیا ہے کہ

"سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آپ سے کہا

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ کوئی شخص پل صراط پر سے نہ گزرے گا علاوہ اس کے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کے لئے گزرنے کا تحریر کیا ہو۔

(الصواعق المحرقہ باب الثانی فی فضائلہ رضی اللہ عنہ ص:126)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بخاری نے روایت کیا ہے کہ

میں بروز قیامت سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے حضور دوزانو ہو کر جھگڑے کے لئے بیٹھوں گا۔

قیس نے کہا کہ

ان لوگوں کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی:

یہ دو ہیں جنہوں نے اپنے رب سے مخاصمت کی۔ (الحج:۱۹)

یعنی حضرت علی، حضرت حمزہ، حضرت عبیدہ (رضی اللہ عنہم) ربیعہ، عتبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ۔

(صحیح البخاری، ھذان خصمان اختصموا، ص:388)

تیسری فصل

صحابہ کرام علیہم الرضوان اور سلف کے بیان سے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ابن سعد نے روایت کیا ہے کہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا

حضرت علی رضی اللہ عنہ ہم میں سب سے زیادہ بہتر فیصلہ فرمانے والے ہیں۔

(آل رسول واولیاؤہ: مماروی فی علمہ: ص:184)

اور حاکم نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

مدینہ منورہ میں سب سے زیادہ بہتر فیصلہ فرمانے والے حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔

(مستدرک: ذکر اسلام امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ: ص:145)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ابن سعد نے روایت کیا ہے کہ

جب صحیح ذرائع سے معلوم ہو جائے کہ یہ فتویٰ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دیا ہے تو ہم اس سے بڑھتے نہیں۔

(الصواعق المحرقۃ فی ثناء الصحابۃ والسلف علیہ: ص:127)

سعید بن المسیب نے روایت کیا ہے کہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا

ہم اس مشکل سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے ہیں جس کا حل حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی نہ کر سکیں۔

اور انہی کا بیان ہے کہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سے کوئی اس طرح نہ تھا جو یہ کہتا ہو کہ مجھ سے پوچھو ہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھ سے پوچھو۔

(الصواعق المحرقۃ: فی ثناء الصحابۃ والسلف علیہ: ص:127)

ابن عساکر نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

مدینہ منورہ میں سب سے زیادہ فرائض کے جاننے والے اور فیصلہ فرمانے والے حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تذکرہ کیا گیا تو

آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا

جو لوگ باقی بچ گئے ہیں وہ ان میں سب سے زیادہ سنت کے عالم ہیں۔

(الصواعق المحرقہ: فی ثناء الصحابۃ والسلف علیہ: ص:127)

مسروق نے کہا

رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام علیہم الرضوان کا علم حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عمر اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم پر اختتام پذیر ہوتا ہے۔

عبداللہ بن عیاش بن ابی ربیعہ نے کہا

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو علم میں حد سے زیادہ قوت حاصل تھی اور آپ رضی اللہ عنہ کو اسلام اور نبی کریم ﷺ کے داماد ہونے، سنت میں سوچ و بچار جنگ میں بہادری اور مال میں سخاوت کرنے میں اولیت حاصل تھی۔

(الصواعق المحرقہ: عربی فی ثناء الصحابہ والسلف علیہ: ص:127)

طبرانی اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ

جس جس مقام پر بھی اللہ تعالیٰ نے یا ایھا الذین امنوا کے الفاظ نازل فرمائے ہیں وہیں وہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کے امیر اور سردار ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کئی مقامات پر رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام علیہم الرضوان پر ناراضگی کا اظہار فرمایا ہے لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ذکر اچھی صورت میں فرمایا ہے۔

(الصواعق المحرقہ: عربی فی ثناء الصحابۃ والسلف علیہ: ص:127)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ابن عساکر نے روایت کیا ہے کہ

کتاب اللہ میں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوا ہے وہ کسی کے لئے نازل نہیں ہوا۔

انہوں نے کہا

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق تین سو آیات نازل ہوئی ہیں۔

(الصواعق المحرقہ: عربی فی ثناء الصحابۃ والسلف علیہ: ص:127)

ابو یعلیٰ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تین چیزیں عطا فرمائی گئیں اگر ان میں سے ایک چیز بھی مجھے عطا فرمائی جاتی تو وہ مجھے سرخ اونٹوں سے زیادہ پسندیدہ ہوتی۔

عرض کیا گیا کہ

وہ چیزیں کون سی ہیں۔

ارشاد فرمایا

آپ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی سے نکاح فرمایا اور مسجد میں ان کی رہائش ہوئی۔ اس میں ان کے لئے جو کچھ جائز ہے وہ میرے لئے نہیں اور خیبر کی جنگ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو جھنڈا عطا فرمایا۔

احمد نے سند صحیح سے ابن عمر سے اس طرح کی روایت بیان فرمائی ہے۔

(الصواعق المحرقۃ عربی فی ثناء الصحابہ والسلف علیہ، ص:127)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے احمد اور ابویعلی نے صحیح سند سے روایت کیا ہے کہ

جب سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے چہرے پر اپنا مقدس ہاتھ پھیرا اور میری آنکھ میں خیبر کے دن جھنڈا عطا فرماتے ہوئے لعاب دہن لگایا ہے نہ میری آنکھ میں اذیت ہوئی ہے اور نہ مجھے کسی نے ہرایا ہے۔ جب آپ رضی اللہ عنہ کوفہ تشریف لائے تو ایک عرب کا فلسفی آپ رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر کہنے لگا۔

اے امیر المومنین! اللہ تعالیٰ کی قسم! آپ رضی اللہ عنہ نے خلافت کو خوبصورتی اور بلندی عطا فرمائی ہے۔ اس نے آپ رضی اللہ عنہ کو خوبصورتی اور بلندی نہیں دی اور وہ آپ رضی اللہ عنہ کی بہ نسبت آپ رضی اللہ عنہ کی زیادہ حاجت مند تھی۔

(الصواعق المحرقۃ عربی: فی ثناء الصحابہ والسلف علیہ، ص:127' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

سلفی نے طیوریات میں عبداللہ بن احمد بن حنبل سے روایت کیا ہے کہ

میں نے اپنے باپ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق پوچھا

تو اس نے جواب دیا۔

یہ بات بہت اچھی طرح جان لو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دشمن کثیر تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے دشمنوں نے آپ رضی اللہ عنہ میں عیبوں کو تلاش کیا لیکن ان کو کچھ بھی نہ حاصل ہو سکا تو وہ ایک شخص کے پاس گئے جو آپ رضی اللہ عنہ سے جنگ کر چکا تھا تو اس نے ایک تدبیر اور چال کے ذریعے اس کی شان کو زیادہ کر کے بیان کرنا شروع کر دیا۔

(الصواعق المحرقۃ عربی: فی ثناء الصحابہ والسلف علیہ، ص:127' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

چوتھی فصل

''آپ رضی اللہ عنہ کی کرامات، فیصلے، کلمات جو آپ رضی اللہ عنہ کی معرفت اللہ تعالیٰ علم وحکمت اور زہد میں بلند رتبہ پر دال ہیں''

آپ رضی اللہ عنہ سے ابن سعد نے روایت کیا ہے کہ

اللہ تعالیٰ کی قسم! جو آیت کریمہ بھی نازل ہوئی ہے میں اس کے بارے میں جانتا ہوں کہ وہ کس کے بارے میں، کس جگہ اور کس مقام پر نازل ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے عاقل قلب اور ناطق لسان دی ہے۔

(الصواعق المحرقۃ عربی: فی ہذہ من کرامتہ: ص:127' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

ابن سعد وغیرہ نے ابو الطفیل سے روایت کیا ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا

مجھ سے کتاب اللہ کے بارے میں استفسار کرو۔ میں ہر آیت کریمہ کے بارے میں جانتا ہوں کہ وہ رات کو نازل ہوئی یا دن کو نازل ہوئی ہے۔ میدان میں نازل ہوئی ہے یا پہاڑ پر نازل ہوئی ہے۔

(الصواعق المحرقۃ عربی: فی ہذہ کرامتہ...... ص:128' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

ابن ابی داؤد نے محمد بن سیرین سے روایت کیا ہے کہ

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وصال فرما گئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت میں تاخیر فرمائی۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ سے ملاقات کر کے کہا کہ

کیا تو میری امارت کو پسند نہیں کرتا۔

انہوں نے جواب دیا:

نہیں بلکہ میں نے قسم کھائی ہے کہ جب تک میں قرآن کو جمع نہ کرلوں اس وقت تک علاوہ نماز کے چادر نہیں اوڑھوں گا۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان کا گمان ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ نے اس کو ترتیب نزول کے مطابق جمع کیا ہے۔

محمد بن سیرین نے کہا

اگر مجھے وہ کتاب مل جاتی تو اس میں علم ضرور ہوتا۔

(الصواعق المحرقہ: فی ہذہ کرامتہ ...... ص:128)

آپ رضی اللہ عنہ کی عیاں کرامات

جب آپ رضی اللہ عنہ کی جھولی میں نبی کریم ﷺ نے اپنا سر مبارک رکھا ہوا تھا اور آپ ﷺ پر وحی کا نزول ہو رہا تھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نماز عصر ادا نہیں کی تھی تو سورج کو آپ رضی اللہ عنہ پر لوٹایا گیا جب نبی کریم ﷺ پر وحی کی حالت ختم ہوئی تو سورج غروب ہو گیا۔

نبی کریم ﷺ نے دعا کی کہ

اے اللہ عزوجل! اگر یہ تیری اور تیرے رسول ﷺ کی اطاعت میں تھا تو سورج کو اس کے لئے واپس کر دے تو سورج غروب ہونے کے بعد طلوع ہوا۔

(الصواعق المحرقہ عربی فی ہذہ من کراماتہ ..... ص 128 کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

سورج کو لوٹا دینے والی حدیث مبارکہ کو طحاوی نے صحیح فرمایا ہے اور قاضی نے الشفاء میں اس کو صحیح فرمایا ہے اور شیخ الاسلام ابوزرعہ نے اس کو حسن قرار دیا ہے اور دوسروں نے اس کی اطاعت کی ہے اور جن لوگوں نے اس کو موضوع فرمایا ہے اور ان کا رد کیا ہے۔

اور اس طرح کا خیال کہ

سورج کے غروب سے وقت تو فوت ہو گیا تھا لہٰذا سورج کو لوٹا دینے کا کوئی فائدہ نہیں۔ یہ بات محل منع میں ہے۔

ہم نے کہا کہ

سورج کا لوٹانا خصوصیت ہے۔ اسی طرح عصر کی نماز کا پالینا اور نماز کا ادا کرنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خصوصیت اور کرامت ہے یعنی جب سورج غروب ہو جائے پھر واپس لوٹ آئے تو کیا اس کے لوٹ آنے سے وقت بھی لوٹ آتا ہے میں نے اس کو وجوہات کے ساتھ شرح العباب میں کتاب الصلوٰۃ کے اوائل میں بیان کر دیا ہے۔

اس باب میں ایک عجیب وغریب حکایت بیان کی گئی ہے جس کو مجھ سے ہمارے مشائخ عراق نے روایت کیا ہے کہ انہوں نے ابومنصور المظفر بن ازدشیر العبادی الواعظ کو ملاحظہ کیا کہ اس نے اس حدیث مبارکہ کو عصر کے بعد روایت کیا اور اس کے الفاظ کو لکھوایا اور اہل بیت کے فضائل کا ذکر کیا تو بادل نے سورج پر پردہ کر لیا' حتیٰ کہ لوگوں نے گمان کیا کہ سورج غروب ہو گیا ہے۔ آپ نے منبر پر کھڑے ہو کر سورج کی طرف اشارہ کر کے یہ اشعار پڑھے۔

اے سورج! جب تک آل محمد مصطفیٰ ﷺ اور ان کی ذریت کے بارے میں میری تعریف ختم نہ ہو اس وقت تک غروب نہ ہونا اگر تو ان کی پسند کرتا ہے تو اپنی عنان کو موڑ، کیا تمہیں وہ وقت بھول گیا ہے جب تو اس کی وجہ سے قیام کیا تھا اور اگر تیرا وقوف آقا ﷺ کی خاطر تھا تو یہ ٹھہرنا اس کے سواروں اور پیدل چلنے والوں کے لئے ہو جائے۔

کہا جاتا ہے

بادل ہٹ گئے اور سورج طلوع ہو گیا۔

عبدالرزاق نے حجر المرادی سے روایت کیا ہے کہ

مجھ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا

تیرا کیا حال ہوگا جب تجھے مجھ پر لعنت کرنے کا حکم کیا جائے گا۔

میں نے عرض کیا

کیا اس طرح بھی ہوگا۔

ارشاد فرمایا

ہاں!

میں نے کہا

تو پھر میں کس طرح کروں۔

ارشاد فرمایا

مجھ پر لعنت کرنا مگر مجھ سے بیزاری کا اظہار ہرگز نہ کرنا۔

حجر المرادی نے کہا

مجھے حجاج کے بھائی محمد بن یوسف نے جو عبدالملک بن مروان کی طرف سے یمن کا امیر تھا حکم دیا کہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ پر لعنت کروں۔

میں نے کہا

امیر نے مجھے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر لعنت کرنے کا حکم فرمایا ہے اس پر لعنت کرو اللہ تعالیٰ اس پر لعنت کرے۔ اس بات کو ایک شخص کے علاوہ کوئی بھی نہ سمجھا اس لئے کہ اس نے صرف امیر پر لعنت کی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ پر لعنت نہ کی۔ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کرامت اور آپ کی غیب کے بارے میں پیش گوئی فرمائی ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ کی یہ کرامت ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ نے ایک حدیث مبارکہ روایت کی تو ایک شخص نے اس کو جھٹلایا۔

آپ نے اس کو کہا

اگر تو جھوٹا ہوا تو تمہارے متعلق بددعا کروں گا۔

اس نے کہا

بددعا کرو۔ آپ نے اس پر بددعا کی تو جلد ہی اس کی آنکھوں سے روشنائی چلی گئی۔

ابن المدائنی نے ایک جماعت سے روایت کیا ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیت المال میں جھاڑو دیتے پھر اس امید پر نماز پڑھتے کہ ان کے لئے شہادت دی جائے کہ انہوں نے مسلمانوں سے مال کو روک کر نہیں ملاحظہ کیا۔

دو شخص بیٹھے صبح کا کھانا کھا رہے تھے۔ ایک شخص کے پاس پانچ روٹیاں اور دوسرے کے پاس تین روٹیاں تھیں۔ ان کے پاس سے ایک تیسرا شخص گزرا جس کو انہوں نے کھانے کے لئے شامل کر لیا اور وہ ساتھ مل کر آٹھ روٹیاں اکٹھے کھا گئے پھر تیسرے شخص نے کھانے کے بدلے ان کو آٹھ درہم دیئے تو دونوں آپس میں جھگڑے۔

پانچ روٹیوں والا نے کہا:

میرے پانچ درہم ہیں اور تین روٹیاں والے کے لئے تین درہم ہیں۔

اور تین روٹیوں والا نے کہا:

میرے ساڑھے چار درہم ہیں۔

دونوں لڑتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے تین روٹیوں والے سے فرمایا:

آپ وہ تین درہم پکڑ لیں جن کے متعلق تیرا دوست راضی ہے اس لئے کہ یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔

اس نے کہا

میں تو حق کے مطابق ہی راضی ہوں گا۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا

حق کے مطابق تو ایک درہم ہے۔

اس نے اس کی وجہ پوچھی

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا

آٹھ روٹیوں کے چوبیس ثلث نہیں بنتے جو تم نے کھائے ہیں اور کوئی نہیں جانتا کہ کس نے زیادہ کھایا ہے اور اس کو مساوی پر ٹھہراتے ہو تم نے تو آٹھ ثلث کھائے ہیں حالانکہ تیرا حصہ نو ثلث تھا اور تیرے دوست نے بھی آٹھ ثلث کھائے حالانکہ اس کو پندرہ ثلث ملنے چاہئیں اس کے لئے سات باقی رہ گئے اور تمہارا ایک باقی رہ گیا۔ اس کو سات کے بدلے سات اور آپ کو ایک کے بدلے ایک درہم ملنا ہے۔

اس نے کہا

اب میں راضی ہو گیا ہوں۔

آپ کے پاس ایک شخص کو لایا گیا اور اس کے متعلق کہا گیا کہ
اس کے گمان کے مطابق اس کو اپنی ماں کے ساتھ احتلام ہوا ہے۔
آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا
اس کو دھوپ میں کھڑا کر کے اس کے سائے کو خوب مارو۔
(الصواعق المحرقہ: ومن کراماتہ الباہرہ: ص:129)

آپ رضی اللہ عنہ کے کلمات

لوگ نیند ہیں جب مر جاتے ہیں تو اپنے دور کے ساتھ ہی جاگ جاتے ہیں۔ ان میں سے اپنے آباء سے بہت مشابہت رکھنے والے ہوتے ہیں اگر پردہ اٹھایا جائے تو میرے یقین میں زیادتی نہ ہو جو بندہ اپنی قدر پہچان لیتا ہے وہ ہلاک کبھی نہیں ہوتا ہر شخص کی قیمت وہی ہے جو اس کو اچھی لگی جس نے خود کو پہچان لیا۔ اس نے اپنے رب عزوجل کو پہچان لیا۔ اسی طرح آپ رضی اللہ عنہ کی طرف یہ محاورہ بھی منسوب کیا جاتا ہے حالانکہ مشہور یہ ہے کہ یحییٰ بن معاذ الرازی کا قول ہے کہ
شخص اپنی زبان کے نیچے چھپا ہوا ہے جو شیریں زبان ہو گا اس کے بھائی بہت زیادہ ہوں گے نیکی سے آزاد بھی غلام بن جاتا ہے۔ بخیل کے مال کو حادثہ یا وارث کی بشارت دے۔ قائل کی طرف نہ دیکھ بلکہ قول کی طرف ملاحظہ کر۔ مصیبت کے وقت صبر نہ کرنا مصیبت کو مکمل کرنا ہے۔ سرکشی کے ساتھ کوئی کامیابی نہیں۔ تکبر کے ساتھ کوئی تعریف نہیں۔ حرص کے ساتھ کھانے اور بدہضمی میں کوئی صحت نہیں بے ادبی کے ساتھ کوئی شرف نہیں۔ حسد کے ساتھ کوئی آرام نہیں، انتقام کے ساتھ کوئی سرداری نہیں، مشورہ چھوڑ دینے سے صحیح بات معلوم نہیں ہوتی۔ جھوٹے کے لئے کوئی مروت نہیں، کوئی عزت پرہیزگاری سے بڑی نہیں۔ توبہ سے زیادہ کوئی سفارش کامیاب نہیں۔ عافیت سے زیادہ خوبصورت کوئی لباس نہیں۔ جہالت سے زیادہ مشکل کوئی بیماری نہیں۔ آدمی جس کو نہیں جانتا اس کا دشمن ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم کرے جس نے اپنی قدر پہچان لی اور اپنی حد سے آگے نہیں بڑھا۔ عذر کا اعادہ گناہ کی یاد دہانی ہے۔ لوگوں کے درمیان خیر خواہی کرنا زخمی کرنا ہے۔ جاہل کا احسان اس باغ کی طرح ہے جو روڑی کی طرح پر دیا ہو۔ بے صبری صبر سے زیادہ تھکانے والی ہے۔ مسئول آزاد ہے حتیٰ کہ واپس آجائے سب سے بڑا دشمن وہ ہے جو سب سے زیادہ خفیہ تدبیر کرتا ہے۔ حکمت مومن کا گمشدہ سامان ہے۔ بخل عیوب کی برائیوں کو جمع کرنے والا ہے۔ جب تقدیر آجائے تو تدبیر یاد نہیں آتی ہے۔ شہوت کا غلام غلامی کے طریق پر غلام بنے ہوئے سے زیادہ ذلیل ہے۔ حاسد کو بے گناہ پر غصہ آتا ہے۔ گناہ گار کے لئے گناہ ہی کافی سفارش یافتہ ہے۔ سعادت مند وہ ہے جو دوسروں سے نصیحت حاصل کرے۔ احسان زبان کو بند کر دیتا ہے۔ سب سے بڑی غریبی حماقت ہے اور سب سے بڑی دولت عقل ہے۔ لالچی ذلت کے بندھن میں رہتا ہے۔ یہ بات قابل تعجب نہیں کہ کون ہلاک ہوا اور کس طرح ہلاک ہوا۔ بلکہ قابل تعجب بات یہ ہے کہ کون بچا اور کس طرح بچا۔ اونٹوں کے بھگانے سے بچو کیونکہ بھاگے ہوئے واپس نہیں آتے۔ لالچ کی چمک کے نیچے عقل اکثر مار کھا جاتی ہے۔

جب اونٹ تمہارے پاس پہنچ جائیں تو شکر کی کمی کے باعث سب سے دور رہنے والے اونٹ کو بھگاؤ۔ جب تجھے کسی دشمن پر قابو حاصل ہو جائے تو اس پر قابو پا جانے کے شکریہ میں اس کو معاف کر دے جو چیز کسی نے اپنے دل میں چھپائی ہوتی ہے وہ اس کی زبان اور چہرے سے معلوم ہو جاتی ہے۔ بخیل جلد ہی غریب ہو جاتا ہے۔ وہ دنیا میں غریبوں کی طرح زندگی گزارتا ہے اور آخرت میں اس کا حساب مالداروں کی طرح ہوگا۔ عقل مند کی زبان اس کے دل کے پیچھے اور بے وقوف کا دل اس کی زبان کے پیچھے ہوتا ہے۔ علم کمینے کو بلند کر کے مرتبہ پر پہنچاتا ہے اور جہل بلند مرتبہ کو نیچے گرا دیتا ہے۔ علم مال سے بہتر ہے۔ علم تیری حفاظت کرتا ہے اور تو مال کی حفاظت کرتا ہے۔ علم حاکم اور مال محکوم ہے۔ بے حرمتی کرنے والے عالم اور جاہل عبادت گزار نے میری کمر توڑ دی ہے۔ یہ فتویٰ دیتا ہے اور لوگوں کو اپنی بے حرمتی سے بدظن کرتا ہے اور وہ اپنی عبادت سے لوگوں کو گمراہ کرتا ہے لوگوں میں سب سے کم قیمت شخص وہ ہے جو ان میں علم میں تھوڑا ہے اس لئے کہ ہر آدمی کی قیمت اس چیز سے ہے جو اس کو اچھا بنائے۔ اس عجیب انداز سے آپ کے فرامین بہت ہیں مگر میں نے اس کو طوالت کے خوف سے چھوڑ دیا ہے۔

اسی طرح آپ کے کلمات میں سے یہ بھی ہے کہ لوگوں میں اس طرح رہو جس طرح پرندوں میں شہد کی مکھی رہتی ہے۔ تمام پرندے اس کو کمزور کہتے ہیں۔ اگر پرندوں کو اپنے پیٹ کی برکت کو جانتے تو وہ اس سے اس طرح نہ کرتے اپنے اجسام اور زبانوں سے لوگوں میں مل جاؤ اور اپنے دلوں اور اعمال سے ان سے علیحدہ ہو جاؤ۔ اس لئے کہ شخص کے لئے وہی کچھ ہے جو وہ کرتا ہے اور قیامت کے دن وہ اپنے محبوب کے ساتھ ہوگا۔ عمل سے زیادہ قبول عمل کے لئے انتظام کرو کیونکہ تقویٰ کے ساتھ عمل میں ہرگز کمی واقع نہیں ہوگی اور مقبول عمل کم کس طرح ہو سکتا ہے۔

اے عاملین قرآن مجید اس پر عمل کرو کیونکہ عالم وہ ہے جو علم کے مطابق عمل کرے اور اس کے علم و عمل میں موافقت ہو۔ جلد ہی کچھ حاملین علم ہوں گے۔ علم ان کے گلے سے نہیں گزرے گا۔ ان کا باطن ان کے ظاہر کے اور ان کا عمل ان کے علم کے مخالف ہوگا۔ وہ حلقہ بنا کر بیٹھیں گے اور ایک دوسرے پر فخر کریں گے۔ حتیٰ کہ ایک شخص اپنے ہم نشین پر اس لئے ناراض ہوگا کہ وہ اس کو چھوڑ کر دوسرے کے پاس بیٹھا ہے۔ ان لوگوں کے مجلسی اعمال اللہ تعالیٰ کے ہاں قبولیت نہیں پاتے۔ صرف اپنے گناہ سے خوف کھاؤ اور اپنے رب عزوجل سے امید رکھو۔ جس کو علم نہیں وہ علم حاصل کرنے میں شرم محسوس نہ کرے اور جب صاحب علم سے اس طرح کی بات پوچھی جائے جس کا اس کو علم نہیں تو وہ اللہ اعلم کہنے سے شرم محسوس نہ کرے۔ صبر ایمان کا حصہ ہے اور اس کا مقام ایسا ہے جیسا کہ جسم میں سر کا مقام ہے۔ کامل فقیہ وہ ہے جو لوگوں کو رحمت الٰہی عزوجل سے مایوس نہ کرے اور نہ ان کو معصیت الٰہی عزوجل میں رخصت دے اور نہ ان کو عذاب الٰہی عزوجل سے مامون کر دے اور نہ قرآن مجید کو بے رغبتی سے چھوڑ کر کسی دوسری چیز کی طرف رغبت کرے۔ اس عبادت میں کوئی بھلائی نہیں جس کے ساتھ علم نہیں اور اس علم میں کوئی بھلائی نہیں جس کے ساتھ فہم نہیں۔ اس قرأت میں کوئی بھلائی نہیں جس کے ساتھ تدبیر نہیں۔ میرے دل کو اس وقت کیا ہی ٹھنڈک پہنچتی ہے جب مجھے اس بات کے بارے میں پوچھا جاتا ہے جس کو میں نہیں جانتا تو میں کہتا ہوں اللہ اعلم! جو بندہ لوگوں سے انصاف کا

خواہش مند ہے تو جو کچھ وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے وہی ان کے لئے پسند کرے سات چیزیں شیطان کی طرف سے ہیں۔ سخت غصہ، سخت چھینک، سخت جمائی، قے، نکسیر، سرگوشی اور ذکر الٰہی عزوجل کے وقت نیند کا آنا۔ بدگمانی دانائی ہے"۔ یہ حدیث مبارکہ ہے اور اس کے الفاظ یہ ہیں:

بدگمانی بھی دانائی کی بات ہے توفیق بہترین قائد ہے اور حسن اخلاق بہترین دوست ہے۔ عقل بہترین ساتھی ہے۔ ادب بہترین میراث ہے۔ خود پسندی سے زیادہ کوئی وحشت نہیں۔ آپ سے تقدیر کے متعلق پوچھا گیا۔

ارشاد فرمایا

یہ تاریک راستہ ہے اس پر نہ چل، گہرا سمندر ہے اس میں داخل نہ ہو ایک الٰہی عزوجل راز ہے، جو تجھ سے مخفی ہے۔ اس لئے اے سائل! اس کو ظاہر نہ کر اللہ تعالیٰ نے جس طرح چاہا تجھے پیدا فرمایا یا جس طرح تو نے چاہا؟

اس نے جواب دیا:

بلکہ جس طرح خدا نے چاہا

ارشاد فرمایا:

وہ جس طرح چاہے گا تجھ سے کام لے گا۔

آپ نے فرمایا:

مصائب کے لئے انجام بھی ہے۔ جب کوئی مصیبت میں مبتلا ہو تو اس کے لئے ضروری ہے کہ اس کے انجام تک پہنچے، عقل مند کو جب مصیبت پہنچے تو اس کو چاہئے کہ اس کی مدت ختم ہونے تک آرام کرے۔ اس لئے کہ اس کو وقت سے پہلے ختم کرنے میں اس کی کراہیت میں زیادتی کرنا ہے۔

آپ سے سخاوت کے بارے میں پوچھا۔

ارشاد فرمایا

جو سخاوت سوال کے نتیجہ میں ہو وہ حیاء اور عزت کے لئے ہوتی ہے۔ آپ کے دشمن نے آپ کی تعریف میں مبالغہ سے کام لیا

تو ارشاد فرمایا:

میں اس طرح نہیں جس طرح تو کہہ رہا ہے بلکہ جو کچھ تیرے دل میں ہے میں اس سے بھی زیادہ ہوں۔

ارشاد فرمایا

معصیت کی جزا، عبادت میں کمزوری، رزق میں تنگی اور لذت میں بے لطفی ہے۔

پوچھا گیا

لذت کی بے لطفی کیا ہے۔

ارشاد فرمایا

انسان کو جائز خواہش پورا کرنے میں بھی بے لطفی ہو جاتی ہے۔

آپ کے ایک دشمن نے آپ سے کہا

اللہ تعالیٰ آپ کو ثابت قدم رکھے

جب آپ کو ابن ملجم نے تلوار ماری تو حضرت حسن آپ کے پاس روتے ہوئے آئے۔

ارشاد فرمایا:

اے میرے بیٹے! مجھ سے چار اور چار باتیں ذہن نشین کر لو۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

میرے ابو جان! وہ کون سی باتیں ہیں۔

ارشاد فرمایا:

سب سے بڑی مال داری عقل ہے اور سب سے بڑی غریبی حماقت اور سب سے بڑی وحشت تکبر ہے اور سب سے بڑی سخاوت حسن اخلاق ہے۔

عرض کیا:

دوسری چار باتیں کیا ہیں۔

ارشاد فرمایا:

پہلی!

بے وقوف کی صحبت سے بچو کیونکہ وہ نفع کے قصد سے تمہیں نقصان پہنچا دے گا۔

دوسری!

جھوٹے کی دوستی سے اجتناب کرو کیونکہ وہ دور والوں کو تیرے قریب اور قریب والوں کو تجھ سے دور کر دے گا۔

تیسری!

بخیل کی دوستی سے اجتناب کرو جس وقت آپ کو اس کی بڑی ضرورت ہوگی وہ آپ کو اکیلا چھوڑ دے گا۔

چوتھی!

فاجر کی دوستی سے اجتناب کرو کیونکہ وہ آپ کو حقیر شے کے بدلے میں فروخت کر دے گا۔

ایک یہودی نے آپ سے کہا

ہمارا رب کس وقت سے ہے؟

آپ کے چہرے کا رنگ تبدیل ہو گیا۔

اور فرمایا

نہ اس کا مکان ہے نہ کہیں پایا جاتا ہے اور بغیر کسی کیفیت کے ہے نہ اس کی ابتداء ہے نہ انتہا ہے۔ تمام غایات اس کے آگے ہی ختم ہو جاتی ہیں اور وہ ہر غایت کی غایت ہے۔ یہ بات سن کر یہودی مسلمان ہو گیا۔

آپ صفین میں تھے کہ ایک زرہ گم ہو گئی جو ایک یہودی سے حاصل ہوئی۔ آپ اس معاملہ کا فیصلہ کرانے کے لئے اس کو قاضی شریح کے پاس لے گئے اور قاضی کے پہلو میں بیٹھ گئے۔

اور فرمایا

اگر میرا مقابلہ کرنے والا یہودی نہ ہوتا تو میں اس کے برابر بیٹھتا مگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مجالس میں ان کو برابر نہ بٹھاؤ۔

ایک روایت میں ہے کہ

ان کو حقیر کرو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو حقیر بنایا ہے۔ پھر آپ نے زرہ کا دعویٰ دائر کیا تو یہودی نے انکار کر دیا۔ قاضی شریح نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے شہادت مانگی تو آپ اپنے غلام قنبر اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو لے کر آئے۔

قاضی شریح نے آپ سے کہا

باپ کے حق میں بیٹے کی گواہی جائز نہیں۔

یہودی نے کہا

امیر المومنین نے مجھے قاضی کے سامنے پیش کیا اور ان کے قاضی نے ان کے خلاف فیصلہ دیا۔ اس کے بعد وہ کلمہ شہادت پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔

اور کہا کہ

وہ زرہ آپ ہی کی ہے۔ (الصواعق المحرقہ عربی فی کلماتہ......ص:130 تا 131' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

واقدی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس چار درہم تھے جن کے علاوہ آپ کے پاس کچھ بھی نہ تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ایک درہم رات کو، ایک دن کو، ایک خفیۃً پر اور ایک اعلانیہ طور پر خیرات کر دیا۔

تو اس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

جو اپنے اموال کو رات اور دن کو پوشیدہ اور اعلانیہ خرچ کرتے ہیں اور ان کا اجر رب عزوجل کے پاس ہے نہ ان کو کسی کا

خوف ہوتا اور نہ غم ہوتا ہے۔ (البقرہ:۲۷۴)

(الصواعق المحرقۃ فی کلماتہ رضی اللہ عنہ ص:131 'کتب خانہ مجیدیہ' ملتان)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ضرار بن حمزہ سے فرمایا:

میرے سامنے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اوصاف بیان فرماؤ۔

اس نے کہا:

مجھے معاف فرمادیجئے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

میں آپ کو اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں۔

اس نے کہا:

اللہ تعالیٰ کی قسم! وہ بہت دور تک جانے والے شدید القویٰ، فیصلہ فرمانے' انصاف سے حکومت فرمانے والے تھے۔ ان کے پہلوؤں سے علم نکلتا تھا اور آپ رضی اللہ عنہ کی زبان سے حکمت نکلتی تھی۔ وہ دنیا سے نفرت کرنے والے اور رات اور اس کی وحشت سے مانوس تھے۔ بہت رونے والے اور بہت سوچنے والے تھے۔ ان کا لباس کتنا تھوڑا اور کھانا کتنا سخت ہوتا تھا۔ وہ ہماری طرح کے ایک شخص تھے۔ جب ہم ان سے سوال کرتے تو وہ جواب عطا فرماتے۔ جب ان کو بلاتے تو وہ ہمارے پاس آتے اور اللہ تعالیٰ کی قسم! ہم اس قدر قریب رہنے کے باوجود ان کی ہیبت کی وجہ سے ان سے بات نہ کر سکتے تھے۔ وہ دین داروں کی تعظیم کرتے اور مساکین کو قریب کرتے قوی اپنی باطل بات میں ان سے کوئی طمع نہ کرتا اور نہ کمزور ان کے عدل سے مایوس ہوتا اور میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے بعض مقامات پر جب رات چھا جاتی اور ستارے غروب ہو جاتے تو ان کو اپنی داڑھی پکڑ کے ڈسے ہوئے شخص کی طرح بے قرار اور غمگین کی طرح روتے دیکھا۔

اور فرماتے:

اے دنیا! میرے علاوہ کسی اور کو دھوکہ دے

کیا تو مجھے ملاحظہ کر رہی ہے

میں نے تو تجھے تین بائنہ طلاقیں دے دی ہیں جن میں کوئی رجوع بھی نہیں تیری عمر تھوڑی اور تیری اہمیت کم ہے۔ آہ قلت زاد، سفر طویل اور راستے کی وحشت، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ یہ باتیں سن کر رو پڑے۔

اور کہا

اللہ تعالیٰ ابوالحسن پر رحم فرمائے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم وہ اس طرح ہی تھے۔ آپ کے بھائی عقیل نے آپ کو اس وجہ سے ترک کر دیا کہ آپ ہر دن ان کو اتنے جو دیتے جو صرف ان کے عیال کو کافی ہوتے تھے۔ آپ کی اولاد نے پانی میں بھگوئی ہوئی

کھجوروں کی تمنا کی تو آپ ہر دن ان کو کچھ زیادہ دینے لگے۔ حتیٰ کہ ان کے پاس اتنے جو جمع ہو گئے کہ اس سے انہوں نے گھی اور کھجوریں خریدیں اور کھانے کو تیار کر کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دعوت دی۔ آپ جب تشریف لائے تو اس کھانے کے متعلق پوچھا تو آپ نے تمام قصہ سنا دیا۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا

کیا اس کو علیحدہ کر لینے کے بعد وہ کھانا تمہارے لئے کفایت کرتا تھا۔

اس نے جواب دیا:

ہاں۔

تو آپ نے کھانے کی وہ مقدار بند کر کے کم کر دی جو ہر دن الگ کرتے تھے۔ میرے لئے جائز نہیں کہ میں آپ کو اس سے زیادہ دوں تو وہ ناراض ہو گئے تو آپ نے لوہا گرم کر کے ان کے رخسار کے قریب کیا اور ان کی غفلت کی صورت میں ان کو داغ دیا۔

اور فرمایا

تو اس سے گھبراتا ہے اور مجھے جہنم کی آگ کے لئے پیش کرتا ہے۔

انہوں نے کہا

میں اس کے پاس جاؤں گا جو مجھے سونا دے گا اور کھجوریں کھلائے گا اور وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس چلے گئے۔

ایک دن حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا

اگر وہ یہ نہ جانتا کہ میں اس کے بھائی سے بہتر ہوں تو وہ ہمارے پاس نہ ٹھہرتا اور نہ اس کو چھوڑتا تو عقیل نے ان کو جواب دیا میرے دین کے لئے میرا بھائی بہتر ہے اور تو میری دنیا کے لئے بہتر ہے۔

میں نے اپنی دنیا کو ترجیح دی ہے۔

اور اللہ تعالیٰ سے خیر کے خاتمہ کی دعا مانگتا ہوں۔

(الصواعق المحرقہ عربی فی کلماتہ رضی اللہ عنہ ص:132' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

ابن عساکر نے روایت کیا ہے کہ

عقیل نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ

میں محتاج اور فقیر ہوں مجھے کچھ عطا فرمایئے۔

آپ نے فرمایا

صبر کرو جب تمہارا حصہ مسلمانوں کے ساتھ نکلے گا تو میں آپ کو ان کے ساتھ عطا کروں گا۔ عقیل نے اصرار کیا۔

تو آپ رضی اللہ عنہ نے ایک شخص سے فرمایا
اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کو بازار والوں کی دکانوں پر لے جاؤ اور اس کو کہو کہ ان دکانوں کے تالے توڑ کر جو ان میں ہے لے جاؤ۔
عقیل نے کہا
آپ مجھے چور بنانا چاہتے ہیں۔
ارشاد فرمایا
کیا آپ مجھے چور بنانا چاہتے ہو کہ میں مسلمانوں کے اموال لے کر آپ کو دے دوں۔
عقیل نے کہا
میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس چلا جاؤں گا۔
آپ نے فرمایا
یہ تمہارا اور اس کا معاملہ ہے۔ اس نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر سوال کیا۔
تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کو ایک لاکھ روپیہ دے کر فرمایا:
منبر پر چڑھ کر بتاؤ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ کو کیا کیا دیا اور میں نے کیا کچھ دیا۔
عقیل نے منبر پر چڑھ کر حمد و ثناء کے بعد کہا:
میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس کے دین پر پسند کیا تو اس نے اپنے دین کو پسند فرمایا اور میں نے معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس کے دین پر چاہا تو اس نے مجھے اپنے دین پر پسند فرمالیا۔
حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے خالد بن معمر سے کہا:
آپ نے تو ہمیں چھوڑ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پسند کرلیا ہے۔
اس نے تین باتوں کی وجہ سے جواب دیا۔
پہلی!
جب وہ غصے میں ہوتا ہے تو اس کے حلم کی بناء پر۔
دوسری!
جب وہ بات کرتا ہے تو اس کے صدق کی بناء پر۔
تیسری!
جب وہ فیصلہ کرتا ہے تو اس کے عدل کی بناء پر۔

جب آپ کے پاس حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فخریہ باتیں پہنچیں تو آپ نے اپنے غلام سے فرمایا:
اس کی طرف لکھو پھر اس کو یہ اشعار لکھوائے۔

''محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جو اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں میرے بھائی اور سسر ہیں اور سید الشہداء حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ میرے چچا ہیں اور جعفر طیار جو صبح و شام فرشتوں کے ساتھ اڑتے ہیں۔ میری ماں کے لخت جگر ہیں اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی میری بیوی اور میری سکنیت ہے جس کا گوشت میرے گوشت اور خون سے مخلوط ہے اور احمد کی اولاد میرے دو بیٹے اس زوجہ سے ہیں۔ تم میں کون ہے جو میری طرح ہو۔ میں تم سب سے اسلام میں اوّل ہوں اور میں جوانی کو پہنچنے سے پہلے ہی جوان تھا۔

(الصواعق المحرقۃ عربی فی کلماتہ رضی اللہ عنہ: ص:132 ' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

امام بیہقی نے فرمایا: ہر شخص کو چاہیے کو ان اشعار کو یاد کرے تا کہ اسلام میں آپ کے مفاخر کو جان سکے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب کثیر ہیں۔

(الصواعق المحرقۃ عربی فی کلامہ ص132 ' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

حضرت امام شافعی کے کلام میں ہے کہ

ہم جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فضیلت دیتے ہیں تو ہم جہلاء کے نزدیک تفضیلی رافضی ہوتے ہیں اور جب میں سیّدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت تذکرہ کرتا ہوں تو مجھ پر خارجی ہونے کا الزام لگایا جاتا ہے میں ہمیشہ ہی ان دونوں کی محبت کی بناء پر خارجی اور رافضی رہوں گا۔ حتیٰ کہ مجھے ریت میں تکیہ لگا دیا جائے یعنی میں فوت ہو جاؤں۔

پھر فرمایا

لوگ مجھے کہتے ہیں کہ تم رافضی ہو گئے ہو

میں نے کہا

ہرگز ایسا نہیں! رفض تو میرا دین اور اعتقاد ہی نہیں لیکن میں نے تو بغیر شک و شبہ کے بہترین امام اور ہادی سے رفاقت کی ہے۔

اگر ولی سے محبت کرنا رفض ہے تو میں تمام لوگوں سے بڑا رافضی ہوں۔

پھر فرمایا

اے سوار! منیٰ میں محصب پر رک جا اور خیف کے رہائشی کو آواز لگا جب حاجی صبح کے وقت موجیں مارتے ہوئے فرات کی طرح منیٰ کی جانب جاتے ہیں اگر آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے کا نام رفض ہے تو جن و انس اس بات کے گواہ رہیں کہ میں رافضی ہوں۔

بیہقی نے کہا

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ اشعار اس وقت فرمائے جب خوارج نے حسد اور سرکشی سے ان کو رافضی کہا اس طرح کے اور اشعار بھی کہے ہیں۔

مزنی نے کہا

آپ اہل بیت سے محبت رکھتے ہیں اگر آپ اس کے بارے میں کچھ اشعار کہتے تو اچھا ہوتا۔

آپ نے فرمایا

تو نے ہمیشہ ہی اہل بیت کی محبت کو چھپایا ہے حتیٰ کہ میں بھی سوال کرنے والوں کو جواب دینے میں خاموش ہو گیا۔ میں باوجود صفائے محبت کے اپنی محبت کو چھپائے رکھتا ہوں اس لئے تم چغل خوروں کی باتوں سے امن رہے اور میں ان سے امن میں رہوں۔

(الصواعق المحرقہ عربی فی کلماتہ: ص 133 ' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

پانچویں فصل:

آپ رضی اللہ عنہ کی وفات

جس وقت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مابین جھگڑا بڑھ گیا تو تین خارجی عبدالرحمٰن بن ملجم المرادی، برک اور عمرالیتمین نے مکہ مکرمہ میں جمع ہو کر معاہدہ کیا کہ وہ حضرت علی، حضرت معاویہ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم کو شہید کر کے لوگوں کو ان سے چھٹکارا دلائیں گے۔ ابن ملجم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ برک نے حضرت معاویہ اور عمر بن العاص کو قتل کرنے کا سوچا اور اس طرح بھی بات پکی ہوئی کہ ان کو گیارہ یا سترہ رمضان کی رات کو شہید کیا جائے۔ پھر ان میں سے ہر ایک اپنے اپنے شکار کے ٹھکانے کے لئے چل نکلا۔ ابن ملجم کوفہ کو آیا اور اپنے ساتھیوں سے ملا اور ان کو اپنے ارادے کے متعلق آگاہ نہ کیا۔ شبیب بن عجرۃ الاشجعی وغیرہ اس کے موافق ہوئے۔ جب سترہ رمضان المبارک ۴۰ھ کو جمعہ کی رات تھی حضرت علی رضی اللہ عنہ سحری کے وقت جاگے۔

اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا

میں نے آج کی رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے۔

اور عرض کیا کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت نے میرے ساتھ کوئی خیر نہیں کی ہے۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا

ان کے لئے بددعا کرو تو میں نے دعا کی اے اللہ عزوجل مجھے بدلے میں وہ شخص دے جو میرے لئے بہتر ہوں اور ان کو میرے بدلے وہ شخص دے جو ان کے لئے برا ہو پھر آپ رضی اللہ عنہ کی طرف بطخیں چیختی ہوئی آئیں تو لوگوں نے ان کو بھگا دیا۔

آپ نے فرمایا

ان کو ترک کر دو کیونکہ یہ تو نوحہ کرنے والی ہیں۔

اس دوران مؤذن نے آ کر کہا

نماز کا وقت ہو گیا ہے تو آپ رضی اللہ عنہ دروازے سے پکارتے ہوئے نکلے کہ اے لوگو! نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ شبیب نے آپ رضی اللہ عنہ پر تلوار سے وار کیا جو دروازے پر لگا پھر ابن ملجم نے اپنی تلوار سے وار کیا جو آپ رضی اللہ عنہ کی پیشانی پر لگا اور کھوپڑی سے ہوتا ہوا دماغ تک چلا گیا اور ابن ملجم بھاگ نکلا۔

شبیب جب گھر آیا تو

بنی امیہ کے ایک شخص نے آ کر اس کو قتل کر دیا اور ابن ملجم کو ہر طرف سے لوگوں نے گھیرا ڈال لیا اور ہمدان کے ایک شخص

نے اس کے قریب ہو کر اس پر چادر ڈالی اور اس کو گرا دیا اور اس سے تلوار چھین کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔

آپ رضی اللہ عنہ نے اس کی طرف دیکھ کر فرمایا۔

جان کے بدلے جان! جب میں وفات پا جاؤں تو اس کو ویسے ہی قتل کرنا جس طرح اس نے مجھ کو قتل کیا ہے اور اگر میں بچ گیا تو اس کے معاملہ میں تفکر کروں گا۔

ایک روایت میں ہے کہ

زخموں کا قصاص ہوتا ہے اس کو پکڑ کر مضبوطی سے باندھ دیا گیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ جمعہ اور ہفتہ کے دن حیات رہے اور اتوار کی رات کو وصال فرما گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ کو حضرت حسن، حضرت حسین اور حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم نے غسل دیا اور حضرت محمد بن الحنیفہ پانی ڈال رہے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کو قمیض کے بغیر تین کپڑوں کا کفن دیا گیا۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھائی اور سات تکبیریں کہیں اور رات کو کوفہ کے دار الامارات میں آپ رضی اللہ عنہ کو دفن کر دیا گیا۔ یا قری میں اس مقام پر جس جگہ آج کل زیارت کرتے ہیں یا آپ رضی اللہ عنہ کے گھر اور جامع الاعظم کے مابین آپ رضی اللہ عنہ کو دفن کیا گیا پھر ابن ملجم کو اطراف سے ٹکڑے کیا گیا اور وسیع مکان میں رکھ کر جلایا گیا۔

یہ بھی آتا ہے کہ

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اس کی گردن مارنے کو حکم دیا پھر اس کی نعش کو ام الہیثم بنت الاسود النخعیۃ نے جلا دیا۔ جس رمضان المبارک میں حضرت علی رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اس میں آپ رضی اللہ عنہ ایک رات حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے پاس، ایک رات حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے پاس اور ایک رات حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کے پاس روزہ افطار فرماتے اور تین لقموں سے زیادہ نہ تناول نہ فرماتے۔

اور ارشاد فرماتے:

میں پسند کرتا ہوں کہ میں اللہ تعالیٰ سے خالی پیٹ ملاقات کروں

جس رات کو صبح آپ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اس رات اکثر باہر نکل کر آسمان کو ملاحظہ فرماتے۔

اور آپ کہا کرتے کہ

اللہ تعالیٰ کی قسم! میں نے نہ جھوٹ بولا اور نہ ہی میں جھٹلایا گیا ہوں۔ یہی وہ رات جس کا مجھ سے وعدہ عطا گیا ہے اور جب سحری کے وقت آپ رضی اللہ عنہ باہر تشریف لے آئے تو ابن ملجم نے آپ رضی اللہ عنہ کو کافی ضرب لگائی جس طرح کہ ہم احادیث فضائل میں ذکر کر چکے ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی قبر خوارج کے کھود لینے کے ڈر سے چھپایا گیا۔

شریک نے کہا کہ

آپ رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت حسن رضی اللہ عنہ ان کو مدینہ منورہ لے گئے ہیں۔

ابن عساکر نے روایت کیا ہے کہ

جب آپ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو لوگ آپ رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دفن کرنے کے لئے اٹھا لائے۔ رات کو چلتے ہوئے وہ اونٹ جس پر آپ رضی اللہ عنہ کی نعش مبارک تھی بدک گیا اور کس کو علم نہ ہوسکا وہ کہاں گیا' اور نہ ہی اس کو کوئی پکڑنے میں کامیاب ہوا۔

اس لیئے اہل عراق نے کہا کہ

آپ رضی اللہ عنہ بادلوں میں ہیں۔

اور بعض نے کہا کہ

اونٹ جلاوطنی میں گر گیا اور لوگوں نے اس کو پکڑ لیا اور آپ رضی اللہ عنہ کو دفن کر دیا گیا۔

شہادت کے وقت آپ رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک 63 سال تھی۔ بعض نے آپ رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک 64 سال اور بعض 65 سال اور 57 سال اور بعض نے 58 سال بتائی ہے۔

ایک بار کوفہ کے اندر منبر پر خطبہ دیتے ہوئے آپ رضی اللہ عنہ سے اس آیت کریمہ

رجال صدقوا ما عاهدوا الله عليه ممنهم من قضى نحبه ومنهم من ينتظر وما بدلوا تبديلا

(الاحزاب:۲۳)

کے بارے میں پوچھا گیا۔

تو ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ معاف فرمائے۔ یہ آیت کریمہ میرے چچا حمزہ رضی اللہ عنہ اور میرے چچازاد عبیدۃ بن الحرث بن عبد المطلب کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ عبیدہ نے جنگ بدر میں اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے جنگ احد میں شہید ہو کر اپنا حصہ پورا فرمادیا ہے۔ باقی بچا میں تو میں اس بد بخت منتظر ہوں جو میرے سر اور داڑھی کو رنگے گا۔ اس نے میرے حبیب ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ عہد لیا ہے۔ جب آپ رضی اللہ عنہ کو چوٹ لگی تو آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کو بلا کر ارشاد فرمایا: میں آپ کو تقویٰ اللہ کی وصیت کرتا ہوں۔ دنیا اگرچہ تمہیں چاہے تم دنیا کو بالکل نہ چاہنا اور جو دنیاوی چیز آپ کو نہ ملے اس پر رونا مت۔ حق بات کہنا، یتیموں پر رحم کرنا، کمزور کی مدد کرنا، آخرت کے لئے کام کرنا، ظالم سے مقابلہ کرنا، مظلوم کا مددگار رہنا۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کام کرنا اور اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں کسی ملامت والے کی ملامت کی پرواہ نہ کرنا۔

پھر آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے حضرت محمد بن الحنفیہ کی طرف دیکھ کر فرمایا کیا تم نے اس وصیت کو یاد کر لیا ہے جو میں نے تمہارے دونوں بھائیوں سے فرمائی ہے۔

انہوں نے جواب دیا:

ہاں

ارشادفرمایا:

میں تم کو بھی یہی وصیت کرتا ہوں اور یہ بھی وصیت کرتا ہوں کہ اپنے دونوں بھائیوں کی عزت کرنا کیونکہ ان کا آپ پر بہت بڑا حق ہے اور ان کے بغیر کسی معاملہ کو طے ہرگز نہ کرنا۔

پھر حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما سے فرمایا:

میں آپ کو اس کے بارے میں وصیت کرتا ہوں یہ تمہارا بھائی اور تمہارے باپ کا بیٹا ہے اور آپ جانتے ہو کہ تمہارا باپ اس سے محبت کرتا ہے۔

اس کے بعد لا الٰہ الا اللہ کے علاوہ کچھ بھی نہ فرما سکے حتیٰ کہ آپ رضی اللہ عنہ وصال فرما گئے۔

روایت ہے کہ

ابن ملجم آپ رضی اللہ عنہ کے پاس سواری کے لئے آیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس کو سواری دے کر یہ اشعار پڑھے۔

میں اس کی زندگی کا اور وہ میرے قتل کا خواہش مند ہے۔ آپ کو تمہارے دوست کے معاملہ میں جو مراد قبیلہ سے ہے کون معذور سمجھے۔

پھر ارشاد فرمایا

اللہ تعالیٰ کی قسم! یہ میرا قاتل ہے۔

کہا:

آپ رضی اللہ عنہ اس کو قتل کیوں نہیں فرما دیتے۔

ارشادفرمایا

پھر مجھے کون قتل کرے گا۔

السدی سے مستدرک میں روایت کیا گیا ہے کہ

ابن ملجم خوارج کی ایک عورت پر دیوانہ ہو گیا تھا جس کا نام قطام تھا اس نے اس سے نکاح کر لیا اور تین ہزار درہم اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قتل مہر میں دیا۔

اس کے بارے میں فرزدق نے کہا کہ

قطام کے مہر کی طرح کسی عربی اور عجمی سخی کو واضح مہر دیتے نہیں دیکھا۔ تین ہزار درہم ایک غلام اور ایک لونڈی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کاٹنے والی تلوار کی ایک ضرب اگرچہ کوئی مہر بہت زیادہ ہی بھاری ہو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مہر سے بھاری نہیں ہو سکتا اور کوئی حملہ اگرچہ کس قدر اچانک ہو ابن ملجم کے حملے کی مانند نہیں ہو سکتا۔

(الصواعق المحرقہ عربی فی وفاتہ رضی اللہ عنہ ص:133 تا135 'کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

دسواں باب

''حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت، فضائل، کمالات اور کرامات میں اس میں چند فصلیں ہیں''

پہلی فصل

آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے متعلق

آپ رضی اللہ عنہ اپنے نانا جان کی نص کے مطابق آخری خلیفہ راشدہ ہیں۔ اپنے والد محترم کی شہادت کے بعد کوفہ والوں کی بیعت سے آپ رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے اور چھ مہینے اور کچھ دن تک خلیفہ بنے رہے۔ آپ رضی اللہ عنہ برحق خلیفہ اور امام عادل اور صادق ہیں اور اپنے نانا صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو پورا فرمانے والے ہیں جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں ارشاد فرمایا:

میرے بعد تیس سال تک خلافت رہے گی۔ اگرچہ یہ چھ مہینے ان تیس سال کو پورا کرنے والے ہیں تو آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت نص سے ثابت ہے اور اس پر اجماع ہو گیا ہے اور اس کے برحق ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ اسی وجہ سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ آپ رضی اللہ عنہ کے نائب بنے اور اس کو تسلیم آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے خطبہ میں کیا

جس کا ذکر ابھی کیا جائے گا۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے مجھ سے حق کے بارے میں تنازع کیا ہے اور وہ میرا حق ہے اس کا نہیں ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح اور خلافت کو چھوڑنے کے خط میں بھی اس طرح ہے ان چھ مہینوں کے بعد آپ رضی اللہ عنہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں چالیس ہزار فوج لے کر تشریف لائے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بھی آپ رضی اللہ عنہ کے مقابلہ پر سامنے آئے۔ جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے دونوں لشکروں کو ملاحظہ کیا تو جان گئے کہ کوئی ایک لشکر بھی اس وقت تک کامیاب ہی نہیں ہو سکتا جب تک دوسرے کے زیادہ تعداد کو ختم نہ فرمادے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اطلاع کے طور پر لکھا کہ میں یہ معاملہ اس شرط پر آپ رضی اللہ عنہ کے حوالے کرتا ہوں کہ میرے بعد خلافت تمہارے پاس رہے گی۔ آپ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ، حجاز اور عراق والوں سے کسی شے کو شرط قرار نہیں دیں گے۔۔۔ علاوہ ازیں اس کے جو وہ میرے والد محترم کے زمانہ میں دیتے تھے اور آپ رضی اللہ عنہ میرا قرض ادا فرمائیں گے۔ حضرت امیر

معاویہ رضی اللہ عنہ نے دس باتوں کے علاوہ آپ رضی اللہ عنہ کا شرائط کو قبول فرمالیا۔ آپ رضی اللہ عنہ مسلسل ان سے کلام کرتے رہے۔ حتیٰ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کے پاس سفید کاغذ بھیج دیا۔

اور فرمایا

آپ رضی اللہ عنہ جو چاہیں اس پر تحریر فرمادیں میں اس پر پابند رہوں گا' جس طرح کہ کتب سیرت میں رقم ہے۔

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے صحیح بخاری میں بیان کیا گیا ہے کہ

حضرت حسن رضی اللہ عنہ پہاڑوں جیسے لشکروں کے ساتھ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مدمقابل خروج کیا۔

تو حضرت عمرو بن العاص نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا

میں ان لشکروں کو ملاحظہ کر رہا ہوں جو اپنے سامنے والے کو مارے بنا واپس نہیں لوٹیں گے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا

اللہ تعالیٰ کی قسم! عمرو بہترین شخص ہیں۔ اگر یہ لوگ ان کو اور وہ ان کو ماردیں تو مسلمانوں کے امور ان کی عورتوں اور ان کی جاگیروں کے معاملات کو طے کرنے میں میرا معاون کون ہوگا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے قریش میں سے بنو عبد شمس کے دو اشخاص عبدالرحمٰن بن سمرہ اور عبدالرحمٰن بن عامر کو حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی طرف روانہ کیا۔

اور کہا کہ

ان کے پاس جا کر عرض کرو اور ان سے پوچھو کہ وہ کیا چاہتے ہیں۔

ان دونوں نے آپ رضی اللہ عنہ کے پاس آکر پوچھا کہ

آپ رضی اللہ عنہ کا کیا مطالبہ ہے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا

ہم بنو عبدالمطلب ہیں اور ہم نے یہ مال حاصل کیا ہے اور یہ لوگ خون میں تیرا کی کر کے آئے ہیں۔

انہوں نے فرمایا

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ پیشکش کرتے ہیں اور آپ رضی اللہ عنہ سے یہ مطالبہ کرتے ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اس معاملہ میں میری ضمانت کون دے گا۔

انہوں نے کہا

ہم اس معاملہ میں آپ رضی اللہ عنہ کی ضمانت دیتے ہیں۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے جو بات پوچھی انہوں نے کہا ہم اس کی ضمانت دیتے ہیں تو آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح فرمالی۔ (الصواعق المحرقہ عربی: فی خلافۃ الحسن وفضائلہ: 135 تا 136' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

ان واقعات میں اس طرح بھی تطبیق دی جا سکتی ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے پہلے آپ رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیجا ہو پھر حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف ذکر کردہ مطالبات تحریر فرما کر روانہ کیے اور جب دونوں کی صلح ہو گئی ہو تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ خط لکھا ہو۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ وہ تحریر ہے جس کے ذریعے حسن بن علی رضی اللہ عنہما اور معاویہ بن سفیان رضی اللہ عنہ نے صلح کر لی ہے۔

یہ صلح اس بات پر ہوئی ہے کہ

حضرت حسن رضی اللہ عنہ، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو مسلمانوں کی ولایت اس شرط پر عطا فرمائیں گے کہ وہ کتاب اللہ، سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سیرت خلفائے راشدین مہدیین کے مطابق عمل کریں گے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس بات کی اجازت نہیں دی جائے گی کہ وہ اپنے بعد کسی کو خلافت عطا کر جائیں بلکہ یہ معاملہ ان کے بعد مسلمانوں کے مشورہ سے نپٹایا جائے گا اور لوگ شام، عراق، حجاز، یمن اور اللہ تعالیٰ کی زمین میں جس مقام پر بھی ہوں گے امن میں ہوں گے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے صحابہ اور آپ کے شیعہ جہاں بھی ہوں گے اپنی جانوں مالوں، عورتوں اور اولاد کے متعلق حفاظت میں رہیں گے اور معاویہ بن سفیان کو اللہ تعالیٰ سے یہ عہد و میثاق بھی لازمی ہو گا کہ وہ حسن بن علی رضی اللہ عنہما اور ان کے بھائی حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کسی کی بھی خفیہ اور اعلانیہ بربادی نہیں کریں گے اور نہ ہی ان میں سے کسی کو کسی جگہ ڈرائیں گے۔ میں فلاں بن فلاں اس پر شہادت دیتا ہوں۔

وکفی باللہ شھیدًا

جب صلح ہو گئی تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے اس تمنا کا مظاہرہ کیا کہ وہ لوگوں کے ایک مجمع میں تقریر کریں اور ان کو بتائیں کہ میں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کر کے خلافت ان کے حوالے کر دی ہے تو آپ اس بات کو قبول فرما کر منبر پر تشریف فرما ہوئے اور حمد و ثناء ذات باری تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے کے بعد ارشاد فرمایا:

لوگو!

سب سے بڑی دانائی تقویٰ اور سب سے بڑی حماقت فسق و فجور ہے۔

پھر ارشاد فرمایا:

تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو میرے نانا جان کے ذریعے ہدایت عطا فرمائی۔ گمراہی سے حفاظت میں رکھا۔ جہالت سے نجات عطا فرمائی ذلت کے بعد عزت عطا فرمائی اور قلت کے بعد تمہیں کثرت عطا فرمائی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے مجھ سے حق کے بارے میں تنازع کیا تھا اور وہ میرا حق ہے اس کا حق نہیں اور تم نے اس شرط پر میری بیعت کی ہے کہ جو مجھ سے صلح کرے گا تم اس سے صلح کرو گے اور جو مجھ سے جنگ کرے گا تم اس سے جنگ کرو گے۔ میں نے اصلاح امت اور فتنہ کو ختم

کرنے کے لئے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کو محبوب رکھا ہے اور میں اس جنگ کو بھی ختم کرنے کا اعلان کرتا ہوں اور جو میرے اور ان کے مابین ہو رہی ہے اور میں نے ان کی بیعت بھی فرما ہے اور میں خون خرابہ کی بدولت خون کی حفاظت کو بہتر سمجھتا ہوں۔
اگر چہ میں جانتا ہوں کہ شاید یہ صلح تمہارے لئے فتنہ اور ایک وقت تک فائدے ہو لیکن میں نے صرف آپ کی اصلاح اور بقاء کو پسند کیا ہے اور جس بات سے اس صلح پر آپ رضی اللہ عنہ کا سینہ کھلا ہے وہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے حق میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک قولی معجزے کا ظہور ہے۔

جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

میرا یہ "سیّد" (سردار) بیٹا ہے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں جلد ہی صلح کروائے گا۔ اسے بخاری نے روایت کیا اور الدولابی نے بیان کیا ہے کہ حضرت حسن نے فرمایا کہ

اگر چہ سب عرب میرے ہاتھ میں تھے میں جس سے صلح کرتا وہ صلح کر لیتے اور جس سے قتال وہ قتال کر لیتے لیکن میں نے خلافت کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے اور مسلمانوں کے خون کی حفاظت کے لئے ترک کر دیا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ربیع الاول 41ھ میں خلافت کو الوداع کہا۔

آپ رضی اللہ عنہ کے دوست آپ رضی اللہ عنہ سے کہتے:

اے مومنین کی عار!

آپ رضی اللہ عنہ فرماتے۔

عار نار سے بہتر ہے۔

ایک شخص نے آپ رضی اللہ عنہ سے کہا:

اے مومنین کو ذلیل کرنے والے تجھ پر سلام ہو۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

میں مومنین کو ذلت میں ڈالنے والا نہیں مگر میں نے بادشاہی کے لئے آپ لوگوں سے لڑنا جھگڑنا پسند نہیں کیا پھر آپ رضی اللہ عنہ کوفہ سے مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور اسی جگہ کو اپنا قیام گاہ بنالیا۔

(الصواعق المحرقہ عربی: فی خلافتہ: ص:137، کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

دوسری فصل

آپ رضی اللہ عنہ کے فضائل

پہلی حدیث مبارکہ

البراء سے شیخین نے روایت کیا ہے کہ
میں نے نبی کریم ﷺ کو ملاحظہ کیا کہ
حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو کندھے پر اٹھائے ہوئے ہیں
اور ارشاد فرما رہے ہیں۔
اے اللہ عزوجل! میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر۔
(صحیح البخاری: مناقب الحسن والحسین رضی اللہ عنہما، ص: 91)

دوسری حدیث مبارکہ

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بخاری نے روایت کیا ہے کہ
میں نے نبی کریم ﷺ کو منبر پر ارشاد فرماتے سنا ہے کہ میرا یہ بیٹا سردار ہے اور شاید اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے دو مسلمان گروہوں کے مابین صلح کرا دے۔ اس وقت حضرت حسن رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے پہلو میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ کبھی لوگوں کی طرف نظر کرم فرماتے اور کبھی حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی طرف نظر رحمت فرماتے۔
(صحیح البخاری: قول النبی ﷺ للحسن بن علی رضی اللہ عنہما، ص: 211)

تیسری حدیث مبارکہ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بخاری نے روایت کیا ہے کہ
نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:
حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما دنیا میں میری خوشبو ہیں۔
(الصواعق المحرقہ عربی: فی فضائلہ رضی اللہ عنہ، ص: 137، کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

چوتھی حدیث مبارکہ

ترمذی اور حاکم نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ
نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں۔

(سنن الترمذی: باب مناقب الحسن والحسین رضی اللہ عنہما: ص: 238)

پانچویں حدیث مبارکہ

حضرت اسامہ بن زید سے ترمذی نے روایت کیا ہے کہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملاحظہ فرمایا اور حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں رانوں پر بیٹھے ہوئے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

یہ دونوں میرے بیٹے اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔

اے اللہ عزوجل! میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت کر اور جو ان سے محبت کرتا ہے تو اس سے بھی محبت کر۔ (ترمذی: مناقب الحسن والحسین رضی اللہ عنہما: ص: 239)

چھٹی حدیث مبارکہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ترمذی نے روایت کیا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اہل بیت میں سے کون سب سے زیادہ محبوب ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما۔ (ترمذی: مناقب الحسن الحسین رضی اللہ عنہما: ص: 239)

ساتویں حدیث مبارکہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حاکم نے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو اپنی گردن پر اٹھائے ہوئے تشریف لائے تو آپ رضی اللہ عنہ کو ایک شخص ملا۔

اس نے عرض کیا:

اے نوجوان! تو کیا ہی اچھی سواری پر سوار ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

سوار بھی کیا ہی اچھا ہے۔ (مستدرک: ومن فضائل الحسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما: ص: 186)

آٹھویں حدیث مبارکہ

عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن زبیر سے ابن سعد نے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم ﷺ کے اہل میں سے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ آپ ﷺ کے مشابہ اور آپ ﷺ کو محبوب تھے۔ میں نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو آتے دیکھا اور نبی کریم ﷺ سجدہ میں تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی گردن یا پشت پر سوار ہو گئے اور اپنی منشا پر اترے اور میں نے آپ ﷺ کو حالت رکوع میں دیکھا کہ آپ ﷺ اپنی ٹانگوں کو کھلا فرما دیتے تا کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ دوسری جانب سے سرک جائیں۔

(الصواعق المحرقہ عربی: باب فی فضائلہ رضی اللہ عنہ ص:138' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

نویں حدیث مبارکہ

ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے ابن سعد نے بیان کیا ہے کہ

نبی کریم ﷺ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے لئے اپنی زبان کو باہر نکالتے اور جب بچہ زبان کی سرخی کو دیکھتا تو اس کی طرف ڈھل جاتا۔

(الصواعق المحرقہ عربی: باب فی فضائلہ رضی اللہ عنہ ص:138) کتب خانہ مجیدیہ ملتان

دسویں حدیث مبارکہ

زہیر بن ارقم سے حاکم نے روایت کیا ہے کہ

حضرت حسن رضی اللہ عنہ خطبہ کے لئے قیام فرمایا تو از دشنوءۃ میں ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا۔

میں شہادت دیتا ہوں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو ان کو گھٹنے کے بل بٹھاتے ملاحظہ کیا۔

اور آپ ﷺ فرما رہے تھے۔

جو مجھ سے محبت کرتا ہے اس کو اس سے بھی محبت کرنی چاہئے اور موجود شخص کو چاہئے کہ اس بات کو اس تک پہنچا دے جو یہاں نہیں بیٹھا اور اگر نبی کریم ﷺ کی عزت کا سوال نہ ہوتا تو میں اس کو کسی کے سامنے بیان نہ کرتا۔

(مستدرک: ومن فضائل الحسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ: ص:190)

گیارہویں حدیث مبارکہ

حلیہ میں ابونعیم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم ﷺ ہمیں نماز پڑھا رہے ہوتے اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ صغر سنی میں ہوتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ آ کر سجدہ کی حالت میں کبھی نبی کریم ﷺ کی پشت پر اور کبھی گردن پر بیٹھ جاتے۔ نبی کریم ﷺ آہستہ سے ان کو ہٹاتے۔ جب آپ ﷺ نے نماز سے فراغت پائی۔

تو لوگوں نے کہا

یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ اس بچے کے ساتھ جو سلوک کرتے ہیں کسی اور کے ساتھ نہیں کرتے۔

تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

یہ میری خوشبو ہے اور میرا یہ بیٹا سردار ہے اور میرے لئے یہی بات کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے دو مسلمان گروہوں میں صلح کرائے گا۔

(الصواعق المحرقہ عربی فی فضائلہ رضی اللہ عنہ ص:138' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

بارہویں حدیث مبارکہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے شیخین نے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا

اے اللہ عزوجل! میں حسن سے محبت کرتا ہوں اور جو اس سے محبت کرے تو بھی اس سے محبت کر۔

اور ایک روایت میں ہے کہ

اے اللہ عزوجل! میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر اور جو اس سے محبت کرے تو اس سے بھی محبت کر۔ (صحیح البخاری: باب ماذکر فی الاسواق: ص:318)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

نبی کریم ﷺ کے اس فرمان کے بعد مجھے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے زیادہ کوئی محبوب نہ تھا۔

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث مبارکہ میں حافظ سلفی کے نزدیک یہ الفاظ ہیں کہ جب بھی میں نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو دیکھا میری آنکھیں اشک بار ہوگئیں اور یہ اس لئے کہ ایک دن نبی کریم ﷺ باہر نکلے اور میں مسجد میں تھا۔ آپ نے میرے دونوں ہاتھ پکڑے اور مجھ سے ٹیک لگالی۔ حتیٰ کہ بنو قینقاع کے بازار میں آگئے۔ آپ نے بازار دیکھا پھر واپس آگئے حتیٰ کہ مسجد میں آکر بیٹھ گئے

پھر ارشاد فرمایا:

میرے بیٹے کو بلاؤ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

حضرت حسن رضی اللہ عنہ بھاگ کر آئے حتیٰ کہ آپ ﷺ کی گود میں بیٹھ گئے۔ پھر نبی کریم ﷺ ان کا منہ کھول کر اپنا منہ ان کے منہ میں داخل فرما کر فرمانے لگے۔

اے اللہ عزوجل! میں اس سے محبت کرتا ہوں اور جو اس سے محبت کرتا ہے اس سے تو بھی محبت کر۔ آپ ﷺ نے یہ الفاظ تین بار ارشاد فرمائے تھے۔

(صحیح مسلم: فضائل الحسن والحسین رضی اللہ عنہما ص:158)

احمد نے روایت کیا ہے کہ

جو مجھ سے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما سے اور ان کے والدین سے محبت کرتا ہے وہ قیامت کے دن میرے درجہ میں میری معیت میں ہوگا۔

(مسند احمد: ومن مسند علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ: ص:49)

اور ترمذی کے الفاظ اس طرح ہیں کہ

وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔

حافظ سلفی نے کہا کہ

یہ حدیث غریب ہے اور ساتھ ہونے سے مراد مقام کا ساتھ نہیں بلکہ رفع حجاب کی جہت سے ساتھ مراد ہے۔

اس کی مثال اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ہے۔

''پس یہ لوگ ان کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا یعنی انبیاء صدیقین اور شہداء اور صلحاء اور یہی اچھے رفیق ہیں''۔ (النساء:۶۹)

(الصواعق المحرقہ عربی: فی فضائلہ: ص:138، کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

تیسری فصل

آپ رضی اللہ عنہ کے کارنامے

آپ رضی اللہ عنہ سیّد کریم، حلیم، زاہد، پُرسکون، باوقار، حشمت والے اور سخی کی تعریف کے قابل تھے۔ اس کا ذکر ابھی کیا جائے گا۔

حلیہ میں ابونعیم نے روایت کیا ہے کہ

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

مجھے اپنے رب عزوجل سے اس حال میں ملاقات کرتے ہوئے شرم آتی ہے کہ میں اس کے گھر کی طرف پیدل نہیں چلا ہوں۔ لہٰذا آپ رضی اللہ عنہ بیس سال بیت اللہ کی طرف پیدل تشریف لاتے رہے۔

(الصواعق المحرقۃ عربی: فی بعض مآثرہ، ص:139، کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے حاکم نے روایت کیا ہے کہ

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے 25 حج پیدل کیے ہیں اور اونٹنیاں آپ رضی اللہ عنہ کے پاس کھینچ کر لائی جاتی رہیں۔

(مستدرک، ومن فضائل الحسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ص:185)

ابونعیم نے روایت کیا ہے کہ

آپ نے اپنے مال سے دو بار زکوٰۃ نکالی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے مال کو تین بار تقسیم فرمایا۔ حتیٰ کہ آپ ایک جوتا عطا فرماتے اور دوسرا روک لیتے اور ایک موزہ دیتے اور دوسرا پاس رکھ لیتے۔ ایک شخص کے بارے میں آپ نے سنا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے دس ہزار درہم طلب کرتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس کو دس ہزار درہم بھجوا دیے۔ ایک شخص جو پہلے مال دار تھا اپنی غربت اور بدحالی کی شکایت لے کر آپ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔

تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

تمہارے سوال کا استحقاق یہ ہے کہ جس سے میری معلومات میں اضافہ ہو کہ آپ کو کیا دینا چاہئے اور وہ دینا میرے لئے مشکل ہے اور میرا ہاتھ تمہاری اہلیت کے مطابق دینے سے عاجز ہے اور راہ خدا عزوجل میں کثیر مال کا دینا بھی تھوڑا ہی ہے اور جو میرے پاس ہے وہ تیرے شکر کے مطابق پورا ہے اور اگر تو تھوڑا قبول فرمائے اور مجھ سے جلسے کے اہتمام کے درد کو دور فرما دے تو تو نے جو کیا ہے میں اس میں تکلف نہیں کروں گا۔

اس نے کہا:

اے فرزند دختر رسول (ﷺ)! میں کم کو قبول کرلوں گا اور عطیہ پر شکریہ ادا کروں گا اور میں منع کرنے پر عذر گمان کروں گا۔
حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اپنے وکیل کو بلایا اور اس سے حساب کیا
اور ارشاد فرمایا:
مجھے زیادہ رقم ادا کرو۔ اس نے پچاس ہزار درہم دیئے۔
آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
آپ کے پاس جو پانچ سو دینار تھے ان کا آپ نے کیا کچھ کیا ہے۔
اس نے کہا
وہ میرے پاس ہیں۔
ارشاد فرمایا: لاؤ۔
جب وہ لایا تو آپ نے وہ دینار اور پچاس ہزار درہم اس شخص کو عطا فرمائیے اور معذرت بھی کر لی۔
ایک بڑھیا نے حضرت حسن، حضرت حسین اور عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم کی مہمانی کی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس کو ایک ہزار دینار اور ایک ہزار بکریاں عطا فرمائیں اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے بھی اس کو اسی طرح دیا اور حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ نے دو ہزار دینار اور دو ہزار بکریاں عطا فرمائیں۔ (الصواعق المحرقہ عربی فی بعض مآثرہ، ص:139، کتب خانہ مجیدیہ ملتان)
حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے بزار نے روایت کیا ہے کہ
جب آپ رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو ایک شخص نے نماز کی حالت میں آپ رضی اللہ عنہ پر حملہ کر دیا اور سجدے میں آپ رضی اللہ عنہ پر خنجر کا وار کیا۔
تو آپ رضی اللہ عنہ نے خطبہ میں ارشاد فرمایا:
اے اہل عراق! ہمارے متعلق اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو۔ ہم آپ کے امیر اور مہمان بھی ہیں اور ہم وہ اہل بیت ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:
انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھر کم تطھیرا ۔ (الاحزاب:۳۳)
آپ رضی اللہ عنہ اس آیت کو بار بار تلاوت فرماتے رہے، حتیٰ کہ سب مسجد والے رو دیئے۔
(الصواعق المحرقہ عربی فی بعض مآثرہ، ص:139)
عمیر بن اسحاق نے ابن سعد سے روایت کیا ہے کہ
انہوں نے کہا
میں نے ایک مرتبہ کے علاوہ کبھی بھی آپ رضی اللہ عنہ کے منہ سے گندی بات نہیں سنی آپ کے اور عمرو بن عثمان بن عفان کے مابین کسی زمین کے بارے میں کوئی تنازع تھا۔

آپ رضی اللہ عنہ نے کہا

اس کا ہمارے پاس وہ ہے جو اس کو ذلت میں ڈالے گا۔ یہ وہ سخت کلمہ ہے جو میں نے آپ سے سنا ہے۔ مروان نے آپ رضی اللہ عنہ کی طرف قاصد کو بھیجا جو آپ رضی اللہ عنہ کو گالیاں دیتا تھا وہ مدینہ منورہ کا عامل تھا اور ہر جمعہ کو منبر پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گالیاں دیتا تھا۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اس کے قاصد سے فرمایا:

اس کو جا کر کہو! اللہ تعالیٰ کی قسم! میں آپ کو گالیاں دے کر ان سے کوئی بات ختم نہیں چاہتا جو تو نے کہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے پاس تمہارے اور میرے جمع ہونے کا ایک ہی مقام ہے۔ اگر تم سچے ہو تو اللہ تعالیٰ تمہارے سچ کی آپ کو جزا دے گا اور اگر تم جھوٹے ہو تو اللہ تعالیٰ سخت بدلہ لینے والا بھی ہے۔

مروان نے ایک مرتبہ آپ رضی اللہ عنہ پر سختی کی اور آپ رضی اللہ عنہ نے سکوت فرمایا' پھر اس نے دائیں ہاتھ سے ناک کا گندہ مادہ نکالا۔

تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

تمہارا برا ہو کیا تمہیں علم پتہ نہیں کہ دایاں ہاتھ منہ کے لئے اور بایاں شرم گاہ کے لئے ہے۔ تم پر افسوس ہے تو مروان نے سکوت اختیار کیا۔

آپ رضی اللہ عنہ عورتوں کو بہت زیادہ طلاق دینے والے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ محبت کرنے والی عورت کو ترک کر دیا کرتے تھے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے نوے (۹۰) عورتوں سے شادی فرمائی۔

(الصواعق المحرقۃ عربی: فی بعض مآثرہ: ص:139' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ابن سعد نے روایت کیا ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا

اے کوفہ والو! حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو عورتیں نہ دو وہ بہت طلاق دینے والے شخص ہیں۔

تو ایک ہمدانی نے کہا

ہم اس کو ضرور لڑکیاں بیاہیں گے' وہ جس سے راضی ہو اس کو رکھ لے اور جس کو ناپسند کرے اس کو طلاق عطا فرما دے۔

جب آپ رضی اللہ عنہ نے وفات پائی تو مروان آپ رضی اللہ عنہ کے جنازہ پر بہت رویا۔

تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اس کو فرمایا۔

کیا تم اس شخص پر روتے ہو جس کو تم نے سخت اذیتیں دی ہیں۔

اس نے جواب دیا۔

میں یہ اس آدمی سے کرتا تھا جو پہاڑ سے بھی زیادہ بردبار تھا۔

(الصواعق المحرقۃ عربی: فی بعض آثارہ: ص:140 'کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

ابن عساکر نے روایت کیا ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ

ابوذر کہتے ہیں کہ مجھے دولت مندی کی بدولت غربت، صحت کی بدولت بیماری بہت زیادہ محبوب ہے۔

ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ ابوذر پر رحم فرمائے۔

میں کہتا ہوں کہ

جو شخص خود کو اس اچھائی کے حوالے کر دے جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے پسند فرمائی ہے اس کو اس حالت کے علاوہ جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے پسند کی ہے

دوسری کی آرزو نہیں رکھنی چاہیے۔

آپ رضی اللہ عنہ ہر سال ایک لاکھ روپیہ خرچ کرتے تھے۔ایک سال حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے روپیہ روک لیا اور آپ رضی اللہ عنہ بہت تنگ ہو گئے۔

ارشاد فرمایا:

میں نے معاویہ رضی اللہ عنہ کو اپنے بارے میں یاد دلانے کے لئے خط لکھنے کے لئے سیاہی منگوائی پھر میں رک گیا۔ میں نے خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

حسن (رضی اللہ عنہ) کیا حال ہے؟

میں نے کہا

ابو جان! اچھا ہوں اور اس کے ساتھ ہی میں نے مال کے رک جانے کا شکوہ کیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کیا تم نے اپنی طرح کے بندوں کی یاد دہانی کے لئے سیاہی منگوائی تھی۔

میں نے جواب دیا۔

ہاں! یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں کیا کیا کروں؟

ارشاد فرمایا:

یہ دعا کیا کرو۔

اے اللہ عزوجل! میرے قلب میں اپنی امید دے دے اور اپنے علاوہ میری امیدیں ختم کر دے حتیٰ کہ میں تیرے علاوہ کسی سے امید نہ رکھ سکوں۔ اے اللہ عزوجل! جس چیز سے میری طاقت کمزور اور میرا عمل کم ہو اور میری رغبت اور میرا سوال اس کو نہ پہنچے اور جو تو نے اولین و آخرین میں سے کسی کو عطا فرمایا ہے اس یقین کے بارے میری زبان پر بات نہ چلے اے ارحم الراحمین مجھے اس سے خاص کر۔

آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی قسم! ابھی ہفتہ نہ گزرا تھا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے میری طرف ایک کروڑ پانچ لاکھ روپے بھیج دیئے۔

تو میں نے کہا:

سب تعریفیں اس ذات باری تعالیٰ کے لئے ہیں جو یاد کرنے والے کو ہرگز نہیں بھولتا اور اس سے دعا کرنے والا نامراد نہیں لوٹتا۔ پھر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

حسن (رضی اللہ عنہ) کیا حال ہے؟

میں نے کہا

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ٹھیک ہوں اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بات بیان کی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے بیٹے! جو خالق سے امید رکھتا ہے وہ مخلوق سے امید نہیں رکھتا۔ جب آپ رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی سے فرمایا:

اے بھائی!

آپ رضی اللہ عنہ کے والد رضی اللہ عنہ نے خلافت کو پسند کیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلافت عطا فرمادی پھر پسند کیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلافت عطا فرمادی پھر شوریٰ کے وقت آپ رضی اللہ عنہ کو یقین حاصل تھا کہ خلافت مجھے نصیب ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو عطا دی۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہادت حاصل فرما گئے تو آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کی گئی۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ سے جھگڑا کیا گیا حتیٰ کہ آپ رضی اللہ عنہ نے تلوار پکڑ لی لیکن خلافت کا معاملہ آپ رضی اللہ عنہ کے لئے درست نہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ کی قسم میرے نزدیک اللہ تعالیٰ ہم میں نبوت اور خلافت کو جمع نہیں فرمائے گا۔

میں جانتا ہوں کہ

کوفہ کے لوگ جس بات سے آپ رضی اللہ عنہ کو تنگ کر کے خروج کروائیں گے۔ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نبی کریم

علیہم کے ساتھ دفن ہونے کی آرزو کی ہے اور آپ رضی اللہ عنہا نے اس کو قبول فرمالیا ہے۔ جب میں وصال فرما جاؤں تو سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس جا کر اس بات کا مطالبہ کرنا۔

میرا گمان ہے کہ

لوگ جلد ہی اس سے روک لیں گے اگر وہ اس طرح کریں تو اس سے بحث مباحثہ نہ کرنا۔ جب آپ رضی اللہ عنہ وصال فرما گئے تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس جا کر پیغام دیا۔

آپ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ

یہ تو ایک نعمت اور عزت کی بات ہے۔ مروان نے ان کو روکا تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں نے ہتھیار اٹھا لیے۔ حتیٰ کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو واپس فرما دیا پھر آپ رضی اللہ عنہ کو اپنی والدہ محترمہ کے پہلو میں بقیع میں دفن فرما دیا گیا۔

آپ رضی اللہ عنہ کی موت کا سبب یہ ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ کی زوجہ جعدۃ دختر اشعث بن قیس الکندی کو یزید نے آپ رضی اللہ عنہ کو زہر دینے کے لئے خفیۃً بھجوایا۔ یزید نے آپ رضی اللہ عنہ کی شادی اس عورت سے کرائی اور اس کے لئے ایک لاکھ روپے خرچ کیے اور اس نے آپ رضی اللہ عنہ کو زہر دے دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ چالیس دن تک بیمار رہے۔ جب آپ رضی اللہ عنہ وصال فرما گئے تو اس نے یزید کو وعدہ پورا کرنے کے بارے میں پوچھا۔

اس نے جواب دیا۔

ہم نے تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے لئے بھی آپ کو پسند نہیں کیا تو پھر آپ کو اپنے لئے کس طرح پسند کرتے ہیں۔

کئی متقدمین نے جس طرح کہ سیّدنا قتادہ اور ابوبکر بن حفص نے اور متاخرین میں سے زین العراقی نے مقدمہ شرح التقریب میں آپ رضی اللہ عنہ کو شہید کا قول فرمایا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی وفات 49ھ یا 50ھ یا 51ھ میں ہوئی ہے۔ ایک جماعت کے مطابق اکثریت کے نزدیک آپ رضی اللہ عنہ کی وفات 50ھ میں ہوئی ہے۔ واقدی نے 49ھ کے علاوہ تمام کو غلط کا حکم فرمایا ہے جس نے آپ رضی اللہ عنہ کی وفات 56ھ یا 59ھ میں کا قول نقل کیا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے بھائی نے بہت سعی فرمائی کہ آپ رضی اللہ عنہ کو زہر دینے والے کا علم ہو جائے لیکن کسی شخص نے آپ رضی اللہ عنہ کو نہ بتایا۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

جس کے بارے میں میرا خیال ہے اگر وہ ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے سخت بدلہ لے گا اور اگر وہ نہیں ہے تو میری وجہ سے اس کو نہ قتل کیا جائے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز سے منزہ ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ

اے میرے بھائی! میرے وصال کے ایام قریب آ گئے ہیں اور میں جلد ہی آپ رضی اللہ عنہ سے الگ ہو جاؤں گا اور اپنے خالق

باری تعالیٰ سے ملاقات کروں گا۔ میرا جگر پارہ پارہ ہو گیا ہے۔ مجھے علم ہے کہ یہ مصیبت کہاں سے آئی ہے میں اس سے اللہ تعالیٰ کے ہاں تنازع کروں گا۔ آپ کو میرے حق کی قسم ہے اس معاملہ مین کوئی بات نہ کرنا اور جب میں اپنا حصہ پورا کرلوں تو مجھے قمیض پہنانا، غسل دینا، کفن دینا اور مجھے میری چارپائی پر اٹھا کر میرے نانا کی قبر پر لے جانا۔ میں ان سے نیا عہد کروں گا پھر مجھے میری دادی فاطمہ بنت اسد کی قبر پر لے جانا اور وہاں دفن کر دینا اور میں آپ کو اللہ تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں میرے معاملہ میں کسی کا خون نہ بہانا۔

ایک روایت میں ہے کہ

اے میرے بھائی! مجھے تین بار زہر دیا گیا ہے لیکن اس طرح کا زہر مجھے کبھی بھی نہیں دیا گیا۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے پوچھا۔

آپ رضی اللہ عنہ کو کس نے زہر دیا ہے؟

ارشاد فرمایا:

کیا آپ رضی اللہ عنہ کے سوال کا مقصد یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ ان سے جنگ کریں گے مگر میں تو ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالے کرتا ہوں۔

اس روایت کو ابن عبدالبر نے روایت کیا ہے۔

(الصواعق المحرقہ عربی: فی بعض مآثرہ: ص:140 ' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

ایک اور روایت میں ہے۔

مجھے کئی مرتبہ زہر دیا گیا ہے لیکن اس طرح کا زہر مجھے کبھی بھی نہیں دیا گیا۔ اس نے میرے جگر کو پارہ پارہ کر دیا ہے یوں کہ میں اس کو لکڑی پر پلٹا رہا ہوں۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ سے کہا

اے میرے بھائی! آپ رضی اللہ عنہ کو کس نے زہر دیا ہے۔

ارشاد فرمایا:

تمہارا اس سے کیا تعلق ہے کیا آپ رضی اللہ عنہ ان کو مارنا چاہتے ہیں۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔

ہاں!

ارشاد فرمایا:

جس کے بارے میں میرا خیال ہے اگر وہ شخص ہے تو اللہ تعالیٰ سخت بدلہ لینے والا ہے۔ اگر کوئی دوسرا شخص تو میری وجہ سے

کسی بے گناہ کو نہ قتل کیا جائے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے خواب دیکھا کہ

آپ رضی اللہ عنہ کی دونوں آنکھوں کے مابین قل ھو اللہ احد لکھا ہوا ہے تو آپ اور آپ رضی اللہ عنہ کے اہل خانہ خوش ہو گئے۔ انہوں نے اس بات کو ابن المسیب کو بتائی۔

انہوں نے کہا

اگر میں اس خواب کی تعبیر کروں تو آپ رضی اللہ عنہ کی زندگی تھوڑی ہی رہ گئی ہے اور چند دن کے بعد آپ رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ سعید بن العاص نے پڑھائی۔ وہ اس سے قبل حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی جانب سے مدینہ منورہ کے جانشین تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کو اپنی دادی بنتِ اسد کے ساتھ ان کے مشہور گنبد میں سپرد خاک فرمایا گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک 47 سال تھی۔ ان میں سات سال آپ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔ تیس سال اپنے والد کی معیت میں رہے اور پھر چھ ماہ خلیفہ کے عہدے پر قائم رہے اور اس کے بعد ساڑھے نو سال مدینہ منورہ میں قیام فرمایا۔

(الصواعق المحرقہ عربی: فی بعض آثرہ، ص: 141، کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

گیارہواں باب

اہل بیت نبوی ﷺ کے فضائل

اس میں کئی فصلیں ہیں۔

پہلے ہم اس کی اصل کو بیان کرتے ہیں۔

صحیح روایت کے مطابق نبی کریم ﷺ نے ہجرت کے دوسرے سال آخر میں سیدتنا فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا نکاح سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے فرمادیا۔ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک ساڑھے پندرہ سال اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک اکیس سال پانچ ماہ کی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے ہوتے ہوئے کبھی دوسری شادی نہیں فرمائی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ایک بار شادی کا ارادہ کیا تو نبی کریم ﷺ نے حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی بہت زیادہ غیرت کے ڈر سے آپ رضی اللہ عنہ کو منع فرمادیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس طرح ابن ابی حاتم نے روایت کیا ہے اور احمد نے بھی ایک اس طرح ہی کی روایت بیان کی ہے۔

انہوں نے کہا

سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کے پیغام کے لئے نبی کریم ﷺ کے پاس آئے۔ آپ ﷺ نے خاموشی اختیار فرمائی اور دونوں کو کوئی جواب نہیں دیا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس ان کو مشورہ دیا کہ آپ رضی اللہ عنہ اس رشتہ کو مانگو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ان بزرگوں نے مجھے اس معاملہ میں پھرتی والا بنادیا تو میں اپنی چادر گھسیٹتا ہوا نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوا۔

میں نے عرض کیا

آپ ﷺ میرا فاطمہ (رضی اللہ عنہا) سے نکاح فرمادیں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تمہارے پاس کچھ ہے۔

میں نے عرض کیا:

میرے پاس گھوڑا اور زرہ ہے۔

ارشاد فرمایا:

گھوڑے کے بغیر تمہارا کوئی راستہ ہی نہیں۔ ہاں اپنی زرہ کو بیچ دو میں نے زرہ کو چار سو اسی درہم میں بیچ دیا اور ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو گود میں رکھا اور ان سے کچھ درہم لے کر حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا:

ہمارے لئے خوشبو خرید لاؤ۔

اور لوگوں کو حکم دیا کہ:

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے جہیز کے لئے تیاری کریں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے ایک چارپائی اور چمڑے کا ایک تکیہ بنایا جس میں چھال بھری ہوئی تھی۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

جب حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا آپ رضی اللہ عنہ کے پاس آئیں تو میرے آنے تک ان سے کوئی کلام نہ فرمانا۔ آپ ام ایمن کے ساتھ تشریف لائیں اور ایک گھر کے کونے میں بیٹھ گئیں اور میں ایک کونے میں بیٹھ گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔

تو ارشاد فرمایا:

کیا میرا بھائی یہاں موجود ہے؟

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا نے عرض کیا:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھائی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اپنی بیٹی کی شادی بھی کر دی ہے۔

ارشاد فرمایا:

ہاں

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اندر تشریف لا کر حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

مجھے پانی لا دو تو آپ رضی اللہ عنہا گھر سے ایک پیالہ لے کر اس میں پانی لے آئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو لے کر اس میں کلی فرمائی اور حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

آگے تشریف لائیے۔ آپ رضی اللہ عنہا آگے آئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی کو آپ رضی اللہ عنہا کی چھاتیوں کے مابین اور سر پر چھڑکا۔

اور ارشاد فرمایا:

اے اللہ عزوجل! میں اس کو اور اس کی ذریت کو شیطان مردود سے تیری پناہ کے حوالے کرتا ہوں۔

پھر ارشاد فرمایا:

میری طرف پیٹھ کرو۔ آپ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پیٹھ کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہا کے دونوں کندھوں کے مابین پانی چھڑکا پھر اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کیا۔

اور ارشاد فرمایا:

اللہ عزوجل کے مقدس اسم اور برکت سے اپنی اہلیہ کے پاس جاؤ۔

(الصواعق المحرقہ عربی، فی فضائل اہل البیت النبوی.....ص 141، کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ایک اور روایت میں ہے کہ

جو ابوالخیر القزوینی الحاکمی نے روایت کیا ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے بعد پیغامِ نکاح دیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میرے رب عزوجل نے مجھے اس کا حکم فرمایا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

پھر مجھے کافی دنوں کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا کر ارشاد فرمایا:

ابوبکر و عمر، عبدالرحمٰن اور کچھ انصار (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کو بلا کر لاؤ جب تمام کے تمام جمع ہو کر اپنے اپنے مقام پر بیٹھ گئے حضرت علی رضی اللہ عنہ اس وقت وہاں حاضر نہیں تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

سب تعریفات اس قابل تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو اپنی نعمتوں کی وجہ سے قابل عبادت اور اپنی قدرت کی وجہ سے قابل فرمانبرداری ہے۔ اس کا غلبہ اس کے عذاب سے بھی قابل خوف ہے۔ اس کی سطوت کا حکم اس کے آسمان و زمین میں چلتا ہے۔ اس نے مخلوق کو اپنی قدرت سے پیدا فرمایا ہے اور اپنے احکام سے ان کو عزت بخشی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا نام یقیناً برکت والا ہے اور اس کی شان بہت بلند ہے۔ اس نے مصاہرت کو سبب لاحق اور مفترض معاملہ بنایا ہے، جس سے اس نے رحموں میں الفت پیدا کی ہے اور ان کو ایک دوسرے سے اختلاط اور پیوست بنایا ہے اور لوگوں کو ایک دوسرے سے ملا دیا ہے۔

ارشاد فرمایا ہے:

''اس نے پانی سے بشر کو پیدا فرمایا ہے اور اس کو نسب اور دامادی والا بنایا ہے اور تیرا رب عزوجل قدرت والا ہے''۔

اور اللہ عزوجل کا حکم اس کے فیصلے کی طرف اور اس کا فیصلہ اس کی قدرت کی طرف چلتا ہے۔ ہر فیصلہ کی ایک قدر ہوتی ہے اور ہر قدر کی ایک مدت ہوتی ہے اور ہر مدت کی ایک کتاب ہوتی ہے۔

''اللہ تعالیٰ جو چاہے مٹا دیتا ہے اور جو چاہے قائم رکھتا ہے اور اس کے پاس اصل کتاب ہے''۔ (الفرقان:۵۴)

پھر ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نکاح کر دوں۔ پس گواہ رہو۔ اگر علی رضی اللہ عنہ

راضی ہوتو میں نے اس کو چار سو مثقال چاندی میں سیدتنا فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے نکاح کر دیا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے کھجوروں کا ایک تھال منگوایا ہے۔

اور ارشاد فرمایا:

ہوشیار ہو جاؤ۔ ہم ہوشیار ہو گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو نبی کریم ﷺ مسکرائے

پھر ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو تم سے چار سو مثقال چاندی پر نکاح کر دوں۔

کیا تم اس پر رضامند ہو؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

یا رسول اللہ ﷺ! میں اس سے رضامند ہوں۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ آپ دونوں میں اتفاق پیدا فرما دے اور تمہارے نصیب کو عظمت بخشے اور آپ کو برکتیں دے اور آپ دونوں سے بہت پاک اولاد پیدا فرمائے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ کی قسم! اللہ تعالیٰ نے ان دونوں سے بہت نیک اولاد پیدا فرمائی ہے۔

(الصواعق المحرقۃ عربی: فی فضائل اہل البیت النبوی: ص: 142، کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

تنبیہ

ظاہراً یہ قصہ فوراً ایجاب و قبول کی شرط سے ہمارے مذہب کے موافق نہیں اس لئے کہ ہمارے ہاں "میں راضی ہوں" کے بجائے نکاح یا تزویج کے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں مگر نبی کریم ﷺ نے قبول کرنے یا قبول نہ کرنے کا معاملہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر چھوڑ دیا ہے اور یہ حال کا واقعہ ہے جس میں احتمال پایا جاتا ہے کہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کو جب نکاح کی خبر ملی تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس کو فوراً قبول فرما لیا۔ ہمارے ہاں جس کا نکاح غائب ہونے کی صورت میں ایجاب صحیح کے ساتھ ہو جس طرح کہ اس مقام پر ہوا ہے اور اس کو اطلاع حاصل ہو جائے اور فوراً ہی کہہ دے کہ میں نے اس کے نکاح کو قبول فرمایا تو وہ نکاح صحیح ہوگا۔ آپ کا یہ فرمان کہ وہ اس سے راضی ہو یہ تعلیق حقیقی نہیں اس لئے کہ اس کا معاملہ شوہر کی رضا کے ساتھ ہوتا ہے اگرچہ اس کا ذکر نہیں فرمایا گیا مگر اس کا ذکر واقع کی صراحت کر رہا ہے۔ بعض شافعیہ نے جن کو فقہ میں رسوخ حاصل نہیں۔ اس مقام پر نامناسب کلام کیا ہے جس سے بچنا چاہئے۔

(الصواعق المحرقۃ عربی: فی فضائل اہل البیت النبوی: ص: 142، کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

دوسری تنبیہ

الذھبی نے المیزان میں اشارہ فرمایا ہے کہ

یہ روایت جھوٹی ہے۔

اس نے محمد بن دینار کے احوال میں تحریر کیا ہے کہ اس نے ایک جھوٹی حدیث لائی اور وہ جانتا نہیں کہ یہ کس کی حدیث مبارکہ ہے اور شیخ الاسلام حافظ ابن حجر نے اس حدیث مبارکہ کے متعلق جس کا اسناد سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی طرف ہے

لسان المیزان میں فرمایا ہے کہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی صورت ہوئی جب وحی کی صورت ختم ہوئی۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے کہ میں حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کروں۔ لہٰذا تم جاکر ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما اور مہاجرین کی ایک جماعت جس کا نام آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لیا اور انصار کے چند اشخاص کو بلا لاؤ۔ جب وہ آکر اپنے اپنے مقام پر بیٹھ گئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا

اور ارشاد فرمایا:

تمام تعریفیں اس ذات اقدس کے لئے ہیں جو کہ اپنی نعمتوں کی وجہ سے تعریف کے لائق ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منگنی، عقد، مہر کی مقدار کا ذکر فرمایا اور بشارت دی اور دعا کا ذکر فرمایا۔

(الصواعق المحرقہ عربی فی فضائل اہل البیت النبوی: ص142 'کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

ابن عساکر نے اپنے ترجمہ میں ابی القاسم النسیب کی سند سے محمد بن شہاب بن ابی الحیاء عن عبدالملک بن عمر عن یحییٰ بن معین عن محمد ہذا عن ہشیم عن یونس بن عبد عن الحسین عن انس سے روایت کیا ہے کہ

ابن عساکر نے اس کو غریب کہا ہے پھر محمد بن طاہر سے نقل فرمایا ہے کہ اس نے "تکملۃ الکامل" میں اس کا تذکرہ کیا ہے اس میں راوی کا جہل ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ الذھبی نے جو اس کو جھوٹے کا حکم فرمایا ہے اس میں اعتراض ہے۔ یہ صرف غریب ہے اور اس کی سند میں کوئی مجہول شخص ہے۔ عنقریب بارہویں آیت میں اس کا مفصل ذکر آئے گا۔ اس میں نسائی سے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا گیا ہے جو کہ ذہبی کا رد ہے اور اس بیان کو وضاحت کے ساتھ بیان کرتا ہے کہ یہ قصہ صحیح ہے لہٰذا اس بات کو یاد رکھیں۔

(الصواعق المحرقہ عربی: فی فضائل اہل البیت النبوی: ص143 'کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

پہلی فصل

نبی کریم ﷺ کی اہل بیت کے بارے میں آیات کریمہ

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

بے شک اللہ یہ چاہتا ہے کہ تم اہل بیت سے ناپاکی کو دور فرما کر تمہیں اچھی طرح پاک وصاف فرمادے۔(الاحزاب:۳۳)

اکثر مفسرین کا گمان ہے کہ

یہ آیت کریمہ حضرت علی، حضرت فاطمۃ الزہراء، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم کے بارے میں نازل ہوئی ہے تاکہ ضمیر عنکم سے اور جو اس کے مابعد ہے اس کا ذکر کیا جائے۔

یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ

آیت کریمہ آپ ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے بارے میں نازل ہوئی ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

واذکرن ما یتلٰی فی بیوتکن (الاحزاب:۳۴)

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی جانب اس بات کو منسوب کیا گیا ہے، جس میں آپ کا غلام عکرمہ بھی شامل ہے کہ آپ بازار میں اعلان فرمارہے تھے کہ اس سے مراد صرف نبی کریم ﷺ ہیں اور بعض دوسرے لوگوں نے اس کو آپ کی ازواج مطہرات کے بارے میں فرمایا ہے اس لئے کہ وہی مقدس ہستیاں آپ ﷺ کے مکان میں رہائش فرماتھیں۔

اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان

واذکرن ما یتلٰی فی بیوتکن (الاحزاب:۳۴)

کی علت سے بھی اس آیت کریمہ کو آپ ﷺ کی ازواج مطہرات کے بارے میں قرار دیا گیا ہے اور آپ ﷺ کے اہل بیت آپ ﷺ کے نسب والے بھی ہیں جن پر صدقہ حرام کردیا گیا ہے۔ ایک جماعت نے اس پر اعتماد کیا ہے اور اس کو ترجیح دی ہے اور ابن کثیر نے اس کی تائید کی ہے کہ اس آیت کریمہ کا سبب نزول آپ ﷺ کی ازواج مطہرات ہیں اور آپ ﷺ کے اہل قطعاً اس میں داخل ہیں اگرچہ فرداً بھی ہو۔

جس طرح کہ ایک قول میں بیان کیا گیا ہے کہ

اور زیادہ درست بات یہ ہے کہ دیگر بھی آپ ﷺ کے ساتھ شامل ہیں۔ اس کے متعلق چند احادیث مبارکہ بیان ہوئی ہیں جن میں سے چند پہلے ہیں اور چند دوسرے نقطہ نظر سے دلیل پکڑنے کے مطابق ہیں مگر اکثر دوسرے نقطہ نظر کے حق میں ہیں

کیونکہ وہی نقطہ نظر اعتماد کے لائق ہے جس طرح بیان ہو گیا ہے اب ان احادیث مبارکہ میں سے چند ذکر کرتے ہیں۔

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے احمد نے روایت کیا ہے کہ یہ آیت کریمہ پنجتن پاک کے بارے میں اتری ہے یعنی نبی کریم ﷺ حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا، حضرت حسن رضی اللہ عنہ، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

ابن جریر نے اس کو مرفوعاً ان الفاظ میں روایت کیا ہے کہ

یہ آیت کریمہ پنجتن پاک کے بارے میں نازل ہوئی ہے یعنی نبی کریم ﷺ حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت حسن رضی اللہ عنہ، حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ طبرانی نے اس کو اس طرح ہی بیان کیا ہے۔

اور امام مسلم نے کہا ہے کہ

آپ ﷺ ان تمام کو اپنی چادر میں داخل فرمایا اور اس آیت کریمہ کو تلاوت فرمایا۔

اور صحیح روایت یہ ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ان تمام پر اپنی چادر ڈالی۔

اور کہا

اے اللہ عزوجل! یہ میرے اہل بیت اور میرے خاص لوگ ہیں۔ ان سے ناپاکی کو دور فرما اور ان کو اچھی طرح پاک فرما دے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا

میں بھی ان کے ساتھ ہوں۔

ارشاد فرمایا:

آپ رضی اللہ عنہا تو بھلائی پر ہیں۔ (الصواعق المحرقۃ فی الآیات الواردۃ فیہم: ص:144)

ایک روایت میں ہے کہ

آپ ﷺ نے تطہیراً کے بعد ارشاد فرمایا:

جو ان سے جنگ کرے گا میں ان سے جنگ فرماؤں گا اور جو ان سے صلح کرے گا میں ان سے صلح فرماؤں گا اور جو ان سے دشمنی کرے گا میں ان کا دشمن ہوں گا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ

آپ ﷺ نے ان پر چادر ڈال کر ان پر اپنا مقدس ہاتھ رکھا

اور کہا:

اے اللہ عزوجل! یہ لوگ آل محمد مصطفی ﷺ ہیں۔ لہذا تو اپنی صلوٰۃ و برکات آل محمد مصطفی ﷺ پر نازل فرما۔ بے شک تو

تعریف کے قابل اور بزرگی والا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ

یہ آیت کریمہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں اتری تو آپ نے ان کی طرف پیغام بھیجا اور ان کو چادر میں لے لیا اور پھر وہ بات فرمائی جو اوپر بیان ہو گئی ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ

وہ آئے اور جمع ہوئے تو یہ آیت کریمہ اتری۔ اگر دونوں روایتوں کو صحیح قرار دیا جائے تو اس آیت کے نزول پر اس واقعہ کو دوبار ہونے پر محمول کیا جائے گا۔

ایک روایت میں ہے کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار ارشاد فرمایا:

اے اللہ عزوجل! یہ میرے اہل بیت ہیں۔ ان میں سے ناپاکی کو دور فرما اور اچھی طرح پاک فرما دے۔

اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔

کیا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل میں شمولیت نہیں رکھتی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

آپ بھی ان میں شامل ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے متعلق دعا کرنے کے بعد آپ کو چادر میں داخل فرما لیا۔

ایک روایت میں ہے کہ

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جمع فرمایا اور ان کے لئے بیان کردہ دعا سے بھی طویل دعا فرمائی۔

تو واثلہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر کہا

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمارے لئے بھی دعا فرما دیجئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے اللہ عزوجل! واثلہ اور علی رضی اللہ عنہ سے بھی ناپاکی کو دور فرما دے۔

ایک صحیح روایت میں ہے کہ

حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا،

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت میں شامل ہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تو بھی میرے اہل میں شامل ہے۔

حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

جو میں امید کرتا تھا وہی کچھ ہوا۔

بیہقی نے کہا:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تشبیہ کے طور پر اس کو اہل بیت کے حکم میں داخل فرمایا جو اس نام کا حق دار تھا نہ کہ حقیقتاً حق دار تھا۔

محب طبری نے اشارہ کیا ہے کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا وغیرہ کے گھروں میں یہ کام دوبارہ کیا ہے۔ اس طرح آپ نے روایات کے اختلاف میں تطبیق دی ہے۔ جو ان کی حالت اجتماع، ان پر چادر ڈالنے، ان کے لئے دعا کرنے اور واثلہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کو جواب دینے میں پایا جاتا ہے۔

اس کی تائید ایک روایت سے بھی ہوتی ہے کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اس طرح کی باتیں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں فرمائیں۔

ایک روایت میں ہے کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی معیت میں اپنی باقی بیٹیوں، رشتہ دار اور ازواج مطہرات کو بھی جمع فرمایا:

اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے صحیح روایت ہے کہ

میں نے عرض کیا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں بھی اہل بیت میں شامل ہوں۔

ارشاد فرمایا:

بے شک انشاء اللہ!

ثعلبی کا گمان ہے کہ

اہل بیت سے مراد تمام بنو ہاشم ہیں اور اس کی تائید حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث مبارکہ سے ہوتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہما اور ان کے بیٹوں پر چادر ڈالی

اور پھر ارشاد فرمایا:

اے میرے رب عزوجل! یہ میرا چچا اور اس کے بیٹے ہیں اور یہی میرے اہل بیت ہیں۔ ان کو آگ سے اس طرح محفوظ فرما جس طرح میں نے ان کو اپنی چادر میں چھپالیا ہے۔ لہٰذا گھر کی چوکھٹ اور دیواروں نے آمین کہا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار آمین فرمایا۔

ایک روایت میں ہے جس کو ابن معین نے ثقہ اور دوسروں نے ضعیف کا قول فرمایا ہے۔

پھر آپ ﷺ نے قبائل کو گھرانے کا قرار دیا اور مجھے ان میں بہترین گھر والا بنایا اور یہ سب اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی وجہ سے ہوا۔

''اللہ یہ چاہتا ہے کہ تم اہل بیت سے ناپاکی کو دور فرما کر تمہیں اچھی طرح پاک فرما دے''۔(الاحزاب:۳۳)

کلام کا حاصل یہ ہے کہ

رہائشی گھر میں رہنے والے افراد اس آیت کے مفہوم میں داخل ہیں۔ اس لئے کہ ان کو یہاں مخاطب فرمایا گیا ہے اور جب میرے اہل سے مراد نسبی گھر والے ہوں تو وہ بھی اس سلوک میں خفیًا مراد ہوں گے۔ جو آپ نے ان کے ساتھ کیا جن کا ذکر گزر گیا ہے لہٰذا یہاں اہل بیت سے عمومی مفہوم مراد ہے جس طرح کہ آپ ﷺ کی ازواج اور آپ کے نسبی گھر والے اور وہ سب بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب ہیں۔

اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے ایک روایت کئی طرق سے آئی ہے جن میں بعض کی اسناد حسن ہیں کہ میں ان اہل بیت میں سے ہوں جن سے اللہ تعالیٰ نے ناپاکی کو دور فرما کر اچھی طرح پاک فرما دیا ہے لہٰذا رہائشی گھر کی طرح نسب کی بیٹی بھی آیت میں مراد ہے۔

زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ

ان سے پوچھا گیا کہ

آپ ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن بھی آپ ﷺ کے اہل بیت میں ہیں۔

ارشاد فرمایا:

آپ ﷺ کی ازواج رضی اللہ عنہن اہل بیت میں شامل ہیں مگر آپ ﷺ کے اہل بیت وہ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے صدقہ کو حرام کر دیا ہے۔ لہٰذا آپ ﷺ نے اشارہ کیا کہ آپ ﷺ کی ازواج آپ ﷺ کے رہائشی گھر کے اہل میں سے ہیں جس کے رہنے والے کرامات وخصوصیات سے ممتاز ہیں نہ کہ آپ ﷺ کے نسبی اہل بیت ہیں۔ وہ تو صرف وہ لوگ ہیں جن پر صدقہ کو حرام فرمایا گیا ہے۔

(الصواعق الحرقہ عربی: فی الآیات الواردۃ فیہم ،ص:145 ' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

پھر یہ آیت کریمہ اہل بیت نبوی ﷺ کے فضائل کا سرچشمہ ہے۔ اس لئے کہ ان کے عیاں کارناموں اور بلند شان کا تذکرہ ہے۔ اس کی ابتدا انما کے لفظ سے ہوئی ہے جو کہ حصر کے لئے آتا ہے۔

اس میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ

وہ ان سے ناپاکی کو دور فرمائے گا جو ایمانیات میں گناہ اور شک کا موجب ہوتی ہے اور ان کو دیگر اخلاق واحوال مذمومہ سے منزہ فرما دے گا اور جلد ہی بعض طرق میں ان کا آگ پر حرام ہونا بھی بیان کیا جائے گا اور یہ اس تطہیر کا فائدہ ہے جس کی

غایت، انابت الی اللہ کا الہام اور اعمال صالحہ پر ہیشگی حاصل کرنا ہے اور جب ملوکیت کی وجہ سے ان سے ظاہراً خلافت ختم ہو گئی اور یہ ختم ہونا حضرت حسن رضی اللہ عنہ پر نہیں ہوا تو ان کو اس کے عوض باطنی خلافت عطا فرمائی گئی۔

حتیٰ کہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ

ہر دور میں قطب الاولیاء ان میں سے ہوتا ہے۔

اور جن لوگوں نے کہا ہے کہ

دوسروں سے بھی ہوتا ہے ان میں استاد ابو العباس المرسی بھی شامل ہیں جس طرح کہ ان کے شاگرد تاج بن عطاء اللہ نے ان سے بیان کیا ہے اور ان کی تطہیر سے مراد زکوٰۃ کا ان پر حرام فرمانا بھی ہے بلکہ امام مالک کے قول کے مطابق نفلی صدقہ بھی ان پر حرام ہے کہ یہ لوگوں کی میل کچیل کے ساتھ لینے والے کی ذلت اور دینے والے کی عزت بھی ہے۔ اس کے بدلے ان کو خمس دیا گیا ہے یعنی نے اور غنیمت کا خمس جو لینے والے کی عزت اور دینے والے کی ذلت کا آئینہ دار ہے۔ نیز اس سے یہ بھی باوثوق طریقے سے علم حاصل ہو جاتا ہے کہ نسبی گھر والے بھی اہل بیت میں شامل ہیں کیونکہ ان کو بھی نبی کریم ﷺ کے ساتھ فرض کا صدقہ، زکوٰۃ، نذر اور کفارہ وغیرہ کی تحریم میں شرکت سے خاص فرمایا گیا ہے۔ بعض متاخرین نے اس کی مخالفت کی ہے اس بارے میں بہت زیادہ بحث بھی کی ہے کہ نذر، نفل کی طرح ہے مگر اس طرح نہیں ہے۔ نبی کریم ﷺ نے نفل کی حرمت کا بھی اشارہ فرمایا ہے اگر چہ وہ عمومی صورت میں یا واضح طور پر بغیر قیمت کے ہو ماوردی نے مساجد میں ان کو نماز پڑھنے اور زمزم اور بئر رومہ سے ان کے پانی پینے کو جائز فرمایا ہے اور امام شافعی نے ان کے واسطے نفل کے حلال ہونے کو حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ کے فرمان سے لیا ہے۔ جب حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ پر مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی ندیوں سے پانی پینے پر عتاب کیا گیا۔

تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ہم پر فرض صدقہ کو حرام فرمایا گیا ہے اور آپ رضی اللہ عنہ نے اس کی وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ امام باقر رضی اللہ عنہ ایسا شخص ہے جو اپنی خصوصیت کی وجہ سے اپنی طرف سے یہ بات نہیں فرماتے۔ لہٰذا یہ روایت مرسل ہے۔ اس لئے کہ امام باقر رضی اللہ عنہ جلیل القدر تابعی ہیں۔

اکثر اہل علم نے فرمایا ہے کہ

آپ نے امام کے مرسل فرمان سے مدد حاصل کی ہے اور یہ تحریم تمام بنو ہاشم، بنو عبد المطلب اور ان کے غلاموں کے متعلق بھی ہے۔

یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ

آپ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن بھی اس میں داخل ہیں لیکن یہ قول ضعیف ہے۔ اگر چہ ابن عبد البر نے اس پر اجماع بیان کیا ہے اور آپ کے وصال کے بعد ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو نفقہ کا لزوم، صدقہ لینے کو حرام نہیں کرتا، علاوہ

ازیں اس کے فقر وغربت کے سوا کسی اور وجہ یعنی قرض اور سفر کی بناء پر لیا جائے جس طرح کہ فقہ میں بیان ہو گیا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ

بعض بنو ہاشم کے لئے صدقہ حلال ہے مگر یہ روایت ضعیف اور مرسل ہونے کی وجہ سے محبت کے لائق نہیں اور نبی کریم ﷺ کا زمزم کے سقایہ سے پانی پینا حال کا واقعہ ہے جس کو اس بات پر بھی محمول کیا جا سکتا ہے کہ اس میں جو پانی تھا وہ خود نبی کریم ﷺ یا آپ کے ماذون کا نکالا ہوا تھا۔ یہ بات ثابت نہیں کہ وہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے صدقہ سے تھا اور آیت تطہیر کے مبالغہ پر ختم کرنے میں یہ حکمت ہے کہ وہ طہارت کے بلند مقام پر ہوں گے اور اس سے بھی زیادہ ہوں گے۔ پھر اس کی تنوین تعظیم، تکثیر اور اعجاب مفید کے لئے ہے کہ یہ طہارت متعارف جنس سے نہیں پھر آیت کریمہ میں جو مانگا گیا ہے اس کو نبی کریم ﷺ نے اپنے فرمان مقدسہ میں بار بار فرمایا ہے

اے اللہ عزوجل! یہ میرے اہل بیت ہیں جس طرح کہ بیان ہو گیا ہے اور خود اپنے آپ کو بھی ان میں شامل کیا ہے تاکہ آپ لڑی میں شامل ہونے کی وجہ سے ان پر دوبارہ برکت کا نزول ہو۔

بلکہ ایک روایت میں ہے کہ

آپ ﷺ نے ان کے ساتھ جبرائیل علیہ السلام اور میکائیل علیہ السلام کو اس بات کی طرف اشارہ کرنے کے لئے داخل فرمایا ہے کہ وہ بھی ان کے نقش قدم پر ہیں مزید یہ کہ آپ نے ان پر صلوٰۃ کی تاکید فرمائی ہے۔

جس طرح کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اے اللہ عزوجل! تو آل محمد مصطفیٰ ﷺ پر صلوٰۃ و برکات کا نزول فرما اس کا پہلے ذکر ہو گیا ہے۔

پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میں ان سے جنگ کرنے والوں کے ساتھ جنگ کروں گا۔

اس کا بیان پہلے گزر گیا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ

آپ ﷺ نے اس کے بعد ارشاد فرمایا:

جس نے میرے رشتہ داروں کو اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی اور جس نے مجھے اذیت دی اس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت دی۔

ایک روایت میں ہے کہ

اس ذات باری تعالیٰ کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ کوئی شخص مجھ سے محبت کے علاوہ ایمان نہیں لا سکتا اور اس وقت تک مجھ سے محبت نہیں کر سکتا۔ جب تک میرے رشتہ داروں سے محبت نہ کرے اور ان کو اپنی جان کا مقام نہ عطا

کرے۔

ایک صحیح روایت میں ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا

میں تم میں کتاب اللہ اور اپنی اولاد کو چھوڑ کر جا رہا ہوں جب تک تم ان کو پکڑے رہو گے کبھی گمراہ نہیں ہو گے۔

اسی طرح آپ ﷺ نے مباہلہ کے واقعہ میں اس آیت

قل تعالوا ندع ابناء نا و ابناء کم (آل عمران:۶۱)

میں ان ہی کو شامل فرمایا ہے۔ آپ ﷺ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو گود میں اٹھائے اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو ہاتھ میں پکڑے چل رہے تھے اور حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے آ رہی تھیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کے پیچھے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ اس حالت میں مباہلہ میں آئے۔ یہ لوگ چادر مباہلہ والے ہیں اور آیت کریمہ میں یہی لوگ مراد ہیں جس طرح کہ اس آیت کریمہ میں تمام مراد ہیں۔

''بے شک اللہ تو صرف یہ ہی چاہتا ہے کہ تم اہل بیت سے ناپاکی کو دور فرما دے''۔ (الاحزاب:۳۳)

لہٰذا اس آیت کریمہ میں اہل بیت سے مراد یا جو بھی ان کے فضائل کے متعلق یا آل یا رشتہ داروں کی فضیلت میں بیان ہوا ہے یہ تمام لوگ آپ ﷺ کی آل میں ہیں اور یہ بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب کے مومنین ہیں۔

اور یہ حدیث مبارکہ کہ

ہر مومن متقی میری آل ہے ضعیف ہے اگر یہ روایت صحیح ہو تو اس کی تائید کی جائے گی۔ بعض لوگوں نے احادیث مبارکہ کے مابین یوں تطبیق دی ہے کہ نماز میں آل کے لئے دعا ہر مومن اور متقی کے لئے ہے اور حرمت صدقہ میں بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب کے مومنین کے لئے خاص ہوں گے اور اس کی تائید بخاری سے ہوتی ہے۔ آل محمد مصطفیٰ ﷺ نے مسلسل تین دن پیٹ بھر کر کھانا تناول نہیں فرمایا۔ اے اللہ عزوجل! آل محمد مصطفیٰ ﷺ کا رزق گزارے والا بنا دے۔

ایک روایت میں ہے کہ

آل سے مراد صرف ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن اور ذریت ہے۔

(الصواعق المحرقۃ عربی: فی الآیات الواردۃ فیہم، ص:146، کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں اے ایمان والو تم بھی ان پر درود اور سلام بھیجو۔ (الاحزاب:۵۶)

کعب بن عجرہ سے صحیح روایت ہے کہ

جب یہ آیت کریمہ اتری۔

تو ہم نے عرض کیا

یارسول اللہ ﷺ! ہم کو یہ تو پتہ ہے کہ آپ کو سلام کس طرح کرنا چاہئے۔ ہم آپ پر درود کس طرح بھیجیں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تم کہا کرو۔

اللّٰھم صل علی محمد و علی آل محمد ......

لہٰذا آیت کے نازل ہونے کے بعد ان کا سوال کرنا اور ان کا جواب دینا کہ

اللّٰھم صل علی محمد و علی آل محمد......

اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اس آیت کریمہ میں صلوٰۃ کا حکم آپ ﷺ کے اہل بیت اور باقی ماندہ آل کے لئے ہے۔ اگر اس طرح مفہوم مراد نہ ہوتا تو وہ اہل بیت اور آپ ﷺ کی آل پر صلوٰۃ کے متعلق آیت نازل ہونے کے بعد نہ پوچھتے اور نہ ان کو اس طرح جواب دیا جاتا جس طرح کہ بیان کر دیا گیا ہے۔ جب ان کو جواب دیا گیا تو معلوم ہوا کہ جو عا حکام عطا گئے ہیں۔ ان میں ان پر درود پڑھنے کا حکم بھی فرمایا گیا ہے اور نبی کریم ﷺ نے ان کو اس بات میں اپنے برابر شریک ٹھہرایا ہے۔ اس لئے کہ آپ ﷺ پر درود پڑھنے کا مطلب آپ ﷺ کی اور زیادہ تعظیم کرنا ہے۔ اس سے ان کی تعظیم بھی ہو جائے گی۔

اور ایک بار جس طرح کہ بیان ہو گیا ہے آپ ﷺ نے چادر میں ان کو داخل فرمایا ہے

تو کہا:

اے اللہ عزوجل یہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں لہٰذا تو اپنی صلوٰۃ، رحمت، مغفرت اور رضا جوئی مجھے اور ان کو عطا فرما اور اس دعا کی قبولیت کا قضیہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے ساتھ ان پر بھی صلوٰۃ کو بھیجا اور اس وقت مومنین سے فرمایا گیا کہ وہ بھی آپ ﷺ کے ساتھ ان پر درود بھیجیں۔

(الصواعق المحرقہ عربی: فی الآیات الواردۃ فیہم ص:146 'کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

ابوداؤد نے روایت فرمائی ہے کہ

جو بندہ ہم اہل بیت پر درود پڑھ کر مکمل ثواب کا وزن لے کر خوش ہونا چاہتا ہے وہ یوں پڑھے:

اللّٰھم صل علی النبی محمد و ازواجه امهات المومنین و ذریته و اهل بیته کما صلیت علی ابراهیم انك حمید مجید

اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کا یہ فرمانا:

ہم آپ ﷺ پر سلام بھیجنے کو جانتے ہیں۔

اس میں ان کا اشارہ تشہد میں آپ ﷺ پر سلام بھیجنے سے ہے۔

جس طرح بیہقی وغیرہ نے فرمایا ہے اور اس کا علم مسلم کی حدیث مبارکہ سے حاصل ہوتا ہے' جس میں ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے ہمیں آپ ﷺ پر درود بھیجنے کا حکم فرمایا ہے۔

اس پر رسول اللہ ﷺ نے سکوت فرمایا:

تو ہم نے خواہش کی کہ

ہم آپ ﷺ سے یہ بات نہ پوچھتے۔

پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تم کہا کرو

اللّٰھم صل علیٰ محمد و علیٰ آل محمد (الحدیث)

اور اس کے آخر میں آپ ﷺ نے سلام کے لفظ کا اضافہ بھی کیا جس طرح آپ جانتے ہیں اور اس کو تعلیم سے بھی بیان فرمایا گیا ہے۔ اس لئے کہ آپ ان کو اسی طرح تشہد سکھاتے جس طرح کوئی سورہ سکھائی جاتی ہے۔

(الصواعق المحرقۃ: فی الآیات الواردۃ فیھم: ص:147)

صحیح روایت میں ہے کہ

ایک شخص نے کہا

یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ پر سلام پڑھنا تو ہم جانتے ہیں' ہم آپ ﷺ پر نماز میں کس طرح سلام پڑھیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر پڑھا ہے تو نبی کریم ﷺ خاموش ہو گئے حتیٰ کہ ہم نے خواہش کی کہ کاش! اس شخص نے آپ ﷺ سے یہ سوال نہ کیا ہوتا۔

پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جب تم مجھ پر درود پڑھو تو یوں پڑھا کرو۔

اللّٰھم صل علی محمد النبی الامی وعلی آل محمد......

یہاں پر اس طرح نہیں کہا جا سکتا۔ ابن اسحاق متفرد ہے اور مسلم نے اس کو متابعات میں روایت کیا ہے۔

ہم نے کہا کہ

ائمہ کرام نے اس کو ثقہ فرمایا ہے یہ صرف مدلس ہے اور تدلیس کی علت تحدیث کی صراحت سے زائل ہو چکی ہے' جس سے بات واضح ہو گئی کہ یہ آیت کریمہ میں امر وارد مخرج بیان سے خارج ہے اور آپ ﷺ کے اس قول کے مطابق ہے کہ ''کہو'' یہ امر کا صیغہ ہے جو کہ وجوب کے لئے آتا ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے جو صحیح روایت شخص کی نماز میں تشہد کے بارے میں آئی ہے کہ

پھر وہ نبی کریم ﷺ پر درود پڑھے پھر اپنے لئے دعا کرے۔

یہ ترتیب آپ کی اپنی طرف سے ہو ہی نہیں سکتی لہٰذا یہ مرفوع حکم میں ہوگی۔

اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ہی ایک صحیح روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو نماز میں دعا کرتے سنا کہ اس نے نہ تو اللہ تعالیٰ کی بزرگی بیان کی اور نہ ہی رسول اللہ ﷺ پر درود پڑھا۔

آپ ﷺ نے فرمایا

اس شخص نے جلدی سے کام کیا ہے پھر اس کو بلایا پھر اس کو یا کسی اور کو ارشاد فرمایا:

جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء سے ابتداء کرے

پھر نبی کریم ﷺ پر درود پڑھنا واجب ہے۔

جب آپ کو معلوم ہوا کہ

نبی کریم ﷺ سے صحیح روایت ہے کہ تشہد میں درود پڑھنا وجوبی امر ہے اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ صحیح روایت میں اس کے محل کو معین کرنا بھی ہے جو تشہد اور دعا کے مابین ہے اور اس کے وجوب کے بارے میں امام شافعی نے جو کہا ہے وہ سنت اور اصولیوں کے قواعد کی صراحت کے موافق ہے اور اس پر بہت ساری صحیح احادیث مبارکہ دلالت کرتی ہیں جن کو شرح الرشاد اور الحباب میں حضرت امام شافعی کو برا کہنے والوں کے واضح رد کے ساتھ بالاستیعاب روایت کیا گیا ہے۔

اور اس طرح بھی روایت کیا گیا ہے کہ

امام شافعی اس میں متفرد نہیں بلکہ ان سے پہلے یہی بات صحابہ کرام علیہم الرضوان کی ایک جماعت نے بھی فرمائی ہے جس میں حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عمر، حضرت جابر اور ابو مسعود البدری وغیرہ رضی اللہ عنہم بھی داخل ہیں اور تابعین میں سے شعبی اور باقر، اسحاق بن راہویہ اور احمد بلکہ امام مالک کا ایک فرمان بھی امام شافعی کے مطابق ہے جس کو صحابہ کرام علیہم الرضوان کی ایک جماعت نے ترجیح دی ہے۔

شیخ الاسلام خاتمۃ الحفاظ ابن حجر نے کہا ہے کہ

میں نے صحابہ کرام علیہم الرضوان اور تابعین علیہم الرضوان میں سے کسی کی روایت عدم وجوب کے متعلق نہیں دیکھی۔ علاوہ ازیں اس کے جو ابراہیم النخعی سے اس کے بیان کے ساتھ منقول ہے کہ اس کے علاوہ تمام وجوب کے قائل ہیں۔

لہٰذا یہ گمان کہ

امام شافعی متفرد ہیں اور انہوں نے مختلف شہروں کے فقہاء کرام سے اختلاف کیا ہے صرف ایک جھوٹا دعویٰ ہے جس کی طرف نہیں بڑھا جاتا اور نہ اس پر اعتماد کیا جا سکتا ہے۔

ابن القیم نے کہا ہے کہ

تشہد میں درود کے مشروع ہونے پر متفق ہیں۔ اختلاف صرف وجوب اور استحباب میں ہے جن لوگوں نے سلف کے مطابق اس کے واجب نہ ہونے سے دلیل پکڑی ہے۔

اس پر اعتراض یہ ہے کہ

وہ اس کو اپنی نمازوں میں پڑھتے تھے۔ اگر ان کے عمل سے مراد اعتقاد لیا جائے تو ان سے وجوب نہ ہونے کی نقل صراحت ہونے کی ضرورت ہوگی اور اس طرح کی نقل کہاں موجود ہے۔

اور عیاض نے کہا ہے کہ

جن لوگوں نے امام شافعی کو برا کہا ہے اس کا کوئی مفہوم نہیں ہے۔ اس میں کون سی برائی ہے اس لئے کہ انہوں نے اس میں نہ نص کی مخالفت کی ہے نہ اجماع کی اور نہ ہی مصلحت راجحہ کی بلکہ یہ قول ان کے مذہب کے محاسن میں سے ہے۔

کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

جب میرے محاسن ہی جن پر مجھے ناز ہے گناہ بن گئے ہیں تو مجھے بتاؤ کہ میں کس طرح معذرت کروں۔

نووی نے علماء کرام سے نقل کیا ہے کہ

وہ نبی کریم ﷺ پر صرف درود یا صرف سلام پڑھنے کو مکروہ جانتے ہیں۔

ایک حافظ حدیث نے کہا ہے کہ

میں حدیث مبارکہ کو تحریر کرتے ہوئے فقط درود تحریر کرتا تھا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں ملاحظہ فرمایا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا

تمہاری کتاب میں درود مکمل نہیں۔ اس کے بعد میں صلیت علیہ وسلم تحریر کرتا تھا۔ آپ کی گزشتہ درود کی تعلیم کی حالت سے یہ دلیل نہیں پکڑ سکتے کہ تشہد میں سلام کو پہلے بیان کیا ہے۔ لہٰذا اس میں تفرد نہیں پایا جا سکتا' صلوٰۃ وسلام کا اکٹھا ذکر متعدد مقام پر ہے۔ جن میں سے ایک یہ ہے جو جانور پر سوار ہونے کے موقع پر کہا جاتا ہے جس طرح کہ طبرانی نے ''الدعا'' میں مرفوعاً روایت کیا ہے۔ اسی طرح دیگر نے بھی روایت کیا ہے۔ اس کو بعض جگہ صرف اختصار کے مطابق حذف کیا گیا ہے۔ یہی حالت آل کے لفظ کے بھی ہے۔ (الصواعق المحرقہ عربی: فی الآیات الواردۃ فیہم: ص: 147' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

دیلمی نے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا

جب تک نبی کریم ﷺ اور اہل بیت پر صلوٰۃ نہ بھیجا جائے

دعا قبولیت سے معلق رہتی ہے۔

اللّٰھم صل علی محمد و آلہ

اور گزشتہ احادیث مبارکہ میں آخری تشہد میں درود کا وجوب کا جو قضیہ بیان ہوا ہے جس طرح امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے وہ الروضہ کی عبارت سے پیدا ہونے والے وہم کے مخالف ہے اور آپ کے بعض صحابہ کرام علیہم الرضوان نے اس کو ترجیح دی ہے اور بیہقی کا بھی اسی طرح گمان ہے اور جس نے وجوب کے نہ ہونے پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے اس کو سہو ہوا ہے مگر باقی اصحاب کرام کا گمان یہ ہے کہ متعدد واقعات کی وجہ سے روایات میں اختلاف ہے اور جس طرق پر متفق ہیں۔ انہوں نے اس کو ہی واجب کہا ہے اور وہ ہے آپ ﷺ پر درود پڑھنا اور جو زائد ہے وہ اکمل کی قبیل سے ہے۔

یہی وجہ ہے کہ

انہوں نے بعض طرق سے آپ ﷺ کا قول صلیت علی ابراہیم کے ساقط ہونے کی بناء پر اس کے وجوب نہ ہونے پر استدلال کیا ہے۔ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے دو شعروں میں فرمایا ہے۔

اے رسول اللہ ﷺ کے اہل بیت آپ کی محبت اللہ تعالیٰ کے نزولِ قرآن مجید میں فرض فرمایا ہے۔ آپ کے عظمت والا کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ جو آپ پر درود نہ پڑھے اس کی نماز ہی نہ ہوئی۔

یہ احتمال بھی ہوسکتا ہے کہ

لا صلوٰۃ لہٗ صحیح ہو جو آل پر نماز کے واجب کے بارے میں آپ کے فرمان کے موافق ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس سے مراد یہ ہو کہ نماز نہ پڑھنے والے کی نماز کامل نہیں ہوتی لہٰذا دونوں میں سے جو واضح فرمان ہے اس سے مطابقت کرلیں۔

(الصواعق المحرقہ عربی فی الآیات الواردۃ فیہم ص: 147، کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

الِ یاسین پر سلام ہو۔ (الصافات: ۱۳۰)

مفسرین کی ایک جماعت نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد آل محمد مصطفیٰ ﷺ پر سلام بھیجنا ہے اور کلبی نے بھی اسی طرح کہا ہے اور علیہ میں نبی کریم ﷺ بطریق اولیٰ شامل ہیں یا بطریق نص شامل ہیں۔

جس طرح کہ

اللّٰھم صل علی آل ابی اوفی میں ہے۔

مگر اکثر مفسرین کا گمان یہ ہے کہ

اس سے مراد حضرت الیاس علیہ السلام ہیں اور یہ سیاق کا قضیہ ہے۔

(الصواعق المحرقہ عربی فی الآیات الواردۃ فیہم ص: 149، کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

تنبیہ

اس طرح کے جملوں میں سلام کا لفظ خبر ہوا کرتا ہے جس سے اصل مراد اشیاء و طلب ہوا کرتی ہے اور طلب اپنے مطلوب منہ کا اقتضاء ہے اور اللہ تعالیٰ کا غیر سے طلب کرنا محال ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ بندوں پر سلام بھیجتا ہے۔ اس کا مفہوم یا تو ان کی سلامتی کی بشارت دینا مطلوب ہوتا ہے یا طلب کی حقیقت مراد ہوا کرتی ہے۔ گویا کہ اس نے خود سے اس کو طلب کیا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کا سلام اس کے نفس ازلی کلام کی طرف لوٹا اور اس کے اندر مسلم علیہ کی کامل سلامتی کے لئے طلب کا پایا جانا غیر محال ہوا تو یہ نفسی طلب اس کے بارے میں تقاضا کرنے والی ہوئی اور نفس سے طلب کرنا ایک عقلی بات ہے جس کو ہر بندہ جانتا ہے۔

کلام کا حاصل یہ ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے ان کے واسطے خود سے کامل سلامتی مانگی گئی اور یہ ان سے اس وقت تعلق رکھتی ہے جب اللہ تعالیٰ ان کو اس سے خاص کرنے کا قصد فرماتا ہے جس طرح کہ اس کے امر و نہی اپنے قدم کے ہوتے ہوئے ہم سے واسطہ رکھتے ہیں۔

فخر الدین رازی نے فرمایا ہے کہ

نبی کریم ﷺ کے اہل بیت پانچ باتوں میں آپ ﷺ سے برابر ہیں۔

سلام میں جس طرح کہ فرمایا

السلام علیك ایها النبی

اور فرمایا

سلام علی اٰل یاسین

تشہد کے درود میں، طہارت میں

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

طٰہٰ یعنی اے طاہر

اور دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا

ویطهر کم تطهیرا

صدقہ کی حرمت اور محبت میں

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

فاتبعونی یحببکم اللہ

اور ارشاد فرمایا:

لا اسئلکم علیه اجرًا الا المودة فی القربٰی

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

وقفوھم انھم مسئولون

اور ان کو کھڑا کرو ان سے سوال کیا جائے گا۔ (الصافات:۲۴)

(الصواعق المحرقۃ عربی فی الآیات الواردۃ فیھم :ص:149' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے دیلمی نے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا

وقفوھم انھم مسئولون

یعنی ان کو کھڑا کرو ان سے سوال کیا جائے گا۔

گویا کہ یہ الواحدی کی مراد ہے اس لئے کہ اس **وقفوھم انھم مسئولون** کے متعلق روایت ہے کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اہل بیت کی ولایت کے بارے میں سوال کیے جائیں گے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کو حکم فرمایا ہے کہ وہ لوگوں کو بتادیں کہ وہ تبلیغ رسالت پر رشتہ داروں کی محبت کے علاوہ کوئی اُجر نہیں مانگیں گے۔

اور سوال کیے جانے کا مفہوم یہ ہے کہ

کیا انہوں نے نبی کریم ﷺ کی وصیت کے مطابق حق موالات ادا کیا ہے یا اس کو ضائع کر دیا ہے اور اس کو ایک مہمل چیز کا گمان کیا ہے۔ اس کا ان سے مطالبہ ہوگا اور سزا ملے گی اور نبی کریم ﷺ کی وصیت کے مطابق کے الفاظ میں ان احادیث کی جانب اشارہ فرمایا ہے جو کہ اس کے متعلق آئی ہیں اور وہ کثیر ہیں جن میں سے کچھ کا ذکر دوسری فصل میں ہوگا۔

ان میں سے ایک حدیث مبارکہ مسلم میں زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہوئی ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ہمارے درمیان خطبہ دینے کے لئے قیام فرمایا

اور حمد وثناء کے بعد ارشاد فرمایا:

اے لوگو! میں تمہاری طرح ایک بشر ہوں۔ ہوسکتا ہے کہ میرے رب عزوجل کی طرف سے میرے پاس ایک قاصد آئے اور میں اس کو جواب دوں میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جارہا ہوں۔ ان میں ایک تو اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے جس میں نور اور ہدایت ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ کی کتاب سے دلیل پکڑو اور اس کو مضبوطی سے تھام لو اور آپ ﷺ نے اس کے بارے میں بڑی رغبت اور ترغیب دلائی۔

پھر ارشاد فرمایا

دوسرے اہل بیت ہیں۔

آپ ﷺ نے تین بار ارشاد فرمایا:

میں تم کو اپنے اہل بیت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا حکم یاد دلاتا ہوں۔

زید سے پوچھا گیا۔

آپ ﷺ کے اہل بیت کون ہیں؟

کیا آپ ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن اہل بیت میں سے نہیں؟

آپ نے ارشاد فرمایا:

بے شک آپ ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن اہل بیت میں سے ہیں مگر اہل بیت وہ ہیں جن پر آپ ﷺ کے بعد صدقہ حرام ہے۔

استفسار کیا گیا۔

وہ کون ہیں؟

ارشاد فرمایا:

وہ آل علی، آل عقیل اور آل عباس ہیں۔

استفسار کیا گیا۔

ان تمام پر صدقہ حرام ہے۔

ارشاد فرمایا

ہاں۔

(الصواعق المحرقۃ عربی: فی الآیات الواردۃ فیہم :ص:149 'کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

ترمذی نے حسن غریب روایت میں نقل کیا ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا

میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ جب تم ان کو مضبوطی سے پکڑو گے میرے بعد کبھی گمراہ نہیں ہو گے۔ ایک چیز دوسری چیز سے بڑی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب ایک ایسی اللہ تعالیٰ کی رسی ہے جو آسمان سے زمین تک دراز ہے اور میرے اہل بیت یہ دونوں میرے پاس حوض کوثر پر آنے تک الگ نہیں ہوں گے

ملاحظہ فرمائیے کہ آپ ان کے متعلق میرے کس طرح خلیفہ ثابت ہوتے ہو۔

(ترمذی: مناقب اہل بیت النبی ﷺ: ص:258)

احمد نے اپنی مسند میں اسی مفہوم کی حدیث مبارکہ بیان کی ہے۔

اس کے الفاظ یہ ہیں:

قریب ہے مجھے بلایا جائے اور میں جواب دوں میں تم میں دو چیزوں کو چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب جو اللہ تعالیٰ کی آسمان سے زمین تک پھیلی ہوئی رسی ہے اور میرے اہل بیت اور مجھے لطیف وخبیر اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ یہ دونوں میرے پاس حوض کوثر پر آنے تک الگ نہ ہوں گے۔ دیکھتا ہوں کہ آپ ان کے متعلق میرے کس طرح خلیفہ بنتے ہو۔

(مسند احمد: مسند ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ: ص:252)

اس کی سند میں کوئی حرج کی بات نہیں۔

اور ایک روایت میں ہے کہ

آپ ﷺ نے یہ بات حجۃ الوداع کے دن فرمائی ہے۔

ایک دوسری روایت میں بھی اسی طرح بیان ہوا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی کتاب حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کی مانند ہے جو اس میں سوار ہوگا وہ نجات پائے گا۔ اور اہل بیت کی مثال باب حطہ کی مانند ہے (ایسا دروازہ جس میں داخل ہونے پر گناہ معاف ہوتے ہیں) جو اس کے اندر داخل ہوگا میں اس کے گناہ معاف فرمادوں گا۔

اور ابن الجوزی نے العلل المتناہیۃ میں اس کے بقیہ طرق کے استحضار کو وہم اور غفلت کہا ہے۔

بلکہ مسلم میں زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے غدیر خم کے دن یہ بات فرمائی ہے اور یہ جحفہ میں پانی کا مقام ہے۔

(الصواعق المحرقۃ عربی فی الآیات الواردۃ فیھم: ص:150 'کتب خانہ مجیدیہ' ملتان)

جس طرح کہ پہلے بیان ہو گیا ہے اور یہ الفاظ زیادہ بیان کئے ہیں کہ میں آپ کو اپنے اہل بیت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا حکم یاد دلاتا ہوں۔

ہم نے زید سے کہا

آپ ﷺ کے اہل بیت میں آپ ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن بھی ہیں۔

انہوں نے جواب دیا:

نہیں۔

اللہ تعالیٰ کی قسم! عورت مرد کے ساتھ اس طرح ہے جس طرح زمانے میں عصر کا وقت پھر اس کو طلاق دے دیتا ہے اور وہ اپنے باپ اور قوم کی جانب واپس پلٹ آتی ہے۔ آپ ﷺ کے اہل بیت آپ ﷺ کے وہ اہل اور عصبہ ہیں جن پر آپ ﷺ کے بعد صدقہ کو حرام فرمایا گیا ہے۔

ایک صحیح روایت میں ہے کہ

میں آپ لوگوں میں دو باتوں کو چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ اگر تم نے ان کی اطاعت کی تو تم کبھی بھی گمراہ نہیں ہوں گے اور وہ اللہ

تعالیٰ کی کتاب اور میرے اہل بیت ہیں۔

طبرانی نے اس بات کو زیادہ بیان کیا ہے کہ

میں نے آپ ﷺ سے ان دو باتوں کے بارے میں پوچھا لہٰذا ان دونوں سے سبقت نہ کرنا اور نہ ان کے متعلق غفلت برتنا' ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے اور تم ان کو سکھانے کی سعی نہ کرو۔ وہ آپ لوگوں سے اعلم ہیں۔

(المعجم الکبیر: زید بن ارقم الانصاری یکنی ابا عامر: ص:166)

ایک روایت میں اللہ تعالیٰ کی کتاب اور میری سنت کے الفاظ ہیں اور یہی مراد ان احادیث مبارکہ سے ہے جن کے اندر صرف کتاب کا تذکرہ ہے اس لئے کہ سنت کتاب پر مبنی ہے۔ لہٰذا کتاب کے ذکر نے اس کی ذکر کی حاجت باقی نہیں رہنے دی۔

کلام کا حاصل یہ ہے کہ

اللہ تعالیٰ کی کتاب، سنت اور اہل بیت میں سے ان دونوں کے علماء کرام سے دلیل پکڑنے پر ترغیب فرمادی گئی ہے اور ان تمام کے مجموعہ سے یہ بات فائدہ دیتی ہے کہ یہ تینوں کام قیامت تک باقی رہیں گے۔

پھر اس بات کو بھی ذہن نشین رکھیں کہ

ان سے پکڑنے والی حدیث مبارکہ بہت سے طریق سے آئی ہے چوبیس سے زائد صحابہ کرام علیہم الرضوان سے روایت ہے اور اس کے طرق کے بارے میں گیارہویں شبہ میں مفصل بیان کردیا ہے۔

ان میں سے بعض طرق میں یہ بھی آیا ہے کہ

آپ ﷺ نے حجۃ الوداع میں عرفہ میں اس بات کو ارشاد فرمایا:

ایک اور روایت میں ہے کہ

آپ ﷺ نے اس بات کو مدینہ منورہ میں اپنے موت کے مرض میں فرمائی تھی جب آپ ﷺ کے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو آپ ﷺ کی جدائی کا اطمینان ہو گیا۔

اور ایک روایت میں ہے کہ

آپ ﷺ نے غدیر خم کے موقع پر اس بات کو فرمایا تھا۔

اور ایک روایت میں ہے کہ

آپ ﷺ نے طائف سے واپسی کے بعد خطبہ میں اس بات کو ارشاد فرمایا تھا۔

جس طرح کہ پہلے بیان کیا گیا ہے۔ ان روایات میں کوئی منافات نہیں اس لئے کہ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اہل بیت کی طہارت اور عظمت شان کے مطابق اس بات کو بار بار فرمایا ہے۔ (الصواعق المحرقۃ: فی الآیات الواردۃ فیھم: ص:150)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے طبرانی نے روایت کیا ہے کہ

جس کے اندر یہ فرمایا گیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے آخری ارشاد یہ فرمایا تھا کہ میرے اہل بیت کے بارے میں میرے خلیفہ بننا۔ (المعجم الاوسط: من اسمہ علی رضی اللہ عنہ: ص: 157)

اور طبرانی اور ابوالشیخ کی ایک روایت میں ہے کہ

اللہ تعالیٰ کی تین حرمتیں ہیں جو ان کی حفاظت کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی دنیا اور آخرت کی حفاظت فرمائے گا اور جو ان کی حفاظت نہیں کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کی دنیا اور آخرت کی حفاظت نہیں فرمائے گا۔

میں نے عرض کیا

یا رسول اللہ ﷺ! وہ کون سی ہیں؟

ارشاد فرمایا

اسلام کی حرمت، میری حرمت اور میرے رشتہ داروں کی حرمت ہے۔

(الصواعق المحرقۃ: فصل فی الآیات الواردۃ فیہم: ص: 150)

بخاری کے اندر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ایک فرمان ہے۔

اے لوگو! نبی کریم ﷺ کے اہل بیت کے بارے میں محمد رسول اللہ ﷺ کو ملاحظہ کرو یعنی ان سے سلوک میں ان کا لحاظ رکھو اور ان کو تکلیف نہ دو۔

(صحیح البخاری: باب مناقب قرابۃ رسول اللہ ﷺ: ص: 1361)

ابن سعد اور الملا نے اپنی سیرت میں بیان کیا ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میرے اہل بیت کے بارے میں اچھی وصیت کرو۔ اس لئے کہ میں کل تم سے ان کے متعلق تنازع کروں گا اور جس کا مقابلہ میرے ساتھ ہو اللہ تعالیٰ اس سے جنگ فرمائے گا اور جس سے اللہ تعالیٰ جنگ فرمائے گا وہ آگ میں داخل ہو گا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جس نے میرے اہل بیت کے متعلق میرا لحاظ رکھا

اس نے اللہ تعالیٰ سے عہد حاصل کر لیا۔

اور ابن سعد نے بیان کیا ہے کہ

میں اور میرے اہل بیت جنت کا ایک درخت ہیں جس کی شاخیں دنیا میں ہیں جو چاہے وہ اپنے رب عزوجل کے پاس سے راستہ پیدا کرے۔

اورالملا نے ہر خلیفہ کے بارے میں حدیث مبارکہ روایت کی ہے کہ میرے اہل کے ساتھ وہ عدل کریں گے اور اس دین سے گمراہوں کی تحریف اور باطل پرستوں کی منسوب شدہ باتوں اور جہلاء کی تاویلات کو دور کریں گے۔

اس بات کو خوب یاد رکھو کہ

تمہارے ائمہ اللہ تعالیٰ کے پاس تمہارے وفد ہیں اچھی طرح تفکر کرو کہ تم لوگ کس کو وفد بنا کر روانہ کرتے ہو؟

اور احمد نے اس حدیث کو روایت کیا ہے کہ

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے جس نے اہل بیت کی حکمت کو ہمارے واسطے بنایا۔

اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی حدیث مبارکہ میں ہے۔

خوب یاد رکھو کہ میرے اہل بیت اور انصار میرے اسرار اور معارف کے ظرف ہیں۔ ان کے اچھے شخص کو قبول کرلو اور برے شخص سے درگزر کرلو۔

(الصواعق المحرقۃ عربی: فی الآیات الواردۃ فیہم: ص: 151 'کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

تنبیہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن اور عترت کا نام ذکر فرمایا ہے اور اہل، نسل اور قریبی رشتہ داروں کو ثقلین کہتے ہیں اس لئے کہ ثقل ہر نفیس اور اہمیت والی اور محفوظ شے کو کہا جاتا ہے اور یہ دونوں ایسی چیزیں ہیں حالانکہ ان میں سے ہر ایک علوم لدنی اور اسرار اور عظیم حکمتوں اور احکام شرعیہ کی اصل ہے اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اقتداء دلیل پکڑنے اور ان سے علوم کے سیکھنے کی ترغیب فرمائی ہے۔

اور ارشاد فرمایا: ہے:

سب تعریفات اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے اہل بیت کی حکمت کو ہمارے لئے بنایا ہے۔

اور یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ

ان کا نام ثقلین ان کے حقوق کی رعایت کے وجوب کے وزن کی وجہ سے رکھ دیا گیا ہے۔ پھر جن کے بارے میں ترغیب دلائی گئی ہے وہی کتاب وسنت کے جاننے والے ہیں اس لئے کہ وہ حوض کوثر تک کتاب کو تک نہیں کریں گے اور اس کی تائید سابقہ حدیث مبارکہ سے ہوتی ہے کہ آپ ان کو نہ سکھاؤ اس لئے کہ وہ تم سے زیادہ جاننے والے ہیں اور اس وجہ سے وہ دوسرے لوگوں سے فرق رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے ناپاکی کو دور فرما کر ان کو اچھی طرح پاک فرما دیا ہے اور واضح کرامات اور بے شمار خوبیوں سے ان کو بخشا ہے جن میں سے بعض کا ذکر ہو گیا ہے اور جلد ہی قریش کے متعلق وہ حدیث مبارکہ بھی آئے گی کہ ان سے سیکھو کہ وہ تم سے زیادہ جانتے ہیں اور جس وقت یہ عموم قریش کے لئے ثابت ہو گیا تو اہل بیت ان سے بدرجہ اولیٰ اس بات کے اہلیت کے حامل ہوئے اس لئے کہ وہ ان سے اس طرح کی خصوصیات سے فرق یافتہ ممتاز ہیں جن میں باقی ماندہ قریش کو

شرکت نہیں ہے اور جن احادیث مبارکہ میں اہل بیت سے دلیل پکڑنے کی ترغیب دلائی گئی ہے۔ ان میں اس بات کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے کہ قیامت تک ان میں سے کسی کے ساتھ دلیل پکڑنے میں ختم نہیں کرنا اس لئے کہ کتاب عزیز بھی کچھ بیان کرتی ہے۔ اس وجہ سے وہ اہل زمین کی امان ہیں جس طرح کہ آئندہ بیان کیا جائے گا اور سابقہ حدیث مبارکہ بھی اس کی گواہی فراہم کرتی ہے کہ میری امت کے ہر باقی ماندہ شخص کے لئے میرے اہل بیت میں سے عادل شخص پائے جائیں گے۔

پھر ان میں سے جو ان سے دلیل کو پکڑے گا ان کے امام اور عالم ہونے کے سب سے بڑے مستحق سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں۔ ہم اس سے پہلے ان کے علم کے وسیع ہونے اور استنباط کے دقائق کو بیان کر چکے ہیں۔

اور سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

حضرت علی رضی اللہ عنہ عترت رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم ہیں یعنی ان اشخاص میں سے ہیں جن سے دلیل پکڑنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ گویا کہ آپ نے بھی ہمارے قول کے موافق ان کو خاص فرمایا ہے۔ اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی غدیر خم کے مقام پر آپ رضی اللہ عنہ کو خاص فرمایا ہے اور گزشتہ حدیث مبارکہ میں ابھی جو عیبۃ اور کرش کے لفظ آئے ہیں

ان کا معنی یہ ہے کہ

یہ لوگ ان کے اسرار اور امانت کی جگہ اور ان کے نفیس معارف کی کان ہیں۔ اس لئے کہ عیبۃ اور کرش میں سے ہر ایک میں یہ مفہوم چھپا ہوا ہے جس سے صلاح اور بہتری ہو کیونکہ عیبۃ اس چیز کو کہا جاتا ہے جس سے نشو ونما اور بنیاد کا قیام ہوتا ہے۔

اور اس طرح بھی بیان کیا گیا ہے کہ

یہ دونوں الفاظ ان کے ظاہری اور باطنی امور سے خاص ہونے کی مثال ہیں حالانکہ کرش کا مظروف باطن اور عیبۃ ظاہر کی مثال ہے۔ لہٰذا یہ ان کے بارے میں وصیت اور مہربانی کرنے کی انتہا ہے اور ان کے برے شخص سے درگزر کرنے کا مفہوم یہ ہے کہ

اللہ تعالیٰ کی حدوں اور حقوق العباد کو ترک کر کے دوسری باتوں میں درگزر کرو۔ اس طرح یہ صحیحین کی حدیث مبارکہ کے مفہوم کا محمل بن جاتا ہے کہ بڑے لوگوں کی لغزشوں سے درگزر کرو۔

ایک روایت میں ہے کہ

حدود کو ترک کر کے

اور امام شافعی نے اس کی تشریح یہ کی ہے کہ

ان لوگوں کو شر کو پتہ ہی نہیں اور کسی دوسرے شخص کا یہ قول اس کے قریب ترین ہے کہ وہ لوگ کبائر کو ترک کر کے صغائر کا ارتکاب کریں گے۔

اور یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ

جب ان میں سے کوئی شخص گناہ کرتا ہے تو پھر توبہ کر لیتا ہے۔
(الصواعق المحرقہ عربی فی الآیات الواردۃ فیہم :ص 153 'کتب خانہ مجیدیہ'ملتان)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھو اور تفرقہ بازی نہ پھیلاؤ۔(آل عمران:۱۰۸)

ثعلبی نے اپنی تفسیر میں حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

آپ نے ارشاد فرمایا کہ

ہم وہ رسی ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھو اور تفرقہ بازی نہ پھیلاؤ اور آپ رضی اللہ عنہ کے دادا حضرت زین العابدین جب یہ آیت کریمہ کو پڑھتے :''اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ'' (التوبہ:۱۱۹) تو پھر طویل دعا فرماتے جو صادقین کے درجہ اور درجات عالیہ کی طلب اور مصائب کے بیان اور ائمہ دین اور شجرہ نبویہ کو ترک کرنے والے بدعتیوں کی ان باتوں پر مشتمل ہوتی جو انہوں نے آپ کی طرف منسوب کی ہیں۔

پھر ارشاد فرماتے:

دوسرے لوگوں نے ہمارے معاملہ میں کوتاہی برتی ہے اور قرآن کی متشابہ آیت کریمہ سے دلیل پکڑی ہے اور اپنی آراء سے تاویل کی ہے اور حدیث مبارکہ میں جو چیز تسلیم شدہ ہے اس پر انہوں نے تہمت لگائی ہے۔

حتیٰ کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

اس امت کے پیچھے کوئی کہاں تک خوف کھاتا رہے۔اس قوم کے نشانات مٹ گئے ہیں اور امت نے اختلاف اور تفرقہ کو لیا ہے اور لوگ ایک ایک دوسرے کی تکفیر کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے واضح نشانیاں آنے کے بعد اختلاف اور تفرقہ کیا۔(آل عمران:۱۰۵)

(الصواعق المحرقہ عربی فی الآیات الواردۃ فیہم ص:151 'کتب خانہ مجیدیہ'ملتان)

لہٰذا اہل کتاب اور ائمہ ہدیٰ سے جو اندھیرے پن کے چراغ ہیں حجت کے ابلاغ اور تاویل حکم کے بارے میں پکا عہد لیا گیا ہے اور ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر حجت فرمایا ہے۔اور مخلوق کو یونہی بغیر حجت کے نہیں ترک کیا۔کیا آپ ان لوگوں کو شجرہ طیبہ کی فروع اور ان صاف باطن لوگوں کی ذریت کے سوا کس جگہ پاتے ہو جن سے اللہ تعالیٰ نے ناپاکی کو دور فرما کر اچھی طرح منزہ فرما دیا ہے اور ان کو آفات سے بری الذمہ کیا ہے اور کتاب میں ان کی محبت کو فرض فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

کیا وہ لوگوں پر اس واسطے حسد کرتے ہیں کہ اللہ نے ان کو اپنے فضل سے عطا کیا ہے۔ (النساء:۵۴)

ابوالحسن المغازلی نے حضرت امام باقر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ اس آیت کریمہ میں الناس سے مراد اللہ تعالیٰ کی قسم ہم ہیں۔

(الصواعق المحرقۃ فی الآیات الواردۃ فیہم ص:151)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اور اللہ کی یہ شان نہیں کہ ان کو آپ کے ہوتے ہوئے عذاب دے۔ (الانفال:۳۳)

نبی کریم ﷺ نے اپنے اہل بیت میں ان معانی کے پائے جانے کی طرف اشارہ فرمایا ہے اس لئے کہ وہ بھی نبی کریم ﷺ کی طرح زمین والوں کے لئے امان ہیں۔ اس بارے میں بہت ساری احادیث مبارکہ ہیں جن میں سے بعض کا تذکرہ کرتے۔

ان میں سے ایک یہ ہے کہ

ستارے آسمان والوں کے لئے امان ہیں اور میرے اہل بیت میری امت کی امان ہیں۔

(الصواعق المحرقۃ: عربی، فی الآیات الواردۃ فیہم: ص:151، کتب خانہ مجیدیہ، ملتان)

سند ضعیف کے ساتھ روایت ہے اور ایک اور ضعیف روایت میں ہے کہ میرے اہل ارض کے واسطے امان ہیں جب میرے اہل بیت وفات پا جائیں گے تو اہلِ ارض کے سامنے وہ علامات ظاہر ہوں گی جن سے انہیں ڈرسنایا گیا تھا۔

احمد کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ

جب ستارے اختتام پذیر ہوں گے تو آسمان والے بھی ختم ہو جائیں گے اور جب میرے اہل بیت ختم ہوں گے تو زمین والے بھی ختم ہو جائیں گے۔

ایک روایت میں ہے جسے حاکم نے شرطِ شیخین کے مطابق صحیح کہا ہے کہ ستارے زمین والوں کے غرق ہونے سے امان ہیں اور میرے اہل بیت میری امت کے اختلاف (وبگاڑ) کی امان ہیں۔

جب عربوں کا کوئی قبیلہ ان کے مخالف ہوتا ہے تو وہ اختلاف کر کے حزب الشیطان بن جاتے ہیں۔ یہ حدیث کئی طرق سے روایت ہوئی ہے جو باہم باعث تقویت ہیں کہ

میرے اہل بیت تم میں کشتی نوح کی مانند ہیں جو اس پر سوار ہو گا بچ جائے گا (نجات پا جائے گا)

اور مسلم کی ایک روایت کے مطابق:

''جو اس سے پیچھے رہے گا ڈوب جائے گا''۔

اور ایک روایت کے الفاظ ہیں:

''ہلاک ہو جائے گا''۔

اور میرے اہل بیت کی مثال تم میں باب حطہ کی طرح ہے جو اس میں داخل ہو جائے گا اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرما دے گا۔

ایک روایت میں ہے اس کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور بعض نے فرمایا کہ اہل بیت کو جو ''امان'' ٹھہرایا گیا ہے تو اس کا مفہوم ومنشا ان کے علماء ہیں کیونکہ بندے ان سے ستاروں کی مانند رہنمائی لیتے ہیں اور جب یہ لوگ نہیں رہیں گے تو زمین والوں کے سامنے وہ علامات ظاہر ہوں گی جن سے ان کو ڈرایا گیا تھا اور یہ وقت حضرت مہدی (رضی اللہ عنہ) کے ظاہر ہونے کا ہوگا۔

حضرت مہدی رضی اللہ عنہ کی احادیث میں یہ بھی وارد ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کی اقتداء میں نماز ادا کریں گے اور دجال بھی ان کے دور ہی میں قتل کیا جائے گا' ازاں بعد متواتر علامات ظاہر ہوں گی بلکہ صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام دجال کو قتل کریں گے تو پھر اس کے بعد لوگ سات برس قیام فرمائیں گے پھر اللہ تعالیٰ جانب شام سے سرد ہوا بھیجے گا جس سے ہر سرِ ارض ایسا کوئی شخص باقی نہ رہے گا جس کے قلب میں دانہ رائی کے برابر ایمان یا نیکی ہوگی یعنی اللہ تعالیٰ اسے وفات دے دے گا اور شرارتی لوگ پرندوں کے پوٹوں اور درندوں کے شکموں میں باقی رہ جائیں گے جو نیک اعمال سے ناواقف اور برے اعمال کو برا نہ سمجھتے ہوں گے اور اس سے مراد ومطلب یہ بھی ہو سکتا ہے جو میرے گمان میں زیادہ ظاہر وعیاں ہیں کہ ان سے مراد تمام اہل بیت ہیں۔ اس واسطے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اہل بیت کے سبب سے تمام دنیا کو ہمیشگی عطا فرمائی ہے اس لئے کہ اہل بیت کچھ چیزوں میں آپ کے برابر ہیں جیسا کہ امام رازی کے حوالہ سے اس سے قبل ذکر ہو چکا ہے اور پھر اس لئے بھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں فرمایا ہے:

یا الٰہی! وہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں اور اس لئے بھی کہ وہ ایک ربط وتعلق سے آپ کا ٹکڑا ہیں کیونکہ ان کی والدہ حضرت (سیدہ) فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ٹکڑا ہیں لہٰذا امان میں یہ آپ کے نائب (قائم مقام) ہیں انتہیٰ ملخصاً اور ان کو کشتی سے تشبیہ دینے کا سبب یہ ہے جو کوئی ان کو بزرگی بخشنے والے یعنی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے احسان کے باعث ان سے محبت کرے گا اور ان کے علماء سے رہنمائی حاصل کرے گا وہ اختلافات کی تاریکیوں سے چھٹکارا پا جائے گا اور جو کوئی اس سے پھر جائے گا وہ اچھائیوں اور بھلائیوں کی ناشکری کے سمندر میں ڈوب جائے گا اور دشتِ نافرمانی میں ہلاک ہوگا اور ایک حدیث میں ذکر ہو چکا ہے کہ

جو آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وعظمت اور آپ کے اہل قرابت کی عزت وعظمت اور عظمت اسلام کی حفاظت کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی دین ودنیا کی حفاظت فرمائے گا اور جو ایسا نہیں کرے گا اس کی دنیا اور آخرت دونوں سلامت نہیں رہیں گے۔

یہ بھی وارد ہوا ہے کہ

میرے اہل بیت کی حوضِ کوثر پر آمد ہوگی اور میری امت سے جو آدمی ان سے محبت رکھتا ہوگا وہ دو انگلیوں کی مانند ان سے

باہم ہوگا' اس کی گواہی ایک اور حدیث سے ملتی ہے کہ آدمی اپنے محبوب کے ساتھ ہوگا اور باب حطہ کے بارے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس دروازے میں فروتنی' عاجزی اور استغفار کے ساتھ داخل ہونے کو بخشش کا باعث فرمایا ہے یہ باب' باب اریحاء یا بیت المقدس ہے اور اس امت کے واسطے اہلِ بیت کی محبت و مودت کو وسیلہ بخشش بنایا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اور میں مغفرت فرمانے والا ہوں اس کی جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل کیے اور پھر ہدایت حاصل کی۔

(طٰہٰ:82)

ثابت بنانی نے فرمایا کہ

(مراد یہ ہے کہ) نبی کریم ﷺ کے اہل بیت کی جانب سے ہدایت حاصل کرنے والوں کو۔

اور ابو جعفر باقر سے بھی اسی طرح نقل ہے۔

دیلمی نے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ

میں نے اپنی صاحبزادی کا نام فاطمہ اس وجہ سے رکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اور ان کے محبت کرنے والوں کو آگ سے چھٹکارا عطا فرمایا ہے۔

امام احمد نے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے ہاتھوں کو پکڑا

اور ارشاد فرمایا:

جو آدمی مجھے ان دونوں اور ان کے والدین (کریمین) کو محبوب رکھے گا وہ بروز حشر میرے ساتھ میرے درجہ میں ہوگا۔

ترمذی نے ان الفاظ سے روایت کیا ہے اور ان کو غریب کہا ہے۔

وہ میری معیت میں جنت میں ہوگا کا مطلب یہ ہے کہ اس مقام پر قرب اور ساتھ رہنا مراد ہے اس سے معیت المکان اور منزل مراد نہیں ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ابن سعد نے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا:

سب سے پہلے جنت میں، میں، فاطمہ، حسن اور حسین جائیں گے۔

میں نے عرض کیا:

یارسول اللہ ﷺ! ہم سے محبت کرنے والوں کا کیا ہوگا؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

وہ آپ کے پیچھے پیچھے ہوں گے۔
حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے فضائل میں اس بات کو بیان کر دیا گیا ہے کہ
وہی جنت میں پہلے داخل ہوں گے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فضائل میں بھی اسی طرح گزرا ہے۔ اور ان دونوں میں وجہ مناسبت بیان کر دی گئی ہے جس کی وجہ سے اس حدیث کا محمل جانا جاتا ہے۔
رافضیوں اور شیعوں کو اس حدیث مبارکہ سے یہ وہم نہ ہو کہ وہ اہل بیت سے محبت کرتے ہیں کیونکہ انہوں نے تو محبت میں اتنا افراط کیا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تکفیر اور امت کی تضلیل پر اتر آئے ہیں۔
اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
میری محبت میں افراط سے کام لینے والا وہ باتیں کہے جو میرے اندر نہیں پائی جاتیں وہ ضرور ہلاک ہو جائے گا۔
اور یہ حدیث بھی بیان کر دی گئی ہے کہ
مومن کے دل میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا بغض جمع نہیں ہو سکتے۔
اور ان بے وقوفوں اور گمراہ لوگوں نے آپ رضی اللہ عنہ اور اہل بیت کے سلسلے میں افراط کا کام کیا ہے۔ لہٰذا ان کی یہ محبت انہی کے لئے ہلاکت ہے۔
اللہ تعالیٰ ان کا برا کرے کہ یہ لوگ کہاں پھیر (گمراہ کر) رہے ہیں۔
طبرانی نے ضعیف سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ
حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک روز بصرہ کے اندر سونے اور چاندی کے ساتھ آئے۔
ارشاد فرمایا:
سفید اور زرد میرے غیر کو دھوکہ دو۔ کل جس وقت شام والے غلبہ پائیں گے تو دھوکہ بازی کریں گے۔ تو یہ بات لوگوں کو سخت لگی اور وہ آئے اور اس کا ذکر کیا۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو بلایا جب وہ آئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
میرے خلیل صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اے علی رضی اللہ عنہ تم اللہ تعالیٰ کے پاس اس حال میں آؤ گے کہ تمہارے شیعہ رضامند اور محبین ہوں گے اور تمہارے دشمن ان کے روبرو جلے کٹے ہو کر پھندے ہوں گے۔ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے پھندے ہونے کی صورت بتانے کے لئے اپنے ہاتھ مبارک کو اپنی گردن پر رکھا۔
آپ رضی اللہ عنہ کے شیعہ اہل سنت ہیں اس لیے کہ یہ ہی اللہ تعالیٰ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین کی رو سے ان سے محبت قائم رکھتے ہیں جبکہ دوسرے تو حقیقتاً ان کے دشمن ہیں اس لیے کہ شریعت کے قوانین کی حدود سے خارج ہیں اور ہدایت کے راستوں سے دور کرنے والی محبت سے بڑی دشمنی ہوتی ہے لہٰذا اس طرح کی محبت ان کے لئے ہلاکت ہے جس طرح کہ صادق مصدوق

ﷺ نے بھی ارشاد فرمایا ہے: اہل شام میں سے خوارج اور ان کے علاوہ ان کے دشمن ہیں نہ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے تاویلات کیں لہٰذا ان کے لئے ایک اجر ہے اور آپ رضی اللہ عنہ اور آپ کے شیعوں کے لئے دواجر ہیں۔ اس مقولے کی تائید اس سے ہے کہ یہ لوگ بدعتی، رافضی اور شیعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور آپ رضی اللہ عنہ کی نسل کے شیعہ نہیں بلکہ ان کے بھی دشمن ہیں جس طرح المطالب العالیہ کے مصنف نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

اس میں یہ بات بھی بیان ہوئی ہے کہ

آپ کا ایک جماعت کے پاس سے گزر ہوا تو وہ جلدی سے آکر آپ کے اردگرد جمع ہو گئے۔

آپ نے فرمایا:

تم کون لوگ ہو۔

عرض کیا۔

اے امیر المومنین آپ کے شیعہ ہیں۔

آپ نے فرمایا:

اچھا ہے۔

ارشاد فرمایا:

میں تم میں اپنے شیعہ حضرات کی نشانی کوئی نہیں دیکھ رہا اور نہ ہی کوئی حلیہ ملاحظہ کر رہا ہوں تو وہ شرم کی وجہ سے خاموش رہے۔

آپ کے رفیق نے کہا:

ہم آپ کو اس ہستی کا واسطہ دیتے ہیں جس نے آپ کو اہل بیت میں سے بنایا اور مقام عطا فرمایا اور محبت فرمائی ہے تو آپ ہم کو شیعوں کی صفات کیوں نہیں بتا دیتے۔

آپ نے فرمایا:

ہمارے شیعوں کی صفات یہ ہیں کہ

وہ عارف باللہ ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرنے والے ہوتے ہیں۔ فضیلت والے اور سچ بولنے والے ہوتے ہیں۔ ان کا کھانا بس گزارا ہوا کرتا ہے اور کپڑے میانہ ہوتے ہیں، چلن میں انکساری والے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں گامزن اور عبادت میں خشوع وخضوع ہوتا ہے، حرام چیزوں سے بچتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی معرفت جاننے والے ہوتے ہیں۔ تنگدستی اور آسائش میں ان کا حال ایک ہی ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قضا سے رضامند رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے اگر موت کو نہ لکھا ہوتا تو یہ لقاء باری تعالیٰ کے شوق، ثواب اور دردناک عذاب کے خوف سے ان کی روحیں دیکھنے کے لئے بھی

جسموں میں قیام نہ کرتیں۔ان کے دل میں اللہ تعالیٰ کا مقام ہے اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ ان کو کوئی نہیں جچتا۔

دنیا نے ان کو پسند کیا مگر انہوں نے دنیا کو ناپسند کیا۔قرآن سے خود کو نصیحت دیتے ہیں وہ خود کو طعن کرتے ہیں اور اپنے اعمال سے ڈرتے ہیں ان میں سے ہر ایک طاقت ور، نرم مزاج، یقین میں مومن، علم کا حریص، فقہ کو سمجھنے والا، حلم میں علیم، ارادوں میں عاقل، مال داری میں میانہ روی، فاقے میں صبر کرنے والا، شفقت میں ایک ہی مزاج، عبادت میں خشوع و خضوع کرنے والے، غریب کے لئے رحمت، حلال کو چاہنے والے، صبح کے وقت ذکر کرنے والے اور رات کو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے والے ہیں۔ان میں تکبر نہیں ہوتا اور ان کا صبر زیادہ اور جھلک رہا ہوتا ہے ان کا ذکر زیادہ ہوتا ہے وہ کسی کام کو ریا کے طور پر نہیں کرتے اور نہ حیا کی وجہ سے ترک کرتے ہیں۔یہی لوگ ہمارے شیعہ، ہمارے محبت کرنے والے ہیں اور ہمارے ساتھ ہیں۔

خوب جان لو کہ!

ان سے ملنے کا میں مشتاق ہوں۔

آپ کے ساتھ ہمام بن عباد بن خثیم تھا جو متقی و عابد تھا اس نے زوردار چیخ ماری اور بے ہوش ہو کر گر پڑے۔لوگوں نے جب اس کو ہلایا تو وہ دنیا سے کوچ کر چکے تھے۔غسل دے کر امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے اپنے رفقاء کے ساتھ نماز جنازہ ادا فرمائی۔

اللہ تعالیٰ تمہیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ان کی اطاعت پر تفکر کرو۔

تم جانتے ہو کہ یہ اوصاف اہل اکابر عرفاء میں ہیں اور یہ وہ ہیں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور آپ رضی اللہ عنہ کے اہل بیت کے شیعہ ہیں۔جبکہ روافض اور شیعہ اور اسی طرح کے لوگ شیطان کے بھائی، دین کے دشمن، عقل کے کم تر، فروع و اصول کے مخالف، گمراہی کی جانب منسوب اور دردناک عذاب کے حق دار ہیں۔یہ ان اہل بیت کے شیعہ نہیں ہیں جو برائی سے منزہ نقائص اور گندگی سے صاف ہیں اس لیے کہ انہوں نے تو اللہ تعالیٰ کے متعلق بھی افراط و تفریط سے کام لیا ہے۔لہٰذا یہ اس مقدس بارگاہ سے اس بات کے حق دار ہو گئے ہیں کہ وہ ان کو گمراہی اور اشتباہ کی ہلاکتوں میں مارا مارا چھوڑ دے۔اصل میں یہ لوگ ابلیس کے شیعہ اور اس کے بیٹوں کے خلیفے ہیں ان پر اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت برسے۔وہ آدمی اس قوم کی محبت کا کس طرح گمان کر سکتا ہے جس نے کبھی بھی ان کے اخلاق میں سے کسی خلق کو نہیں اپنایا اور نہ ہی ان کے قول پر ساری عمر عمل کیا اور نہ ان کے افعال میں سے کسی چیز کے جاننے اور سمجھنے کی اہلیت کو پیدا کیا۔حقیقتاً یہ محبت نہیں بلکہ ائمہ شریعت و طریقت کے نزدیک بغض ہے۔

محبت کی حقیقت یہ ہے کہ

محبوب کی فرمانبرداری کی جائے اور نفس کی مرغوب و محبوب چیزوں کے بدلے میں اس کی منشاء اور محبت کو اولاً ترجیح دی جائے۔ان کے اخلاق و آداب سے ادب سیکھا جائے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

میری محبت اور ابو بکر و عمر کا بغض اکٹھے جمع نہیں ہو سکتے اس لیے کہ یہ ضدین ہیں جو ہرگز جمع نہیں ہو سکتیں۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اور جو علم آ جانے کے بعد آپ سے اس کے متعلق نزاع کرے تو فرما دیجئے آؤ ہم اپنے بیٹوں، عورتوں اور خود کو بلاتے ہیں اور تم اپنے بیٹوں، عورتوں اور خود کو بلاؤ پھر ہم دعا کرکے جھوٹوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت کرتے ہیں۔

(آل عمران:61)

کشاف میں فرمایا ہے کہ

اس سے زیادہ چادر والوں کے لئے کوئی حجت نہیں ہے اور وہ حضرت علی، حضرت فاطمہ اور حضرت حسن و حضرت حسین رضی اللہ عنہم ہیں اس لیے کہ جس وقت اس آیت کا نزول ہوا تو آپ ﷺ نے ان کو بلایا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو گود میں لے لیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ و فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ کے پیچھے پیچھے روانہ ہوئے اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کو پکڑا۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ

اس آیت سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ذریت اور ان کی ذریت مراد ہے جن کو وہ اپنے بیٹے کہا کرتے ہیں۔ اور آپ کی جانب دنیا و آخرت میں درست اور نفع بخش صورت میں منسوب ہوتے ہیں۔

صحیح روایت میں ہے کہ

آپ نے منبر پر ارشاد فرمایا:

ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جو یہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی قوم کو آپ ﷺ کی رشتہ داری قیامت کے دن فائدہ نہیں دے گی۔ اللہ تعالیٰ کی قسم دنیا و آخرت میں میرا رشتہ تم سے جڑا ہوا ہے۔

ایک روایت میں ہے جس کو امام حاکم نے صحیح قرار دیا ہے کہ

نبی کریم ﷺ کو علم ہوا کہ

ایک شخص نے بریدہ سے کہا کہ

(سیدنا) محمد (ﷺ) تم کو اللہ تعالیٰ کے ہاں کچھ کام نہیں آئیں گے۔

آپ ﷺ نے خطبہ دیا اس کے بعد ارشاد فرمایا: ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جنہوں نے یہ کہا کہ میری عزیزیت کچھ کام نہیں دے گی۔ میں ضرور شفاعت کرنے والا ہوں گا حتیٰ کہ جس کی میں شفاعت کروں گا اس کی شفاعت قبول ہو جائے گی میری شفاعت کے لیے تو ابلیس بھی لالچ رکھتا ہے۔

صاحب دار قطنی نے فرمایا کہ

شوریٰ کے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اہل شوریٰ پر حجت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

کیا تمہارے اندر کوئی ایسا شخص بھی ہے جو رشتہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مجھ سے بڑھ کر ہو۔ اور میرے علاوہ وجود کو اپنا وجود اور اس کے بیٹوں کو اپنے بیٹے اور اس کی عورتوں کو اپنی عورتیں فرمایا ہو۔

عرض کیا۔

اللہ تعالیٰ کی قسم! ایسا کوئی نہیں۔

طبرانی نے روایت کیا ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کی ذریت کو اس کی صلب میں ودیعت فرمایا ہے اور میری ذریت کو علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ میں ودیعت فرمایا۔

ابوالخیر الحاکمی اور کنوز المطالب نے ابو طالب کے صاحبزادوں کے متعلق روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت عباس رضی اللہ عنہ تشریف فرما تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے سلام کہا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کا جواب عطا فرمایا اور اٹھ کر آپ رضی اللہ عنہ سے معانقہ فرمایا اور آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور سیدھی جانب بٹھایا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے محبت ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے میرے چچا اللہ تعالیٰ کی قسم اللہ تعالیٰ مجھ سے بھی بڑھ کر ان سے محبت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کی ذریت کو اس کی صلب میں رکھا اور میری ذریت کو اس کی صلب میں رکھا۔

ابو یعلیٰ اور طبرانی نے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

سب نبی ام سوائے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد کے عصبہ کی جانب منسوب ہوتے ہیں۔ میں ہی ان کا ولی اور عصبہ ہوں۔

ابن الجوزی نے العلل المتناھیہ میں نقل کرنے کے بعد فرمایا:

یہ حدیث غیر صحیح ہے۔

یہ کس طرح ہوسکتا ہے۔ طرق کے کثرت کی وجہ سے بعض دفعہ اس کو حسن کے درجہ تک پہنچا دیا جاتا ہے بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے صحیح روایت ہے کہ آپ نے حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے نکاح کا پیغام حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیا تو پھر انہوں نے ان کے چھوٹے ہونے کا فرمایا اور یہ بھی ہے کہ انہوں نے اس رشتہ کو اپنے بھائی جعفر کے بیٹے کے لئے چنا ہوا ہے۔

آپ نے ان کو فرمایا:

میرا ارادہ ان سے شہوت کا نہیں ہے مگر میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میرے نسب کے علاوہ بروز قیامت سب منقطع ہو جائیں گے اور ہر عورت کی ذریت کا عصبہ سوائے فاطمہ کی ذریت کے بیٹے کے اپنے باپ سے ہوگا اس لیے کہ میں ہی ان کا باپ اور عصبہ ہوں۔

بیہقی اور طبرانی نے اکابرین اہل بیت کی اسناد سے روایت کیا ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹیوں کو اپنے بھائی جعفر کے بیٹوں کے لئے چنا ہوا تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملے اور کہا:

اے ابوالحسن! اپنی بیٹی ام کلثوم بنت فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ کا نکاح مجھ سے کر دیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا:

میں نے اپنے بھائی جعفر کے بیٹوں کے لئے چنا ہوا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ کی قسم! پوری زمین میں کوئی ایسا آدمی نہیں جو میرے جیسا حسن صحبت کا خواہشمند ہو۔

اے ابوالحسن! میرے ساتھ نکاح فرما دیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا:

میں نے اس کا نکاح دے دیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے مقام پر انصار و مہاجرین کے پاس تشریف لائے

اور فرمایا:

مجھے مبارکباد دو۔

انہوں نے کہا:

جناب! کس چیز کی؟

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیٹی ام کلثوم کی۔

اور یہ فرمایا کہ

میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

میری ذریت سبب یا نسب کے سوا تمام دامادیاں اور سبب اور نسب منقطع ہو جائیں گے۔ مجھے تو ان کی صحبت حاصل تھی۔

میں نے پسند کیا کہ میرا ان کے ساتھ سبب بھی قائم ہو جائے۔

یہ حدیث مبارکہ اہل بیت کے طرق سے روایت ہے۔

اور یہ جماعت جو ہمارے دور میں حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نکاح کا انکار کرتی ہے اس میں بہت زیادہ حیرت ہوتی ہے کہ یہ لوگ اہل بیت کو جانتے بھی نہیں مگر ان پر تعجب نہیں کیونکہ یہ علماء سے کبھی ملے ہی نہیں اور اس کے ساتھ ساتھ ان کے جاہل روافض گھوم رہے ہیں جنہوں نے اس جہالت کو بھی اس میں داخل کیا ہے اور پھر اس کی تقلید بھی کی اور سراسر جھوٹ کو بھی نہ سمجھا اور اپنی حس سے مکابرہ کیا۔ جو آدمی علماء سے مقابلہ اور اخبار و سنن سے مقابلہ کرے گا وہ اس بات کو باخوبی جان لے گا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نکاح کر کے رخصت کر دیا تھا لہٰذا اس کا انکار کرنا جہالت، بغض، حس سے مکابرہ اور عقل و دین میں خرابت پیدا کرتا ہے۔

امام بیہقی کی روایت میں ہے کہ

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ

میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سببی اور نسبی تعلق کو محبوب رکھتا ہوں۔

تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حسنین رضی اللہ عنہما کو فرمایا:

اپنے چچا سے شادی کر دو۔

کہا کہ

وہ بھی ایک عورت ہے جس کو اپنے متعلق حق اختیار ہے تو آپ رضی اللہ عنہ غصے سے اٹھے اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کا کپڑا پکڑا

اور کہا کہ

اے میرے والد محترم! ہم آپ رضی اللہ عنہ کی جدائی برداشت نہیں کر سکتے۔ اس کے بعد حسنین کریمین رضی اللہ عنہما نے اپنی بہن (ام کلثوم رضی اللہ عنہا) کی شادی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کر دی۔

ایک روایت میں ہے کہ

حضرت حسین رضی اللہ عنہ خاموش رہے اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے بات کی

اور حمد و ثناء کے بعد فرمایا:

اے میرے والد محترم! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں رہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بوقت وصال تک ان سے رضا مند رہے اور جب خلیفہ بنے تو عدل کیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

تو صحیح کہہ رہا ہے مگر مجھے دونوں بھائیوں کے مشورہ کے بغیر فیصلہ نہیں کرنا۔
پھر آپ رضی اللہ عنہ نے ام کلثوم سے فرمایا:
امیر المومنین کو جا کر کہو کہ میرے والد محترم آپ کو سلام فرما رہے ہیں اور یہ بھی کہو کہ جس ضرورت کا آپ نے فرمایا تھا وہ پوری ہوگئی ہے تو (جب وہ گئیں) تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو پکڑا اور اپنے ساتھ چمٹا لیا اور جان گئے کہ ان سے میرا نکاح ہوگیا ہے۔

پوچھا گیا کہ
یہ تو چھوٹی بچی ہیں تو آپ نے فرمایا:
جس کے آخر میں ہے میرے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان سبب ودامادی کا تعلق ہو۔
آپ رضی اللہ عنہ کا ان کو بوسہ دینا اور چمٹانا عزت کی بناء پر تھا اس لیے کہ وہ چھوٹی تھیں اور ان کو پسند کیا جاتا اور اس طرح کرنا حرام ہوتا۔ اگر آپ رضی اللہ عنہا چھوٹی نہ ہوتیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کام کے لئے نہ روانہ فرماتے پھر یہی حدیث حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک اور جماعت سے بھی آئی ہے۔
جیسا کہ
المنذر
حضرت ابن عباس
حضرت ابن زبیر
اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔
اور اس کا اسناد صالح ہے۔

تنبیہ

ان احادیث مبارکہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحیح انتساب کے علم کو جانا گیا اور نہ اس حدیث کے منافی ہے۔
احادیث میں ہے کہ
آپ اپنے اہل بیت کو اللہ تعالیٰ سے خوف تقویٰ اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے کا حکم فرماتے تھے اور یہ سب تقویٰ اختیار کرنے سے قرب حاصل ہوگا۔
حدیث صحیح میں ہے کہ
جب آیت کریمہ و انذر عشیرتک الاقربین اتری تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کو بلایا تو وہ جمع ہوگئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ایک کو فرمایا کہ وہ خود کو آگ سے بچائے حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے فاطمہ بنت محمد ﷺ، اے صفیہ بنت عبدالمطلب! میں اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں تمہارے کسی کام نہیں آ سکتا۔ بس میری تم سے قرابت داری ہے میں جلد ہی اس کا صلہ دوں گا۔ ابن حبان سے ابوالشیخ نے روایت کیا ہے کہ

اے بنو ہاشم! قیامت کے دن لوگ آخرت کو اپنی پشتوں پر اٹھا کر لائیں گے اور تم دنیا کو اٹھا کر آؤ گے۔ میں اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں تمہارے کسی کام نہیں آؤں گا۔

امام بخاری نے ادب المفرد میں روایت کیا ہے کہ

بروز قیامت میرے دوست تقویٰ والے ہوں گے اگرچہ نسب قریبی ہی ہو۔ لوگ اپنے اعمال کے ساتھ حاضر ہوں گے اور تم دنیا کو اپنی گردنوں پر اٹھا کر لاؤ گے

اور تم کہو گے کہ

اے محمد ﷺ!

طبرانی کی روایت ہے کہ

میرے اہل بیت سوچتے ہیں کہ وہ تمام لوگوں سے زیادہ میرے قریب ہیں حالانکہ اس طرح نہیں ہے تم میں سے میرے دوست تقویٰ والے لوگ ہیں جو ہوں اور جہاں ہوں۔

شیخین نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

میں نے نبی کریم ﷺ کو اونچی آواز سے فرماتے سنا ہے کہ

فلاں نبی کی آل میرے دوست نہیں۔

میرا خلیل اللہ تعالیٰ اور صالح مومن ہیں۔

محب طبری اور دیگر علماء نے فرمایا کہ

اس میں عدم منافات کی وجہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ خود کسی کو نفع یا نقصان پہنچانے کے مالک نہیں مگر اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو اپنے عزیزوں کو نفع پہنچانے کا اختیار عطا فرمائے گا بلکہ آپ ﷺ کی سب امت عام وخاص شفاعت سے فائدہ لے گی۔

بخاری شریف کی ایک حدیث مبارکہ کا تقاضہ یہ ہے کہ

باقی امتیں بھی اپنے انبیاء کرام علیہم السلام کی جانب منسوب ہوں گی اس لیے کہ اس میں ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی امت حاضر ہو گی تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا کہ آپ نے میرا فرمان ان تک پہنچا دیا تھا؟

آپ عرض کریں گے۔

ہاں! میرے رب عز وجل پہنچا دیا تھا۔

پھر اللہ تعالیٰ آپ علیہ السلام کی امت سے استفسار فرمائے گا کہ تم لوگوں تک انہوں نے میرا فرمان پہنچایا تھا۔

سابقہ حدیث مبارکہ آپ ﷺ کے فرمان کہ

''میرے دوست تقویٰ والے ہیں اور میرا خلیل اللہ تعالیٰ اور نیک مومن ہیں'' سے یہ بات فائدہ دیتی ہے کہ آپ ﷺ کی رشتہ داری اور شفاعت کا فائدہ آپ ﷺ کے اہل بیت کو بھی ہوگا اس رشتہ کی نفی نہیں فرمائی گئی مگر ان کی نافرمانی اور رشتہ داری کا قرب، نسب اور ان کے ایسے اعمال کے ارتکاب کی وجہ سے جو آپ کے ہاں حاضر ہونے پر آپ کو اذیت دیں گے منتفی ہو جائے گا اور یہ آپ ﷺ بروز حشر اس شخص سے اعراض کریں گے جوا سے محمد ﷺ کہے گا جس طرح کہ حدیث مبارکہ میں گزر گیا ہے۔

بعض غالیوں سے حسن بن حسن السبط نے فرمایا:

تمہارا برا ہو ہم سے اللہ تعالیٰ کے لئے محبت کیا کرو اگر ہم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کریں تو ہم سے محبت کرو اور نافرمانی کریں تو ہم سے بغض رکھو۔ تمہارا برا ہو اگر اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے علاوہ اللہ تعالیٰ نبی کریم ﷺ کی رشتہ داری کی بناء پر فائدہ دینے والا ہوتو وہ آدمی لازماً فائدہ اٹھاتا جو ہم سے نبی کریم ﷺ کا زیادہ قرب والا ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کی قسم مجھے تو یہ بات خوف دیتی ہے کہ ہم میں سے گنہگار کو دوگنا عذاب ہوگا اور اچھے اعمال والوں کو دو بارا اجر عطا کیا جائے گا۔

ایسا لگتا ہے کہ آپ نے یہ استدلال اس آیت سے کیا ہے۔

اے نبی کی ازواج! تم میں سے جس نے واضح بے حیائی کی تو اس کو دوگنا عذاب دیا جائے گا۔ (الاحزاب:30)

خاتمہ

سابقہ احادیث سے معلوم ہوگیا کہ ہمارے اصحاب میں سے صاحب تلخیص کے قول کا میلان ہے۔ نبی کریم ﷺ کے خصائص میں یہ بات بھی شامل ہے کہ آپ ﷺ کی صاحبزادیوں کی ذریت آپ ﷺ کی جانب منسوب ہوگی۔ اور دیگر لوگوں کی ذریت ان کے جد کفو اور دوسروں کی جانب منسوب نہیں ہوگی۔

القفال نے کہا ہے کہ

یہ خصوصیت نہیں ہے یہ تو ہر ایک کی جانب اس کی بیٹیوں کی ذریت منسوب ہوگی لیکن اس کی تردید سابقہ حدیث مبارکہ سے ہے کہ جس میں یہ ارشاد فرمایا گیا ہے۔ ہر ماں کے بیٹے سوائے فاطمہ کی اولاد کے اپنے عصبہ کی جانب منسوب ہوں گے۔ آپ ﷺ کی جانب انتساب کے وہ معنیٰ جو آپ ﷺ کی خصوصیت کا باعث ہیں وہ یہ ہیں کہ آپ ﷺ پر ان کے والد محترم کا اطلاق ہوتا ہے اور وہ آپ کے بیٹے ہیں حتیٰ کہ اس بات کو کفو میں معتبر شمار کیا گیا ہے۔ اور شریعت ہاشمی کسی غیر شریف کو کفو نہیں ٹھہراتی۔

اور ان کا یہ کہنا کہ

بنی ہاشم مطلب اس صورت کے علاوہ اپنے محل پر کفو ہیں جیسا کہ میں نے الفتاویٰ کے طویل فتویٰ میں وضاحت سے لکھا ہے حتیٰ کہ وہ آپ کے وقف علی الاولاد اور وصیت میں شامل ہو جاتے ہیں لیکن دوسرے کی بیٹیوں کی اولاد میں ان کے نانا کے

ساتھ ساتھ ان کی ماں کے احکام جاری نہیں ہوتے۔ مگر نانا اور والدین کی جانب انتساب میں اس طریق سے برابر ہیں کہ ذریت نسل اور عقب کا ان پر اطلاق ہوتا ہے اور صاحب تلخیص نے خصوصیت سے مراد وہی لیا ہے۔

ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ

حسنین کو نبی کریم ﷺ کے بیٹے کہنا جائز ہے اور آپ ﷺ ان کے باپ ہیں۔ اس مقام پر ضعیف قول نہیں چلے گا کہ نبی کریم ﷺ کو اب المومنین کہنا جائز نہیں اور جو اس سے منع کرے اس کے قول کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

حتی کہ حسنین کے متعلق امویوں سے صحیح حدیث جو کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے متعلق ہے کہ

میرا بیٹا سردار ہے۔

یہ حدیث مبارکہ اگرچہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے نقل کی گئی ہے لیکن انہوں نے اس سے رجوع کیا تھا اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ باقی امویوں سے جو کوئی بھی اس بات سے منع کرے اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔

اور اصل بات تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

محمد تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں ہیں۔ (الاحزاب:40)

یہ آیت مستقبل کی نبوت کے منقطع ہونے کے لئے ہے نہ کہ لفظ باپ کے اطلاق سے منع کرنے کے لئے آئی ہے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ

آپ ﷺ اکرام واحترام کی رو سے مومنین کے باپ ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

عنقریب آپ کا رب آپ کو اتنا عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔ (والضحیٰ:5)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے قرطبی نے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم ﷺ اہل بیت میں سے کسی ایک کے نہ داخل ہونے پر راضی ہو گئے ہیں۔

سدی نے اسی بات کو بیان کیا ہے۔

حاکم سے صحیح روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ اہل بیت میں جو شخص توحید اور میرے بارے میں یہ اقرار کرے گا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے فرمان کو پہنچا دیا ہے تو وہ اس کو عذاب نہیں دے گا۔

الملا نے روایت کیا ہے کہ

میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ میرے اہل بیت سے کوئی آدمی آگ میں نہ جائے تو اللہ تعالیٰ نے میری اس دعا کو

قبول فرمالیا۔

امام احمد نے المناقب میں روایت کیا ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اے بنی ہاشم اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اگر میں نے جنت کے کسی حلقہ کو پکڑا تو میں تم سے شروع کروں گا۔

طبرانی اور دار قطنی نے روایت کیا ہے کہ

اپنی امت میں سے سب سے پہلے میں اپنے اہل بیت کی شفاعت فرماؤں گا۔ پھر قریش کے قریبیوں کی پھر انصار کی پھر یمن کے ایمان لانے والوں کی اور اتباع کرنے والوں کی پھر دوسرے عربوں کی پھر عجمیوں کی تو جس کی میں پہلے شفاعت فرماؤں گا وہ افضل ہوگا۔

بزار، طبرانی اور ابونعیم نے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

فاطمہ نے پاکدامنی کو چنا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی اولاد پر آگ کو حرام فرمایا ہے۔

امام نسائی نے روایت کیا ہے کہ

میری بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا آدمیوں کی حور ہے جن کو حیض نہیں آتا۔

ان کا فاطمہ نام اس وجہ سے ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا کی اولاد اور محبین کو آگ سے چھٹکارا دیا ہے۔

طبرانی نے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

اللہ تعالیٰ آپ اور آپ کے صاحبزادوں میں سے کسی کو عذاب نہیں پہنچائے گا۔

ایک روایت میں ہے۔

اے بنو ہاشم! میں نے تمہارے بارے میں اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ وہ تمہیں رحیم و نجیب بنائے اور یہ بھی دعا کی ہے کہ

وہ تمہارے گمراہ کو ہدایت نصیب فرمائے اور خوفزدہ کو امن عطا فرمائے اور بھوکوں کو شکم سیر فرمائے۔

حافظ طبرانی نے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

جنت میں چار اشخاص سب سے پہلے داخل ہوں گے۔

میں، (ﷺ)
آپ (یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ)
حضرت حسن
اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما
اور ہماری ذریت پیچھے پیچھے ہوگی اور ہماری ازواج ہماری اولاد کے پیچھے ہوں گی اور ہمارے شیعہ ہمارے دائیں بائیں ہوں گے۔

اس کی سند ضعیف ہے مگر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی صحیح روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ مومن کی ذریت کو اس کے درجہ میں اٹھائے گا اگرچہ ہی ان سے عمل میں تھوڑے ہوں۔

پھر اس آیت کریمہ کو پڑھا۔

جو ایمان لائے اور ان کی ذریت باوجود ایمان کے ان کی پیروی کی تو ہم ان کو ان کی اولاد کے ساتھ ملا دیں گے۔ (الطور:۲۱)

الدیلمی نے روایت کیا ہے:

اے علی! اللہ تعالیٰ نے تجھے تیری اولاد تیری ازواج اور تیرے شیعوں کی مغفرت کردی ہے لہٰذا خوش ہو جاؤ اس لئے کہ تم حوضِ کوثر سے بھرے ہوئے شکم والے ہو مگر یہ روایت ضعیف ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کئے وہی لوگ مخلوق سے بہتر ہیں۔ (البینۃ:۷)

حافظ جمال الدین الذرندی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ

جب اس آیت کریمہ کا نزول ہوا تو نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا:

تم اور تمہارے شیعہ قیامت کے دن راضی اور رضامند حالت میں آئیں گے اور تمہارے دشمن غصے میں سر کو اونچا کر کے آئیں گے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا:
میرا دشمن کون ہے؟
ارشاد فرمایا:
جو آپ سے بیزاری کا اظہار کرے اور آپ پر لعنت کرے۔
(الصواعق المحرقۃ: فی الآیات الواردۃ فیہم: ص:161)

اور جس حدیث مبارکہ میں قیامت کے دن عرش کے سائے میں اول جانے والوں کا تذکرہ ہے۔ اور ان کو بشارت دی

گئی۔

آپ ﷺ سے پوچھا گیا،

یارسول اللہ ﷺ وہ کون ہیں۔

ارشادفرمایا:

اے علی (رضی اللہ عنہ) تمہارے شیعہ اور محبت کرنے والے لوگ۔

(الصواعق المحرقہ عربی:فی الآیات الواردۃ فیھم،ص:161)

اس روایت میں کذاب راوی بھی ہیں تھوڑا سا یہ آپ شیعوں کی صفات کو ذہن میں لائیے اور سابقہ خبروں کو بھی ذہن میں رکھ لیجئے اور جو رافضیوں کے بارے میں باب کے شروع مقدمہ میں بیان ہو گئی ہیں۔

دارقطنی نے روایت کیا ہے کہ

اے ابوالحسن! تم اور تمہارے شیعہ جنت میں ہوں گے اور وہ لوگ جو گمان کرتے ہیں کہ وہ آپ رضی اللہ عنہ سے محبت کرتے ہیں وہ اسلام کو ذلت میں ڈالنے والے ہیں پھر وہ ان کو پھینک دیں گے اور اس سے اس طرح خروج کریں گے جس طرح تیر کمان سے نکل جاتا ہے۔

ان کی نشانی یہ ہے کہ

ان کو رافضی کہا جائے گا اگر تم ان کو پائے تو ان لوگوں سے جنگ کرنا اس لئے وہ مشرک ہیں۔

(المعجم الاوسط: ج:6،ص:354)

دارقطنی نے کہا

ہمارے پاس یہ حدیث مبارکہ بہت سی طرق سے وارد ہوئی ہے پھر انہوں نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ میری باری تھی اور نبی کریم ﷺ میرے پاس تشریف فرما تھے۔ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے پاس آئیں ان کے پیچھے حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی تھے۔

تو نبی کریم ﷺ نے ارشادفرمایا:

اے علی (رضی اللہ عنہ)! تم اور تمہارے اصحاب اور تمہارے شیعہ جنت میں ہوں گے مگر آپ کے محبت کرنے والے وہ لوگ بھی ہوں گے جو اسلام کو ذلت میں ڈالیں گے اس کو پھینک دیں گے۔ قرآن مجید کی تلاوت کریں گے لیکن وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔

ان کی نشانی یہ ہے کہ

ان کو رافضی کہا جائے گا۔ ان سے قتال کرنا، وہ مشرک ہیں۔

لوگوں نے عرض کیا:

یارسول اللہ ﷺ ان کی نشانی کیا ہوگی؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جمعہ اور جماعت میں حاضر نہیں ہوں گے، سلف پر طعن کریں گے۔

(المعجم الاوسط: ج:6، ص:354)

موسیٰ بن علی بن الحسین بن علی نے جو ایک فاضل شخص تھے اپنے باپ اور اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ہمارے شیعہ وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی پیروی کریں اور ہمارے جیسا عمل کریں۔

(الصواعق المحرقہ عربی: فی الآیات الواردۃ فیہم: 161، کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"اور وہ قیامت کی نشانی ہے"۔ (الزخرف: ٦١)

مقاتل بن سلیمان اور ان کے تابع مفسرین نے فرمایا ہے کہ

یہ آیت کریمہ مہدی کے متعلق نازل ہوئی اور جلد ہی احادیث مبارکہ میں وضاحت کے ساتھ بیان ہوگا کہ وہ اہل بیت نبوی میں سے ہوں گے اور آیت کریمہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نسل بابرکت ہونے پر دال ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں کو پاک اولاد عطا فرمائے گا اور ان کی نسل کو حکمت کے خزانے اور رحمت کی کانیں بنائے گا۔

اس کے اندر راز کی بات یہ ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اور ان کی اولاد کو شیطان مردود سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں رکھا ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے بھی اس طرح کی دعا فرمائی ہے۔ اس کی شرح اس موضوع پر دلالت کرنے والی احادیث مبارکہ سے معلوم ہو گی۔

(الصواعق المحرقہ عربی فی الآیات الواردۃ فیہم: ص:162، کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

سند صحیح سے نسائی نے روایت کیا ہے کہ

انصار کی ایک جماعت نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا

کاش حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا! آپ کے پاس موجود ہوتیں لہٰذا آپ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں سیدنا فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کے پیغام کے لئے حاضر ہوئے اور سلام عرض کیا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ابن ابی طالب کس کام سے آئے؟

میں نے سیّدنا فاطمہ رضی اللہ عنہا کا ذکر کیا تو نبی کریم ﷺ نے خوش آمدید فرمایا پھر انصار کے ایک گروہ کے پاس تشریف لے گئے جو آپ رضی اللہ عنہ کے انتظار میں تھے۔

انہوں نے آپ دریافت کیا۔

نبی کریم ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ سے کیا فرمایا۔

فرمایا:

مجھے تو نبی کریم ﷺ نے خوش آمدید کے علاوہ کچھ بھی نہیں فرمایا۔

انہوں نے کہا

نبی کریم ﷺ کی طرف بس یہی بات ہی کفایت کرتی ہے۔ ایک تو اہل عطا فرمایا اور دوسرے رحب یعنی وسعت عطا کی۔

پھر شادی کے بعد آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا:

شادی کے بعد ولیمہ بھی ہوتا ہے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا

میرے پاس ایک مینڈھا ہے۔ آپ کے لئے انصار کی ایک جماعت نے مکئی کے کئی صاع اکٹھے فرمادیئے۔ جب شب زفاف کا وقت آیا۔

آپ ﷺ نے فرمایا

مجھ سے ملے بغیر کچھ نہ کرنا۔ آپ ﷺ نے پانی منگوا کر وضو فرمایا پھر اس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا پر چھڑکا۔

اور دعا کی کہ

اے اللہ عزوجل! ان دونوں کی نسل میں برکت عطا فرما۔

(سنن نسائی: مایقول اذا خطب امراۃ و مایقول لہ: ص:72)

ایک روایت میں ہے کہ

آپ ﷺ نے نسل کی جگہ شمل کا لفظ استعمال فرمایا اور شمل کے معنی جماع کرنے کے ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ

آپ ﷺ نے شمل اور نسل کی جگہ شبلیہما کا لفظ استعمال فرمایا۔

اس طرح بھی کہا گیا ہے کہ

اس میں تصحیف ہے اور اگر صحیح ہے تو شبل شیر کے بچے کو کہا جاتا ہے لہٰذا یہ بات آپ کو کشف یا اطلاع کے طور پر معلوم ہوئی ہوگی۔

کہ ان کے ہاں حسنین کریمین رضی اللہ عنہما پیدا ہوں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر شیر کے دو بچوں کا اطلاق کیا اور واقعی شیر کے بچے تھے۔

(الصواعق المحرقۃ عربی: فی الآیات الواردۃ فیہم: ص:162 مکتب خانہ مجیدیہ ملتان)

ابوعلی الحسن بن شاذان نے روایت کیا ہے کہ

حضرت جبرائیل علیہ السلام نبی کریم علیہ السلام کے پاس آئے

اور عرض کیا:

اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح کرنے کا حکم فرماتا ہے۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کی ایک جماعت کو یاد فرمایا

اور وہ مشہور خطبہ ارشاد فرمایا:

الحمد للہ المحمود بنعمتہ سے آغاز ہوتا ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نکاح کر دیا۔ اس وقت آپ وہاں تشریف فرما نہیں تھے۔

اور اس کے آخر میں ہے کہ

اللہ تعالیٰ ان دونوں میں اتفاق پیدا فرمائے اور ان کی نسل کو صاف ستھرا بنائے اور اس کو رحمت کے خزانے اور حکمت کی کانیں بنائے۔ اس پر لوگوں نے آمین کہا۔

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکرا کر آپ رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے کہ حضرت فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کا آپ رضی اللہ عنہ سے چار مثقال چاندی پر نکاح کر دوں۔ کیا آپ رضی اللہ عنہ کو یہ بات قبول ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اس سے رضامند ہوں پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے سجدے میں تشریف لے گئے۔

جب آپ رضی اللہ عنہ نے سر کو اٹھایا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ آپ دونوں کو اس میں برکت عطا فرمائے۔ اور آپ کی شان کو بلند فرمائے اور آپ دونوں سے بہت زیادہ اور پاک اولاد پیدا فرمائے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ کی قسم! اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو بہت زیادہ اور پاک اولاد عطا فرمائی۔

(الصواعق المحرقۃ عربی: فی الآیات الواردۃ فیہم ص:162 مکتب خانہ مجیدیہ ملتان)

اس کے اکثر حصے کو ابوالخیر القزوینی الحاکمی نے روایت کیا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نہ ہوتے ہوئے آپ کا نکاح کر دینا جائز ہے۔ اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہے کہ وہ آدمی کا جس وقت چاہیں نکاح فرمادیں۔

اسی وجہ سے کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم مومنوں کی جانوں سے بھی زیادہ اولیٰ ہیں۔

اس طرح بھی احتمال ہوسکتا ہے کہ آپ نے ان کے وکیل کے ہوتے ہوئے اس طرح کیا ہو اور اس طرح بھی احتمال ہوسکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خبر عطا فرمادی ہو کہ میں اس طرح کرنے والا ہوں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا کہ مجھے یہ نکاح قبول ہے۔

اس کا مفہوم یہ بھی ہوسکتا ہے کہ

آپ کے وکیل کے ہوتے ہوئے جو نکاح ہوا تھا اس کے بارے میں آپ نے اپنی رضامندی کی خبر دی ہو۔ لہٰذا یہ حال کا واقعہ ہے۔ جو کئی احتمال کا حامل ہے۔

ابوداؤد سجستانی نے روایت کیا ہے کہ

سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغام دیا تو آپ نے کچھ نہ فرمایا' پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نکاح کا پیغام دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ نہ فرمایا۔ پھر یہ دونوں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں نکاح کے لئے فرمایا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جا کر نکاح کا پیغام دیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

آپ رضی اللہ عنہ کے پاس کوئی چیز ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔

میرے پاس ایک گھوڑا اور ایک زرہ ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

گھوڑا آپ کی حاجت ہے اور زرہ کو بیچ کر رقم میرے پاس لاؤ۔ آپ رضی اللہ عنہ نے زرہ کو چار سو اسی درہم میں بیچ دیا پھر ان کو اپنی گود میں رکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ایک مٹھی لے کر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو دے کر ارشاد فرمایا اس کی خوشبو خرید کر لاؤ۔ پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو تیار کرنے کا حکم فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے ایک بنی ہوئی چار پائی اور ایک چمڑے کا تکیہ بنایا جس میں چھال بھری ہوئی تھی اور گھر ریت سے بھرا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کو اپنی صاحبزادی کی طرف جانے کا حکم ارشاد فرمایا:

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

میرے آنے تک جلد بازی نہ کرنا، پھر آپ ﷺ کے پاس تشریف لے گئے۔
اور ام ایمن رضی اللہ عنہا سے فرمایا:
یہاں میرا بھائی ہے۔
انہوں نے کہا
وہ آپ ﷺ کا بھائی ہے اور آپ ﷺ ان کی شادی اپنی صاحبزادی سے کر رہے ہیں۔
آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
ہاں۔
پھر آپ ﷺ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے اور پانی کو منگوایا آپ رضی اللہ عنہا پیالے میں پانی لائیں تو آپ ﷺ نے کلی فرمائی پھر اس کو آپ رضی اللہ عنہا کے سر اور چھاتیوں کے مابین چھڑک دیا۔
اور دعا فرمائی کہ
اے اللہ عزوجل! میں اس کو اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں کیے دیتا ہوں۔
پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا:
پانی لاؤ۔ میں آپ ﷺ کے مطلب کو جان گیا اور پیالہ بھر کر آپ ﷺ کے پاس لایا آپ ﷺ نے اس سے میرے سر اور دونوں کندھوں کے مابین چھڑک دیا۔
اور دعا فرمائی کہ
اے اللہ عزوجل! میں اس کو اور اس کی ذریت کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں کیے دیتا ہوں۔
پھر ارشاد فرمایا:
اللہ تعالیٰ کے نام اور اس کی برکت سے اپنی اہلیہ کے پاس جاؤ۔
(احادیث تحج بہا الشیعۃ: ان ابا بکر اراد خطبۃ فاطمۃ، ص:59)
احمد اور ابو حاتم وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ
نبی کریم ﷺ کی دعا کی برکت ان کی ذریت میں ظاہر ہوئی۔ ان میں سے کچھ گزر گئے ہیں اور کچھ پیدا ہوں گے۔ اگر آنے والوں میں صرف امام مہدی ہی ہوتے تو وہ بھی کفایت کر جاتے۔
جلد ہی دوسری فصل میں احادیث مبشرہ میں بہت بیان ہوگا۔ ان میں سے وہ روایت بھی ہے جس کو امام مسلم، ابوداؤد سجستانی۔
بیہقی اور ابن ماجہ اور دوسرے لوگوں نے بیان فرمائی ہے کہ

مہدی میری ذریت فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کی اولاد سے ہوگا۔

(سنن ابی داؤد: 1: باب: ص174)

احمد اور ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے کہ

اگر دنیا کی زندگی کا ایک دن بھی باقی بچ گیا تو اللہ تعالیٰ میری ذریت میں سے ایک شخص کو بھیجے گا۔

(سنن ابوداؤد: 1، باب ص403)

ایک روایت میں ہے کہ

میرے اہل بیت میں ایک شخص آئے گا جو زمین کو اس طرح عدل سے پر کردے گا جس طرح وہ ظلم سے پر ہوئی ہے۔

(سنن ابی داؤد: باب: ص354)

ایک روایت میں آخری الفاظ کے علاوہ اس طرح بیان ہوا ہے کہ

دنیا اس وقت تک اختتام پذیر نہ ہوگی جب تک میرے اہل بیت میں سے ایک شخص بادشاہ نہیں ہوگا اس کا نام میرے نام سے مطابقت رکھتا ہوگا۔ (سنن ابی داؤد: باب 353)

ابوداؤد اور ترمذی کی ایک روایت میں ہے کہ

اگر عمر دنیا سے ایک دن بھی باقی بچ گیا تو اللہ تعالیٰ اس کو اتنا بلند فرمادے گا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس میں میرے اہل بیت میں سے ایک شخص کو بھیجے گا جس کا نام میرے نام سے اور اس کے باپ کے نام میرے باپ کے نام سے ملتا ہوگا۔ وہ زمین کو اس طرح عدل سے پُر کرے گا جس طرح وہ ظلم سے پُر ہوئی ہے۔

(سنن ابی داؤد: 1: باب: ص173)

احمد نے روایت کیا ہے کہ

مہدی ہمارے اہل بیت سے ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ایک رات میں اس کی اصلاح فرمادے گا۔

(مسند احمد: ومن مسند علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ: ص116)

طبرانی میں ہے کہ

مہدی ہم میں سے ہوگا وہ دین کو ہمارے اوپر اس طرح ختم کردے گا جس طرح ہم نے آغاز کیا ہے۔

(المعجم الاوسط: اول الکتاب: ص56)

حاکم نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے کہ

میری امت کے آخر میں ان کے سلاطین کی وجہ سے سخت مصیبت کے باوجود خلل پیدا گا جس سے زیادہ سخت مصیبت کبھی سماعت نہیں کی گئی۔

حتیٰ کہ کسی شخص کو پناہ نہیں حاصل ہو گی تو اللہ تعالیٰ میرے اہل بیت کی اولاد سے ایک شخص کو بھیجے گا جو زمین کو اس طرح عدل و انصاف سے پر کرے گا جس طرح وہ ظلم سے پُر ہوئی ہے۔ زمین و آسمان کے رہائشی اس سے محبت کریں گے۔ آسمان بارشیں نازل کرے گا اور زمین اپنی پیداوار کو اگائے گا اور کسی چیز کو روک کر نہیں رکھے گی۔ وہ ان میں سات، آٹھ یا نو سال رہے گا۔ زمین والوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی بھلائی کو دیکھ کر زندہ مرنے کی آرزو کریں گے۔ (مستدرک: کتاب الفتن والملاحم: ص 488)

طبرانی اور بزار نے اسی طرح کی روایت کی ہے کہ

جس میں آیا ہے کہ وہ تمہارے اندر سات، آٹھ یا نو سال رہے گا۔

(المعجم الکبیر: قرۃ بن اباس المزنی: ص 32)

ابوداؤد اور حاکم کی ایک روایت میں ہے کہ

وہ تم میں سات سال سلطنت کرے گا۔

(الصواعق المحرقہ عربی: فی الآیات الواردۃ فیھم: ص 164' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

اور ترمذی کی ایک روایت میں ہے

میری امت میں ایک مہدی کا ظہور ہو گا جو پانچ، سات یا نو سال تک ٹھہرے گا۔ اس کے پاس ایک شخص آ کر کہے گا۔ اے مہدی! مجھ کو عطا کر، مجھ کو عطا کر تو وہ اس کے کپڑوں میں اتنا ڈالے گا جتنا وہ اٹھا سکے گا۔

(سنن ترمذی، ماجاء فی المہدی: ص 176)

ایک روایت میں ہے کہ

وہ چھ سات، آٹھ یا نو سال تک قیام کرے گا۔

جلد ہی بیان کیا جائے گا' جس میں سات سال پر احادیث مبارکہ کا اتفاق پایا جاتا ہے۔

احمد اور مسلم نے روایت کیا ہے کہ

آخری زمانے میں ایک خلیفہ ہو گا وہ اس قدر مال عطا کرے گا کہ اس کو کوئی شمار نہیں کر سکے گا۔

(صحیح مسلم: لاتقوم الساعۃ حتی یمر الرجل بقبر: ص 126)

ابن ماجہ نے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ

مشرق سے کچھ شخص نکلیں گے جو مہدی کی بادشاہت کے لئے راہ کو درست کریں گے۔

(سنن ابن ماجہ: خروج المہدی: ص 106)

صحیح یہ ہے کہ

ان کا نام نبی کریم ﷺ کے نام اور ان کے باپ کا نام آپ کے باپ سے مطابقت رکھتا ہو گا۔

ابن ماجہ نے روایت کیا ہے کہ

ہم نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر تھے بنی ہاشم کی ایک جماعت آئی جب نبی کریم ﷺ نے ان کو ملاحظہ فرمایا تو آپ ﷺ کی مقدس آنکھوں سے پانی بھر آیا اور رنگ تبدیل ہو گیا۔

میں نے عرض کیا:

ہم آپ ﷺ کے چہرہ مقدسہ سے ایسی حالت ملاحظہ کر رہے ہیں کہ جس کو ہم پسند نہیں کرتے۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے ہم اہل بیت کے لئے دنیا کے بدلے آخرت کو پسند فرمالیا ہے اور میرے اہل بیت کو میرے بعد ہو سکتا ہے مصیبت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ حتیٰ کہ مشرق سے کچھ لوگ آئیں گے جن کے پاس کالے جھنڈے ہوں گے۔ وہ بھلائی کو طلب کریں گے مگر وہ ان کو نہ حاصل ہوگی۔ پھر وہ جنگ کریں گے اور ان کی مدد کی جائے گی اور جو انہوں نے مانگا وہ ان کو دیا جائے گا مگر وہ اس کو قبول نہیں کریں گے۔ حتیٰ کہ وہ اس کو ایک شخص کو دے دیں گے جو میرے اہل بیت میں سے ہوگا۔ وہ زمین کو عدل و انصاف سے اس قدر پر کر دے گا جس طرح لوگوں نے اس کو ظلم سے پر کر دیا تھا۔ جو تم میں سے ان لوگوں کے بارے اطلاع پائے اس کو چاہیے کہ ان کے پاس آئے اگرچہ اس کو برف پر گھٹنوں کے بل چل کر آئیں۔ اس لئے کہ ان میں اللہ تعالیٰ کا خلیفہ مہدی ہوگا۔ اس کی سند میں وہ آدمی بھی ہے جس کو آخری عمر میں مختلط ہونے کی وجہ سے برے حفظ کا حادثہ ہو گیا تھا۔

(سنن ابن ماجہ: خروج المهدی: ص 100)

احمد نے ثوبان سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ

جب تم خراسان سے کالے جھنڈے نکلتے دیکھو تو ان کے پاس جانا اگرچہ برف پر گھٹنوں کے بل چل کر جاؤ' اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا خلیفہ مہدی پیدا ہوں گے۔ اس کی سند میں ایک ضعیف شخص ہے جس کی اکثر منکر روایات ہیں۔

(مسند احمد: ومن حدیث ثوبان رضی اللہ عنہ: ص 368)

مسلم نے اس کو صرف متابعت کے طریق سے روایت کیا ہے اور جو اس سے قبل ہے وہ بھی اس میں حجت نہیں اگرچہ ان دونوں روایات کو اس آدمی کے لئے درست فرض کر لیا جائے جو مہدی کو بنو عباس کا تیسرا خلیفہ کہتا ہے۔

نعیم بن حماد نے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ

وہ آدمی میری ذریت میں سے ہوگا اور میری سنت پر ایسے قتال کرے گا جس طرح میں نے وحی پر قتال کیا۔

(الصواعق المحرقہ عربی: فی الآیات الواردہ فیھم: ص 164' کتب خانہ مجیدیہ' ملتان)

ابو نعیم نے روایت کیا ہے کہ

اللہ تعالیٰ ضرور میری ذریت میں سے ایک شخص کو بھیجے گا جس کے اگلے دانتوں میں امتیاز ہوگا اور روشن ماتھا ہوگا زمین کو

عدل سے پر کردے گا اور خوب مال عطا کرے گا۔

(الصواعق المحرقۃ عربی فی الآیات الواردۃ فیہم :ص:164 ' کتب خانہ مجیدیہ' ملتان)

الرویانی اور الطبرانی وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ

مہدی میری ذریت میں سے ہوگا اس کا چہرہ ستارے کی مانند چمک دار ہوگا۔ اس کا رنگ عربی اور جسم اسرائیلی ہوگا۔ زمین کو اس طرح سے عدل سے پُر کردے گا جس طرح وہ ظلم سے پُر ہے۔ اس کی خلافت سے زمین و آسمان والے اور فضا کے پرندے خوش ہوں گے وہ بیس سال تک بادشاہی کرے گا۔ (المعجم الصغیر: من اسمہ یحیٰی: ص:289)

طبرانی نے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ

مہدی ملتفت ہوگا اور عیسیٰ بن مریم علیہما السلام نازل ہو گئے ہوں گے۔ اس طرح پتہ لگے گویا کہ ان کے بالوں سے پانی کے قطرے گر رہے ہیں۔

مہدی ان سے فرمائیں گے

آگے تشریف لا کر نماز پڑھا دیجئے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام جواب عطا فرمائیں گے

نماز تو آپ کے لئے کھڑی کی گئی ہے اور وہ میری ذریت میں سے ایک شخص کے پیچھے نماز ادا فرمائیں گے۔

(الصواعق المحرقۃ عربی فی الآیات الواردۃ فیہم :ص:164 ' کتب خانہ مجیدیہ' ملتان)

ابن حبان کی صحیح میں ہے کہ

وہ مہدی کی اقتداء میں نماز پڑھیں گے، ہمیں آکر نماز پڑھا دیجئے

تو وہ جواب عطا فرمائیں گے کہ

نہیں

اللہ تعالیٰ نے اس امت کے کچھ لوگوں کو کچھ پر اعزازاً امام بنایا ہے۔

(الصواعق المحرقۃ عربی: فی الآیات الواردۃ فیہم :ص:164 ' کتب خانہ مجیدیہ' ملتان)

ابن ماجہ اور حاکم نے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

معاملات میں شدید دنیا ادبار میں اور لوگ بخل میں زیادہ ہوتے جائیں گے اور قیامت شریر لوگوں پر آئے گی اور عیسیٰ بن مریم کے علاوہ کوئی مہدی نہیں ہوگا یعنی حقیقتاً اس کے علاوہ جزیہ کو ختم کرنے اور مخالف ملتوں کے ہلاک کردینے کی وجہ سے کوئی مہدی نہیں ہوگا۔ جس طرح کہ صحیح احادیث مبارکہ میں بیان ہوا ہے کہ اس کے علاوہ کوئی معصوم مہدی نہیں۔

(سنن ابن ماجہ: شدۃ الزمان: ص:47)

ابراہیم بن میسرہ نے طاؤس سے کہا کہ
عمر بن عبدالعزیز مہدی ہیں۔
انہوں نے کہا
نہیں کیونکہ انہوں نے تمام عدل کو مکمل نہیں کیا البتہ وہ تمام مھدیین میں سے ایک ہیں مگر موعود آخر زمانہ نہیں۔
اور احمد نے اس کی صراحت کی ہے کہ
وہ ان مہدیوں میں سے ایک ہیں جن کے متعلق نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ
تم لوگوں پر میرے بعد میری سنت اور خلفائے راشدین مہدیین کی سنت کو پکڑنا لازم ہے۔
(اتحاف الجماعۃ بما جاء فی الفتن: ص305)
پھر حدیث مبارکہ **لا مھدی الاعیسٰی** کی تاویل بیان ہوگی اور وہ بھی اس کے ثابت ہونے کی وجہ سے ہوگا۔
حاکم نے فرمایا ہے کہ
میں تو اس کو حجت پکڑنے کے لئے نہیں بلکہ تعجب کے لئے لایا ہوں۔
اور بیہقی نے کہا کہ
اس میں محمد بن خالد متفرد ہیں حاکم نے اس کو مجہول فرمایا ہے اور اس کی اسناد میں بھی اختلاف بیان کیا ہے اور نسائی نے صراحتاً اس کو منکر فرمایا ہے اور دوسرے حفاظ حدیث نے جزم کے ساتھ بیان فرمایا ہے کہ اس سے پہلے بیان ہونے والی احادیث مبارکہ جو حضرت مہدی علیہ السلام کو ذریت فاطمہ رضی اللہ عنہا میں ٹھہراتی ہیں۔
ان کی اسناد اصح ہے۔
ابن عساکر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ
جب قائم آل محمد مصطفیٰ (ﷺ) کھڑا ہوگا تو اللہ تعالیٰ مشرق و مغرب والوں کو جمع فرما دے گا اور ان کے رفیق کوفہ والوں سے ہوں گے اور ابدال شام والوں میں سے ہوں گے۔
اور صحیح یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:
ایک خلیفہ کی موت پر اختلاف ہوگا تو مدینہ منورہ سے ایک شخص دوڑتا ہوا مکہ مکرمہ جائے گا۔ اس کے پاس مکہ مکرمہ والوں میں سے چند لوگ آئیں گے اور اس کو جلد ہی نکال دیں گے اور مقام ابراہیم کے مابین اس کی بیعت کریں گے۔ ان کی طرف شام سے ایک لشکر کو بھیجا جائے گا اور وہ ان کو مکۃ المکرمہ اور مدینۃ المنورہ کے مابین ویران جگہ میں دھونس دے گا۔ جب لوگ اس بات کو ملاحظہ کریں گے تو شام کے ابدال اور عراق کے لشکر آکر اس کی بیعت کریں گے پھر قریش سے ایک شخص کھڑا ہوگا جس کے ماموں بنی کلب سے ہوں گے اور بنی کلب کی غنیمت میں حاضر نہ ہونے والا نقصان میں رہے گا اور اسلام کو دنیا کے کناروں

تک پہنچا دے گا۔

طبرانی نے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے ارشاد فرمایا: ہمارا نبی مکرم خیر الانبیاء ہے اور وہ تمہارا باپ ہے اور ہمارا شہید خیر الشہداء ہے اور وہ تمہارے باپ کا چچا حمزہ رضی اللہ عنہ ہے اور ہم میں سے ہی وہ آدمی ہے جو دو پروں کے ساتھ جنت میں جہاں چاہے اڑتا رہتا ہے اور وہ تمہارے باپ کے چچا کا بیٹا جعفر ہے اور ہم میں سے ہی اس امت کے دو سبط ہیں اور وہ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما ہیں جو آپ رضی اللہ عنہا کے بیٹے ہیں۔

آپ ﷺ کے فرمان سے مراد یہ ہے کہ

ان سے دو قبیلے ہوں گے جن کی نسل سے بڑی مخلوق پیدا ہوگی اور ہم میں سے ہی مہدی ہے۔

(المعجم الصغیر: باب الالف من اسمہ احمد: ص:75)

ابن ماجہ نے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اگر دنیا کی زندگی کا ایک روز بھی باقی بچ گیا تو وہ اس روز کو اس قدر طویل فرمادے گا حتیٰ کہ میرے اہل بیت میں سے ایک شخص بادشاہ بن جائے گا جو پہاڑ دیلم اور قسطنطنیہ پر قبضہ فرمائے گا۔ (سنن ابن ماجہ: باب ذکر الدیلم وفضل قزوین: ص:403)

حاکم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے صحیح روایت کی ہے کہ

ہم اہل بیت میں سے چار اشخاص ہوں گے۔

(۱) سفاح

(۲) منذر

(۳) منصور

(۴) اور مہدی

اگر آپ نے اہل بیت سے تمام بنی ہاشم کو مراد لیا ہے تو پہلے تین حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی ذریت سے ہوں گے اور آخری حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ذریت سے ہوں گے۔

(مستدرک: کتاب الفتن والملاحم:559)

لہٰذا اس میں کوئی اشکال نہیں۔

اور اگر آپ ﷺ کا مطلب یہ ہے کہ

چاروں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ذریت سے ہوں گے تو امکان ہے آپ ﷺ نے اپنے کلام میں مہدی سے مراد نبی

عباس کا تیسرا خلیفہ مراد لیا ہو اس لئے وہ بنی عباس میں مکمل عدل اور سیرت حسنہ کی بناء پر اس طرح ہی تھا جس طرح بنی امیہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیز ہیں۔

اور اس وجہ سے بھی کہ حدیث مبارکہ میں آیا ہے کہ

مہدی کا نام نبی کریم ﷺ کے اسم مبارک کے اور اس کے باپ کا نام آپ کے باپ کے نام سے ہوگا اور یہ مہدی اس طرح ہی تھا اس لئے کہ اس کا نام محمد بن عبداللہ المنصور تھا اور اس کی تائید ابن عدی کی حدیث مبارکہ سے ہوتی ہے کہ مہدی میرے چچا عباس کی نسل سے ہوگا۔

مگر الذہبی نے کہا ہے کہ

اس میں محمد بن الولید مولی بنوعاشم اکیلے ہیں۔ جو کہ احادیث مبارکہ کو وضع کرتا تھا اور اس وصف کو جس کو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مہدی پر محمول کیا ہے اس بات کے منافی نہیں ہے کہ وہ زمین کو عدل و انصاف سے اس طرح پر کر دے گا جس طرح وہ ظلم و جور سے پُر ہے۔ اس کے دور میں درندے اور چوپائے امن سے رہیں گے اور زمین اپنے خزانے باہر نکال پھینکے گی۔ یعنی چاندی اور سونے کے ستونوں کی طرح ہوں گے۔ ان اوصاف کو مہدی عباسی پر ڈالا جا سکتا ہے اور جب آپ کے کلام کو ہمارے کلام کے موافق محمول کیا جائے تو یہ گزشتہ احادیث مبارکہ کے منافی نہیں رہ پاتا کہ مہدی ذریت فاطمہ سے ہوگا اس لئے کہ اس میں مہدی سے مراد آخری زمانے میں تشریف لانے والے مہدی ہی ہیں جس کی اقتداء حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے۔

ایک روایت میں ہے کہ

مہدی کے بعد بارہ اشخاص معاملات کے ولی ہوں گے۔ جن میں سے چھ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی ذریت سے ہوں گے اور پانچ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ذریت سے ہوں گے اور آخری ان کے سوا ہوگا۔ یہ نہایت کمزور روایت ہے۔ جس طرح کہ شیخ الاسلام اور حافظ الشہاب ابن حجر نے کہا ہے یعنی یہ ان احادیث مبارکہ صحیحہ کے خلاف ہے جن میں اس کے آخری زمانے میں آنے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ان کی اقتداء کا ذکر فرمایا ہے۔

طبرانی کی حدیث مبارکہ میں ہے کہ

جلد ہی میرے بعد خلیفے ہوں گے پھر خلیفوں کے بعد امراء ہوں گے پھر امراء کے بعد ملک ہوں گے۔ ملک کے بعد جابر لوگ ہوں گے پھر میرے اہل بیت میں سے ایک شخص کا ظہور ہوگا جو زمین کو اس طرح عدل و انصاف سے پُر کر دے گا جس طرح وہ ظلم سے پُر ہے پھر قحطانی کو حکم دیا جائے گا۔ اس ذات مقدسہ کی قسم! جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے وہ اس سے تھوڑا نہ ہوگا۔

اور ایک نسخہ میں ہے کہ

وہ اس کو قوت عطا فرمائیں گے۔

جس پر ہم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے کلام کو حمل کیا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس کو اس روایت پر حمل کیا جائے جو انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ وہ امت ہرگز ہلاک نہیں ہوگی جس کے شروع میں میں خود ہوں اور حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام اس کے آخر میں ہوں گے اور مہدی اس کے درمیان ہوں گے۔

(الصواعق المحرقہ عربی فی الآیات الواردۃ فیہم :ص:165 'کتب خانہ مجیدیہ' ملتان)

ابونعیم نے روایت کیا ہے کہ

اس سے مراد مہدی عباسی ہوں گے۔

پھر میں نے بعض کو ملاحظہ کیا ہے کہ

وہ حدیث مبارکہ میں درمیان سے مراد یہ لیا ہے کہ وہ امت ہرگز ہلاک نہ ہوگی جس کے شروع میں میں خود ہوں اور اس کا مہدی درمیان میں ہوگا اور حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام اس کے آخر میں ہوں گے یعنی آخر سے پہلے ہوں گے۔

(الصواعق المحرقہ عربی: فی الآیات الواردۃ فیہم :ص:166 'کتب خانہ مجیدیہ' ملتان)

احمد اور ماوردی نے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مہدی کے متعلق آپ کو بشارت ہو کہ وہ قریش میں سے میری ذریت سے ہوں گے۔ وہ لوگوں میں اختلاف اور کمزوری کے وقت ظاہر ہوں گے اور زمین کو جس طرح وہ ظلم سے پر ہے عدل وانصاف سے پر کردیں گے۔ زمین وآسمان کے رہائشی اس سے راضی ہوں گے وہ مال کو صحیح طور پر مساوی تقسیم فرمائیں گے اور امت محمدیہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دل کو خوشیوں سے پر کردیں گے۔ ان کا عدل تمام پر مسلط ہوگا حتیٰ کہ وہ منادی کو حکم فرمائیں گے تو وہ ندا کرے گا کہ جس کی ضرورت ہو میرے پاس آئے تو علاوہ ایک شخص کے اور کوئی اس کے پاس نہ آئے گا وہ آکر اس سے سوال کرے گا۔ خادم آؤ کہ میں تم کو عطا کروں۔

وہ اس کے قریب آکر کہے گا:

میں تمہارے پاس مہدی کا پیغام دینے والا بن کر آیا ہوں اس لئے تم مجھے مال دے دو۔

وہ کہے گا۔

دو۔ وہ اس کو اس قدر دے گا کہ وہ اس کو اٹھانے کی طاقت نہیں رکھے گا حتیٰ کہ وہ اس قدر دے گا جس قدر وہ اٹھا سکے گا۔

وہ اس کو لے کر چلا جائے گا۔

اور کہے گا:

میں محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت سے سب سے زیادہ حریص تھا۔ تمام اشخاص کو اس مال کی جانب بلایا گیا اور میرے علاوہ تمام نے اس کو ترک کر دیا وہ اس کو لوٹا دے گا۔

لہٰذا وہ کہے گا:

ہم جو چیز عطا کر دیں اس کو دوبارہ قبول نہیں کرتے وہ اس حالت میں چھ، سات یا نو سال قیام فرمائیں گے۔اس کے بعد دنیا میں کوئی خیر نہیں باقی بچے گی۔

(المستدرک: کتاب الفتن والملاحم: ص512)

تنبیہ

مہدی کے خروج کی زیادہ اظہر قول یہ ہے کہ ان کا ظہور سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے ہوگا۔

اور اس طرح بھی فرمایا گیا ہے کہ

بعد میں ہوگا۔

ابوالحسن الآجری نے کہا کہ

متواتر خبروں اور کثرت روایات سے نبی کریم ﷺ سے ان کے خروج کے بارے میں یہی بات سپرد کی جاتی ہے کہ وہ آپ ﷺ کے اہل بیت میں سے ہوں گے اور وہ زمین کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ نکلیں اور فلسطین کی زمین میں باب لد پر دجال کے قتال میں اس کی مدد کریں گے۔اور اس امت کی امامت بھی کریں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کی اقتداء کریں گے۔

اور ان کے بارے میں یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ

مہدی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نماز پڑھائیں گے جس طرح کہ تمہیں پتہ ہے اس بارے میں کئی احادیث مبارکہ دال ہیں اور سعد الدین تفتازانی نے جس کو صحیح فرمایا ہے

وہ یہ ہے کہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام مہدی کے امام ہوں گے اس لئے کہ وہ افضل ہیں لہٰذا ان کی امامت اولیٰ ہے۔ان کی تعلیل کا کوئی گواہ نہیں ہے۔اس لئے کہ مہدی کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی امامت کرانے سے مراد یہ ہے کہ اس بات کا اظہار ہو کہ وہ ہمارے رسول اللہ ﷺ کے تابع اور ان کی شریعت کے کسی حکم پر عمل نہیں کریں گے اور افضل ہونے کے اس امام کی اقتداء کرنے سے جس بات کا زیادہ مشہور اور ظاہر ہونا مطلوب ہے وہ کسی سے چھپا نہیں۔

ان میں یوں بھی تطبیق دی جاسکتی ہے کہ

اس غرض کے اظہار کے لئے پہلے سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام مہدی کی مقتدی ہوں گے۔اس کے بعد مہدی اصل قاعدہ کے مطابق ان کے مقتدی ہوں گے یعنی مفضول فاضل مقتدی ہوگا' اس طرح دونوں اقوال میں تطبیق ہو جاتی ہے۔

سنن ابی داؤد میں بیان کیا گیا ہے کہ

مہدی حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی ذریت سے ہوگا اور اس میں راز کی بات یہ ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کی وجہ سے امت پر شفقت فرماتے ہوئے خلافت کو ترک کیا۔اس لئے اللہ تعالیٰ نے سخت حاجت کے وقت آپ کی ذریت میں سے قائم بالخلافہ کو مقرر فرما دیا تا کہ وہ زمین کو عدل وانصاف سے پُر کر دے۔

(الصواعق المحرقہ عربی: فی الآیات الواردۃ فیہم :ص: 167 'کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

امام مہدی کے بارے میں جو یہ آیا ہے کہ

وہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہوں گے

یہ روایت کمزور ہے اور پھر اس میں روافض کے لئے کوئی حجت نہیں کہ مہدی امام ابوالقاسم محمد الحجۃ بن الحسن العسکری آنے والے ائمہ میں سے بارہویں امام ہیں جس طرح کہ امامیہ کا اعتقاد ہے۔ان کے رد میں یہ بات بھی ہے کہ

صحیح روایت میں ہے کہ

امام مہدی کے والد کا نام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والد محترم کے موافق ہوگا۔

اور محمد الحجۃ کے باپ کا نام اس سے موافقت نہیں رکھتا۔اس طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول بھی اس کو رد کرتا ہے کہ امام مہدی مدینہ منورہ میں پیدا ہوں گے اور محمد الحجۃ کی پیدائش سرمن رای میں 255ھ میں ہوئی اور بعض نے جہالت کی رو سے یہ گمان کر لیا ہے کہ روایت ہے کہ وہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی ذریت سے ہوگا اور اس کے باپ کا نام میرے باپ کے نام کی طرح ہوگا یہ تمام تو ہم ہے اور اس کا یہ گمان کہ امت کا اس پر اجماع ہے کہ وہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ذریت سے ہوگا۔کہاں روایات کا تو ہم اور صرف ظن اور اندازے اور حسد سے اس پر اجماع کی نقل اور روافض میں سے جو اشخاص اس بات کے قائل ہیں کہ محمد الحجۃ ہی مہدی ہیں

انہوں نے کہا کہ

ان کے باپ نے ان کے علاوہ کسی کو خلیفہ نہیں بنایا۔وہ پانچ سال کی عمر میں فوت ہو گئے۔اس عمر میں اللہ تعالیٰ نے اس کو اس طرح حکمت عطا فرمائی ہے جس طرح یحییٰ علیہ السلام کو بچپن میں عطا فرمائی تھی اور ان کو بچپن میں ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مانند امام بنا دیا۔اسی طرح ان کا باپ سرمن ''رای'' میں فوت ہوا اور وہ مدینہ میں ختم ہو گیا۔

اس کی دو غیبتیں ہیں

ایک غیبت صغریٰ جو پیدائش سے لے کر شیعوں اور اس کے مابین سفارت کے ختم ہونے تک ہے

اور دوسری غیبت کبریٰ ہے جس کے آخر میں وہ قیام کرے گا' وہ جمعہ کے دن 296ھ میں غائب ہوا تھا اور معلوم نہیں کہ وہ اپنی زندگی کے ڈر سے کہاں گیا اور غائب ہو گیا۔

ابن خلکان نے کہا کہ

شیعہ کی ان کے متعلق یہ رائے ہے کہ صاحب سرداب ہی انتظار میں ہیں اور قائم مہدی ہیں۔ اس بارے میں ان کے کئی اقوال ہیں اور آخری دور میں سرداب سے سرمن رای سے اس کے نکلنے کے انتظار میں ہیں۔ وہ اپنے باپ کے گھر میں 265ھ میں داخل ہوئے اور ان کی ماں ان کو دیکھتی رہی۔ اس وقت ان کی عمر نو سال کی تھی لیکن وہ اپنی ماں کے پاس واپس نہیں آئے۔

اس طرح بھی کہا گیا ہے کہ

داخل ہونے کے وقت ان کی عمر چار سال تھی اور سترہ سال بھی ان کی عمر کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ تمام رواۃ کا خلاصہ عرض کر دیا گیا ہے۔ (الصواعق المحرقۃ عربی: فی الآیات والواردۃ فیہم: ص ۱۶۸، کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

بہت سے لوگوں کا گمان ہے کہ

عسکری کا کوئی بیٹا نہیں تھا۔ جب وہ فوت ہوئے تو ان کے ترکہ کا مطالبہ ان کے بھائی جعفر نے کیا تھا۔ ان کے بھائی کا مطالبہ کرنا اس بات پر دال ہے کہ ان کے بھائی کا کوئی بیٹا نہیں تھا ورنہ تو وہ مطالبہ ہی نہ کرتے۔

سبکی نے جمہور رافضہ سے روایت کیا ہے کہ

وہ اس بات کے قائل ہیں کہ عسکری کا کوئی عقب نہیں اور نہ ہی انہوں نے ان کا کوئی بیٹا ثابت کیا ہے۔ اگرچہ ایک قوم نے ان کے ثابت کرنے میں تعصب اختیار کیا ہے اور بڑی بات یہ ہے کہ ان کے بھائی جعفر نے ان کی میراث لی تھی۔ اس جعفر کو شیعوں نے گمراہ قرار دیا ہے اور اپنے بھائی کی میراث کے دعویٰ میں اس کو جھوٹا کہا ہے اور ایک فرقہ نے اس کی وجہ سے اس کی امامت کو ثابت کیا ہے اور اس کی پیروی کی ہے۔

کلام کا حاصل یہ ہے کہ

عسکری کی وفات کے بعد انہوں نے منتظر کے متعلق اختلاف کیا ہے اور بیس فرقے ہو گئے اور امامیہ کے علاوہ جمہور اس بات کے قائل ہیں کہ مہدی اس الحجۃ کے سوا کوئی اور آدمی ہے حالانکہ ایک آدمی کا اس قدر طویل عرصے تک غائب رہنا عادت کے خلاف واقعات میں سے ہے۔ اگر وہ مہدی ہوتا تو نبی کریم ﷺ اس کے وصف کو ضرور ارشاد فرماتے مگر آپ ﷺ نے اس وصف کے علاوہ دوسرے اوصاف کو بیان فرمایا ہے جس طرح کہ پہلے بیان ہو گیا ہے۔

پھر شریعت مطہرہ کا فیصلہ یہ بھی ہے کہ چھوٹے کی ولایت صحیح نہیں ہوتی۔ لہٰذا ان احمق اور غافل لوگوں کے لئے کس طرح جائز ہو گیا ہے کہ وہ اس بندے کو امام گمان کریں جس کی عمر پانچ سال ہے اور اس کو بچپن میں ہی حکمت عطا فرمائی گئی ہے حالانکہ نبی کریم ﷺ اس کے بارے میں خبر ارشاد فرما رہے ہیں۔ یہ تو شریعت غرا کے خلاف جرأت و ہلاکت والی بات ہے۔

بعض اہل بیت کا کہنا ہے کہ

کاش مجھے علم ہوتا کہ کس نے ان کو اس کی خبر دی ہے اور اس کا راستہ لیا ہے ان کا گھوڑوں کے ساتھ سرداب پر کھڑے ہونا اور زوردار آوازیں لگانا کہ امام صاحب باہر آیئے عقلاء کے نزدیک ایک مزاح اختیار کر گیا ہے۔

کسی نے کیا خوب کہا ہے

○ سرداب کے لئے اب تک وقت نہیں آیا کہ اس آدمی کو جنے جس کو تم اپنی جہالت سے ندا کرتے ہو۔ تمہاری عقل معانی کے قابل ہے اس لئے کہ تم نے عنقا اور غول بیابانی کا تیسرا بنا دیا ہے یعنی تم نے ایک تیسری وہم شدہ چیز بنا دی ہے۔

شیعوں میں سے ایک فرقے کا گمان ہے کہ

ابوالقاسم محمد بن علی بن عمر بن الحسین امام مہدی ہیں۔ معتصم نے ان کو قید کر دیا تو ان کے شیعہ پیچھا لگا کر ان کو نکال کر لے گئے پھر ان کے بارے میں کوئی پتہ نہ چل سکا۔ ایک فرقہ محمد بن حنفیہ کو امام مہدی گمان کرتا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ

یہ اپنے بھائیوں سبطین کے بعد مل نہ سکے

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ

ان سے پہلے مل نہ سکے تھے اور وہ رضوی کے پہاڑ میں زندہ ہیں مگر رافضی اہل بیت میں سے زید بن علی بن الحسین کو مہدی کہتے ہی نہیں، حالانکہ وہ تابعین کے تیسرے طبقہ میں جلیل القدر امام ہیں۔ کوفہ کے بہت سے لوگوں نے آپ کی بیعت کی۔ روافض نے ان سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ شیخین سے اظہار برأت کریں تب وہ ان کی مدد کریں گے۔

انہوں نے جواب دیا

میں تو ان سے محبت کرتا ہوں

انہوں نے کہا

پھر تمہیں چھوڑ دیں گے

آپ نے فرمایا:

جاؤ تم رافضی ہو۔

اس وقت سے ان کا نام رافضی ہو گیا ہے۔ آپ کے تمام چاہنے والوں اور پیروی کرنے والوں کی تعداد پندرہ ہزار تھی۔

جب یہ لوگ بیعت کر رہے تھے

آپ کو بنو عباس میں سے کسی نے کہا

اے میرے چچا کے بیٹے! یہ لوگ آپ کو فریب نہ دے دیں۔ آپ کے اہل بیت میں ہی آپ کے لئے کافی سامان عبرت پایا جاتا ہے کہ ان لوگوں نے ان کو بے سروسامان چھوڑ دیا تھا۔ جب آپ نے نکلنے کا ارادہ فرمایا تو آپ کے بیعت کرنے والوں میں سے ایک جماعت جدا ہو گئی اور آپ کے چچازاد بھائی باقر کے بیٹے جعفر صادق کو امام کہنے لگے۔ آپ کے ساتھ صرف (220) اشخاص باقی بچے۔ حجاج نے ایک لشکر کے ساتھ آ کر زید کو ہرا دیا۔ آپ کی پیشانی پر تیر لگا جس سے آپ فوت ہو گئے۔

آپ کو نہر کی زمین میں دفن کر کے اوپر سے پانی چھوڑ دیا گیا پھر حجاج کو معلوم ہوا تو اس نے آپ کی قبر اکھیڑ لی اور آپ کے سر کو ہشام بن عبدالملک کے پاس روانہ کیا اور آپ کے جسم کو 121ھ یا 122ھ میں صلیب پر لٹکایا۔ آپ ہشام کی وفات تک صلیب پر لٹکے رہے۔ جب ولید خلیفہ بنا تو اس نے آپ کے جسم کو دفن کروا دیا۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ

اس نے اپنے عامل کو تحریر کیا کہ جلد عراق والوں کی طرف جاؤ اور ان کی لاش کو جلا دو اور ان کی راکھ کو سمندر میں اچھی طرح بکھیر دو تو اس نے اس طرح ہی کیا۔ لوگوں کو نبی کریم ﷺ اس تنے کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے دکھائی دیئے' جس پر آپ کو صلیب لٹکایا گیا۔

آپ لوگوں سے فرمارہے تھے وہ میرے بیٹے کے ساتھ اس طرح سلوک کرتے ہیں اور کئی لوگوں نے بیان کیا ہے کہ آپ کو ننگا کر کے صلیب دیا گیا تو اسی روز ایک مکڑی نے آپ کے پردہ کی جگہ پر جالا تن دیا۔ اسی طرح انہوں نے اسحاق بن جعفر صادق کو بھی ان کی جلالت شان کے ہوتے ہوئے مہدی نہیں گنا۔ حتیٰ کہ سفیان بن عیینہ ان کے متعلق کہا کرتا تھا:

مجھ سے ثقہ رضی کے روایت کیا ہے۔

شیعوں کا ایک فرقہ ان کو امام تسلیم کرتا ہے پھر یہ رافضیوں کا حیرت انگیز تناقض ہے کہ انہوں نے زید اور اسحاق کی عظمت شان کے باوجود ان کے واسطے امامت کا دعویٰ نہیں کیا اور زید نے امامت کا دعویٰ کیا اور ان کے اصولوں میں یہ بات بھی ہے کہ اہل بیت میں سے جو امامت کا دعویٰ کرے اور ایسے خوارق ظاہر کرے جو اس کے سچ ہونے پر دال ہیں تو امامت اس کے لئے ثابت ہو جاتی ہے اور محمد الحجہ کے لئے امامت کا دعویٰ کرتے ہیں حالانکہ اس نے خود امامت کا دعویٰ نہیں کیا اور نہ ہی چھوٹی عمر میں اپنے باپ سے غائب ہو جانے کی بناء پر اس دعویٰ کا مظاہرہ کیا ہے۔

جس طرح کہ ان کا خیال ہے اور اس طرح چھپ جانا کہ اس کو چند ایک اشخاص کے علاوہ کوئی دیکھ ہی نہ سکے۔ رؤیت کے بارے میں یہ بھی ان کا خیال ہی ہے اور دوسروں نے اس کے متعلق ان کی تکذیب کی ہے۔

اور کہا ہے کہ

شروع سے اس کا وجود ہی ثابت نہیں ہے جس طرح کہ پہلے بیان ہو گیا ہے۔ لہٰذا محض امکان سے ان کے لئے یہ بات کس طرح ثابت کی جاسکتی ہے۔ عقائد کے باب میں عاقل کے لئے یہی بات کافی ہے پھر اس شخص کی امامت کو ثابت کرنے کا فائدہ کیا ہے جو اپنا بوجھ اٹھانے سے بھی عاجز ہے پھر یہ ثابت کرنے کو کون سا طریق ہے کہ جن کا ائمہ کرام کا تذکرہ کیا گیا ہے ان میں سے ہر ایک نے امامت یعنی ولایت خلق کے مدعی ہیں اور اس پر خوارق بھی دکھائے ہیں حالانکہ ان کے ثابت کردہ کلمات کو اوپری نظر سے ملاحظہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس بات کے دعویٰ کرنے والے نہ تھے' بلکہ اہلیت کے باوجود اس سے دور رہتے تھے۔ یہ بات اہل بیت کے بعض ان لوگوں نے بیان کی ہے جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے گمراہی سے منزہ اور ان کی

عقل اوران کی آراء کو تناقض سے پاک فرمایا ہے اس لیے کہ انہوں نے واضح دلائل اور صحیح استدلال سے حجت پکڑی ہے اوران کی زبان کو بہتان اور جھوٹ سے منزہ فرمایا ہے۔ جو لوگ ان کے لئے اس طرح کا ثبوت دیتے ہیں ان کے لئے ہلاکت اور عذاب ہے۔

(الصواعق المحرقہ عربی: فی الآیات الواردۃ فیہم: ص 169 ''کتب خانہ مجیدیہ' ملتان)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اعراف پر کچھ مرد ہوں گے جو تمام کو ان کے چہروں سے پہچان لیں گے۔ (الاعراف: ۴۶)

ثعلبی نے اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔

انہوں نے کہا

اعراف پل صراط پر ایک بلند مقام ہے جہاں پر حضرت عباس' حضرت علی اور حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہم کھڑے ہو کر اپنے چاہنے والوں کو سفید رو اور بغض رکھنے والوں کو سیاہ رو ہونے کی بناء پر پہچان لیں گے۔ (تفسیر الثعلبی: باب 44' ص 879)

دیلمی اور اس کے بیٹے نے اکٹھے یہ روایت بغیر اسناد بیان کی ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے اللہ! جو مجھ سے بغض رکھتا ہے اس کو اور میرے اہل بیت کو مال وعیال زیادہ عطا فرما اور زیادہ مال کی وجہ سے ان کے حساب کا طویل ہونا ہی ان کے لئے کافی ہوگا۔ اور زیادہ اولاد سے ان سے شیاطین بھی زیادہ ہوں گے۔ ان پر بددعا کرنے میں یہ حکمت ہے کہ آپ اور آپ کے اہل بیت کے بغض پر ابھارنے والی چیز دنیا کی محبت کے علاوہ کوئی اور نہیں اس لئے کہ مال و اولاد کی محبت ان کی عادت میں ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نعمت کے لینے سے ان کے لئے بددعا کی۔ لہٰذا یہ ان لوگوں پر ناراضگی کی وجہ سے ہے جنہوں نے نعمت کا شکریہ ادا نہ کر کے آپ کے سامنے دنیا کو ترجیح دی۔ اس کے برعکس آپ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے لئے اسی کثرت کی دعا فرمائی ہے۔

اور اس سے مقصد یہ ہے کہ

یہ بات ان پر ایک احسان ہوتا کہ وہ ان نافع امور دنیاوی واخروی کو پہنچ جائیں جو اس پر مترتب ہیں۔

(الصواعق المحرقہ عربی: فی الآیات الواردۃ فیہم: ص 169' کتب خانہ مجیدیہ' ملتان)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

فرما دیجئے میں تم سے اس پر علاوہ قربیٰ کی محبت کے اور کسی اجر کا مطالبہ نہیں کرتا اور جو نیکی کرتا ہے ہم اس کے لئے اس میں اچھائی کو زیادہ کر دیتے ہیں وہ بندوں کی توبہ کو قبول فرماتا ہے اور برائیوں کو معاف فرما دیتا ہے اور جو وہ کرتے ہیں اس کو جانتا

ہے۔ (الشوریٰ:۲۳تا۲۵)

اس بات کو یاد کرلیں کہ اس آیت میں چند مقاصد اور توابع شامل ہیں۔

پہلا مقصد

اس کی تفسیر میں احمد، طبرانی، ابن ابی حاتم اور حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ کرام علیہم الرضوان نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ کون سے رشتے دار ہیں جن سے ہم پر محبت واجب ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمایا:

علی (رضی اللہ عنہ) فاطمۃ الزہراء (رضی اللہ عنہا) اور ان کے دونوں بیٹے ہیں۔

(معجم الکبیر، احادیث عبداللہ بن عباس بن عبد، ص444)

اس حدیث مبارکہ کی سند میں ایک غالی شیعہ بھی ہے مگر وہ سچ بولنے والا ہے۔

ابوالشیخ وغیرہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہم میں آل حٰم ایک علامت ہے۔ ہر مومن ہماری محبت کی حفاظت کرنے والا ہے۔

پھر آیت کریمہ تلاوت فرمائی:

قل لا اسئلکم علیه اجرا الا المودة فی القربیٰ

بزار اور طبرانی نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے اپنے طرق سے روایت کیا ہے جن میں بعض حسن ہیں کہ آپ نے ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا:

جو مجھے جانتا ہے وہ مجھے جانتا ہے اور جو مجھے نہیں جانتا وہ جان لے کہ میں حسن بن محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوں۔

پھر یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی:

واتبعت ملة آبائی ابراهیم...... الخ (یوسف:۳۸)

پھر ارشاد فرمایا:

میں بشیر کا بیٹا ہوں، میں نذیر کا بیٹا ہوں

پھر ارشاد فرمایا:

میں ان اہل بیت سے ہوں جن سے محبت اور دوستی کرنا اللہ تعالیٰ نے فرض فرمایا ہے۔

اور فرمایا:

قل لا اسئلکم علیه اجراً الا المودة فی القربیٰ

ان کے متعلق نبی کریم ﷺ پر نازل ہوئی ہے۔ (المعجم الاوسط جز 2: ص 336)

ایک روایت میں ہے کہ

جن لوگوں کی محبت کو اللہ تعالیٰ نے فرض فرمایا ہے ان کے متعلق یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ہے۔

لااسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ ط ومن یقترف حسنۃً نزدلہٗ فیھا حسنا ط (الشوریٰ:۲۳)

نیکیوں کو بجالانے سے مراد ہم اہل بیت کی محبت ہے۔ (المعجم الاوسط ج 2، ص 336)

طبرانی نے زین العابدین سے روایت کیا ہے کہ

جب ان کو حضرت امام حسین شہید ہونے کے بعد قیدی بنا کر لایا گیا اور دمشق میں ایک منچ پر آپ کو کھڑا کیا

تو شام کے ایک وفا کرنے والے نے کہا

اس ذات باری تعالیٰ کا شکر ہے جس نے آپ کو قتل کیا اور تمہاری جڑ اکھیڑ ڈالی اور فتنے کے سینگ کو کاٹ ڈالا۔

آپ نے اس کو فرمایا:

کیا تم نے یہ آیت کریمہ نہیں پڑھی:

قل لا اسئلکم علیہ اجرا الاالمودۃ فی القربیٰ (الشوریٰ:۲۳)

اس نے کہا

وہ آپ ہیں؟

آپ نے جواب دیا:

ہاں...... شیخ شمس ابن العربی نے فرمایا ہے

میں نے دور والوں کے علی الرغم آل طٰہٰ کی محبت کو فرض جانا ہے جس کی وجہ سے مجھے قرب حاصل ہوتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اپنی تبلیغ کے ذریعہ ہدایت پانے پر علاوہ ازیں رشتہ داروں کے محبت کے اور کوئی اجر نہیں مانگا۔

(الصواعق المحرقۃ عربی: فی الآیات الواردۃ فیھم، ص 170 "کتب خانہ مجیدیہ، ملتان)

احمد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے **ومن یقترف حسنۃ نزدلہ فیھا حسنا** کے بارے روایت کیا ہے کہ

اس سے مراد محمد رسول اللہ ﷺ کی آل سے محبت کرنا ہے۔

(مسند احمد بن حنبل: مسند عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب، ص 286)

اور ثعلبی اور بغوی نے ان سے نقل کیا ہے کہ

آیت کریمہ **لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ** نزول ہوئی تو لوگوں نے اپنے دل میں کہا کہ آپ اپنے بعد اپنے رشتہ داروں سے ہم کو محبت کرنے کی ترغیب عطا کر رہے ہیں۔

توجبرائیل علیہ السلام نے نبی کریم ﷺ کو آ کر بتایا کہ

انہوں نے آپ ﷺ پر تہمت لگائی ہے۔

تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔

"یہ لوگ اللہ پر جھوٹ باندھ رہے ہیں۔(الشوریٰ:۲۴)

تو لوگوں نے کہا

یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ صادق ہیں۔

تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

وھو الذی یقبل التوبۃ عن عبادہ (الشوریٰ:۲۵)(تفسیر ثعلبی: باب 24، ص2022)

قرطبی وسدی نے نقل کیا ہے کہ

انہوں نے اللہ تعالیٰ کے فرمان ان اللہ غفورٌ شکور (الشوریٰ:۲۳) کے متعلق کہا ہے کہ

وہ آل محمد مصطفیٰ (ﷺ) کے گناہوں کو معاف فرمانے اوران کی حسنات کا قدر رکھنے والا ہے۔(تفسیر القرطبی: ج16، ص24)

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے آیت کے لفظ القربیٰ کو عموم پر محمول کیا ہے۔

بخاری وغیرہ میں ان ہی سے روایت کیا گیا ہے کہ

جب ابن جبیر نے القربیٰ کی تفسیر آل محمد ﷺ سے فرمائی تو آپ نے ان کو فرمایا تم نے تفسیر میں جلدی کردی ہے۔

قریش کے سب بطنوں میں نبی کریم ﷺ کی رشتہ داری ہے۔

آپ نے فرمایا کہ

میرے اور تمہارے مابین جو رشتہ داری ہے اس میں صلہ رحمی کرو۔

اور ان ہی کی ایک روایت میں ہے کہ

میں جس چیز کی آپ کو دعوت دے رہا ہوں اس پر میں آپ لوگوں سے صرف ان رشتہ داروں سے محبت کا خواہش مند ہوں جو میرے اور تمہارے مابین ہے اور آپ اس معاملے میں میرا خیال کرو۔

(الصواعق المحرقۃ عربی: فی الآیات الواردۃ فیھم، ص170، کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

ان ہی کی دوسری روایت میں ہے کہ

جب لوگ آپ کی بیعت سے منکر ہوئے۔

تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اے لوگو! جب تم میری بیعت سے منکر ہو تو میری رشتہ داری کا خیال رکھو اور مجھ کو تکلیف نہ دو۔

عکرمہ نے اس کے متعلق آپ کی پیروی کی ہے کہ

قریش جاہلیت میں صلہ رحمی کرتے رہتے تھے۔ جب نبی کریم ﷺ نے ان کو اللہ تعالیٰ کی واحدانیت کی دعوت دی تو وہ آپ ﷺ کے مخالف بن گئے اور آپ ﷺ سے قطع تعلق کر دیا تو آپ ﷺ نے ان کو صلہ رحمی کا حکم فرمایا۔

اور ارشاد فرمایا:

تم اس پیغام کا لحاظ نہیں کرتے جو میں لایا ہوں تو میری اور اپنی رشتہ داری کا لحاظ کرو۔

قتادہ، سدی، عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم وغیرہ نے بھی اس بات کو اختیار فرمایا ہے اور اس کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ یہ سورت مکی ہے۔ (الصواعق المحرقہ عربی، فی الآیات الواردۃ فیہم، ص 171، کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

ایک روایت میں ہے کہ یہ اس وقت مدینہ منورہ میں نازل ہوئی جب انصار نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما پر فخر کا اظہار کیا اور ان کا بیٹا نحیف تھا۔ اس کی صحت کو فرض کرتے ہوئے یہ دوبارہ نازل ہوئی اس کے وصف ہونے کے ساتھ یہ تمام بیان قربیٰ کی اس تخصیص کے منافی نہیں جو آل سے کی گئی ہے۔ اس لئے کہ جن لوگوں نے یہ مفہوم لیا ہے جیسا کہ ابن جبیر ہیں۔ انہوں نے رشتہ داری کے خاص افراد سے مراد لئے ہیں اور باقی افراد سے ان کے لحاظ کی تاکید کی ہے اور ان افراد پر ختم کرنے سے یہ امر فائدہ دیتا ہے کہ آپ نے اپنی محبت اور اپنے لحاظ کا بدرجہ اولیٰ مطالبہ کیا ہے کیونکہ جب آپ نے اپنی وجہ سے ان کے لحاظ کا مطالبہ کیا ہے تو خود آپ کا لحاظ کرنا اولیٰ ہے۔ اس لئے ابن جبیر کی طرف خطا کو منسوب نہیں کیا گیا بلکہ عجلت کا حکم فرمایا گیا ہے یعنی اس بات پر تفکر کرو کہ آیت سے عموم مراد ہے اور ان میں سے اہم پہلے ہوگا اور بالذات نبی کریم ﷺ کی محبت مراد ہوگی۔

ابن عباس اور ابن جبیر رضی اللہ عنہما کی تفسیر میں تضاد کے نہ ہونے کی تائید اس بات سے بھی ہے کہ حضرت ابن جبیر رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر کبھی اس طرح کرتے تھے اور کبھی اس طرح کرتے تھے۔ لہٰذا ہر ایک کی نیت کے صحیح ہونے کو جان لو بلکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ایسی تفسیر فرمائی ہے جو ابن جبیر کی موافقت رکھتی ہے اور وہ آپ کا اس حدیث مبارکہ کو روایت کرنا ہے جس کے بارے میں ہم نے بتایا ہے کہ اس کی سند میں ایک غالی شیعہ ہے اور یہ بھی اس آیت کی تفسیر کے منافی نہیں اس لئے اس سے مراد اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا ہے۔

اس کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے سوا کافی اشخاص نے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ میں جو تمہارے پاس ہدایت اور بینات لایا ہوں اس پر کسی اجر کو طلب نہیں کرتا، میں تو صرف اس بات کو چاہتا ہوں کہ تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرو اور اس کی فرمانبرداری اور اس کا قرب چاہو۔

اور منافات کے نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ

اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کے قرب میں اس کے رسول ﷺ اور اس کے اہل بیت کی محبت شامل ہے اور لفظ کے کسی معنیٰ کا بیان جو اس کے خلاف نہ ہو اس کے منافی نہیں ہوتا بلکہ جس طرف وہ اشارہ کر رہا ہوتا ہے اس سے زائد مفہوم مراد لیا جاتا ہے۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ

یہ آیت کریمہ منسوخ ہے اس لئے کہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی اور مشرک آپ ﷺ کو تکلیف دیتے تھے ان کو آپ ﷺ سے محبت اور صلہ رحمی کا حکم فرمایا گیا ہے اور جب آپ ﷺ نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی اور انصار نے آپ کو جگہ عطا فرمائی اور آپ ﷺ کی مدد کی تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اپنے بھائیوں سے ملا دیا۔

اور یہ آیت کریمہ نازل ہوئی

قل ما سئلتکم من اجر فھو لکم ط ان اجری الا علی اللہ (سبا:۴۷)

لیکن امام بغوی نے اس کو رد کرتے ہوئے فرمایا کہ

نبی کریم ﷺ سے محبت کرنا اور آپ ﷺ کو تکلیف دینے سے رک جانا اور آپ ﷺ کے رشتہ داروں سے محبت کرنا اور فرمانبرداری اور نیک عمل سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا فرائض دین میں سے ہے جو ہمیشہ باقی رہنے والی بات ہے لہٰذا اس بات پر دلالت کرنے والی آیت کریمہ کے نسخ کا دعویٰ جائز ہی نہیں اس لئے کہ جس حکم پر دلالت کر رہی ہے وہ ہمیشہ کے لئے باقی ہے' لہٰذا اس کے نسخ و رفع کا دعویٰ کس طرح کیا جا سکتا ہے اور الا المودۃ میں استثناء منقطع ہے یعنی میں آپ کو یاد دلاتا ہوں کہ آپ لوگ میری اور اپنی رشتہ داری سے محبت کرو۔ یہ ادائیگی رسالت کے مقابلے میں اجر نہیں ہے حتیٰ کہ یہ آیت کریمہ اس مذکورہ آیت کریمہ کے منافی ہوگی جس سے انہوں نے نسخ کا استدلال کیا ہے اور ثعلبی نے تو اسطرح کے لوگوں کے رد میں بڑے مبالغے سے کام لیتے ہوئے کہا ہے کہ

جن لوگوں نے یہ بات کہی ہے کہ

اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری سے اس کا قرب حاصل کرنا اور اس کے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اس کے اہل بیت کی محبت کو طلب کرنا منسوخ ہے۔

یہ قول بھی قبح کے طریق سے کفایت کرتا ہے اور یہ دعویٰ صحیح ہے کہ یہ الملاء کی بیان شدہ حدیث سے ملی ہوئی ہے جس کو اس نے اپنی سیرت کے اندر روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم سے میرا اجر میرے رشتہ داروں کی محبت میں رکھا ہے اور کل میں تم سے اس کے متعلق سوال کروں گا لہٰذا اس صورت میں اس کا نام اجر مجاز کی صورت میں ہوگا۔

(الصواعق المحرقۃ عربی فی الآیات الواردۃ فیھم: 171' کتب خانہ مجیدیہ' ملتان)

دوسرا مقصد

یہ آیت کریمہ اپنے اندر اس مفہوم کو بھی رکھتی ہے کہ جو بندہ آپ ﷺ کی آل کی محبت چاہے گا یہ بات اس کے ایمان کے اکمل ہونے میں ہوگی۔

ہم اس مقصد کا ایک اور روایت سے آغاز کرتے ہیں پھر اس کے متعلق آنے والی حدیث مبارکہ کو ذکر کیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

بے شک جن لوگوں نے ایمان لایا اور نیک اعمال کیے اللہ ان کے لئے محبت پیدا فرمادے گا۔(مریم:۹۶)

حافظ سلفی نے محمد بن حنفیہ سے روایت کیا ہے کہ

انہوں نے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ ہر مومن کے قلب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے اہل بیت کی محبت ہوگی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح روایت میں ہے کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ سے اس واسطے محبت کرو کہ وہ تمہیں اپنی نعمتوں کو کھانے کے لئے دیتا ہے اور مجھ سے اللہ تعالیٰ کی محبت کی وجہ سے محبت قائم کرو اور میرے اہل بیت سے میری محبت کی وجہ سے محبت کرو۔

(الصواعق المحرقہ عربی: فی الآیات الواردۃ فیہم: ص172، کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

ابن جوزی نے العلل المتناہیۃ میں اس کے واسطے تو ہم سے کام لیا ہے۔

بیہقی، ابوالشیخ اور دیلمی نے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک میں اور میری ذریت اس کو اس کی جان سے زیادہ محبوب نہ بن جائیں اور میرے اہل سے اور اپنے اہل سے اور میری ذات اس کو اپنی ذات سے زیادہ محبوب نہ ہوجائے۔

(الصواعق المحرقہ عربی: فی الآیات الواردۃ فیہم: ص172، کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

الدیلمی نے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اپنی اولاد کو تین باتوں کا ادب سکھاؤ

اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سکھاؤ

اس کے اہل بیت کی محبت سکھاؤ

اور قرآن مجید کی قرأت کی محبت سکھاؤ

صحیح روایت میں ہے کہ

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شکوہ کیا جب وہ قریش سے ملاقات کرتے ہیں تو ان کو ان کے چہرے کے متغیر ہونے اور کلام نہ کرنے سے بڑی ایذا ہوتی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس بات کو سنا تو سخت غصے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ اقدس سرخ ہوگیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں پانی آ گیا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اس ذات مقدسہ کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کسی شخص کے قلب میں ایمان اس وقت تک داخل نہیں ہو سکتا جب تک وہ ان سے اللہ تعالیٰ کے لئے اور ان سے میرے رشتہ داروں کی وجہ سے محبت نہ رکھے۔

ایک روایت میں ہے کہ

اس ذات مقدسہ کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ وہ ایمان کے علاوہ جنت میں داخل نہیں ہوں گے اور وہ اس وقت تک ایمان نہیں لا سکتے جب تک تم سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی خاطر محبت نہ کریں۔ کیا تم میری شفاعت کی امید رکھتے ہو اور بنو عبد المطلب اس کی امید نہیں رکھتے۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ

وہ ہرگز کسی خیر کو نہیں پا سکتے جب تک تم سے اللہ تعالیٰ اور میری رشتہ داری کی وجہ سے محبت نہ کریں۔

ایک اور روایت میں ہے کہ

تم میں سے کوئی مومن ہو ہی نہیں سکتا جب تک وہ تم سے میری محبت کی وجہ سے محبت نہ کرے۔ کیا تم میری شفاعت سے جنت میں داخل ہونے کی امید رکھتے ہو اور بنو عبد المطلب اس کی امید نہیں کرتے۔ (الشفاعۃ للوداعی: ص89)

اس حدیث مبارکہ کے اور بھی کئی طرق باقی رہتے ہیں۔

ابولہب کی بیٹی ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئی

اس کو فرمایا گیا کہ

تمہاری ہجرت تمہیں کوئی فائدہ نہیں دے گی اس لیے کہ تم اس بندے کی بیٹی ہو جو آگ کا ایندھن ہے۔ اس نے اس بات کا ذکر نبی کریم ﷺ سے کیا تو آپ ﷺ کو بہت غصہ آیا۔

پھر آپ ﷺ نے منبر پر کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا:

ان کا کیا حال ہوگا جو میرے نسب اور قرابت داروں کے بارے میں مجھے ایذا دیتے ہیں۔

سن لو!

جس نے مجھے میرے نسب اور میرے قرابت داروں کو تکلیف دی اس نے مجھے تکلیف دی اور جس نے مجھے تکلیف دی اس نے اللہ تعالیٰ کو تکلیف دی۔ اس کو ابن ابی عاصم طبرانی، ابن مندہ اور بیہقی نے قریب قریب الفاظ سے روایت کیا ہے۔

(معجم الاوسط، من اسمہ سعید، ص60)

ایک روایت میں اس عورت کا نام درۃ اور دوسری میں سبیعہ آیا ہے یا تو یہ عورت کے دو نام ہیں یا ایک لقب اور دوسرا نام ہے یا یہ دو عورتوں کے نام ہیں اور یہ قصہ دونوں عورتوں کے متعلق ہے۔

عمرو الاسلمی جو اصحاب حدیبیہ میں سے تھا' حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ یمن کی جانب گیا تو اس نے آپ کی طرف سے سختی کو ملاحظہ کیا۔ اس نے مدینہ منورہ میں آ کر اپنی ایذا کو مشہور کیا۔

تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ارشاد فرمایا:

تم نے تو مجھے تکلیف دی ہے۔

اس نے کہا

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف دینے سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتا ہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس آدمی نے علی (رضی اللہ عنہ) کو تکلیف دی اس نے مجھے تکلیف دی۔

اس کو احمد نے بیان کیا ہے۔

(مسند احمد: حدیث عمرو بن الاسلمی رضی اللہ عنہ' ص157)

ابن عبدالبر نے یہ اضافہ کیا ہے کہ

جس نے علی رضی اللہ عنہ سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے علی رضی اللہ عنہ سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے علی رضی اللہ عنہ کو تکلیف دی اس نے مجھے تکلیف دی اور جس نے مجھے تکلیف دی اس نے اللہ تعالیٰ کو تکلیف دی۔

اس طرح بریدہ کا واقعہ ہے کہ

وہ یمن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔ وہ ان سے ناراض ہو کر آئے اور ایک لونڈی کے ذریعے جس کو انہوں نے خمس میں لیا تھا آپ سے شکوے کا ارادہ کیا۔

اس کو کہا گیا کہ

ان کو بتادیں تاکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس نگاہوں سے گر جائیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ کلام دروازے کے پیچھے سماعت فرمارہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غصے کی حالت میں باہر تشریف لائے۔

اور ارشاد فرمایا:

ان لوگوں کی کیا حالت ہوگی جو علی رضی اللہ عنہ کی شان میں کمی کرتے ہیں جس نے علی رضی اللہ عنہ سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا جس نے علی رضی اللہ عنہ کو ترک کیا اور اس نے مجھے ترک کر دیا۔ علی رضی اللہ عنہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں۔ وہ میری طینت سے پیدا ہوا اور میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طینت سے پیدا ہوا ہوں اور میں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے افضل ہوں۔ یہ بعض بعض کی ذریت ہیں اور اللہ تعالیٰ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

اے بریدہ!

آپ کو معلوم نہیں کہ علی رضی اللہ عنہ لونڈی سے زیادہ مستحق ہے۔ (معجم الاوسط: 6:7' ص162)

اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس میں ایک راوی حسین الاشقر ہے جن کے بارے میں پہلے بیان ہو گیا ہے کہ وہ غالی شیعہ ہے اور ایک ضعیف حدیث مبارکہ میں ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ہم اہل بیت کی محبت لازمی اختیار کرو اس لیے کہ جو بندہ ہم سے محبت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے ملے گا وہ ہماری شفاعت سے جنت میں داخل ہو گا۔

اس ذات مقدسہ کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کسی شخص کو ہمارے حق کی معرفت کے علاوہ اس کا عمل فائدہ نہیں دے گا اور کعب الاحبار اور عمر بن عبدالعزیز کا یہ قول اس کی مطابقت کرتا ہے کہ اہل بیت نبوی میں سے ہر ایک شخص شفاعت کرے گا۔ (معجم الاوسط' جز 2' ص 360)

ابوالشیخ اور الدیلمی نے روایت کیا ہے کہ

جس نے میری اولاد انصار اور عربوں کا حق نہ پہچانا وہ یا تو منافق ہے یا ولد الزنا ہے یا ایسا شخص ہے جس کو اس کی ماں نے ناپاکی کی صورت میں حمل میں لیا ہے۔

الدیلمی نے روایت کیا ہے کہ

جو بندہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا ہے اور جو مجھ سے محبت کرتا ہے وہ میرے صحابہ کرام علیہم الرضوان اور میرے رشتہ داروں سے محبت کرتا ہے۔

ابو بکر الخوارزمی نے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مقدسہ چاند کی طرح چمک رہا تھا۔

عبدالرحمٰن بن عوف نے پوچھا

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے بھائی اور چچا کے بیٹے اور میری بیٹی کے بارے میں خوشخبری دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے علی رضی اللہ عنہ کا فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا ہے اور جنت کے خازن رضوان کو حکم فرمایا ہے تو اس نے درخت طوبیٰ کو ہلایا ہے تو اس نے میرے اہل بیت کے محبت کرنے والوں کی تعداد کے برابر وثیقے اٹھائے ہیں اور ان کے نیچے اس نے نوری فرشتے پیدا فرمائے ہیں اور ہر فرشتے کو وثیقہ دیا ہے۔ جب قیامت اپنے اہل پر قائم ہو گی تو فرشتے مخلوق میں آواز دیں گے اور اہل بیت کے محبت کرنے والے کی طرف وثیقہ پھینکیں گے جس میں اس کے آگ سے آزادی حاصل کرنے کا ذکر ہو گا۔ لہٰذا میرے بھائی اور چچا کا بیٹا اور میری بیٹی میری امت کے مردوں اور عورتوں کی آگ سے گردنیں چھڑانے والے ہو جائیں گے۔

(الصواعق المحرقۃ: مقصد الثانی: ص 173' کتب خانہ مجیدیہ' ملتان)

الملا نے روایت کیا ہے کہ

ہم اہل بیت سے صرف مومن متقی ہی محبت کرتا ہے اور شقی منافق ہم سے بغض کرتا ہے۔

احمد اور ترمذی کی یہ حدیث مبارکہ بیان ہوگئی ہے کہ

جو مجھ سے اور حسن اور حسین رضی اللہ عنہما اور ان کے باپ و ماں سے محبت کرتا ہے وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔

ایک روایت میں ہے کہ

وہ میرے درجہ میں ہوگا۔

ابو داؤد نے یہ اضافہ بھی کیا ہے کہ

جو میری سنت کی پیروی کرتے ہوئے فوت ہوا

اس سے معلوم ہوا کہ پیروی سنت کے علاوہ صرف محبت کرنا جس طرح کہ شیعہ اور رافضی سنت سے ہٹ کے محبت کرتے ہیں ایسے دعوے دار محبت کو بھلائی سے کچھ حاصل نہ ہوگا بلکہ یہ بات اس کے لئے وبال اور دنیا و آخرت میں دردناک عذاب بن جائے گی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ان شیعہ حضرات کی صفات بیان ہوگئی ہیں جن کو ان کی اور ان کے اہل بیت کی محبت فائدہ دے گی۔ ان اوصاف کا مطالعہ فرمائیں اس لیے کہ وہ ان محبت کا دعویٰ کرنے والوں کا خاتمہ کر دیتے ہیں جو محبت کے ساتھ مخالفت بھی کرتے ہیں کیونکہ یہ لوگ شقاوت' حماقت' جہالت اور غبادت کی حدوں کو کراس کر چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان سے ہمیشہ محبت کرنے اور ان کی ہدایت کی پیروی کرنے میں توفیق عطا فرمائے۔

یہ حدیث مبارکہ کہ

اے علی رضی اللہ عنہ! ہمارے شیعہ گناہوں اور عیبوں کے ہوتے ہوئے روز محشر اپنی قبروں سے اس حالت میں نکلیں گے کہ ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن ہوں گے۔ اس طرح کی کثیر احادیث مبارکہ کی طرح یہ حدیث مبارکہ بھی موضوع ہے۔ ابن جوزی نے اپنی موضوعات میں ان کو روایت کیا ہے۔

ثعلبی نے قل لا اسئلکم علیه اجرا الا المودة فی القربیٰ (الشوریٰ:۲۳) کی تفسیر میں اس طرح کی ایک لمبی حدیث مبارکہ بیان کی ہے۔

شیخ الاسلام حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ

اس پر وضع کے آثار واضح ہیں اور یہ حدیث مبارکہ کہ جو ہم سے دلی محبت کرے گا اور اپنے ہاتھ اور زبان سے ہماری مدد کرے گا تو میں اور وہ علیین میں ہوں گے اور جو ہم سے دلی محبت رکھے گا اور اپنی زبان سے ہماری مدد کرے گا اور اپنے ہاتھ کو روکے گا وہ اس کے ساتھ والے درجے میں ہوگا اور جو ہم سے دلی محبت کرے گا اور اپنی زبان اور ہاتھ کو روکے رکھے گا وہ اس کے ساتھ والے درجے میں ہوگا۔

اس حدیث مبارکہ کی سند میں ایک غالی رافضی بھی ہے اس کے علاوہ اور بھی ایک شخص ہے جو کہ متروک ہے۔

(الصواعق المحرقۃ عربی: مقصد الثانی: ص 174' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

تیسرا مقصد

اس مقصد میں اہل بیت کے ساتھ بغض رکھنے والوں کو متنبہ فرمایا گیا ہے۔

صحیح روایت میں ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اس مقدس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ہم اہل بیت سے کوئی بندہ بغض نہ رکھے ورنہ اللہ تعالیٰ اس کو آگ میں داخل فرمادے گا۔

اور احمد نے مرفوعاً بیان فرمایا ہے کہ

اہل بیت سے بغض رکھنے والا منافق ہے۔

(الصواعق المحرقۃ عربی' مقصد الثالث: ص 174' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

احمد اور ترمذی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

ہم منافقین کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بغض رکھنے کی وجہ سے پہچان لیا کرتے تھے۔

اور یہ حدیث مبارکہ کہ

جو میرے اہل بیت میں سے کسی کے ساتھ بغض رکھے گا وہ میری شفاعت سے محروم رہے گا۔

موضوع ہے

اور یہ حدیث مبارکہ کہ

جو ہمارے اہل بیت سے بغض رکھے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کا حشر یہودیوں کی شکلوں میں فرمائے گا اگرچہ وہ کلمہ توحید کی گواہی دیتا ہو۔

ابن جوزی نے بھی عقیلی کی طرح اس کو موضوع فرمایا ہے اور ان کے علاوہ جو احادیث مبارکہ بیان ہو گئی ہیں اور جو آئندہ بیان ہوں گی وہ ان سے الگ کرنے والی ہیں۔

طبرانی نے سند ضعیف کے ساتھ حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ ہم سے جو بغض اور حسد رکھے اس کو قیامت کے دن آگ کے کوڑوں سے حوض کوثر سے ہٹا دیا جائے گا۔ (معجم الاوسط للطبرانی: باب من اسمہ ابراہیم' ص 39)

اور آپ کی ایک ضعیف روایت ہے کہ جس کے اندر ایک لمبا قصہ ہے کہ

تم حضرت علی رضی اللہ عنہ کو برا کہتے ہو اور اگر تم حوض کوثر پر آپ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تو میں نہیں سمجھتا کہ تم ان کو وہاں سے ہٹا سکو

مگر تم ان کو آستین چڑھائے کفار اور منافقین کو نبی کریم ﷺ کے حوض کوثر سے ہٹاتے دیکھو گے۔ یہ صادق مصدوق محمد مصطفیٰ ﷺ کا فرمان ہے۔ (الصواعق الحرقۃ عربی' مقصد الثالث ص174' کتب خانہ مجیدیہ' ملتان)

طبرانی نے روایت کیا ہے کہ

اے علی رضی اللہ عنہ! قیامت کے دن آپ رضی اللہ عنہ کے پاس جنت کے عصاؤں میں سے ایک عصا ہوگا جس سے منافقین کو حوض کوثر سے ہٹائیں گے۔

(المعجم الصغیر' باب المیم من اسمہ محمد' ص193)

اور احمد نے روایت کیا ہے کہ

علی رضی اللہ عنہ کے متعلق مجھے پانچ باتوں سے آگاہ فرمایا گیا ہے جو مجھے دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب ہیں۔

(1) ایک یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے ہوں گے حتیٰ کہ وہ حساب سے فارغ ہو جائے گا۔

(2) دوسرے یہ کہ ان کے ہاتھ میں لوائے حمد ہوگا اور آدم علیہ السلام اور اس کے بیٹے اس کے تلے ہوں گے۔

(3) تیسرے یہ کہ علی رضی اللہ عنہ میرے حوض پر قیام پذیر ہوں گے اور میری امت کے جس بندے کو پہچان لیں گے اس کو پانی پلائیں گے۔ (معجم الاوسط: ج7' ص171)

اور یہ حدیث مبارکہ بیان ہوگئی ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا:

تمہارے دشمن حوض کوثر پر پیاسے اور سر کو نیچے کیے ہوئے ہوں گے۔

اور الدیلمی نے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ

بنی ہاشم اور انصار سے بغض رکھنا کفر ہے اور عرب والوں سے بغض رکھنا نفاق ہے۔

(معجم الکبیر: احادیث عبداللہ بن العباس بن عبد: ص145)

حاکم نے اس کو صحیح قرار دیا ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اے بنو عبدالمطلب! میں نے اللہ تعالیٰ سے تمہارے واسطے تین دعائیں کی ہیں کہ وہ آپ رضی اللہ عنہ کے کھڑے ہونے والے کو ثابت قدم رکھے اور تمہارے گمراہ کو ہدایت دے اور تمہارے جاہل کو علم دے اور میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ وہ تمہیں سخی بنادے۔

(مستدرک: ومن مناقب اہل رسول اللہ ﷺ: ص161)

ایک روایت میں ہے کہ

شجاع' نجیب اور رحم دل بنادے اور اگر کوئی شخص رکن اور مقام ابراہیم کے مابین اپنے پاؤں کو جمع فرمائے اور نماز پڑھے اور روزہ رکھے پھر وہ اہل بیت سے بغض رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے تو وہ آگ میں داخل ہوگا۔

حاکم نے اس روایت کو بھی صحیح قرار دیا ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

چھ اشخاص پر اللہ تعالیٰ نے' میں نے اور ہر نبی نے لعنت فرمائی ہے۔

(1) اللہ تعالیٰ کی کتاب میں زیادتی کرنے والے پر

(2) قضاوقدر کی تکذیب کرنے والے پر

(3) میری امت پر زبردستی مسلط ہونے پر تاکہ وہ ان کو ذلیل کرے۔

(4) حرمت باری تعالیٰ کو حلال کرنے والے پر

(5) اور میری شریعت میں اللہ تعالیٰ نے جو حرام کیا ہے اس کو حلال جاننے والے پر

(6) اور سنت کے ترک کرنے والے پر

(مستدرک تفسیر سورۃ واللیل اذا یغشی: ص571)

اور ایک روایت میں ساتویں بات کا اضافہ بھی ہے کہ

فی میں ترجیح دینے والے پر لعنت ہے

احمد نے ابی دجانہ سے روایت کیا ہے کہ

وہ کہا کرتے تھے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اس کے گھر والوں کو گالی نہ دو' ہمارا ایک پڑوسی کوفہ سے آیا

اور اس نے کہا

کیا تم نے ملاحظہ نہیں کیا کہ اللہ تعالیٰ نے فاسق ابن فاسق یعنی حسین کو قتل کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی دونوں آنکھوں کو ختم فرما دیا۔

(الصواعق المحرقہ عربی مقصد الثالث: ص175' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

تنبیہ

قاضی نے الشفاء میں فرمایا ہے کہ

جس کا خلاصہ یہ ہے کہ

جس نے نبی کریم ﷺ کی ذریت میں سے کسی کے باپ کو گالی دی اور اس گالی سے نبی کریم ﷺ کو باہر رکھنے کا کوئی قرینہ نہ ہو تو اس کو قتل کر دیا جائے گا۔

پچھلی احادیث مبارکہ سے آپ ﷺ کے اہل بیت سے محبت رکھنے اور ان سے بغض رکھنے کی سخت حرمت کا علم ہوا ہے۔

بیہقی اور بغوی وغیرہ نے ان سے محبت کے لازم ہونے کو فرائض دین میں سے قرار دیا ہے بلکہ امام شافعی سے تو اس پر نص

بیان کی گئی ہے۔

اے اہل بیت رسول (ﷺ) تمہاری محبت تو قرآن عظیم میں ہے، جس کو اللہ تعالیٰ نے اتارا ہے وہ فرض فرمائی گئی ہے۔

بزار کی توثیق عری الایمان میں امام خولی سے روایت کیا گیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ علماء کرام نے نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کی اولاد کی محبت کی وجہ سے اپنے قلوب میں اکمل خوبی کو پایا اس لئے کہ وہ ان کے کریم نطفوں کو جانتے ہیں پھر عشرہ مبشرہ کی اولاد کی محبت کی وجہ سے پھر باقی صحابہ کرام علیہم الرضوان کی اولاد کی وجہ سے جانتے ہیں وہ آج ان کی طرف اس طرح ملاحظہ فرمارہے ہیں جس طرح وہ گزشتہ کل کو اپنے آباء کرام کی طرف ملاحظہ فرمارہے ہیں۔ کاش وہ ان کو دیکھ لیتے ان پر نکتہ چینی سے بیزاری کرنی ضروری ہے۔ اگر اہل بیت میں سے بدعت وغیرہ کے باعث فاسق ہو جائے تو اس کے افعال سے بغض رکھنا چاہئے نہ کہ اس کی ذات سے بغض رکھیں کیونکہ وہ نبی کریم ﷺ کا جگر گوشہ ہے اگرچہ اس کے اور آپ کے مابین وسائط ہیں۔

ابوسعید نے شرف النبوۃ میں اور ابن المثنی روایت کیا ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اے فاطمہ رضی اللہ عنہا! تمہارے ناراض ہونے سے اللہ تعالیٰ ناراض اور تمہارے راضی ہونے سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے لہٰذا جو آپ رضی اللہ عنہا کی اولاد میں سے کسی کو تکلیف دے تو اس کو اس بڑے خطرے کا مظاہرہ کرنا ہوگا' اس لئے کہ اس نے آپ رضی اللہ عنہا کو ناراض کیا ہے اور جو ان سے محبت کرے گا وہ آپ رضی اللہ عنہا کی رضا کو حاصل کرلے گا۔

اسی لئے علماء نے تصریح کی ہے کہ

نبی کریم ﷺ کے شہر کے باسیوں کی بھی عزت کرنی چاہئے اور اگر ان میں سے کوئی بدعت وغیرہ ثابت ہو جائے تو آپ کے پڑوس میں ہونے کی وجہ اس کا لحاظ کرنا چاہئے۔ لہٰذا اس ذریت کے متعلق تمہارا کیا گمان ہے جو آپ ﷺ کا ٹکڑا ہے اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ "ان کے دونوں باپ صالح ہیں"

حالانکہ ان بچوں اور ان کے باپ کے مابین جس کی وجہ سے ان کا لحاظ کیا گیا سات یا نو پشتوں کا فاصلہ تھا۔

اس لئے حضرت جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے

ہمارا اسی طرح لحاظ کرو جس طرح اللہ تعالیٰ نے صالح بندے کا یتیموں کے متعلق کیا تھا اور محمد رسول اللہ ﷺ سے محبت کرنے والا آپ ﷺ کے ذریت کے متعلق عیب نہیں ڈھونڈتا۔

(الصواعق المحرقۃ عربی۔ مقصد الثالث، ص 175' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

چوتھا مقصد

ان سے صلہ رحمی کرنے اور خوشی پہنچانے کے بارے میں جس کی جانب آیت کریمہ نے ترغیب دلائی ہے۔

الدیلمی نے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ جو آدمی میرا وسیلہ چاہتا ہے اور یہ کہ اس کا مجھ پر احسان ہو اس کو چاہئے کہ میرے اہل

بیت سے صلہ رحمی کرے اوران کوخوشی پہنچائے۔

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کئی طرق سے یہ روایت بیان ہوگئی ہے کہ

انہوں نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے فرمایا

ہمارے ساتھ چلیں ہم حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی زیارت کرنے جاتے ہیں۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے دیر کی تو ارشاد فرمایا:

کیا آپ رضی اللہ عنہ کو معلوم نہیں کہ بنی ہاشم کی عیادت کرنا فرض اوران کی زیارت کرنا نفل ہے۔

آپ کا مطلب اس سے یہ ہے کہ دوسروں کی بدولت ان لوگوں کے متعلق تاکید ہے نہ کہ یہ حقیقی فریضہ ہے۔ یہ تو اسی طرح کی بات ہے، جس طرح کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ

جمعہ کا غسل واجب ہے۔

خطیب نے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ

جو شخص عبدالمطلب کے بیٹوں میں سے کسی پر احسان کرے تو وہ دنیا میں اس کا بدلہ نہ لے اس احسان کا بدلہ میں اس کو کل دوں گا جب وہ مجھ سے ملاقات کرے گا۔

ثعلبی نے ایک روایت میں اضافہ کیا ہے مگر اس کی سند میں کذاب ہے اور جس نے میری ذریت میرے اہل بیت کے متعلق مجھ پر ظلم کیا اور مجھے تکلیف دی اس پر جنت حرام ہوگی۔

ایک ضعیف حدیث مبارکہ میں ہے

قیامت کے دن چار اشخاص کی شفاعت کرنے والا ہوں گا جو میری اولاد کی عزت کرے گا اور ان کی ضروریات کو پورا کرے گا اور جب وہ بے قرار ہوں تو ان کے کاموں کو پورا کرنے کے لئے کوشاں رہے گا اور اپنے دل اور زبان سے ان کا محبت کرنے والا ہوگا۔

الملا نے اپنی سیرت میں روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلانے کے لئے روانہ کیا تو انہوں نے ملاحظہ فرمایا کہ ان کے گھر میں چکی دانے پیس رہی ہے لیکن کوئی اس کو چلانے والا ہی نہیں وہاں پر انہوں نے اس بات کی خبر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے ابوذر رضی اللہ عنہ کیا آپ کو علم نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے زمین میں چکر لگاتے رہتے ہیں جن کا کام یہ ہے کہ وہ آل محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کریں۔

ابوالشیخ نے ایک لمبی حدیث میں بیان کیا ہے کہ

اے لوگو! فضیلت، شرف و مقام اور دوستی نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کی اولاد کے لئے ہے لہٰذا فضول باتوں میں دلچسپی رکھنا۔ (الصواعق المحرقہ عربی، مقصد الرابع، ص176، کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

پانچواں مقصد

آیت کریمہ میں ان کی عظمت وتوقیر اور مدح کی جانب اشارہ فرمایا ہے۔ اسی وجہ سے اکثر سلف ان کے حقوق میں نبی کریم ﷺ کی پیروی کرتے تھے اس لیے کہ آپ ﷺ بنی ہاشم کی تعظیم کرتے تھے جس طرح کہ پہلے بیان ہو گیا ہے اور آپ ﷺ کے بعد خلفائے راشدین بھی اس راستے پر چلتے رہے۔

بخاری نے اپنی صحیح میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

انہوں نے کہا:

اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ مجھے اپنے رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرنے کی نسبت نبی کریم ﷺ کی رشتہ داری زیادہ پسند ہے۔

(صحیح البخاری، مناقب قرابۃ رسول اللہ ﷺ، ص50)

اور ایک روایت میں ہے کہ

مجھے اپنی قرابت سے زیادہ پسند ہے

اور ایک روایت میں ہے کہ

اللہ تعالیٰ کی قسم! اگر میں صلہ رحمی کروں تو مجھے اپنی رشتہ داری کی بدولت تم لوگوں سے صلہ رحمی کرنا زیادہ پسند ہے اس لئے کہ آپ کو نبی کریم ﷺ کی رشتہ داری زیادہ پسند ہے اور اس کی عظمت کی وجہ سے جو اللہ تعالیٰ نے ان کو ہر مسلمان پر عطا فرمائی ہے یہ بات آپ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے اس وقت اعتذار کے طور پر فرمائی جب آپ نے ان کو نبی کریم ﷺ کے ترکہ کو حاصل کرنے سے منع فرمایا۔ اس کے بارے میں شبہات میں تفصیلاً کلام ہو چکا ہے۔

بخاری نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے یہ بھی روایت کی ہے کہ

نبی کریم ﷺ کے اہل بیت کے متعلق نبی کریم ﷺ کا لحاظ کرو۔

(صحیح بخاری: مناقب قرابۃ رسول اللہ ﷺ، ص51)

آپ سے یہ روایت بھی نقل کی جاتی ہے کہ

آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بطور مزاح حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو اپنی گردن پر اٹھالیا۔

اور ارشاد فرمایا:

میرے باپ کی قسم! میں نے اس شخص کو اٹھایا ہوا ہے جو نبی کریم ﷺ کی تشبیہ ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تشبیہ نہیں اور

حضرت علی رضی اللہ عنہ مسکرا رہے تھے۔

آپ رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان حضرت انس رضی اللہ عنہ کے فرمان کی موافقت رکھتا ہے۔

جس طرح کہ بخاری میں ان سے روایت ہے کہ

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے زیادہ کوئی شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ نہ تھا۔ مگر انہوں نے یہ بات حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہی تھی۔

ان دونوں کے درمیان حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فرمان کے مطابق یوں تطبیق ہوگی۔

جس طرح کہ ترمذی اور ابن حبان نے روایت کیا ہے کہ

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سر سے سینے تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت مشابہ تھے اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما نیچے کے حصے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشبیہ تھے۔

(ترمذی' مناقب الحسن والحسین رضی اللہ عنہما' ص246)

اور بنی ہاشم کی ایک جماعت نے بیان کیا ہے کہ

وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اسی طرح مشابہ قرار دیتے تھے۔

میں نے ان کی تعداد کا ذکر شمائل ترمذی کی دو شرحوں میں بیان کر دیا ہے۔

دار قطنی نے روایت کیا ہے کہ

حضرت حسن رضی اللہ عنہ' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اس وقت آپ رضی اللہ عنہ منبر پر تشریف فرما تھے۔

انہوں نے آ کر کہا:

میرے باپ کے منبر سے اتریں۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

تم نے سچ فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! یہ مقام آپ رضی اللہ عنہ کے باپ ہی کا ہے۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے ان کو پکڑ کر ان کو گود میں بٹھا لیا اور رو دیئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ کی قسم! یہ بات انہوں نے میرے مشورے سے نہیں کی۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

آپ رضی اللہ عنہ نے بھی سچ فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی قسم! میں آپ رضی اللہ عنہ پر تہمت نہیں لگاتا۔

غور کرو کہ

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی محبت حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے محبت و تعظیم و توقیر کو ملاحظہ کرو کہ جس طرح آپ رضی اللہ عنہ نے ان کو اپنی گود میں بٹھالیا اور رو دیئے۔ اسی طرح کا واقعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی ہوا۔

آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

اللہ تعالیٰ کی قسم! یہ منبر آپ رضی اللہ عنہ کے والد محترم کا ہے میرے والد کا نہیں۔

تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ کی قسم! میں نے ان کو اس طرح فرمانے کا حکم نہیں دیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔

اللہ تعالیٰ کی قسم! ہم نے آپ رضی اللہ عنہ پر تہمت نہیں لگائی۔

ابن سعد نے یہ بھی اضافہ کیا ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو پکڑ کر اپنے پہلو میں بٹھالیا

اور ارشاد فرمایا کہ

ہم نے بلندی تو آپ رضی اللہ عنہ کے والد محترم کے ذریعے حاصل کی ہے۔

(الصواعق المحرقہ عربی مقصد الخامس: ص 177، کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

عسکری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے اور سلام کرنے کے بعد کھڑے ہو کر بیٹھنے کے لئے جگہ ملاحظہ فرمانے لگے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام علیہم الرضوان کے چہروں کی طرف ملاحظہ فرمانے لگے کہ کون ان کے لئے جگہ بناتا ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دائیں طرف تشریف فرما تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ اپنی جگہ سے اٹھ گئے اور ان کے لئے جگہ خالی فرمادی۔

اور کہا

ابو الحسن رضی اللہ عنہ یہاں تشریف لائیے تو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مابین تشریف فرما ہوئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر خوشی کے آثار دکھائی دینے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

اہل فضل کی فضیلت کو فضل والا ہی جانتا ہے۔

ابن شاذان نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی اس طرح کا معاملہ کیا تھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے یہ بات

فرمائی اور اس کے متعلق خود نبی کریم ﷺ نے بھی اشارہ فرمایا ہے۔ (الصواعق المحرقہ عربی: مقصد الخامس، ص177، کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

بغوی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ

میں نے نبی کریم ﷺ کو اپنے چچا عباس رضی اللہ عنہ کی عجیب طریقے سے تعظیم کرتے ہوئے ملاحظہ فرمایا ہے۔

(الصواعق المحرقہ عربی، مقصد الخامس، ص177، کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

دار قطنی نے روایت کیا ہے کہ۔

جب نبی کریم ﷺ تشریف فرما ہوتے تو سیّدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے دائیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے بائیں اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے سامنے بیٹھتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے کاتب اسرار تھے۔ جب حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ تشریف لاتے تو سیّدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ اٹھ جاتے اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ ان کے مقام پر جلوس فرماتے۔

ابن عبد البر نے بیان کیا ہے کہ

صحابہ کرام علیہم الرضوان حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی فضیلت کو تسلیم کرتے تھے اس لئے وہ آپ کو مقدم کرتے اور مشورہ لیتے اور ان کی رائے پر عمل پیرا ہوتے اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اکثر اوقات حضرت علی رضی اللہ عنہ کے چہرے کو ملاحظہ فرماتے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان سے پوچھا:

تو فرمایا کہ

میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

علی رضی اللہ عنہ کے چہرے کی طرف دیکھنا عبادت ہے

اس طرح کی حدیث مبارکہ پہلے بھی بیان ہو گئی ہے۔ جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی وفات کے چھٹے دن رسول اللہ ﷺ کے مزار پر انوار کی زیارت کرنے آئے۔

تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا

اے رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ آگے تشریف لائیے۔

تو سیّدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا

میں اس شخص سے سبقت نہیں کر سکتا جس کے متعلق میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو مجھے اپنے ربّ عزوجل کے پاس سے حاصل ہے۔

اس حدیث مبارکہ کو ابن السمان نے روایت کیا ہے۔

(الصواعق المحرقہ عربی: مقصد الخامس، ص177، کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

دار قطنی نے شعبی سے روایت کیا ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے ان کو دیکھ کر فرمایا:

جو بندہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک لوگوں میں سے عظیم مقام' رشتہ داری کے لحاظ سے قریب تر' افضل حالت اور بہت عظیم حق کے حامل کو ملاحظہ کر کے خوش ہونا چاہتا ہے تو وہ اس آنے والے آدمی کو ملاحظہ کرے۔

دارقطنی نے یہ بھی روایت کیا ہے کہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف باتیں کرتے ملاحظہ فرمایا

تو آپ رضی اللہ عنہ ارشاد فرمایا

تمہارا برا ہو کیا تم نہیں جانتے کہ علی رضی اللہ عنہ آپ کے چچازاد ہیں اور اس کے ساتھ ہی آپ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی قسم! تم نے اس قبر والے کو اذیت دی ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ

اگر تم نے اس سے بغض رکھا ہے تو تم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مزار پر انوار میں اذیت دی ہے۔

اس کی سند ضعیف ہے

دارقطنی نے ابن المسیب سے روایت کیا ہے کہ

انہوں نے کہا کہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اشراف سے محبت کرو اور اپنی عزتوں کو کمینوں سے حفاظت میں رکھو اور یاد رکھو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دوستی رکھے بنا شرف اکمل نہیں ہوتا۔

(الصواعق المحرقۃ عربی' مقصد الخامس: ص178' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

بخاری نے روایت کیا ہے

جب قحط ہو جاتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ' حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ذریعہ بارش مانگتے۔

اور کہتے کہ

اے اللہ عزوجل! جب ہم قحط کا شکار ہوتے تو ہم آپ کے نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے ذریعے وسیلہ بناتے تھے اور تو ہم پر بارش نازل فرما کر ہم کو سیراب فرما دیتا تھا۔ اب ہم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کو تیری بارگاہ میں وسیلہ بناتے ہیں لہٰذا تو ہم کو سیراب فرما دے اور وہ بارش سے سیراب ہو جاتے۔

(صحیح البخاری' سوال الناس الامام الاستسقاء اذا: ص99)

تاریخ دمشق میں ہے کہ
ہجرت کے سترہویں سال عام الرمادۃ کو لوگوں نے بار بار نماز استسقاء ادا کی لیکن بارش نہ ہوئی۔
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا
کل میں اس بندے کے ذریعے بارش مانگوں گا کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے سے ہم پر بارش برنازل فرمائے گا۔ کل صبح کو آپ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے اور دروازہ بجایا۔
انہوں نے پوچھا
کون ہے؟
آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
عمر (رضی اللہ عنہ) ہوں
حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا
کیا کام ہے؟
ارشاد فرمایا:
باہر تشریف لے آیئے۔ ہم آپ رضی اللہ عنہ کے واسطے سے اللہ تعالیٰ سے بارش مانگنا چاہتے ہیں۔
انہوں نے فرمایا:
بیٹھیئے۔ اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے بنی ہاشم کے پاس پیغام بھیجا کہ وہ پاک ہو کر اچھے کپڑے پہنیں۔ جب وہ آئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے خوشبو نکال کر ان کو خوشبو لگائی پھر باہر تشریف لے آئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ رضی اللہ عنہ کے سامنے آگے کی جانب تھے اور ان کے دائیں اور بائیں حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما اور پیچھے پیچھے بنو ہاشم تھے۔
آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
اے عمر رضی اللہ عنہ! دوسرے لوگوں کو ہمارے ساتھ شریک نہ کرنا۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ مصلیٰ پر تشریف لائے اور کھڑے ہو کر حمد و ثناء کی اور کہا
اے اللہ عزوجل! تو نے ہمیں ہمارے مشورہ کے سوا پیدا فرمایا اور تو ہماری پیدائش سے پہلے ہمارے اعمال کو خوب جانتا ہے لہٰذا تیرے علم نے تجھے ہمارے رزق کے بارے میں منع نہیں کیا۔
اے اللہ عزوجل! جس طرح تو نے اس کی ابتداء میں فضل کیا ہے۔ اس کے آخر میں بھی ہم پر فضل فرما۔
حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
ہم ابھی ٹھہرے بھی نہ تھے کہ خوب بادلوں نے مینہ برسایا اور ہم اپنے گھروں کو پانی میں چلتے ہوئے آئے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

میں پانچ مرتبہ بارش مانگنے والے کا بیٹا ہوں۔ اس میں آپ رضی اللہ عنہ نے اس طرف اشارہ فرمایا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کے والد محترم عبدالمطلب نے پانچ مرتبہ بارش مانگی تو وہ سیراب کر دیئے گئے تھے۔ (تاریخ دمشق ذکر من اسمہ عباس، ص362)

حاکم نے روایت کیا ہے کہ

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے واسطے سے بارش مانگی

تو خطبہ میں ارشاد فرمایا

اے لوگو! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی وہی پاسداری کرتے تھے جو ایک بیٹا باپ کے واسطے کرتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی تعظیم کرتے، بڑا بناتے ان کی قسم کو پورا فرماتے۔

اے لوگو!

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرو اور جو مصیبت تم پر نازل ہوتی ہے اس میں آپ رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ کے ہاں وسیلہ بناؤ۔

(المستدرک: ذکر اسلام العباس رضی اللہ عنہ واختلاف: ص377)

ابن عبدالبر نے بڑے لوگوں سے روایت کیا ہے کہ

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو بارش کے واسطے وسیلہ بنایا

تو ارشاد فرمایا

اے اللہ عزوجل! ہم تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے واسطے سے تیرا قرب چاہتے ہیں اور اس کے واسطے سے شفاعت مانگتے ہیں لہٰذا تو اس کے متعلق اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اس طرح لحاظ فرما تو نے دو لڑکوں کا ان کے نیک باپ ہونے کی بناء پر لحاظ فرمایا تھا۔ ہم تیری بارگاہ میں حضور استغفار کرتے اور خیر کو مانگتے ہوئے حاضر ہیں۔

ابن قتیبہ کی ایک روایت میں ہے کہ

اے اللہ عزوجل! ہم تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا اور باقی آباؤ کرام اور کثرت رجال کے واسطے تیرا قرب چاہتے ہیں اس لئے کہ تیرا فرمان حق ہے۔

''وہ دیوار شہر کے دو یتیم لڑکوں کی تھی اور اس کے نیچے ان دونوں کے لئے خزانہ تھا اور ان کا باپ نیک شخص تھا''۔

اے اللہ عزوجل! تو نے ان دونوں کا ان کے باپ کے نیک ہونے کی وجہ سے لحاظ فرمایا۔

اے اللہ عزوجل! اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے بارے میں لحاظ فرما۔ ہم اس کے ذریعہ شفاعت مانگتے ہوئے تیرے پاس ہوئے ہیں۔

ابن سعد نے روایت کیا ہے کہ
حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا
بنی اسرائیل کو جب قحط آتا تو وہ اپنے نبی کی اولاد کے واسطے سے بارش کو مانگتے۔
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا
یہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ ہیں ہمیں ان کے پاس لے جاؤ۔ جب آپ رضی اللہ عنہ وہاں تشریف لے گئے
تو آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:
اے ابوفضل! آپ لوگوں کو کس حال میں ملاحظہ فرماتے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ان کا ہاتھ پکڑ کر منبر پر بٹھالیا
اور عرض کیا:
اے اللہ عزوجل! ہم تیری بارگاہ میں تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے وسیلہ سے حاضر ہوئے ہیں۔ پھر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے دعا کی۔

ابن عبدالبر نے روایت کیا ہے کہ
حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے پاس سے سوار ہو کر نہیں گزرتے تھے بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کی تعظیم کے واسطے سواری سے اتر آتے تھے۔

زبیر بن بکار نے ابن شہاب سے روایت کیا ہے کہ
حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے دور خلافت میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو سوار ہونے کی حالت میں ملاقات نہیں فرماتے تھے بلکہ اتر کر ان کی سواری کی لگام پکڑ لیتے اور ان کے ساتھ چلتے حتیٰ کہ وہ اپنے گھر یا اپنی مجلس میں پہنچ جاتے تو پھر یہ اشخاص علیحدہ ہو جاتے۔

ابن ابی الدنیا نے روایت کیا ہے کہ
جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے لئے روزینے مقرر فرمانے کا ارادہ فرمایا
تو انہوں نے کہا کہ
آپ رضی اللہ عنہ اپنی ذات سے شروع فرمائیں۔ آپ رضی اللہ عنہ اس بات کو قبول فرمانے سے انکاری ہوئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی اقارب سے ابتداء کی اور آپ رضی اللہ عنہ کے قبیلہ کا وقت پانچ قبائل کے بعد آیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے بدری صحابہ کرام علیہم الرضوان کو پانچ ہزار اور وہ لوگ جو بدر میں حاضر نہ ہوئے لیکن اسلام میں ان کے برابر تھے ان کو بھی پانچ ہزار اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو بارہ ہزار اور حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کو ان کے والد محترم کے موافق عطا فرمائے۔
اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ

وہ حسنین کریمین رضی اللہ عنہما سے محبت کرتے تھے اس لئے کہ انہوں نے اپنی ذریت پر اپنی عطاء و مغفرت میں فضیلت عطا فرمائی ہے۔(الصواعق المحرقۃ عربی مقصد الخامس،ص 179 'کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

دار قطنی نے روایت کیا ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

ہمیں تمام مخلوق میں آپ رضی اللہ عنہا کے والد محترم سے زیادہ کوئی آدمی محبوب نہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ رضی اللہ عنہا سے زیادہ کوئی محبوب نہیں۔

اس طرح دار قطنی نے یہ بھی روایت کیا ہے کہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں پوچھا تو ان کو بتایا گیا کہ وہ اپنی زمین میں گئے ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہ ارشاد فرمایا

ہم کو بھی وہاں لے کر چلو۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ان کو کام میں مشغول پایا تو ان کے ساتھ ایک گھنٹہ کام کرتے رہے پھر بیٹھ کر باتیں فرمانے لگے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ سے فرمایا

امیر المومنین بتایئے! اگر آپ رضی اللہ عنہ کے پاس بنی اسرائیل کے چند لوگ آئیں اور ان میں سے ایک شخص یہ کہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چچا زاد بھائی ہوں تو کیا آپ اس کو اس کے ساتھیوں پر ترجیح دیں گے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا

ہاں

تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا

اللہ تعالیٰ کی قسم! میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بھائی ہوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کا بیٹا ہوں۔

انہوں نے کہا کہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی چادر اتار کر بچھائی

اور ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ کی قسم! ہمارے جدا ہونے تک اس کے علاوہ آپ رضی اللہ عنہ کی کوئی جگہ نہ ہوگی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ جدا ہوتے وقت تک اسی جگہ پر بیٹھے رہے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بتانے کے واسطے یہ ذکر کیا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے امیر المومنین کے مقام پر ہوتے ہوئے آپ رضی اللہ عنہ کی زمین میں جو کام کیا وہ حقیقت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رشتہ داری کی بناء پر ہے۔ یہی تو وجہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے

ان کی عزت میں اضافہ فرمایا اور ان کو اپنی چادر پر بٹھایا۔

دار قطنی نے ہی روایت کیا ہے کہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کوئی بات پوچھی تو انہوں نے اس کا جواب دیا۔

تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو فرمایا

اے ابوالحسن! میں اس بات سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں کہ میں اس طرح کے لوگوں میں سکونت اختیار کروں جن میں آپ رضی اللہ عنہ نہ ہوں۔

(الصواعق المحرقہ عربی: مقصد الخامس: ص 179، کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

دار قطنی کی روایت ہے کہ

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اجازت حاصل کی لیکن آپ رضی اللہ عنہ نے ان کو اجازت عطا نہ فرمائی پھر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ان کو بھی اجازت نہ مل سکی۔ جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ وہاں گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ان کو میرے پاس لاؤ۔

وہ آئے تو فرمایا کہ

اے امیر المومنین! میں نے گمان کیا کہ جب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو اجازت نہ مل سکی تو مجھے بھی اجازت نہیں ملے گی۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

آپ رضی اللہ عنہ تو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے اجازت کے زیادہ مستحق ہیں اور اللہ تعالیٰ کے بعد آپ لوگوں نے ہی بزرگی حاصل کی ہے۔

اور آپ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ

جب آپ رضی اللہ عنہ آئیں تو آپ رضی اللہ عنہ کو اجازت حاصل کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔

دار قطنی نے کہا ہے کہ

دو دیہاتی جھگڑا کرتے ہوئے آپ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان کے مابین فیصلہ کرنے کا حکم فرمایا۔

ان دونوں میں سے ایک نے کہا

یہ ہمارے مابین فیصلہ کرے گا۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فوراً اس کے گریبان کو پکڑا

اور آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

تمہارا برا ہو تم کو کیا علم یہ کون شخص ہے؟

یہ تمہارا آقا اور ہر مومن کا آقا ہے اور جس کا یہ آقا نہیں وہ مومن ہی نہیں۔

احمد نے روایت کیا ہے کہ

ایک شخص نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے ایک مسئلہ پوچھا

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا

یہ مسئلہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھیں وہ زیادہ علم والے ہیں۔

اس شخص نے کہا

اے امیر المومنین! اس مسئلے میں مجھے آپ رضی اللہ عنہ کا جواب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے جواب سے زیادہ پسندیدہ ہے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا

تم نے یہ بات بہت بری کی ہے تو نے اس شخص کو ناپسند کیا ہے جس کو نبی کریم ﷺ علم کی بناء پر پیارا سمجھتے تھے۔

اور آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا

تمہیں مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تھی مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جو مشکل بھی ہوتی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے رجوع فرماتے۔ (مسند احمد الجزء السابع عشر: ص 373)

اس بات کو دوسروں نے بھی اس طرح روایت کیا ہے مگر بعض نے یہ اضافہ بھی کیا ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا

کھڑے ہو جاؤ! اللہ تعالیٰ تمہاری ٹانگوں کو کھڑا ہی نہ کرے اور اس کا نام رجسٹر سے ختم کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ رضی اللہ عنہ سے استفسار فرماتے تھے اور آپ رضی اللہ عنہ سے علم حاصل کیا کرتے تھے۔ میں نے دیکھا ہے کہ ان کو جب بھی کوئی مشکل آتی تو فرماتے یہاں علی رضی اللہ عنہ تشریف فرما ہیں۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اپنی والدہ کا جنازہ پڑھایا جس طرح کہ ابن عبدالبر نے کہا ہے تو آپ رضی اللہ عنہ نے خچر کو آپ کے قریب کر دیا تا کہ آپ رضی اللہ عنہ سوار ہو جائیں تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے آپ رضی اللہ عنہ کی رکاب کو پکڑ لیا۔

انہوں نے کہا

رسول اللہ ﷺ کے چچا زاد چھوڑ دیجئے

تو سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا

ہمیں علماء کرام کے ساتھ اس طرح سلوک کرنے کا حکم فرمایا گیا ہے اس لئے کہ وہ آپ سے علم لیتے تھے۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کو بوسہ دے کر فرمایا: ہمیں نبی کریم ﷺ کے اہل بیت کے ساتھ اسی طرح سلوک کرنے کا حکم فرمایا گیا ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ سے صحیح روایت میں ہے کہ

بعض صحابہ کرام علیہم الرضوان کے گھروں میں حدیث مبارکہ کے حاصل کرنے کے لئے آیا کرتا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ ان کو قیلولہ کرتے ہوئے پاتے تو ان کے دروازے پر چادر کی ٹیک لگا کر تشریف رکھتے اور ہوا آپ رضی اللہ عنہ کے چہرے پر مٹی ڈال دیتی جب وہ باہر نکلتے تو آپ رضی اللہ عنہ ان کے پیچھے پیچھے جاتے۔

انہوں نے کہا

اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد! آپ رضی اللہ عنہ کس طرح تشریف لائے ہیں آپ رضی اللہ عنہ پیغام بھیج دیتے تو میں خود حاضر ہو جاتا۔

تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

نہیں میں آپ رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہونے کا زیادہ مستحق ہوں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت معاویہ کے ساتھ حج کیا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک فوج تھی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس طلباء کرام کی ایک فوج تھی۔

حضرت عمر بن عبد العزیز نے عبد اللہ بن حسن بن حسین رضی اللہ عنہ سے کہا

جب آپ رضی اللہ عنہ کو کوئی ضرورت پیش آئے تو مجھے اس بارے میں لکھ دیا کریں اس لئے کہ مجھے اللہ تعالیٰ سے حیا آتی ہے کہ وہ آپ رضی اللہ عنہ کو میرے دروازے پر ملاحظہ فرمائے۔

جب آپ رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت فاطمہ بنت جحش رضی اللہ عنہا تشریف لائیں تو اس وقت آپ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ کے امیر تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے پاس جو کچھ تھا

ان کو دے کر فرمایا

مجھے دنیا میں آپ کے گھرانے سے زیادہ کوئی پیارا نہیں اور آپ مجھے اپنے اہل بیت سے بھی زیادہ پسندیدہ ہیں۔

ابو بکر بن عیاش نے کہا ہے کہ جس طرح کہ الشفاء میں ہے کہ

اگر میرے پاس حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہم تشریف لاتے تو میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رشتہ داری کی بناء پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حاجت کو پہلے پورا کرتا لیکن اگر وہ آسمان سے زمین تک ان سے آخر میں ہوتا تو مجھے ان دونوں کا اس کو پہل کرنا زیادہ پسندیدہ ہوتا۔

جب مدینہ منورہ کے والی جعفر بن سلیمان نے حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ کو مارا، اور آپ رضی اللہ عنہ کو اس کی اذیت دی اور آپ رضی اللہ عنہ کو غشی کی حالت میں وہاں سے لے جایا گیا۔

تو آپ رضی اللہ عنہ نے ہوش میں آنے پر ارشاد فرمایا:

میں تمہیں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دیتا ہوں کہ میں نے اپنے مارنے والے کو جائز کام کرنے والے کے مترادف دیا ہے۔

پھر آپ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا

تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا

میں اس بات سے خوف رکھتا ہوں کہ اگر میں اس حالت میں مر جاؤں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کا شرف حاصل کروں تو مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حیا آئے گی کہ میری خاطر آپ کی اولاد کے کچھ لوگ آگ میں داخل ہوں۔

جب منصور مدینہ آیا تو اس نے جعفر سے قصاص دلانے کا قصد کیا

تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا

میں اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! اس نے جو کوڑا بھی اٹھایا ہے میں نے اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رشتہ داری کی وجہ سے جائز ہونے کے زمرے میں رکھ لیا ہے۔

عبداللہ بن الحسن المثنیٰ بن الحسن السبط حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے پاس کم عمر میں آئے۔ آپ کے بال لمبے تھے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے آپ کو بلند جگہ پر بٹھایا اور ان کی جانب متوجہ ہوئے تو آپ کی اپنی قوم نے ملامت کیا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا

مجھ سے ثقہ اشخاص نے بیان کیا ہے اور مجھے یوں لگتا ہے کہ اس کو میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے سن رہا ہوں کہ فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے جو اس کو خوش کرے گا وہ مجھے خوش کرے گا۔

اور میں جانتا ہوں کہ

اگر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حیات ہوتیں تو میں نے ان کے بیٹے سے جو سلوک کیا ہے اس سے وہ خوش ہوتیں۔

خطیب نے روایت کیا ہے کہ

احمد بن حنبل کے پاس جب کوئی قریش کا نوجوان' بوڑھا یا سردار آتا تو آپ ان کو مقدم فرماتے اور خود ان سے پیچھے باہر نکلتے اور حضرت امام ابوحنیفہ اہل بیت کی بہت تعظیم فرماتے تھے۔

کہا جاتا ہے کہ

آپ نے ان میں سے ایک خفیہ نادار شخص کو بارہ ہزار درہم بھیجے اور اپنے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو بھی اس کے متعلق ترغیب دیا کرتے تھے اور امام شافعی نے ان کے متعلق مبالغہ سے کام لے کر تصریح کی ہے وہ بھی ان کے شیعوں میں سے ہیں حتیٰ کہ ان کے متعلق قسم قسم کی باتیں کہی گئیں اور آپ نے ان کے جوابات بھی دیئے ہیں جس کو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

آپ نے اپنی ایک نظم میں فرمایا ہے

''آل نبی اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچنے کے لئے میرا ذریعہ اور وسیلہ ہے۔

مجھے امید ہے کہ کل وہ ان کے ذریعہ میرے اعمال نامہ کو میرے دائیں ہاتھ میں عطا فرمائے گا۔
زہری نے ایک گناہ کیا اور بغیر مقصد کے کہیں روانہ ہو گیا
تو زین العابدین نے اس کو فرمایا
اللہ تعالیٰ کی اس رحمت سے مایوس ہونا جو ہر چیز پر مسلط ہے تمہارے گناہ سے بھی بڑا گناہ ہے۔
زہری نے جواب دیا
اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ وہ اپنی رسالت کو کہاں رکھے تو وہ اپنے اہل و مال کی طرف واپس پلٹ آئے۔
(الصواعق المحرقہ عربی: مقصد الخامس: ص179 تا 180 کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

خاتمہ

نبی کریم ﷺ نے اپنی اولاد کے بارے میں جو خبریں عطا فرمائی ہیں ان کو انتقامی کارروائیوں کے سلسلے میں کیا کچھ مصیبتیں اور دکھ ملیں گے اور اس کے علاوہ آداب کا بیان ہوگا۔
نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا
عنقریب میرے اہل بیت کو میری امت کی طرف سے قتل اور مار کر بھگا دینے کے واقعات کا سامنا ہوگا۔
ہماری قوم سے سب سے بغض رکھنے والے بنو مغیرہ، بنو امیہ اور بنو مخزوم ہیں، اس کو حاکم نے صحیح قرار دیا ہے مگر اس میں اسماعیل بھی ہے۔ (مستدرک: کتب الفتن والملاحم: ص534)
جس کے بارے میں جمہور نے فرمایا ہے کہ
وہ سوء حفظ کی وجہ سے ضعیف ہے۔
اور بخاری نے اس کو ثقہ قرار دیا ہے اور ترمذی نے اس کو نقل کیا ہے کہ وہ ثقہ مقارب الحدیث ہے اور اہل بیت سے سب سے زیادہ بغض رکھنے والا مروان بن الحکم ہے۔ گویا کہ یہ وہ حدیث مبارکہ کا راز ہے جس کو حاکم نے صحیح فرمایا ہے کہ
حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ
جس کے پاس بچہ پیدا ہوتا وہ اس کو نبی کریم ﷺ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوتا اور آپ رضی اللہ عنہ اس کے لئے دعا فرماتے
جب مروان کو آپ کے پاس لایا گیا
تو آپ ﷺ نے فرمایا
یہ گرگٹ کا بیٹا گرگٹ ہے اور ملعون بن ملعون ہے اور اس کے بعد محمد بن زیاد سے تھوڑی سی بات بیان ہوئی ہے کہ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے یزید کے لئے بیعت لی
تو مروان نے کہا

یہ بیعت ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کی سنت کے موافق ہے

تو حضرت عبدالرحمٰن بن ابو بکر رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

یہ ہرقل اور قیصر کی سنت کے موافق ہے

تو مروان نے اس کو کہا

تمہارے ہی متعلق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ

''جس نے اپنے والدین سے کہا تم پر اُف ہے''

جب یہ خبر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچی

تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

اس نے جھوٹ بولا ہے

اللہ تعالیٰ کی قسم! یہ وہ شخص نہیں ہے مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مروان کے باپ پر اس وقت لعنت فرمائی تھی جب مروان اس کی پشت میں تھا۔

پھر عمرو بن مرۃ الجہنی سے روایت ہے کہ جس کو آپ سے صحبت میسر تھی کہ حکم بن عاص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حاضری کی اجازت مانگی۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی آواز کو پہچان کر فرمایا

اس کو اجازت عطا فرما دو۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے اور اس پر بھی جو اس کی پشت سے نکلے گا۔ علاوہ اس کے کہ ان میں سے کوئی مومن ہو اور وہ کم ہی ہوں گے۔ وہ دنیا کے اندر بہت بلند اور آخرت میں ذلیل وخوار ہوں گے۔ بڑے مکار اور دھو کے باز ہوں گے۔ ان کو دنیا ملے گی مگر آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہوگا۔

ابن ظفر نے کہا کہ

اس حکم کو بہت زیادہ شدید بیماری تھی اور ابو جہل کا بھی یہی حال تھا جس کا پورا ذکر الدمیری نے حیاۃ الحیوان میں کیا ہے۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم اور اس کے بیٹے پر جو لعنت فرمائی ہے اس سے اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دوسری حدیث مبارکہ میں اس کا ادراک کر دیا ہے یعنی آپ بشر ہیں اور بشر کی طرح آپ کو غصہ بھی آتا ہے اور آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ میں نے جس کو برا کہا ہے یا اس پر لعنت کی ہے یا اس کو بددعا دی ہے وہ اس کے واسطے رحمت پاکیزگی کفارہ اور طہارت کا ذریعہ بن جائے اور ابو جہل کے متعلق ابن ظفر سے جو نقل کیا جاتا ہے حکم کے علاوہ اس میں کوئی تاویل کی گنجائش ہی نہیں اس لئے کہ وہ صحابی ہے اور یہ بات بری ہے کہ صحابی پر تہمت لگائی جائے اور اگر یہ بات درست ہے اس کو اس پر محمول کرنا چاہئے کہ اس پر اسلام سے پہلے یہ تہمت لگائی گئی ہے اور مہدی کی احادیث مبارکہ میں بیان کر دیا گیا

ہے کہ نبی کریم ﷺ نے بنو ہاشم کے نوجوان کو ملاحظہ فرمایا تو آپ ﷺ کی آنکھیں پانی سے تر آئیں اور رنگ تبدیل ہو گیا۔

پھر ارشاد فرمایا

ہم اہل بیت کے لئے اللہ تعالیٰ نے دنیا کے بدلے آخرت کو پسند فرمایا ہے اور جلد ہی میرے بعد میرے اہل بیت مصیبتوں میں پھنس جائیں گے اور ان کو مار کر بھگا دیا جائے گا۔ (الصواعق المحرقہ عربی: خاتمہ ص181 کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

ابن عساکر نے روایت کیا ہے کہ

سب سے اول قریش ہلاکت میں گھریں گے اور قریش میں سب سے اول میرے اہل بیت ہلاکت میں گھریں گے۔

ابو یعلیٰ اور طبرانی نے بھی اسی طرح کی روایت کی ہے۔

واعلم

جان لو کہ! لوگوں کے بارے میں عمومی طور پر اور اہل بیت کے بارے میں خصوصی طور پر چند امور کی رعایت کی تاکید فرمائی گئی ہے۔

پہلی

شرعی علوم کے حاصل کرنے کے لئے توجہ دینا اس لئے کہ علم کے بغیر نسب میں کوئی فائدہ نہیں ہوتا اور علوم شرعیہ کی جانب توجہ دینے پر ترغیب کے دلائل اور اس کے آداب اور علماء اور متعلمین کے آداب ہیں۔

ان تمام باتوں کی تفصیل ائمہ کی کتابوں میں جانی پہچانی ہے اس لئے ہم اس کو لمبا نہیں کرتے۔

دوسری

آباء پر فخر کو چھوڑ دینا اور دینی علوم کے علاوہ کو حاصل کرنے کے ان پر اعتماد نہ کرنا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اللہ کے ہاں سب سے عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔ (الحجرات:۱۳)

بخاری میں ہے کہ

نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا کہ

لوگوں میں سب سے زیادہ عزت والا کون ہے؟

ارشاد فرمایا:

جو سب سے زیادہ متقی ہے۔

(صحیح بخاری: قولہ لقد کان فی یوسف واخوتہ آیات: ص275)

ابن جریر نے روایت کیا ہے کہ

اللہ تعالیٰ تم سے حشر کے دن تمہارے حسب ونسب کے بارے میں نہیں پوچھے گا بلکہ اعمال کے بارے میں پوچھے گا۔ تم میں سب سے زیادہ عزت والا ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔

احمد نے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا

اس بات کو ملاحظہ تم اسود واحمر سے بہتر نہیں علاوہ اس کے کہ تو اس سے زیادہ متقی ہو۔

(مسند احمد: حدیث ابی ذر الغفاری رضی اللہ عنہ، ص404)

اس طرح اس نے روایت کیا ہے کہ

آپ ﷺ نے منیٰ میں ایک خطبہ ارشاد فرمایا

اے لوگو! تمہارا ربّ عزوجل ایک ہے اور تمہارا باپ بھی ایک ہے نہ کسی عربی کو عجمی پر اور نہ کسی سفید کو کالے پر فضیلت حاصل ہے۔ علاوہ ازیں تقویٰ کے۔

اللہ تعالیٰ کے ہاں تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔

(مسند احمد، حدیث رجل من اصحاب النبی ﷺ، ص244)

القضاعی وغیرہ نے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ

جس کا عمل اس کو کاہل رکھتا ہے اس کا نسب اس کو تیز نہیں کرے گا۔

یہ مسلم کی حدیث مبارکہ ہے۔

اور اس سے پہلے بیان ہو گیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس حدیث مبارکہ کی تخصیص اپنے اہل بیت سے کی ہے تاکہ ان کو اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اور خشیت اللہ کی ترغیب حاصل ہو اور ان کو متنبہ کیا جائے کہ قیامت کے دن تقویٰ کے علاوہ کوئی شخص ان کے قریب نہیں ہو سکے گا اور وہ اپنے نسب کے تکبر میں دنیا کو آخرت پر ترجیح نہ دیں اور قیامت کے دن آپ کے اولیاء صرف متقی لوگ ہوں گے اگرچہ کوئی ہو اور جس مقام پر بھی ہوں۔

اہل سیر نے بیان کیا ہے کہ

جب زید بن موسیٰ کاظم نے مامون کیخلاف نکلے اور مامون کامیاب ہوا تو اس نے ان کو ان کے بھائی علی الرضا کے پاس روانہ کیا۔ انہوں نے اس کو بہت ڈانٹ ڈپٹ کی جس میں ایک بات یہ بھی فرمائی کہ تو خون بہانے، راستوں میں خوف پیدا کرنے اور ناجائز صورت میں مال حاصل کرنے کی بناء پر نبی کریم ﷺ کا قائل نہ ہوگا۔ تمہیں کوفہ کے بے وقوفوں نے دھوکے میں ڈالا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا

فاطمہ رضی اللہ عنہا نے پاکدامنی کو پسند فرمایا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے آگ کو ان کی ذریت پر حرام فرما دیا ہے۔ یہ بات صرف حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے بارے میں ہے جو آپ رضی اللہ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئے ہیں نہ کہ میرے اور تمہارے واسطے ہے۔

اللہ تعالیٰ کی قسم!

انہوں نے بھی یہ مقام اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری سے حاصل کیا ہے۔ اگر تم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے اس مقام کو حاصل کرنا چاہتا ہے جس کو انہوں نے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری سے لیا ہے تب تو تم اللہ تعالیٰ کے پاس ان سے زیادہ مکرم ہوئے۔

لہٰذا اس بات پر تفکر کرو کہ اس قابل عزت گھرانے میں جس کو اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے اس کا کتنا بڑا مقام ہے اور جو شخص ان میں سے اس بات پر تفکر کرے گا وہ اپنے نسب کے دھوکہ میں نہیں آئے گا اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر کے اس مقام کو حاصل کرے گا جو ان ائمہ کرام کو بھی حاصل نہ تھا جو اس کے آباؤ اجداد میں سے تھے اور ان کے بڑے کارناموں اور ان کے زُہد اور عبادات کی پیروی کرے گا اور ان کی طرح قیمتی علوم اموال اور جلیل القدر خوارق سے مزین کرے گا۔ اللہ تعالیٰ ہم کو ان کی برکات کو دوبارہ عطا فرمائے اور ہمارا حشر ان کے محبت کرنے والوں میں ہو۔ آمین بجاہ النبی الامین وصلی اللہ علیہ وسلم۔

ابو نعیم نے محمد الجواد لاآتی سے جو علی الرضا کے بیٹے ہیں جن کا تذکرہ ابھی ہو چکا ہے روایت کیا ہے کہ ان سے حدیث مبارکہ کہ

سیّدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا نے پاکدامنی کو پسند فرمایا

کے بارے میں استفسار کیا گیا

تو انہوں نے جواب دیا جو آپ کے والد نے جواب دیا تھا یہ حدیث مبارکہ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما سے خاص ہے اور جب زید نے اپنے باپ زین العابدین سے خروج کے متعلق مشورہ کیا تو آپ نے ان کو منع کرتے ہوئے فرمایا مجھے خدشہ ہے کہ تو کوفہ کی زمین میں قتل کیا جائے گا۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ خروج سفیانی سے پہلے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد میں سے جو بندہ بھی سلاطین کے خلاف خروج کرے گا مارا جائے گا تو جس طرح آپ کے باپ نے کہا تھا وہ اسی طرح واقعہ ہوا۔ اس باب میں یہ تمام قصہ بیان ہو گیا ہے۔ (الصواعق المحرقۃ عربی: خاتمہ: ص 182، کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

احمد وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ

جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سفر سے واپس تشریف لاتے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لاتے اور دیر تک آپ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف فرما رہتے۔ ایک بار ایک مسکین نے آپ رضی اللہ عنہا کے کچھ چاندی، ایک ہار، دو بالیاں اور آپ رضی اللہ عنہا کے گھر کے دروازے کا پردہ تیار کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے اور غصہ کی حالت میں باہر تشریف لے گئے حتیٰ کہ منبر پر تشریف فرما ہو گئے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے سمجھا کہ میں نے جو کچھ بنایا ہے اس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوئے

ہیں۔آپ ﷺ نے وہ چیزیں آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں بھیج دیں تا کہ آپ ﷺ ان کو اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ فرما دیں۔

آپ ﷺ نے تین بار ارشاد فرمایا

تمہارا والد محترم آپ ﷺ پر قربان ہو۔میں نے یہ صرف اس لئے کیا کہ دنیا کا محمد مصطفیٰ ﷺ اور آل محمد مصطفیٰ ﷺ سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔اگر اللہ تعالیٰ کے ہاں دنیا میں ایک مچھر کے پر کے برابر بھی بھلائی ہوتی تو کافر اس سے ایک گھونٹ پانی بھی نہ پی سکتا۔اس کے بعد آپ ﷺ نے قیام فرمایا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے۔

اور احمد نے اس میں یہ اضافہ بھی کیا ہے کہ

آپ نے ثوبان کو حکم فرما دیا کہ وہ اس کو آپ ﷺ کے ایک صحابی کو عطا فرما دیں اور وہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے ایک ہار اور ہاتھی دانت کے دو کنگن خرید لائے۔

اور ارشاد فرمایا:

یہ میرے اہل بیت ہیں۔میں ان کے لئے پسند نہیں کرتا کہ وہ اپنی پاکیزہ چیزیں اپنی دنیا کی زندگی میں کھا جائیں۔

اس بات پر تفکر کرو اس میں آپ کو وہ کمال نظر آئے گا جو زہد و ورع اور فرمانبرداری سے مزین ہونے کے علاوہ نہیں ہوسکتا اور مال کو جمع کرنے اور دنیا کی محبت اور اس میں عظمت کی امید سے عیب اور نقص اور دکھ ملتے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دنیا کو تین طلاقیں دیں

اور ارشاد فرمایا:

میں نے اپنی اس زرہ کو پیوند لگالیا ہے اور مجھے اس کے پیوند لگانے والے سے شرم آتی ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ کے فضائل کے متعلق اسی طرح کی کافی عجیب وغریب باتیں ہوگئی تھیں۔

(الصواعق المحرقہ عربی: خاتمہ ص172 کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

تیسری

تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان کا اکرام کرنا اس لئے کہ ان کو اللہ تعالیٰ کی گواہی سے خیر الامم فرمایا گیا ہے۔

کنتم خیر امۃ اخرجت للناس (آل عمران:۱۱۰)

اور متفق صحیح حدیث مبارکہ

خیر القرون قرنی

شہادت سے بھی یہی لوگ اس امت کے سب سے زیادہ بہترین لوگ ہیں۔میں نے اس کتاب کے پہلے مقدمہ میں اسی طرح کی احادیث مبارکہ کو پیش کر دیا ہے جو ان کے فضل وکمال ان کی محبت کو واجب کرنے ان کے اعتقاد وکمال اور نقائص

جہالات سے ان کی برأت پر دال ہیں اور باطل پر قائم رہنا جس سے آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور اللہ تعالیٰ کی توفیق سے بچنا ہمیشہ نقصان اور فتنہ پیدا ہوتا ہے۔ لہٰذا اپنے آپ کو ہوشیار کریں اور اس امت کے سواد اعظم یعنی اہل سنت و جماعت کے ساتھ رہیں۔ اگر آپ لوگ خواہشات و بدعات وضلالت وحماقت وجہالت وکمالات سے محروم افراد کے ساتھ رہے تو اس وقت آپ کو نسب کوئی فائدہ نہیں پہنچائے گا اور جب اسلام تم سے لے لیا گیا تو آپ کو ابوجہل اور ابولہب کی معیت میں شمولیت ہو جائے گی۔ (الصواعق المحرقہ عربی خاتمہ ص183، کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

چوتھی

جان لو کہ عاشورہ کے دن حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو جو شہادت کا مقام حاصل ہوا جس طرح کہ آئندہ اس کا تفصیلی واقعہ بیان ہوگا۔ یہ اس طرح کی گواہی ہے جو آپ رضی اللہ عنہ کا بڑا نصیب بلندی اور اللہ تعالیٰ کے پاس آپ رضی اللہ عنہ کے درجہ پر دال ہے اور آپ رضی اللہ عنہ کو اہل بیت کے نیک اشخاص کے درجات کے ساتھ ملا دیتا ہے۔ لہٰذا جو آدمی اس دن آپ رضی اللہ عنہ کی مصیبت کو یاد کرے اس کو امتثال امر کے لئے

استرجاع کے علاوہ کچھ نہیں کہنا چاہیے تا کہ

اولئك عليهم صلوات من ربهم و رحمة واولئك هم المهتدون ○ (البقرہ:۱۵۷)

میں بھی اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے وہ اس کو ملے۔ ان لوگوں پر اپنے ربّ عزوجل کی طرف سے درود و رحمت ہے اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔

لہٰذا اس دن درود و رحمت اور روزہ وغیرہ کے علاوہ اور کوئی کام نہیں کرنا چاہیے اور روافض کی بدعات ماتم، مرثیہ گوئی اور غم وغیرہ سے بچنا چاہیے اس لئے کہ یہ باتیں مومنین کے اخلاق میں شامل نہیں ہیں۔ اگر یہ باتیں مومنین کے اخلاق میں شامل ہوتیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے دن ان باتوں پر بدرجہ اولیٰ عمل کیا جاتا اور اہل بیت سے تعصب رکھنے والے خوارج اور مقابلہ کرنے والے جاہلوں کی بدعتوں سے بھی گریز کرنا چاہیے۔ فاسد بدعت اور شر کے مقابلہ میں ویسا ہی فاسد بدعت اور شر کو لینے سے حد درجے کی خوشی و مسرت کا اظہار کرنا اور اس کو عید بنا لینا اور اظہار زینت کے لئے خضاب اور سرمہ لگانا، نئے کپڑے پہننا، بہت زیادہ رقم خرچ کرنا، کھانے اور دانے پکانے، یہ تمام باتیں عادات سے خارج ہیں۔ ان کے اعتقاد میں یہ باتیں سنت اور عادت میں شامل ہیں جبکہ سنت یہ ہے کہ ان باتوں کو ترک کر دیا جائے اس لئے ان میں کوئی ایک بات بھی ایسی نہیں جس پر اعتماد کیا جا سکے اور نہ ہی کوئی اثر صحیح ہے جس کی طرف رجوع کیا جائے۔

بعض ائمہ حدیث وفقہ سے عاشورہ کے دن سرمہ لگانے، غسل کرنے، مہندی لگانے، دانے پکانے، نئے کپڑے پہننے اور خوشی کے بارے میں پوچھا گیا

تو انہوں نے جواب دیا کہ

اس کے متعلق نبی کریم ﷺ اور نہ ہی آپ ﷺ کے صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سے کسی کی کوئی حدیث مبارکہ وارد ہوئی ہے اور نہ ہی ائمہ مسلمین میں سے ائمہ اربعہ اور نہ کسی اور نے اس کو پسند فرمایا ہے اور نہ ہی کتب معتبرہ میں اس کے بارے میں کوئی صحیح یا ضعیف حدیث مبارکہ آئی ہے۔

اور اس طرح جو کہا گیا ہے کہ

جو اس دن سرمہ لگائے گا پورا سال اس کی آنکھ نہیں دکھے گی اور جو غسل کرے گا وہ پورا سال بھر بیمار نہ ہوگا اور جو عیال پر خرچ کرے گا تمام سال اللہ تعالیٰ اس کو وسعت عطا فرمائے گا یا اس قسم کی اور باتیں جس طرح کہ اس دن نماز پڑھنے کی بڑی فضیلت ہے اور یہ کہ اس دن حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی اور نوح علیہ السلام کی کشتی جودی پہاڑ پر لگ گئی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ سے محفوظ فرمایا گیا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کے بدلے مینڈھا فدیہ دیا گیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام حضرت یعقوب علیہ السلام کو واپس ملے یہ تمام باتیں موضوع ہیں۔ مگر عیال پر کھلا خرچ کرنے کی بات درست ہے مگر اس کی سند میں وہ شخص ہے جس پر اعتراض کیا گیا ہے۔ لہٰذا ان لوگوں نے اپنی جہالت سے اس کو ایک تہوار اور اپنے رفض سے ایک ماتم بنالیا ہے اور یہ دونوں خطاکار اور سنت کے مخالف ہیں۔ اس بات کو بعض حفاظ نے بھی نقل کیا ہے۔

اور حاکم نے تصریح کی ہے کہ

اس دن سرمہ لگانا بدعت ہے

اس روایت کے ساتھ ایک پیشگوئی بھی ہے کہ جو آدمی عاشورہ کے دن سرمہ لگائے گا اس کی آنکھ کبھی نہیں دکھے گی مگر حاکم نے اس کو منکر کہا ہے۔

بعض حفاظ کا کہنا ہے کہ

ابن جوزی نے حاکم کے طریق پر اور اس طریق کے علاوہ بھی اس کو موضوعات میں شامل کیا ہے۔

المجد اللغوی نے حاکم سے نقل کیا ہے کہ

روزہ کے سوا دوسری تمام احادیث مبارکہ جن میں نماز' انفاق' خضاب' تیل اور سرمہ لگانے اور دانے پکانے کی فضیلت کا تذکرہ ہے تمام کا تمام موضوع اور افتراء ہیں۔

یہی تو وجہ ہے کہ ابن القیم نے تصریح کی ہے کہ عاشورہ کے دن سرمہ لگانے' تیل لگانے اور خوشبو لگانے والی حدیث مبارکہ جھوٹوں کی وضع کردہ احادیث میں سے ہیں اور عاشورہ کے دن سرمہ لگانے سے جو مخصوص کیا گیا ہے اس میں بہت کلام کیا گیا ہے۔

اور یہ جو بیان ہوا ہے کہ

اس دن خرچ کرنے سے فراخی ملتی ہے اس کی اصل موجود ہے۔

حافظ الاسلام الدین العراقی نے اپنی کتاب امالی میں بیہقی کے طرق سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا

جو آدمی عاشورہ کے دن اپنے اہل وعیال پر کھلا خرچ کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو پورا سال بھر وسعت عطا فرمائے گا۔

پھر کہا کہ

اس حدیث مبارکہ کا تعاقب کیا گیا اس حدیث کی اسناد میں نرمی ہے مگر ابن حبان کے علاوہ ایک رائے کے مطابق یہ حسن ہے۔ یہ ایک اور طرق سے بھی روایت ہے جس کو حافظ ابوالفضل محمد بن ناصر نے صحیح کہا ہے اور اس کے اندر بہت اضافہ بھی کیا گیا۔ بیہقی کے ظاہراً کلام سے لگتا ہے کہ فراخ کی حدیث ابن حبان کے علاوہ ایک رائے کے مطابق حسن ہے کیونکہ اس کو صحابہ کرام علیہم الرضوان کی ایک جماعت سے مرفوعاً بیان کیا گیا ہے۔ یہ اسانید اگرچہ ضعیف ہیں مگر جب ایک دوسرے کے ساتھ متصل ہوتی ہیں تو ان میں قوت پیدا ہو جاتی ہے اور ابن تیمیہ کے انکار کے بارے میں جو کچھ میں سمجھا ہوں

وہ یہ ہے کہ

یہ حدیث صحیح ہی نہیں

اس کا مطلب یہ ہے کہ

یہ صحیح لذاتہ نہیں۔ اس سے اس کے حسن لغیرہ ہونے کی نفی نہیں ہوتی اور حسن لغیرہ سے دلیل پکڑی جاتی ہے جس طرح کہ علم حدیث بیان کیا گیا ہے۔

(الصواعق المحرقۃ عربی خاتمہ 184 تا 185 کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

پانچویں

ہر شخص کو اس شریف نسب کے لئے غیرت کرنی چاہئے اور اس کو یاد بھی رکھنا چاہئے تا کہ آپ ﷺ کی طرف ان لوگوں کو منسوب کیا جا سکے جو اس کے حقدار ہیں۔ اہل بیت نبوی کے نسب زمانہ دراز تک ہمیشہ حفظ کئے جاتے رہے اور ان کے حسبوں کو بھی جن سے ان میں فرق ہوتا ہے محفوظ رہے ہیں کہ کہیں کمینے اور جاہل لوگ ان کے دعوے دار نہ بن جائیں۔ ہر دور میں جو آدمی ان کی تصحیح اور ان کی تفاصیل کے حفظ کے لئے قیام کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو الہام فرماتا رہا ہے اور خاص کر مانگنے والوں کے لئے اور جن سے مانگا جاتا ہے ان کے لئے انساب کے بارے میں اور صاحب شرف جیسا کہ عباسی اور جعفری ہیں۔ ان کے مابین بنی فاطمہ کی اولاد طاہرہ یہ خاص اصطلاح بن گئی ہے کہ وہ اپنے شرف مزید کے اظہار کے لئے سبز لباس پہنتے ہیں۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ

اس کا سبب یہ ہے کہ مامون نے ارادہ کیا کہ خلافت ان میں ڈالے۔ اس بات کا بیان علی الجواد کے حالات زندگی میں آئے گا کہ اس نے ان کے ساتھ خلافت کا عہد کیا تھا تو اس نے ان کے لئے سبز شعار بنایا اور ان کو سبز لباس پہنایا اس لئے کہ

عباسیوں کا شعار سیاہ تھا اور دیگر مسلمانوں کا سفید وغیرہ تھا۔

سرخ کی حرمت میں اختلاف ہے

آخری معاملہ کے مطابق یہود کا شعار زرد تھا پھر وہ اپنے قصد سے پھر گیا اور خلافت بنی عباس کو دے دی مگر بنی زہرا میں سے اشراف علویوں کا اسی طرح شعار رہا مگر انہوں نے کپڑوں کا اختصار کر کے ایک سبز کپڑے کا ٹکڑا رکھ لیا۔ جس کو وہ اپنے عماموں پر بطور شعار رکھتے پھر آٹھویں صدی کے آخر میں یہ شعار بھی اختتام پذیر ہوا' پھر 773ھ میں سلطان اشرف شعبان بن حسن بن ناصر بن ملادون نے حکم دیا کہ دوسرے لوگوں سے فرق کے لئے علوی اپنے عماموں پر سبز پٹی باندھ لیا کریں' تو مصر اور شام اور دوسرے ممالک میں اس پر عمل کیا گیا۔

اس کے متعلق نابینا جابر اندلسی جس وقت وہ حلب میں آیا تھا کہتا ہے اس نے الفیہ ابن مالک کی شرح بھی کی ہے جس کا نام نابینا و بینا ہے۔ انہوں نے ابنائے رسول کے لئے ایک نشانی قائم کی ہے۔ نشانی کی ضرورت اس کو ہوتی ہے جو جانا پہچانا نہ ہو۔ ان کے عزت کے لائق چہروں پر نبوت کا نور جھلکتا ہے جو شریف شخص کو سبز پٹی سے بے پروا کر دیتا ہے۔ اس کے متعلق شعرا کی جماعت نے بہت کہا ہے جس کا تذکرہ طویل کی وجہ بن جائے گا۔ ان تمام سے بہتر قول ادیب محمد بن ابراہیم ابن برکۃ الدمشقی المزنی کا ہے۔ تاجوں کے کناروں پر ریشم کی سبز پٹیاں' اشراف کی نشانی ظاہر کی اور سلطان اشرف نے اس شرف کے ساتھ ان کو خاص کیا ہے تا کہ ان کو تمام اطراف سے پہچان لیا جائے اور باپوں کے علاوہ کسی سے منسوب ہونے کے بارے میں سخت متنبہ کیا گیا ہے کہ اس طرح کا شخص کافر اور ملعون ہے۔ (الصواعق المحرقہ عربی' خاتمہ' ص186' کتب خانہ مجیدیہ' ملتان)

صحیح بخاری میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

جو بندہ خود کو باپ کے علاوہ کی طرف منسوب کرے گا یا موالی کے علاوہ کی جانب جائے گا اس پر اللہ تعالیٰ ملائکہ اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔

اس کے متعلق کثیر احادیث مبارکہ آئی ہیں۔ ہم ان کو ذکر کر کے طوالت نہیں چاہتے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس پر اور اس کے انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء کرام رحمہم اللہ پر جھوٹ بولنے سے محفوظ فرمائے اور معزز اہل بیت نبوی میں ہمارا حشر ہو اس لیے کہ ہم ان کے محبت کرنے والوں میں سے ہیں اور ان کی خدمت کرنے والوں میں سے ہیں اور جو شخص کسی قوم سے محبت کرتا ہے نص حدیث مبارکہ سے وہ ان کی معیت میں ہونے کی تمنا کر سکتا ہے اور مجھ جیسے ناتواں اور عمل میں سستی کرنے والے انسان کی معذوری ہے کہ سچوں کی طرح عمل کرے یا مخلص لوگوں کے احوال کو جانتا ہو مگر اللہ تعالیٰ سے عطاؤں اور بخششوں کی امید انشاء اللہ ہمیں قبولیت اور انعام عطا فرمائے گی۔ بے شک وہ اکرم' کریم' ارحم اور رحیم ہے۔

(الصواعق المحرقہ عربی' خاتمہ' ص186' کتب خانہ مجیدیہ' ملتان)

دوسری فصل

''اہل بیت کی شان میں احادیث مبارکہ اور پہلی فصل میں اکثر ذکر ہوگئی ہیں لیکن اس فصل میں جلدی یاددہانی کرانا مقصود ہے''

پہلی حدیث مبارکہ

ابی سعید نے دیلمی سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جو بندہ میری اولاد کے بارے میں مجھے تکلیف دے گا اس پر شدید غضب باری تعالیٰ ہوگا۔

اور یہ بھی آیا ہے کہ

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جو چاہے کہ اس کی عمر دراز ہو اور اللہ تعالیٰ نے جو اس کو دیا ہے اس سے مزے لے تو اس کو میرے اہل بیت کے متعلق میرا اچھا جانشین ہونا ضروری ہے اور جو ان کے متعلق میرا جانشین نہ ہو اس کی عمر کاٹ دی جائے گی اور وہ قیامت کے دن میرے پاس روسیاہ ہوکر آئے گا۔

(الصواعق المحرقۃ عربی فصل فی سرد احادیث.....186 کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

دوسری حدیث مبارکہ

ابوذر سے حاکم نے روایت کیا ہے

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

میرے اہل بیت کی مثال تم میں کشتی نوح علیہ السلام کی مانند ہے جو اس میں سوار ہوگا نجات حاصل کرے گا اور جو پیچھے رہے گا ہلاک ہوگا۔

اور بزار کی روایت میں اس کو حضرت عباس اور حضرت ابن زبیر سے روایت کیا گیا ہے۔

اور حاکم نے ابوذر رضی اللہ عنہ ہی سے ایک روایت کی ہے کہ

تم لوگوں میں میرے اہل بیت کی مثال کشتی نوح علیہ السلام کی مانند ہے جو اس میں سوار ہوگا نجات حاصل کرے گا اور جو پیچھے رہے گا غرق ہو جائے گا۔

(مستدرک تفسیر سورۃ ھود: ص373)

تیسری حدیث مبارکہ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے طبرانی نے روایت کیا ہے کہ

قیامت کے دن سب سے اول اپنی امت میں سے اپنے اہل بیت کی شفاعت فرماؤں گا پھر قریش میں سے قریبی رشتہ داروں کی پھر انصار کی پھر ان لوگوں کی جو میرے اوپر ایمان لائے اور اہل یمن میں سے جنہوں نے میری فرمانبرداری کی پھر اور عربوں کی اور جس کی میں پہلے شفاعت فرماؤں گا وہ افضل ہوگا۔

(المعجم الکبیر باب عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ص 421)

چوتھی حدیث مبارکہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حاکم نے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تم میں بہتر شخص وہ ہے جو میرے بعد میرے اہل بیت کے واسطے بہتر ہوگا۔

(مستدرک: باب ذکر مناقب عبدالرحمٰن بن عوف الزہری رضی اللہ عنہ ص 352)

پانچویں حدیث مبارکہ

طبرانی اور حاکم نے عبداللہ بن ابی اوفیٰ سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں نے اپنے رب عزوجل سے دعا کی ہے کہ میں اپنی امت میں سے جس سے نکاح کروں اور جو میری امت میں سے مجھ سے نکاح کرے وہ میرے ساتھ جنت میں ہو تو اللہ تعالیٰ نے میری یہ دعا قبول فرمائی۔ (معجم الاوسط: ج6' ص50)

چھٹی حدیث مبارکہ

شیرازی نے القاب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ میں اہل جنت کے علاوہ کسی سے نکاح نہ کروں اور اہل جنت ہی میں میرا نکاح ہو۔

(الصواعق المحرقہ عربی: فی سرد احادیث...... ص186' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

ساتویں حدیث مبارکہ

ابو القاسم بن شبران نے اپنی امالی میں عمران بن حصین سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں نے اپنے رب عزوجل سے دعا کی ہے کہ وہ میرے اہل بیت میں سے کسی کو آگ میں داخل نہ فرمائے تو اس نے میری اس دعا کو قبول فرمالیا۔

(الصواعق المحرقہ عربی فی سرد احادیث.....ص187' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

آٹھویں حدیث مبارکہ

ترمذی اور حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ سے اس واسطے محبت رکھو کہ وہ تمہیں اپنی نعمتیں کھانے کو عطا فرماتا ہے اور میرے ساتھ اللہ تعالیٰ کی محبت کی بناء پر محبت رکھو اور میری محبت کی بناء پر میرے اہل بیت سے محبت قائم کرو۔

(سنن ترمذی' مناقب اہل بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم' ص260)

نویں حدیث مبارکہ

ابن عساکر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جو میرے اہل بیت کے ساتھ احسان کرے گا میں اس کا بدلہ اس کو قیامت کے دن عطا فرماؤں گا۔ (معجم ابن عساکر ص307)

دسویں حدیث مبارکہ

خطیب نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس نے دنیا میں عبدالمطلب کی ذریت میں سے کسی کے ساتھ احسان کیا جب وہ مجھ سے ملاقات کرے گا اس کا بدلہ میرے ذمہ کرم پر ہوگا۔

(الصواعق المحرقہ عربی فی سرد احادیث.....ص187' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

گیارھویں حدیث مبارکہ

ابن عساکر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس نے میرے ایک بال کو بھی تکلیف دی اس نے مجھے تکلیف دی اور جس نے مجھے تکلیف دی اس نے اللہ تعالیٰ کو تکلیف دی۔

(الصواعق المحرقہ عربی: فی سرد احادیث.....ص187' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

بارھویں حدیث مبارکہ

ابویعلیٰ نے سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

آسمان والوں کے لئے ستارے کی وجہ سے امان ہے اور میری امت کے لئے اہل بیت کے واسطے سے امان ہیں۔

(مسند ابی یعلیٰ: حضرت میمونہ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص207)

تیرھویں حدیث مبارکہ

حاکم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میرے ربّ عزوجل نے میرے اہل بیت کے بارے میں مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ ان میں سے جو توحید اور میرے بارے احکام کے پہنچانے کا اقرار کرے گا وہ ان کو عذاب میں نہیں ڈالے گا۔ (مستدرک: ومن مناقب اہل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ص163)

چودھویں حدیث مبارکہ

ابن عدی اور دیلمی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تم میں پل صراط پر سب سے زیادہ ثابت قدم وہ ہوگا جو میرے اہل بیت اور میرے صحابہ کرام علیہم الرضوان سے زیادہ محبت رکھتا ہوگا۔

(الصواعق المحرقہ عربی: فی سرد احادیث......ص187، کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

پندرھویں حدیث مبارکہ

ترمذی نے حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

یہ فرشتہ آج کی رات سے پہلے کبھی زمین پر نہیں اترا اس نے اپنے ربّ عزوجل سے مجھ پر سلام بھیجنے اور یہ خوشخبری دینے کی اجازت لی کہ فاطمہ جنتی عورتوں کی سردار ہے اور حسن اور حسین رضی اللہ عنہما جنتی نوجوانوں بہشت کے سردار ہیں۔

(ترمذی، مناقب الحسن والحسین رضی اللہ عنہما، ص251)

سولہویں حدیث مبارکہ

ترمذی، ابن ماجہ، ابن حبان اور حاکم نے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جوان سے قتال کرے گا میں ان سے قتال کروں گا اور جوان سے صلح کرے گا تو میں ان سے صلح کروں گا۔

(ترمذی: ماجاء فی فضل فاطمۃ بنت محمد ﷺ، ص371)

سترھویں حدیث مبارکہ

ابن ماجہ نے عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ان لوگوں کی کیا حالت ہوگی کہ جب میرے اہل بیت میں کوئی ان کے پاس جا کر بیٹھتا ہے تو وہ اپنی باتوں کو ختم کر دیتے ہیں۔ مجھے اس ذات مقدسہ کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کسی شخص کے قلب میں ایمان داخل نہیں ہو سکتا جب تک وہ ان سے محض اللہ تعالیٰ اور میری رشتہ داری کی وجہ سے محبت نہ رکھے۔

(سنن ابن ماجہ: باب فضل العباس بن عبد المطلب: ص178)

اٹھارھویں حدیث مبارکہ

احمد اور ترمذی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جس نے مجھ سے اور ان دونوں سے اور ان کے ماں اور باپ سے محبت کی وہ قیامت کے دن میرے درجہ میں میرے ساتھ ہوگا۔

(سنن ترمذی: مناقب علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ، ص195)

انیسویں حدیث مبارکہ

ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ہم عبد المطلب کی اولاد اہل جنت کے سردار ہیں یعنی میں حمزہ، جعفر، علی، حسن، حسین اور امام مہدی رضی اللہ عنہم

(سنن ابن ماجہ، خروج المھدی، ص105)

بیسویں حدیث مبارکہ

طبرانی نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ذریت کے علاوہ ہر عورت کے بیٹوں کا عصبہ ہوتا ہے جس کی جانب وہ منسوب ہوتے ہیں لہٰذا میں ان کا ولی اور عصبہ ہوں۔ (المعجم الکبیر: حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، ص44)

اکیسویں حدیث مبارکہ

طبرانی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ذریت کے علاوہ ہر عورت کے بیٹے کا عصبہ جوان کے باپ کی جانب سے ہے فنا ہونے والا ہے۔ لہٰذا میں ہی ان کا عصبہ اور میں ہی ان کا والد ہوں۔

(المعجم الکبیر: حسن بن علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ، ص 44)

بائیسویں حدیث مبارکہ

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے طبرانی نے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ذریت کے علاوہ ہر عورت کے بیٹے اپنے عصبہ کی طرف منسوب ہوتے ہیں لہٰذا میں ان کا ولی، ان کا عصبہ اور ان کا والد ہوں۔

(المعجم الکبیر ذکر سن فاطمہ رضی اللہ عنہا و وفاتھا، ص 423)

تئیسویں حدیث مبارکہ

احمد اور حاکم نے مسور سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

فاطمہ رضی اللہ عنہا میرا جگر گوشہ ہے جو اس کو ناراض کرے گا وہ مجھے ناراض کرے گا اور جو اس کو خوش کرے گا وہ مجھے خوش کرے گا۔

قیامت کے دن میرے نسب، سبب اور دامادی کے علاوہ سب نسب ختم ہو جائیں گے۔

(مستدرک: ذکر مناقب فاطمۃ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم 172)

چوبیسویں حدیث مبارکہ

بزار، ابو یعلیٰ، طبرانی اور حاکم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے پاکدامنی کو پسند فرمایا لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اس پر اور اس کی ذریت پر آگ کو حرام فرما دیا ہے۔ (مستدرک: ذکر مناقب فاطمۃ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ص 165)

پچیسویں حدیث مبارکہ

شافعی اور احمد نے عبداللہ بن حنطب سے روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ہمیں جمعہ کے دن خطبہ ارشاد فرمایا

اور ارشاد فرمایا:

اے لوگو! قریش کو اول رکھو اور ان سے مقدم نہ ہو اور ان سے سیکھو اور ان کو سکھاؤ نہیں۔

(الصواعق المحرقۃ عربی: فی سرد الاحادیث...... ص188' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

چھبیسویں حدیث مبارکہ

بیہقی نے جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اے لوگو! قریش سے سبقت نہ کرو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے اور ان سے پیچھے بھی نہ رہو ورنہ گمراہ ہو جاؤ گے۔ ان کو سکھاؤ نہیں بلکہ ان سے سیکھو اس لئے وہ تم لوگوں سے زیادہ جانتے ہیں۔ اگر قریش تکبر نہ کرتے تو میں ان کو اس چیز کے بارے میں خبر دیتا جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ (الصواعق المحرقۃ عربی: فی سرد الاحادیث: ص188' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

ستائیسویں حدیث مبارکہ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے شیخین نے روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لوگ قریش کی اس طرح پیروی کرتے ہیں کہ ان کا مسلم ان کے مسلم کی پیروی کرنے والا اور ان کا کافر ان کے کافر کی پیروی کرنے والا ہے۔ لوگ کانوں کی مانند ہیں۔ جاہلیت میں ان کے اچھے لوگ اسلام میں بھی اچھے ہوں گے جس وقت وہ سمجھدار ہو جائیں۔ (صحیح البخاری قول اللہ تعالیٰ یاایھا الناس انا: ص315)

اٹھائیسویں حدیث مبارکہ

بخاری نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

یہ معاملہ قریش میں رہے گا اور جو شخص ان سے دشمنی کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو اوندھے منہ آگ میں گرا دے گا۔

(صحیح البخاری: مناقب قریش' ص320)

انتیسویں حدیث مبارکہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے طبرانی نے روایت کیا ہے کہ

زمین والوں کو غرق ہونے سے بچانے کے لئے قوس امان کی وجہ ہے اور زمین والوں کو اختلاف سے بچانے کے لئے قریش کی دوستی امان کا باعث ہے۔ قریش اہل اللہ ہیں اور جب عرب کا کوئی قبیلہ ان کی مخالفت کرتا ہے تو وہ ابلیس کا گروپ بن جاتا ہے اور قوس جو قوس قزح کے نام سے مشہور ہے اس کا نام قوس قزح اس بناء پر رکھا گیا ہے کہ وہ جاہلیت میں مزدلفہ کے قزح پہاڑ پر سب سے اول نظر آئی تھی یا اس وجہ سے کہ قزح شیطان کو کہا جاتا ہے۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اس کو قوس قزح نہ کہا کرو اس لئے کہ قزح شیطان ہے بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی قوس ہے جو اللہ تعالیٰ اور حضرت نوح علیہ السلام کے مابین اس بات کی علامت قائم کی گئی ہے کہ اب وہ زمین والوں کو طوفان سے غرق نہیں فرمائے گا۔ (معجم الاوسط: ج7، ص12)

تیسویں حدیث مبارکہ

ابن العرقہ العبدی نے روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

قریش سے الفت رکھو کیونکہ جو ان سے الفت رکھتا ہے اللہ تعالیٰ کی اس سے الفت رکھتا ہے۔

(معجم الکبیر، سہل بن سعد الساعدی ذکر سن سہل بن سعد، ص123)

اکتیسویں حدیث مبارکہ

مسلم اور ترمذی وغیرہ نے واثلہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے بنی اسماعیل سے کنانہ کو اور بنی کنانہ میں سے قریش کو اور قریش میں سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم میں سے مجھے پسند فرمایا ہے۔ (سنن ترمذی: فی فضل النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ص51)

ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد آدم علیہ السلام میں سے ابراہیم علیہ السلام کو منتخب فرمایا ہے پھر حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے نزار کو منتخب فرمایا ہے پھر نزار میں سے مضر کو منتخب فرمایا ہے پھر مضر میں سے کنانہ کو منتخب فرمایا ہے پھر کنانہ میں سے قریش کو منتخب فرمایا ہے پھر قریش مین سے بنی ہاشم کو منتخب فرمایا ہے اور پھر بنی ہاشم سے بنی عبد المطلب کو منتخب فرمایا ہے اور پھر بنی عبد المطلب میں سے مجھے منتخب فرمایا ہے۔ (سنن ترمذی فی فضل النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ص52)

بتیسویں حدیث مبارکہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے احمد نے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک لوگوں کی باتیں پہنچیں تو

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر چڑھ کر ارشاد فرمایا:

میں کون ہوں؟

لوگوں نے کہا

آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا اور مجھے اپنی بہترین مخلوق سے بنایا۔ پھر اس نے ان کو دو فرقوں میں بنایا اور مجھے ان کے اچھے فرقہ سے بنایا پھر اس نے قبائل کو پیدا فرمایا اور مجھے ان کے بہترین قبیلہ سے بنایا۔ پھر اس نے ان کے گھرانے بنائے اور مجھے ان کے اچھے گھر میں سے بنایا۔ لہٰذا میں تم سے گھرانے اور ذات کے لحاظ سے بہترین شخص ہوں۔ (سنن ترمذی فی فضل النبی ﷺ، ص 54)

تینتیسویں حدیث مبارکہ

احمد، محاملی، مخلص اور ذہبی وغیرہم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا ہے کہ

میں نے زمین کے مشارق و مغارب کی چھان بین کی ہے لیکن میں نے محمد مصطفیٰ ﷺ سے کسی شخص کو افضل نہیں پایا اور میں نے زمین کے مشارق و مغارب کو الٹ پلٹ کیا ہے مگر میں نے کسی باپ کے بیٹوں کو بنی ہاشم سے افضل نہیں پایا۔

(الصواعق المحرقہ عربی فی سرد الاحادیث……ص 189، کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

چونتیسویں حدیث مبارکہ

احمد، ترمذی اور حاکم نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جو شخص قریش کی ذلت کا قصد کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو ذلیل کر دے گا۔

(سنن ترمذی فی فضل الانصار و قریش: ص 411)

پینتیسویں حدیث مبارکہ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے احمد اور مسلم نے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لوگ خیر و شر میں قریش کی پیروی کرنے والے ہیں۔

(صحیح مسلم، الناس تبع لقریش والخلافۃ فی قریش ص 331)

چھتیسویں حدیث مبارکہ

احمد نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے قریش کے گروہ! تم اس معاملہ کے اس وقت تک اہل ہو جب تک تم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے اور جب تم اس کی نافرمانی کرو گے وہ تم پر اس شخص کو بھیجے گا جو تمہاری اس چھڑی کی مانند چھال اتار دے گے۔

(مسند احمد' مسند عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ' ص184)

سینتیسویں حدیث مبارکہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے احمد' نسائی اور الضیاء نے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

امام قریش میں سے ہوں گے اور ان کا تم پر حق ہے اور تمہارا بھی ان پر اسی طرح ہی حق ہے جب تک وہ رحم مانگنے پر رحم کریں اور فیصلہ مانگنے پر انصاف کریں گے اور اگر عہد کریں تو اس کو پورا کریں اور جو ان میں سے اس طرح نہ کرے اس پر اللہ تعالیٰ' فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہو اللہ تعالیٰ اس سے کوئی معاوضہ اور قیمت نہ قبول فرمائے گا۔

(مسند احمد' حدیث معاویہ بن سفیان رضی اللہ عنہ' ص258)

اڑتیسویں حدیث مبارکہ

حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ سے طبرانی نے روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میرے بعد بارہ امیر ہوں گے جو تمام کے تمام قریش میں سے ہوں گے۔

(المعجم الکبیر: جابر بن سمرۃ السوائی یکنی ابا خالد' ص226)

انتالیسویں حدیث مبارکہ

حسن بن سفیان اور ابو نعیم نے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

قریش کو وہ کچھ عطا فرمایا گیا ہے جو لوگوں کو عطا نہیں فرمایا گیا۔ جب تک بادل برستا اور نہریں چلتی اور سیلاب آتے ہیں اس وقت تک قریش کو عطا گیا ہے۔

(الصواعق المحرقۃ عربی: فی سرد الاحادیث...... ص189' کتب خانہ مجیدیہ' ملتان)

چالیسویں حدیث مبارکہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے خطیب اور ابن عسا کر نے روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے اللہ عزوجل! قریش کو ہدایت عطا فرما اس لئے کہ ان کا عالم سطح زمین کو علم سے پر کر دے گا۔

اے اللہ عزوجل! جس طرح تو نے ان کو عذاب کا مزہ چکھایا ہے ویسے ہی ان کو بخشش کا مزہ بھی چکھا۔

اس عالم سے مراد

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ جس طرح کہ احمد وغیرہ نے کہا ہے اس لئے کہ انہوں نے قریش کے لئے حفظ نہیں کیا بلکہ ان کا علم پوری دنیا میں پھیلا ہوا ہے۔

(الصواعق المحرقۃ عربی: فی سرد الاحادیث: ص189، کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

اکتالیسویں حدیث مبارکہ

حاکم اور بیہقی نے روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

امام قریش میں سے ہوں گے۔ ان کے نیک نیکوں کے اور ان کے فاجر فاجروں کے امیر ہوں گے اور اگر تم پر قریش ایک حبشی غلام کو امیر بنا دیں تو اس کی اس وقت تک پیروی کرو جب تک وہ تم میں سے کسی کو اسلام اور موت کے مابین اختیار نہیں دے دیتا۔ اگر اس اسلام کے چھوڑ دینے اور موت کے مابین اختیار دیا جائے تو وہ موت کے لئے خود کو پیش کر دے۔

(مستدرک: فمنہا ذکر فضائل قریش، ص85)

بیالیسویں حدیث مبارکہ

احمد وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

قریش کو ملاحظہ کرو اور ان کے فرامین کی اپناؤ اور ان کے کاموں کو ترک کر دو

(مسند احمد: حدیث عامر بن شہر رضی اللہ عنہ، ص116)

تینتالیسویں حدیث مبارکہ

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے حاکم اور بیہقی نے اور بخاری نے ادب المفرد میں روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے قریش کو سات ایسی خصلتوں سے فضیلت بخشی ہے جو اس نے پہلے لوگوں میں سے کسی کو نہیں بخشی اور نہ ہی

بعد میں آنے والوں میں سے کسی کو عطا فرمائے گا۔

ایک فضیلت قریش کو یہ حاصل ہے کہ

میں ان میں سے ہوں اور نبوت' حجابت اور سقایت ان میں ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اصحاب الفیل کے مقابلہ میں ان کی مدد فرمائی۔ انہوں نے دس سال اللہ تعالیٰ کی عبادت کی کہ ان کے غیروں کی عبادت نہ کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں قرآن مجید میں ایک سورہ نازل کی ہے جس میں کسی دوسرے کا ذکر نہیں آیا یعنی سورہ لایلف قریش۔

(مستدرک: ذکر ام ہانی.....ص60)

طبرانی کی ایک روایت میں ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے قریش کو سات خصلتوں میں فضیلت بخشی ہے۔

ایک فضیلت ان کو یہ حاصل ہے کہ

انہوں نے دس سال تک اللہ تعالیٰ کی عبادت کی کہ قریش کے علاوہ اور کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت نہ کرتا تھا۔

دوسری یہ کہ

فیل والے روز ان کی مدد فرمائی حالانکہ اس وقت وہ مشرک تھے۔

تیسری یہ کہ

قرآن مجید میں ان کے متعلق ایک سورۃ اتری ہے جس میں کسی دوسرے کا تذکرہ نہیں پایا جاتا' یعنی لایلف قریش۔

اور ان میں نبوت' خلافت اور حجابت وسقایت بھی موجود ہے۔

(معجم الاوسط: من اسمہ مصعب: ص76)

تیسری فصل

''بعض اہل بیت جیسا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اوران کے دونوں بیٹوں کے بارے میں احادیث مبارکہ''

پہلی حدیث مبارکہ

ابوبکر نے الغیلانیات میں ابوایوب سے روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

قیامت کے دن عرش کے پیچھے سے ایک ندا دینے والا منادی کرے گا کہ اے لوگو! فاطمہ بنت محمد مصطفیٰ ﷺ کے پل صراط سے گزرنے تک اپنے سروں کو جھکائے رہو اور اپنی نگاہوں کو نیچا کیے رکھو۔ آپ رضی اللہ عنہا پل صراط سے ستر ہزار لونڈیوں کے ساتھ جو موٹی آنکھوں والی حوروں میں سے ہوں گی بجلی کی جھمک کی مانند گزر جائیں گی۔

(الشریعہ للآجری: باب ذکر بیان فضل فاطمۃ رضی اللہ عنہا ص 287)

دوسری حدیث مبارکہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ابوبکر نے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

قیامت کے دن عرش کے دو پیچھوں میں سے ایک منادی ندا کرے گا کہ اے لوگو! اپنی نگاہوں کو پست کیے رکھو اس لئے کہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا گزر کر جنت میں پہنچ جائیں۔ (مستدرک: ذکر مناقب فاطمۃ بنت رسول اللہ ﷺ 166)

تیسری حدیث مبارکہ

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے احمد، شیخین، ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

بنی ہشام بن مغیرہ نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے اپنی بیٹی کے نکاح کی اجازت مانگی تو میں اس کی اجازت ہرگز نہیں دوں گا۔

پھر فرماتا ہوں کہ

میں اس کی ہرگز اجازت نہیں دوں گا علاوہ ازیں اس کے کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ میری بیٹی کو طلاق دے دیں اور ان کی

بیٹی سے نکاح کرلیں۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا میرے جگر گوشہ ہے جو چیز اس کو مضطرب کرتی ہے وہ مجھے بھی مضطرب کرتی ہے اور جو چیز اس کے واسطے تکلیف کی وجہ بنتی ہے وہ مجھے بھی تکلیف پہنچاتی ہے۔

(سنن ابی داؤد ما یکرہ ان یجمع بینھن من النساء: ص459)

چوتھی حدیث مبارکہ

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے شیخین نے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ارشاد فرمایا:

حضرت جبرائیل علیہ السلام ہر سال مجھے قرآن مجید کا ایک دور کرواتے تھے مگر اس سال اس نے مجھے دو دور کروائے ہیں۔ مجھے ایسا لگتا ہے کہ میری وفات کا وقت قریب ہے تو میرے اہل بیت میں سے سب سے پہلے مجھے ملو گی۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرنا اور صبر کرنا اس لئے وہ بہترین سلف ہے جو کہ میں تمہارے واسطے چھوڑ کر جا رہا ہوں۔

(صحیح بخاری: باب کان جبرائیل یعرض القرآن علی: ص1911)

پانچویں حدیث مبارکہ

حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما سے احمد، ترمذی اور حاکم نے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

فاطمہ رضی اللہ عنہا میرا جگر گوشہ ہے جو چیز اس کو اذیت دیتی ہے وہ مجھے بھی اذیت دیتی ہے۔

(المستدرک: ذکر مناقب فاطمۃ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ص173)

چھٹی حدیث مبارکہ

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے شیخین نے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے فاطمہ رضی اللہ عنہا! کیا تو جنت کی مومنات کی سردار ہونے پر رضامند نہیں ہے۔

(صحیح بخاری: من ناجی بین یدی الناس ومن لم: ص331)

ساتویں حدیث مبارکہ

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے ترمذی اور حاکم نے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میرے اہل بیت میں سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے۔

(مستدرک: تفسیر سورۃ الاحزاب: ص452)

آٹھویں حدیث مبارکہ

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے حاکم نے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مریم بنت عمران رضی اللہ عنہا کے علاوہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جنتی عورتوں کی سردار ہے۔

(المستدرک: ذکر مناقب فاطمۃ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ص168)

نویں حدیث مبارکہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

فاطمہ رضی اللہ عنہا! مجھے تم سے زیادہ محبوب ہے اور تم مجھے اس سے زیادہ عزیز ہو۔

(طبرانی: جزء7'ص343)

دسویں حدیث مبارکہ

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے احمد اور ترمذی نے اور حضرت عمر' حضرت علی' حضرت جابر' حضرت ابوہریرہ' حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم اور براء سے طبرانی نے اور حضرت ابن مسعود سے ابن عدی نے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں۔

(سنن ترمذی' مناقب الحسن والحسین رضی اللہ عنہما: ص238)

گیارھویں حدیث مبارکہ

حضرت علی اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ابن عساکر نے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ابن ماجہ اور حاکم نے اور قرۃ اور مالک بن الحویرث سے طبرانی نے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے حاکم نے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میرے یہ دونوں بیٹے حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں اور ان کا والدان دونوں سے بہتر ہے۔

(المعجم الاوسط: جزء2'ص347)

بارھویں حدیث مبارکہ

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے احمد' ترمذی اور نسائی نے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کیاتم نے اس بادل کوملاحظہ نہیں کیا جو اس سے پہلے میرے سامنے آیا تھا وہ ایک فرشتہ تھا جو اس رات سے پہلے کبھی زمین پرنہیں اترا۔اس نے اپنے ربّ عزوجل سے مجھے سلام فرمانے اور یہ خوشخبری دینے کے لئے اجازت مانگی ہے کہ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما بہشتی نوجوانوں کے سردار ہیں اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جنتی عورتوں کی سردار ہے۔

(سنن نسائی: حذیفۃ بن یمان رضی اللہ عنہ: ص80)

تیرھویں حدیث مبارکہ

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے طبرانی نے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

حضرت حسن رضی اللہ عنہ میری ہیبت اور سرداری اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما میری جرأت اور سخاوت کی علامت ہے۔

(المعجم الکبیر: ذکر سنن فاطمہ رضی اللہ عنہا ووفاتھا: ص423)

چودھویں حدیث مبارکہ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ترمذی نے روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

حضرت حسن و حضرت حسین رضی اللہ عنہما دونوں میری دنیا کی خوشبو ہیں۔

پندرھویں حدیث مبارکہ

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ابن عدی اور ابن عساکر نے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

بے شک میرے یہ دونوں بیٹے دنیا میں میری خوشبو ہیں۔

(سنن ترمذی: مناقب الحسن والحسین رضی اللہ عنہما: ص240)

سولھویں حدیث مبارکہ

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے ترمذی اور ابن حبان نے روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

یہ دونوں میرے اور میری صاحبزادی کے فرزند ہیں۔

اے اللہ عزوجل! میں ان سے محبت کرتا ہوں لہٰذا تو بھی ان سے محبت کر اور جو ان دونوں سے محبت کرتا ہے اس سے بھی محبت کر۔

(سنن ترمذی: مناقب الحسن والحسین رضی اللہ عنہما: ص239)

سترھویں حدیث مبارکہ

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے احمد، اصحاب سنن اربعہ، ابن حبان اور حاکم نے روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے سچ فرمایا ہے:

تمہاری اولاد اور مال فتنہ ہیں۔

میں نے ان بچوں کو چلتے اور لڑکھڑاتے دیکھا ہے تو صبر نہ ہو سکا حتیٰ کہ میں نے اپنی بات کو ختم کر کے ان کو اٹھا لیا۔

([illegible] ص 211)

اٹھارھویں حدیث مبارکہ

حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ سے ابو داؤد نے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

حضرت حسن رضی اللہ عنہ مجھ سے اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہیں۔

([illegible] ص 176)

انیسویں حدیث مبارکہ

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے بخاری، ابو یعلیٰ، ابن حبان، طبرانی اور حاکم نے روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میری خالہ کے بیٹوں کے علاوہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام اور حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں اور حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے علاوہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جنتی عورتوں کی سردار ہیں۔

([illegible] ص 33)

بیسویں حدیث مبارکہ

حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ سے احمد اور ابن عساکر نے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

حضرت حسن رضی اللہ عنہ مجھ سے اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہے۔

([illegible] ص 191 مکتبہ مجددیہ ملتان)

اکیسویں حدیث مبارکہ

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے طبرانی نے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما عرش کی تلواریں ہیں۔

(معجم الاوسط: اول الکتاب' ص108)

بائیسویں حدیث مبارکہ

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے احمد' بخاری' ابوداؤد' ترمذی اور نسائی نے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میرا یہ بیٹا سردار ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں صلح کروائے گا یعنی حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ذریعے سے صلح کروائے گا۔

(صحیح بخاری: قول النبی ﷺ للحسن بن.....ص211)

تئیسویں حدیث مبارکہ

ادب المفرد میں امام بخاری نے اور حضرت یعلیٰ بن مرہ رضی اللہ عنہ سے ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

حضرت حسین رضی اللہ عنہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں اور جو حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے محبت کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرے گا۔ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما اسباط میں سبطین ہیں۔ (سنن ترمذی: مناقب الحسن والحسین رضی اللہ عنہما' ص245)

چوبیسویں حدیث مبارکہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ترمذی نے روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میرے اہل بیت میں سے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما مجھے سب سے زیادہ محبوب ہیں۔

(الصواعق المحرقہ عربی: فی الاحادیث الواردہ: ص192' کتب خانہ مجیدیہ' ملتان)

پچیسویں حدیث مبارکہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے احمد' ابن ماجہ اور حاکم نے روایت کیا ہے کہ جو حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما سے محبت کرتا ہے وہ مجھ سے محبت کرتا ہے اور جو ان سے بغض کرتا ہے وہ مجھ سے بغض کرتا ہے۔

(سنن ابن ماجہ' فضل الحسن والحسین ابن علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہم' ص164)

چھبیسویں حدیث مبارکہ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ابو یعلیٰ نے روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جو بندہ بہشتی نوجوانوں کے سردار کو دیکھنا چاہتا ہے وہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو دیکھ لے۔ (مسند ابی یعلیٰ: مسند جابر، ص 397)

ستائیسویں حدیث مبارکہ

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے بغوی اور عبدالغنی سے الایضاح میں روایت کیا ہے کہ

حضرت ہارون علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کا نام شبر اور شبیر رکھا اور میں نے حضرت ہارون علیہ السلام کے مطابق اپنے بیٹوں کا نام حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما رکھا ہے۔

عمران بن سلیمان سے ابن سعد نے روایت کیا ہے کہ

انہوں نے کہا:

حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما اہل جنت کے اسماء میں سے دو اسم ہیں۔ عرب جاہلیت میں یہ دونوں اسم رکھا کرتے تھے۔

(الصواعق المحرقہ عربی: فی الاحادیث الواردۃ..... ص 192، کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

اٹھائیسویں حدیث مبارکہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ابن سعد اور طبرانی نے روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مجھے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے بتایا ہے کہ میرا بیٹا حضرت حسین رضی اللہ عنہ میرے بعد طف کی زمین میں شہید کیا جائے گا اور وہ میرے پاس اس جگہ کی مٹی بھی لائے۔

اور بتایا کہ

اس مقام پر وہ شہید ہو کر تشریف فرما ہوگا۔

(المعجم الکبیر: الحسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ: ص 107)

انتیسویں حدیث مبارکہ

حضرت ام فضل بنت حرث رضی اللہ عنہا سے ابوداؤد اور حاکم نے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے مجھے آکر بتایا کہ میری امت میرے اس بیٹے یعنی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو جلد ہی شہید کر دے گی اور وہ میرے پاس سرخ مٹی بھی لائے۔

(مستدرک: اول فضائل ابی عبداللہ الحسین بن علی رضی اللہ عنہما، ص 194)

احمد نے روایت کیا ہے کہ

میرے پاس گھر میں ایک فرشتہ آیا جو اس سے قبل کبھی نہیں آیا

اس نے مجھ سے کہا

تیرا یہ بیٹا حضرت حسین رضی اللہ عنہ شہید کیا جائے گا اور اگر آپ ﷺ پسند فرمائیں تو میں اس مقام کی مٹی آپ ﷺ کو دکھاؤں جس مقام پر یہ شہید کیا جائے گا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

پھر اس نے سرخ مٹی نکال کر دکھائی۔ (مسند احمد: حدیث ام سلمۃ زوج النبی ﷺ 'ص 477)

تیسویں حدیث مبارکہ

اپنی معجم میں بغوی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث مبارکہ میں روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

بارش کے فرشتے نے میری زیارت کے لئے اپنے رب عزوجل سے اجازت مانگی تو اللہ تعالیٰ نے اس کو اجازت عطا فرما دی۔ اس دن حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی باری تھی۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

دروازے کی دیکھ بھال کرنا تاکہ کوئی شخص اندر داخل نہ ہو جائے۔ ابھی آپ رضی اللہ عنہا دروازے پر ہی تھی کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اندر آ گئے اور چھلانگ لگا کر آپ ﷺ پر سوار ہو گئے اور نبی کریم ﷺ ان کو بوسہ دینے لگ گئے۔

تو فرشتے نے آپ ﷺ سے کہا:

کیا آپ ﷺ کو ان سے محبت ہے؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ہاں

فرشتے نے کہا:

جلد آپ ﷺ کی امت اس کو شہید کر دے گی۔ اگر آپ ﷺ پسند فرمائیں تو میں آپ ﷺ کو وہ مقام دکھاؤں جس مقام پر یہ شہید ہوں گے۔ اس نے آپ ﷺ کو وہ مقام دکھایا اور سرخ مٹی بھی لے کر آیا۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اس کو لے کر کپڑے میں باندھ دیا۔

ثابت نے کہا:

ہم کہا کرتے تھے کہ وہ جگہ کربلا ہے۔

ابو حاتم نے اس کو اپنی صحیح میں روایت کیا ہے اور احمد نے بھی اسی طرح کی روایت کی ہے اور عبد بن حمید اور ابن احمد نے بھی

اسی طرح کی ایک روایت کی ہے۔
مگر اس میں یہ بیان ہوا ہے کہ
وہ فرشتہ حضرت جبرائیل علیہ السلام تھے۔
اگر یہ صحیح ہے تو یہ دو واقعے ہیں اور دوسری میں یہ بھی اضافہ ہوا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس مٹی کو سونگھا
اور ارشاد فرمایا:
کرب و بلا کی خوشبو آتی ہے۔
سہلۃ بکسر الاول سخت ریت کو کہا جاتا ہے جو باریک اور نرم نہ ہو۔
الملا کی روایت اور احمد کی زیادہ المسند میں ہے کہ
حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا
پھر آپ ﷺ نے وہ مٹی مجھے عطا فرمادی۔
اور ارشاد فرمایا کہ
یہ اس زمین کی مٹی ہے جس زمین میں ان کو شہید کیا جائے گا۔ وہ بہت بڑا دن ہوگا۔
اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے کہ
حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے شہید ہونے کے دن میں نے اس کو لیا تو وہ خون ہوگئی تھی۔
ایک روایت میں ہے کہ
حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا
کیا میں آپ ﷺ کو ان کے شہید ہونے کی جگہ کی مٹی دکھاؤں، وہ کچھ مٹھیاں لے کر آئے جس کو میں نے ایک بوتل میں رکھ دیا۔
حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا:
جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ شہید ہونے کی رات آئی تو میں نے ایک کہنے والے کو کہتے ہوئے سنا:
''اے حسین رضی اللہ عنہ کو جہالت سے شہید کرنے والو تم کو عذاب اور ذلت کی بشارت ہو۔ تم پر ابن داؤد، موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام کی زبان سے لعنت ہوگئی ہے''۔
حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا:
میں رو پڑی اور میں نے بوتل کو کھولا تو مٹی خون ہو کر بہہ گئی۔
اور ابن سعد نے شعبی نے روایت کیا ہے کہ

صفین کی طرف جاتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا کربلا سے گزر ہوا۔ یہ فرات کے کنارے نینوی بستی کے برابر ہے۔
آپ رضی اللہ عنہ نے وہاں کھڑے ہو کر اس زمین کا نام استفسار فرمایا۔
آپ کو بتایا گیا کہ
اس کو کربلا کہا جاتا ہے' تو آپ رضی اللہ عنہ رو دیئے حتیٰ کہ آپ رضی اللہ عنہ کے آنسوؤں سے زمین تر ہو گئی۔
پھر ارشاد فرمایا:
میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم رو رہے تھے
میں نے عرض کیا کہ
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کس وجہ سے رو رہے ہیں۔
ارشاد فرمایا:
ابھی حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آ کر مجھے خبر دی ہے کہ میرا بیٹا حضرت حسین رضی اللہ عنہ فرات کے کنارے ایک مقام پر شہید ہوں گے جس کو کربلا کہتے ہیں۔ پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ایک مٹھی میں مٹی لے کر مجھے سنگھوائی تو میں اپنے آنسوؤں کو روک نہیں سکا۔
احمد نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مختصر روایت کی ہے کہ
میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا۔ آگے تمام وہی حدیث مبارکہ بیان فرمائی ہے۔
(مسند احمد: ومن مسند علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ: ص 119)
الملا نے روایت کیا ہے کہ
حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی قبر کے پاس سے گزرے
اور فرمایا:
حتیٰ کہ ان کی سواریوں کے بیٹھنے کا مقام ہے اور یہ ان کے کوچ کرنے کا مقام ہے۔ یہ آل محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نوجوانوں کے خون کے بہنے کا مقام ہے۔ وہ اس میدان میں شہید کیے جائیں گے اور زمین و آسمان ان پر رو دیں گے۔
ابن سعد نے یہ بھی روایت کیا ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک کمرہ تھا جس کی سیڑھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں تھی۔ جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم چڑھ کر وہاں جایا کرتے تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جبرائیل علیہ السلام سے ملاقات کرنے کا ارادہ فرماتے تو وہاں چڑھ جاتے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حکم فرمایا کرتے تھے کہ کوئی شخص اوپر نہ آنے پائے۔
حضرت حسین رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے علم نہ ہونے کی وجہ سے اوپر چڑھ گئے۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا

یہ کون ہے؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

یہ میرا بیٹا ہے۔

آپ ﷺ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو پکڑ کر اپنی ران پر بٹھایا تو آپ ﷺ سے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا

جلد ہی آپ ﷺ کی امت اس کو شہید کر دے گی۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میرے بیٹے کو (شہید کر دے گی)

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا

ہاں! اگر آپ پسند فرمائیں تو میں آپ ﷺ کو اس علاقہ کے بارے میں بتاؤں جس میں اس کو شہید کیا جائے گا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عراق کے علاقہ طف کی طرف اپنے ہاتھ کا اشارہ فرمایا اور وہاں سے سرخ مٹی اٹھا کر آپ ﷺ کو دکھائی۔

اور کہا

یہ اس مقام کی مٹی ہے جس مقام پر حضرت حسین رضی اللہ عنہ شہید ہوں گے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے ترمذی نے روایت کیا ہے کہ

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ کو روتے ہوئے ملاحظہ کیا اور آپ ﷺ کے سر اور داڑھی میں مٹی تھی۔

آپ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا:

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ابھی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا ہے۔

(سنن ترمذی: مناقب الحسن والحسین رضی اللہ عنہما، ص 241)

اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نصف النہار کے وقت آپ ﷺ کو غبار آلود صورت میں ملاحظہ کیا۔ آپ ﷺ کے ہاتھ میں ایک خون کی بوتل تھی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے آپ ﷺ سے پوچھا:

یہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور اس کے ساتھیوں کا خون ہے میں اس دن سے ہمیشہ اس کی آرزو میں رہا حتیٰ کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے فرمان کے موافق عراق کی زمین میں کوفہ کے اردگرد میں کربلا میں شہید ہو گئے۔ یہ مقام طف کے نام سے بھی

مشہور ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کو سنان بن نخعی نے شہید کیا۔

بعض نے کہا

ایک اور شخص نے اپ رضی اللہ عنہ 61ھ میں دس محرم کو جمعہ کے دن 56 سال چند ماہ کی عمر میں شہید کیا۔ جب وہ آپ رضی اللہ عنہ کو شہید کر چکے تو آپ رضی اللہ عنہ کے سر کو یزید کی طرف بھیج دیا اور پہلی منزل میں اتر کر سر سے پینے لگ گئے۔ اسی دوران ایک ہاتھ دیوار سے باہر آیا جس کے ساتھ ایک لوہے کا قلم تھا اس نے خون سے ایک لائن لکھی۔

"کیا وہ امت جس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا ہے حساب کے دن اس کے نانا کی شفاعت کی آس لگائی ہوئی ہے"۔

لہٰذا وہ سر کو چھوڑ کر بھاگ گئے۔

اس شعر کو منصور بن عمار نے بیان کیا ہے اور دوسرے لوگوں نے بھی اس کا ذکر کیا ہے کہ یہ شعر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے تین سو سال پہلے ایک پتھر پر ملا اور وہ روم کی زمین کے ایک گرجا میں بھی تحریر تھا۔ یہ معلوم نہیں کہ اس کو کس نے تحریر کیا۔

(الصواعق المحرقہ عربی: فی الاحادیث الواردۃ ص193، کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

حافظ ابو نعیم نے کتاب دلائل النبوۃ میں از ویہ کی فتح کے بارے میں لکھا ہے کہ

اس نے کہا

جب حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما شہید ہوئے تو آسمان سے خون کی بارش ہوئی۔ صبح ہوئی تو ہمارے کنویں اور مٹکے خون سے بھرے ہوئے تھے اس کے علاوہ بھی احادیث مبارکہ میں یہ بات بیان کر دی گئی ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے شہید کے دن جو نشانات ظاہر ہوئے

ان میں سے ایک یہ ہے کہ

آسمان اس قدر صاف ہو گیا کہ دن کے وقت ستارے نظر آنے لگ گئے جو بھی پتھر اٹھایا جاتا اس کے نیچے تازہ خون ہوتا۔

ابوالشیخ نے روایت کیا ہے کہ

ان کے لشکر میں جو گھاس تھی وہ راکھ میں بدل گئی اس وقت وہ ایک قافلہ میں تھے جو یمن سے عراق جانا چاہتا تھا وہ ان کو ان کے شہید کے وقت ملا تھا۔

ابن عیینہ نے اپنی دادی سے روایت کیا ہے کہ

ایک اونٹ والے کی گھاس راکھ میں بدل گئی اور اس نے اس کی خبر اس کو دی۔ انہوں نے اپنے لشکر میں ایک اونٹنی کو ذبح کیا تو اس کے گوشت سے ان کو چوہوں جیسی کوئی چیز نظر آئی۔ انہوں نے اس کو پکایا تو وہ مصبر کی طرح کڑوا ہو گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے شہید ہونے کی وجہ سے آسمان سرخ ہو گیا اور سورج کو گرہن لگ گیا حتیٰ کہ نصف النہار کو ستارے دکھائی دینے لگے۔

لوگ گمان کرنے لگے کہ

قیامت قائم ہوگئی ہے اور شام میں جو پتھر اٹھایا جاتا اس کے نیچے تازہ خون دکھائی دیتا۔

عثمان بن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ کے شہید ہونے کے بعد آسمان سات دن تک قیام پذیر رہا۔ دیواریں سرخی کی سختی سے سرخ چادروں کی مانند دکھائی دیتی تھیں اور ستارے ایک دوسرے سے ٹکرانے لگے۔

ابن جوزی نے ابن سیرین سے بیان کیا ہے کہ

سب دنیا تین دن تک تاریک رہی پھر آسمان پر سرخی نمودار ہوئی۔

ابوسعید نے کہا کہ

دنیا میں جو بھی پتھر اٹھایا گیا اس کے نیچے تازہ خون حاصل ہوا اور آسمان سے خون کی بارش ہوئی جس کا اثر مدت تک کپڑوں پر رہا حتیٰ کہ کپڑے پارہ پارہ ہوگئے۔

ثعلبی اور ابونعیم نے جو کچھ ذکر کیا گیا ہے بیان کیا ہے

مطلب یہ ہے کہ

ان پر خون کی بارش ہوئی۔ اور ابونعیم نے یہ اضافہ کیا ہے کہ صبح ہوئی تو ہمارے کنویں اور مٹکے خون سے بھرے پڑے تھے۔

ایک روایت میں ہے کہ

خراسان، شام اور کوفہ میں در اور دیوار پر خون کی مانند بارش ہوئی اور جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سر کو زیاد کے گھر لایا گیا تو اس کی دیواریں خون بن کر بہنے لگ گئیں۔

ثعلبی نے روایت کیا ہے کہ

آسمان رو پڑا اور اس کا رونا اس کی سرخی تھی۔

اور دوسروں نے کہا

آسمان کے افق حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے شہید ہونے کے بعد چھ ماہ تک سرخ رہے پھر اس کے بعد بھی ہمیشہ سرخی دیکھتے رہے۔

ابن سیرین نے فرمایا ہے کہ

ہمیں بتایا گیا ہے کہ شفق کے ساتھ جو سرخی ہوتی ہے وہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے شہید ہونے سے پہلے نہیں تھی۔

اور ابن سعد نے ذکر کیا ہے کہ

یہ سرخی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے شہید سے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی۔

ابن جوزی نے کہا ہے

اس کی حکمت یہ ہے کہ ہمارا غصہ چہرہ پر سرخی سے ظاہر ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اجسام سے منزہ ہے لہٰذا اس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے شہید کرنے والوں پر ان کے بڑے گناہ کی وجہ سے اپنے غضب کا اظہار افق کی سرخی سے فرمایا۔

انہوں نے کہا کہ

جب حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو بدر کی جنگ میں قیدی بنایا گیا تو ان کے رونے کی آواز سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نیند اڑ گئی۔ لہٰذا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے رونے سے ان کا کیا حال ہوا ہوگا۔

جب حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا قاتل وحشی مسلمان ہو گیا

تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو فرمایا:

میرے سامنے نہ آنا اس لئے میں پسند نہیں کرتا کہ میں محبوبوں کو قتل کرنے والوں کو دیکھتا رہوں۔

انہوں نے کہا کہ

یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس معاملہ کی وجہ سے فرمائی کہ اسلام پہلی باتوں کو ختم فرما دیتا ہے لہٰذا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دلی حالت حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قاتل اور آپ رضی اللہ عنہ کے قتل کا حکم دینے والے کو دیکھنے سے کس طرح ہوئی ہوگی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل کو اونٹوں پر کجاوؤں پر لاد کر لے جایا گیا اور یہ بات جو بیان کی گئی کہ شام یا دنیا میں جو پتھر اٹھایا جاتا اس کے تلے تازہ خون دکھائی دیتا۔ اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شہید کرنے کے دن بھی واقعہ ہوا جس طرح کہ بیہقی نے اس طرف اشارہ فرمایا ہے۔

انہوں نے زہری سے روایت کیا ہے کہ

وہ شام آئے اور الغزو جانا پسند فرماتے تھے۔ انہوں نے عبدالملک کے پاس آ کر اس کو خبر دی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے دن بیت المقدس میں جو پتھر اٹھایا جاتا اس کے نیچے خون نظر آتا۔

پھر اس نے کہا

یہ بات میرے اور تمہارے علاوہ جاننے والا کوئی نہ رہا۔ لہٰذا یہ بات کسی کو نہ بتانا۔

انہوں نے کہا کہ

پھر میں نے اس کی موت کے بعد لوگوں کو یہ بات بتائی اور انہی سے یہ بیان کیا گیا ہے کہ عبدالملک کے سوا کسی اور شخص نے یہ بات بتائی۔

بیہقی نے کہا

صحیح بات تو یہ ہے کہ یہ واقعہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے شہید ہونے کے وقت ہوا اور ہو سکتا ہے کہ خون دونوں کے شہید ہونے

کے وقت ملا ہو۔

ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ

ایک مجمع میں لوگ آپس میں کلام کر رہے تھے کہ جس کسی نے بھی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے شہید ہونے میں مدد کی ہے اس کو موت سے پہلے مصیبت پہنچی ہے۔

تو ایک بوڑھے نے کہا

میں نے بھی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے شہید کرنے میں معاونت کی تھی تو کوئی مصیبت نہیں آئی۔ پس وہ چراغ کو درست کرنے کے لئے اٹھا تو اس کو آگ نے پکڑ لیا اور وہ آگ آگ کہتا ہوا فرات میں ٹپک پڑا مگر آگ نے اس کو نہ چھوڑا حتیٰ کہ وہ مر گیا۔

منصور بن عمار نے روایت کیا ہے کہ

ان میں سے بعض پیاس کی مصیبت میں مبتلا ہوئے اور ایک راویہ کو پلاتا تھا مگر وہ سیراب نہ ہوتا تھا۔ ان میں سے ایک کے حالات بہت طویل ہیں حتیٰ کہ جب وہ گھوڑے پر سوار ہوتا وہ اس کو گردن پر رسی کی مانند لپیٹ لیتا۔

سبط ابن جوزی نے سدی سے نقل کیا ہے کہ

کربلا میں ایک شخص نے ان کی میزبانی کی تو انہوں نے کلام کے وقت کہا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے شہید ہونے میں جو آدمی بھی شریک ہوا بری موت مرا ہے تو میزبان نے اس بات کو جھٹلایا۔

اور کہا کہ

میں بھی ان لوگوں میں شامل تھا۔ رات کے آخری حصے میں وہ چراغ کو درست کرنے کے لئے اٹھا تو آگ بڑھ کر اس کے جسم کو لگ گئی اور اس کو جلا کر راکھ کر دیا۔

سدی نے کہا

اللہ تعالیٰ کی قسم! میں نے اس کو دیکھا ہے وہ کوئلے کی مانند ہو گیا تھا۔

زہری نے روایت کیا ہے کہ

آپ کے قاتلین میں سے کوئی ایک بندہ بھی نہیں جس کو اس دنیا میں سزا نہ دی گئی ہو یا قتل ہوا یا اندھا ہو گیا یا تھوڑے عرصہ میں اس کی حکومت چلی گئی۔

سبط ابن جوزی نے واقدی سے روایت کیا ہے کہ

ایک بوڑھا آپ رضی اللہ عنہ کے شہید ہونے میں شریک ہوا تو وہ اندھا ہو گیا۔

اس اندھے پن کا سبب پوچھا گیا

تو اس نے بتایا کہ

اس نے نبی کریم ﷺ کو ملاحظہ فرمایا کہ آپ ﷺ آستینیں چڑھائے اور ہاتھ میں تلوار لیے ہوئے ہیں۔ آپ ﷺ کے سامنے چمڑے کی بساط رکھی ہوئی ہے اور دس قاتلین حسین رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے سامنے ذبح کیے ہوئے پڑے ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے اس پر لعنت کی اور اس کی روسیاہی کی زیادتی پر اس کو برا بھلا فرمایا اور پھر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے خون سے ایک سلائی اس کی آنکھ میں ڈالی جس کی وجہ سے وہ اندھا ہو گیا۔

اسی طرح اس نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ ان میں سے ایک شخص نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سر کو اپنے گھوڑے کے سینے پر لٹکایا اور کچھ دنوں کے بعد اس کا چہرہ تارکول سے بھی زیادہ کالا ہو گیا۔

ان کو کہا گیا کہ

تم تو عربوں میں سے تمام سے سیراب چہرہ شخص تھے۔

اس نے جواب دیا کہ

جب سے میں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سر کو اٹھایا ہے ہر رات مجھے دو اشخاص میرے بستر سے پکڑ کر شعلوں والی آگ کی طرف لے جاتے ہیں اور مجھے اس میں پھینک دیتے ہیں اور میں وہاں سے الٹے پاؤں لوٹتا ہوں جس طرح کہ تم دیکھ رہے ہو لہٰذا وہ مجھے دھکے دے دیتے ہیں پھر وہ بہت بری طرح مر گیا۔

اسی طرح اس نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ

ایک بوڑھے شخص نے نبی کریم ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ آپ ﷺ کے سامنے ایک تھال پڑا ہوا تھا جس میں خون ہے اور لوگوں کو آپ ﷺ کے سامنے حاضر کیا جا رہا ہے اور آپ ﷺ ان کو خون سے لتھڑ رہے ہیں حتیٰ کہ میں بھی آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوا۔

تو میں نے کہا

میں تو قتل حسین رضی اللہ عنہ کے وقت حاضر نہیں تھا۔

تو آپ ﷺ نے مجھے فرمایا:

تم تمنا رکھتے تھے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ قتل ہو پھر آپ ﷺ نے اپنی انگشت مبارک سے میری طرف اشارہ کیا تو میں اندھا ہو گیا۔

(الصواعق المحرقۃ عربی: فی الاحادیث الواردۃ: ص 195 تا 196' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

احمد نے روایت کیا ہے کہ

یہ بات پہلے بھی بیان ہو گئی ہے کہ

ایک شخص نے کہا

اللہ تعالیٰ فاسق بن فاسق حسین کو قتل کرے تو اللہ تعالیٰ نے دو ستارے اس کی آنکھوں میں مار دیئے اور وہ اندھا ہو گیا۔

بارزی نے منصور سے روایت کیا ہے کہ

اس نے شام میں ایک شخص کو دیکھا جس کا چہرہ خنزیر کی مانند تھا۔

اس نے اس سے پوچھا

تو اس نے کہا

وہ ہر دن حضرت علی رضی اللہ عنہ پر ہزار مرتبہ لعنت کرتا تھا اور جمعہ کو کئی ہزار بار اور اس کی ذریت بھی اس میں شامل ہوتی تھی پھر میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی اور اس نے ایک طویل خواب سنایا جس میں ایک بات یہ بھی تھی کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس میرا شکوہ کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ پر لعنت کی پھر میرے چہرے پر تھوک دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تھوک کی جگہ خنزیر بن گئی اور لوگوں کے لئے ایک علامت بن گئی۔

الملا نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ

انہوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ پر جنات کو نوحہ کرتے سنا۔

ابن سعد نے آپ سے بیان کیا ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہا اس قدر روئیں کہ آپ رضی اللہ عنہا پر غشی کی حالت ہوگئی۔

بخاری نے اپنی صحیح میں اور ترمذی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ان سے ایک شخص نے پوچھا کہ

مچھر کا خون پاک ہے یا ناپاک ہے

آپ نے فرمایا

تم کن اشخاص میں سے ہو۔

اس نے جواب دیا کہ

میں اہل عراق میں سے ہوں

تو آپ نے فرمایا:

تھوڑا سا اس کو دیکھو یہ مجھ سے مچھر کے خون کے بارے میں پوچھتا ہے حالانکہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے کو شہید کیا ہے۔

اور میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

یہ میرے دونوں بیٹے دنیا میں میری خوشبو ہیں۔

(صحیح البخاری: باب رحمۃ الولد وتقبیلہ ومعانقتہ: ص2234)

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے مدینہ منورہ سے نکلنے کا سبب یہ ہے کہ جب 60ھ میں یزید خلیفہ بنا تو اس نے اپنے مدینہ منورہ کے گورنر کو پیغام بھیجا کہ وہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے میری بیعت لے تو آپ جان کے خوف سے مکہ چلے آئے۔ کوفیوں نے جب اس بات کو سنا تو انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کی طرف پیغامات بھیجے کہ آپ رضی اللہ عنہ کوفہ آ جائیں ہم آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنا چاہتے ہیں اور جو ظلم ہم سے ہو گئے ہوں ان کو معاف فرما دیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے آپ رضی اللہ عنہ کو منع کیا کہ یہ لوگ دھوکہ کرنے والے ہیں۔ انہوں نے ہی تو آپ رضی اللہ عنہ کے والد محترم کو شہید کیا ہے اور بھائی کو اکیلے چھوڑ دیا مگر حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کی بات کو نہ مانا۔

پھر آپ رضی اللہ عنہ نے کہا

آپ رضی اللہ عنہ اپنے اہل و عیال کو اپنی معیت نہ لے جائیں اس سے بھی آپ رضی اللہ عنہ نے انکار فرما دیا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما رو دیئے

اور کہا

ہائے میرے پیارے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بھی آپ رضی اللہ عنہ کو منع کیا مگر آپ رضی اللہ عنہ کچھ بھی نہ مانے تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے روتے ہوئے آپ رضی اللہ عنہ کی آنکھوں کے مابین بوسہ دیا

اور کہا

اے مقتول! میں آپ رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کرتا ہوں۔

حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے بھی آپ رضی اللہ عنہ کو منع کیا۔

تو آپ رضی اللہ عنہ نے ان کو کہا

میرے باپ نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ

مکہ مکرمہ میں ایک مینڈھا ہے جس سے مکہ مکرمہ کی حرمت کو ختم کیا جائے گا' میں نہیں پسند کرتا کہ میں وہ مینڈھا بن جاؤں۔

اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان پہلے بیان ہو گیا ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

کوفہ کے بیوقوفوں کے ورغلانے سے محفوظ رہنا۔ وہ آپ رضی اللہ عنہ کو گھر سے نکال دیں گے اور پھر اکیلا چھوڑ دیں گے پھر آپ رضی اللہ عنہ کو پچھتاوا ہوگا' مگر اس وقت کوئی چارہ نہیں ہوگا۔ یہ بات حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اس وقت کہی جس رات آپ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کے لئے رحم کی دعا فرمائی۔ جب آپ رضی اللہ عنہ اپنے بھائی محمد بن حنفیہ کے پاس

تشریف لے گئے تو آپ رضی اللہ عنہ ایک تھالی میں وضو فرما رہے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے رو رو کر اس تھالی کو آنسوؤں سے بھر دیا۔ مکہ مکرمہ میں کوئی آدمی اس طرح نہ تھا جو آپ رضی اللہ عنہ کے اس سفر سے غم میں نہ ڈوبا ہو۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے آنے سے پہلے حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو روانہ فرمایا تو بارہ ہزار کوفیوں نے آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی۔ بعض کے نزدیک اس سے بھی زیادہ لوگوں نے بیعت کی۔ یزید نے ابن زیاد کو حکم دیا اس نے آ کر آپ رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا اور آپ رضی اللہ عنہ کا سر یزید کو بھیج دیا جس پر اس نے ابن زیاد کا شکریہ ادا کیا اور اس کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں متنبہ کیا۔ سفر میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ فرزدق سے ملے۔

تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا کہ

لوگوں کا کوئی حال سناؤ۔

اس نے جواب دیا:

اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لال! احوال سے واقف شخص کے لئے موت کا وقت پہنچ چکا ہے۔ لوگوں کے دل آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ اور تلواریں بنی امیہ کے ساتھ ہیں۔ فیصلہ آسمان سے نازل ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ جو پسند فرماتا ہے کرتا ہے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ آگے بڑھتے رہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کو اس بات کا پتہ نہ تھا کہ حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا ہوا ہے۔

جب آپ رضی اللہ عنہ قادسیہ کے مقام پر تین دن کے فاصلے پر تشریف فرما ہوئے تو آپ رضی اللہ عنہ کو ابن یزید تمیمی نے بتایا اور کہا:

واپس تشریف لے جائیں! میں اپنے پیچھے آپ رضی اللہ عنہ کے لئے کوئی بھلائی چھوڑ کر نہیں آیا جس امید میں آپ رضی اللہ عنہ آگے جانا چاہتے ہیں اور آپ رضی اللہ عنہ کو سب واقعہ اور ابن زیاد کا آنا اور اس کی تیاریوں کے بارے میں پوری خبر دی تو آپ رضی اللہ عنہ نے واپسی کا ارادہ فرما لیا

تو مسلم رضی اللہ عنہ کے بھائی نے کہا

اللہ تعالیٰ کی قسم! ہم بدلہ لیے بغیر واپس ہرگز نہیں جائیں گے یا ہم قتل ہو جائیں گے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

آپ رضی اللہ عنہ کے بعد جینے میں کوئی مزہ باقی نہیں ہے۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ آگے چلے تو آپ رضی اللہ عنہ کو ابن زیاد کا پہلا دستہ ملا تو آپ رضی اللہ عنہ آٹھ محرم 61ھ کو کربلا کی طرف پھر گئے۔ جب آپ رضی اللہ عنہ کوفہ کے قرب وجوار داخل ہوئے۔

تو آپ رضی اللہ عنہ نے سنا کہ

وہاں کا امیر عبید اللہ بن زیاد ہے جس نے بارہ ہزار جنگ کرنے والے اشخاص کو آپ رضی اللہ عنہ کی طرف تیار کر کے روانہ کیا ہے جب وہ آپ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے۔

انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ

آپ رضی اللہ عنہ ابن زیاد کے حکم کو تسلیم کر کے یزید کی بیعت کر لیں لیکن آپ رضی اللہ عنہ نے انکار کیا تو انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ سے جنگ شروع کر دی۔ آپ رضی اللہ عنہ سے جنگ کرنے والوں کی تعداد اکثریت خارجی تھی جنہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کو خطوط پہ خطوط تحریر کیے تھے اور آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کی تھی۔ جب آپ رضی اللہ عنہ ان کے پاس پہنچے تو انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ سے وعدہ خلافی کی اور کافی بھلائی پر فوراً حرام کو ترجیح دیتے ہوئے آپ رضی اللہ عنہ کے دشمنوں سے مل گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس کثیر تعداد سے جنگ کی اور آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ اپنے اہل اور بھائیوں میں سے اسی (80) سے تھوڑا زیادہ مقدس نفوس تھے۔ اس جنگ میں یہ بات واضح طور پر ثابت ہو گئی کہ آپ رضی اللہ عنہ کے دشمنوں کی تعداد بہت زیادہ تھی اور ان کے تیر اور نیزے آپ رضی اللہ عنہ تک پہنچ رہے تھے اور جب آپ رضی اللہ عنہ نے تلوار اٹھا کر ان پر حملہ کیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے ان کو اشعار کو پڑھا۔

"میں علی رضی اللہ عنہ کا بیٹا ہوں جو ہاشم کی اولاد میں سے ایک عالم تھے اور فخر سے مجھ کو یہ بات بہت کافی ہے کہ میرے نانا اللہ تعالیٰ کے رسول اور تمام انسانوں سے عزت والے ہیں اور لوگوں کے مابین ہماری قدر روشن چراغ کی طرح ہے اور میری والدہ محترمہ فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آل ہیں اور میرے چچا حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو ذوالجناحین کہتے ہیں اور ہم میں ہی کتاب اللہ اتری ہے اور ہم ہی میں ہدایت، وحی اور بھلائی کا تذکرہ موجود ہے"۔

اگر وہ لوگ تدبیر کی رو سے آپ کے اور پانی کے مابین گھائل نہ ہو جاتے تو آپ رضی اللہ عنہ پر کبھی بھی قابو نہ پا سکتے تھے اس لئے آپ رضی اللہ عنہ وہ شجاع سردار ہیں جو اپنی جگہ سے ہٹائے اور ہلائے نہیں جا سکتے۔ جب آپ رضی اللہ عنہ کو اور آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کو تین دن تک پانی سے روک لیا گیا تو آپ کے دشمنوں میں سے ایک دشمن نے کہا

میں اس کو دیکھ رہا ہوں گویا اس نے بادل کو پریشانی میں کر دیا ہے کہ اس سے پانی پینے کے باوجود سیر نہ ہوتا تھا حتیٰ کہ پیاسا ہی مر گیا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے پینے کے لئے پانی منگوایا تو ایک شخص نے درمیان میں حائل ہو کر آپ رضی اللہ عنہ کو ایک تیر مارا جو آپ رضی اللہ عنہ کے تالو پر لگا

تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اے اللہ عزوجل! اس کو پیاسا رکھ۔

تو وہ چیخنے لگا۔ اس کے پیٹ میں گرمی اور اس کے باہر ٹھنڈک تھی۔ اس کے سامنے برف اور پنکھے تھے اور اس کے پیچھے کافور رکھا ہوا تھا۔ پھر بھی وہ پیاس سے چلا رہا تھا۔ اس کے پاس ستو، پانی اور دودھ لایا گیا اگر وہ اس کو پانچ بار بھی پی لیتا تو ان کے لئے کفایت کرتا۔ وہ اس کو پیتا اور چلاتا اور اس کو دوبارہ پلایا جاتا حتیٰ کہ اس کا پیٹ پھٹ گیا۔ جب آپ رضی اللہ عنہ کے اہل سے جنگ بڑھ گئی تو ان میں سے ایک کے بعد ایک مرتا رہا حتیٰ کہ پچاس سے زائد اشخاص قتل ہو گئے تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے بلند آواز سے فرمایا۔

کیا کوئی حریم رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے مقابلہ کرنے والا نہیں۔ اس وقت یزید بن الحرث الریاحی دشمن کے لشکر سے گھوڑے پر سوار ہو کر نکلا

اور کہا

اے ابن رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر چہ میں آپ رضی اللہ عنہ کیخلاف نکلنے والا پہلا آدمی ہوں مگر اب میں آپ رضی اللہ عنہ کے گروہ میں شامل ہوتا ہوں۔ ہوسکتا ہے کہ مجھے آپ رضی اللہ عنہ کے نانا جان کی شفاعت نصیب ہو جائے۔ پھر وہ آپ رضی اللہ عنہ کے سامنے لڑا حتیٰ کہ قتل ہو گیا۔ جب آپ رضی اللہ عنہ کے رفقاء ختم ہوئے اور آپ رضی اللہ عنہ اکیلے بچ گئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے حملہ کر کے ان کے کثیر بہادروں کو قتل کر دیا۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ کافی اشخاص نے حملہ کیا اور آپ رضی اللہ عنہ کے اور آپ رضی اللہ عنہ کے حریم کے مابین حائل ہو گئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے بلند آواز سے فرمایا:

اپنے بے وقوفوں کو عورتوں اور بچوں سے روک لو۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ مسلسل قتال فرماتے رہے حتیٰ کہ انہوں نے زخموں سے آپ رضی اللہ عنہ کا خون بہادیا اور آپ رضی اللہ عنہ زمین پر تشریف لے آئے تو انہوں نے عاشورہ کے دن 61ھ میں آپ رضی اللہ عنہ کا سر کاٹ لیا۔ جب اس کو عبید اللہ بن زیاد کے سامنے رکھا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ کے قتل کرنے والے نے یہ اشعار پڑھے۔

"میری سواریوں کو سونے اور چاندی سے پر کر دو میں نے ایک ایسے بادشاہ کو قتل کیا مارا ہے جس کو چھپایا جاتا تھا اور جو بچپن میں قبلتین میں نماز پڑھتا تھا اور نسب میں سب سے بہتر شخص تھا میں نے اس کو قتل کر دیا ہے جو لوگوں سے باپ اور ماں کی وجہ سے بہتر شخص تھا"۔

ابن زیاد نے ان اشعار کو سن کر غصے میں کہا:

جب تم اس کو اس طرح کا شخص جانتا تھا تو پھر تم نے اس کو قتل کیوں کیا؟

اللہ تعالیٰ کی قسم! تو مجھ سے کوئی مال حاصل نہیں کر سکے گا اور میں تجھے ضرور اس کے ساتھ ملا دوں گا پھر اس نے اس کو قتل کر دیا اور اس کے ساتھ آپ رضی اللہ عنہ کے بھائیوں اور آپ رضی اللہ عنہ کے بھائی حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے بیٹوں اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور حضرت عقیل رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے انیس 19 اشخاص اور ایک کے مطابق بیس اشخاص کو قتل کر دیا۔

(الصواعق المحرقہ عربی: فی الاحادیث الواردۃ.....ص197، کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

اس وقت روئے زمین پر ان کا کوئی برابر نہیں تھا۔ جب آپ رضی اللہ عنہ کے سر کو ابن زیاد کے پاس لایا گیا تو اس کو ایک تھالی میں رکھ کر آپ رضی اللہ عنہ کے دانتوں پر چھڑی سے مارنے لگا اور بڑے فخر سے کہنے لگا میں نے اس طرح کا کوئی شخص نہیں دیکھا۔ اگر چہ یہ خوبصورتی دانتوں کی وجہ سے ہے اس وقت اس کے پاس حضرت انس رضی اللہ عنہ موجود تھے ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے

اور فرمانے لگے کہ

آپ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت زیادہ مشابہت رکھتے تھے۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے۔

ابن ابی الدنیا نے بیان کیا ہے کہ

وہاں پر حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے اس کو فرمایا:

اپنی چھڑی کو اٹھالو۔ میں نے کثیر بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان دونوں ہونٹوں کے مابین بوسہ دیتے ہوئے ملاحظہ کیا ہے۔

پھر اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ رونے لگ گئے۔

تو ابن زیاد نے کہا:

اللہ تعالیٰ تمہاری آنکھوں کو رلائے اگر تم بوڑھے نہ ہوتے تو تمہاری بکواس پر تمہیں ضرور قتل کر دیتا۔

آپ رضی اللہ عنہ یہ فرماتے ہوئے قیام فرمایا

اے لوگو! آج کے بعد تم غلام بن گئے ہو۔ تم نے ابن فاطمہ رضی اللہ عنہا کو شہید کر دیا ہے اور ابن مرجانہ کو امیر بنالیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی قسم!

یہ تمہارے بہترین اشخاص کو قتل کر دے گا اور تمہارے برے اشخاص کو غلام بنالے گا۔ لہٰذا اس شخص کے لئے ہلاکت ہو جو ذلت اور عار سے رضامند رہے۔

پھر فرمایا:

اے ابن زیاد! میں تمہیں وہ بات ضرور بتاؤں گا جو اس سے بھی زیادہ تمہیں غصہ میں ڈال دینے والی ہے۔

میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ملاحظہ فرمایا کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو دائیں اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو بائیں ران پر بٹھایا

پھر ان دونوں کے سروں پر ہاتھ رکھ کر ارشاد فرمایا:

اے اللہ عزوجل! میں ان دونوں کو تیرے اور نیک مومنین کے پاس امانت رکھتا ہوں۔

اے ابن زیاد تیرے پاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امان کی کیا حالت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ابن زیاد سے اس کا بدلہ لیا۔

(الصواعق المحرقۃ عربی: فی الاحادیث الواردۃ...... ص198 کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

ترمذی کے نزدیک ایک صحیح روایت یہ ہے کہ

جب اس کے سر کو لایا گیا تو اس کے رفقاء کے سروں کے ساتھ مسجد میں لگایا گیا تو ایک سانپ آ کر سروں میں داخل ہو گیا، حتیٰ کہ اس کے نتھنے میں داخل ہو گیا۔ پھر تھوڑی دیر ٹھہرا پھر باہر آیا پھر آ کر دو تین بار اس طرح ہی کیا اور اس کے سر کو بھی وہیں پر لگایا گیا، جہاں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سر کو رکھا گیا تھا۔ یہ کام کرنے والا مختار بن ابی عبید تھا۔ اس کے ساتھ شیعوں کا ایک

گروہ تھا جو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اکیلا چھوڑنے کی وجہ سے نادم تھا اور چاہتا تھا کہ اس داغ کو دھویا جائے اور مختار کی پیروی کرنے والوں میں سے ایک گروہ نے کوفہ پر قبضہ کر لیا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے جنگ کرنے والے چھ ہزار اشخاص کو بری طرح قتل کیا اور اس کا سردار عمر بن سعد بھی قتل ہوا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے خصوصی قاتل شمر کو ایک قول کے مطابق زیادہ عذاب دیا گیا اور اس کے سینے اور پشت کو گھوڑوں سے روندا گیا اس لئے کہ اس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی اس طرح کیا تھا۔ لوگوں نے اس پر مختار کا شکریہ ادا کیا مگر آخر میں اس نے خباثت سے کام لیتے ہوئے کہا اور اس کو یہ خیال آیا کہ اس پر وحی آتی ہے اور ابن حنفیہ امام مہدی ہیں اور جب ابن زیاد نے تین ہزار لشکر کے ساتھ موصل میں پڑاؤ ڈالا تو مختار نے 69ھ میں اس کے لئے ایک گروہ کو تیار کیا جس نے اس کو اور اس کے رفقاء کو عاشورہ کے دن فرات پر قتل کیا اور ان کے سر مختار کو بھجوا دیئے تو اس نے ان کو وہیں پر نصب کر دیا جس مقام پر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر نصب کیا گیا تھا۔ پھر اس کو وہاں سے ہٹا دیا گیا حتیٰ کہ سانپ اس میں داخل ہوا جس طرح کہ بیان ہو گیا ہے۔ (سنن ترمذی: مناقب الحسن والحسین رضی اللہ عنہما، ص 250)

عبدالملک بن عمر نے کہا کہ

یہ عجیب اتفاق ہے کہ میں ابن زیاد کے پاس قصر امارت میں گیا تو لوگ دو قطاروں میں اس کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر ایک ڈھال پر اس کے دائیں طرف تشریف فرما تھا۔ پھر میں مختار کے پاس اس قصر امارت میں گیا تو ابن زیاد کے سر کو وہاں پر دیکھا اور لوگ اسی طرح اس کے گرد بیٹھے ہوئے تھے پھر میں عبدالملک بن مروان کے پاس گیا تو مصعب کے سر کو وہاں اسی طرح پڑے ہوئے دیکھا۔ میں نے اس کو یہ بات بتائی

تو اس نے کہا

اللہ تعالیٰ آپ کو پانچواں سر وہاں پر نہ دکھائے اور محل کو گرانے کا حکم دے دیا۔ جب ابن زیاد نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سر اور آپ رضی اللہ عنہ کے رفقاء کے سروں کو اتارا تو ان کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد کے قیدیوں کے ساتھ یزید کی طرف بھیج دیا۔

جب یہ یزید کی جانب پہنچے

تو کہا جاتا ہے کہ

اس نے آپ کے لئے مغفرت کی دعا کی اور ابن زیاد سے جاہلیت کے ساتھ پیش آیا اور آپ رضی اللہ عنہ کے سر اور بقیہ بچوں کو مدینہ منورہ کی طرف بھجوایا۔

سبط ابن الجوزی نے کہا ہے کہ

مشہور بات یہ ہے کہ وہ شام والوں کو جمع کر کے سر کو چھڑی سے مارنے لگا اور اس نے پہلی بات کو ظاہر کیا اور دوسری بات کو خفیہ رکھا۔

اس پر قرینہ یہ ہے کہ

اس نے ابن زیاد کے مقام کو بلند کرنے کے لئے مبالغہ سے کام لیا ہے اس کو اپنی عورتوں کے قریب لے گیا۔

ابن الجوزی نے کہا ہے کہ

یہ بات اس آدمی پر ڈالنا تعجب کی موجب نہیں جس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے دانتوں پر چھڑی ماری اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کو قید کر کے اور عورتوں کو ننگا منہ اونٹوں پر بٹھا کر لے گیا۔

کہا جاتا ہے کہ

سر اس کے خزانے میں موجود تھا کیونکہ سلیمان بن عبدالملک نے خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ساتھ ملاطفت کرتے اور خوشخبری دیتے ملاحظہ فرمایا اس نے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے اس بارے میں پوچھا۔

تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

ہوسکتا ہے تم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد سے کوئی نیکی کی ہے۔

اس نے جواب دیا:

ہاں! میں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سر کو یزید کے خزانہ میں ملاحظہ کیا تو میں نے اس کو پانچ کپڑے پہنائے اور میں نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس پر نماز جنازہ ادا کی اور اس کو قبر میں دفن کر دیا۔

تو حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اس وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے رضامندی کا اظہار فرمایا ہے۔

تو سلیمان نے حکم دیا کہ

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو قیمتی انعام دیا جائے۔

یزید نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سر کے ساتھ جو سلوک کیا اس کا ذکر گزشتہ اوراق میں کر دیا گیا ہے۔ اس دوران اس کے پاس قیصر کا قاصد موجود تھا۔ اس نے تعجب کا اظہار کیا کہ ہمارے پاس ایک جزیرے کے دیر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے گدھے کا کھر ہے۔ ہم لوگ ہر سال تمام علاقوں سے آ کر اس کا حج کرتے ہیں اور نذریں مانتے ہیں اور اس کی ایسی تعظیم کرتے ہیں جس طرح تم اپنے خانہ کعبہ کی تعظیم کرتے ہو۔ لہٰذا میں گواہی دیتا ہوں کہ تم باطل پر ہو۔

اور ایک ذمی نے کہا

میرے اور حضرت داؤد علیہ السلام کے درمیان ستر (70) آباء کرام کا فاصلہ ہے اور یہود میری تعظیم اور احترام کرتے ہیں اور تم نے اپنے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے کو قتل کر دیا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے سر پر پہرہ لگایا گیا جب بھی وہ کسی مقام پر ڈیرہ ڈالتے اس کو نیزے پر رکھ لیتے اور اس کا پہرہ دیتے اس کو ایک راہب نے دیر میں ملاحظہ کیا۔ اور اس کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے اس کے بارے میں بتایا۔

تو اس نے کہا

تم تو بہت برے لوگ ہو۔ کیا تم دس ہزار دینار لے کر اس رات سر کو میرے پاس رہنے دو گے۔

انہوں نے کہا

ہاں

اس نے سر کو لے کر اس کو دھویا' خوشبو لگائی اور اس کو اپنی ران پر رکھ کر آسمان کی اونچائی کی طرف دیکھنے لگا اور صبح تک روتا رہا اور پھر مسلمان ہو گیا اس لئے اس نے سر سے آسمان تک ایک روشن نور کو ملاحظہ کیا پھر وہ دیر سے تمام کچھ ترک کر کے نکل گیا اور اہل بیت کی خدمت میں مصروف ہو گیا۔ ان پہرہ داروں کے پاس کچھ دینار بھی تھے جو انہوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے لشکر سے حاصل کئے تھے۔ انہوں نے تھیلیوں کو کھولا تا کہ دیناروں کو منقسم کریں

تو انہوں نے دیکھا کہ

وہ ٹھیکریاں بن گئی ہیں

اور ایک کے ایک طرف یہ تحریر تھا

ولا تحسبن اللہ غافلاً عما یعمل الظّٰلمون (ابراہیم:۴۲)

اور دوسری طرف یہ لکھا ہوا ہے

وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون (الشعراء:۲۲۷)

کے الفاظ تحریر ہیں۔

خاتمہ میں اس بات پر مباحثہ ہو گا کہ کیا یزید پر لعنت کرنا جائز ہے یا اس طرح کرنے سے رک جانا چاہئے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے حریم کو قیدیوں کی طرح کوفہ میں لایا گیا تو اہل کوفہ رو پڑے۔

حضرت زین العابدین بن الحسین رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

سنو! یہ لوگ اگر ہمارے لئے روتے ہیں تو ہم کو کس نے قتل کیا ہے۔

(الصواعق المحرقہ عربی: فی الاحادیث الواردۃ: ص198 تا 199' کتب خانہ مجیدیہ' ملتان)

حاکم نے کئی طرق سے روایت کیا ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

حضرت جبرائیل علیہ السلام کہتے ہیں کہ

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

میں نے یحییٰ بن زکریا علیہ السلام کے خون کے بدلے میں ستر ہزار اشخاص کو قتل کیا اور حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما کے خون

کے بدلے میں ستر ہزار اشخاص کو قتل کرنے والا ہوں۔

ابن جوزی کا اس حدیث مبارکہ کو موضوعات میں ذکر کرنا درست نہیں۔ اس تعداد کا آپ کی وجہ سے قتل ہو جانا اس بات کو لازم نہیں کہ یہ تعداد آپ سے قتال کرنے والوں کی مانند ہے اس لئے کہ اس فتنہ نے پرہیزگار لوگوں سے تعصبات اور قتل کرنے کی نوبت کو پہنچا دیا تھا۔

(مستدرک، تفسیر سورہ آل عمران: ص319)

حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ

آپ رضی اللہ عنہ علم وزہد اور عبادت میں اپنے باپ کے خلیفہ تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ جب بھی نماز کی خاطر وضو فرماتے تو آپ رضی اللہ عنہ کا رنگ زرد ہو جاتا۔

آپ رضی اللہ عنہ سے اس کے متعلق پوچھا گیا

تو ارشاد فرمایا:

تم نہیں جانتے کہ میں کس کے روبرو ہوتا ہوں۔

کہا جاتا ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ ایک روز رات میں ایک ہزار رکعت ادا کرتے تھے۔

ابن حمدون نے زہری سے روایت کیا ہے کہ

عبدالملک آپ رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ سے بھاری وزنی بیڑیاں ڈال کر لایا اور آپ کو حفاظت کرنے والوں کے حوالے کر دیا۔

زہری آپ رضی اللہ عنہ کو الوداع کرنے آئے

تو رو کر کہنے لگے

میں چاہتا ہوں کہ میں آپ رضی اللہ عنہ کی جگہ اس حال میں ہوتا۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

آپ کو خیال ہوگا کہ اس سے مجھے اذیت ہوتی ہوگی اگر میں چاہوں تو یہ اذیت نہ ہو۔ یہ لوہا مجھے اللہ تعالیٰ کے عذاب کو یاد کرواتا ہے۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ پاؤں بیڑیوں اور ہتھکڑیوں سے نکالے

اور ارشاد فرمایا:

میں مدینہ سے دو دن تک ان کے ساتھ چلتا رہا ہوں۔ دو دن گزرنے کے بعد آپ ان سے چھپ گئے۔ صبح ہوئی تو لوگ آپ کی تلاش میں پھرنے لگے آپ کو کہیں بھی نہ پایا۔

زہری نے کہا

میں عبدالملک کے پاس آیا تو اس نے آپ کے متعلق مجھ سے پوچھا تو میں نے اس کو بتایا۔

اس نے کہا

جس دن وہ پردہ فرما گئے اس دن میرے پاس ان کے خدمت گزار آئے اور وہ بھی میرے آ کر کہنے لگے

آپ کو مجھ سے کیا نسبت ہے؟

میں نے کہا

میرے پاس رہیں۔

انہوں نے جواب دیا:

میں آپ کے پاس قیام کرنا پسند نہیں کرتا پھر وہ چلے گئے۔

اللہ تعالیٰ کی قسم! ان کے خوف سے میرا دل بھر گیا۔ اس وجہ سے پھر عبدالملک نے حجاج کو تحریر کیا تو نے فلاں دن فلاں کو لکھا ہے کہ وہ ہمارے یعنی بنی عبدالمطلب کے حق کے متعلق اس طرح سے چپکے سے کام لے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق تمہاری قدر کی ہے اور یہ ان کو بھیجا۔ جب وہ خط سے خبردار ہوا تو اس میں وہی تاریخ لکھی ہوئی تھی جس تاریخ کو اس نے حجاج کو خط لکھا اور اپنے قاصد کو بھیجا تھا تو اس کو معلوم ہوا کہ حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ پر اس کے اس کے معاملہ کا کھوج مل گیا ہے تو وہ اس سے بہت خوش ہوا اور آپ کی طرف اپنے غلام کے ساتھ ایک سواری کے وزن کے مطابق درہم اور کپڑے بھیجے اور آپ سے عرض کی کہ مجھے اپنی نیک دعاؤں میں یاد رکھنا۔

ابو نعیم اور سلفی نے روایت کیا ہے کہ

جب ہشام بن عبدالملک نے اپنے باپ کی حیات یا ولید کے دور میں حج کیا تو رش کی وجہ سے حجر اسود تک پہنچنا اس کے لئے ممکن نہ ہوا تو زمزم کی ایک طرف اس کے لئے منبر کو رکھا گیا جس پر بیٹھ کر وہ لوگوں کو دیکھنے لگا۔ اس کے نواح میں اہل شام کی ایک بڑی جماعت بھی تھی۔ اسی دوران حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ جب آپ رضی اللہ عنہ حجر اسود کے پاس پہنچے تو لوگ ایک جانب سے ہٹ گئے اور آپ رضی اللہ عنہ نے حجر اسود کو بوسہ دیا۔

شامیوں نے ہشام سے کہا

یہ آدمی کون ہے؟

تو اس نے اس خوف سے کہ کہیں شامی زین العابدین کے بارے میں دلچسپی نہ لیں۔

تو اس نے کہا

میں ان کو نہیں جانتا

تو عرب کے مشہور شاعر فرزدق نے کہا

میں اس کو جانتا ہوں

پھر اس نے یہ شعر کہے

''یہ وہ شخص ہے جس کو بطحا' بیت اللہ اور حل وحرم تمام کو علم ہے۔ یہ سب مخلوقات میں اچھے شخص کا بیٹا ہے اور یہ متقی' پاک صاف اور جھنڈے کی مانند واضح ہے۔

جب قریش نے اس کو دیکھا تو ایک کہنے والے نے کہا

اس آدمی کی نیکیوں پر نیکیاں اختتام پذیر ہوتی ہیں۔ یہ عزت کی اس کی چوٹی کی طرف سبقت کرتا ہے جس کو حاصل کرنے سے عرب وعجم بھی نہیں پہنچ سکتے''۔

ایک مشہور قصیدہ ہے جس میں یہ کچھ اشعار بھی موجود ہیں۔

''اے ہشام! اگر تو اس کو نہیں جانتا تو میں بتا دیتا ہوں کہ یہ حضرت فاطمہ بتول رضی اللہ عنہا کا جگر کا ٹکڑا ہے جس کے نانا پر انبیاء کرام علیہم السلام کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے۔ تمہارا یہ قول ان کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا جس کے پہچاننے سے تو نے انکار کر دیا ہے اس کو عرب وعجم جانتے ہیں''۔

پھر اس نے کہا

''یہ اس گروہ کا شخص ہے جن سے محبت کرنا دین اور ان سے بغض کرنا کفر ہے اور ان کا قرب نجات اور حفاظت کا ذریعہ ہے۔ ان کی سخاوت کی انتہا تک کوئی سخی نہیں پہنچ سکتا اور کوئی قوم اگر چہ کتنا درجہ پر کریم ہو ان کے برابر تک نہیں پہنچ سکتی''۔

ہشام نے جب اس قصیدہ کو سنا تو غصہ ہو کر فرزدق کو عسفان جگہ پر قید کر دیا۔ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے فرزدق کو بارہ ہزار درہم دینے کا حکم فرمایا اور اس کے ساتھ معذرت بھی کی اگر ہمارے پاس زیادہ ہوتا تو ہم وہ بھی تم کو عطا کرتے۔

فرزدق نے جواب دیا

میں نے آپ رضی اللہ عنہ کی تعریف صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کی ہے کسی انعام کی خاطر نہیں کی ہے۔

تو حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ہم اہل بیت کسی کو کچھ دیتے ہیں تو پھر واپس نہیں لیتے تو فرزدق نے وہ درہم لے لئے اور پھر قید ہی میں ہشام کی ہجو تحریر کی اور اس کو بھیج دی تو اس نے فرزدق کو قید سے آزاد کر دیا۔

حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ بڑے معاف فرمانے والے بزرگ تھے حتیٰ کہ ایک شخص نے آپ رضی اللہ عنہ کو گالی دی تو آپ رضی اللہ عنہ نے غفلت سے کام لیا۔

اس نے کہا

میں آپ رضی اللہ عنہ کو گالی دے رہا ہوں۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

میں تمہاری جانب التفات نہیں کر رہا اور اس آیت کریمہ کی طرف اشارہ فرمایا:

''عفو کو اختیار کر' نیکی کا حکم دے اور جہلا سے اعراض کر''۔ (الاعراف:۱۹۹)

آپ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ

مجھے ذلت سے سرخ اونٹوں کے حاصل کرنے کی طرح مسرت ہوتی ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ستاون سال کی عمر میں وصال فرمایا' جن میں سے دو سال آپ رضی اللہ عنہ اپنے دادا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس رہے۔ پھر دس سال اپنے چچا حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے پاس رہے اور اکیس سال اپنے والد حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے پاس رہے۔

کہا جاتا ہے کہ

ولید بن عبدالملک نے آپ رضی اللہ عنہ کو زہر دیا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے گیارہ مردوں اور چار عورتوں کو پیچھے چھوڑا اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ بقیع سپرد خاک کیا گیا۔

(الصواعق المحرقۃ عربی: فی الاحادیث الواردۃ.....ص200' کتب خانہ مجیدیہ' ملتان)

حضرت ابو جعفر محمد باقر رضی اللہ عنہ

حضرت ابو جعفر محمد باقر رضی اللہ عنہ علم وزہد اور عبادت میں آپ رضی اللہ عنہ کے وارث بنے۔

آپ رضی اللہ عنہ کا نام باقر اس وجہ سے رکھا گیا ہے کہ

بقر زمین کو پھاڑنے اور اس کی خفیہ چیزیں نکالنے کو کہا جاتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے احکام باری تعالیٰ میں جو حقائق و معارف کے خزانے چھپے ہیں ان کو ظاہر کیا ہے اور ان کی حکمتیں اور لطائف کو بیان کیا ہے وہ خزانے بصیرت سے نا آشنا اور برے باطن لوگوں پر چھپے رہتے ہیں۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ کو باقر اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے علم کو پھاڑا۔ اس کو جمع کیا اور اس کے جھنڈے کو بلند فرمایا۔

آپ رضی اللہ عنہ پاک نفس، صاف دل، بڑے صاحب علم وعمل اور صاحب شرف بزرگ تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے اوقات اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے پر تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کو عارفین کے مقامات میں وہ علامتیں حاصل ہیں جن کی صفت کے بیان سے زبانیں تھک جاتی ہیں۔ سلوک و معارف میں آپ رضی اللہ عنہ کے بہت سے کلمات ہیں۔ یہ رسالہ ان کے بیان کا احتمال نہیں رکھ سکتا، اور آپ رضی اللہ عنہ کے لئے یہی شرف کفایت کرتا ہے۔

ابن المدینی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کو کہا کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو سلام فرمایا ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا

یہ بات کس طرح ہوئی

کہا

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو صاف فرما رہے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جابر (رضی اللہ عنہ)' حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے پاس ایک بچہ پیدا ہوگا جس کا نام علی (رضی اللہ عنہ) ہوگا جب قیامت کے دن منادی ندا کرے گا کہ سید العابدین کھڑا ہو جائے تو آپ رضی اللہ عنہ کا لڑکا کھڑا ہو جائے گا۔ پھر اس کے پاس ایک لڑکا پیدا ہوگا جس کا نام محمد (رضی اللہ عنہ) ہوگا۔

اے جابر (رضی اللہ عنہ)!

اگر تو اس کا زمانہ پائے تو اس کو میرا سلام کہنا۔

آپ رضی اللہ عنہ کی وفات اٹھاون سال کی عمر میں اپنے والد محترم کی طرح زہر کھلانے سے ہوئی۔ آپ رضی اللہ عنہ ماں اور باپ کی جانب سے علوی ہیں اور آپ رضی اللہ عنہ کا مدفن بقیع میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے گنبد میں ہوا۔

آپ رضی اللہ عنہ نے چھ لڑکے چھوڑے جو عظیم فضل و کمال کے مالک تھے۔

(الصواعق المحرقۃ عربی: فی الاحادیث الواردۃ...... ص201' کتب خانہ مجیدیہ' ملتان)

حضرت جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ

آپ رحمۃ اللہ علیہ امام باقر رضی اللہ عنہ کے خلیفہ اور وصی تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے ایسے علوم نقل کیے ہیں جن کو سوار کبھی لے کر نہیں چلے اور آپ رضی اللہ عنہ کی شہرت تمام شہروں میں عام ہو گئی۔

ائمہ اکابر جس طرح کہ یحییٰ بن سعید' ابن جریج' مالک' سفیانین' ابوحنیفہ' شعبہ' ایوب سختیانی نے آپ سے بیان کیا ہے

اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ محترمہ فروہ بنت القاسم بن محمد بن ابی بکر ہیں جس طرح کہ پہلے بیان ہو گیا ہے۔

منصور نے جب حج کیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کی چغلی کھائی گئی۔ جب چغل خور شہادت کے لئے آیا

تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو فرمایا:

کیا تم قسم اٹھاتے ہو؟

اس نے کہا

ہاں! اور اس نے قسم اٹھائی

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

اس بات پر امیر المومنین اس کو قسم دیں؟

اس نے اس کو کہا

میں اللہ تعالیٰ کی طاقت سے بےزار ہو کر اپنی طاقت کی پناہ میں آتا ہوں کہ حضرت جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرح کیا ہے اور کہا بھی ہے تو وہ شخص اس طرح کہنے سے رک گیا پھر اس نے قسم اٹھائی۔ ابھی اس نے بات کو ختم نہیں کیا تھا کہ وہیں مر گیا۔

تو امیر المومنین نے حضرت جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ سے کہا:

آپ رحمۃ اللہ علیہ ظلم سے قتل نہیں ہوں گے پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ واپس چلے گئے تو ربیع نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اچھے انعام اور قیمتی لباس کے ساتھ ملاقات کی۔ اس مقام پر یہ حکایت ختم ہو جاتی ہے۔

اس طرح کی حکایت یحییٰ بن عبداللہ بن المحض بن الحسن المثنیٰ بن الحسن السبط کی بھی ہے کہ

ایک زبیری شخص نے رشید کے پاس آپ رحمۃ اللہ علیہ کی چغلی کی تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے قسم کا مطالبہ فرمایا تو وہ غلط بیان کرنے لگا۔ رشید نے اس کو منع کیا پھر یحییٰ کو اس سے قسم لینے پر قائم کیا گیا۔ ابھی اس نے قسم پوری نہیں کی تھی کہ بے چین ہو کر پہلو کے بل گرے۔ لوگوں نے اس کو ٹانگ سے کھینچ لیا تو وہ ہلاک ہو گیا۔

رشید نے یحییٰ سے پوچھا کہ

اس بات میں راز کیا ہے۔

تو اس نے جواب دیا کہ

قسم میں اللہ تعالیٰ کی بزرگی بیان کرنے سے سزا جلد نہیں حاصل ہوتی۔

اور مسعودی نے بیان کیا ہے کہ

یہ قصہ میرے بھائی یحییٰ کے ساتھ جو موسیٰ الجون کے لقب سے مشہور تھا کہ ایک زبیری نے رشید کے پاس اس کی چغلی کی اور ان دونوں کے مابین لمبی بات ہوئی پھر موسیٰ نے اس سے قسم کا کہا تو اس نے جس طرح کہ بیان ہوا ہے قسم اٹھائی۔ جب اس نے قسم اٹھائی

تو موسیٰ نے کہا

اللہ اکبر! میرے باپ نے میرے دادا سے اس نے اپنے باپ سے اور اس نے اپنے دادا علی سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس آدمی نے یہ قسم اٹھائی یعنی اللہ تعالیٰ کی قوت وطاقت کو ترک کر کے اپنی قوت وطاقت کے پیچھے لگا رہا اور اسی طرح اس نے جھوٹا ہونے کی صورت میں کہا تو اللہ تعالیٰ اس کو تین دن سے قبل قبل سزا دے دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی قسم!

نہ میں نے جھوٹ بولا ہے اور نہ مجھے جھٹلایا گیا ہے۔ امیر المؤمنین اب یہ بات مجھ پر چھوڑ دیں۔ اگر تین دن گزر جائیں اور زبیری کو کوئی حادثہ پیش نہ آئے تو میرا خون آپ کے لئے حلال ہو جائے گا۔

اس نے اس بات کو آپ پر چھوڑ دیا۔ ابھی اس دن کی عصر کا وقت نہیں گزرا تھا کہ زبیری کو جذام ہو گیا اور وہ سوج کر مشکیزے کی مانند ہو گیا اور تھوڑا سا وقت گزرنے کے بعد مر گیا اور جب اس کو قبر میں ڈالا گیا تو اس کی قبر بیٹھ گئی اور اس سے نہایت بدبودار ہوا آئی پھر اس میں کانٹوں کے ٹوکرے ڈالے گئے تو وہ دوسری بار بیٹھ گئی۔ رشید کو اس کی خبر دی گئی تو وہ بہت حیران ہوا پھر اس نے موسیٰ کو ایک ہزار دینار دینے کا حکم فرمایا اور اس سے اس طرح کا راز پوچھا تو اس نے اس کو وہ حدیث مبارکہ بتائی کہ

اس کے دادا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ

جو آدمی اسی طرح کی قسم کھاتا ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی بزرگی کا تذکرہ ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو سزا دینے سے شرم محسوس فرماتا ہے اور جو جھوٹی قسم کھاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی قوت و طاقت سے اس سے جھگڑا کر کے اس کو تین دن سے پہلے پہلے سزا دیتا ہے۔

ایک سرکش نے اپنے آقا کو قتل کر دیا وہ رات کو نماز پڑھتا رہا۔ پھر اس نے سحری کے وقت اس پر بددعا کی تو اس کی موت کے متعلق آوازیں سنائی دیں جب اس کو حکم بن عباس کلبی کا قول اس کے چچا زید کے بارے میں پہنچا کہ

ہم نے زید کو تیرے واسطے کھجور کے تنے پر پھانسی دی ہے اور ہم نے کسی مہدی کو تنے پر پھانسی پاتے نہیں دیکھا ہے۔

تو آپ نے فرمایا:

اے اللہ عزوجل! اپنے کتوں میں سے کوئی کتا اس پر مسلط فرما دے تو اس کو ایک شیر نے پھاڑ دیا۔

(الصواعق المحرقة عربی: فی الاحادیث الواردة...... ص 201 تا 202، کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مکاشفات

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے چچا زاد بھائی عبد اللہ المحض بنی ہاشم کے شیخ اور محمد جو نفس زکیہ کے لقب سے مشہور تھے ان کے والد تھے۔ بنی امیہ کی حکومت کے آخر میں ان کے کمزور ہو جانے کی بناء پر بنو ہاشم نے محمد اور ان کے بھائی کی بیعت کرنے کا ارادہ فرمایا اور جعفر کی طرف پیغام بھیجا کہ وہ ان دونوں کی بیعت کریں مگر انہوں نے اس طرح نہ کیا تو آپ پر ان دونوں سے حسد کرنے کی تہمت لگائی گئی۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ کی قسم! بیعت لینا نہ میرے واسطے اور نہ ان کے واسطے روا ہے۔ یہ بیعت زرد قبا والی آدمی لے گا جن کے ساتھ ان کے بچے اور جوان کھیلیں گے۔ ان دنوں منصور عباسی موجود تھا اور زرد قبا پہنا کرتا تھا۔ حضرت جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کی پیش گوئی ہمیشہ اس کے بارے میں کام آتی رہی حتیٰ کہ انہوں نے اس کو بادشاہ بنا دیا اور حضرت جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ سے پہلے ان کے باپ حضرت باقر رحمۃ اللہ علیہ نے منصور کو زمین کے مشرق و مغرب پر قبضہ کرنے اور اس کی مدت حکومت کے بارے میں اطلاع دی تھی۔

اس نے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے کہا

ہماری حکومت آپ کی حکومت سے پہلے ہوگی۔

فرمایا:

ہاں

اس نے کہا

کیا میرے بیٹوں میں سے بھی کوئی بادشاہ ہوگا

ارشاد فرمایا:

ہاں

اس نے کہا

کیا بنی امیہ کی مدت طویل ہوگی یا ہماری مدت طویل ہوگی؟

ارشاد فرمایا:

تمہاری اور بادشاہ سے آپ کے بچے اس طرح کھیلیں گے جس طرح گیندوں سے کھیلا جاتا ہے۔ اس بات کی تاکید میرے والد نے مجھ سے کی ہے جب منصور کو خلافت ملی اور وہ زمین کا مالک ہوا تو حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے فرمان سے تعجب کرنے لگا۔

ابوالقاسم طبری نے ابن وہب کے طریق سے روایت کیا ہے کہ

میں نے لیث بن سعد کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ

میں نے 113ھ میں حج کیا۔ جب میں نے مسجد میں عصر کی نماز پڑھی تو میں کوہ قبیس پر چڑھ گیا۔

کیا دیکھتا ہوں کہ

ایک شخص بیٹھ کر دعا کر رہا ہے

اس نے کہا

اے میرے ربّ عزوجل! اے میرے ربّ عزوجل! حتیٰ کہ اس کا سانس ختم ہو گیا۔

پھر کہنے لگا

یاحیّ یاحیّ حتیٰ کہ اس کا سانس ختم ہو گیا۔

پھر کہنے لگا

اے میرے ربّ عزوجل! میں انگور کھانا چاہتا ہوں لہٰذا مجھے انگور کھلا دے۔

اے اللہ عزوجل! میری دو چادریں پرانی ہو گئی ہیں مجھے چادریں عطا فرما دے۔

لیث نے کہا

اللہ تعالیٰ کی قسم! ابھی اس کی بات پوری نہیں ہوئی تھی کہ میں نے انگوروں کی ایک بھری ہوئی ٹوکری ملاحظہ کی۔ اس وقت انگور کا کوئی موسم بھی نہیں تھا پھر میں نے دو چادریں پڑی ہوئی ملاحظہ کیں میں نے ان چادروں کی طرح کی چادریں دنیا والی نہیں دیکھی ہیں۔

جب اس نے انگور کھانے کا ارادہ کیا تو میں نے کہا

میں بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کی شراکت میں داخل ہوں۔

اس نے کہا:

کس وجہ سے آپ میری شرکت میں داخل ہیں؟

میں نے کہا

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دعا کی ہے اور میں ایمان رکھتا ہوں۔

اس نے کہا

آ کر کھالیں

میں آگے بڑھا اور انگوروں کو کھایا اس طرح کا انگور میں نے کبھی بھی نہیں کھایا اس کی گٹھلی بھی نہیں تھی۔ ہم کھا کر سیر ہو گئے مگر ٹوکری میں کوئی تغیر نہ ہوا۔

اس نے کہا

جمع نہ کرا ور نہ ہی اس میں سے کچھ چھپا کر رکھنا پھر اس نے ایک چادر لی اور دوسری مجھے بھی عطا فرمادی۔

میں نے کہا

مجھے اس کی حاجت نہیں۔ آپ ایک تہبند بنالیں اور دوسری کو اوڑھ لیں وہ اپنی پرانی چادروں کو ہاتھ میں لے کر نیچے اتر گیا تو اس کو سعی کے مقام پر ایک شخص ملا۔

اس نے کہا

اے ابن رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ نے جو آپ رحمۃ اللہ علیہ کو پہنایا ہے اس سے مجھے بھی پہنا دیجئے اس لئے کہ میں بھی عریاں ہوں تو انہوں نے دونوں چادریں ان کو عطا فرمادیں۔

تو میں نے اس سے پوچھا

یہ شخص کون ہے

اس نے کہا

یہ حضرت جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

میں نے اس کے بعد ان سے کچھ سننا چاہا مگر اس کی طاقت نہ ہو سکی۔

(الصواعق المحرقہ عربی: فی الاحادیث الواردۃ...... ص 203 کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

آپ رحمۃ اللہ علیہ زہر کھلانے سے فوت ہو گئے جس طرح کہ پہلے بیان ہو گیا ہے اس دوران آپ رحمۃ اللہ علیہ کی عمر اڑسٹھ (68) سال تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو مدفن اس مقام پر کیا گیا جہاں آپ کے اہل کے چھ مرد اور بیٹی قبہ میں سپرد خاک ہیں جس کا ذکر پہلے ہو گیا ہے۔

حضرت موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ

آپ رحمۃ اللہ علیہ علم و معرفت اور فضل و کمال میں حضرت جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کے وارث تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو بہت زیادہ معاف کرنے اور حلم کی وجہ سے کاظم کہا جاتا ہے۔ عراق والوں میں آپ اللہ تعالیٰ کے ہاں ضروریات کو پورا فرمانے والے دروازہ کے نام سے معروف ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے دور کے سب سے بڑے عابد، عالم اور سخی تھے۔

رشید نے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا:

آپ رحمۃ اللہ علیہ خود کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں کس طرح کہہ سکتے ہیں۔

حالانکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہیں۔

تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ آیت کریمہ تلاوت کی:

ومن ذریته داوٗد و سلیمان

حتیٰ کہ آپ نے اس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ختم کیا حالانکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا باپ ہی نہ تھا۔

پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ آیت کریمہ پڑھی:

فمن حاجك فيه من بعد ما جاءك من العلم فقل تعالوا ندع ابناءنا و ابناءكم ۔(آل عمران:۶۱)

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نصاریٰ سے مباہلہ کے دوران حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم کے علاوہ کسی کو نہ یاد فرمایا۔ لہٰذا حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما دونوں بیٹے ہوئے۔

(الصواعق المحرقة عربی: فی الاحادیث الواردة..... ص203، کتب خانہ مجیدیہ، ملتان)

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی عجیب کرامات

ابن جوزی اور امہرمزی وغیرہم نے شفیق بلخی سے روایت کیا ہے کہ میں 149 ھ میں حج کے قصد سے گیا، تو میں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو قادسیہ میں لوگوں سے علیحدہ دیکھا۔

تو میں نے اپنے دل میں کہا کہ

یہ نوجوان صوفیاء میں سے ہیں جو لوگوں پر بوجھ بننا چاہتے ہیں میں اس کے پاس جا کر اس کو ڈانٹتا ہوں جب اس کے پاس گیا

تو اس نے کہا

اے شفیق! بدگمانی سے زیادہ بچنا چاہئے کیونکہ بعض بدگمانیاں گناہ ہوتی ہیں۔

میں نے قصد کیا کہ

اللہ تعالیٰ کے لئے وہ صلح کرلیں لیکن وہ آنکھوں سے اوجھل ہوگئے پھر میں نے ان کو واقصہ میں نماز پڑھتے ملاحظہ کیا۔ ان کے اعضاء اضطراب میں اور آنسو گر رہے تھے۔ میں معذرت کے لئے ان کے پاس گیا تو انہوں نے اپنی نماز کو ہلکا کر کے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ

توبہ کرنے والوں اور ایماندار کو میں معاف فرما دیتا ہوں۔ جب وہ زبالہ میں اترے تو میں نے ان کو ایک کنویں پر ملاحظہ کیا جس کی بوگیاں اس میں گری ہوئی تھیں۔ انہوں نے اس میں ریت ڈالی تو پانی ان کے لئے اوپر آ گیا حتیٰ کہ انہوں نے پانی لے کر وضو فرمایا اور چار رکعت نماز پڑھی پھر وہ ایک ریت کے ٹیلے کی جانب تشریف لے گئے اور ریت سے انہوں نے پانی نوش فرمایا۔

میں نے ان کو کہا

اللہ تعالیٰ نے جو آپ رحمۃ اللہ علیہ کو عطا فرمایا ہے اس سے جو باقی بچا ہے وہ مجھے بھی کھلا دیں۔

تو انہوں نے کہا

اے شفیق! ہم پر اللہ تعالیٰ کی ظاہری اور باطنی نعمتیں کا ہمیشہ نزول ہوتا رہتا ہے۔ اپنے رب عزوجل سے حسن ظن رکھا کرو۔ لہٰذا انہوں نے مجھے پانی دیا اور میں نے اس کو پی لیا۔

اچانک دیکھتا ہوں کہ

وہ تو ستو اور شکر ہے۔

اللہ تعالیٰ کی قسم! میں نے اس سے زیادہ لذیذ اور خوشبودار چیز کبھی نہیں نوش کی۔ میں اس کو پی کر سیر ہوگیا۔ میں کئی دن تک وہیں قیام پذیر رہا۔ مجھے کھانے پینے کی آرزو ہی نہیں ہوئی۔ پھر میں نے ان کو مکرمہ میں ملاحظہ فرمایا تو وہ نوجوانوں اور پوشاک کے ساتھ ان کاموں میں مشغول ہیں جو راستہ والے کاموں کے کلھم مخالف ہیں۔

جب رشید نے حج کیا تو اس کے پاس آپ رحمۃ اللہ علیہ کی چغلی کھائی گئی۔

اور اس کو کہا گیا کہ

ہر طرف سے ان کے پاس مال آ رہے ہیں حتیٰ کہ انہوں نے تیس ہزار دینار کا مال خریدا ہے' تو اس نے آپ کو پکڑ لیا اور بصرہ کے امیر عیسیٰ بن جعفر بن منصور کے پاس بھیج دیا جس نے آپ کو ایک سال تک قید رکھا۔ پھر رشید نے اس کو آپ کے خون کے بارے میں بتایا تو اس نے معذرت مانگی۔

آپ نے اس کو بتایا کہ

میں نے رشید کو بددعا نہیں کی اور یہ کہ وہ آپ کو اس کے سلام نہ بھیجے اور میرا راستہ ترک کردے۔ رشید کو آپ کا یہ خط ملا تو اس نے سدی بن ساہک کو ان کے سلام کے لئے تحریر کیا۔

اور یہ حکم دیا کہ

ان کو کھانے میں زہر ملا کر دے دیا جائے

اس طرح بھی کہا گیا ہے کہ

آپ رحمۃ اللہ علیہ کو کھجوروں میں زہر دیا گیا جس سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو بخار ہو گیا اور تین دن بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ وصال فرما گئے اس وقت آپ رحمۃ اللہ علیہ کی عمر مبارک 65 سال تھی۔

الصواعق المحرقہ عربی: فی الاحادیث الواردة......ص203' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

مسعودی نے بیان کیا ہے کہ

رشید نے خواب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک برچھی ہے

اور آپ رضی اللہ عنہ فرما رہے ہیں

اگر تم نے کاظم کو نہ چھوڑا تو میں آپ کو اس برچھی کے ساتھ ذبح کر دوں گا تو وہ خوف کی وجہ سے جاگا اور اسی وقت اپنے پولیس والے کو حکم دیا کہ ان کو آزاد کر دو اور ساتھ تیس ہزار درہم بھی دیئے

اور کہا کہ

میری طرف سے آپ کو ٹھہرنے یا مدینہ منورہ جانے کا کھلا اختیار ہے۔ اگر آپ رحمۃ اللہ علیہ قیام فرمائیں گے تو میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تعظیم و عزت کروں گا۔ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ اس کے پاس گئے۔

تو اس نے کہا

میں نے آپ سے عجیب بات ملاحظہ کی ہے۔

اور بتایا کہ

میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کلمات سکھائے ہیں۔ ان کے بتا دینے سے فارغ ہونے کے بعد اس نے آپ کو آزاد کر دیا۔

کہا جاتا ہے کہ

پہلے موسیٰ ہادی نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو قید کیا پھر رہا کر دیا اس لئے کہ اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے ملاحظہ فرمایا ہے کہ

کیا تم کو زمین میں فساد کرنا اور قطع رحمی کے لئے حاکم بنایا گیا ہے۔

تو جاگنے پر اس کو پتہ چلا کہ

اس سے آپ ہی مراد ہیں تو اس نے رات کے وقت آپ رحمۃ اللہ علیہ کو آزاد کر دیا۔ رشید نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو کعبہ کے پاس بیٹھے ہوئے دیکھا

تو کہا

تم تو وہ شخص ہو جس کی لوگ خفیہ طور پر بیعت کرتے ہیں۔

آپ نے فرمایا:

میں دلوں کا امام ہوں اور تم جسموں کے امام ہو۔ جب دونوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مقدسہ کے سامنے اکٹھے ہوئے۔

تو رشید نے کہا

اے عم زاد السلام علیک! اس بات کو ان لوگوں نے بھی سنا جو اس کے ارد گرد تھے۔

تو حضرت موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا

اے باپ السلام علیک!

لیکن وہ اس کو برداشت نہ کر سکا اور اس وجہ سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو پکڑ کر بغداد لے گیا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کو قید کر دیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اس کی قید سے بیڑیاں پہنے ہوئے مر کر ہی نکلے اور بغداد کی مغربی جانب دفن ہوئے۔ ظاہری طور پر یہ واقعات آپس میں منافی ہیں مگر ان کو کئی بار قید کرنے پر محمول کیا جائے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے وقت بچوں اور بچیوں کی تعداد 37 سینتیس تھی جس میں سے ایک علی الرضا بھی شامل ہیں۔

(الصواعق المحرقہ عربی: فی الاحادیث الواردۃ......ص204' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

حضرت علی الرضا رحمۃ اللہ علیہ

آپ رحمۃ اللہ علیہ بہت ذہانت کے مالک اور بات کو یاد رکھنے والے تھے اور مامون اپنی جان سے بھی زیادہ آپ رضی اللہ عنہ کو عزیز رکھتا تھا اس نے اپنی بیٹی کا نکاح آپ رحمۃ اللہ علیہ سے کر دیا اور آپ کو حکومت میں ساتھ ملا کر خلیفہ بنا لیا تھا مامون نے 201ھ میں خود تحریر کیا کہ علی رضا میرا خلیفہ ہوگا اور لوگوں نے شہادت بھی دی مگر مامون سے قبل ہی آپ رحمۃ اللہ علیہ نے وصال فرما لیا جس کی وجہ سے اس کو کافی دکھ پہنچا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے موت سے پہلے ہی خبر دے دی تھی کہ انگور اور انار کھا کر دنیا سے کوچ کروں گا آپ رحمۃ اللہ علیہ کو مامون رشید کی پچھلی جانب دفن کرنے کا خواہش مند تھا اس سے اس طرح نہ ہو سکا تمام باتیں ایسے ہی ہوئیں جس طرح آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو بتایا تھا آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دوست معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ تھے اور استاد سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ تھے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھوں سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ نے اسلام قبول کیا۔

ایک شخص سے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

اے عبداللہ! وہ جو پسند کرتا ہے اس سے رضا مند ہو اور ایسی بات کی تیاری کر لے جس کے بغیر راستہ نہیں پھر وہ شخص تین روز کے بعد مر گیا۔

اس کو حاکم نے روایت کیا۔

حاکم نے محمد بن عیسیٰ انہوں نے ابی حبیب سے روایت کیا ہے کہ میں نے خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس مقام پر ملاحظہ فرمایا جس مقام پر حجاج آتا تھا تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام عرض کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں میں مدینہ منورہ کے کھجور کا تھال تھا ان میں صیحانی کھجوریں تھیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے (18) اٹھارہ کھجوریں عطا فرمائیں چنانچہ میں نے اس کا یہ حل نکالا کہ میں اس عرصہ تک حیات رہوں گا۔ جب حضرت علی رضا رحمۃ اللہ علیہ بیس دن کے بعد مسجد میں آئے تو لوگوں نے سلام کرنے کے لئے دوڑ لگائی اور میں بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حاضر ہوا۔ جب وہاں گیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹھنے کی جگہ پر دیکھا اور کھجوروں کی پرات بھی دیکھی جس کے اندر صیحانی کھجوریں تھیں چنانچہ میں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو سلام عرض کیا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے قریب کر کے مٹھی کھجوروں کی دی وہ اسی مقدار میں تھیں جس مقدار کو میں نے خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے لیتے دیکھا۔

عرض کیا:

مجھے تو زیادہ کھجوریں عطا فرمائیں۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا:

اگر نبی کریم ﷺ نے زیادہ عطا فرمائی ہوتیں تو میں بھی تمہیں زیادہ دیتا۔

تاریخ نیشاپور میں رقم ہے کہ

جس وقت آپ رحمۃ اللہ علیہ نیشاپور گئے تو اس کے بازار سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا گزر ہوا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ پر سائبان تھا جس کی بدولت دیکھا نہ گیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ سے ابوزرعہ رازی اور محمد بن اسلم طوسی نے ملاقات کی جن کی معیت میں کثیر متعلم تھے۔

انہوں نے عرض کیا کہ

ہمیں اپنے چہرے کی زیارت کروائیں اور آباء سے حدیث بھی سنائیں چنانچہ خچر کو بٹھا دیا اور سائبان کا نوجوانوں کو اٹھانے کا حکم فرمایا اور تمام لوگوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی زلفیں کندھے تک لٹک رہی تھیں کوئی لوگ چلا رہے تھے تو کوئی رو رہے تھے، کوئی ہتھیلیوں کو چوم رہے تھے تو کوئی خچر کے سموں کو اور علماء کرام لوگوں کو خاموش ہونے کا فرما رہے تھے۔ دونوں حفاظ نے عرض کیا کہ حدیث بیان فرمائیں۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

مجھے میرے والد موسیٰ کاظم نے انہوں نے اپنے والد جعفر صادق سے تو انہوں نے اپنے والد محمد باقر سے تو انہوں نے اپنے والد زین العابدین سے تو انہوں نے اپنے باپ حسین سے تو انہوں نے اپنے باپ علی ابن ابی طالب (رضی اللہ عنہم) سے روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مجھے جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ لا الٰہ الا اللہ میرا قلعہ ہے جو اس کو پڑھے گا تو وہ میرے قلعے میں آجائے گا اور جو میرے قلعے میں آجائے گا تو وہ میرے عذاب سے مامون رہے گا۔ اس کے بعد پردے کو نیچے کر دیا اور روانہ ہو گئے۔ اس وقت حدیث کو تحریر کرنے والے بیس ہزار سے زائد تھے۔

اور ایک روایت میں تو یہ ہے کہ

جس حدیث کو بیان کیا گیا وہ یہ تھی کہ

ایمان، قلب کی پہچان، زبان کا تسلیم کرنا اور ارکان پر عمل پیرا ہونے کا نام ہے۔

ہوسکتا ہے کہ دونوں الگ الگ واقعے ہوں۔

احمد نے فرمایا کہ

میں اس اسناد کو اگر مجنون پر پھونکوں تو اس کا جنون ختم ہو جائے گا۔
بعض حفاظ نے روایت فرمایا ہے کہ
ایک عورت نے متوکل کے روبرو خود کو شریف سمجھا۔
اس نے کہا:
اس کے متعلق کون بتا سکتا ہے۔
ان کو کہا گیا کہ اس بات کو علی رضا ہی بتائیں گے جب وہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس چارپائی پر بیٹھ گئے تو اسی بات کو پوچھا۔
آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ
اللہ تعالیٰ نے حسنین کی ذریت پر درندوں کا گوشت حرام کیا ہے لہٰذا اسے درندوں کو ڈال دو۔ عورت کو وہی بات بتائی گئی تو اس عورت نے جھوٹ بولنے کا اقرار کیا۔
متوکل سے کہا گیا کہ تم اس فعل کو علی رضا رحمۃ اللہ علیہ کے لیے نہیں کر سکتے پھر متوکل نے تین درندوں کو پیش کرنے کا کہا جن کو ان کے محل کی کھلی حویلی میں کھڑا کیا گیا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کو آنے کا کہا جس وقت آپ رحمۃ اللہ علیہ ان کے دروازے میں سے جانے لگے تو دروازے کو بند کر دیا، درندوں نے آوازیں نکال نکال کے کانوں کو بہرہ کر دیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ جب صحن میں سیڑھی پر چڑھنے کے لئے چلنے لگے تو درندوں نے آ کر گھیرا ڈال لیا اور گرد اگرد پھرنے لگ گئے۔ تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ان پر اپنی آستین پھیری اس کے بعد ان کو باندھ دیا گیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ متوکل کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے باتیں کرتے رہے پھر واپس تشریف لے آئے تو درندوں نے ویسے ہی پہلے کی طرح عمل کیا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ باہر تشریف لے گئے، آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پیچھے متوکل آیا اور انعام حاضر خدمت کرنے لگا۔
اس سے کہا گیا کہ ایسے کرو جیسے تمہارے چچا کے بیٹے نے کیا لیکن اس نے اس طرح نہ کیا۔
پھر فرمایا کہ
تم مجھ کو قتل کرنے کا ارادہ رکھتے ہو۔
پھر ان سے فرمایا کہ
اس بات کو نہ بتانا۔
مسعودی نے روایت کیا ہے کہ
یہ واقعہ علی رضا کے پوتے کا ہے جن کا نام علی عسکری ہے مگر صحیح یہ ہے کہ علی رضا مامون کے دور میں وصال فرما گئے تھے اور متوکل کے دور کو انہوں نے نہیں پایا۔ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ نے وصال فرمایا تو اس وقت (55) پچپن سال عمر تھی اور آپ رحمۃ

اللہ علیہ کے وصال سے قبل (پانچ) بیٹے اور ایک (1) بیٹی کا انتقال ہو گیا تھا اور بڑا بیٹا محمد الجواد تھا جو کہ طویل عمر زندہ نہ رہا۔

ایک بار اپنے والد محترم کے وصال سے ایک سال بعد کھڑے ہوئے تھے اور بچے بغداد کی گلیوں میں کھیل رہے تھے اور مامون وہاں سے گزرا تو تمام بچے بھاگ کھڑے ہوئے مگر محمد الجواد کھڑا رہا اس دوران عمر نو سال کی تھی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی ان کے دل میں محبت ڈال دی۔

مامون نے کہا:

بیٹا تمہیں بھاگنے سے کس چیز نے منع کیا۔

آپ نے فرمایا:

اے امیر المومنین! راستہ کم نہیں ہے کہ جس کو میں آپ کے واسطے کھلا کرتا میرا کوئی جرم بھی نہیں کہ جس کی وجہ سے تم سے ڈر رکھوں اور آپ کے متعلق مجھے اچھا گمان ہے کہ جن کا کوئی گناہ نہ ہو آپ ان کو اذیت نہیں دیتے۔

مامون نے کہا:

تمہارا اور تمہارے والد کا کیا نام ہے۔

آپ نے فرمایا:

محمد بن علی الرضا۔

تو مامون آپ کے والد محترم کے لئے رحم کی دعا کر کے چلا گیا۔

مامون کے پاس باز تھا جس کو اس نے آبادی سے نکل کر تیتر پر چھوڑا چنانچہ باز اوپر دور نکل گیا اور پھر واپس زندہ مچھلی کو پکڑے ہوئے آیا۔ وہ تعجب کرنے لگا (جب وہ واپس آیا تو) بچوں کو پہلے کی طرح دیکھا جن کے ساتھ محمد الجواد بھی تھے چنانچہ محمد الجواد کے علاوہ سب بچے بھاگ گئے۔

مامون نے کہا:

یہ بتاؤ! میرے ہاتھ میں کیا ہے۔

آپ نے فرمایا:

سمندر میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے چھوٹی مچھلیاں پیدا فرمائی ہیں جن کو بادشاہ اور خلیفے کے باز پکڑتے ہیں پھر ان کے ذریعے سے اہل بیت کی ذریت کا امتحان لیتے رہتے ہیں۔

اس نے کہا:

آپ یقیناً الرضا کے بیٹے ہیں۔

اس کے بعد مامون آپ کو ساتھ لے کر گیا اور بہت عزت کی اور جس وقت چھوٹی عمر کے ہوتے ہوئے علم، کمال براہین کا

اسے پتہ لگا تو شفقت ہی کرتا رہا۔ اور اپنی ام الفضل بیٹی کا آپ کے ساتھ نکاح کرنے کا پکا سوچ لیا مگر عباسیوں نے ولی عہد بننے کے ڈر سے روک دیا جس طرح کہ آپ کے والد کو ولی عہد بنالیا تھا جس وقت ان کو کہا گیا کہ فضل، علم اور حلم کی وجہ سے پسند کیا ہے تو ان لوگوں نے محمد الجواد کے حوالے سے لڑائی کی پھر انہوں نے آپ سے امتحان لینے کے لئے کسی کو روانہ کرنے کا فیصلہ کیا پھر انہوں نے یحییٰ بن اکثم کے پاس روانہ کیا اور محمد کو مامون سے جدا کرنے پر انعام دینے کا وعدہ بھی کیا۔ اس کے بعد خلیفہ کے پاس وہ خاص لوگوں اور ابن اکثم کے ساتھ آئے تو مامون نے محمد کے لئے اچھا قالین بچھانے کا کہا چنانچہ اس پر آپ نے جلوس کیا اور یحییٰ نے مسائل پوچھے تو آپ نے ان کو خوبصورت انداز میں جوابات عطا فرمائے۔

آپ سے خلیفہ نے عرض کیا:

اے ابو جعفر! تم نے بہت خوب کیا۔ آپ پسند فرمائیں تو یحییٰ سے بھی مسئلہ پوچھ سکتے ہیں۔

یحییٰ سے آپ نے فرمایا:

ایسے آدمی کے بارے میں کیا کہتے ہیں جو دن کے پہلے پہر عورت کی جانب حرام نگاہ سے تکے پھر دن کے چڑھنے پر وہ حلال کرلے پھر ظہر میں حرام ہو جائے پھر عصر میں حلال ہو جائے پھر مغرب میں حرام ہو جائے پھر عشاء میں حلال ہو جائے پھر نصف رات کو حرام ہو جائے پھر فجر میں حلال ہو جائے۔

تو یحییٰ نے کہا:

مجھے معلوم نہیں۔

محمد نے فرمایا: یہ ایسی لونڈی جس کو ایک اجنبی شخص نے شہوت کی نگاہ سے دیکھا جو کہ حرام ہے اس کے بعد دن کے چڑھنے کے وقت اس کو خرید لیا اور ظہر میں آزاد کیا پھر عصر میں شادی کی پھر مغرب میں ظہار کیا پھر عشاء میں کفارہ ادا کیا اور آدھی رات میں طلاق دی پھر صبح اس سے رجوع کیا۔

اس پر مامون نے کہا: جن باتوں کے تم منکر تھے ان کو تم نے پرکھ لیا ہے مامون نے اسی وقت اپنی بیٹی کا آپ سے نکاح کر دیا اور بیٹی کے ساتھ مدینہ منورہ روانہ کر دیا۔ بیٹی نے دوسرے نکاح کی شکایت کی تو اس نے کہا کہ میں نے تم سے شادی اس وجہ سے نہیں کی تھی کہ حلال کو حرام کر دوں لہٰذا آئندہ اس طرح کی بات نہ کرنا۔ اس کے بعد (28) اٹھائیس محرم الحرام 220ھ میں معتصم سے اجازت لی اور اس کی معیت میں تشریف لائے اور ذی القعدہ میں وصال فرما گئے آپ کو قریش کے قبرستان میں دادا کے ساتھ سپرد خاک کیا گیا اور وصال کے وقت عمر شریف (25) پچیس سال کی تھی۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ

آپ رحمۃ اللہ علیہ کو زہر بھی دیا گیا۔

دو بچے اور دو بچیاں حیات چھوڑے۔ ان میں بڑے حضرت علی عسکری رحمۃ اللہ علیہ تھے۔

حضرت علی العسکری رحمۃ اللہ علیہ

آپ رحمۃ اللہ علیہ کو علی عسکری کہنے کی وجہ یہ ہے جس وقت آپ رحمۃ اللہ علیہ کو مدینہ منورہ سے بلا کر رائی کے علاقے روانہ کیا گیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ اسی علاقے میں تشریف لے گئے جس کو عسکر کہا جاتا تھا۔ جس کی وجہ سے عسکری سے مشہور ہو گئے۔ علم اور جود و سخا میں اپنے والد محترم کے وارث ہوئے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ سے کوفہ کے اعرابی شخص نے کہا:

میں آپ کے دادا کا خاص دوست ہوں اور میرے اوپر حد سے زیادہ قرضہ ہے جس کو چکانے کے لئے تمہارے علاوہ کسی کو مددگار نہیں سمجھتا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا:

آپ کے اوپر کس قدر قرض ہے؟

اس نے عرض کیا:

دس (10) ہزار درہم۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

اس کو چکانے کے لئے انشاء اللہ آپ کو خوش ہونا چاہئے اس کے بعد اس کو ایک خط تحریر فرما دیا جس کے اندر رقم کو اپنی ذات پر قرض کا اظہار فرمایا

اور فرمایا:

اس رقعے کو کسی عام محفل میں میرے ہاتھ دے کر شدت سے پیسوں کا اظہار کرنا چنانچہ اس نے اسی طرح ہی کیا تو پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے تین یوم کی مہلت لی اور یہ بات متوکل کو معلوم ہوئی تو انہوں نے تیس (30) ہزار درہم پیش کرنے کے لئے کہا جس وقت یہ پیسے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو ملے تو ان پیسوں کو اعرابی کے حوالے کر دیا۔

اس نے عرض کیا:

اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے! میری تو دس (10) ہزار سے حاجت پوری ہو جائے گی تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ان تیس

(30) ہزار میں سے کچھ بھی پیسے واپس لینے سے گریز کیا اور تمام کے تمام پیسے اعرابی کے ہاتھ میں دے دیئے۔
پھر اس نے کہا:
اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ اس نے اپنے رسل کو کہاں رکھنا ہے۔
گزشتہ صفحات میں بیان ہو گیا ہے کہ
درندوں کے واقعہ میں درست بات یہی ہے کہ اس واقعہ کا ظہور متوکل کے دور میں ہوا اور اسی نے ہی بطور امتحان لیا اور درندے پاس ہی نہ آئے حتیٰ کہ درندوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھ کر سر کو جھکا لیا اور کچھ نہ کہا۔
مسعودی کا قول اس کی مطابقت میں ہے کہ
جب یحییٰ بن عبداللہ المحض ابن الحسن المثنیٰ بن الحسن السبط دیلم کی جانب فرار ہوئے تو ان کو رشید کے روبرو پیش کیا گیا تو انہوں نے قتل کا کہہ دیا اور آپ کو گڑھے میں ڈال دیا گیا جس کے اندر درندے تھے اور وہ بھوکے رکھے گئے تھے مگر انہوں نے آپ کا بال تک بھی نہ نوچا بلکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے گرد آ کر اطمینان سے بیٹھ گئے اور پاس آنے پر خوف کھایا تو پھر جب اس نے دیکھا کہ درندے تو پاس ہی نہیں گئے تو اس نے گیلی مٹی اور پتھر کی عمارت آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اوپر تعمیر کروا دی۔
آپ رحمۃ اللہ علیہ نے 254ھ جمادی الآخر میں سرمن رائی کے علاقے میں وصال فرمایا اور گھر میں ہی مدفن ہوئے اور عمر مبارک چالیس کی تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو متوکل نے 243ھ میں مدینہ منورہ سے جلاوطن کیا تھا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اسی جگہ قیام فرمایا اور چار (4) اولاد کو دنیا میں خیر آباد کہہ کر تشریف لے گئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں بڑے ابو محمد الحسن الخالص ہیں۔

حضرت ابو محمد الحسن الخالص رحمۃ اللہ علیہ

ابن خلکان کا کہنا ہے کہ
اس عسکری کی پیدائش 232ھ میں ہوئی۔
آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بہلول کا واقعہ ہوا آپ کو بہلول نے روتے اور بچوں کے ساتھ کھیلتے ہوئے دیکھ کر یہ گمان کیا جو بچوں کے ہاتھوں میں ہے، ان کو دیکھ کر حسرت کی وجہ سے روتا ہے۔
بہلول نے کہا:
میں آپ کو ایسی کوئی چیز دلا دوں جن سے آپ بھی کھیل سکیں۔
آپ نے فرمایا:
اے عقل کے تھوڑے ہمیں کھیلنے کے لئے پیدا نہیں کیا گیا۔

تو بہلول نے عرض کیا:
پھر ہم کس وجہ سے پیدا ہوئے ہیں۔
آپ نے فرمایا:
ہم عبادت کے لئے پیدا ہوئے ہیں۔
بہلول نے عرض کیا:
آپ کو ان باتوں کا کہاں سے علم ہوا۔
آپ نے جواب ارشاد فرمایا:
اللہ تعالیٰ کے اس مقدس فرمان سے کہ
کیا تم لوگوں نے گمان کیا ہوا ہے کہ ہم نے تمہیں بیکار پیدا کیا ہے اور تمہیں ہماری طرف پلٹنا ہے۔
بہلول نے کہا:
مجھے کوئی نصیحت فرمائیں۔
تو آپ نے ان کو کچھ اشعار نصیحت کے طور پر سنائے اور غش میں آ کر زمین پر تشریف لے آئے۔ جب ہوش میں آئے
تو بہلول نے عرض کیا:
آپ پر کون سی آفت آئی ہے آپ تو صغر سن میں ہو اور کوئی گناہ بھی نہیں ہے۔
آپ نے بہلول سے فرمایا:
بہلول! تم یہاں سے روانہ ہو جاؤ کیونکہ اپنی والدہ کو بڑی لکڑیوں پر آگ کو لگاتے دیکھا اور وہ چھوٹی لکڑیوں کے علاوہ جلتی ہی نہ تھیں اور میں اس بات کا خوف رکھتا ہوں کہ میں نہ جہنم کی چھوٹی لکڑی ہو جاؤں جس وقت آپ کو محبوس کیا گیا تو اسی وقت سرمن رائی کے اندر سخت قحط آ گیا اور خلیفہ معتمد بن متوکل نے تین روز تک نماز استسقاء پڑھنے کو کہا لیکن پھر بھی بارش نہ آئی۔ اس کے بعد عیسائی نکلے اور ان کے ساتھ راہب بھی موجود تھا تو اس نے اپنے ہاتھوں کو آسمان کی طرف اٹھایا اور بارش دھڑا دھڑ ہونے لگ گئی اسی طرح دوسرے روز ہوا اور جہلاء نے شک کیا بلکہ بعض تو مرتد بھی ہو گئے تو خلیفہ معتمد بن متوکل پر سخت گزری اور انہوں نے ابوحسن خاص کو لانے کا کہا۔
اس کو کہا کہ
اپنے نانا کی امت کو ہلاکت سے قبل بچالو۔
آپ نے فرمایا:
صبح نماز استسقاء کے لئے نکلنا ہے انشاء اللہ یہ شک دور بھی ہو جائے گا مگر میرے رفقاء کو چھوڑ دو تو اس نے ان کو چھوڑ دیا۔

جس وقت لوگوں نے استسقاء کے لیے روانگی کی تو راہب نے نصاریٰ کی معیت میں اپنا ہاتھ بلند کیا اور بادل فوراً ظاہر ہو گئے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے ہاتھ کو پکڑنے کا فرمایا جس کے ہاتھ میں ایک شخص کی ہڈیاں تھیں تو آپ نے اس کو پکڑا

اور فرمایا:

اب بارش کی دعا کرو جب اس نے ہاتھوں کو بلند کیا تو بادل ختم ہو گئے اور سورج ظاہر ہو گیا۔

اس سے لوگوں کو حیرانگی ہوئی۔

خلیفہ معتمد نے آپ سے کہا:

اے ابو محمد حسن! یہ کیا؟

آپ نے فرمایا:

یہ ہڈیاں ہیں جو راہب نے نبی کی قبر سے لی تھیں اور نبی کی ہڈیاں اگر ظاہر ہوں تو بارش دھڑا دھڑ آتی ہے۔ پھر اس نے ان ہڈیوں کو آزمایا تو ویسے ہی ہوا اور لوگ شک کرنے سے باز آ گئے پھر آپ اپنے گھر کو تشریف لے آئے اور عظمت سے قیام پذیر ہے۔ خلیفہ معتمد آپ کے وصال تک تحائف پہنچاتا رہا۔ (وفات کے بعد) والد محترم اور چچا کے ساتھ سپرد خاک کر دیا گیا اور جب آپ نے وصال فرمایا تو اس وقت عمر شریف (68) اڑسٹھ سال کی تھی۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ

آپ کو بھی (والد محترم کی طرح) زہر دیا گیا۔

(وصال کے بعد) ایک بیٹا باقی تھا۔

(جو کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا وارث بنا)

حضرت ابو قاسم محمد الحجۃ رحمۃ اللہ علیہ

جب آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد محترم نے وصال فرمایا تو اس وقت آپ رحمۃ اللہ علیہ کی عمر شریف پانچ سال کی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس صغر سن میں بھی حکمت کی لازوال نعمت عطا فرمائی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ قاسم منتظر سے بھی موسوم ہیں اس لقب کی وجہ یہ ہے کہ مدینہ منورہ میں پردہ فرمایا اور لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہو گئے پھر کسی کو یہ معلوم نہ ہو سکا کہ آپ کہاں تشریف لے گئے ہیں آیت نمبر پارہ (وانہ لعلم للساعۃ) میں روافض کا آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں قول گزر گیا ہے جس میں انہوں نے کہا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ ہی مہدی ہیں اور میں نے اسی بات پر تفصیل کے ساتھ کلام کیا ہے لہٰذا اس کو پڑھیں یہ ایک اہم بیان ہے۔

(الصواعق المحرقۃ عربی: فی الاحادیث الواردہ۔۔۔ ص 204 تا 207، کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

خاتمہ

''صحابہ کرام علیہم الرضوان اور حضرت امیر معاویہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے درمیان جنگ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کا حق ہونا اور یزید کے کفر میں اختلاف اور اس پر لعنت کا جواز اہل سنت و جماعت کے اعتقاد میں اور اس کے زمرے سے تعلق رکھنے والے تتمے کا بیان ہوگا''۔

میں نے اس کتاب کی افتتاح صحابہ کرام علیہم الرضوان کے ذکر سے کی اور ان کے ذکر خیر پر اس کا خاتمہ کیا ہے۔ یہ اس طرف اشارہ ہے کہ اس کی تالیف سے مقصد صرف صحابہ کرام علیہم الرضوان کو ان افتراء سے منزہ فرمانا ہے جو ان پر شقیوں نے ٹھہرائے۔ انہوں نے اپنے اوپر بے وقوفوں کی چادروں کو اوڑھ لیا اور دین سے خارج ہو کر ملحدین کے راستے پر نکل گئے ہیں اور اندھیرے میں دربدر پھر رہے ہیں اور یہ لوگ اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا عذاب لے کر واپس ہوئے ہیں۔ جب تک اللہ تعالیٰ توبہ اور رحمت سے ان کو معاف نہ فرمائے اور وہ بہترین امتوں کی اور اس امت کی تعظیم کرنے لگیں تو وہ بال و گمراہی کے گڑھوں میں گر گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم کو صحابہ کرام علیہم الرضوان کی محبت میں موت عطا فرمائے اور ان کے ساتھ ہمارا بھی حشر ہو۔ آمین

اس بات کو خوب جان لو کہ!

اہل سنت و جماعت کا اس بات پر اجماع ہے کہ سب مسلمین پر واجب ہے کہ وہ تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان کو عادل کہیں اور ان کو پاک کہیں اور ان پر طعنہ زنی نہ کریں اور ان کی تعریف کریں اور اللہ تعالیٰ نے بھی اپنی کتاب میں ان کی مدح فرمائی ہے جن میں سے ایک آیت کریمہ یہ بھی ہے۔

''تم بہترین امت ہو لوگوں کی بھلائی کے لئے نکالی گئی ہو لہٰذا اللہ تعالیٰ سے باقی امم پر ان کی بھلائی کو ثابت فرمایا ہے اور کوئی چیز اس ذات باری تعالیٰ کی شہادت کے برابر نہیں ہو سکتی اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی حقیقت اور ان کی اچھائیوں کو سب سے زیادہ جانتا ہے بلکہ ان کاموں کا علم اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو نہیں ہو سکتا تو جب اللہ تعالیٰ نے شہادت عطا فرما دی ہے کہ وہ بہترین امت ہے تو سب پر واجب ہے کہ وہ اسی ایمان و عقائد پر ثابت قدم رہے اور اگر کوئی شخص یہ اعتقاد و ایمان نہیں رکھتا

تو اس کا معنی یہ ہے کہ

وہ اللہ تعالیٰ کے فرامین کو جھٹلاتا ہے۔ بغیر شک وشبہ وہ آدمی جو اس چیز کی حقیقت میں جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمادیا ہے شک کرتا ہے وہ امت مسلمہ کے اجماع سے کافر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

اسی طرح ہم نے آپ کو بہترین امت بنایا ہے تا کہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ۔ (آل عمران:۱۴۳)

(الصواعق المحرقہ عربی: خاتمہ فی بیان اعتقاد اہل السنہ: ص208' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

حقیقی طور پر اس سے اول آیت اور اس میں صحابہ کرام علیہم الرضوان کی زبان سے بالمشافہ خطاب فرمایا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت پر تفکر کرو کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو عادل اور نیک بنایا ہے تا کہ یہ امت قیامت کے دن باقی تمام امتوں پر گواہ قائم ہوں۔ اللہ تعالیٰ غیر عادل اور رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد مرتدین کے متعلق کیسے اس طرح کی شہادت دے سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان رافضیوں کو ذلیل وخوار کرے اور ان پر لعنت فرمائے اور ان کو اکیلا ہی چھوڑ دے۔ یہ کتنا جھوٹے' جاہل اور افتراؤں کو گھڑنے والے اور بہتان باندھ کر شہادت دینے والے ہیں کہ علاوہ چھ اشخاص کے تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد مرتد ہو گئے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''اس دن اللہ' نبی اور ان کے ایمان والوں کو رسوا نہیں فرمائے گا۔ ان کا نور ان کے آگے اور ان کے دائیں کی طرف دوڑتا ہوگا''۔ (التحریم:۸)

بے شک اللہ تعالیٰ نے ان کو ذلت ورسوائی سے محفوظ فرمایا ہے اور اس دن صرف وہی لوگ رسوائی سے محفوظ رہیں گے جن کی وفات کے وقت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ ان سے رضامند تھے۔ بے شک ان کا رسوائی سے محفوظ ہو جانا اس بات پر صراحتاً دال ہے کہ ان کی موت کمال ایمان اور حقائق احسان پر ہوئی ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ ہمیشہ ان سے رضامند تھے۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

بے شک اللہ مومنین سے راضی ہو گیا جب انہوں نے درخت کے نیچے آپ کی بیعت کی۔ (الفتح:۱۸)

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے صراحتاً ان کے ساتھ راضی ہونے کا اظہار فرمایا ہے اور یہ بزرگ چودہ سو 1400 کے لگ بھگ تھے اور جن سے اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے ان کی موت کفر پر ہرگز نہیں ہو سکتی اس لئے جو بندہ اسلام سے وفا کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کو اس وقت حاصل کر سکتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کو اس بات کا پتہ ہوتا ہے' کہ اس نے اسلام کی حالت میں فوت ہوتا ہے اور جس کے متعلق اس کو پتہ ہو کہ اس نے کفر کی حالت میں فوت ہے اس کے متعلق یہ ممکن ہی نہیں کہ اللہ تعالیٰ فرمائے کہ

میں اس سے راضی ہوں یہ آیت کریمہ اور پہلے کی آیت کریمہ صراحتاً ملحدین اور قرآن مجید کے انکار کرنے والوں کے افتراؤں کو رد فرما رہی ہے حالانکہ قرآن مجید پر ایمان لانے سے یہ بات مستلزم ہے کہ جو بھی اس میں بیان ہوا ہے اس پر ایمان لایا جائے اور آپ کو یہ پتہ لگ گیا ہے کہ قرآن مجید میں صحابہ کرام علیہم الرضوان کو خیر الامم، عادل اور پارسا فرمایا گیا ہے اور مزید یہ کہ اللہ تعالیٰ ان کو رسوا نہیں فرمائے گا اور وہ ان سے راضی ہے۔ اب جو بندہ ان کے بارے میں ان کی باتوں کی تصدیق نہ کرے وہ قرآن مجید کے بیان کو جھٹلانے والا ہے اور جو قرآن مجید کے بیان کی اس طرح کی تکذیب کرے جس کی کوئی تاویل ہی نہ ہو سکے وہ کافر ملحد اور دین سے خارج ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"اور سب میں اگلے پہلے مہاجر اور انصار اور جو بھلائی کے ساتھ ان کے پیرو ہوئے اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی اور ان کے لئے تیار کر کے رکھے ہیں باغ جن کے نیچے نہریں بہیں ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں۔ یہی بڑی کامیابی ہے۔

اے نبی اللہ آپ کو کافی ہے اور مومنین میں سے جنہوں نے تیری اتباع کی۔ وہ فقراء جو مہاجرین ہیں جو اپنے گھر سے اور اموال سے نکالے گئے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور رضا تلاش کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی مدد چاہتے ہیں یہی لوگ سچے ہیں۔

اور جنہوں نے پہلے اس شہر اور ایمان میں گھر بنالیا دوست رکھتے ہیں ان کو جو ان کی طرف ہجرت کر کے گئے اور اپنے دلوں میں کوئی حاجت نہیں پاتے اس چیز کی جو دیئے گئے اور اپنی جانوں پر ان کو ترجیح دیتے ہیں اگر ان کو شدید محتاجی ہو اور جو اپنے نفس کے لالچ سے بچایا گیا تو وہی کامیاب ہیں اور وہ ان کے بعد آئے۔ عرض کرتے ہیں:

اے ہمارے رب! ہمیں بخش دے اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے اور ہمارے دل میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ رکھ اے ہمارے رب! بے شک تو ہی نہایت مہربان رحم والا ہے"۔ (الحشر ۸ تا ۱۰)

ان آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کی جن صفات کو بیان فرمایا ہے ان پر تفکر کرنے سے ان پر اعتراض کرنے والوں کے پھرنے اور الزام لگانے والوں کی گمراہیوں کا علم ہو جائے گا۔ حالانکہ صحابہ کرام علیہم الرضوان ان الزاموں سے منزہ ہیں۔

پھر ارشاد فرمایا:

"محمد اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھ والے کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل تو ان کو دیکھے گا رکوع کرتے سجدے میں گرتے۔ اللہ تعالیٰ کا فضل و رضا چاہتے ان کی علامت ان کے چہروں میں ہے سجدوں کے نشانات سے۔ یہ ان کی صفت توریت میں ہے اور ان کی صفت انجیل میں ہے جیسے کہ ایک کھیتی کہ اس نے اپنا پٹھا نکالا پھر اس کو طاقت دی پھر دبیز ہوئی پھر اپنی ساق پر سیدھی کھڑی ہوئی کسانوں کو بھلی لگتی ہے تا کہ ان سے کافروں کے دل جلیں۔ اللہ نے وعدہ کیا ان سے جو ان میں

ایمان لانے والے اور اچھے کاموں والے ہیں بخشش اور بڑے ثواب کا"۔(الفتح:۲۹)

یہ آیت کریمہ جن باتوں پر مشتمل ہے تھوڑا سا ان پر غور کریں۔ محمد رسول اللہ......

یہ جملہ مشہود بہ کو واضح کرنے والا ہے جس کو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں بیان فرمایا گیا ہے

ھو الذی ارسلہٗ بالھدیٰ ودین الحق...... الی شھیدا ۔(الفتح:۲۸)

اس فرمان میں نبی کریم ﷺ کی بہت تعریف فرمائی گئی ہے۔

پھر آپ ﷺ کے صحابہ کرام علیہم الرضوان کی تعریف اس فرمان باری تعالیٰ میں ہے

والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم(ایضاً)

جس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

فسوف یاتی اللہ بقوم یحبھم ویحبونہ اذلۃ علی المومنین اعزۃ علی الکافرین یجاھدون فی سبیل اللہ ولا یخافون لومۃ لائم ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء ط واللہ واسع علیم"(المائدہ:۵۴)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ

ان کی سختی اور شدت صرف کفار کے لئے ہے اور ان کی نرمی، نیکی، مہربانی اور عاجزی مومنین کے لئے ہے۔

پھر ان کی مدح میں ارشاد فرمایا ہے کہ

وہ اللہ تعالیٰ کے فضل ورحمت اور اس کی رضامندی کو حاصل کرنے کے لئے اخلاص اور بڑی امید کے ساتھ کثرت سے اعمال کرتے ہیں اور ان کے نیک اعمال کے آثار ان کے چہروں پر واضح ہیں۔ حتیٰ کہ جس آدمی نے ان کی طرف دیکھا تو ان کے حسن کی نشانیوں سے ہدایت نے ان کو حیران کن بنا دیا۔

حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

مجھے خبر ملی ہے کہ جب نصاریٰ نے شام کو فتح کرنے والے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو دیکھا

تو انہوں نے کہا

اللہ تعالیٰ کی قسم! حواریوں کے بارے میں جو باتیں ہمیں ملی ہیں یہ ان سے بہتر ہیں اور ان کی بات من وعن سچی ہے اس لئے اس امت محمدیہ ﷺ اور خصوصی طور پر صحابہ کرام علیہم الرضوان کا ذکر کتب میں بڑی عظمت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

جس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ

"یہ ان کی صفت توریت میں ہے اور انجیل میں ہے"

ان کا ذکر اس طرح ہے کہ

جیسا کہ کھیتی اپنا پٹھا اگاتی ہے پھر اس کو مضبوط بناتی ہے وہ موٹا ہو کر جوان ہوتا ہے اور بونے والے کو اپنی شدت وقوت اور

حسن منظر سے متعجب کر دیتی ہے اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کرام علیہم الرضوان ہیں۔ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مضبوطی دی اور پیروی کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کی اور جس طرح پٹھا کھیتی کے ساتھ ہوتا ہے اسی طرح صحابہ کرام علیہم الرضوان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے تاکہ کفار ان کو دیکھ دیکھ کر غیظ وغضب میں جل اٹھیں۔

(الصواعق المحرقہ عربی: خاتمہ فی بیان اعتقاد اہل السنۃ: ص 209 کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

اس آیت کریمہ سے امام مالک رضی اللہ عنہ نے روافض کے کفر کا مفہوم نکالا ہے جو کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں بیان ہوا اس لئے یہ لوگ صحابہ کرام علیہم الرضوان سے بغض رکھتے ہیں۔ فرماتے ہیں کیونکہ صحابہ کرام علیہم الرضوان ان لوگوں کو غصہ دلاتے ہیں اور جس کو صحابہ کرام علیہم الرضوان غصہ دلائیں وہ کافر ہے۔ یہ ایک اچھا ماخذ ہے جس کی گواہی آیت کے ظاہری الفاظ سے ملتی ہے۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی روافض کے کفر میں آپ رحمۃ اللہ علیہ سے اتفاق کیا ہے۔ اسی طرح ائمہ کی ایک جماعت بھی اس معاملہ میں آپ رحمۃ اللہ علیہ سے اتفاق رکھتی ہے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان کی فضیلت میں بہت سی احادیث مبارکہ بیان ہوگئی ہیں جن میں سے بہت ساری احادیث مبارکہ اس کتاب کے ابتدائی حصہ میں بیان کر چکے ہیں۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے لئے یہی شرف بہت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان آیات کریمہ میں ان کی تعریف فرمائی ہے جن کو ہم بیان کر چکے ہیں۔

دوسری آیت کریمہ میں ان سے اپنی رضامندی کا اظہار فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان تمام سے وعدہ فرمایا ہے اس لئے کہ منہم میں من کا لفظ تبعیض کے لئے نہیں بلکہ بیان جنس کے لئے آیا ہے کہ ان تمام کے لئے مغفرت اور بڑا اجر ہے اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ حق اور سچ ہے وہ نہ ان کو پیچھے ڈالتا ہے اور نہ وعدہ خلافی کرتا ہے اور نہ اپنی باتوں کو تبدیل فرماتا ہے اور وہ سمیع وعلیم ہے۔

ہم نے اس مقام پر جن آیات کریمہ اور حدیث مبارکہ کثیرہ شہیرہ کو مقدمہ میں پیش کیا ہے وہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کی تعدیل کا قطعی فیصلہ فرماتی ہیں اور ان میں سے کسی کو اللہ تعالیٰ کی تعدیل کے ساتھ مخلوق کی تعدیل کی حاجت نہیں ہم نے جن باتوں کو بیان کیا ہے اگر ان میں سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ بھی بیان نہ فرمایا ہوتا تو پھر بھی ان کی موجودہ حالت جو ہجرت، جہاد، جان قربان کرنا، مال قربان کرنا، آباؤ اولاد کا قتل، دین کی خیر خواہی اور ایمان ویقین پر مشتمل تھی۔ ان کی تعدیل اور اعتقادی پاکیزگی کا قطعی ثبوت پیش کرتی وہ اپنے بعد آنے والے سب لوگوں سے افضل اور ان کی تعدیل کرنے والے ہیں۔ سب علماء کرام کا یہی مذہب ہے اور ان کا بھی جو ان کے قول معتمد ہیں اس کی مخالفت ان تھوڑے بدعتیوں نے کی ہے تو خود بھی گمراہ ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کر رہے ہیں لہٰذا ان کی طرف توجہ کرنے یا ان پر اعتماد کرنے کی حاجت نہیں۔

ابوزرعہ رازی نے فرمایا ہے کہ

جو اپنے دور کے امام اور امام مسلم کے اجل شیوخ میں سے ہیں کہ جب تم کسی آدمی کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سے کسی کی شان میں کمی کرتے دیکھو تو سمجھ لینا کہ وہ شخص زندیق ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن مجید اور جو کچھ اس میں بیان ہوا ہے تمام کا تمام حق ہے اور یہ تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان ہی کے ذریعے ہم تک پہنچا ہے لہٰذا جو صحابہ کرام علیہم

الرضوان پر جرح کرتا ہے وہ کتاب وسنت کو باطل ٹھہراتا ہے اور اس طرح کہ بندے پر جرح کرنا اور اس کی گمراہی اور اس کی زندیقیت اور جھوٹ وفساد کا حکم لگانا زیادہ مناسب اور صحیح ہے۔

ابن حزم نے کہا ہے کہ

تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان قطعی پر جنتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

جن لوگوں نے فتح کے بعد خرچ کیا اور جنگ کی ہے وہ ان لوگوں کے برابر نہیں جنہوں نے فتح سے پہلے خرچ کیا اور جنگ کی ہے ان کا درجہ بہت بڑا ہے اور اللہ تعالیٰ نے تمام سے اچھائی کا وعدہ فرمایا ہے۔ (الحدید:۱۰)

پھر ارشاد فرمایا:

جن لوگوں کے بارے میں ہم سے نیکی سبقت کر گئی ہے وہ دوزخ سے دور رکھے جائیں گے۔ (الانبیاء:۱۰۱)

لہٰذا ثابت ہوا کہ تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان جنتی ہیں اور ان میں سے کوئی ایک بھی نار میں داخل نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ وہ پہلی آیت کے مخاطب ہیں جن میں سے ہر ایک کے لئے جنتی کو ثابت فرمایا گیا ہے اور وہ جنت ہے۔ اس مقام پر کسی کو یہ وہم ہرگز نہ ہو کہ انفاق یا قتال کی قید یا ان کے اتباع کرنے والوں کے ساتھ احسان کی قید' ان لوگوں کو جو ان صفات سے صفات شدہ نہیں ہوں گے اللہ کے زمرے سے خارج کردے گی۔ اس لئے کہ ان کا قید لگانا غالب صورت کی وجہ سے کیا گیا ہے لہٰذا ان کا اور کوئی مفہوم نہیں بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ اگر کوئی آدمی بالقوی یا بالعزم بھی ان سے متصف ہو تو وہ بھی ان میں شامل ہوگا۔

ماوردی کا گمان ہے کہ

عدالت کا حکم ان سے خاص ہے جو آپ کے ساتھ رہا اور آپ ﷺ کی مدد کی۔ اس شخص کو عادل نہیں کہا جاسکتا جو کسی دن آپ ﷺ کے پاس رہا یا کسی ایسی غرض کے لئے آپ ﷺ کے پاس آیا جس سے آپ ﷺ اس سے متفق نہیں تھے۔ اس پر فضلاء کی ایک جماعت نے اعتراض کیا ہے۔

شیخ الاسلام العلائی نے کہا کہ

یہ ایک غریب قول ہے جس سے بہت سے وہ لوگ بھی عدالت سے خارج ہو جاتے ہیں جو صحبت اور روایت میں مشہور ہیں۔

جس طرح کہ

وائل بن حجر' مالک بن حویرث' عثمان بن ابی وقاص

اور ان کے علاوہ وہ بھی جو آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور تھوڑا عرصہ آپ ﷺ کے پاس رہے اور پھر روانہ ہو گئے۔

اس قول میں عمومیت مراد ہے جس طرح کہ جمہور نے اس کی تصریح کی ہے اور یہی بات معتبر ہے۔

اس کے رد میں یہ بات بھی فرمائی گئی ہے کہ
صحابہ کرام علیہم الرضوان کی تعظیم کرنا' خلفائے راشدین وغیرہم کے نزدیک ایک فیصلہ کن بات ہے اگر چہ وہ تھوڑا عرصہ ہی نبی کریم ﷺ کی معیت میں رہے ہوں۔
ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے صحیح روایت میں ہے کہ
ایک بدوی شخص حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ آپ رضی اللہ عنہ اس وقت تکیہ لگا کر بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ شخص بھی بیٹھ گیا۔
پھر کہنے لگا کہ
میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور ایک بدوی شخص ایک ایسے گھر میں داخل ہوئے جہاں پر ایک عورت حاملہ تھی۔
بدوی شخص نے اس عورت سے کہا
میں تمہیں خوشخبری دیتا ہوں کہ تیرے پاس ایک لڑکا پیدا ہوگا۔
اس نے کہا
بہت اچھا
اس نے کہا
اگر تم مجھے ایک بکری دے دو تو تمہارے پاس ایک لڑکا پیدا ہوگا۔ اس عورت نے اس کو ایک بکری دیدی۔ اس شخص نے اس عورت کے اشعار سنے پھر وہ بکری کی طرف گیا اور اس کو ذبح کر کے پکایا اور ہم اس کو کھانے لگے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی ساتھ تھے جب ان کو اس بات کا پتہ چلا تو آپ رضی اللہ عنہ نے کھائی ہوئی چیز کی قے فرمادی۔
راوی نے کہا کہ
پھر میں نے اسی بدوی شخص کو دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور انصار کی ہجو کرنے لگا۔
تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انصار سے فرمایا:
اگر اس کو نبی کریم ﷺ کی صحبت حاصل نہ ہوتی تو میں نہ جانتا کہ اس نے ان کے متعلق کیا کچھ کہا ہے اور تم اس کو کفایت کر جاتے۔
ملاحظہ فرمائیں کہ
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو سزا دینے کے بجائے اس پر ناراضگی میں بھی توقف فرمایا اس لئے آپ رضی اللہ عنہ کو علم ہوا تھا کہ اس نے نبی کریم ﷺ سے ملاقات کا شرف حاصل کیا تھا اور اس بات کو خوب جان لیجئے کہ اس مقام پر ایک واضح دلیل بھی ملتی ہے کہ وہ لوگ صحابہ کرام علیہم الرضوان کی شان کے متعلق یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ کوئی چیز اس کے برابر نہیں ہوسکتی۔
جس طرح کہ صحیحین میں

نبی کریم ﷺ کے فرمان سے ثابت ہے کہ
اس ذات مقدسہ کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر بھی سونا خرچ کر دے تو ان کے مٹھی بھر جو کا مقابلہ بھی نہیں کر سکے گا۔ (صحیح بخاری: قول النبی ﷺ لو کنت ......ص 5)
اور نبی کریم ﷺ سے تواتر کے ساتھ یہ روایت ثابت ہے کہ میری صدی کے لوگ بہتر ہیں پھر وہ لوگ جو ان کے ساتھ ہوں گے۔
اور نبی کریم ﷺ سے صحیح روایت میں ہے کہ
آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
اللہ تعالٰی نے انبیاء کرام اور مرسلین عظام علیہم السلام کو چھوڑ کر جنات اور انسانوں پر میرے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو ترجیح دی ہے۔
اور ایک روایت میں ہے کہ
تمہیں ستر امتوں کا ثواب عطا فرمایا جائے گا تم اللہ تعالٰی کے ہاں ان سب سے بہتر اور عزت والے ہو۔
اس بات کو بھی خوب جان لیں کہ
صحابہ کرام علیہم الرضوان اور ان کے بعد آنے والے اس امت کے صالحین کی تفصیل کے متعلق اختلاف ہے۔
ابوعمر بن عبدالبر کا خیال ہے کہ
صحابہ کرام علیہم الرضوان کے بعد آنے والوں میں بعض ایسے لوگ بھی ہیں جو بعض صحابہ کرام علیہم الرضوان سے بھی افضل ہیں۔
انہوں نے اس حدیث مبارکہ سے دلیل پکڑی ہے کہ
نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:
جس نے مجھے دیکھا اور ایک بار مجھ پر ایمان لایا اس کو بشارت ہو اور اس کو بھی بشارت ہو جس نے مجھے نہیں دیکھا اور مجھ پر سات بار ایمان لایا۔
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث مبارکہ سے بھی انہوں نے دلیل پکڑی ہے۔
جس میں فرمایا کہ
میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔
آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
کیا تم اس بات کو جانتے ہو کہ ایمان کی رو سے کون سی مخلوق افضل ہے۔

ہم نے عرض کیا

ملائکہ کرام (علیہم السلام)

آپ نے کہا

انبیاء کرام علیہم السلام تمام سے افضل ہیں۔

ارشادفرمایا:

ان کا بھی یہ حق ہے لیکن یہ مخلوق ان کے علاوہ ہے۔

پھر آپ ﷺ نے ارشادفرمایا:

ایمان کی رو سے افضل مخلوق وہ لوگ ہیں جو مجھ پر ایمان لانے والے لوگوں کی پشتوں میں ہیں حالانکہ انہوں نے مجھے نہیں دیکھا۔ وہ ایمان کے حوالے سے افضل لوگ ہیں۔

اس حدیث مبارکہ سے بھی انہوں نے دلیل پکڑی ہے۔

جس میں ارشادفرمایا گیا

میری امت کی مثال بارش کی طرح ہے یہ معلوم نہیں کہ اس کا پہلا حصہ بہتر ہے یا آخری حصہ بہتر ہے۔

اوراس حدیث مبارکہ سے بھی انہوں نے حجت پکڑی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ضرور ان اشخاص کو پائے گا جو تمہاری طرح یا تم سے بہتر ہوں گے۔ اس بات کو آپ ﷺ نے تین بار ارشادفرمایا اور اللہ تعالیٰ اس امت کو ہرگز رسوانہیں فرمائے گا جس کے شروع میں میں خود ہوں اور جس کے آخر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہوں گے۔

اس حدیث مبارکہ سے بھی انہوں نے حجت پکڑی ہے کہ

ایسازمانہ آنے والا ہے جس میں ایک عامل کو پچاس اشخاص کا اجر دیا جائے گا۔

عرض کیا گیا

یارسول اللہ ﷺ! وہ عامل ان سے ہوگا یا ہم میں سے ہوگا۔

ارشادفرمایا:

وہ تم میں سے ہوگا۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ

جب حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ بنے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی جانب تحریر فرمایا کہ مجھے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی سیرت کے بارے میں بتاؤ تا کہ میں ان کے موافق عمل کروں۔

تو سالم نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی جانب تحریر کیا

اگر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سیرت پر عمل کیا تو آپ ان سے افضل ہوں گے اس لئے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا زمانہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے کی طرح نہیں اور نہ ہی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اشخاص حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اشخاص کی طرح ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے زمانے کے فقہاء کی طرف یہ بات لکھی تو تمام نے سالم کی طرح جواب دیا۔

(الصواعق المحرقہ عربی: خاتمہ فی بیان اعتقاد اہل السنۃ؟ ص213، کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

ابوعمر نے کہا کہ

یہ سب احادیث مبارکہ اپنے تواتر کی طرق اور حسن کے اس بات کا تقاضا کرتی ہیں کہ اس امت کا اول اور آخر اہل بدر اور حدیبیہ کو چھوڑ کر فضیلت عمل میں مساوی ہیں۔

حدیث خیر الناس قرنی میں عمومیت نہیں ہے اس لئے اس میں منافقین اور کبائر کے ارتکاب کرنے والے بھی جمع تھے جن میں سے بعض پر آپ نے حدود کو بھی قائم کیا تھا۔

پہلی حدیث مبارکہ میں افضلیت کا کوئی گواہ موجود نہیں اور دوسری حدیث ضعیف ہے جس سے دلیل نہیں پکڑی جا سکتی مگر حاکم نے اس کو صحیح اور دوسروں نے اس کو حسن فرمایا ہے۔

یہ حدیث مبارکہ جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا گیا ہے کہ

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا کوئی ہم سے بھی بہتر لوگ ہیں۔

ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کیا۔

ارشاد فرمایا:

تمہارے بعد کچھ لوگ ہوں گے جو مجھ پر ایمان لائیں گے حالانکہ انہوں نے مجھے دیکھا نہیں۔

اس کا اور تیسری حدیث مبارکہ کا جواب یہ ہے کہ

یہ حدیث مبارکہ حسن ہے اور کئی طرق سے آئی ہے جن کے باعث یہ صحیح کے درجہ تک پہنچ چکی ہے۔

چوتھی حدیث مبارکہ کا جواب یہ ہے کہ

وہ بھی حسن ہے

اور پانچویں حدیث مبارکہ جس کو ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ

مفضول میں کوئی اس طرح خوبی پائی جاتی ہے جو فاضل میں نہیں پائی جاتی۔

اسی طرح محض اجر کی زیادتی سے افضلیت مطلقہ مستلزم نہیں۔ اس طرح دونوں کے مابین بہتری اس اعتبار سے ہے جس میں وہ دونوں جمع ہو سکتے ہیں اور دوسرے مومنین کے مابین مشترکہ طاعات کا عموم ہے اس وجہ سے بعض ان لوگوں کا جو صحابہ کرام علیہم الرضوان کے بعد آئیں گے بعض صحابہ کرام علیہم الرضوان سے افضل ہونا بعید کی بات نہیں۔

باقی رہا صحابہ کرام علیہم الرضوان کا بعض باتوں میں خاص ہونا۔ جس طرح کہ ان کا آپ ﷺ کے چہرہ مقدسہ اور آپ ﷺ کی ذات اقدس کو تک تک کر دیکھنا اور مشاہدہ کرنا یہ ایک ایسی بات ہے کہ اگر چہ کوئی کتنا ہی بڑے شان والا کام کرے عقل کی رو سے اس فضیلت کو پانا تو دور کی بات ان کا ہم مثل بھی نہیں ہوسکتا۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ جن کا علم وجلالت شان ہی آپ کے لئے کفایت کرتی ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ

وہ اشخاص جو نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے ان کا وہ غبار جو معاویہ رضی اللہ عنہ کے ناک میں داخل ہوتا تھا عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے بہتر ہے۔

آپ نے اس بات کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ

نبی کریم ﷺ کے دیدار اور صحبت کی فضیلت کے کوئی شی برابری نہیں کر سکتی۔ اس سے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے قضیہ میں ابوعمر کے استدلال کے جواب کا پتہ چل جاتا ہے۔

آپ کے ہم عمر لوگوں نے آپ سے کہا کہ

آپ رحمۃ اللہ علیہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں۔

یہ بات تو صرف اس صورت میں ہوسکتی ہے کہ دونوں میں رعیت عدل و انصاف کے اعتبار سے تساوی کی نسبت مانی جائے۔ باقی جہاں تک صحبت رسول ﷺ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حقائق قرب اور دین وعلم اور فضل کی خوبیوں کے حصول کا تعلق ہے جن کے بارے میں خود نبی کریم ﷺ نے ان کے متعلق گواہی دی ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ یا کسی اور کی کیا مجال ہے کہ ان میں سے ایک ذرہ بھی حاصل کر سکے۔ صحیح بات وہی ہے جو سلف وخلف جمہور علماء کرام نے فرمائی ہے جس کا بیان ابھی گزر گیا ہے۔ ابوعمر نے اہل بدر و حدیبیہ کا جو استثناء کیا ہے اس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ بات اکابر صحابہ کرام علیہم الرضوان کے متعلق نہیں بلکہ ان صحابہ کرام علیہم الرضوان کے متعلق ہے جنہوں نے صرف نبی کریم ﷺ کی زیارت کی ہے۔

ظاہر ہے کہ

یہ بات بھی بعد میں آنے والوں کو بھی نہیں حاصل ہوسکتی اگر بعد میں آنے والے جہاں تک اعمال کر سکتے ہیں کر لیں پھر بھی اس خصوصیت کا حصول تو دور کی بات اس کے برابر بھی نہیں ہوسکتے۔ لہٰذا ان صحابہ کرام علیہم الرضوان کے متعلق آپ کا گمان ہے جو یہ خصوصیت رکھتے تھے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ مل کر جنگ کی یا آپ ﷺ کے زمانہ میں آپ ﷺ کے حکم سے جنگ کی یا آپ ﷺ کے بعد آنے والوں کے لئے شریعت کا کچھ حصہ نقل فرمایا آپ ﷺ کی وجہ سے اپنے مال میں سے کچھ خرچ کیا بغیر اختلاف یہ وہ امور ہیں جن کو بعد میں آنے والا کوئی بھی آدمی حاصل نہیں کر سکتا۔

یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:
"تم میں سے برابر نہیں ہو سکتے جنہوں نے فتح سے پہلے خرچ کیا اور قتال کیا....." (الحدید:۱۰)
سلف و خلف جمہور کے مسلک میں ایک بات یہ بھی ہے کہ
صحابہ کرام علیہم الرضوان' انبیاء کرام علیہم السلام اور خواص اور مقرب فرشتے علیہم السلام کے بعد تمام مخلوق سے افضل ہیں۔
جس طرح کہ کتاب کے شروع میں صحابہ کرام علیہم الرضوان کے فضائل میں بیان کر دیا ہے وہاں پر بہت سی دلیلیں بیان کر دی گئی ہیں ان کا مطالبہ فرمائیں۔
ان میں سے ایک صحیحین کی یہ حدیث مبارکہ بھی ہے کہ
میرے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو گالی مت دو۔
اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر بھی خرچ کرے تو وہ ان کے مٹھی بھر جو کا بھی مقابلہ نہیں کر سکتے۔
اور صحیحین ہی کی ایک روایت کاف خطاب کے ساتھ ہے۔
ترمذی کی روایت میں لو انفق احدکم کے الفاظ ہیں۔
نصیف' نون کی زبر کے ساتھ نصف کو کہا جاتا ہے۔
(سنن ترمذی: فیمن سب اصحاب النبی ﷺ: ص361)
دارمی اور ابن عدی وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ
نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:
میرے صحابہ کرام علیہم الرضوان ستاروں کی طرح ہیں ان میں سے جس کی بھی پیروی کرو گے ہدایت پا جاؤ۔
(الامامۃ فی ضوء الکتاب والسنۃ' ج ۱: ص96)
اسی طرح ایک اور متفق علیہ حدیث مبارکہ میں ہے کہ
میری صدی سب سے بہتر صدی ہے یا میری صدی کے لوگ سب سے بہتر ہیں یا میری امت کے بہترین لوگ میری صدی کے ہیں پھر وہ لوگ جو ان کے ساتھ ہوں گے پھر وہ لوگ جو ان کے ساتھ ہوں گے۔ (صحیح البخاری' اثم من لایفی بالنذر: ص397)
قرن لفظ کا اطلاق قریب کے زمانے پر ہوتا ہے' جو وصف مقصود میں مشترک ہوں اور مخصوص دور پر بھی اطلاق ہوتا ہے۔
اُس میں دس سالوں سے لے کر ایک سو بیس سالوں تک اختلاف کیا گیا ہے۔ صرف نوے کے علاوہ اور ایک سو دس کے۔
قائل نے ان دونوں اقوال کو یاد نہیں رکھا اور نہ ہی ان دونوں اقوال کے علاوہ جو جس نے کہا ہے اس کو یاد رکھا ہے۔ تمام سے انصاف والا قول صاحب المحکم کا ہے اور وہ یہ کہ
ہر دور کے لوگوں کی اوسط عمر کو قرن کہا جاتا ہے۔

اس حدیث مبارکہ میں نبی کریم ﷺ کی قرن سے مراد صحابہ کرام علیہم الرضوان ہیں اور بغیر اختلاف علی الاطلاق ان میں سب سے آخر میں فوت ہونے والے ابوالطفیل عامر بن واثلہ اللیثی ہیں جس طرح کہ مسلم نے اپنی صحیح میں اس پر جزم کیا ہے۔

اور صحیح بات یہ ہے کہ

ان کی موت 100ھ میں ہوئی ہے۔ بعض نے 107ھ اور بعض نے 120ھ بھی بتائی۔

اور ذہبی نے اس کو صحیح حدیث سے مطابقت کی وجہ سے درست قرار دیا ہے۔

اور وہ حدیث یہ ہے کہ

جس میں نبی کریم ﷺ نے اپنی وفات سے ایک ماہ قبل ارشاد فرمایا:

تمام زمین پر جو لوگ آج زندہ ہیں ان میں سے ایک سو سال تک کوئی بھی زندہ نہیں رہے گا۔

(الصواعق المحرقہ عربی: خاتمہ فی بیان اعتقاد اہل السنۃ: ص 214، کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

مسلم کی روایت میں ہے کہ

مجھے اس رات بتایا گیا ہے کہ ایک سو سال تک کوئی جاندار زندہ نہیں رہے گا۔

(صحیح مسلم قول ﷺ لا تاتی مائۃ: ص 364)

اس سے آپ ﷺ کا مطلب ہے کہ

کلام کے وقت سے ایک سو سال تک صدی کا ختم ہونا مراد ہے۔

یہ قول کہ عکراش بن ذویب واقعہ جمل کے بعد سو سال تک زندہ رہے درست نہیں ہے۔

اور علی سبیل التنزیل کے معنی یہ ہیں کہ انہوں نے اس کے بعد ایک سو سال کی عمر پوری کی نہ یہ کہ وہ سو سال تک اس کے بعد زندہ رہے جس طرح کہ ائمہ نے کہا ہے

اور جو ایک جماعت نے رتن الہندی اور معمر المغربی اور اس طرح کے لوگوں کے بارے میں کہا ہے۔ ائمہ کرام نے خاص طور پر ذہبی نے اس کے جعلی اور باطل ثابت کرنے میں بڑے مبالغہ سے کام لیا ہے۔

ائمہ کرام نے کہا ہے کہ

ادنیٰ عقل کا شخص بھی اس کو شائع نہیں کر سکتا اور نبی کریم ﷺ کی صدی کے لوگوں کا ساتھ والی صدی کے لوگوں یعنی تابعین سے افضلیت کا فاصلہ مجموعی حیثیت سے ہے نہ کہ انفرادی حیثیت سے ہے۔

ابن عبدالبر کا خیال اس کے بالکل خلاف ہے۔ اسی طرح کی بات تابعین علیہم الرضوان کی پیروی کرنے والوں کے متعلق ہوگی۔

(الصواعق المحرقہ عربی: خاتمہ فی بیان اعتقاد اہل السنۃ: ص 214، کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

صحابہ کرام علیہم الرضوان کی اقسام

پھر صحابہ کرام علیہم الرضوان کی کئی قسمیں ہیں۔

(1) مہاجرین

(2) انصار

(3) اوران کے خلفاء

جو فتح مکہ کے دن یا اس کے بعد اسلام لائے اجمالی طور پر ان میں سب سے افضل مہاجرین ہیں اور ان کے بعد پچھلی ترتیب کے مطابق صحابہ کرام علیہم الرضوان افضل ہیں اور تفصیلی طور پر انصار، متاخرین صحابہ کرام علیہم الرضوان سے افضل ہیں اور اول مہاجرین اول انصار سے افضل ہیں پھر وہ افضل ہیں۔

ان متاخر اسلام لانے والوں میں سے قرب میں متفاوت ہیں جس طرح کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں حالانکہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اسلام پہلے لانے والے ہیں۔

الوسفور بغدادی جو ہمارے اکابر ائمہ میں سے ہیں

انہوں نے کہا کہ

اہل سنت و جماعت کا اس بات پر اجماع ہے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان میں تمام سے افضل حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم ہیں پھر عشرہ مبشرہ ہیں پھر اہل بدر افضل ہیں۔ جنگ احد اور حدیبیہ کے باقی اور بیعت الرضوان میں شامل ہونے والوں میں باقی رہنے والے لوگ اس کے بعد باقی صحابہ کرام علیہم الرضوان افضل ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مابین اجماع کے بارے میں جو اعتراض کیا گیا ہے اس کو پہلے بیان کر دیا گیا ہے۔ اگر ان دونوں بزرگوں کے متعلق اجماع سے مراد اہل سنت کی اکثریت کا اجماع ہے تو ایسی بات درست نہیں ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے ابوبکر رضی اللہ عنہ کاش میں اپنے بھائیوں سے مل جاتا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھائی ہیں۔

ارشاد فرمایا:

نہیں آپ میرے صحابہ کرام (علیہم الرضوان) ہو۔

میرے بھائی وہ ہیں جنہوں نے مجھے دیکھے بنا میری تصدیق کی اور مجھ سے محبت کی ہے حتیٰ کہ میں ان میں ہر ایک کو اس کے بیٹے اور والد سے بھی زیادہ محبوب ہوں۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا:

یارسول اللہ ﷺ! کیا ہم آپ ﷺ کے بھائی ہیں۔

ارشاد فرمایا:

نہیں آپ میرے صحابہ کرام (علیہم الرضوان) ہو۔

اے ابوبکر (رضی اللہ عنہ)! کیا آپ اس بات کو محبوب نہیں رکھتے کہ ایک قوم میری محبت کی وجہ سے آپ سے محبت رکھے تو آپ بھی ان سے محبت رکھو۔ جو میری محبت کی وجہ سے آپ سے محبت رکھتا ہے۔

اور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جو اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا ہے وہ قرآن مجید سے محبت کرتا ہے اور جو قرآن مجید سے محبت کرتا ہے وہ میرے اور رشتہ داروں سے محبت کرتا ہے۔

اس کو دیلمی نے روایت کیا ہے۔

اور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اے لوگو! میرے دوستوں، میرے دامادوں اور میرے صحابہ کرام (علیہم الرضوان) کے متعلق میرا لحاظ کرو۔ اللہ تعالیٰ ان میں سے کسی کی زیادتی کا تم سے مطالبہ نہیں فرمائے گا اس لئے کہ وہ ان چیزوں سے نہیں ہے جس کی مغفرت کی جائے گی۔

اس روایت کو خلعی نے روایت کیا ہے۔

اور رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میرے صحابہ کرام (علیہم الرضوان) کے متعلق اللہ تعالیٰ سے خوف رکھو میرے بعد ان کو اپنی اغراض کا نشانہ ہرگز نہ بنانا۔ جو ان سے محبت کرتا ہے وہ مجھ سے محبت کرتا ہے اور جو ان سے بغض کرتا ہے وہ مجھ سے بغض کرتا ہے اور جو ان کو تکلیف دیتا ہے وہ مجھے تکلیف دیتا ہے اور جو مجھے تکلیف دیتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کو تکلیف دیتا ہے قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی پکڑ فرمائے۔

اس روایت کو مخلص ذہبی نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث مبارکہ اور اس سے پہلے روایت ہونے والی احادیث مبارکہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے بارے میں وصیت کی حامل ہیں جس میں ان سے محبت کا حکم اور ترغیب فرمائی گئی ہے اور ان سے بغض کرنے سے ڈرایا گیا ہے اور اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ ان سے محبت کرنا ایمان اور ان سے بغض کرنا کفر ہے اس لئے کہ جب ان سے بغض کرنا نبی کریم ﷺ سے بغض کرنا ہے تو وہ اس حدیث کے مطابق بغیر تنازع کے کفر ہے۔

جس کے اندر ارشاد فرمایا گیا ہے کہ

تم میں سے کوئی آدمی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کو اس کی جان سے بھی زیادہ عزیز نہ ہو جاؤں۔

یہ حدیث مبارکہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے کمال قربت پر دال ہے کہ آپ ﷺ نے ان کو اپنی جان کا قائم مقام فرمایا ہے حتیٰ کہ ان کی تکلیف سے آپ ﷺ کو تکلیف ملتی ہے اور اسی طرح نبی کریم ﷺ کے محبوبوں سے محبت کرنا یعنی آپ ﷺ کی اولاد اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام علیہم الرضوان سے محبت کرنا رسول اللہ ﷺ سے محبت کرنا اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے کی نشانی ہے اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام علیہم الرضوان اور اولاد سے بغض عناد کرنا اور ان کو برا بھلا کہنا نبی کریم ﷺ سے بغض وعناد کرنا ہے اور آپ ﷺ کو برا بھلا کہنے کے مترادف ہے جو کسی چیز سے محبت کرتا ہے وہ اس سے بھی محبت کرتا ہے جس سے اس کا محبوب محبت کرتا ہے اور جس سے وہ بغض کرتا ہے اس سے وہ بھی بغض کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

آپ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لانے والوں میں سے کسی کو اس طرح نہ پاؤ گے کہ وہ اس چیز سے محبت کرتے ہیں جس سے اللہ اور اس کا رسول دشمنی کرتے ہیں۔ (المجادلہ:۲۲)

لہٰذا نبی کریم ﷺ کی اولاد، ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن اور صحابہ کرام علیہم الرضوان سے محبت کرنا متعین واجبات میں سے ہے اور ان سے بغض کرنا تباہ اور برباد کرنے والی چیزوں میں سے ہے اور ان سے محبت وعزت سے ملنا اور ان کے حقوق کو بجا لانا اور ان کی سنت، آداب اور اخلاق پر گامزن ہو کر ان کی پیروی کرنا اور ان کے فرامین کی پیروی کرنا اس طرح کی چیزیں ہیں کہ جن میں عقل کے لئے کوئی گنجائش نہیں اور ان کی مزید ثنا اور حسن کی بات تو یہ ہے کہ تعظیم کے ارادے سے ان کے اوصاف جمیلہ کو یاد کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے قرآن مجید کی کثیر آیات میں ان کی مدح فرمائی ہے اور جس کی مدح اللہ تعالیٰ فرمائے تو اس کی مدح کرنا واجب ہوتی ہے اور اسی سے ان کے لئے استغفار کرنا بھی ثابت ہوتا ہے۔

سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

جس نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو برا کہا ان کو حکم دیا گیا کہ وہ آپ ﷺ کے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے لئے استغفار کریں۔

اس کو امام مسلم وغیرہم نے روایت کیا ہے۔

استغفار کا زیادہ فائدہ استغفار کرنے والے کو ہی ملتا ہے اس لئے کہ اس کو زیادہ ثواب حاصل ہوتا ہے۔

سہل بن عبد اللہ تستری جو علم وزہد اور معرفت وجلالت میں بڑی عظمت کے مالک ہیں۔

آپ فرماتے ہیں کہ

وہ شخص نبی کریم ﷺ پر ایمان ہی نہیں لایا جس نے آپ ﷺ کے صحابہ کرام علیہم الرضوان کی تعظیم نہیں کی۔

ایسے ہی مؤرخین کی اخبار اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کے مابین ہونے والے اختلافات واضطراب خاص طور پر روافض

اور شیعوں کی جاہلانہ اور گمراہانہ باتوں اور بدعتیوں کی نکتہ چینی سے اعراض کرتے ہوئے ان کے متعلق چپ چاپ رہنا چاہیے۔
اس لئے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میرے صحابہ کرام علیہم الرضوان کا تذکرہ ہو رہا ہو تو خاموشی اختیار کیا کرو۔

لہٰذا جو بندہ کوئی بات سنے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ محض کسی کتاب میں کسی بات کو دیکھنے یا کسی بندے سے سماع کرنے کی وجہ سے اس کو مضبوطی سے تھام نہ لے اور نہ ہی اس کو کسی کی طرف منسوب کرے بلکہ اس کی تحقیق کرے حتیٰ کہ اس بات کا کسی صحابی سے منسوب ہونا درست ہو پھر بھی اس کے واسطے واجب ہے کہ وہ کوئی حسن تاویل کرے اور اس کا کوئی اچھا مفہوم مراد لے اس لئے وہ لوگ اسی کے اہل ہیں جس طرح کہ ان کے مناقب میں یہ بات مشہور اور ان کے کارناموں میں شمار ہے جن کا بیان طویل ہونے کی وجہ بن جائے گا اور ان سے بغض کے بارے میں بعض واقعات بیان ہو گئے ہیں اور جو جنگیں اور جھگڑے ہوئے ہیں ان کی تاویلات اور محامل بھی ہیں۔ لیکن ان کے متعلق گالی گلوچ کرنا اور ان پر طعن کرنا جس طرح کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانا اور آپ رضی اللہ عنہا کے والد محترم کی صحبت کا انکار کرنا کفر ہے اس لئے کہ اس طرح کہنے والا قطعی دلیل کی مخالفت کرنے والا ہے اور اگر معاملہ اس کے خلاف ہو تو یہ بات بدعت و فسق ہے۔

اہل سنت و جماعت کے عقیدے کی رو سے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کے مابین جو جنگیں ہوئیں وہ اس وجہ سے نہیں تھیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ خلافت کے بارے میں کوئی تنازع تھا۔ کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے حق ہونے پر اجماع ہو گیا تھا۔ جس طرح کہ پہلے بیان ہو گیا ہے۔ لہٰذا خلافت کی وجہ سے کوئی فتنہ پیدا نہیں ہوا بلکہ فتنہ اس وجہ سے پیدا ہوا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مطالبہ کیا کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کو ان کے حوالے کریں اس لئے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے چچازاد بھائی تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس خیال سے آپ رضی اللہ عنہ کا مطالبہ پورا کرنے سے رکے رہے کہ قاتلین کے قبائل کثیر تھے اور پھر وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں ملے ہوئے تھے ان کو فوراً حوالے کرنے سے خلافت کے معاملہ میں بڑی پریشانی ہو جاتی۔ اس لئے کہ خلافت کے ذریعے سے ہی اہل اسلام کو اکٹھا کیا جاتا ہے اور خلافت ابھی مستحکم نہیں ہوئی تھی بلکہ ابتدائی حالت پر تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو تاخیر سے حوالے کرنا زیادہ بہتر جانا تا کہ وہ خلافت کے بارے میں پختہ مقام حاصل کر لیں اور ان کو خلافت کے بارے اطمینان حاصل ہو جائے اور مسلمان ایک ہو جائیں پھر اس کے بعد وہ فرداً فرداً ان کو پکڑ کے ان کے حوالے کر دیں گے۔

جنگ جمل کے دن جب آپ رضی اللہ عنہ نے اعلان فرمایا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلین کو نکال کر باہر لائیں گے تو معلوم ہوا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے کچھ قاتل حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت اور جنگ کا ارادہ رکھتے ہوئے ہیں پھر وہ لوگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل پر آمادہ تھے ان کی تعداد بھی کثیر تھی جس طرح کہ ان کے محاصرہ میں بیان ہو گیا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے قاتلین میں

مصر کی ایک جماعت بھی شامل تھی جن کی تعداد سات سو یا ایک ہزار اور پانچ سو تک بیان کی جاتی ہے۔ کوفہ اور بصرہ وغیرہم کی جمعیتیں بھی آپ رضی اللہ عنہ کے قتل میں شامل تھیں یہ تمام لوگ مدینہ منورہ آئے اور جو کچھ کر سکتے تھے انہوں نے جی بھر کر کیا بلکہ ان کے اور ان کے قبائل کے بارے میں اتنا تک بیان ہوا ہے کہ ان کی تعداد دس ہزار تھی۔ اس بات کی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے سب سے مشکل معاملہ تھا کہ وہ قاتلین کو ان کے حوالے کر دیں اس لئے وہ اس طرح کرنے سے چپ چاپ رہے۔

اور یہ احتمال بھی پایا جا سکتا ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کو باغی گمان کیا ہو جس کی وجہ سے انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا ہو مگر یہ تاویل فاسد ہے۔ انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کو اس وجہ سے قتل کرنا جائز سمجھا کہ وہ آپ رضی اللہ عنہ کی کئی باتوں کو ناپسند کرتے تھے جس طرح کہ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے چچازاد بھائی مروان کو اپنا کاتب بنایا ہوا تھا حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو مدینہ منورہ سے نکال دیا تھا اور آپ رضی اللہ عنہ اس کو واپس لے آئے تھے اور آپ رضی اللہ عنہ اپنے اقارب کو عہدے دیتے تھے اور محمد بن ابوبکر کے قضیہ کی وجہ سے جس کا تفصیلی بیان حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کی بحث میں گزر گیا ہے انہوں نے جہالت اور غلطی کی وجہ سے جو بھی کیا اس کو مباح جانا اور باغی جب امام عادل کا فرمانبردار ہو جائے تو جنگ میں اس کو جو نقصان ہوا اس پر مواخذہ نہیں کیا جاتا اگرچہ وہ نقصان مال کا ہو یا جان کا نقصان ہو۔ جس طرح کہ امام شافعی کا راجح قول یہی ہے۔ اور اسی طرح کی بات دوسرے علماء نے بھی فرمائی ہے۔ اگر آپ رضی اللہ عنہ کو ان پر قدرت حاصل ہوتی تو یہ احتمال ہو سکتا تھا لیکن اول بات زیادہ اعتماد کے قابل ہے۔

اکثر علماء کرام نے یہی خیال کیا ہے کہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتل باغی نہیں تھے بلکہ وہ اپنے غلط شبہوں کی خاطر ظالم اور سرکش تھے اور اس وجہ سے بھی انہوں نے شبہات کے دور ہونے اور حق کے واضح ہو جانے کے بعد باطل پر مصر رہے اور ہر شبہ کرنے والا مجتہد نہیں ہو جاتا اس لئے کہ شبہ تو ہوتا ہی اس بندے کو ہے جو درجہ اجتہاد کو پہنچتا ہی نہیں اور امام شافعی کے مذہب میں جو فیصلہ ہو گیا ہے یہ بات اس کے منافی نہیں اس لئے کہ ان کو بغیر تاویل شوکت حاصل تھی اور باغیوں کی طرح وہ جنگ میں نقصان کر چکے تھے اس کے ذمہ دار نہ تھے اس لئے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت جنگ میں نہیں ہوئی۔ اور اس وجہ سے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے جنگ نہیں فرمائی تھی بلکہ آپ رضی اللہ عنہ نے جنگ سے منع فرمایا تھا حتیٰ کہ جب حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے جنگ کا ارادہ فرمایا۔

تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اے ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) آپ رضی اللہ عنہ کو قسم دیتا ہوں کہ آپ رضی اللہ عنہ اپنی تلوار سے کسی کو نہ ماریں۔ آپ رضی اللہ عنہ میری جان کو بچانا چاہتے ہیں اور میں مسلمانوں کو اپنی جان قربان کر کے بچانا چاہتا ہوں۔ جس طرح کہ ابن عبدالبر نے سعید المقبری سے اور انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے۔

(الصواعق المحرقہ عربی: خاتمہ فی بیان اعتقاد اہل السنۃ: ص:215، کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

اہل سنت و جماعت کا یہ اعتقاد بھی ہے کہ
حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور میں خلیفہ نہ تھے بلکہ وہ ایک بادشاہ تھے اور زیادہ سے زیادہ ان کو اپنے اجتہاد سے ایک اجر مل جائے گا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے دو اجر ہیں۔ ایک اجر اجتہاد کا اور دوسرا صحیح اجتہاد کا بلکہ ان کے لئے دس اجر ہیں۔
جس طرح کہ حدیث مبارکہ میں ہے۔
جب مجتہد صحیح اجتہاد کرے تو اس کو دس اجر حاصل ہوتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی امامت کے متعلق اختلاف ہے۔
بعض نے کہا کہ
وہ امام اور خلیفہ بن گئے تھے اس لئے کہ ان کی بیعت کھلم کھلا ہو گئی تھی۔
اور بعض نے کہا ہے کہ
وہ ابوداؤد، ترمذی اور نسائی کی اس حدیث مبارکہ کے مطابق امام نہیں ہوئے تھے۔
جس میں فرمایا گیا ہے کہ
میرے بعد خلافت تیس سال تک رہے گی پھر وہ ملوکیت میں تبدیل ہو جائے گی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وفات پر تیس سال گزر چکے تھے اور آپ اس بات کو خوب جانتے ہیں کہ
حضرت علی رضی اللہ عنہ پر تیس سال پورے نہیں ہوئے تھے۔
اس کی تفصیل یہ ہے کہ
آپ رضی اللہ عنہ کی وفات 40ھ رمضان میں ہوئی تھی۔
بہت زیادہ لوگوں کا گمان یہ ہے کہ
17 تاریخ کو ہوئی تھی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم 12 ربیع الاول 11 ہجری کو وصال فرما گئے اور دونوں مقدس ہستیوں کے وصال کا درمیانی زمانہ تیس سال سے چھ ماہ کم ہے اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت کی مدت کو شامل کر کے تیس سال مکمل ہوتے ہیں۔ لہٰذا جب یہ بات ثابت ہوئی تو محققین کے اس قول کو جنہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وفات پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کا ذکر فرمایا ہے اس کو اس بات پر محمول کیا جائے کہ
ان کی مراد اس وقت سے ہے جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے ان کو خلافت عطا فرمائی تھی یعنی آپ رضی اللہ عنہ کے وصال پر چھ ماہ کا عرصہ گزر گیا تھا۔
اور مانعین خلافت معاویہ نے کہا ہے کہ

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا خلافت کے معاملے کو ان کے حوالے کرنا کوئی اہم بات نہیں آپ رضی اللہ عنہ نے ضرور تا اس طرح فرمایا تھا۔ اس لئے کہ آپ رضی اللہ عنہ جانتے تھے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ خلافت کے معاملہ کو حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے حوالے نہیں کریں گے۔ اور اگر حضرت حسن رضی اللہ عنہ خلافت کو ان کے حوالے نہ فرماتے وہ خون ریزی اور قتال پر اتر آتے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو خونریزی سے محفوظ رکھنے کے لئے خلافت کے معاملہ کو چھوڑ دیا اور ان لوگوں نے جو بات کہی ہے اس کے رد میں آپ یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ حق امام اور سچے خلیفہ تھے آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ کثیر اشخاص تھے جن سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کا مقابلہ کیا جا سکتا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کا خلافت سے جدا ہونا اور اس کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حوالے کرنا اضطراری طور پر نہیں تھا بلکہ اختیاری تھا جس طرح کہ خلافت کو چھوڑنے کا واقعہ اس پر دال ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے بہت سی شرائط لگائیں جن کی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے پابندی کی اور ان کو پورا کیا۔

اور صحیح بخاری کی روایت بیان ہوگئی ہے کہ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے صلح کی درخواست کی اور میرے اس بیان پر بخاری کی وہ گزشتہ حدیث بھی دال ہے جو سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جس میں فرمایا ہے کہ

میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر دیکھا اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں تشریف فرما تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ لوگوں کی طرف اور دوسری مرتبہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی طرف نظر کرم فرماتے۔

اور ارشاد فرماتے:

میرا یہ بیٹا سردار ہے اور شاید اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو بڑے گروہ کے درمیان صلح کروائے گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ذریعے اصلاح کی امید فرما رہے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم واقع کے مطابق حق معاملہ ہی کی امید کرتے ہیں۔ لہٰذا حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے اصلاح کی امید اس بات پر دال ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں آپ رضی اللہ عنہ کا خلافت کو چھوڑنا ایک اچھا قدم تھا اور اگر حضرت حسن رضی اللہ عنہ خلافت کو چھوڑ دینے کے بعد بھی خلافت پر دوام رکھتے اور آپ رضی اللہ عنہ کی دستبرداری سے اصلاح نہ ہوتی تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی اس پر مدح نہ فرمائی جاتی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر کسی شرعی فائدہ کے محض دستبرداری کی آرزو نہیں کی بلکہ جس کے حق میں دستبرداری ہوتی ہے یہ بات اس کی خلافت کو صحیح نفاذ، خرچ، واجب الاطاعت ہونے اور مسلمانوں کے کاموں کو قائم کرنے میں مشغول ہونے پر دال ہے لہٰذا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے یہ امید تھی کہ ان کے ذریعے مسلمانوں کے دو بڑے گروہ میں اصلاح کی صورت پیدا ہوگی۔ اس میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے فعل کے صحیح ہونے پر دال ہے اور اس پر بھی کہ آپ رضی اللہ عنہ اس امر میں اختیار شدہ تھے۔

اس سے شرعی فوائد بھی ملتے ہیں کہ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت اوران کا مسلمانوں کے کاموں کی نگرانی کرنا اور خلافت کے تقاضوں کے مطابق خرچ کرنا صحیح تھا اور یہ تمام باتیں اس صلح پر قائم ہیں۔ لہٰذا اس وقت سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کا یہ ثبوت ہو گیا اور اس کے بعد وہ امام برحق اور سچے امام ہو گئے۔

ترمذی نے روایت کیا ہے اور عبدالرحمٰن بن عمیرہ صحابی سے اس کو حسن فرمایا ہے۔

انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا ہے کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا:

اے اللہ عزوجل! معاویہ (رضی اللہ عنہ) کو ہادی اور مہدی بنا دے۔

(الصواعق المحرقہ عربی: خاتمہ فی بیان اعتقاد اہل السنۃ: ص 215' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

احمد نے اپنی مسند میں عرباض بن ساریہ سے روایت کیا ہے کہ

انہوں نے کہا کہ

میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

اے اللہ عزوجل! معاویہ (رضی اللہ عنہ) کو حساب و کتاب سکھا اور اس کو عذاب سے بچا۔

(مسند احمد: حدیث العرباض بن ساریہ لعن النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ص 14)

ابن ابی شیبہ نے المصنف میں اور طبرانی نے الکبیر میں عبدالملک بن عمر سے روایت کیا ہے کہ

انہوں نے کہا:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ اے معاویہ (رضی اللہ عنہ) جب تم بادشاہ بن جاؤ تو حسن سلوک سے کام لینا۔ اس وقت سے میں خلافت کا خواہش مند ہوں۔

(المعجم الاوسط: باب من اسمہ محمد: ص 343)

پچھلی حدیث مبارکہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دعا فرمائی ہے اس پر تفکر کریں کہ

اے اللہ عزوجل! معاویہ رضی اللہ عنہ کو ہادی اور مہدی بنا دے۔

اور آپ کو یہ معلوم ہے کہ

یہ حسن ہے جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق حجت بن سکتی ہے اور ان تنازعوں کی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ پر کوئی حرف نہیں آ سکتا اس لئے وہ اجتہاد پر مبنی تھیں اور ان کا ان کو ایک بار اجر حاصل ہوگا کیونکہ جب مجتہد غلطی کرے تو اس کی وجہ سے اس کو کوئی ملامت و مذمت نہیں ہوتی اس لئے کہ وہ معذور ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے اس کے لئے اجر لکھا گیا ہے۔ ان کی فضیلت پر دلالت

کرنے والی وہ دعا بھی ہے جو دوسری حدیث مبارکہ میں آپ رضی اللہ عنہ کے لئے فرمائی گئی ہے کہ ان کو علم حاصل ہو اور عذاب سے بچ جائیں اور بغیر شک وشبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا پوری ہوتی ہے۔

اس سے ہم کو پتا چلا کہ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ان جنگوں کی وجہ سے کوئی عذاب نہیں ہوگا۔ بلکہ ان کو اجر ملے گا جس طرح کہ پہلے ثابت کیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے گروہ کا نام مسلمان رکھا اور اسلام میں اس کو حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے گروہ کے برابر فرمایا ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ دونوں گروہ میں حرمت اسلام باقی ہے اور ان جنگوں کی بناء پر وہ اسلام سے خارج نہیں ہوئے بلکہ مساوی سطح پر قائم ہیں لہٰذا دونوں میں سے کسی ایک کو فسق ونقص مخل نہیں ہوسکتا جس طرح کہ ہم ثابت کر چکے ہیں کہ دونوں میں سے ہر ایک ایسی تاویل کرنے والا ہے جو غیر قطعی البطلان ہے اگر چہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا گروہ باغی تھا لیکن بغاوت تھی فسق نہ تھا اس لئے کہ اس کا صدور تاویل کی بناء پر ہوا تھا جس کی وجہ سے بغاوت کرنے والوں کو معذور کہا جاسکتا ہے۔

اس پر بھی تفکر کرو کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو بتلایا تھا کہ وہ بادشاہ بنے گا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو حسن سلوک کا حکم فرمایا تھا۔ حدیث مبارکہ میں آپ ان کی خلافت کے صحیح ہونے کے بارے میں اشارہ پائیں گے۔ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے سپرد کرنے کے بعد آپ رضی اللہ عنہ اس کے مستحق تھے اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کو احسان کا حکم فرمانا بادشاہ ہونے پر قائم ہے جس سے ان کی خلافت کے صحیح ہونے کی وجہ سے نہ کہ غالب آجانے کی وجہ سے ان کی حکومت وخلافت کی حقیت، صحت، تصرف اور امور کو نافذ کرنے پر دال ہے اس لئے کہ بذات خود غلبہ حاصل کرنے والا فاسق اور عذاب کو حاصل کرنے والا ہے وہ خوشخبری کا مستحق نہیں اور نہ ہی ان کو حسن سلوک کا حکم فرمایا جاسکتا ہے جن پر وہ غلبہ حاصل کرتا بلکہ وہ تو اپنے برے افعال اور برے احوال کی وجہ سے ڈانٹ ڈپٹ اور متنبہ ہونے کا حق دار ہوتا ہے۔ اگر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ غلبہ پانے والے ہوتے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ضرور اس طرف اشارہ فرماتے یا ان کو صراحت کے ساتھ بتاتے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تصریح کے علاوہ اس طرف اشارہ بھی نہیں فرمایا تو یہ بات آپ رضی اللہ عنہ کے حق ہونے پر دال ہے جس سے ہمیں آپ رضی اللہ عنہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے سپرد کرنے کے بعد سچے اور برحق خلیفہ تھے۔ اسی جانب احمد کا قول بھی ہے۔

بیہقی اور ابن عساکر نے ابراہیم بن سوید الارمنی سے روایت کیا ہے کہ

انہوں نے کہا ہے کہ

میں نے احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا۔

خلفاء کون ہیں؟

انہوں نے جواب دیا:

حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم۔

میں نے پوچھا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کیا فرماتے ہیں۔

ارشاد فرمایا:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور میں ان سے زیادہ خلافت کا کوئی مستحق نہیں تھا۔

لہٰذا آپ رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان سے خوب سمجھ لیں کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور کے بعد اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ سپرد کرنے کے بعد وہ سب لوگوں سے خلافت کے زیادہ مستحق تھے۔

اور ابن ابی شیبہ نے المصنف میں سعید بن جمہان سے جو روایت کیا ہے کہ

میں نے سفینہ سے کہا:

بنوامیہ کا خیال ہے کہ خلافت ان میں پائی جاتی ہے۔

اس نے کہا:

زرقاء کے بیٹوں نے جھوٹ کہا ہے۔ وہ بدترین بادشاہوں میں سے ہیں اور سب سے پہلا بادشاہ معاویہ (رضی اللہ عنہ) تھا۔

اس سے یہ وہم نہ ہو کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلافت ملی ہوئی نہیں تھی کیونکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ

اگرچہ اس کو خلافت صحیحہ حاصل تھی مگر وہ اس پر بادشاہ کی طرح غلبہ پا گیا تھا کیونکہ وہ بہت سے معاملات میں خلفائے راشدین کی سنت کے خلاف تھی اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے سپرد کرنے کے بعد اور ارباب حل وعقد کے اتفاق سے خلافت حقہ صحیحہ تھی یہ اس وجہ سے کہ اس میں وہ معاملات واقع ہوئے جو ایسے اجتہادات کی پیداوار تھے جو واقع کے مطابق نہ تھے جن کی وجہ سے مجتہد گناہ گار نہیں ہوتا بلکہ وہ واقع کے مطابق صحیح اجتہادات کرنے والوں کے مقام سے پیچھے تھے اور خلفائے راشدین اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ ہیں۔ لہٰذا جن لوگوں نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو بادشاہ کہا ہے وہ آپ رضی اللہ عنہ کو ان اجتہادات کی بناء پر کہتے ہیں جن کا ہم نے ذکر کیا ہے اور جو ان کی ولایت کو خلافت سے جانے وہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی دستبرداری اور ارباب حل و عقد کے اتفاق کی وجہ سے ان کو خلیفہ برحق اور اس طرح کا اطاعت گزار کہتے ہیں جس کی اسی طرح پیروی کرنی چاہئے جس طرح کہ ان سے پہلے خلفائے اربعہ کی کی جاتی تھی۔

اس طرح نہیں کہا جائے کہ

اس امر میں ان کے بعد آنے والوں کی جانب دیکھیں گے اس لیے کہ وہ اجتہاد کی اہلیت ہی نہیں رکھتے، بلکہ ان میں عارضی اور نافرمان لوگ ہیں جن کو ایک وجہ سے خلفاء میں شمار نہیں کیا جا سکتا بلکہ وہ بدترین بادشاہوں میں سے ہیں سوائے حضرت عمر بن عبدالعزیز کے اس لئے کہ وہ خلفائے راشدین میں شامل ہیں۔ اسی طرح حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بھی ان میں شامل ہیں۔ باقی

رہے وہ بدعتی جو آپ کے بارے میں گالی گلوچ اور لعنت کو مباح قرار دیتے ہیں تو ان کے متعلق شیخین، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور اکثر صحابہ کرام علیہم الرضوان ان کے لئے نمونہ ہیں لہٰذا ان باتوں کی طرف توجہ نہ کرو اور نہ ہی ان پر اعتماد کرو اس لئے کہ یہ باتیں احمق، جاہل، غبی اور سرکش لوگوں سے ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو اس بات کی کوئی پروا نہیں کہ وہ کس وادی میں ہلاک ہوتے ہیں۔ اس نے ان پر بری طرح لعنت کر کے ان کو ترک کر دیا ہے اور ان کے سروں پر اہل سنت کو تلواریں اور واضح دلائل و براہین دے کر کھڑا کر دیا ہے جو ان کو بڑے ائمہ کی تنقیص کرنے سے منع کرتے رہتے ہیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے بس اتنا شرف کافی ہے کہ ان کو حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما نے عامل قائم کیا ہے اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جب شام کی طرف فوج روانہ فرمائی تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بھی اپنے بھائی یزید بن ابی سفیان کے ساتھ گئے۔ جب آپ کے بھائی فوت ہو گئے تو انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو دمشق پر اپنا خلیفہ بنایا تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان کو وہیں قائم کر دیا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی ان کو وہیں قائم کیا اور سب شام کو آپ کے نیچے کر دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ وہاں بیس سال امیر اور بیس سال خلیفہ رہے۔

کعب الاحبار نے کہا:

جس طرح حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس امت کو قابو فرمایا ہے کوئی اس طرح قابو نہیں کر سکے گا۔

ذہبی نے کہا ہے کہ

حضرت کعب رضی اللہ عنہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بننے سے پہلے وفات پا گئے تھے اور کعب سے جو بات منقول ہے وہ سچ ہے اس لئے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بیس سال خلیفہ رہے اور کسی نے زمین میں ان سے خلافت کا تنازع نہیں کیا۔ برخلاف ان کے جو ان کے بعد ہوئے اس لئے کہ لوگ ان کے خلاف تھے اور بعض ممالک ان کی خلافت کے باغی تھے اور حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت سے پہلے جو کچھ بتایا ہے وہ اس بات پر دلیل ہے کہ بعض آسمانی کتب میں آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت منصوص ہے اس لئے کہ حضرت کعب رضی اللہ عنہ ان کتب کے عالم تھے۔ جن کو ان کے احکام کے بارے میں مکمل واقفیت حاصل تھی اور وہ اہل کتاب کے دوسرے علماء سے بڑھ کر تھے۔ یہ بات کسی سے مخفی نہیں کہ اس سے بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے شرف اور خلافت کے حق ہونے کو تقویت حاصل ہوتی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی دستبرداری کے بعد جانشین ہوئے آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت سے دستبرداری اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا خلافت پر قائم ربیع الاخریٰ یا جمادی الاولیٰ 41ھ میں ہوا۔ اس سال کو خلیفہ واحد کے ہاتھ پر اجتماع امت کی وجہ سے عام الجماعۃ کہا جاتا ہے۔

اس بات کو بھی خوب جان لیں کہ

اہل سنت نے یزید بن معاویہ کی تکفیر اور آپ کے بعد اس کے ولی عہد ہونے کے متعلق اختلاف کیا ہے۔

اک گروہ اس کو سبط ابن الجوزی وغیرہ کے قول کے مطابق کافر کہتا ہے۔

مشہور ہے کہ

جب اس کے پاس حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سر کو لایا گیا تو وہ شامیوں کو جمع کر کے آپ رضی اللہ عنہ کے سر کو چھڑی سے مارنے اور زبعری کے اشعار میں پڑھنے لگا

''کاش میرے بزرگ بدر میں حاضر ہوتے''۔

یہ مشہور اشعار ہیں جن میں اس نے دو اشعار کا اضافہ کیا جو کہ صریح کفر پر مشتمل ہیں۔

سبط ابن جوزی کے مطابق ابن جوزی نے کہا ہے کہ

ابن زیاد کا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ کرنا تعجب خیز معاملہ نہیں

تعجب تو اس بات پر ہے کہ

یزید نے ان کو اکیلے چھوڑا اور اس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے دانت مبارکہ پر چھڑی ماری اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کو اونٹوں کے کجاوؤں پر سوار کر کے اسیر بنا کر لے گیا۔ اس کے علاوہ اس نے بہت ساری بے ہودہ باتیں ذکر کی ہیں جو اس کے بارے میں مشہور ہو گئی ہیں۔ وہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سر کو مدینہ لے گیا اور اس کی ہوا تبدیل ہو چکی تھی۔

پھر اس نے کہا کہ

اس طرح کرنے سے میرا مقصود ان کو رسوا کرنا اور سر کو دکھانا تھا اس کو خوارج اور باغیوں سے اس طرح کا سلوک رکھنا جائز تھا ان کا بھی لوگ کفن و دفن کرتے اور جنازہ پڑھتے ہیں۔ اگر اس کے دل میں جاہلیت اور بدر کا بغض نہ ہوتا تو وہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سر کا احترام کرتا اور اس کے کفن و دفن کا بھی انتظام کرتا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد سے حسن سلوک کرتا۔

ایک گروہ اس کو کافر نہیں کہتا۔

اس لئے کہ ہمارے نزدیک جن وجوہات سے کفر واجب ہوتا ہے وہ ثابت نہیں ہوئے جب تک اس بات کا علم نہ ہو جائے جس سے وہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے اس وقت تک وہ مسلمان ہی رہے گا اور جو باتیں اس کے بارے میں بیان کر دی گئی ہیں اس کے معارض یہ بات بھی ہے کہ جب یزید کے پاس حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر لایا گیا

تو اس نے کہا:

اے حسین! (رضی اللہ عنہ) اللہ تعالیٰ آپ رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے۔ آپ رضی اللہ عنہ کو ایک ایسے آدمی نے شہید کیا ہے جس نے رشتہ کے حقوق کو سمجھا ہی نہیں۔

اور ابن زیاد نے طیور بدل کر کہا۔

تم نے اچھے اور برے دل میں میرے لئے دشمنی کا بیج بویا ہے اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کی عورتوں اور ان کے بیٹوں کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سر کے ساتھ مدینہ منورہ واپس کر دیا تا کہ اس کو وہاں دفن کر دیا جائے۔

اور آپ خوب جانتے ہیں کہ ان دونوں باتوں سے کوئی بات بھی موجب کفر ثابت نہیں ہوتی۔

حقیقت یہ ہے کہ

وہ مسلمان ہے جب تک کوئی ایسی بات ثابت نہ ہو جائے جو اس کو اسلام سے خارج کر دے ہم اسی اصل کو اختیار کریں گے۔

اس کے علاوہ محققین کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ

یہ صحیح اور درست طریق ہے کہ یزید کے بارے میں توقف اختیار کیا جائے اور اس کے معاملہ کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دیا جائے اسی لئے کہ وہ پوشیدہ باتوں اور قلوب کے چھپے بھید کو جاننے والا ہے۔ لہٰذا ہم اصلی طور پر اس کی تکفیر کے در پے نہیں ہوتے اسی لئے کہ یہی بات زیادہ مناسب اور درست ہے۔

اور یہ بات کہ

وہ مسلمان ہے وہ فاسق، شریر، نشہ کرنے والا اور ظالم بھی ہے جس طرح کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے۔

(الصواعق المحرقة عربی: خاتمہ فی بیان اعتقاد اہل السنة: ص 218، کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

ابو یعلیٰ نے اپنی مسند میں ابی عبیدہ رضی اللہ عنہ سے ایک ضعیف سند سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میری امت کا خلافت کا معاملہ ہمیشہ ہی انصاف پر قائم رہے گا حتیٰ کہ بنو امیہ سے ایک شخص سب سے پہلے اس کو ٹکڑے کر دے گا، جس کو یزید کہیں گے۔

الرویانی نے مسند میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ سب سے اول جو بندہ میری سنت کو بدلے گا وہ بنو امیہ میں سے ہوگا جس کو یزید کہیں گے۔

ان دونوں احادیث مبارکہ میں وہی دلیل بیان کی ہے جو میں اولاً بیان کر آیا ہوں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت ان لوگوں کی خلافت کی مانند نہ تھی جو آپ کے بعد بنو امیہ میں ہوئے ہیں۔

اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ

امت کے خلافت کے معاملہ کو شکستہ کرنے والا اور آپ ﷺ کی سنت کو بدلنے والا پہلا آدمی یزید ہے۔

لہٰذا اس بات کو خوب سمجھ لیں کہ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے نہ خلافت کے معاملہ کو شکستہ کیا اور نہ ہی آپ ﷺ کی سنت کو بدلا ہے اور جس طرح پہلے بیان ہو گیا ہے کہ

وہ ایک مجتہد تھے۔

اور اس بات کی تائید امام مہدی کے اس کام سے ہوتی ہے جس کو ابن سیرین وغیرہ اور حضرت عمر بن عبدالعزیز نے

روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو آپ رضی اللہ عنہ کے سامنے گالیاں دیں تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس کو تین کوڑے مارے اور اس کے ساتھ اس آدمی کو بیس کوڑے مارے جس نے آپ کے بیٹے یزید کو امیر المؤمنین کا نام دیا جس طرح آئندہ بیان کیا جائے گا۔ لہٰذا ان دونوں کے فرق ہونے پر تفکر کرو اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس جس طرح کہ بیان ہو گیا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے یزید کے متعلق علم تھا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ دعا فرمایا کرتے تھے کہ

اے اللہ عزوجل! میں ساٹھ سال تک (یعنی 60ھ) تک پہنچنے اور بچوں کی امارت سے تیری پناہ مانگتا ہوں اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہ کی اس دعا کو مستجاب فرمایا اور آپ رضی اللہ عنہ کو 59ھ میں وفات عطا فرمائی اور 60ھ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات اور آپ رضی اللہ عنہ کے بیٹے کی حکومت کی ابتداء ہوئی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اسی سال یزید کی ولایت سے اس کے برے احوال کو جان لیا تھا اس لئے آپ رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں فرما دیا تھا۔ اسی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ نے اس کی حکومت سے پناہ چاہی۔

نوفل بن ابو الفرات نے کہا کہ

میں حضرت عمر بن عبد العزیز کے پاس تھا۔ ایک شخص نے یزید کا تذکرہ کیا

اور کہا:

امیر المؤمنین یزید بن معاویہ نے کہا:

تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

تو اس کو امیر المؤمنین کہتا ہے تو آپ رضی اللہ عنہ کے حکم پر اس کو بیس کوڑے مارے گئے۔

مدینے والوں نے اس کے سیئات میں حد سے زیادہ بڑھنے کی وجہ سے اس کی بیعت کو ترک فرما دیا۔

واقدی نے کئی طرق سے روایت کیا ہے کہ

عبد اللہ بن حنظلہ ابن الغسیل نے کہا:

اللہ تعالیٰ کی قسم! ہم نے یزید کے خلاف اس وقت بغاوت کی جب ہمیں خدشہ ہوا کہ آسمان سے ہم پر پتھر برسائے جائیں گے۔

وہ آدمی لڑکوں کی ماؤں، بیٹیوں اور بہنوں سے نکاح کرتا، شراب پیتا اور نماز کو ترک کرنے والا تھا۔

ذہبی نے کہا کہ

یزید نے شراب پی کر جو کچھ مدینہ والوں سے کیا اور نہ کرنے والے کام کیے ان سے لوگ بدظن ہو گئے اور کئی لوگوں نے اس کے خلاف بغاوت بھی کی اور اللہ تعالیٰ نے بھی اس کی عمر میں برکت نہیں دی۔

ذہبی نے اس قول میں ان باتوں کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ جو اس سے 63ھ میں واقع ہوئیں۔

جب اس کو معلوم ہوا کہ

مدینے والوں نے اس کی بیعت کو ترک کر دیا ہے اور اس کے خلاف بغاوت کی ہے تو اس نے ان کی طرف ایک بڑا لشکر بھیجا اور اس کو مدینے والوں سے جنگ کرنے کا کہا۔ اس لشکر کے آنے پر باب طیبہ پر حرہ کا واقعہ نمودار ہوا۔

آپ کو کون بتائے کہ

حرہ کا واقعہ کیا تھا۔ اس کا تذکرہ حسن مرہ نے کیا ہے

اس نے کہا:

اللہ تعالیٰ کی قسم! اس واقعہ میں ایک بھی نہ بچا تھا

کافی صحابہ کرام علیہم الرضوان اور دیگر اشخاص بھی اس میں قتل ہوئے

انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔

اس کے فسق پر اتفاق کرنے کے بعد اس بات پر ان میں اختلاف ہے کہ خاص اس کا نام لے کر اس پر لعنت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جن لوگوں میں سے اس پر لعنت کو جائز کہتے ہیں ان میں ابن جوزی بھی ہیں۔ اس نے اس کو احمد وغیرہم سے نقل کیا ہے۔

وہ اپنی کتاب

"رد علی المتعصب العنید المانع من ذم یزید"

میں کہا ہے کہ

مجھ سے ایک سائل نے یزید بن معاویہ کے متعلق پوچھا۔

میں نے اس کو کہا:

وہ جس حال میں ہے وہی کچھ اس کے لئے کفایت کرے گا۔

اس نے کہا:

کیا اس پر لعنت کرنا جائز ہے؟

میں نے اس کو جواب دیا کہ

تقویٰ والے علماء کرام نے بھی اس پر لعنت کرنے کو جواز ٹھہرایا ہے۔ جس میں سے امام احمد بن حنبل بھی ہیں۔

اس نے یزید کے متعلق لعنت کا ذکر کیا ہے پھر ابن جوزی نے قاضی ابویعلیٰ الفراء سے بیان کیا ہے کہ

اس نے اپنی کتاب المعتمد الاصول میں صالح بن احمد بن حنبل کی طرف اسناد کر کے کہا ہے کہ

میں نے اپنے والد سے کہا:

کچھ لوگ ہماری طرف اس بات کو نسب کرتے ہیں کہ ہم یزید کے دوست ہیں۔

تو آپ نے فرمایا:

اے بیٹے! کیا کوئی اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے والا یزید سے دوستی کر سکتا ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں لعنت فرمائی ہے وہ اس پر لعنت کیوں نہیں کرتا ہوگا۔

میں نے کہا:

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں کس مقام پر یزید پر لعنت فرمائی ہے۔

آپ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فرمان میں یزید پر لعنت فرمائی ہے۔

''کافی امکان ہے کہ تم زمین پر حاکم بن کر فساد پھیلاؤ اور اقارب کو توڑ دو انہی لوگوں پر اللہ نے لعنت کی ہے اور ان کے کانوں کو بہرہ اور آنکھوں کو اندھا کر دیا ہے''۔ (محمد: ۲۲، ۲۳)

کیا اس قتل سے زیادہ کوئی فساد ہو سکتا ہے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ

اے بیٹے! میں اس آدمی کے متعلق کیا کہوں جس پر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں لعنت فرمائی ہے پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا تذکرہ فرمایا۔

ابن جوزی نے کہا کہ

قاضی ابو یعلیٰ نے ایک کتاب لکھی ہے جس میں لعنت کے حق داروں کا تذکرہ کیا ہے۔ ان میں یزید کا بھی تذکرہ کیا ہے۔ پھر ایک حدیث مبارکہ کو بھی بیان کیا ہے جس نے ظلم کی رو سے اہل مدینہ کو ڈرایا ہے اللہ تعالیٰ اس کو خوفزدہ فرمائے گا اور اس پر اللہ تعالیٰ، ملائکہ اور تمام لوگوں کی لعنت ہوگی۔ اور اس بات میں کسی کو بھی اختلاف نہیں کہ یزید نے ایک لشکر کی معیت میں مدینہ والوں سے جنگ کی اور ان کو ڈرایا۔

جس حدیث مبارکہ کو اس نے ذکر کیا ہے اس کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔

اور اس لشکر نے کافی ساروں کو قتل کیا اور بڑے فساد کو قائم کیا لوگوں کو قیدی بنایا اور مدینہ منورہ کی بے حرمتی کی اور یہ مشہور بات ہے حتیٰ کہ تین سو نوجوان اور اس قدر صحابہ کرام علیہم الرضوان قتل ہوئے ہیں اور سات سو کے لگ بھگ قرآن مجید قراء حضرات مارے گئے اور کئی دن تک مدینہ منورہ کی بے حرمتی کرتے رہے اور مسجد نبوی میں نماز جماعت کے ساتھ نہ ہو سکی اور اہل مدینہ چھپے رہے۔ کئی دنوں تک مسجد نبوی میں کوئی آدمی داخل نہ ہو سکا حتیٰ کہ کتوں اور بھیڑیوں نے مسجد میں داخل ہو کر نبی کریم ﷺ کے منبر پر پیشاب کیا اور یہ تمام باتیں نبی کریم ﷺ کے فرامین کی تصدیق فرما رہی ہیں۔

اور اس لشکر کا امیر صرف اس بات پر راضی ہوا کہ

لوگ اس کے ہاتھ پر یزید کی بیعت کریں اور یہ کہ وہ اس کے غلام ہیں اگر چہ ان کو بیچ دے یا آزاد کر دے۔
بعض لوگوں نے کہا:

ہم اللہ تعالیٰ کی کتاب اور سنت پر بیعت کرتے ہیں مگر ان کو قتل کر دیا گیا۔ یہ تمام پچھلے واقعہ حرہ میں واقع ہوا پھر اس کا یہ لشکر حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے قتال کے لئے نکلا اور ان لوگوں نے منجنیق کے ذریعے کعبہ معظمہ پر پتھروں کا برساؤ کیا اور اس کو آگ سے جلایا۔ لہٰذا ان بری باتوں سے جوان کے زمانے میں پیدا ہوئیں اور کون سی بڑی بات ہے اور یہ باتیں گزشتہ احادیث مبارکہ کی تصدیق کرتی ہیں کہ

میری امت ہمیشہ خلافت کے معاملہ میں انصاف پر رہے گی حتیٰ کہ بنوامیہ میں سے ایک شخص جس کو یزید کہا جائے گا' اس کو توڑ دے گا۔

(الصواعق المحرقۃ عربی: خاتمہ فی بیان اعتقاد اہل السنۃ، ص:221' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

دوسرے لوگوں نے کہا کہ

اس پر لعنت کرنا جائز نہیں اس لئے کہ ہمارے نزدیک ایسی بات ثابت نہیں ہوتی جو لعنت کا تقاضہ کرے اور یہی فتویٰ امام غزالی نے دیا ہے اور اس کے حق میں لمبی بحث کی ہے اور یہی بات ہمارے ائمہ کے صریح قواعد کے مطابق ہے کہ خاص کسی شخص پر لعنت کرنا جائز نہیں علاوہ اس کے کہ اس بات کا علم ہو کہ اس کی موت کفر پر ہوئی ہے جس طرح کہ ابوجہل اور ابولہب اور جس کے متعلق اس بات کا پتہ نہ ہو' اس پر لعنت کرنا جائز نہیں حتیٰ کہ زندہ معین کافر پر بھی لعنت کرنا جائز نہیں کیونکہ لعنت کا مفہوم اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہونا ہے جو اس کو لازم ہے۔ یہ بات اس آدمی کو کرنا مناسب ہے جس کے بارے میں یہ پتہ ہو کہ اس کی موت کفر پر ہوئی ہے اور جس کے بارے میں یہ علم نہ ہو اس کے متعلق میں اس طرح کہنا درست نہیں اور اگر کوئی ظاہری حالت میں کافر ہو تو اس احتمال کی رو سے اس پر لعنت کرنا درست نہیں کہ ہو سکتا ہے کہ اس کا خاتمہ اسلام پر ہو۔ اسی طرح انہوں نے یہ تصریح بھی کی ہے کہ کسی معین مسلم فاسق پر بھی لعنت کرنا جائز نہیں اور جب تمہیں اس بات کا پتہ ہے کہ انہوں نے یہ تصریح کی ہے تو آپ کو اس بات کا علم ہوگا کہ انہوں نے صراحت کے ساتھ بتایا ہے کہ وہ یزید پر لعنت کرنا جائز نہیں خیال کرتے۔

اگر چہ وہ فاسق اور خبیث شخص تھا اگر ہم اس بات کو مان بھی لیں کہ اس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور آپ رضی اللہ عنہ کی جماعت کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا تو بھی یہ ایک خباثت ہوگی۔ نہ یہ کہ اس طرح کرنا جائز تھا یا اس نے اس کو جائز سمجھ کر کیا۔ اس نے یہ حرکت ایک تاویل کی وجہ سے کی ہے۔ اگر چہ وہ تاویل باطل تھی پھر بھی اس کو فسق قرار دیا جائے گا نہ کہ کفر قرار دیا جائے گا۔

درست بات یہ ہے کہ

اس کی طرف سے قتل کا حکم دینا اور اس پر خوشی کا اظہار کرنا ثابت نہیں بلکہ اس کی طرف سے اس کے مخالف بات بیان کی گئی ہے جس طرح کہ میں پہلے بیان کر چکا ہوں

اور احمد نے اللہ تعالیٰ کے فرمان

"اولئك الذين لعنهم الله" (النساء:۵۲)

سے لعنت کے جواز کا استدلال کیا ہے۔

اور دیگر نے نبی کریم ﷺ کے اس فرمان سے کیا ہے جو مسلم کی حدیث مبارکہ میں بیان ہوا ہے کہ

"وعليه لعنة الله والملائكة والناس اجمعين"

ان دونوں اقوال میں خصوصاً یزید کا نام لے کر لعنت کرنے کے جواز پر کوئی دلالت نہیں پائی جاتی اور کلام صرف اس امر میں ہے کہ خاص کسی کا نام لے کر لعنت کرنے کی اجازت ہے یا نہیں اور اس میں صرف لعنت کے جواز پر دلالت پائی جاتی ہے کسی خاص فرد پر لعنت کرنے کا جواز اس میں موجود نہیں اور یہ بات بغیر نزاع جائز ہے۔

اور پھر اس بات کو بھی بیان کیا گیا ہے کہ

جس آدمی نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا یا آپ رضی اللہ عنہ کے شہید کرنے کو کہا یا اس کو جائز ٹھہرایا یا اس سے راضی ہوا بغیر یزید کا نام لینے کے اس پر لعنت کرنے کے بارے میں اتفاق ہے۔

جس طرح کہا جاتا ہے کہ

شراب پینے والے پر لعنت ہو یعنی بغیر کسی تعین کے اور یہی بات آیت اور حدیث مبارکہ میں بیان ہوئی ہے۔ ان میں کسی کا خاص نام لے کر لعنت کرنے سے اعراض نہیں کیا گیا بلکہ قطع رحم اور اہل مدینہ کو خوفزدہ کرنے والے کے لئے لعنت ہے۔

اجماعاً اس طرح کہنا جائز ہے کہ

اللہ تعالیٰ اس پر لعنت کرے جو قطع رحمی کرتا ہے اور جو ظلم کی رو سے اہل مدینہ کو خوفزدہ کرتا ہے اس طرح کہنا اس کے لئے جائز ہے کہ اس میں کسی خاص شخص کا نام نہیں لیا گیا احمد وغیرہ کس طرح کسی معین خاص آدمی پر لعنت کرنے کو جائز خیال کرتے ہیں جبکہ دونوں مقامات میں واضح فرق پایا جاتا ہے۔ لہٰذا واضح ہوا کہ خاص کسی کا نام لے کر لعنت کرنا جائز نہیں اور آیت اور حدیث مبارکہ میں لعنت کرنے پر کوئی دلالت نہیں پائی جاتی پھر میں نے ابن الصلاح کو دیکھا ہے جو ہمارے اکابر ائمہ فقہاء اور محدثین میں سے ہیں

ان سے پوچھا گیا کہ

جو آدمی یزید کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے شہید کرنے کا حکم دینے والا سمجھ کر اس پر لعنت کرتا ہے اس کے بارے کیا حکم ہے؟

انہوں نے اپنے فتاویٰ میں کہا ہے کہ

ہمارے نزدیک یہ بات صحیح نہیں کہ اس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کا حکم دیا تھا اور آپ سے قتال کا حکم دینے والا آپ کے قتل تک پہنچنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عزت کے قابل بنایا ہے۔

اور صحیح بات یہ ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ کے شہید کا حکم دینے والا عراق کا والی عبید اللہ بن زیاد ہے جو وہاں پر حاضر تھا اور باقی رہا یزید کو گالی دینا یا اس پر لعنت کرنا تو یہ مومنین کی شان نہیں اگر چہ یہ بات درست بھی ہو کہ اس نے آپ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا ہے یا آپ رضی اللہ عنہ کے شہید کرنے کا حکم دیا ہے۔

اور ایک حدیث مبارکہ میں ہے کہ

مسلمان پر لعنت کرنا اس کے قتل کے مترادف ہے۔ اور اسی وجہ سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے شہید کرنے والے کی تکفیر نہیں کی جائے گی وہ بڑے گناہ کا مرتکب ہوا ہے۔ قتل پر صرف اس قاتل کی تکفیر کی جائے گی جو کسی نبی کا قاتل ہو۔

یزید کے بارے میں تین فرقے ہیں۔

ایک فرقہ اس سے محبت اور دوستی رکھتا ہے۔

دوسرا فرقہ اس کو گالیاں دیتا ہے اور اس پر لعنت کرتا ہے اور تیسرا فرقہ میانہ روی ہے نہ اس سے دوستی کرتا ہے اور نہ اس پر لعنت کرتا ہے اور اس سے دوسرے مسلمان بادشاہوں اور ان کے خلفائے راشدین کے علاوہ کی طرح سلوک کرتا ہے۔ یہی فرقہ راہ راست پر ہے اور اس کا مذہب پچھلے لوگوں کی سیرت اور شریعت مطہرہ کے اصولوں کو جاننے والوں کے موافق ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ان اخیار سے بنائے۔

آمین۔

جو کچھ میں نے ذکر کیا ہے اور انوار جو ہمارے متاخرین ائمہ کی کتابوں میں سے ہے اس کی نص یہ ہے کہ

باغی نہ فاسق ہیں اور نہ کافر ہیں بلکہ وہ اپنے افعال میں خطا کار ہیں اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر طعن کرنا جائز نہیں اس لئے وہ کبار صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سے ہیں اور یزید کی تکفیر اور اس پر لعنت کرنا بھی جائز نہیں اس لئے کہ وہ بھی مومنوں میں سے ایک تھا۔ اب اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے چاہے تو اس کو عذاب دے چاہے تو اس کو معاف فرما دے۔ اس بات کو امام غزالی اور متولی وغیرہ نے فرمایا ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر نے کہا ہے کہ کسی واعظ وغیرہ کے لئے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے شہید اور اس کے واقعات اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کے آپس کے تنازعوں کا بیان کرنا حرام ہے اس لئے اس سے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے بارے میں بغض اور طعن کو ابھارنا ہے حالانکہ یہ لوگ دین کے سپاہ ہیں ائمہ کرام نے ان سے دین روایت کے طور پر لیا ہے اور ہم نے ائمہ کرام سے دین درایت کے طور پر لیا ہے لہٰذا ان پر طعن کرنے والا مطعون ہے اور وہ خود پر اور دین پر طعن کرنے والا ہے۔

ابن الصلاح اور نووی نے کہا ہے کہ

تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان عادل ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت ایک لاکھ چودہ ہزار صحابہ کرام علیہم الرضوان تھے۔

قرآن مجید اور احادیث مبارکہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کی عدالت وجلالت کو صراحت کے ساتھ بیان فرماتے ہیں اور ان کے مابین جو واقعات ظاہر ہوئے ان کے ذکر کی یہ کتاب حامل نہیں ہوسکتی۔

انہوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے شہید ہونے کی روایت اور اس کے بعد ہونے والے واقعات کی حرمت کے بارے میں جو کچھ بیان فرمایا ہے وہ میرے اس بیان کے خلاف نہیں جس کو میں نے اس کتاب میں ذکر کیا ہے۔ یہی وہ سچا بیان ہے جس سے صحابہ کرام علیہم الرضوان کی جلالت اور ان کے نقائص سے بری ہونے کا اعتقاد واجب ہو جاتا ہے۔ اس کے برعکس جاہل واعظین موضوع اور جھوٹی روایات کو بیان کرتے ہیں، وضاحت، محامل اور اس حق کی وضاحت بھی نہیں کرتے جس کے مطابق اعتقاد ہونا چاہئے اور ہماری بیان کردہ حقیقت کے خلاف عوام الناس کو صحابہ کرام علیہم الرضوان کے بغض اور تنقیص کے درپے کر دیتے ہیں حالانکہ ہمارا بیان ان کی جلالت شان اور نفس کی پاکیزگی کی انتہاء ہے۔

یزید کو اس کے برے اعمال کی وجہ سے عمر اور اس کے والد کی قبولیت دعا نے ٹکڑے کر کے رکھ دیا ہے اس لئے کہ اس کو یزید کو خلیفہ بنانے پر ملامت کی گئی۔

تو اس نے خطبہ دیتے ہوئے کہا۔

اے اللہ عزوجل! میں نے تو یزید کو اس کے افعال ملاحظہ کر کے خلیفہ قائم کیا ہے لہٰذا میں نے اس کے بارے میں جو امید قائم کی ہے اس کو اس مقام تک پہنچا اور اس کی مدد فرما اور اگر میں نے بیٹے کی شفقت کی وجہ سے کیا ہے اور اس کا اہل نہیں تو اس کو اس مقام تک پہنچنے سے پہلے ہی موت عطا فرما۔

تو اس کے ساتھ اسی طرح ہوا اس لئے کہ اس کی حکومت 60ھ میں مقرر ہوئی اور 64ھ میں فوت ہو گیا۔ اس کا ایک نوجوان نیک بیٹا تھا اس کو اس نے خلیفہ قائم کیا اور وہ مرنے تک مسلسل بیمار ہی رہا وہ نہ لوگوں کے پاس آیا نہ ان کو نماز پڑھائی اور نہ ہی کسی کام میں دخل اندازی کی اس کی خلافت کی مدت چالیس دن رہی۔ بعض اس کو دو ماہ اور بعض اس کو تین ماہ کا کہتے ہیں اس کی وفات 21 سال کی عمر میں ہوئی۔ بعض بیس سال کی عمر کا قول نقل کرتے ہیں۔ اس کی ظاہری نیکی کی ایک مثال یہ ہے کہ جب وہ خلیفہ بنا تو اس نے منبر پر چڑھ کر کہا:

یہ خلافت اللہ تعالیٰ کی رسی ہے اور میرے دادا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس آدمی سے خلافت کا تنازع کیا جو اس سے اس کا زیادہ مستحق تھا۔ یعنی حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور جو سلوک وہ تم سے کرتا رہا ہے تم اس کو جانتے ہو۔ حتیٰ کہ اس کو موت آ گئی اور وہ اپنی قبر میں اپنے گناہوں کا قیدی ہو گیا ہے پھر میرے باپ نے خلافت سنبھالی اور وہ اس کا اہل نہیں تھا اور اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کے بیٹے سے تنازع کیا اور اس کی زندگی ختم کر دی اور اس کی اپنی اولاد بھی تباہ ہو گئی اور وہ اپنے گناہوں کا قیدی ہو گیا۔

پھر اس نے رو کر کہا:

جو بات ہم پر سب سے زیادہ مشکل ہے وہ یہ ہے کہ ہمیں اس کے برے انجام کا پتہ ہے اس نے رسول اللہ ﷺ کی ذریت کو قتل کیا اور شراب کو جائز کیا اور کعبہ کو گنجان کیا۔ میں نے خلافت کا مزہ نہیں چکھا اور نہ ہی اس کی تلخ کو گلے کا ہار بنانا چاہتا ہوں۔ اپنے بارے میں تم خود جان لو۔

اللہ تعالیٰ کی قسم! اگر دنیا کوئی اچھی چیز ہے تو ہم نے اس سے اپنا حصہ لے لیا ہے اور اگر بری چیز ہے تو ابوسفیان کی اولاد کے لئے وہی کافی ہے جو اس نے لے لیا ہے پھر وہ اپنے گھر میں بیٹھ کر چھپ گیا اور چالیس دن کے بعد فوت ہو گیا۔

(الصواعق المحرقہ عربی: خاتمہ فی بیان اعتقاد اہل السنہ: ص 222' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

اللہ تعالیٰ اس پر رحمت فرمائے وہ اپنے والد سے زیادہ انصاف کرنے والا تھا۔

اس نے بتایا کہ

خلافت اس کے اہل حاصل ہونی چاہیے جس کو خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبد العزیز بن مروان نے بتایا تھا۔

آپ کے بارے میں بیان ہو گیا ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ نے یزید کو امیر المومنین کہنے پر ایک شخص کو بیس کوڑے مارے تھے آپ رضی اللہ عنہ کے بڑے عدل وانصاف، اچھے احوال اور کارناموں کی وجہ سے سفیان ثوری نے کہا ہے جس کو ابو داؤد نے اپنی سنن میں بیان کیا ہے کہ خلفائے راشدین پانچ ہیں۔

1- حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ

2- حضرت عمر رضی اللہ عنہ

3- حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

4- حضرت علی رضی اللہ عنہ

5- حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ

حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو صلاحیت کے ہوتے ہوئے ان میں شمار نہیں کیا گیا۔

اس سے پہلے یہ نص بیان ہو گئی ہے کہ

حضرت حسن رضی اللہ عنہ بھی ان میں سے ہیں ان کا شمار خلفائے راشدین میں اس لئے نہیں کیا گیا کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی مدت خلافت بہت تھوڑی تھی پھر جیسے ہی حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر امت کا اجتماع ہوا اور ان کا حکم نافذ ہوا اس طرح ان دونوں کے ہاتھ پر نہیں ہوا۔

ابن المسیب نے کہا ہے کہ

خلفاء تین ہیں۔

1- حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ

2-حضرت عمر رضی اللہ عنہ

3-اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ

حبیب نے ان کو کہا۔

حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو تو ہم جانتے ہیں۔

عمر کون ہیں۔

انہوں نے جواب دیا کہ

اگر تم زندہ رہے تو تمہیں اس کا علم ہو جائے گا اور اگر تم مر گئے تو وہ تمہارے بعد ہوگا حالانکہ ابن المسیب عمر کی خلافت سے پہلے فوت ہو گئے تھے۔

ظاہر ہے کہ

ان کو یہ بات بعض صحابہ کرام علیہم الرضوان نے بتائی تھی جن کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا تھا اور صحابہ کرام علیہم الرضوان آپ کے بعد کثیر تھے جس طرح کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ ہیں۔

اس طرح یہ بھی کہتے ہیں کہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں بشارت دی تھی اس کا بیان ابھی آئے گا۔

کئی طرق سے یہ بات بیان ہوئی ہے کہ

آپ کے خلافت کے دنوں میں بھیڑیئے بھیڑوں کے ساتھ چرتے تھے جس رات آپ رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا اسی رات بھیڑیوں نے بھیڑوں پر حملہ کیا۔

آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ بنت عاصم بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہم تھیں۔

آپ رضی اللہ عنہ نے اس کو بشارت دیتے ہوئے فرمایا کہ

میری اولاد میں سے ایک شخص ہوگا جس کے چہرے پر زخم کا نشان ہوگا وہ زمین کو عدل وانصاف سے پُر کر دے گا۔

ترمذی نے اپنی تاریخ میں بیان کیا ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے چہرے پر ایک زخم کا نشان تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کو بچپن میں ایک چوپائے نے پیشانی پر مارا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے والد خون پونچھتے جاتے تھے

اور کہتے:

اگر تم ہی بنی امیہ کا زخم خوردہ شخص ہے تو اپنے والد کے خیال کو سچ کر دکھاؤ۔

ابن سعد نے بیان کیا ہے کہ

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

کاش میں جانتا کہ میرے بیٹوں میں سے کون صاحب سنن ہوگا جو زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا جس طرح کہ وہ ظلم سے بھری ہوئی ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ

ہم کہتے تھے کہ

دنیا اس وقت تک اختتام پذیر نہیں ہوگی جب تک آل عمر رضی اللہ عنہ میں سے کوئی شخص خلیفہ نہ بنے گا جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرح کام کرے گا۔

بلال بن عبداللہ بن عمر کے چہرے پر ایک تل تھا لوگ اس کو وہ شخص گمان کرتے تھے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بیہقی نے کئی طرق سے روایت کیا ہے کہ

انہوں نے فرمایا:

میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد اس نوجوان (عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ) سے بہتر شخص کے پیچھے نماز نہیں ادا کی۔

آپ رضی اللہ عنہ ولید بن عبدالملک کی طرف سے مدینہ منورہ کے امیر تھے اس نے جب اپنے والد کے عہد کے مطابق آپ کو خلیفہ قائم کیا تو آپ 86ھ سے لے کر 93ھ تک خلیفہ مقرر رہے۔

ابن عساکر نے ابراہیم بن ابی عیلہ سے روایت کیا ہے کہ

انہوں نے کہا کہ

ہم عید کے دن حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے پاس گئے لوگ آپ رضی اللہ عنہ کو سلام کر کے کہتے تھے:

اے امیر المؤمنین! اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ رضی اللہ عنہ کو قبول فرمائے۔ آپ رضی اللہ عنہ ان کو جواب دے رہے تھے اور برا نہیں جانتے تھے۔

متاخرین میں سے بعض حفاظ فقہاء نے فرمایا ہے کہ

یہ بات سال کی عید اور مہینے کو مبارکباد کہنے کی اچھی اصل ہے اور آپ جس طرح کہ

کسی نے کہا ہے کہ

علم اور دین کا ظرف اور ہدایت اور حق کے امام تھے۔

جس طرح کہ آپ رضی اللہ عنہ کے مناقب جلیلہ، شاندار کارناموں اور احوال سے معلوم ہوتا ہے جن میں سے بہت ساروں کا ذکر ابن نعیم اور ابن عساکر وغیرہ نے کیا ہے۔ اگر طوالت کا ڈر نہ ہوتا تو میں ان میں سے کثرت کے ساتھ واضح کارناموں کا ذکر

کرتا مگر میں نے جو بات اشارے کے طور پر کی ہے وہ ہی کفایت کرے گی۔
(الصواعق المحرقہ عربی: خاتمہ فی بیان اعتقاد اہل السنۃ:225 'کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

و لنختتم

اس کتاب کا خاتمہ ایک نفیس حکایت پر کرتے ہیں
جس کے اندر عجیب وغریب فائدے ہیں
اور وہ یہ ہے کہ
ابو نعیم نے سند صحیح سے رباح بن عبیدہ سے روایت کیا ہے کہ
حضرت عمر بن عبد العزیز نماز کے لئے باہر نکلے اور ایک ضعیف شخص آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر ٹیک لگائے ہوئے تھا۔
میں نے اپنے دل میں کہا۔
یہ بوڑھا بڑا سخت دل ہے۔
جب آپ رضی اللہ عنہ نماز ادا فرما چکے اور گھر کو تشریف لائے تو میں نے ساتھ ہو کر کہا۔
اللہ تعالیٰ امیر کو اس بوڑھے سے سالم رکھے جس نے آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر ٹیک لگائی ہوئی ہے۔
آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
اے رباح تم نے اس کو دیکھا ہے۔
میں نے عرض کیا:
ہاں۔
ارشاد فرمایا:
میں آپ کو ایک نیک آدمی جانتا ہوں۔ یہ میرا بھائی خضر تھے جو میرے پاس تشریف لائے تھے
اور اس نے مجھے بتایا ہے کہ
میں جلد ہی اس امت کے معاملات کا حاکم بنوں گا اور میں اس میں آپ رضی اللہ عنہ کی امداد کراؤں گا۔
اللہ تعالیٰ کی ان پر رحمت ہو اور ان سے ہمیشہ راضی ہو۔
میں اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ وہ مجھے اپنے نیک بندوں عارفین اولیاء اور مقربین احباب کے ساتھ ملحق فرمائے اور ان ہی بزرگوں کی محبت پر موت عطا فرمائے اور ان کے زمرے میں میرا حشر فرمائے اور مجھے ہمیشہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام علیہم الرضوان کی خدمت پر دوام بخشے اور میرے اوپر اپنی محبت ورضا کا احسان فرمائے اور مجھے اہل سنت کے باعمل ہادی مہدیین ائمہ کرام، علماء، حکماء اور پیشواؤں میں سے بنائے بے شک وہی اکرم، کریم اور ارحم رحیم ہے۔

تتمہ

جب میں نے اس کتاب یعنی ''الصواعق المحرقۃ'' کو لکھنے سے فراغت حاصل کی تو میں نے چودہ سال کے بعد ملاحظہ کیا کہ مجھے بے شمار جگہوں کو منسوخ کرنا ہوگا اور اہل بیت کے مناقب میں ایک کتاب دور کے ملکوں جس طرح کہ مغرب اقصیٰ، ماوراء النہر، سمرقند، بخارا، کشمیر، ہندوستان اور یمن وغیرہا تک نقل فرمائی گئی ہے اس میں حافظ سخاوی جو ہمارے معاصر مشائخ میں سے ہیں کے بیانات سے کچھ زیادہ باتیں کی گئی ہیں ان زیادہ باتوں کے قلیل ہونے کی وجہ سے منسوخ عبارات کے حواشی کے ساتھ ملایا جاسکتا تھا مگر ان کے علیحدہ ہونے کی وجہ سے یہ معاملہ ذرا مشکل تھا لہٰذا میں نے قصد کیا کہ خلاصہ کے ساتھ زائد باتیں بھی کچھ اوراق میں تحریر کردوں اگر میں ان کو علیحدہ کردوں تو وہ ان کے بہت زیادہ کارناموں کو سمجھنے کے لئے کفایت کرے گا اور اگر میں ان کو اس کتاب کے ساتھ ملادوں تو یہ ایک مؤکد بات اور دوسری سعی شمار کی جائے گی۔

لہٰذا میں کہتا ہوں کہ

مؤلف نے اس کتاب کے خطبہ میں حافظ محب طبری کی ''ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ'' کی کچھ غلطیوں کی طرف مشار الیہ ہے کہ اس کے اندر ضعیف روایت کے علاوہ بہت سی موضوع اور منکر روایات بھی ہیں پھر اس نے اپنے شیخ حافظ عسقلانی سے نقل کیا ہے اس نے محب طبری کے بارے میں کہا ہے کہ

آپ حدیث کے انتساب میں بہت زیادہ وہمی ہیں حالانکہ ان کے دور میں ان کا کوئی ہم مثل نہیں تھا پھر اس نے فروع بنی ہاشم اور فروع بنی مطلب کے بارے میں ایک مقدمہ تحریر کیا ہے جس کے بیان میں ہمیں اس مقام پر کوئی ضرورت نہیں اس لئے اس کا زیادہ حصہ مشہور و معروف ہے اسی لئے اصل غرض ان باتوں کا اظہار ہے جو کہ اہل بیت کے ساتھ خاص ہیں جس میں چند ابواب ہیں۔

(الصواعق المحرقۃ عربی: خاتمہ فی بیان اعتقاد اہل السنۃ: ص 226، کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

باب

نبی کریم ﷺ کی اہل بیت کے متعلق وصیت

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اے لوگو! خوب آگاہ رہو کہ میرے اہل بیت جن کی طرف میں پناہ لیتا ہوں میرا ظاہر ہیں اور انصار میرا باطن ہیں لہٰذا ان کے برے شخص کو معاف کرو اور ان کے محسن سے قبول کرو۔

یہ حدیث مبارکہ حسن ہے۔

ایک اور روایت میں ہے

میرا ظاہر اور باطن میرے اہل بیت اور انصار ہیں ان کے محسن سے قبول کرو اور ان کے برے شخص کو معاف کرو۔

اس حدیث مبارکہ کا مفہوم یہ ہے کہ

یہ لوگ میری جماعت اور صحابہ کرام علیہم الرضوان ہیں جن پر مجھے اعتماد ہے اور جن کو میں اپنے اسرار سے خبر دیتا ہوں اور ان پر اعتماد کرتا ہوں۔ یہ بات حد سے زیادہ درجہ کی مہربانی اور وصیت کی کامل آئینہ ہے۔

آپ ﷺ کا یہ فرمانا کہ

ان کے برے شخص کو معاف کرو۔

اس کا مفہوم یہ ہے کہ

ان کی غلطیوں کو معاف کر دو۔

جیسا کہ حدیث مبارکہ میں ہے

اقتدار والوں کی خطاؤں کو معاف کر دو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے صحیح روایت ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمان

"قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودة فی القربی" (الشوریٰ:۲۳)

کی تفسیر یہ کی ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ

نبی کریم ﷺ کو قریش کے سب بطنوں سے رشتہ ولادت اور قرابت ہے یعنی اگر تم میری لائی ہوئی تعلیمات پر ایمان نہیں لاتے اور اس پر میرا پیچھا کرتے ہو تو میں تم سے کوئی مال نہیں مانگتا۔

میں تم سے صرف یہ مطالبہ کرتا ہوں کہ

میرے اور تمہارے درمیان جو قرابت ہے اس کا پاس رکھو۔ لہٰذا مجھے اذیت نہ دو اور میرے ساتھ قطع رحمی کی بناء پر لوگوں کو مجھ سے نفرت نہ دلاؤ' حالانکہ تم لوگ جاہلیت میں صلہ رحمی کرتے تھے اور دوسرے عربوں کو مدد کے لئے نہیں بلاتے تھے۔ میرا لحاظ اور مدد تو آپ لوگوں کو بدرجہ اولیٰ کرنی چاہیے۔

آپ رضی اللہ عنہ کے شاگردوں اور دوسرے لوگوں نے بھی اس فرمان میں آپ رضی اللہ عنہ کی پیروی کی ہے لیکن آپ رضی اللہ عنہ کے تمام سے جلیل القدر شاگرد امام سعید بن جبیر نے آپ رضی اللہ عنہ کی مخالفت کی ہے اور آپ رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں اس آیت کی یہ تفسیر کی کہ

یہ آیت قل لا اسئلکم سے مراد یہ ہے کہ

اے لوگو! میں رسالت کا پیغام پہنچانے پر تم سے مال کا مطالبہ نہیں کرتا

میرا تم سے صرف یہ سوال ہے کہ

تم لوگ میری رشتہ داری کا خیال کرو اور مجھ سے محبت کرو اس کے باوجود بھی ابن جبیر پہلی بیان کردہ تفسیر کے مطابق بھی تفسیر کرتے تھے اور یہی بات ثابت ہے اس لئے کہ یہ دونوں صورتوں کی مناسب ہے مگر پہلی وجہ تائید کرتی ہے اس لئے یہ سورۃ مکی ہے اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت ابن جبیر رضی اللہ عنہ کی تفسیر کا رد کیا ہے اور اس کی طرف رجوع نہیں فرمایا۔

اور ایک ضعیف طریق سے یہ روایت بھی آئی ہے کہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی ابن جبیر رضی اللہ عنہ کی طرح تفسیر کی ہے اور اس کو نبی کریم ﷺ کی طرف مرفوع کرکے بیان کیا ہے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے نزول آیت کے وقت رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں عرض کیا:

یارسول اللہ ﷺ!

آپ ﷺ کے وہ کون سے رشتہ دار ہیں جن کی محبت ہم پر واجب ہے۔

ارشاد فرمایا:

حضرت علی، حضرت فاطمہ اور ان کے دونوں صاحبزادے (رضی اللہ عنہم)

(الصواعق المحرقۃ عربی: وصیۃ النبی ﷺ: ص:227' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

اسی طرح ایک ضعیف طریق سے یہ روایت بھی آئی ہے کہ لیکن اس کا گواہ مختصر صحیح بھی موجود ہے کہ

آیت کے نزول کا سبب یہ ہے کہ

انصار نے اسلام میں اپنے اچھے افعال کی وجہ سے قریش پر فخر کا اظہار کیا تو نبی کریم ﷺ ان کے پاس تشریف لائے

اور ارشاد فرمایا:

کیا تم ذلیل نہیں تھے اور پھر اللہ تعالیٰ نے میری وجہ سے تمہیں عزت والا بنایا ہے۔

انہوں نے جواب دیا:

"ہاں! یارسول اللہ ﷺ

ارشاد فرمایا:

کیا تم نہیں کہتے کہ کیا آپ ﷺ کو آپ ﷺ کی قوم نے گھر سے نہیں نکالا اور ہم نے آپ ﷺ کو رہائش دی۔

کیا انہوں نے آپ ﷺ کو اکیلا نہیں چھوڑا اور ہم نے آپ ﷺ کی مدد کی۔ آپ ﷺ مسلسل یہ باتیں ان سے فرماتے رہے حتیٰ کہ وہ گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے

اور کہنے لگے کہ

ہمارے اموال اور جو کچھ ہمارے پاس ہے وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے لئے ہی تو ہے تو اس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تھی۔

اس طرح ایک اور ضعیف روایت میں ہے کہ

اس آیت کریمہ کے نازل ہونے کا سبب یہ ہے کہ

نبی کریم ﷺ جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ ﷺ مصائب کا شکار اور خالی ہاتھ تھے تو انصار نے آپ ﷺ کے لیے اموال کو جمع کیا۔

اور عرض کیا:

یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ ہمارے بھانجے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں آپ ﷺ کے ذریعے سے ہدایت عطا فرمائی ہے اور آپ مصائب کا شکار ہیں اور آپ ﷺ کو طاقت مال بھی حاصل نہیں اس لئے ہم نے آپ ﷺ کے لئے اموال کو جمع کر دیا ہے جس سے آپ ﷺ مصائب کے مقابل مدد حاصل کر سکتے ہیں تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

صحیح روایت میں آپ ﷺ کے بھانجے کا ذکر آیا ہے اس لئے کہ عبدالمطلب کی والدہ محترمہ بنونجار میں سے تھیں۔

اور ایک حدیث حسن میں ہے کہ

ہر نبی کا ترکہ اور جاگیر ہوتی ہے اور میرا ترکہ اور جاگیر انصار ہیں لہٰذا ان کے متعلق میرا لحاظ کرنا۔

اور ابن جبیر کی بیان کردہ تفسیر کہ یہ آیت کریمہ اہل بیتؓ کے بارے میں نازل ہوئی ہے کی تائید حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت سے ہوتی ہے۔

آپ نے فرمایا:

ہمارے رشتہ کے بارے میں آیت کریمہ نازل ہوئی تا کہ ہر مومن ہماری مودت کا لحاظ رکھتا پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت کی۔

حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ سے بھی اس طرح روایت ہوئی ہے کہ

جب آپ رضی اللہ عنہ کے والد محترم حضرت حسین رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے اور آپ رضی اللہ عنہ کو اسیر بنا کر لایا گیا اور دمشق میں قیام کروایا گیا۔

تو ایک شامی نے آپ رضی اللہ عنہ سے کہا

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے آپ کو مارا اور تمہاری جڑ ختم کر دی اور فتنہ کے سینگ کو ختم کر کے رکھ دیا۔

تو آپ نے فرمایا:

کیا تم نے قرآن مجید پڑھا ہے۔

اس نے کہا

ہاں

آپ رضی اللہ عنہ نے اس کو فرمایا کہ

یہ آیت کریمہ ہمارے متعلق ہے اور ہم ہی رشتہ دار ہیں۔

اس نے کہا

آپ رضی اللہ عنہ وہ رشتہ دار ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا

ہاں

اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے۔

دولابی نے روایت کیا ہے کہ

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا

میں ان اہل بیت میں سے ہوں جن سے محبت کرنا اللہ تعالیٰ نے ہر مسلمان پر فرض رکھا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد فرمایا ہے کہ

ان لوگوں سے فرما دیجئے میں تم سے رشتہ داروں کی محبت کے علاوہ اور کسی اجر کا مطالبہ نہیں کرتا اور جو نیکی کرے گا ہم اس کے لئے نیکی کو اور زیادہ خوبصورت بنا دیں گے۔ (الشوریٰ:۲۳)

نیکی کرنے سے مراد ہم اہل بیت سے محبت کرنا ہے۔

محب طبری نے روایت کیا ہے کہ
نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:
اللہ تعالیٰ نے تم پر جو میرا اجر قائم کیا ہے وہ میرے اہل بیت سے محبت کرنا ہے اور میں تم سے ان کے متعلق پوچھ گچھ کروں گا۔
(الصواعق المحرقة عربی: وصیة النبی ﷺ: ص228' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)
اور کئی احادیث مبارکہ میں اہل بیت کے بارے میں صراحتاً وصیت آئی ہے۔
ان میں سے ایک حدیث مبارکہ یہ بھی ہے کہ
میں تم لوگوں میں دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں جب تم ان کو پکڑو گے میرے بعد گمراہ نہیں ہوں گے ان دونوں میں سے ایک دوسری سے بڑی ہے۔
اللہ تعالیٰ کی کتاب وہ رسی ہے جو آسمان سے زمین تک طویل ہے اور میرے اہل بیت اور یہ دونوں حوض کوثر تک ایک دوسرے سے الگ نہیں ہوں گے۔ دیکھتا ہوں میرے بعد ان کے بارے میں تم کس طرح میری نیابت کرتے ہو۔
ترمذی نے اس کو حسن غریب کہا ہے۔ (ترمذی: مناقب اہل بیت النبی ﷺ' ص258)
دوسرے لوگوں نے بھی اس روایت کو بیان کیا ہے لیکن ابن جوزی کا اس کو
"العلل المتناهية"
میں بیان کرنا درست نہیں ہے اور یہ درست ہو بھی کس طرح سکتا ہے۔
اور صحیح مسلم وغیرہ میں ہے کہ
آپ ﷺ نے ایک ماہ وصال سے قبل حجۃ الوداع سے واپسی کے وقت رابغ کے قریب اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا:
میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں
ان میں ایک کتاب اللہ ہے، جس میں نور اور ہدایت ہے
پھر ارشاد فرمایا
دوسرے میرے اہل بیت ہیں۔ میں اپنے اہل بیت کے بارے میں تم کو اللہ تعالیٰ کی یاد دلاتا ہوں۔ اس بات کو آپ ﷺ نے تین بار ارشاد فرمایا:
اس حدیث مبارکہ کے راوی زید بن ارقم سے پوچھا گیا
آپ ﷺ کے اہل بیت کون ہیں۔
کیا آپ ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنھن اہل بیت میں شامل نہیں؟
انہوں نے کہا

آپ ﷺ کی بیویاں آپ ﷺ کے اہل بیت میں سے ہیں۔ مگر آپ ﷺ کے اہل بیت وہ ہیں جن پر آپ ﷺ کے بعد صدقہ حرام ہے۔

پوچھا گیا

وہ کون ہیں

انہوں نے کہا

وہ آل عقیل' آل علی' آل جعفر اور آل عباس رضی اللہ عنہم ہیں۔

پوچھا گیا

ان تمام پر صدقہ حرام ہے

فرمایا

ہاں۔ (الصواعق المحرقۃ عربی: وصیۃ النبی ﷺ: ص 228' کتب خانہ مجیدیہ' ملتان)

ایک صحیح روایت میں ہے کہ

گویا کہ مجھے بلایا گیا اور میں نے جواب دیا کہ میں تم میں دو چیزوں کو چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ ایک دوسری سے زیادہ کر ہے۔

کتاب اللہ

اور میرے اقارب

دیکھنا ان کے متعلق تم میری کس طرح نیابت کرتے ہو۔

وہ حوض کوثر تک کبھی آپس میں الگ نہیں ہوں گے۔

(سنن ترمذی: باب ماجاء فی قبول الہدیہ واجابۃ: ص 319)

ایک روایت میں ہے کہ

وہ دونوں حوض کوثر پر پہنچنے تک کبھی الگ نہیں ہوں گے۔

میں نے رب عزوجل سے ان دونوں کے متعلق یہ دعا کی ہے لہٰذا ان دونوں سے آگے نہ چلو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے اور نہ کوتاہی کرو ورنہ ہلاک ہو گے اور ان کو سکھانے کی کوشش نہ کرو وہ تم لوگوں سے زیادہ عالم ہیں۔

یہ حدیث مبارکہ کئی طرق سے بیس سے زیادہ صحابہ کرام علیہم الرضوان سے روایت ہے۔ ہم نے اس کو مفصل طور پر ضرورت کے مطابق بیان کر دیا ہے۔

(الصواعق المحرقۃ عربی: وصیۃ النبی ﷺ: ص 228' کتب خانہ مجیدیہ' ملتان)

ایک روایت میں ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے یہ جو ارشاد فرمایا ہے کہ

میرے اہل بیت کے متعلق میری نیابت کرنا اور پھر دونوں چیزوں کا نام ثقلین رکھا ہے۔ یہ ان کی عظمت شان کو بلند کرنے کے لئے فرمایا ہے اس لئے کہ ہر شرف اور شان والی چیز کو ثقل کہتے ہیں یا اس کے لئے ان کو ثقل کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے حقوق کی ادائیگی کو بہت عظیم امر فرمایا ہے۔

اس سے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی ہے کہ

ان سنلقی علیك قولا ثقیلا

یعنی یہ فرمان بڑی عظمت اور اہمیت کا مالک ہے اس لئے کہ اس کی ادائیگی بڑی مشکل سے ہوتی ہے اور پھر جن وانس کو بھی ثقلین کہتے ہیں کیونکہ ان کو زمین کے دو حصے اور دوسرے جانوروں پر ممتاز ہونے کا اختصاص ملا ہوا ہے۔

ان احادیث مبارکہ میں نبی کریم ﷺ کا خاص طور پر یہ فرمان کہ تم ان کے متعلق میری نیابت کس طرح کرتے ہو؟

اور یہ کہ

میں تم کو اپنے خاندان کے بارے میں اچھائی کی وصیت کرتا ہوں

اور یہ کہ

اپنے اہل بیت کے بارے میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی یاد دلاتا ہوں۔

ان کی مودت ان سے حسن سلوک ان کے اکرام واحترام اور ان کے واجب اور مندوب حقوق کی ادائیگی پر زبردست ترغیب دلاتے ہیں اور اس طرح کیوں نہ ہو کہ وہ تمام زمین پر فخر' حسب اور نسب کے اعتبار سے سب سے عزت دار گھرانہ سے اور خاص طور پر اس صورت میں جب وہ سنت نبویہ کی پیروی کرنے والے ہوں جس طرح کہ ان کے اسلاف حضرت ابن عباس' حضرت علی' حضرت عقیل' حضرت جعفر اور ان تمام کی اولاد تھی۔ (رضی اللہ عنہم)

اور نبی کریم ﷺ کا یہ فرمانا کہ

ان سے پیش قدمی نہ کرو اور نہ ہی ان کے حقوق میں کوتاہی کرو اور نہ ان کو کچھ سکھانے کی کوشش کرو اس لئے کہ وہ تم سے زیادہ عالم ہیں۔

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ

ان میں جو آدمی مراتب عالیہ اور دینی کاموں کے اہل ہوں اس پر کسی دوسرے کو مقدم نہ کرو اور یہ تصریح سب قریش کے بارے میں ہے۔ جس طرح کہ ان احادیث مبارکہ میں بیان ہو گیا ہے جو قریش کے متعلق آئی ہیں اور جب یہ بات سب قریش کے لئے ثابت ہے تو اہل بیت نبوی اپنے فضل وامتیاز کے اعتبار سے سب سے زیادہ اس بات کے مستحق ہیں۔

اور حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے بیان ہو گیا ہے کہ

آپ ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن بھی آپ ﷺ کے اہل بیت میں سے ہیں مگر ان کے قول سے یہ بات مفہوماً نکلتی ہے کہ

وہ اخص معانی کو چھوڑ کر اعم معانی میں اہل بیت ہیں اور اخص مفہوم میں وہ لوگ مراد ہیں جن پر صدقہ حرام ہے۔

اس کی تائید مسلم کی حدیث مبارکہ سے ہوتی ہے کہ

نبی کریم ﷺ ایک دھاری دار چادر جو سیاہ بالوں سے بنی ہوئی تھی لے کر نکلے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ آئے تو آپ ﷺ نے ان کو چادر میں داخل فرمالیا پھر حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کو چادر میں داخل فرمالیا۔

(صحیح مسلم: التواضع فی اللباس والاقتصار علی الغلیظ، ص 441)

پھر ارشاد فرمایا

اللہ تعالیٰ صرف یہ چاہتا ہے کہ تم اہل بیت سے ناپاکی کو دور فرما کر تمہیں اچھی طرح پاک کر دے۔ (الاحزاب: ۳۳)

ایک روایت میں ہے کہ

اے اللہ عزوجل! یہ میرے اہل بیت ہیں۔

اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے ان کے ساتھ داخل ہونا چاہا

تو آپ ﷺ نے ان کو منع کر کے ارشاد فرمایا

تم تو بھلائی پر ہو۔

اور ایک روایت میں ہے کہ

حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں عرض کیا:

یارسول اللہ ﷺ! میں بھی ان کے ساتھ شامل ہو جاؤں۔

تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تم تو عام اہل بیت میں سے ہو۔

اس کی دلیل دوسری روایت ہے کہ

حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا

یارسول اللہ ﷺ! میری کیا حیثیت ہے

ارشاد فرمایا

تم میرے اہل بیت میں سے ہو۔

اس بات کو نبی کریم ﷺ نے اس وقت ارشاد فرمایا جب انہوں نے اپنے متعلق استغفار کیا۔

ایک روایت میں ہے کہ

آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا

سلمان ہم اہل بیت میں سے ہیں اور صحیح یہ بات ہے۔

لہٰذا آپ ﷺ ان کو اپنے لئے چن لیں اور ان کو صدق' صحبت' قرب عظیم اور دوستی کی وجہ سے اہل بیت میں شمار کریں۔

اور سند میں ہے کہ یہ تمام مسلم کی روایت کے علاوہ ہیں۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ

اسامہ' ظہر البطن ہم اہل بیت میں سے ہے۔

احمد نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

یہ آیت کریمہ نبی کریم ﷺ ' حضرت علی رضی اللہ عنہ ' حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور ان کے دونوں صاحبزادوں کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

اسی طرح نبی کریم ﷺ نے اپنی چادر میں اپنے چچا عباس رضی اللہ عنہ اور ان کے دونوں بیٹوں کو شامل کیا۔

اور عرض کیا:

اے اللہ عزوجل! یہ میرے چچا اور میرے باپ کے مثل ہیں۔ اور یہ میرے اہل بیت ہیں۔ ان کو اس طرح آگ سے محفوظ رکھنا جس طرح میں نے ان کو اپنی چادر میں چھپالیا ہے اور مسلم کی حدیث مبارکہ اس سے زیادہ صحیح ہے اور اس میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور آپ رضی اللہ عنہ کے بیٹوں والی ذکر کردہ حدیث مبارکہ کے برخلاف دوسرے لوگوں کو بھی اہل بیت فرمایا گیا ہے جس طرح کہ پہلے بیان ہوگیا ہے کہ اس کے دو اطلاق ہیں۔

(1) ایک عام معانی میں جو کبھی سب ذریت اور ازواج اور محبت دوستی میں صادق اشخاص کو بھی شامل ہے۔

(2) دوسرا خاص معانی میں اور یہ اطلاق ان اشخاص پر ہوتا ہے جن کا ذکر مسلم کی حدیث مبارکہ میں آیا ہے اور اس کی صراحت حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی کہ

جب آپ خلیفہ بنے تو بنی اسد کے ایک شخص نے چھلانگ لگا کر سجدہ میں آپ رضی اللہ عنہ کو خنجر مارا جو آپ رضی اللہ عنہ کو اچھی طرح نہ لگ سکا۔ آپ رضی اللہ عنہ اس کے بعد دس سال تک حیات رہے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا

عراق والو! ہمارے معاملے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو ہم آپ لوگوں کے امیر اور مہمان ہیں اور ہم وہ اہل بیت ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''اللہ صرف یہ چاہتا ہے کہ تم اہل بیت سے ناپاکی کو دور فرما کر تمہیں اچھی طرح پاک کر دے''۔ (الاحزاب:۳۳)

انہوں نے کہا

آپ وہ لوگ ہیں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ہاں۔ (الصواعق الحرقۃ عربی: وصیت النبی ﷺ ص 230' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

زید بن ارقم نے کہا ہے کہ

آپ ﷺ کے اہل بیت وہ ہیں جن پر صدقہ حرام ہے اور صدقہ سے مراد زکوٰۃ ہے۔

شافعی وغیرہ نے ان کی تفسیر بنی ہاشم اور بنو مطلب سے کی ہے اور ان کو زکوٰۃ کے عوض فئی اور غنیمت سے خمس دیا گیا ہے جس کا ذکر سورۂ انفال اور سورہ حشر میں آیا ہے اور ان میں ذوی القربیٰ سے یہی لوگ مراد ہیں۔

بیہقی نے فرمایا ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے بنو ہاشم اور بنو مطلب کو ذوی القربیٰ کا حصہ دے کر ان کی تخصیص فرما دی ہے اور بنو ہاشم اور بنو مطلب کو ایک چیز عطا فرما کر ان کو ایک اور فضیلت عطا فرمائی ہے اور وہ یہ کہ ان پر صدقہ حرام کر کے اس کے بدلے ان کو خمس دیا ہے۔

اور ارشاد فرمایا:

صدقہ محمد مصطفیٰ (ﷺ) اور آل محمد مصطفیٰ (ﷺ) کے لئے حرام ہے۔

اور یہ بات اس امر پر دال ہے کہ آپ ﷺ کی آل وہ لوگ ہیں جن پر ہمیں آپ ﷺ کے ساتھ درود پڑھنے کا حکم فرمایا گیا ہے اور وہ تو وہ لوگ ہیں جن پر صدقہ حرام ہے اور ان کو خمس دیا گیا ہے لہٰذا بنو ہاشم اور بنو مطلب کے مسلمان ہمارے اس صلوٰۃ وسلام میں شامل ہیں جو ہم آل نبی پر فرائض ونوافل میں پڑھتے ہیں اور جن سے محبت کرنے کا حکم فرمایا گیا ہے۔ امام مالک اور امام اعظم ابو حنیفہ نے زکوٰۃ کی حرمت کو بنی ہاشم تک محدود فرمایا ہے۔ امام اعظم ابو حنیفہ کے نزدیک مطلقاً ان کے لئے جواز ثابت ہے۔

طحاوی نے کہا ہے کہ

خواہ وہ ذوی القربیٰ کے حصے سے محروم ہوں اور ابو یوسف بعض کے لئے جائز ٹھہراتے ہیں۔

اکثر حنفیہ' شوافع اور احمد کا مذہب یہ ہے کہ

وہ خیرات لے سکتے ہیں

اور امام مالک کی روایت میں ہے کہ

وہ خیرات کے علاوہ فرض زکوٰۃ کو بھی لینا جائز سمجھتے ہیں

اسی وجہ سے اس کے متعلق بہت زور دیا گیا ہے اور محب طبری نے حدیث مبارکہ "میرے اہل بیت کے بارے میں حسن سلوک کی وصیت کرو اس لئے کہ ان کے متعلق میں کل تم سے تنازع کروں گا اور میں جس کا مدمقابل ہوں گا اس کو میں تنازع میں نیچے کردوں گا اور جس کو میں نیچے کردوں گا وہ آگ میں داخل ہوگا۔

حافظ سخاوی نے کہا ہے کہ مجھے اس کی کسی اعتماد کے لائق اصل پر اطلاع نہ مل سکی۔

اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے صحیح روایت ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا

اہل بیت کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد و محبت کا لحاظ کرو۔

(اسماء اللہ الحسنی۔ جزء الخامس: ص203)

باب

اہل بیت کی محبت پر ترغیب اور ان کے حقوق کے وجوب کا قیام

ابن جوزی کے وہم کے خلاف صحیح روایت یہ ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا

جو نعمتیں اللہ تعالیٰ تمہیں عطا فرما رہا ہے ان کی وجہ سے اس سے محبت کرو اور مجھ سے اللہ تعالیٰ کی محبت کی وجہ سے محبت کرو اور میری محبت کی وجہ سے میرے اہل بیت سے محبت کرو۔ (ترمذی: باب مناقب اہل بیت النبی ﷺ: ص410)

بیہقی وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ

کوئی آدمی اس وقت تک کامل مومن نہیں ہوسکتا۔ جب تک میں اس کو اس کی جان سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں اور میری آل اس کو اپنی آل سے زیادہ محبوب نہ ہو جائے اور میری ذات اس کو اپنی ذات سے زیادہ محبوب نہ ہو جائے۔

صحیح روایت میں ہے کہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے عرض کیا

یا رسول اللہ ﷺ! قریش جب آپس میں ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں تو خندہ پیشانی سے ملاقات کرتے ہیں اور جب ہم سے ملاقات کرتے تو ان چہروں سے ملاقات کرتے، جن کو ہم پہچانتے ہی نہیں۔

نبی کریم ﷺ اس بات کو سن کر بہت غصے ہوئے

اور ارشاد فرمایا:

مجھے اس ذات مقدسہ کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ کسی آدمی کے دل میں اس وقت تک ایمان داخل نہیں ہوسکتا جب تک وہ تم سے اور اس کے رسول ﷺ سے محبت نہ کرے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ابن ماجہ نے روایت کیا ہے کہ

ہم قریش سے ملاقات کرتے ہیں اور وہ آپس میں باتیں کر رہے ہوتے ہیں تو ہم کو دیکھ کر کلام کو ختم کر دیتے ہیں۔ ہم نے اس بات کا ذکر نبی کریم ﷺ سے کیا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا

ان لوگوں کا کیا حالت ہوگی جو آپس میں باتیں کر رہے ہوتے ہیں اور جب میرے اہل بیت کے لوگوں کو دیکھتے ہیں تو اپنے کلام کو ختم کر دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی قسم!

اس آدمی کے دل میں ایمان ہرگز داخل نہیں ہوگا جب تک وہ ان سے اللہ تعالیٰ اور میری رشتہ داری کی وجہ سے محبت نہیں کرے گا۔

(سنن ابن ماجہ، فضل العباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ: ص160)

احمد وغیرہ کی ایک اور روایت میں ہے کہ

جب تک وہ ان سے اللہ تعالیٰ اور میری رشتہ داری کی وجہ سے محبت نہیں کرے گا۔

اور طبرانی کی روایت میں ہے کہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں آ کر عرض کیا جب سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عربوں اور قریش کے ساتھ جو بھی کیا ہے اس کے وجہ سے ہمارے بارے میں ان کے دلوں میں کینہ پیدا ہو گیا ہے۔

اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

کوئی شخص اس وقت تک بھلائی یا ایمان کو حاصل نہیں کر سکتا جب تک وہ تم سے اللہ تعالیٰ اور میری رشتہ داری کی وجہ سے محبت نہ کرے۔ کیا سہلب (قبیلہ کا نام) میری شفاعت کی امید رکھتا ہے اور بنو عبد المطلب اس کی امید نہیں رکھتے۔

(المعجم الکبیر احادیث عبد اللہ بن العباس بن عبد: ص423)

طبرانی کی دوسری روایت میں ہے کہ

اے بنو ہاشم! میں نے اللہ تعالیٰ کے ہاں تمہارے لیے دعا کی ہے کہ وہ تم کو رحم دل اور نجیب بنا دے۔

اور یہ دعا بھی کی ہے کہ

وہ تمہارے گمراہ کو ہدایت دے اور تمہارے خوف رکھنے والے کو امن دے اور تمہارے بھوکے کو سیر کرے۔

اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر عرض کیا:

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں چند لوگوں کے پاس گیا جو باتیں کر رہے تھے جب انہوں نے مجھے دیکھا تو خاموش ہو گئے اور یہ حرکت انہوں نے ہمارے بغض کی وجہ سے کی ہے۔

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کیا انہوں نے اس طرح کیا ہے۔

اس ذات مقدسہ کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کوئی بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ تم

سے میری محبت کی وجہ سے محبت نہ کرے۔

کیا وہ امید رکھتے ہیں کہ

وہ میری شفاعت سے جنت میں داخل ہوں گے اور بنو عبد المطلب اس کی امید نہیں رکھتے۔

ایک حدیث مبارکہ میں ضعیف سند کے ساتھ روایت ہوا ہے کہ

نبی کریم ﷺ بہت زیادہ غصے کی حالت میں باہر تشریف لائے

اور منبر پر چڑھ کر حمد و ثناء کے بعد ارشاد فرمایا

ان لوگوں کا کیا حالت ہوگی جو مجھے میرے اہل بیت کے بارے میں اذیت دیتے ہیں۔ اس ذات مقدسہ کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک وہ مجھ سے محبت نہ کرے اور وہ اس وقت تک مجھ سے محبت نہیں کرسکتا جب تک وہ میرے رشتہ داروں سے محبت نہ کرے۔

(معجم الکبیر' ج7' ص372)

بیہقی وغیرہ کی ایک روایت میں ہے جس کی سند ضعیف کہ عورتوں نے ابولہب کی بیٹی کو اس کے باپ کے بارے میں عیب لگایا تو نبی کریم ﷺ نے بہت زیادہ غصے کی حالت میں منبر پر چڑھ کر ارشاد فرمایا:

لوگو! کیا وجہ ہے کہ مجھے میرے اہل کے متعلق اذیت دی جاتی ہے؟

اللہ تعالیٰ کی قسم!

میری شفاعت ضرور بالضرور میرے رشتہ داروں کو حاصل ہوگی۔

ایک روایت میں ہے کہ

ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جو میرے نسب اور میرے اقارب کے متعلق اذیت دیتے ہیں۔

سن لو!

جس نے میرے نسب اور میرے اقارب کو اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی اور جس نے مجھے اذیت دی اس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت دی۔

ایک روایت میں ہے کہ

ان لوگوں کا کیا حالت ہوگی' جو مجھے میرے رشتہ داروں کے بارے میں اذیت دیتے ہیں۔

سن لو!

جس نے میرے رشتہ داروں کو اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی اور جس نے مجھے اذیت دی اس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت دی۔

طبرانی نے روایت کیا ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ اُمّ ہانی رضی اللہ عنہا نے بالیوں کو ظاہر کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو فرمایا:

محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے پاس آپ کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا ئیں گے۔

حضرت اُمّ ہانی رضی اللہ عنہا نے آ کر یہ بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتائی۔

تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کیا تم گمان کرتے ہو کہ میری شفاعت میرے اہل بیت کو حاصل نہیں ہوگی۔ میری شفاعت تو یمن کے صداء اور حکم قبیلے کو بھی حاصل ہوگی۔

(المعجم الکبیر فاختہ ام ہانی بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا ص 434)

بزار نے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی صفیہ بنت عبدالمطلب کا بیٹا فوت ہو گیا تو انہوں نے آہ و بکا کی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو صبر کی تلقین فرمائی تو وہ چپ ہو کر باہر نکل گئیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو فرمایا:

تم اس وجہ سے چلاتی ہو کہ تمہاری رشتہ داری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے پاس تمہارے کسی کام نہیں آئیں گے۔

انہوں نے جب اس بات کو سنا تو رو پڑیں اور اس رونے کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی سن لیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی عزت کرتے اور ان سے محبت کرتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا

اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بات بتا دی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ

لوگوں کو نماز کے لئے بلاؤ

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر چڑھ کر ارشاد فرمایا

ان لوگوں کی کیا حالت ہوگی' جن کا خیال یہ ہے کہ میری رشتہ داری کوئی فائدہ نہیں دے گی۔ قیامت کے دن میری وجہ سے اور نسب کے علاوہ تمام سبب اور نسب منقطع کر دیئے جائیں گے اس لئے کہ وہ دنیا و آخرت میں پہنچے گی۔

یہ ایک طویل حدیث مبارکہ ہے جس میں ضعیف راوی بھی ہے۔

صحیح روایت یہ ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے منبر پر چڑھ کر ارشاد فرمایا:

ان لوگوں کی کیا حالت ہوگی' جو کہتے ہیں کہ میری قرابت داری میری آل کو قیامت کے دن کوئی فائدہ نہیں دے گی۔

اللہ تعالیٰ کی قسم!

میری رشتہ داری دنیا اور آخرت میں ملی رہے گی۔

اور اے لوگو!

میں حوض کوثر پر تمہارا افرط ہوں گا۔

یہ احادیث مبارکہ ان احادیث مبارکہ کے منافی نہیں جو صحیحین وغیرہ میں آئی ہیں کہ

جب یہ آیت کریمہ

''اور اپنے اقارب کو ڈرایئے''۔(الشعراء:۲۱۴)

نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے اپنی قوم کو جمع کیا اور پھر ہر خاص و عام کو ارشاد فرمایا:

میں اللہ تعالیٰ کے ہاں تمہارے کسی کام نہیں آؤں گا۔

حتیٰ کہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے بھی آپ ﷺ نے یہی بات فرمائی۔

منافی نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یا تو اس روایت کو اس آدمی پر محمول کیا جائے گا جو کافر ہونے کی حالت میں مرے گا یا تغلیظ وتنفیر کے مقام سے نکل چکا ہوگا یا یہ روایت اس وقت کی ہے جب آپ ﷺ کو اس بات کا علم نہیں عطا فرمایا گیا تھا کہ آپ ﷺ خاص و عام کی شفاعت فرمائیں گے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو جو اہل بیت کے متعلق غلو سے کام لیتا تھا

ارشاد فرمایا

تیرا برا ہو ہم سے اللہ تعالیٰ کے لئے محبت رکھو اگر ہم اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کریں تو ہم سے محبت کرو اور اگر ہم اس کی نافرمانی کریں تو ہم سے بغض رکھو۔

اس شخص نے آپ رضی اللہ عنہ سے کہا

آپ رضی اللہ عنہ تو نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کے اہل بیت سے رشتہ داری رکھتے ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا

تیرا برا ہو اگر ہمیں آپ بغیر آپ ﷺ کی عملی اطاعت کے آپ ﷺ کی رشتہ داری فائدہ بخش ہوئی تو وہ آدمی اس سے فائدہ اٹھائے گا جو ہم سے بھی آپ کے زیادہ قربت رکھتا ہے۔

مجھے تو اس بات کا خوف لاحق ہے کہ

ہم میں سے نافرمان کو دوگنا عذاب دیا جائے گا

اور یہ بھی آیا ہے کہ

میں نے اپنی بیٹی کا نام فاطمہ رضی اللہ عنہا اس لئے رکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو آگ سے بچالیا ہے۔

ابوالفرج اصبہانی نے روایت کیا ہے کہ

عبداللہ بن حسن بن علی (رضی اللہ عنہم) کے پاس آئے اور اس وقت آپ رضی اللہ عنہ چھوٹی عمر کے تھے اور آپ رضی اللہ عنہ نے زلفیں رکھی ہوئی تھیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو بلند مقام پر جگہ عطا فرمائی اور توجہ سے آپ رضی اللہ عنہ کی باتیں سن کر آپ رضی اللہ عنہ کی ضروریات کو پورا کردیا۔

پھر آپ نے ان کے پیٹ کی ایک سلوٹ کو پکڑ کر اس سے چٹکی لی جس سے ان کو اذیت ہوئی۔

پھر فرمایا

آپ شفاعت کے بارے میں کچھ بتائیں۔ جب وہ چلے گئے تو آپ کو اس کام پر جو آپ نے ان کے ساتھ کیا ملامت کی گئی۔

تو آپ نے فرمایا

مجھے ثقہ لوگوں نے بتایا ہے گویا کہ میں اس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سن رہا ہوں کہ فاطمہ (رضی اللہ عنہا) میرے جسم کا ٹکڑا ہے جو بات اس کو خوش کرتی ہے وہ مجھے بھی خوش کرتی ہے اور میں جانتا ہوں کہ اگر حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا حیات ہوتیں تو کچھ میں نے آپ رضی اللہ عنہ کے بیٹے کے ساتھ سلوک کیا ہے۔ اس سے خوش ہوتیں۔

لوگوں نے کہا

آپ رضی اللہ عنہ نے ان کے پیٹ سے چٹکی کیوں لی حالانکہ جو بات آپ رضی اللہ عنہ فرمارہے ہیں وہ تو اور ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا

بنی ہاشم کے تمام لوگ شفاعت کریں گے اور میں اس آدمی کی شفاعت کا خواہش مند ہوں۔

(الصواعق المحرقۃ عربی: الحث علی حبھم والقیام بواجب حقھم: ص232، کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

طبرانی نے ضعیف سند سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اہل بیت کے متعلق ہماری محبت کا خیال کرو اور جو شخص ہم سے محبت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے گا وہ ہماری شفاعت سے جنت میں داخل ہوگا۔

اس ذات مقدسہ کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ کسی آدمی کو اس کا عمل ہمارے حق کی معرفت کے بغیر فائدہ نہیں دے گا۔(المعجم الاوسط:27‘ص360)

طبرانی نے روایت کیا ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا:

تم اور تمہارے اہل بیت اور تمہارے وہ محبّ کرنے والے جنہوں نے میرے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو گالی دینے وغیرہ کی بدعت نہیں چنی تو حوضِ کوثر پر سیراب اور سفید صورتوں میں حاضر ہوں گے اور تمہارے دشمن پیاسے اور سر کو اٹھائے ہوئے آئیں گے۔(المعجم الکبیر:ابورافع مولی رسول:ص319)

ایک روایت میں ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے تمہاری پیروی کرنے والوں اور تمہاری پیروی کرنے والوں سے محبت کرنے والوں کی مغفرت فرمادی ہے۔

ترمذی نے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اے اللہ عزوجل! عباس رضی اللہ عنہ کو بخش دے اور ان کی اولاد کی ظاہری اور باطنی رنگ میں اس طرح کی بخشش فرما جو کسی گناہ کو باقی نہ رہنے دے۔

اے اللہ عزوجل! ان کی اولاد کا خلیفہ ہو۔

اسی طرح نبی کریم ﷺ نے انصار' ان کی اولاد در اولاد اور ان کے محبت کرنے والوں کے لئے بھی بخشش کی دعا فرمائی ہے۔

(سنن ترمذی' مناقب العباس' بن عبد:ص230)

محبّ طبری نے روایت کیا ہے کہ

مومن اور متقی اہل بیت سے محبت کرتا ہے اور منافق اور شقی ہم سے بغض کرتا ہے۔

اور دیلمی نے روایت کیا ہے کہ

جو آدمی اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا ہے وہ قرآن سے محبت کرتا ہے اور جو قرآن سے محبت کرتا ہے وہ مجھ سے محبت کرتا ہے اور مجھ سے محبت کرتا ہے وہ میرے اصحاب اور میرے رشتہ داروں سے محبت کرتا ہے۔

اور حدیث مبارکہ کہ

میرے اہل سے محبت کرو اور علی رضی اللہ عنہ سے محبت کرو اور جو میرے اہل کے کسی شخص سے بغض رکھے گا۔ وہ میری شفاعت سے محروم رہے گا۔

ابن عدی اور ابن جوزی کے نزدیک موضوع ہے۔

اور یہ حدیث مبارکہ کہ

آل محمد مصطفیٰ (ﷺ) سے ایک دن کی محبت ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے۔

اور یہ حدیث کہ

مجھ سے اور میرے اہل بیت سے محبت کرنا سات مقامات پُر فائدہ بخش ہے۔

اور یہ حدیث کہ

آل محمد مصطفیٰ ﷺ کی معرفت آگ سے نجات ہے اور آل محمد مصطفیٰ ﷺ کی محبت پل صراط کا رقعہ ہے اور آل محمد مصطفیٰ ﷺ کی ولایت عذاب سے امان ہے۔

حافظ سخاوی نے کہا ہے کہ

میرے نزدیک یہ تینوں احادیث غیر صحیح الاسناد ہیں۔

اور یہ حدیث مبارکہ کہ

میں ایک درخت ہوں اور فاطمہ رضی اللہ عنہا اس کا بور ہے اور علی رضی اللہ عنہ اس کا دودھ ہے اور حضرت حسن اور حضرت حسین (رضی اللہ عنہما) اس کا پھل ہیں اور میرے اہل بیت سے محبت کرنے والے پتے ہیں یہ حق ہے۔

اور یہ حدیث مبارکہ کہ

ہمارا اہل شیعہ قیامت کے دن اپنی قبور سے عیبوں اور گناہوں کے باوجود چودھویں رات کے چاند کی طرح خروج کریں گے۔ موضوعات میں سے ہیں۔

یہ حدیث مبارکہ کہ

جو آدمی آل محمد مصطفیٰ (ﷺ) کی محبت میں مرے گا وہ شہید، مغفور، تائب، مومن اور کامل ایمان میں مرے گا۔ اس کو ملک الموت جنت کی خوشخبری دے گا اور منکر ونکیر اس کو جنت میں اس طرح لے جائیں گے جس طرح کہ دلہن کو اس کے شوہر کے گھر لے جایا جاتا ہے اور اس کے لئے جنت میں دو دروازے کھولے جائیں گے اور وہ اہل سنت و جماعت کے طریق پر مرے گا اور جو آدمی آل محمد مصطفیٰ (ﷺ) کے بغض میں مرے گا وہ قیامت کے دن اس حالت میں آئے گا کہ اس کی دونوں آنکھوں کے مابین رحمت الٰہی عزوجل سے ناامید لکھا ہوا ہوگا۔

ثعلبی نے اس کو مبسوط طور پر اپنی تفسیر میں روایت کیا ہے۔

حافظ سخاوی نے کہا ہے کہ

شیخ ابن حجر کے قول کے مطابق اس میں وضع کے آثار ظاہر ہیں۔

اور یہ حدیث مبارکہ کہ

جو دل سے ہم سے محبت کرے گا اور اپنی زبان اور ہاتھ سے ہماری مدد کرے گا میں اور وہ دونوں علیین میں جمع ہوں گے اور جو دل سے ہم سے محبت کرے گا اور اپنی زبان سے مدد کرے گا اور اپنی زبان اور ہاتھ کو ہم سے روکے گا وہ اس کے والے درجہ میں ہو گا۔

اس سند میں ایک غالی رافضی اور ہلاک ہونے والا کذاب ہے۔

طبرانی اور ابوالشیخ نے حدیث مبارکہ روایت کی ہے کہ

اللہ تعالیٰ کی تین حرمتیں ہیں جو ان کی حفاظت کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کے دین اور دنیا کی حفاظت فرمائے گا اور جو ان کی حفاظت نہیں کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کے دین اور دنیا کی حفاظت نہیں فرمائے گا۔

میں نے پوچھا

وہ حرمتیں کون سی ہیں؟

ارشاد فرمایا

حرمت اسلام' میری رحمت ار میرے رشتہ کی حرمت۔

(المعجم الاوسط' اول الکتاب' ص 72)

ابوالشیخ اور دیلمی نے روایت کیا ہے کہ

جس نے میری ذریت' انصار اور عرب والوں کا حق نہیں پہچانا وہ منافق ہے یا زانیہ کا بیٹا ہے یا اس کی ماں نے اس کو طہارت کے علاوہ حمل میں لیا ہے۔

(شعب الایمان' فصل فی الصلاۃ علی: ص 232)

باب

نبی کریم ﷺ کی تبع میں اہل بیت پر درود پڑھنے کی مشروعیت

صحیح روایت میں ہے کہ
نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا
یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ پر اور آپ ﷺ کی اہل بیت پر کس طرح درود بھیجا جائے۔
آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
کہا کرو

اللّٰھم صل علیٰ محمد وعلیٰ آل محمد کما صلیت علیٰ ابراھیم وعلیٰ آل ابراھیم

اور روایت میں ہے کہ
یارسول اللہ ﷺ! ہم آپ ﷺ پر کس طرح درود پڑھیں۔
آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
کہا کرو

اللّٰھم صل علیٰ محمد وعلیٰ آل محمد

(اسماء اللہ الحسنیٰ ص26)

پہلی روایت سے یہ فائدہ حاصل ہوتا ہے کہ اہل بیت بھی تمام آل میں سے ہیں یا وہی آل ہیں مگر جو صحیح بات صراحت کرتی ہے وہ یہ ہے کہ وہ بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب ہیں اور وہ اہل بیت سے اعم ہیں۔
اور گزشتہ صفحات میں بیان ہو گیا ہے کہ
اہل بیت سے آل مراد لی جاتی ہے اور وہ ان سے اعم ہے۔
ابوداؤد کی حدیث مبارکہ بھی اسی طرح کی ہے کہ
جو آدمی ہم اہل بیت پر درود بھیج کر پورا ناپ لینا چاہتا ہے
وہ کہا کرے کہ

اللّٰھم صل علی محمد النبی وازواجہ امھات المومنین وذریتہ واھل بیتہ کماصلیت علی ابراھیم انک حمید مجید۔

(اسماء اللہ الحسنیٰ ص92)

واثلہ سے سند ضعیف سے روایت ہے کہ

جب نبی کریم ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا، حضرت علی اور حضرت حسن و حضرت حسین رضی اللہ عنہما کو اپنی چادر میں لیا تو ارشاد فرمایا

اللّٰھم قد جعلت صلاتك و مغفرتك ورحمتك و مغفرتك ورضوانك علی ابراھیم وآل ابراھیم انھم منی وانا منھم فاجعل صلاتك ورحمتك ومغفرتك ورضوانك علی وعلیھم .

حضرت واثلہ نے فرمایا میں دروازے پر کھڑا تھا

میں نے کہا:

یارسول اللہ ﷺ! میرے باپ ماں آپ ﷺ پر قربان ہوں مجھ پر بھی اس طرح ہو۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا

اللّٰھم وعلیٰ واثلة

دارقطنی اور بیہقی نے حدیث روایت کی ہے کہ

جس شخص نے نماز پڑھی اور مجھ پر اور میرے اہل بیت پر درود نہ پڑھا اس کی نماز قبول نہیں کی جائے گی۔

(سنن الدارقطنی، باب ذکر وجوب الصلاۃ، ص492)

امام شافعی نے اس حدیث مبارکہ سے استثناء کرتے ہوئے فرمایا:

آل پر درود پڑھنا بھی آپ ﷺ پر درود پڑھنے کی طرح واجب ہے مگر یہ ضعیف قول ہے۔

مستند قول یہ ہے کہ

متفق علیہ حدیث مبارکہ میں درود شریف پڑھنے کا حکم ہے کہ

کہا کرو

اللّٰھم صل علی محمد وعلی آل محمد

اور امر وجوب کے لئے ہوتا ہے۔

یہ بات حقیقی طور پر صحیح ہے اور باقی ان احادیث مبارکہ کے تتمات اور طرق ہیں جن کو میں نے اپنی کتاب الدر المنضود میں بیان کیا ہے۔

(الصواعق المحرقۃ عربی، مشروعیۃ الصلاۃ علیہم، ص234، کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

باب

اس مکرم نسل کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائے برکت

نسائی نے عمل الیوم واللیلۃ میں روایت کیا ہے کہ

انصار کے ایک گروہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا

کاش! آپ رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا ہوتیں۔ اس بات کو سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کے بارے میں پیغام دینے گئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے ابو طالب کے فرزند! آپ کو کیا ضرورت ہے؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا

میں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں ذکر کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرحبا واہلا کے علاوہ کچھ نہیں فرمایا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ انصار کے گروہ کے پاس تشریف لے گئے جو کہ آپ رضی اللہ عنہ کا انتظار کر رہے تھے۔

انہوں نے کہا

کیا بنا؟

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے مرحبا واہلا کے علاوہ کچھ نہیں فرمایا

انصار نے کہا کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے آپ رضی اللہ عنہ کے لئے بس یہی بات کافی ہے۔ ایک تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کو اہل عطا فرمایا اور دوسرا رحب اور شادی کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا

اے علی (رضی اللہ عنہ)! شادی کا ولیمہ بھی ضروری ہے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا

میرے پاس ایک مینڈھا تھا۔ انصار کے ایک گروہ نے آپ رضی اللہ عنہ کے لئے مکئی کے کئی صاع جمع کئے۔

جب شب زفاف کا وقت آیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مجھ سے ملے بغیر کوئی کام نہ کرنا۔ آپ ﷺ نے پانی منگوا کر وضو فرمایا پھر اس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پر ڈال دیا۔

اور ارشاد فرمایا:

اللّٰهم بارك فيهما و بارك عليهما و بارك لهما في نسلها

(سنن نسائی الکبریٰ، ما یقول اذا خطب امراۃ، ص72)

دوسرے لوگوں نے کچھ الفاظ کے حذف سے اس کو روایت کیا ہے۔

باب

اہل بیت کے لئے جنت کی بشارت

باب ثانی میں کئی احادیث مبارکہ اس کے متعلق بیان ہوگئی ہیں کہ نبی کریم ﷺ اہل بیت کے بارے میں خصوصی طور پر شفاعت فرمائیں گے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

فاطمہ رضی اللہ عنہا نے پاکدامنی کو لیا اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اس کی آل پر آگ کو حرام فرمادیا ہے۔

اس کو سب نے اپنے فوائد میں روایت کیا ہے

اور بزار اور طبرانی نے روایت کیا ہے کہ

اللہ تعالیٰ آپ رضی اللہ عنہا کو اور آپ رضی اللہ عنہا کی اولاد کو آگ پر حرام فرمادیا ہے۔

(معجم الکبیر: ذکر سنن فاطمہ رضی اللہ عنہا، ص 406)

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ضعیف سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ

میں نے نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں لوگوں کے حسد کا شکوہ کیا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ تم چار کے چوتھے آدمی ہو۔

تمام سے پہلے میں، تم اور حسن اور حسین (رضی اللہ عنہما) جنت میں داخل ہوں گے اور ہماری ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن ہمارے دائیں بائیں ہوں گی اور ہماری اولاد ہماری ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے پیچھے ہوگی۔

(احادیث تتح بها المقصد: اما ترضی ان تکون رابع، ص 51)

ایک روایت میں ہے جس کی سند ضعیف ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا

جنت میں سب سے پہلے چار داخل ہونے والوں میں، میں اور تم اور حضرت حسن اور حضرت حسین (رضی اللہ عنہما) ہیں اور ہماری

آل ہمارے پیچھے ہوگی اور ہماری ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن ہماری اولاد کے پیچھے ہوں گی اور ہمارے شیعہ ہمارے دائیں بائیں ہوں گے۔

(احادیث تتّج بھا الشیعۃ ان اول ارید یدخلون: ص97)

ابن السدی اور دیلمی نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے کہ

ہم بنوعبدالمطلب یعنی میں حضرت حمزہ، حضرت علی، حضرت حسن اور حضرت حسین اور حضرت مہدی (رضی اللہ عنہم) جنت کے سردار ہیں۔

(سنن ابن ماجہ: خروج المہدی: ص105)

صحیح روایت میں ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میرے رب عزوجل نے میرے گھرانے کے متعلق مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ جو ان میں سے توحید و رسالت کا اقرار کرے گا اس تک یہ خبر پہنچا دو کہ میں اس کو عذاب نہیں دوں گا۔

اور ایک سند کے ساتھ روایت ہے جس کے راوی ثقہ ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا

بے شک اللہ تعالیٰ آپ رضی اللہ عنہا کو اور آپ رضی اللہ عنہا کی ذریت کو عذاب نہیں دے گا۔

(المعجم الکبیر: احادیث عبداللہ بن، ص263)

ایک روایت میں ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا: اے عباس (رضی اللہ عنہ)! اللہ تعالیٰ تجھے اور تیری ذریت میں سے کسی کو عذاب نہیں دے گا۔

ایک روایت میں ہے کہ

اے چچا! اللہ تعالیٰ نے تجھے اور تیری ذریت کو آگ سے پناہ عطا فرمائی ہے۔

محب طبری، دیلمی اور اس کے بیٹے نے بغیر اسناد کے حدیث مبارکہ روایت کی ہے کہ

میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ

میرے اہل بیت میں سے کوئی آدمی آگ میں داخل نہ ہو تو اس نے میری اس دعا کو قبول فرما لیا۔

محب نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

انہوں نے کہا

میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

اے اللہ عزوجل! یہ تیرے رسول (ﷺ) کی آل ہیں ان کے خطاکار کو ان کے محسن کی وجہ سے معاف فرمادے اور ان کو میری وجہ سے بخش دے تو اللہ تعالیٰ نے اس طرح ہی کیا۔

میں نے عرض کیا

کیا کچھ کیا

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا

تیرے رب عزوجل نے! تیری وجہ سے ان کو معاف فرمادیا اور جو تیرے بعد ہوں گے ان کی وجہ سے معاف فرمائے گا۔

حدیث مبارکہ میں ہے کہ

سخاوی نے کہا ہے

یہ صحیح نہیں کہ اے علی (رضی اللہ عنہ) اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہ کو آپ رضی اللہ عنہ کی اولاد بیٹوں شیعوں اور شیعہ سے محبت کرنے والوں کو معاف فرمادیا ہے۔ خوشخبری ہو اس لئے کہ تم حوض کوثر سے سیراب ہونے والے ہو۔

احمد نے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا

اے گروہ بنی ہاشم! اس اللہ تعالیٰ کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ نبی بنا کر بھیجا ہے۔ اگر میں اس کی مخلوق میں سے جنتیوں کو چن لوں تو آپ سے ابتداء کروں۔

ایک سند ضعیف کی حدیث مبارکہ میں ہے کہ

سب سے پہلے حوض کوثر پر آنے والے میرے اہل بیت اور میری امت میں سے مجھ سے محبت کرنے والے ہوں گے۔

صحیح روایت میں ہے کہ

تمام لوگوں سے پہلے حوض کوثر پر آنے والے مہاجرین کے شعث فقراء ہوں گے۔

طبرانی اور دارقطنی وغیرہما نے روایت کیا ہے کہ

میں نے اپنی امت میں سے تمام سے اول اپنے قرب والے اہل بیت کی شفاعت فرماؤں گا۔ پھر انصار کی پھر میرے اوپر ایمان لانے والوں اور اتباع کرنے والوں کی پھر یمن والوں کی پھر دوسرے عرب والوں کی پھر عجمیوں کی شفاعت کروں گا۔

(المعجم الکبیر عبداللہ بن عمر ص 421)

بزار اور طبرانی اور ابن شاہین وغیرہما کی روایت میں ہے کہ

میں اپنی امت میں سے سب سے پہلے مدینہ والوں کی پھر مکہ مکرمہ والوں کی پھر طائف والوں کی شفاعت فرماؤں گا۔ (المعجم الاوسط جزء 2 ص 229)

باب

امت کے بقاء کی امان

ایک جماعت نے سند ضعیف کے ساتھ اس حدیث کو روایت کیا ہے کہ

ستارے آسمان والوں کے لئے امان ہیں۔

اور میرے اہل بیت میری امت کے لئے امان ہیں۔

احمد وغیرہ کی روایت میں ہے کہ

ستارے آسمان والوں کے لئے امان ہیں۔ جب ستارے ختم ہو جائیں گے۔ آسمان والے ہلاک ہو جائیں گے اور میرے اہل بیت اہل زمین کے لئے امان ہیں جب میرے اہل بیت ختم ہو جائیں گے۔ اہل زمین بھی ہلاک ہو جائیں گے۔

(احادیث یحتج بہا الشیعہ: النجوم امان واہل بیتی امان: ص 497)

اور صحیح روایت میں ہے کہ

ستارے اہل زمین کے لئے غرق ہونے سے امان کا موجب ہیں اور میرے اہل بیت میری امت کے اس اختلاف میں امان کا موجب ہیں یعنی امت کے استیصال کا موجب ہے۔ جب کوئی عرب قبیلہ اس کی مخالفت کرتا ہے تو وہ اختلاف کر کے ابلیس کا گروہ بن جاتے ہیں۔

اور بہت سے طرق سے جو ایک دوسرے کو قوی بناتے ہیں۔ یہ بھی روایت ہوئی ہے کہ میرے اہل بیت کی مثال

ایک روایت میں ہے کہ

صرف میرے اہل بیت کی مثال

اور دوسری روایت میں ہے کہ

میرے اہل بیت کی مثال

اور ایک روایت میں ہے کہ

آپ لوگوں میں میرے اہل بیت کی مثال اس طرح ہے جس طرح کشتی نوح (علیہ السلام) کی اس کی قوم میں ہے جو اس پر سوار ہوگا۔ نجات حاصل کر لے گا اور جو اس سے پیچھے رہے گا وہ ہلاک ہو جائے گا۔

(احادیث یحتج بہا الشیعہ: مثل اهل بیتی کمثل سفینة نوح: ص 453)

ایک روایت میں ہے کہ

جواس پر سوار ہوگا محفوظ ہو جائے گا اور جو اس کو چھوڑ دے گا غرق ہو جائے گا۔ میرے اہل بیت کی مثال تم میں بنی اسرائیل کے باب حطہ کی طرح ہے جو اس میں داخل ہوگا معاف کیا جائے گا۔

(احادیث یحتج بہا الشیعۃ: مثل اہل بیتی فیکم مثل باب حطۃ' ص452)

حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جس نے میری ذریت کی بناء پر اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی اور اللہ تعالیٰ کے فرامین کی پیروی کی اس کی فرمانبرداری واجب ہے اور آپ رضی اللہ عنہ کے بیٹے زین العابدین سے روایت ہے کہ

ہمارے شیعہ صرف وہ اشخاص ہیں جو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرتے ہیں اور ہماری طرح عمل کرتے ہیں۔

محب طبری نے شرف النبوۃ میں ابو سعید سے بغیر اسناد کے

حدیث مبارکہ روایت کی ہے کہ

میں اور اہل بیت جنت کا درخت ہیں اور اس کی شاخیں دنیا میں ہیں جو ان کو لے گا وہ اپنے رب عزوجل کی طرف راستہ کو حاصل کر لے گا۔

اسی طرح اس نے بغیر اسناد حدیث مبارکہ روایت کی ہے کہ

میرے امت کے ہر خلف کے لئے میرے اہل بیت میں سے عادل شخص جو اس دین سے غالی کی تحریف اور باطل پرستوں کی نسب کردہ باتوں اور جہلاء کی تاویل کو دور کرتے رہیں گے۔

اس سے زیادہ مشہور یہ حدیث مبارکہ ہے کہ

ہر خلف میں سے یہ علم اس کے عادل شخص اٹھائیں گے جو اس دین سے غلط باتوں کو دور کرتے رہیں گے۔

اور ابن عبدالبر کا مستند قول یہ ہے کہ

ہر وہ شخص جو علم کا وزن اٹھاتا ہے اور اس کی جرح میں کوئی ایسی بات نہیں کی گئی وہ شخص عادل ہے۔

(الصواعق المحرقۃ عربی: الامان ببقائہم: ص236' کتب خانہ مجیدیہ' ملتان)

باب

اہل بیت کی عظیم کرامات پر دلالت کرنے والی خصوصیات

بعض طرق سے یہ روایت آئی ہے کہ جن میں سے بعض کے رجال موثق ہیں کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا

سب نسب اور سبب منقطع ہو جائیں گے۔

(الشریعۃ للآجری: باب ذکر قول اللہ تعالیٰ عزوجل: وتقطعت بہم ص 397)

اور ایک روایت میں "ینقطع یوم القیامة الا" کے الفاظ ہیں۔

اور ایک روایت میں و کل ولد آدم کے الفاظ ہیں۔

اور ایک روایت میں و کل ولد اب کے الفاظ وارد ہوئے ہیں۔

کیونکہ ان کا عصبہ ان کے باپ کی طرف سے ہے۔ علاوہ ازیں حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے اولاد کے کہ ان کا والد اور عصبہ میں خود ہوں۔

اس حدیث مبارکہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے بیان کیا ہے۔

جب آپ رضی اللہ عنہ نے ان کی بیٹی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے نکاح کا پیغام دیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کی کم عمری کا عذر فرمایا۔

تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا

میں نے شہوت کی وجہ سے اس طرح نہیں کیا

میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے

پھر آپ نے ذکر کردہ حدیث مبارکہ کو بیان فرمایا

اور ارشاد فرمایا:

میں ارادہ کرتا ہوں کہ میرا بھی نبی کریم ﷺ سے کوئی نسبی یا سببی واسطہ ہو۔ جب آپ رضی اللہ عنہ نے شادی فرمائی

تو لوگوں سے ارشاد فرمایا

آپ مجھے مبارکباد کیوں نہیں دیتے؟

میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے پھر پچھلی بیان کردہ حدیث مبارکہ کا ذکر فرمایا۔

ایک روایت میں ہے کہ

ہر سبب اور دامادی میرے اور دامادی سبب کے علاوہ منقطع ہو جائیں گے۔

ایک روایت میں جس کی سند ضعیف ہے روایت ہوا ہی کہ

سب ماؤں کے بیٹوں کا عصبہ ہوتا ہے جس کی جانب وہ منسوب ہوتے ہیں۔ سوائے اولاد فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لہٰذا میں ان کا ولی اور عصبہ ہوں۔

(احادیث یحتج بھا الشیعۃ: کل نبی ام ینتمون الی عصبۃ، ص366)

ایک روایت میں ہے کہ

میں ہی ان کا باپ اور میں ہی ان کا عصبہ ہوں۔

اور ابن جوزی کے گمان کے مخالف کئی طرق سے یہ حدیث مبارکہ روایت ہوئی ہے جو ایک دوسرے کو تقویت دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کی اولاد کو اس کے صلب میں رکھا ہے اور میری اولاد کو اللہ تعالیٰ نے علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی صلب میں رکھا ہے۔

اور ان احادیث مبارکہ میں یہ ظاہر دلیل موجود ہے جس کو ہمارے محقق ائمہ نے روایت کیا ہے کہ یہ نبی کریم ﷺ کے خصائص میں سے ہے کہ آپ کی اولاد کفو میں آپ کی طرف منسوب ہے۔

حتیٰ کہ کسی شریف ہاشمی کی صاحبزادی غیر شریف سے کفو نہیں رکھتی اور اس کے غیر کی بیٹیوں کی اولاد صرف اپنے والد محترموں کی طرف منسوب ہوتی ہے نہ کہ ماؤں کے باپوں کی طرف منسوب ہوتی ہے۔

بخاری کی روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے منبر پر ایک بار لوگوں کی طرف ملاحظہ کرتے ہوئے اور ایک بار حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو تکتے ہوئے ارشاد فرمایا

میرا یہ بیٹا سردار ہے اور جلد ہی اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے دو مسلمان گروہ میں صلح کرائے گا۔

(صحیح البخاری، باب مناقب الحسن والحسین رضی اللہ عنہما، ص1369)

بیہقی نے کہا ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ان کی پیدائش کے دوران ان کو اپنا بیٹا فرمایا تھا اور ایسے ہی ان کے بھائیوں کو بھی بیٹا فرمایا۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے حسن سند کے ساتھ روایت ہے کہ

میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھا۔ آپ ﷺ صدقہ کی کھجوروں کے ٹوکرے قریب سے گزرے تو میں نے اس سے ایک کھجور لے کر منہ میں ڈال دی۔

آپ ﷺ نے اس کو میرے منہ سے نکال کر ارشاد فرمایا ہم آل محمد مصطفیٰ (ﷺ) کے لئے صدقہ حلال نہیں ہے۔

ابوداؤد' نسائی' ابن ماجہ اور دیگر نے اس حدیث مبارکہ کو بیان فرمایا ہے کہ

مہدی (رضی اللہ عنہ) ہم اہل بیت میں سے ہوگا۔ ایک رات میں اللہ تعالیٰ اس کی اصلاح فرما دے گا۔

(سنن ابن ماجہ' خروج المہدی' ص103)

طبرانی نے ایک روایت میں بیان فرمایا ہے کہ

مہدی ہم میں سے ہوگا جس طرح دین کی ابتداء ہم سے ہوئی اس طرح ہم پر ہی اختتام فرمائے گا۔

ابوداؤد نے اپنی سنن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

آپ نے اپنے بیٹے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھ کر ارشاد فرمایا:

یہ میرا بیٹا سردار ہے جس طرح کہ نبی کریم ﷺ نے اس کا نام رکھا ہے جلد ہی اس کی پشت سے ایک شخص ظاہر ہوگا جس کا نام آپ کے نبی کے نام کی طرح ہوگا' وہ اخلاق میں آپ ﷺ سے مشابہ ہوگا' مگر ظاہری بناوٹ میں آپ ﷺ سے مشابہ نہیں ہوگا۔ وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔ (سنن ابی داؤد' باب 1' ص177)

اور ایک روایت میں ہے کہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کے پیچھے نماز ادا فرمائیں گے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے صحیح روایت میں بیان ہوا ہے کہ

آپ نے فرمایا

ہم اہل بیت میں چار اشخاص ہوں گے۔

(1) سفاح

(2) منذر

(3) منصور

(4) مہدی

پھر آپ نے پہلے تین کے کچھ اوصاف بیان فرمائے۔

پھر ارشاد فرمایا

مہدی (رضی اللہ عنہ) زمین کو عدل و انصاف سے اس طرح بھر دے گا جس طرح وہ ظلم و جور سے بھری ہوئی ہے۔ جانور اور

درندے امن میں ہوں گے اور زمین اپنے جواہرات سونے اور چاندی کے ستونوں کی طرح اگل دے گی۔

(مستدرک کتاب الفتن والملاحم ص559)

اور یہ اس حدیث مبارکہ کی مانند ہے کہ مہدی (رضی اللہ عنہ) میرے چچا عباس رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہوں گے۔

یا اس حدیث مبارکہ کی مانند ہے کہ

میرا چچا عباس ابوالخلفاء ہے اور اس کے بیٹوں میں سفاح، منصور، مہدی ہوں گے۔

اے چچا! اس معاملہ کو اللہ تعالیٰ نے مجھ سے شروع فرمایا ہے اور آپ رضی اللہ عنہ اولاد میں سے ایک شخص پر اس کو ختم فرما دے گا۔

دونوں احادیث مبارکہ کی سند ضعیف ہے اگر دونوں کو صحیح بھی فرض کر لیا جائے تو یہ مہدی رضی اللہ عنہ کے فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد میں سے ہونے کے منافی نہیں۔

جو صحیح اور اکثر احادیث مبارکہ میں بیان ہو گیا ہے اس لئے کہ اس میں بھی بنی عباس کا ایک حصہ ہے جس طرح کہ اس میں بنی الحسین کا حصہ ہے اور یہ ایک حقیقت ہے کہ مہدی حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہوں گے جس طرح کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیان ہو گیا ہے۔

ابن المبارک نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ

انہوں نے فرمایا

مہدی کا نام محمد بن عبداللہ جو درمیانے قد اور سرخ رنگ کا ہو گا اس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ اس امت کی ہر مصیبت کو دور فرما دے گا اور اس کے عدل سے ہر ظلم کو ختم کر دے گا۔ پھر اس کے بعد بارہ اشخاص ولی الامر بنیں گے جن میں سے چھ اولاد حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے اور پانچ اولاد حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے ہوں گے اور آخری ان کی علاوہ میں سے ہو گا پھر وہ فوت ہو جائے گا تو زمانہ گندہ ہو جائے گا۔

(الفتن للمروزی نسبۃ المہدی: ص368)

اور حدیث مبارکہ لا مھدی الا عیسٰی معلول ہے

یا اس سے مراد یہ ہے کہ

علی الاطلاق کامل مہدی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔

اور ایک روایت میں ہے کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت میں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے زیادہ مشابہت رکھنے والے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ تھے۔

اور ایک حدیث مبارکہ میں ہے کہ

حضرت حسن رضی اللہ عنہ چہرے اور اوپر کے نصف حصے میں اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ باقی جسم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھے۔

مہدی کو بھی ان لوگوں میں شمار فرمایا گیا ہے جن کو نبی کریم ﷺ سے مشابہ کیا گیا ہے اور یہ کثیر لوگ ہیں۔ان میں اہل بیت مطہر کی ایک توی جماعت ہے۔پچھلی روایت میں کسی نے غلط کہا ہے کہ وہ خلق میں مشابہ ہوگا خلق میں مشابہت نہیں رکھے گا۔

طبرانی اور خطیب نے حدیث مبارکہ روایت کی ہے کہ

بنی ہاشم کے علاوہ ہر شخص اپنی نشست سے اپنے بھائی کے اعزاز کے لئے قائم ہوتا ہے مگر وہ کسی کے لئے کھڑے نہیں ہوتے۔

(المعجم الکبیر،صدی بن العجلان ابوامامۃ الباھلی نزل،ص242)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ضعیف سند سے روایت ہے کہ

اہل بیت شجرۃ النبوۃ ہیں جن کے پاس فرشتے اور اہل بیت رسالت آتے جاتے ہیں۔اہل بیت رحمت اور علم کی کان ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ضعیف سند سے روایت کیا ہے کہ

ہم نجیب ہیں۔ہمارے افراط انبیاء کرام علیہم السلام کے افراط ہیں اور ہمارا گروہ حزب اللہ ہے اور باغی گروہ حزب الشیطان ہے اور جو ہمیں اور ہمارے دشمن کو برابر ٹھہرائے وہ ہم میں سے نہیں۔

باب

اہل بیت کی صحابہ کرام علیہم الرضوان اور ان کے بعد والوں کا عزت کرنا

حضرت ابی بکر رضی اللہ عنہ سے صحیح روایت میں ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا

اس ذات مقدسہ کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے مجھے اپنے رشتہ داروں سے صلہ رحمی سے زیادہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رشتہ داری سب سے زیادہ محبوب ہے۔

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے قسم کہہ کر فرمایا کہ

اگر میرا والد اسلام لاتا پھر بھی مجھے آپ کا اسلام لانا اس کے اسلام لانے سے زیادہ محبوب ہوتا اس لئے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا اسلام قبول کرنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ محبوب ہے۔

حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آئے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے کہا

مرحبا بالحبیب ابن الحبیب

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے ایک جنازہ پڑھایا تو آپ رضی اللہ عنہ کی سواری کے لئے ایک خچر لایا گیا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کی رکاب کو پکڑ لیا۔

تو آپ رضی اللہ عنہ نے کہا

اے ابن عم رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس کو ترک کر دیں۔

تو آپ نے ان کو فرمایا:

ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم علماء اور بڑے لوگوں کے ساتھ اس طرح سلوک کریں۔

تو آپ رضی اللہ عنہ نے کہا

ہمیں بھی اہل بیت کے ساتھ اس طرح سلوک کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

(الصواعق المحرقہ عربی: اکرام الصحابۃ ومن بعدھم لاہل البیت، ص 238، کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

عبد اللہ بن حسن بن حسین رضی اللہ عنہم حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کے پاس کسی حاجت کی وجہ سے آئے

تو آپ رضی اللہ عنہ نے ان کو کہا

آپ رضی اللہ عنہ کو جب بھی کوئی حاجت ہو تو مجھے پیغام کسی کے ذریعے بھجوا دیا کریں یا تحریر کر کے بھجوا دیا کریں اس لئے کہ مجھے اللہ تعالیٰ سے شرمندگی ہوتی ہے کہ وہ آپ رضی اللہ عنہ کو میرے دروازے پر ملاحظہ فرمائے۔

حضرت ابوبکر بن عیاش نے کہا کہ

اگر میرے پاس حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کسی کام کے لئے تشریف لائیں تو میں نبی کریم ﷺ سے رشتہ داری کی بناء پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا کام پہلے کر دوں گا اور اگر میں آسمان سے زمین پر گروں تو بھی مجھے ان دونوں کا مقدم کرنا زیادہ محبوب ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جب کسی صحابی کی طرف سے کوئی حدیث مبارکہ پہنچتی تو آپ رضی اللہ عنہ اس صحابی کے پاس جاتے جب آپ رضی اللہ عنہ قیلولہ کرتے ملاحظہ فرماتے تو اپنی چادر کی ٹیک لگا کر اس کے دروازے پر بیٹھ جاتے اور ہوا آپ رضی اللہ عنہ کے چہرے پر دھول ڈالتی حتیٰ کہ وہ باہر نکل کر آپ رضی اللہ عنہ سے کہتے کہ

آپ رضی اللہ عنہ نے مجھے پیغام کیوں نہ بھیجا میں ہی آپ رضی اللہ عنہ کے پاس آ جاتا۔

تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ان کو فرماتے

میں آپ رضی اللہ عنہ کے پاس آنے کا زیادہ مستحق ہوں

حضرت فاطمہ بنت علی رضی اللہ عنہما حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے پاس آئیں۔ آپ رضی اللہ عنہ اس وقت مدینہ منورہ کے امیر تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ان کی بہت زیادہ عزت کی

اور کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم! اے اہل بیت زمین پر آپ سے زیادہ مجھے کوئی پیارا نہیں اور آپ مجھے اپنے اہل سے بھی زیادہ پیارے ہو۔

احمد کو ایک شیعہ کی مجلس میں عتاب کا نشانہ بنایا گیا

اس نے کہا: سبحان اللہ یہ ثقہ ہو کر اہل بیت سے محبت کرتا ہے۔ آپ کے پاس جب کوئی شریف بلکہ قریشی آتا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ اس کو مقدم فرماتے اور خود اس کے پیچھے باہر تشریف لاتے۔

جعفر بن سلیمان مدینہ کے والی نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو مارا حتیٰ کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ بے ہوش ہو گئے۔ جب وہ آیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کو ہوش آ گیا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

میں تمہیں گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے اپنے مارنے والے کو جائز کام کرنے والا جانا ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ سے بعد میں پوچھا گیا

تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

مجھے ڈر لگا کہ اگر میں مر گیا تو نبی کریم ﷺ سے میری ملاقات ہوئی تو مجھے آپ ﷺ سے شرمندگی ہوگی کہ آپ کی اولاد کا ایک شخص میری وجہ سے آگ میں داخل ہوا۔

جب منصور مدینہ منورہ آیا تو اس نے حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو مارنے والے سے قصاص لینے کو فرمایا

تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

میں اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی قسم جب بھی اس نے مجھے کوڑا مار کر کھڑا کیا ہے۔ میں نے اس کو نبی کریم ﷺ کی رشتہ داری کی بنا پر جائز سمجھا۔

حضرت باقر رحمۃ اللہ علیہ سے کعبہ معظمہ کے صحن میں ایک آدمی نے کہا جس مقام پر آپ رحمۃ اللہ علیہ عبادت کرتے ہیں اس مقام پر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

میں تو بغیر دیکھی چیزوں کی عبادت ہی نہیں کرتا

اس نے پوچھا

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو کس طرح دیکھا ہے؟

ارشاد فرمایا: آنکھیں اس ذات کو ظاہراً نہیں ملاحظہ کر سکتیں بلکہ دل اس کو ایمان کے حقائق سے ملاحظہ کرتا ہے۔ اس سے زیادہ بھی حیران کرنے والی باتیں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے سامعین کو فرمائیں۔

اس شخص نے کہا: "اللہ اعلم حیث یجعل رسالته"

زہری نے ایک گناہ کیا پھر بغیر کسی مقصد کے روانہ ہو گیا

تو حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ نے اس کو فرمایا

تمہارا اللہ تعالیٰ کی بہت زیادہ رحمت سے مایوس ہو جانا تمہارے اس گناہ سے بھی بڑا گناہ ہے۔

تو زہری نے کہا: اللہ اعلم حیث یجعل رسالته

پھر وہ اپنے بچوں کی طرف واپس چلا گیا

ہشام بن اسماعیل، امام زین العابدین اور اہل بیت کو تکلیف دیا کرتا تھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے تکلیف محسوس کیا کرتا تھا۔ ولید نے اس کو معزول کر دیا اور اس کو لوگوں کے سامنے کھڑا کر دیا وہ اہل بیت کے بارے میں اپنی ذمہ داری سے بہت خوف رکھتا تھا وہ ان کے پاس سے گزرا تو کوئی اس کو اعتراض کرنے والا نہیں ہوا۔

تو اس نے کہا: اللہ اعلم حیث یجعل رسالته

(الصواعق المحرقۃ عربی: اکرام الصحابۃ ومن بعدھم لاہل البیت، ص 238، کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

باب

نبی کریم ﷺ اہل بیت سے حسن سلوک کرنے والے کو بدلہ عطا فرمائیں گے

طبرانی نے روایت کیا ہے کہ

جس آدمی نے عبدالمطلب کے کسی بیٹے سے احسان کیا اور اس نے اس دنیا میں اس آدمی کو احسان کا بدلہ عطا نہیں فرمایا تو کل وہ جب مجھ سے ملاقات کرے گا تو میں اس کو اس احسان کا بدلہ عطا فرمانے کا ذمہ دار ہوں۔ (المعجم الاوسط' ج2' ص120)

ایک ضعیف سند سے حدیث روایت ہوئی ہے کہ

قیامت کے دن چار اشخاص کی سفارش فرماؤں گا جو میری ذریت کا اکرام کرنے والا ہوگا اور ان کی ضروریات کو پوری کرنے والا ہوگا اور جب وہ مجبور ہوکر اس کے پاس آئیں تو وہ ان کے معاملات کو حل کرنے میں کوشش کرے گا اور دل اور زبان سے ان سے محبت کرنے والا ہوگا۔

ایک روایت میں ہے جس کی سند میں ایک کذاب بھی ہے کہ

جس آدمی نے عبدالمطلب کے کسی بیٹے سے احسان کیا اور اس نے اس کا بدلہ نہیں دیا تو بروز حشر جب وہ مجھ سے ملاقات کرے گا میں اس کو اس احسان کا بدلہ عطا فرماؤں گا اور جس نے میرے اہل بیت یا میری ذریت پر ظلم کیا اس پر جنت حرام فرما دی گئی ہے۔

(الصواعق المحرقہ عربی: مکافاتہ ﷺ لمن احسن الیھم: ص239' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

باب

نبی کریم ﷺ کا اہل بیت کو تکالیف پہنچنے پر اشارہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا

میری امت کی جانب سے میرے اہل بیت کو قتل یا جلا وطنی کی تکالیف پہنچیں گی اور ہماری ذریت سے زیادہ بغض رکھنے والے بنوامیہ' بنومغیرہ اور بنومخزوم ہیں۔

(مستدرک' کتاب الفتن والملاحم: ص534)

اس کو حاکم نے درست قرار دیا ہے۔

اور یہ اعتراض کیا ہے کہ

اس روایت میں چند لوگ اس طرح بھی ہیں جن کو جمہور نے ضعیف قرار دیا ہے۔

ابن ماجہ نے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے بنی ہاشم کے چند نوجوانوں کو ملاحظہ فرمایا تو آپ ﷺ کی مقدس آنکھوں میں پانی آ گیا۔

آپ ﷺ سے پوچھا گیا

تو ارشاد فرمایا

اللہ تعالیٰ نے دنیا کے بدلے میں ہمارے لیے آخرت کو پسند فرمایا ہے اور میرے بعد میرے اہل بیت مصیبتوں اور جلا وطنی کا نشانہ بنیں گے۔

(سنن ابن ماجہ' باب الامر بالمعروف والنہی عن المنکر' ص164)

ابن عساکر نے روایت کیا ہے کہ

لوگوں میں سب سے پہلے قریش ہلاک ہوں گے اور قریش کی آل کی اولاد میں سے میرے اہل بیت ہلاک ہوں گے۔

(اتحاف الجماعۃ بما جاء فی الفتن' باب ما جاء فی اول العرب ہلاکا: ص234)

ایک روایت میں ہے کہ

ان کے بعد باقی رہنے والوں کی کیا حالت ہو گی۔

فرمایا: گدھے کی ریڑھ کی ہڈی ٹوٹ جائے تو اس کی حیات کیا ہوتی ہے۔

باب

اہل بیت سے بغض اور سب وشتم کرنے پر تحذیر

حدیث بیان ہو چکی ہے کہ
جس نے میرے اہل بیت کے کسی شخص سے بغض رکھا وہ میری شفاعت سے محروم رہے گا۔
ایک حدیث مبارکہ میں ہے کہ
ہم سے بدبخت منافق کے علاوہ کوئی دوسرا آدمی بغض نہیں رکھتا۔
(الشریعۃ للآجری: باب ذکر احتجاج علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ ص264)
ایک حدیث مبارکہ میں ہے کہ
جس کی موت نبی کریم ﷺ کی اولاد سے بغض کی حالت میں ہوئی تو قیامت کے دن وہ اس طرح آئے گا کہ اس کی دونوں آنکھوں کے مابین "رحمت الٰہی عزوجل سے ناامید" کے الفاظ تحریر ہوں گے۔
اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا
جس نے ہم سے دشمنی کی اس نے رسول اللہ ﷺ سے دشمنی کی۔
اور صحیح روایت میں ہے کہ
نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا
اس ذات باری تعالیٰ کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! ہم اہل بیت سے بغض رکھنے والے شخص کو اللہ تعالیٰ آگ میں داخل فرمائے گا۔
(احادیث صحیح بہا الشیخ: من مات علی حب آل محمد مات شہیدا ص 492)
احمد وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ
اہل بیت سے بغض رکھنے والا منافق ہے۔
اور ایک روایت میں ہے کہ
بنی ہاشم سے بغض رکھنا منافقت ہے۔
(اللہ اکبر فی الذب عن الصدیق الاکبر ص 7)۔

اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے ضعیف روایت کے ساتھ بیان ہوا ہے کہ

ہمارے ساتھ بغض رکھنے سے بچو

اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

ہم سے حسد و بغض رکھنے والے کو حوض کوثر سے آگ کے کوڑوں سے ہٹا دیا جائے گا۔

ایک روایت میں ہے کہ

اللہ تعالیٰ ہم اہل بیت سے بغض رکھنے والے کا حشر یہودی کی صورت میں کرے گا۔ اگر چہ وہ کلمہ بھی پڑھتا ہو مگر اس روایت کی سند تاریک ہے اور ابن جوزی نے عقیلی کی مانند اس پر موضوع ہونے کا حکم لگایا ہے۔

اور صحیح روایت میں ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے بنو عبد المطلب! میں نے تمہارے لیے اللہ تعالیٰ سے تین دعائیں فرمائی ہیں کہ وہ تمہارے کھڑے ہونے والے کو ثابت قدم رکھے اور گمراہ کو ہدایت دے اور جاہل کو علم دے اور میں نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا بھی کی ہے کہ وہ تم کو کریم نجیب اور رحیم بنا دے اور اگر کوئی رکن اور مقام ابراہیم کے مابین کھڑا ہو کر نماز ادا کرے اور روزے رکھے پھر وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد سے بغض کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے تو وہ آگ میں داخل ہوگا۔

ایک حدیث مبارکہ میں ہے

جس نے میرے اہل بیت کو برا بھلا کہا تو وہ اللہ تعالیٰ اور اسلام سے مرتد ہو جانے والا ہے اور جس نے میری اولاد کے متعلق مجھے تکلیف پہنچائی اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوگی اور جس نے میری ذریت کے متعلق ایذا دی اس نے اللہ تعالیٰ کو تکلیف دی۔ اللہ تعالیٰ نے میرے اہل بیت پر ظلم کرنے والے ان سے جنگ کرنے والے اور ان کو گالی دینے والے پر جنت کو حرام فرما دیا ہے۔

اے لوگو!

قریش اہل جنگ ہیں جس نے ان کو مصیبت میں ڈالنے کا سوچا۔ اللہ تعالیٰ اس کو دوبارہ نتھنوں کے بل گرائے گا جو قریش کی ذلت کا خواہش مند ہوگا اللہ تعالیٰ اس کو ذلیل کرے گا میں نے اور ہر مقبول نبی نے پانچ یا چھ مرتبہ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں زیادتی کرنے والے اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے انکاری حرمت الٰہی عزوجل کو حلال کرنے والے میری اولاد کی بے حرمتی کرنے والے اور سنت کو ترک کرنے والے پر لعنت فرمائی ہے۔

(الصواعق المحرقہ عربی: التحذیر من بغضھم و سبھم ص 239 کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

اہم امور کے بارے میں خاتمہ

پہلا

یہ متعین ہے کہ کوئی آدمی صحیح صورت کے علاوہ نبی کریم ﷺ کی طرف خود کو منسوب نہیں کر سکتا۔

بخاری کی روایت ہے کہ

بڑے کذاب میں سے ایک یہ بھی ہے کہ

انسان باپ کے علاوہ منسوب ہونے کا دعویٰ کرے یا اپنی آنکھوں کو دھوکہ دینے کی سعی کرے۔

(صحیح البخاری: نسبۃ الیمن الی اسماعیل منہم ..... ص 330)

اسی طرح یہ بھی روایت ہے کہ

جو جان بوجھ کر باپ کے علاوہ کی طرف منسوب ہونے کا دعویٰ کرے وہ کفر کا مرتکب ہے۔

اور یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ

جو باپ کے علاوہ اپنے آپ کو منسوب کرے اس پر جنت حرام ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ

اس پر فرشتوں، اللہ تعالیٰ اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔

اور ایک جماعت نے اور بھی احادیث مبارکہ روایت کی ہیں کہ

نسب کا جھوٹا دعویٰ دار یا اس سے بیزاری کا اظہار کرنا کفر ہے۔ یعنی کفران نعمت ہے یعنی باپ کے علاوہ کی طرف منسوب کو حلال سمجھنا یا قریب ہونا کفران نعمت ہے۔

اس مقام پر کئی لوگوں نے نسبوں کے ثبوت یا منفی خاص طور پر اہل بیت کے طاہر و مطہر نسب میں دخل اندازی کے متعلق عادلانہ فیصلے سے توقف اختیار فرمایا ہے۔

ان لوگوں پر بہت تعجب ہے جو ایک ادنیٰ مرجحہ اور جھوٹے قرینہ سے اس کو ثابت کرنے میں جلد بازی کی ہے۔ اس کے متعلق اس دن ان سے ضرور پوچھا جائے گا جب مال اور اولاد کوئی نفع نہیں دے گی۔ علاوہ ازیں کہ انسان قلب سلیم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے پاس حاضر ہو۔

(الصواعق المحرقۃ عربی: خاتمہ من امور مہمۃ، ص 240، کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

دوسرا

اہل بیت کی عظمت کے زیادہ اچھی بات یہ ہے کہ وہ اعتقاد عمل عبادت زہد اور تقویٰ کے اعتبار سے نبی کریم ﷺ کے طریقہ وسنت کے مطابق زندگی گزاریں اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو سامنے رکھیں۔

ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم (الحجرات:۱۳)

اور نبی کریم ﷺ کے اس فرمان کو سامنے رکھیں کہ

آپ ﷺ سے دریافت کیا گیا

لوگوں میں سے سب سے زیادہ کون شخص عزت کے قابل ہے۔

ارشاد فرمایا

ان میں سے زیادہ عزت کے قابل وہ ہے جو اللہ تعالیٰ سے زیادہ ڈرتا ہے۔

پھر ارشاد فرمایا

ان کے جاہلیت کے دور کے اچھے لوگ جب دین کو سمجھ جائیں تو اسلام میں بھی اچھے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا

کوئی شخص کسی شخص سے تقویٰ کے علاوہ عزت دار نہیں ہو سکتا۔

احمد نے فرمایا کہ

رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے فرمایا

کوئی کالا سفید سے بہتر نہیں۔ علاوہ ازیں اس کے کہ تم اس سے متقی ہو۔

انہوں نے دیگر نے بھی روایت کیا ہے کہ

اے لوگو! تمہارا رب عزوجل ایک ہے اور تمہارا والد محترم بھی ایک ہے۔ کسی عربی کو عجمی پر اور کسی کالے کو سفید پر تقویٰ کے علاوہ کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے۔ تم میں سے اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ آدمی بہتر ہے جو اللہ تعالیٰ سے زیادہ خوف رکھتا ہے۔

اور طبرانی میں ہے کہ

مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں کسی دوسرے کو تقویٰ کے علاوہ کوئی فضیلت حاصل نہیں۔

(المعجم الکبیر، حبیب بن الخراش العصری، ص 25)

صحیح حدیث مبارکہ میں ہے اگرچہ اس میں اختلاف ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے لوگوں کے سامنے مسجد میں خطبہ دیا

آپ ﷺ کے خطبہ میں ایک بات یہ بھی تھی کہ

اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تم سے جاہلیت کے اس عیب یعنی آباؤ اجداد پر فخر کرنے کے عیب کو دور فرمادیا ہے۔
لوگ دو قسم کے ہیں
ایک نیک متقی اور اللہ تعالیٰ کو پیارے
دوسرے شقی جن کی اللہ تعالیٰ کی نظر میں کوئی اوقات نہیں۔
اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا
''اے لوگو! ہم نے تمہیں مرد اور عورت سے پیدا فرمایا ہے اور تمہیں پہچاننے کی وجہ سے شعوب اور قبائل میں منقسم فرمادیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سے وہی زیادہ عزت کے قابل ہے جو زیادہ متقی ہے اور اللہ علیم وخبیر ہے''۔ (الحجرات:۱۳)
پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا
میں اپنے بارے میں یہ کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سے اپنی اور تمہارے لئے بخشش مانگتا ہوں۔
اور ایک روایت میں ہے کہ جس کی سند حسن ہے کہ لازمی ایسی قوم بھی ہوگی جو اپنے فوت شدہ آباؤ اجداد پر فخر کرے گی وہ تو صرف جہنم کے کوئلے ہیں یا وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس گوریلے سے بھی زیادہ حقیر ہیں جس کو وہ اپنے ناک سے اوندھا گراتا لڑھکاتا پھرتا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے تم سے جاہلیت کے عیب کو دور فرمادیا ہے۔ انسان تو مومن متقی ہوتا ہے یا بد بخت فاجر تمام لوگ اولاد آدم علیہ السلام ہیں اور حضرت آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا ہوئے تھے۔
اور مسلم کی روایت میں ہے کہ
اللہ تعالیٰ تمہارے اموال اور شکلوں کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہارے دلوں اور اعمال کو ملاحظہ فرماتا ہے۔
(صحیح مسلم، تحریم ظلم المسلم وخذلہ واحتقارہ ودمہ، ص 427)
اور احمد کی روایت ہے کہ
تمہارے یہ نسبوں کے لئے عار کی وجہ نہیں۔ تم تمام اولاد آدم علیہ السلام ہو کسی کو دوسرے پر تقویٰ اور دین کے علاوہ کوئی فضیلت حاصل نہیں۔
(مسند احمد: حدیث عقبۃ بن عامر الجہنی عن النبی ﷺ، ص 314)
ابن جریر اور عسکری کی روایت میں ہے کہ
لوگ حضرت آدم وحوا علیہما السلام کی اولاد ہیں۔ اللہ تعالیٰ بروز محشر تم سے تمہارے حسب نسب کے بارے میں نہیں پوچھے گا۔ ہاں اعمال کے متعلق پوچھے گا۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ عزت کے قابل وہ ہے جو زیادہ تقویٰ گزار ہے۔
ابن آلال اور عسکری کی روایت میں ہے کہ
تمام لوگ کنگھی کے دانوں کی مانند ہیں۔ وہ صرف صورت میں مساوی اور اعمال میں الگ ہیں۔ اس شخص سے صحبت نہ رکھ

جس میں تم تو خوبی دیکھتے ہو مگر وہ تم میں کوئی خوبی نہ پائے۔
ابو یعلیٰ وغیرہ سے روایت ہے کہ
مومن کا دین اس کی عزت اس کی عقل اس کی مردانگی اور اس کا پیدا ہونا اس کا حسب ہے۔
حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس آدمی کو جو اپنے آباء پر فخر کرتے ہوئے خود آپ کو فلاں بن فلاں کہتا ہے
ارشاد فرمایا:
اگر تمہارا دین ہے تو تم عزت والے ہو۔ اگر تمہارے پاس عقل ہے تو تم جوان مرد ہو۔ اگر تمہارے پاس مال ہے تو تم کو شرف حاصل ہے ورنہ تم اور گدھا برابر ہیں۔
اور حدیث صحیح میں ہے کہ
جس کے عمل نے اس کو پیچھے رکھا ہے اس کا نسب اس کو تیز نہیں کر سکتا۔
اور طبرانی نے روایت کیا ہے کہ
میرے اہل بیت کا گمان ہے کہ وہ تمام لوگوں کی نسبت میرے زیادہ قریب ہیں حالانکہ اس طرح نہیں تم میں سے میرے سب سے زیادہ قریب تقویٰ گزار ہیں اگرچہ وہ کوئی بھی ہوں اور جہاں بھی ہیں۔
(المعجم الکبیر' معاذ بن جبل الانصاری عقبی بدری یکنی: ص120)
شیخین نے روایت کیا ہے کہ
فلاں آدمی کی اولاد میرے دوست نہیں۔ میرا دوست تو اللہ تعالیٰ اور نیک مومن ہیں۔
بخاری نے اس پر حاشیہ کا اضافہ کیا ہے۔
اور کہا ہے کہ
مگر ان کی قرابت داری مجھ سے ہے اس کی میں صلہ رحمی کروں گا۔
اور طبرانی نے معجم الکبیر میں یوں کہا ہے
بنو طالب کی مجھ سے قرابت داری ہے اس کی میں صلہ رحمی کروں گا۔
(صحیح مسلم' موالاۃ المومنین ومقاطعۃ غیرہم والبراءۃ' ص486)
اور اسی طرح مسلم میں بھی روایت ہے مگر اس کو ان لوگوں پر محمول کیا گیا ہے جو ان میں سے غیر مسلم ہیں ورنہ ان میں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں جو اسلام میں متقدم ہیں اور اسلام کے ناصر ہونے میں خاص لوگوں میں شامل ہیں بلکہ حدیث میں موقوف و مرفوع طریقے سے آیا ہے کہ
حضرت علی رضی اللہ عنہ صالح مومنین میں سے ہیں۔

نووی نے کہا ہے کہ

اس حدیث مبارکہ کے معنی یہ ہیں کہ

میرا دوست وہ ہوگا جو نیک ہوگا اگر چہ وہ نسب کے لحاظ سے مجھ سے دور ہی ہو

اور دیگر کے نزدیک۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ

میں رشتہ داری کی وجہ سے کسی سے دوستی نہیں کرتا اور میں اللہ تعالیٰ سے اس وجہ سے محبت کرتا ہوں کہ اس کا بندوں پر حق واجب ہے اور نیک مومنین سے میں اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کی وجہ سے محبت کرتا ہوں اور ایمان وصلاح سے دوستی رکھنے والے سے میں دوستی کرتا ہوں اگر چہ وہ میرے قرابت دار ہوں یا نہ ہوں مگر میں اپنے قرابت داروں کے حقوق کا لحاظ رکھتا ہوں اور میں ان سے صلہ رحمی کروں گا۔

اور یہ حدیث مبارکہ اس کی تائید میں ہے کہ

ہر متقی نبی کریم ﷺ کی آل میں سے ہے۔

جب ہاشمی نے ابی غنیاء سے کہا کہ

تم ہر نماز میں ''اللّٰھم صل علیٰ محمدٍ وعلیٰ آل محمدٍ'' کہہ کر مجھ پر درود پڑھتا ہے پھر مجھ سے لاپرواہی کیوں برتتا ہے۔

اس نے جواب دیا

میری مراد طیب اور طاہر لوگوں سے ہوتی ہے تو ان میں شامل نہیں ہے۔

ایک انصاری کو کسی نے خواب میں دیکھا

تو اس سے پوچھا

اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ کیا معاملہ فرمایا ہے

اس نے کہا

اس نے مجھے بخش دیا ہے

اس نے کہا

کس سبب سے؟

اس نے کہا

اس مشابہت کی بنا پر جو میرے اور نبی کریم ﷺ کے مابین تھی۔

اس سے دریافت کیا گیا

تم شریف ہو

اس نے کہا

نہیں

دریافت کیا

پھر یہ مشابہت کدھر سے آئی

اس نے کہا

جس طرح کتے کو چرواہے سے مشابہت ہوتی ہے

ابن العدیم نے کہا کہ

میں نے اس کی تاویل یہ کی ہے کہ

اس نے خود کو انصار کی طرف نسبت دی ہے اور ایک شخص نے اس کی تاویل میں کہا ہے کہ اس نے خود کو علم خصوصی طور پر علم حدیث کی جانب منسوب کیا ہے اس لئے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا

مجھ پر کثرت سے درود بھیجنے والا میرے سب سے زیادہ قریب ہوگا اور وہ آپ ﷺ پر کثرت کے ساتھ درود پڑھا کرتا تھا۔

(الصواعق الحرقہ عربی: خاتمہ فی امور مہمۃ: ص 240' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

تنبیہ

جو کفو کو نکاح میں معتبر قرار نہیں دیتے انہوں نے آیت اور سابقہ احادیث مبارکہ سے دلیل پکڑی ہے مگر جمہور نے کفو کو معتبر کہا ہے مگر جس بات کو بیان کیا گیا ہے اس کا کوئی گواہ نہیں اس لئے کہ اس بات کا مقصد یہ ہے کہ یہ چیز آخرت میں فائدہ مند نہیں۔ ہمارے کلام اس کے متعلق ہے ہی نہیں بلکہ کلام تو اس امر میں ہے کہ کیا عقلاء اشخاص دنیا کے اندر عالی نسب ہونے پر فخر کرتے ہیں یا نہیں اس میں کچھ شبہ نہیں کہ اس بات پر فخر کیا جاتا ہے اور جس کو ولی نسب میں کفو نہ رکھنے والے کے ساتھ نکاح پر مجبور کرے گا اس کو گھاٹے اور عار کے علاوہ کچھ بھی نہیں ملے گا' بلکہ اولاد کی بھلائی کرنا آخرت کے لئے سود مند ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے صحیح روایت میں

والحقنابهم ذريتهم (الطور:۲۱) کے متعلق روایت ہوا ہے کہ

آپ نے فرمایا

اللہ تعالیٰ مومن کی اولاد کو بروز قیامت اس کے درجہ میں اٹھا کر لے جائے گا اگرچہ وہ عمل میں اس سے کم کیوں نہ ہو۔

اسی طرح **وكان ابوهما صالحا** کے متعلق آپ سے صحیح روایت ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے ان کے باپ کی اچھائی کی رعایت کی ہے یہ بات ظاہر ہوتی ہے

اور ان دونوں کی اچھائی کے متعلق کوئی بات نہیں فرمائی ۔

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا

انسان جنت میں داخل ہو کے کہے گا میرے ماں باپ اور میرے بچے کہاں ہیں

اس کو فرمایا جائے گا کہ

انہوں نے تمہاری طرح اعمال نہیں کیے

وہ عرض کرے گا

میں اپنے لیے اور ان کے لئے اعمال کرتا تھا

بے شک اس کو فرمایا جائے گا

تو بھی جنت میں داخل ہو جا

پھر آپ نے اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی

”وہ جنت عدن میں داخل ہوں گے اور جو ان کے آباء اور ازواج اور اولاد میں ہوں گی“۔ (الرعد ۲۳)

جب نیک باپ ساتویں پشت کی عام اولاد کو فائدہ دے سکتا ہے تو نبی کریم ﷺ کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے کہ وہ اپنی طاہر اور طیب اولاد کو کتنا فائدہ پہنچائیں گے۔

یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ

حرم کے کبوتروں کی اسی لئے عزت کی جاتی ہے کہ وہ ان دو کبوتروں کی اولاد میں سے ہیں جنہوں نے غار ثور کے منہ پر گھونسلا بنا لیا تھا جس میں ہجرت کے وقت نبی کریم ﷺ تشریف فرما ہوئے تھے۔

تقی فاسی نے بعض ائمہ سے روایت کیا ہے کہ

وہ نبی کریم ﷺ کی خاطر مدینہ اور شرفائے مدینہ کی تعظیم میں بڑے مبالغے سے کام لیا کرتے تھے اور ان کی تعظیم وہ اس لیے کرتے تھے کہ اہل مدینہ میں سے ایک آدمی تھا جس کا نام مطیر تھا وہ فوت ہو گیا تو انہوں نے اس کا جنازہ پڑھنے پر توقف کیا اس لئے کہ وہ کبوتروں کے ساتھ کھیلا کرتا تھا اس نے خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی کہ آپ ﷺ کے ساتھ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے اس آدمی سے منہ پھیر لیا۔

اس نے شفقت کی التجا کی

تو آپ کی طرف توجہ فرما کر ناراض ہو کر فرمایا

کیا ہماری عزت کی وجہ سے تمہارے سینے میں مطیر کے بارے میں سینہ نہیں کھلا۔

اسی طرح ابی نمی محمد بن ابی سعید حسن بن علی بن قتادہ الحسنی حاکم مکہ کی سوانح عمری میں رقم ہے کہ

جب وہ فوت ہوئے تو شیخ عفیف الدین الدلاصی نے ان کی نماز جنازہ ادا نہ کی۔

انہوں نے خواب میں حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو دیکھا کہ

وہ مسجد الحرام میں ہیں اور لوگ ان کو سلام عرض کر رہے ہیں۔ انہوں نے سلام کیا تو آپ نے تین بار اعراض فرمایا۔ ان کے دل میں غصہ پیدا ہوا۔

انہوں نے اعراض کی وجہ پوچھی۔

تو آپ نے فرمایا

میرا بیٹا فوت ہو گیا اور تم اس پر نماز جنازہ نہیں پڑھتے تو انہوں نے ادب کو لیا اور نماز نہ پڑھنے کی جو زیادتی کی تھی اس کو مانا۔

تقی مقریزی یعقوب مغربی سے روایت ہے کہ

وہ رجب 817ھ میں مدینہ منورہ میں تھے تو ان کو شیخ عابد محمد فارسی نے روضہ مکرمہ میں کہا کہ

میں بنی حسین کے اشراف مدینہ سے رفض کی مدد کی وجہ سے بغض کرتا تھا۔ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مقدسہ کی طرف منہ کر کے سویا ہوا تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا نام لے کر ارشاد فرمایا

کیا وجہ ہے کہ تم میری اولاد سے بغض رکھتے ہو۔

میں نے کہا

مجھے اس بات سے اللہ تعالیٰ محفوظ فرمائے میں ان کو برا نہیں سمجھتا۔ میں تو صرف اسی تعصب کی بنا پر پسند نہیں کرتا، جو انہوں نے اہل سنت کے متعلق لیا ہوا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

یہ تو فقہ کا مسئلہ ہے کیا عاق کیا ہوا بچہ نسب کے ساتھ نہیں ہوتا۔

میں نے عرض کیا

ہاں! یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اسی طرح ہی ہوتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

یہ عاق کیا ہوا بچہ ہے۔ جب میں پیدا ہوا تو حسین رضی اللہ عنہ کے اولاد کے ہر شخص کی بہت زیادہ عزت کی۔

رئیس الشمس العمری سے روایت کیا ہے کہ

انہوں نے کہا

جمال محمود عجمی محتسب اور اس کے نائب اور پیروی کرنے والے سید عبدالرحمٰن طباطبی کے گھر گئے۔ میں بھی ان کے ساتھ تھا۔ محتسب نے اجازت مانگی وہ باہر آئے تو ان کو محتسب کے آنے کی بہت تکلیف ہوئی۔

اس نے کہا

میں اپنے گناہ کا اعتراف کرتا ہوں تا کہ آپ مجھے معاف فرمادیں۔

آپ نے کہا

کیا بات ہے

اس نے کہا

آپ کل شام جب سلطان ظاہر کے پاس رقوق میں مجھ سے اوپر بیٹھے ہوئے تھے تو یہ بات مجھے اچھی نہیں لگی۔

اور میں نے اپنے دل میں کہا

یہ مجھ سے اوپر کس طرح بیٹھ سکتا ہے۔ جب رات ہوئی تو میں نے نبی کریم ﷺ کی خواب میں زیارت کی۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا

اے محمود! کیا تم میرے بیٹے سے نیچے بیٹھنا پسند نہیں کرتے۔

اسی وقت شریف رونے لگ گیا

اور عرض کیا:

یارسول اللہ ﷺ! میری کیا اوقات ہے حتیٰ کہ نبی کریم ﷺ مجھے نصیحت فرماتے رہے اور تمام جماعت رو پڑی پھر انہوں نے آپ ﷺ سے دعا کے لئے عرض کیا اور واپس ہوئے۔

تقی بن مہد حافظ ہاشمی مکی نے روایت کیا ہے۔

میرے پاس شریف عقیل بن ہمیل آئے اور وہ امرائے ہاشم میں سے تھے انہوں نے مجھ سے رات کا کھانا مانگا اور میں نے معذرت کی اور کچھ بھی نہ کیا اسی رات میں یا کسی اور رات میں نبی کریم ﷺ کی زیارت کی تو نبی کریم ﷺ نے مجھ سے اپنا چہرہ مقدسہ پھیر لیا۔

میں نے عرض کیا

یارسول اللہ ﷺ! میں آپ ﷺ کی حدیث مبارکہ کا خدمت گزار ہوں آپ مجھ سے کیوں اعراض فرما رہے ہیں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا

میں تم سے کس طرح نہ اعراض کروں میرا ایک بیٹا تم سے رات کو کھانا مانگتا رہا اور تم نے اس کو کھانا ہی نہیں دیا۔

انہوں نے کہا کہ
جب صبح ہوئی تو شریف کے پاس جا کر معذرت کی اور جو پاس تھا اسی کے مطابق خدمت بھی کی۔
جمال عبدالغفار انصاری جو ابن نوح کے نام سے جانا جاتا تھا وہ نجم الدین بن مطروح کی والدہ سے روایت کرتے ہیں۔
وہ ایک صالحہ عورت تھیں۔
فرماتی ہیں کہ
مکہ مکرمہ میں ایک بار قحط ہو گیا جس میں لوگوں نے چمڑے بھی کھائے۔ ہم اٹھارہ (18) اشخاص تھے۔ ہم نصف پیانہ گندم کے مساوی کام کرتے تھے جو ہم کو کفایت کرتا تھا۔ ہمارے پاس چودہ (14) پیانے گندم آئی تو میرے گھر والے نے دس پیانے مکہ مکرمہ والوں میں تقسیم فرما دیئے اور چار ہمارے لیے باقی بچے جب وہ سویا تو بیدار ہوا۔
میں نے دریافت کیا
آپ کو کیا ہوا ہے
انہوں نے کہا
میں نے حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو ابھی خواب میں ملاحظہ فرمایا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہا مجھے مار رہی ہیں۔ اے سراج تم گندم کھاتے ہو اور میری اولاد بھوکی ہے تو اس نے اٹھ کر جو کچھ بقیہ تھا سب اشراف میں منقسم کر دیا اور ہمارے پاس کچھ بھی نہ بچا اور بھوک کی وجہ سے ہمارے اندر کھڑے ہونے کی طاقت نہیں تھی۔
(الصواعق المحرقہ عربی: خاتمۃ فی امور مہمۃ: ص242 تا 243، کتب خانہ مجیدیہ ملتان)
مقریزی معز الدین بن عز جو حنابلہ کے قاضی اور ملک موید کے خلیفہ تھے۔
انہوں نے آپ کو دیکھا کہ
آپ مسجد نبوی میں ہیں اور روضہ مبارک کھل گیا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لا کر اس کے کنارے پر تشریف فرما ہوئے۔ میں اٹھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آیا۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا
مؤید سے کہہ دو کہ وہ عجلان یعنی ابن سعید کو جلدی رہا کر دے۔ ان کو 822ھ میں قید کیا گیا تھا۔
اس نے کہا
میں مؤید کے پاس گیا اور جو کچھ میں نے دیکھا ہے اس کو بتایا
اور اس کو قسم اٹھا کر کہا
میں نے اس عجلان کو کبھی دیکھا بھی نہیں جب مجلس ختم ہو گئی تو وہ تیر کے نشانے کے فاصلے پر گیا اور عجلان کو برج سے بلا کر

رہا کر دیا اور اس سے حسن سلوک بھی کیا۔

تقی مقریزی نے کہا کہ

میرے پاس بنی حسن اور بنی حسین کے متعلق اس طرح کی کئی حکایات ہیں لہٰذا اگر چہ وہ کسی حالت میں ہوں تو ان کو جنگ میں ڈالنے سے محفوظ رہ اس لئے کہ بیٹا اگر چہ اچھا ہو یا برا بیٹا ہی ہے۔

تقی مقریزی نے کہا ہے کہ

یہ ایک عجیب وقوعہ ہے کہ سلطان نے شریف مرواح بن مقبل بن مختار بن مقبل بن محمد بن راجح بن ادریس بن حسن بن ابی عزیز بن قتادہ بن ادریس بن مطاعن الحسنی کی آنکھوں میں سلائی ڈال دی حتیٰ کہ ان کی آنکھوں میں ڈھیلے زخمی ہو کر بہنے لگ گئے ان کا دماغ ورم والا ہو گیا اور پھول کر بدبو دینے لگ گیا۔ وہ ایک مدت بعد عمان سے مدینہ منورہ گئے اور روضہ مبارک کے پاس کھڑے ہو کر اپنی تکلیف کی شکایت کی اور رات اسی جگہ گزاری۔

اس نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ

آپ ﷺ نے ان کی آنکھوں پر اپنے ہاتھ مقدسہ کو پھیرا ہے۔ صبح ہوئی تو ان کو دکھائی دینے لگ گیا اور ان کی آنکھیں اسی طرح ہو گئیں جس طرح پہلے تھیں اور یہ بات مدینہ منورہ میں مشہور ہو گئی پھر وہ قاہرہ آئے تو سلطان ان سے اس گمان کی وجہ سے ناراض ہو گیا کہ ان کو سلائی ڈالنے والے ان سے محبت کرنے والے ہیں۔ ان کے پاس ایک عادل گواہی دی گئی کہ انہوں نے ان کے ڈھیلوں کو بہتے ہوئے دیکھا ہے اور وہ مدینہ منورہ میں اندھے ہونے کی صورت میں آئے تھے پھر وہ دیکھنے لگ گئے۔ انہوں نے اپنا خواب بتایا جس کی وجہ سے سلطان کا غصہ نرم ہوا۔

مجھے بعض ان صالح اشراف نے بتایا ہے جن کی صحت نسبت وصلاح اور ان کے آباء کے اچھے ہونے پر اتفاق ہے کہ میں مدینہ شریف میں تھا۔ میں نے ایک شریف کو دکان والے کے پاس دیکھا جو اسی کا کھانا کھا رہا تھا اور اسی کا لباس پہن کر رکھا ہوا تھا۔ مجھے یہ بات سخت تکلیف دینے لگ گئی اور اس شریف کے بارے میں اعتقاد ٹھیک نہ رہا۔ اس کے بعد میں نے رات بسر کی تو میں نے نبی کریم ﷺ کو ایک مجمع میں ملاحظہ کیا۔ لوگوں نے آپ ﷺ کو گھیرا ہوا ہے اور میں بھی ان لوگوں میں سے ہوں۔ اچانک ایک شخص بلند آواز سے کہتا ہے اپنے اپنے کاغذات باہر نکالو۔

کیا دیکھتا ہوں کہ

ایسے کاغذات آپ ﷺ کے پاس لائے گئے جن پر شاہی فرمان تحریر کیے جاتے ہیں اور ان کو نبی کریم ﷺ کے سامنے رکھ دیا گیا۔

ایک شخص ان کاغذات کو نبی کریم ﷺ کے سامنے رکھتا جاتا ہے اور پھر ان لوگوں کو یہ کاغذات دیتا جاتا ہے جن کے یہ کاغذات ہیں جس کا نام نکلتا ہے اس کو وہ کاغذ دے دیتا ہے۔ وہ شخص کہتا ہے سب سے پہلا اور بڑا کاغذ اس شخص کا تھا جس کو

میں پسند نہیں کرتا تھا۔ اس کا نام لیا گیا تو وہ حلقہ کے درمیان سے نکل کر نبی کریم ﷺ کے سامنے جا کر کھڑا ہو گیا۔

آپ ﷺ نے حکم فرمایا کہ

اس کے کاغذات اس کو دے دیئے جائیں وہ ان کو لے کر بہت خوش ہوا

راوی نے کہا

پھر میرے دل میں جو بھی اس آدمی کے متعلق ناراضگی تھی وہ ختم ہو گئی اور مجھے اس پر یقین ہو گیا اور مجھے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ یہ بندہ تمام حاضرین سے مقدم ہے اور مجھ پر عیاں ہو گیا کہ اس کا اس دکان والے کا کھانا کھا لینا ضرورت کی وجہ سے تھا جو کہ مردار کے کھانے کو حلال کر دیتی ہے۔

اسی طرح ایک روایت یوں بھی ہے کہ

مجھے اشراف وصالحین یمن میں سے ایک شخص نے کہا ہے کہ جب نامراد اور خبیث حجاج نے سید شریف محمد ابی نمی حاکم مکہ مکرمہ پر منیٰ میں نحر کے دن اس کو اور اس کی اولاد کو ایک ہی گھڑی میں قتل کرنے کے لئے حملہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو ان سے بچا لیا تو اس نے کامیاب ہو کر ابی نمی اور اس کی فوج کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو ابو نمی کو حجاج کے بارے میں یہ خوف لاحق ہوا کہ وہ اس کو سب سے آخر میں قتل کرے گا۔ لہٰذا کوئی رسی باقی نہ رہی اس لئے وہ مارنے سے رکا رہا پھر وہ حملہ کی رات کو مکہ مکرمہ چلا گیا اور لوگ شک میں پڑ گئے لیکن یہ جابر مزید سرکشی میں زیادہ ہو گیا۔

اس نے اعلان کر دیا کہ

شریف کو معزول کر دیا جائے جب بدوؤں نے اس بات کو سن لیا تو وہ حاجیوں پر ٹوٹے اور ان کے بے شمار اموال کو لوٹ لیا اور تمام مکہ مکرمہ کو لوٹنے، حاجیوں کو بھیجنے اور امیر حجاج اور اس کی فوج کو ختم کرنے کا ارادہ کر لیا تو شریف نے سوار ہو کر خون بہانے والے عربوں کا خون بہایا اور بعض کو قتل کیا جس کی وجہ سے وہ ٹھنڈے پڑ گئے۔ یہ سرکش مکہ مکرمہ میں ہی رہا اور لوگ دبدھے میں رہے جبکہ اکثر مناسک حج اور جماعت معطل ہو گئے اور اس طرح خوف اور سختی کو لوگوں نے برداشت کیا جس کی مثال کبھی نہیں سنی گئی پھر یہ سرکش چلا گیا۔

اور شریف کو یہ دھمکی دی کہ

وہ سلطان کے پاس اس کے عزل وقتل کے متعلق کوشش کرے گا۔ یہ واقعہ 958ھ میں ہوا تھا۔

شریف نے کہا کہ

انہی دنوں میں مکہ مکرمہ سے نکل کر جدہ جا رہا تھا اور مجھے شریف اس کی ذریت اور مسلمانوں کے متعلق بہت پریشانی اور خوف لاحق ہوا تھا۔ میں جب فجر سے تھوڑی دیر پہلے جدہ کے قریب پہنچا تو میں ایک ساعت آرام کے لئے ٹھہر گیا تا کہ فصیل کے دروازے کھل جائیں۔ میں نے نبی کریم ﷺ کو خواب میں دیکھا۔ آپ ﷺ کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی تھے جن کے

ہاتھ میں ایک مڑے ہوا سر والا عصا تھا۔ گویا وہ اس کو سید شریف ابی نمی کی طرف سے مار کر مجھے کہتے ہیں۔ اس کو خبر دو کہ وہ ان لوگوں کی طرف توجہ نہ کرے اور اللہ عزّ وجل اس کو ان پر غلبہ عطا فرمائے گا۔ ابھی تھوڑا عرصہ ہی گزرا تھا کہ سلطان نے سید شریف کی بہت تعظیم کی اور اللہ تعالیٰ نے اس کو ان فساد کرنے والے اور جنہوں نے اس کو اس معاملہ پر ابھارا ان پر غلبہ عطا فرمایا ہے اور مسلمانوں کی حکومت اسی کی جانب پلٹ گئی ہے' جس سے انہوں نے نے ولایت کا عہد کیا تھا۔

مجھے ایک شخص نے بتایا ہے کہ

میں نے نحر کے دن کو اس سخت دن میں ابی نمی کے باپ سید برکات کو دیکھا وہ ایک بڑے گھوڑے پر سوار ہو کر اپنی ولایت کا حال بیان کر رہے ہیں اور ان کے ساتھ دوسرے گھوڑے پر سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔

انہوں نے کہا

مولانا آپ بڑی ہمت کے ساتھ کہاں جا رہے ہیں۔

انہوں نے جواب دیا

ابی نمی کی مدد کے لئے۔ یہ خواب اس فاجر کے حملہ کی طرح ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو ناکام و نامراد کیا اور لوگوں نے اس عجیب و غریب واقعہ کے متعلق بہت زیادہ اس طرح خواب دیکھے ہیں جن میں ابی نمی اور اس کی اولاد کی سلامتی کا اشارہ تھا۔

ہمیں بتایا گیا ہے کہ

یمن کا ایک نیک شخص عیال کے ساتھ سمندر کے ذریعہ حج کو روانہ ہوا' جب وہ جدہ پہنچا تو اس کو دکان والوں نے تلاش کیا۔ یہاں تک کہ عورتوں کے کپڑوں کے نیچے بھی دیکھا تو وہ غصہ ہو کر حاکم مکہ مکرمہ سید برکات کے متعلق اللہ تعالیٰ کے پاس توجہ کرنے لگ گیا' تو اس نے خواب میں دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس سے منہ کو پھیرے ہوئے ہیں۔

اس نے کہا

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح کیوں کر رہے ہیں

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

کیا تم نے تاریکی میں اس آدمی کو نہیں دیکھا جو میرے اس بیٹے سے زیادہ ظالم ہے تو وہ مرعوب ہو کر بیدار ہو گیا اور اللہ تعالیٰ کے ہاں توبہ کی کہ وہ اشراف میں سے کسی سے اعتراض کرنے والا نہیں ہوگا۔

جو کچھ ہو گیا ہے وہ ہو گیا ہے۔

ایک شخص نے بیان کیا ہے کہ

مصر میں ایک بدکار شخص نے بدکاری کے لئے ایک شریف زادی کو پکڑ لیا اور وہ سلطان کے قریبی اشخاص میں سے تھا۔

اس نے کہا

وہ عورت حیران ہوئی اس لئے کہ عشاء کی نماز بھی ہو گئی تھی اور اب اس قدم کے علاوہ اور کوئی کام نہیں تھا۔ اس عورت نے ایک نیک شخص سے وسیلہ مانگا۔ ابھی وہ تھوڑی دور ہی گیا تھا کہ سلطان نے اس کو بلایا اور اس کو پکڑ لیا اور وہ شریف زادی صحیح سلامت محفوظ ہو گئی اور اس شریف زادی کی برکت سے یہ پکڑنا جلد ہی اس فاجر کے لئے موت بن گیا۔

مجھے ایک متعلم نے بتایا ہے کہ

فاس شہر میں ایک شخص پر قتل کا اثبات ہوا۔

قاضی نے اس کے قتل کا حکم فرمایا۔ بادشاہ نے قاضی کی طرف پیغام بھیجا کہ اس کو قتل نہ کرو۔

قاضی نے کہا

اس کا قتل تو اشد ضروری ہے۔ دوسرے دن اس نے اس کے قتل کا ارادہ کیا تو بادشاہ نے پیغام بھیجا کہ میں نے دوبارہ نبی کریم ﷺ کو یہی فرماتے سنا ہے لیکن قاضی نے کوئی بات نہیں سنی۔ تیسرے دن بھی اس نے اسی طرح ارادہ کیا تو بادشاہ نے تیسرے دن بھی اسی پیغام کو بھیجا۔

تو قاضی نے کہا

ہم خواب کی وجہ سے شریعت کو چھوڑ نہیں سکتے اگرچہ وہ کتنی بار آئے اور اس کو قتل کے لئے لے گئے۔

کیا دیکھتے ہیں کہ

ایک شخص ولی الدم کو نیکی کرنے کی تلقین کرتا ہے اس لئے لوگ اس سے معافی مانگ مانگ کر عاجز آ گئے تھے اور وہ معاف نہیں کر رہا تھا اور اس نے صرف اس سے بات کی اور اس نے اس کو معاف کر دیا۔ بادشاہ کو جب یہ خبر پہنچی تو اس نے اس شخص کو پیش کرنے کا حکم دیا۔ جب وہ بادشاہ کے ہاں پیش ہوا

تو اس نے پوچھا

ٹھیک ٹھیک بتاؤ اصل بات کیا ہے؟

اس نے کہا

میں نے قتل کیا ہے میں اور وہ دونوں ایک ہی قماش کے شخص تھے۔ اس نے ایک شریف زادی سے بدکاری کا قصد کیا تو میں نے اس کو زنا کاری سے روکنے کے لئے قتل کر دیا۔

بادشاہ نے کہا

تو نے سچ کہا ہے اگر اس طرح نہ ہوتا تو مجھے نبی کریم ﷺ تین بار اس طرح نہ فرماتے کہ اس کو قتل نہ کرنا۔

(الصواعق المحرقۃ عربی: خاتمہ فی امور مہمۃ: ص 244 'کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

تیسری

اہل بیت کی تعظیم وتوقیر ان کے لائق کرنی چاہیئے اوران سے ادب طریق سے پیش آنا چاہیئے تاکہ ان کے شر کا پتہ چلے اور مجالس میں ان سے تواضع سے پیش آنا چاہیئے اس لئے کہ ان کی محبت اور عزت کا واضح طور پر اثر ہوتا ہے۔

نجم الدین بن فہد اور مقریزی نے کہا ہے کہ

ایک قاری جب تیمور لنگ کی قبر کے پاس سے گزرا تو اس نے آیت کریمہ "خذوہ فغلوہ ○ ثم الجحیم صلوۃ الایۃ" (الحاقۃ: ۳۰،۳۱) بار بار پڑھی۔

اس نے کہا ہے کہ

میں نے خواب میں نبی کریم ﷺ کی زیارت کی ہے کہ آپ ﷺ تشریف فرما ہیں اور تیمور لنگ آپ ﷺ کے پہلو میں بیٹھا ہے۔

اس نے کہا

میں نے اس کو ڈانٹتے ہوئے کہا

اے اللہ تعالیٰ کے دشمن! تو ادھر بھی آ گیا ہے اور میں نے اس کے ہاتھ کو پکڑنے کا قصد کیا کہ اس کو نبی کریم ﷺ کے پہلو سے ایک طرف ہٹا دوں۔

تو مجھے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اس کو چھوڑ کیونکہ یہ میری اولاد کا محبت کرنے والا ہے۔ پھر میں خوف کھاتے ہوئے جاگا اور اکیلے میں اس کی قبر کے پاس سے گزر کر جو بھی پڑھا کرتا تھا

اس کو چھوڑ دیا۔

جمال مرشدی اور شہاب کورانی نے بتایا ہے کہ

تیمور لنگ کے ایک بیٹے نے بتایا کہ

جب تیمور لنگ موت کی مرض میں بیمار ہوا تو ایک روز وہ سخت مضطرب ہوا جس سے اس کا چہرہ سیاہ اور رنگ تبدیل ہو گیا۔

جب اس کو ہوش آیا تو اس کے سامنے اس کی حالت کو بیان کیا گیا۔

تو اس نے کہا

عذاب کے فرشتے میرے پاس آئے

تو نبی کریم ﷺ نے ان کو ارشاد فرمایا

روانہ ہو جاؤ کہ یہ میری اولاد کا محبت کرنے والا ہے

اور ان سے حسن سلوک کرنے والا ہے اس پر وہ فرشتے روانہ ہو گئے۔

جب اہل بیت کی محبت اس آدمی کو بھی فائدہ پہنچاتی ہے جس سے بڑھ کر کوئی ظالم نہیں تو دیگر لوگوں کو یہ محبت کس کس طرح فائدہ پہنچائے گی۔

ابو نعیم نے حدیث مبارکہ روایت کی ہے کہ

حکمت شریف کو شرف میں زیادہ کرتی ہے اور مملوک غلام کو اتنا بلند کرتی ہے کہ وہ بادشاہوں کی مجالس میں جا کر بیٹھ جاتا ہے۔ ان کی محبت میں افراد سے پرہیز کرنی چاہیئے۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ

جس طرح کہ احمد بن منیع اور ابو یعلیٰ نے حدیث مبارکہ روایت کی ہے۔

اے علی رضی اللہ عنہ!

تمہارا محبت کرنے والا مفرط اور تمہارے بغض میں کوتاہی کرنے والا دونوں آگ میں داخل ہوں گے۔

اور حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ نے اہل بیت کے بارے میں فرمایا:

اے لوگو! ہم سے اسلام کی محبت کی وجہ سے محبت کرو تمہارا ہم سے ہمیشہ محبت کرنا ہمارے لیے عار بن گیا ہے۔

اور دوسری بار فرمایا

اے عراق والو! ہم سے اسلام کی وجہ سے محبت کرو۔ تمہارا ہم سے ہمیشہ محبت کرنا ہمارے لئے عار کی وجہ بن گئی ہے۔

ایک جماعت نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ثنا بیان کی

تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو فرمایا

آپ لوگوں کو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولنے کی کس نے جرأت دی ہے ہم تو اپنی قوم کے نیک اشخاص میں سے ہیں اور ہمارے لیے بس یہی بات کافی ہے کہ ہم اپنی قوم کے نیک اشخاص میں سے ہیں۔

ایک شخص نے اہل بیت کی جماعت کے ہوتے ہوئے پوچھا۔

کیا تمہارے اندر کوئی مفترض الطاعت بھی ہے۔

انہوں نے جواب دیا

جس نے ہمارے متعلق یہ بات کی ہے اللہ تعالیٰ کی قسم وہ جھوٹا ہے اور حسن بن حسن بن علی (رضی اللہ عنہم) نے ایک شخص کو جوان کے متعلق غلو سے کام لیتا تھا

ارشاد فرمایا:

تمہارا برا ہو! ہم سے اللہ تعالیٰ کے لئے محبت کرو اگر ہم اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کریں تو ہم سے محبت کرو اور اگر ہم اللہ

تعالیٰ کی نافرمانی کریں تو ہم سے بغض رکھو۔ ہمارے متعلق سچی بات کیا کرو اس کے لئے جو تم چاہتے ہو اس میں یہ تمام سے بلیغ بات ہے اور ہم تم سے اس بناء پر رضا مند ہوتے ہیں۔

فائدہ

حضرت زید بن زین العابدین علی بن الحسین بن علی رضی اللہ عنہم ہشام بن عبدالملک کے پاس تشریف لے گئے۔

اور اس کو خلیفہ فرما کر سلام کیا اور کلام فرمایا

ہشام کو آپ سے ڈر لاحق ہوا

کہا

آپ خلافت کی امید رکھتے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ ایک لونڈی کے بیٹے ہو کر کس طرح اس کی خواہش کر سکتے ہو؟

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا

امیر المومنین! آپ کا مجھے اس طرح کی عار دلانا صحیح نہیں ہے۔ اگر آپ پسند کریں تو میں اس کا جواب دے دوں، اگر پسند کرو تو خاموشی اختیار کروں۔

اس نے کہا

آپ رضی اللہ عنہ جواب دے دیجئے

آپ رضی اللہ عنہ کیا اور آپ رضی اللہ عنہ کا جواب کیا ہے

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا

اللہ تعالیٰ کے ہاں اس نبی سے کوئی شخص بڑا نہیں جس کو اس نے رسول بنا کر مبعوث فرمایا ہے اگر ام الولد انبیاء کرام و رسل عظام تک نہ پہنچتے تو حضرت اسماعیل بن حضرت ابراہیم علیہما السلام کو اللہ تعالیٰ نبی بنا کر نہ مبعوث فرماتا ان کی والدہ محترمہ حضرت اسحاق علیہ السلام کی والدہ محترمہ کے ساتھ اس طرح تھی جس طرح تمہاری والدہ میری والدہ محترمہ کے ساتھ ہے۔ اللہ تعالیٰ کو کسی نے بھی اس کو نبی بنا کر مبعوث کرنے سے نہیں منع کیا اور وہ تو اللہ تعالیٰ کے محبوب تھے۔ وہ عرب کے والد محترم اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے بہتر مرسلین کے خاتم کے والد محترم تھے اور نبوت جو ہوتی ہے وہ تو خلافت سے اعلیٰ اور بڑی ہوتی ہے اور جو آدمی اپنی ماں کے طریق سے عظمت والا ہوا ہے۔ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا بیٹا ہے پھر آپ رضی اللہ عنہ وہاں سے ناراض ہو کر تشریف لے گئے۔

جب سفاح حاکم بنا تو مروان بن محمد کا سر اس کے پاس مصر میں لایا گیا اور عبدالحمید طائی نے رصافہ میں ہشام کی قبر کو کھودا اور پھانسی دی اور اس کو آگ میں جلایا۔

اور اس نے سجدے میں جا کر کہا

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ میں نے حسین بن علی رضی اللہ عنہما کے بدلے میں ہشام کو پھانسی دی اور میں نے ابراہیم کے ساتھ مل کر مروان کو اپنے انجام پر پہنچایا۔

علامہ ابوالسعادات بن الاثیر کی کتاب المختار فی مناقب الاخیار سے نقل کیا گیا ہے کہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے یمن کی طرف تشریف لے گئے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا

میں ازد قبیلہ کے ایک بوڑھے کے پاس گیا جو بڑا عالم تھا جس نے کتابوں کو پڑھا ہوا تھا اور لوگوں سے بہت علم لیا ہوا تھا اور اس کی عمر تین سو نوے سال کی تھی۔

اس نے مجھے دیکھتے ہی کہا

آپ مجھے حرم کے علاقہ کے لگتے ہیں

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا

میں اہل حرم سے ہی ہوں

اس نے کہا

آپ تیم قبیلہ کے لگتے ہیں؟

میں نے کہا

ہاں! میں تیم بن مرہ سے ہوں اور میں عبداللہ بن عثمان بن عامر ہوں

اس نے کہا

آپ کے متعلق میرے پاس ایک راز ہے

میں نے پوچھا

وہ کیا ہے؟

اس نے کہا

اپنے پیٹ سے ذرا کپڑا اٹھائیں۔

میں نے کہا

میں تو اس طرح نہیں کروں گا۔ آپ جو بات ہے وہ بتائیں۔

اس نے کہا

مجھے صحیح علم سے پتہ چلا ہے کہ حرم میں ایک نبی بھیجا جائے گا جس کی مدد ایک شباب اور بہت زیادہ عمر کا ایک آدمی کرے گا۔ نوجوان مصیبتوں میں جانے والا اور مشکلوں کو دور کرنے والا ہوگا اور زیادہ عمر والا آدمی سفید رنگ' کمزور اور اس کے پیٹ پر ایک تل ہوگا اور اس کی بائیں ران پر ایک نشان ہوگا جو کچھ میں نے تمہیں کہا ہے اگر تم مجھے وہ دیکھا دو تو کیا حرج ہے۔ مجھے تو تم میں وہ صفات مکمل نظر آ رہی ہیں علاوہ جو چھپا ہوا ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

میں نے اپنے پیٹ سے کپڑا اٹھا دیا تو اس نے میری ناف کے اوپر سیاہ تل ملاحظہ کیا

اور کہا

اللہ تعالیٰ کی قسم! تم ہی وہی آدمی ہو۔ میں تمہارے روبرو ایک بات کرتا ہوں اس کے بارے میں احتیاط کرنا

میں نے کہا

وہ کیا بات ہے

اس نے کہا

ہدایت کی راہ سے منہ پھیرنے سے بچنا اور درمیان راستہ کو پکڑنا اور اللہ تعالیٰ نے جو کچھ تمہیں عطا فرمایا ہے اس کے متعلق اللہ تعالیٰ سے خوف کھاتے رہنا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا

میں نے یمن میں اپنی حاجت کو پورا کیا اور پھر بوڑھے کے پاس الوداع کے لئے آیا۔

تو اس نے کہا

میں نے اس نبی کے متعلق کچھ اشعار پیروئے ہیں

کیا تم ان کو میری طرف سے لے جاؤ گے۔

میں نے جواب دیا

ہاں

تو اس نے کہا

کیا تم نے ملاحظہ نہیں کیا کہ میں نے خودی کو اور اپنی قوم کو ترک کر دیا ہے اور میں قبیلے میں امن کی جگہ پہنچ گیا ہوں اور میں تین سو سال حیات رہا ہوں اور اس دور میں بندے کے لئے بڑی عبرت کی جگہ ہے۔

اس کے بعد اس نے کئی اشعار سنائے جن میں یہ شعر بھی ہے۔

میری قوت کا شرارہ بجھ گیا ہے

اور میں ایک ایسے ضعیف کو ملا جس سے بغض اور عداوت نہیں کر سکتا۔ میں ہمیشہ ہی اعلانیہ اور خفیتاً جس شہر میں گیا۔ اللہ تعالٰی سے دعا ہی مانگتا رہا لہٰذا رسول اللہ ﷺ کو میری طرف سے سلام عرض کر دینا۔ میں ان کے دین پر شیات ہوں اگر چہ مر بھی جاؤں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

میں نے اس کی وصیت اور اشعار کو حفظ کر لیا اور مکہ مکرمہ آ گیا۔ اور نبی کریم ﷺ کی تشریف آوری ہو گئی تھی۔ میرے پاس عقبہ بن معیط' شیبہ بن ربیعہ' ابوجہل بن ہشام اور قریش کے صنادید بھی آئے۔

میں نے ان سے دریافت کیا

آپ لوگوں کو بڑی مصیبت آئی ہے یا کوئی بڑی بات واقع آئی ہے۔

انہوں نے کہا

ابوبکر (رضی اللہ عنہ)! بڑی بات ہوئی ہے اور عظیم مصیبت یہ ہے کہ

ابوطالب کا یتیم بھتیجا خود کو نبی کہتا ہے۔ اگر آپ نہ ہوتے تو ہم منتظر نہ رہتے۔ اب آپ ہی اس معاملہ کو حل کریں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا

میں نے ان کو آپ ﷺ کے بارے میں بہت گندی باتیں کرتے دیکھا۔ میں نے نبی کریم ﷺ کے بارے میں دریافت کیا

تو مجھے بتایا کہ

آپ ﷺ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں تشریف فرما ہیں۔ میں نے دروازہ کھٹکھٹایا تو آپ ﷺ باہر تشریف لائے۔

میں نے کہا:

اے محمد مصطفٰی (ﷺ) آپ ﷺ اپنے گھر والوں سے جدا ہو گئے ہیں اور انہوں نے آپ ﷺ پر فتنہ کی تہمت لگائی ہے اور آپ ﷺ نے اپنے باپ کے دین کو ترک کر دیا ہے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! میں تمہاری اور ان تمام لوگوں کی طرف رسول اللہ (عزوجل ﷺ) بن کر تشریف لایا ہوں۔ لہٰذا اللہ تعالٰی پر ایمان لے آیئے۔

میں نے عرض کیا:

آپ ﷺ کے پاس اس کی کیا دلیل ہے

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا

وہ بوڑھا جس کو تم یمن میں ملے تھے۔

میں نے کہا

یمن میں تو میں کئی بوڑھوں سے ملا ہوں۔ خرید و فروخت کی ہے۔ مال دیا ہے اور لیا بھی ہے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

وہ بوڑھا جس نے تمہیں اشعار دیئے ہیں۔

میں نے پوچھا

میرے صاحب آپ (ﷺ) کو یہ اطلاع کس نے کی ہے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا

اس بڑے بادشاہ نے جو مجھ سے پہلے انبیاء کرام علیہم السلام کو اطلاع پہنچا تا رہا ہے۔

میں نے کہا

اپنے مقدس ہاتھ آگے لے آیئے! میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ ہیں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

میں واپس آیا تو دونوں پہاڑوں کے مابین میرے بارے میں نبی کریم ﷺ سے زیادہ کوئی آدمی مسرت نہیں تھا۔

حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

جس نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فضیلت دی اس نے دونوں پر عیب لگایا اور خود حضرت علی رضی اللہ عنہ پر بھی عیب لگایا۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

مجھے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا

اے جابر (رضی اللہ عنہ)! مجھے یہ خبر ملی ہے کہ عراق کے چند اشخاص حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما پر باتیں کرتے ہیں۔

اور گمان کرتے ہیں کہ

وہ ہمارے محبت کرنے والے ہیں

اور ان کا یہ بھی گمان ہے کہ

میں نے ان کو اس طرح کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ ان تک یہ خبر پہنچا دو کہ میں اللہ تعالیٰ کے پاس ان لوگوں سے بری ہوں۔

اس ذات مقدسہ کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر میں حکمران بن جاؤں تو میں ان کو قتل کر کے اللہ تعالیٰ

کا قرب پاؤں۔

(الصواعق المحرقہ عربی: خاتمہ فی امور مہمۃ: ص245 تا246 ' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

سلیمان نے کہا کہ

میں عبداللہ بن الحسین بن الحسن کے پاس تھا

ایک شخص نے آپ سے کہا

تمہاری اللہ تعالیٰ اصلاح فرمائے

ہم چاہتے ہیں کہ

ایک شخص کے شرک پر آپ کو شاہد بناؤں۔

ارشاد فرمایا:

میں گواہی دیتا ہوں کہ روافض مشرک ہیں۔ وہ مشرک کس طرح نہیں ہو سکتے جب تم ان سے سوال کرو کہ کیا رسول اللہ ﷺ گناہ گار تھے

تو وہ کہیں گے

ہاں

حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے اگلے پچھلے خلاف اولیٰ ذنب معاف فرما دیئے ہیں۔

اگر تم ان سے پوچھو کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ گناہگار ہیں

تو وہ کہیں گے کہ

نہیں

اور جس نے آپ کے متعلق اس طرح بات کی تو اس نے کفر کیا۔

محمد بن علی بن الحسین نے فرمایا:

جس نے ہم کو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما پر فضیلت دی اس نے ہمارے نانا کی سنت کو ترک کر دیا اور ہم اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کے مقابلہ میں حاضر ہوں گے۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا

جلد ہی ایک قوم ہوگی۔

ان کی نشانی یہ ہوگی کہ

ان کو رافضی کہا جائے گا تم ان کو جس مقام پر پاؤ ان کو قتل کر دینا اس لئے کہ وہ مشرک ہیں۔

میں نے عرض کیا

یارسول اللہ ﷺ! ان کی علامت کیا ہے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا

وہ تمہاری خواہ مخواہ تعریف کریں گے اور پہلے سلف پر طعن کریں گے۔

حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

قیامت کے آنے سے پہلے ایک قوم نمودار ہوگی جن کو رافضی کہا جائے گا ان کا اسلام سے کوئی واسطہ نہیں ہوگا۔

اور اس بات کی ایمان و معرفت بھی لازمی ہے کہ انبیاء کرام اور رسل عظام علیہم السلام کے بعد سب سے افضل اور بہتر نبی کریم ﷺ کی خلافت کے زیادہ مستحق سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ عتیق عبداللہ بن ابوقحافہ عثمان رضی اللہ عنہ ہیں۔

اور ہمیں معلوم ہے کہ

نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد تمام زمین پر ان اوصاف کا حامل کوئی دوسرا آدمی نہیں تھا جن کا تذکرہ ہم پہلے کر چکے ہیں پھر ان کے بعد ان اوصاف کا زیادہ مستحق علی الترتیب سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ حوض کوثر سے سیراب ہونے والے ہیں جو نبی کریم ﷺ کے داماد تھے۔ ان تمام پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں۔ ان کی محبت اور ان کے فضل کی معرفت سے دین قائم ہوا۔ سنت پوری ہوئی ہے اور دلیل اپنی صحت کو پہنچی۔ ہم بغیر کسی استثناء اور شک وشبہ کے عشرہ مبشرہ کے جنتی ہونے کی شہادت دیتے ہیں اور وہ نبی کریم ﷺ کے یہ صحابہ کرام علیہم الرضوان ہیں۔

(1) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ

(2) حضرت عمر رضی اللہ عنہ

(3) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

(4) حضرت علی رضی اللہ عنہ

(5) حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ

(6) حضرت زبیر رضی اللہ عنہ

(7) حضرت سعد رضی اللہ عنہ

(8) حضرت سعید رضی اللہ عنہ

(9) حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ

(10) حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ

ان بزرگوں سے فضل و خیر میں کوئی آدمی سبقت نہیں کرسکتا' اور ہم ان تمام بزرگوں کے متعلق جن کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنتی ہونے کی شہادت دی ہے۔ شہادت دیتے ہیں کہ وہ سب جنتی ہیں۔ سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ جنتی ہیں۔ اور حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں' اور ہم تمام مہاجرین و انصار جنہوں نے بیعت رضوان کی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی برأت سیّدنا جبرائیل علیہ السلام کی زبان مقدسہ سے ہوئی ہے جس کو قرآن مجید میں قیامت تک تلاوت کیا جائے گا۔ آپ رضی اللہ عنہا کے متعلق بھی شہادت دیتے ہیں کہ وہ بھی جنت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوں گی اور آپ رضی اللہ عنہا دنیا اور آخرت میں ام المومنین رضی اللہ عنہا ہیں۔ جو شخص اس کے متعلق شک کرے یا طعن کرے یا توقف کرے تو اس نے اللہ تعالیٰ کو جھٹلایا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں شک کیا اور اس کو غیر اللہ کا کلام گمان کیا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''اللہ تم کو نصیحت فرماتا ہے کہ اگر تم مومنین میں ہو تو دوبارہ اس طرح کا کام نہ کرنا''۔ (النور:١٧)

اور جو بندہ اس کا انکاری ہو اس کا ایمان سے کوئی واسطہ نہیں۔ ہم سب صحابہ کرام علیہم الرضوان سے مراتب کے مطابق محبت کرتے ہیں جو اوّل ہے وہ اوّل ہے۔ ہم ابوعبدالرحمٰن معاویہ بن ابی سفیان جو حضرت اُمّ حبیبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ کے شفیق بھائی اور سب مومنوں کے ماموں اور کاتب وحی تھے ان کے واسطے رحم کے دعا گو ہیں اور ان کے فضائل کا ذکر کرتے ہیں اور ہم ان کے متعلق وہ روایت بھی بیان کرتے ہیں جو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائی۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا

ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اس راستہ سے جنت والوں میں سے ایک شخص تمہارے پاس آئے گا۔

تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ آئے۔ (دیلمی)

لہٰذا ان کے مقام و مرتبہ کو خوب پہچان لیں پھر جس نے ان کی فرمانبرداری کی اگرچہ وہ تم سے دور اور تمہاری دنیاوی مراد کا مخالف ہی کیوں نہ ہو اس سے اللہ تعالیٰ کی وجہ سے محبت رکھو اور جس نے ان کی نافرمانی کی اور ان کے دشمنوں سے دوستی کی اگرچہ وہ تمہارا قریبی اور موافق ہی کیوں نہ ہو اس سے اللہ تعالیٰ کی وجہ سے بغض رکھو۔

قطب ربانی حضرت عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب الغنیۃ سے روایت ہے کہ

ہمارے امام ابوعبداللہ احمد بن حنبل سے ایک روایت کی گئی ہے کہ

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت نص جلی اور اشارۃ النص سے ثابت ہے اور یہ مذہب حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اور اصحاب حدیث کی ایک جماعت کا ہے۔

اس روایت کے بارے میں یہ نقطہ نگاہ ہے جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان فرمایا گیا ہے جس کو انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

جب مجھے معراج کرائی گئی، تو میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ میرے بعد علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنا دے

تو فرشتوں نے کہا

اے محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ جو پسند فرماتا وہی کرتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوں گے۔

اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث مبارکہ میں ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اہل بدعت سے زیادہ میل جول نہ رکھو نہ ہی ان کے قریب جاؤ اور نہ ہی ان کو سلام کہو اس لیے کہ ہمارے امام احمد بن محمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

جس نے بدعتی کو سلام کیا اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق اس سے محبت کی اس لئے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

آپس میں سلام کو پھیلاؤ۔ اس طرح تم آپس میں محبت کرنے لگ جاؤ گے۔ بدعتیوں کے پاس نہ بیٹھو نہ ان کے قریب جاؤ اور نہ ہی ان کو عید اور خوشی کے موقعوں پر مبارکباد دو اور جب وہ مر جائیں تو ان کی نماز جنازہ بھی نہ پڑھو اور نہ ہی ان کے لئے رحم کی دعا کرو۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

جس نے اللہ تعالیٰ کی وجہ سے بدعتی کی طرف بغض کی نظر سے دیکھا اللہ تعالیٰ اس کے قلب کو امن وامان سے بھر دے گا اور جس نے اس کو ڈانٹا اللہ تعالیٰ سخت گھبراہٹ کے دن اس کو سکون عطا فرمائے گا اور جس نے اس کو حقیر جانا اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں اس کے سو درجات بلند فرما دے گا اور جو اس کو خندہ پیشانی سے ملا یا اس طرح کی شکل میں کہ جس سے اس کو خوشی حاصل ہو اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والی تعلیم کو مستخف ٹھہرایا۔

حضرت مغیرہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب تک بدعتی بدعت کو چھوڑ نہ دے اللہ تعالیٰ اس کے عمل کو قبول کرنے سے انکاری ہوتا ہے۔

اور فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

جس نے بدعتی سے محبت کی اللہ تعالیٰ اس کے اعمال ضائع فرمادے گا اور اس کے دل سے نور ایمان کو خارج فرمادے گا اور جب اللہ تعالیٰ کسی شخص کو ملاحظہ فرماتا ہے کہ وہ بدعتی سے بغض کرتا ہے تو مجھے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ اگرچہ اس شخص کے کم عمل ہی ہوں وہ اس کو بخش دے گا۔ جب تم کسی راستہ سے بدعتی کو دیکھو تو اس راستے کو چھوڑ کر دوسرا راستہ پکڑ لو۔

حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

میں نے سفیان بن عیینہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ بدعتی کے جنازہ کے پیچھے جانے والا جب تک واپس نہ پلٹ آئے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اس پر ہوتی ہے۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدعتی پر لعنت فرمائی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس نے کسی نئی چیز کو پیدا کیا یا بدعتی کو پناہ دی اس پر اللہ تعالیٰ، ملائکہ اور تمام لوگوں کی لعنت برسے گی اور اس کے فرائض و نوافل میں سے کچھ بھی قبول نہیں فرمایا جائے گا۔

(الصواعق المحرقہ عربی: خاتمہ فی امور مہمۃ: ص 247 تا 250، کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

باب

تخییر اور خلافت کے متعلق

نبی کریم ﷺ اور دوسرے مرسلین علیہم السلام کے بعد سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بہتر شخص ہیں اور یہی بات احادیث صحیحہ مستفیضہ سے تواتر سے ثابت ہے جس کے اندر نہ کوئی علت ہے اور نہ کوئی سقمیت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

ولایاتل اولوا الفضل منکم (النور:۲۲)

اس آیت کے اندر اللہ تعالیٰ نے فضل کے لفظ سے آپ رضی اللہ عنہ کی مدح فرمائی ہے اور یہ بات بغیر اختلاف کے ثابت ہے کہ یہ آیت کریمہ سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

ثانی اثنین اذھما فی الغار اذ یقول لصاحبہ لا تحزن (التوبہ:۴۰)

اس آیت کریمہ میں اس بات کی گواہی ہے کہ آپ کی ربوبیت صحبت کی وجہ سے ہوئی۔ آپ ﷺ نے ان کو سکینت کی خوشخبری عطا فرمائی اور ثانی اثنین کے لقب سے آپ رضی اللہ عنہ کو نوازا۔

جس طرح کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا

ان دو سے کون افضل ہوسکتا ہے جن کے ساتھ تیسرا اللہ تعالیٰ کی ذات مقدسہ ہو۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

والذی جاء بالصدق و صدق بہ (الزمر:۳۳)

اس کے متعلق کوئی اختلاف نہیں ہے کہ یہ فرمان حضرت جعفر صادق اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کا ہے کہ **والذی جاء بالصدق** سے نبی کریم ﷺ کی ذات مقدسہ مراد ہے اور **صدق بہ** سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ذات مقدسہ مراد ہیں۔ اس سے بڑی منقبت اور کیا ہوسکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں ارشاد فرمایا ہے کہ

گزشتہ والوں کے ساتھ بعد میں آنے والے مساوی نہیں ہوسکتے۔

ارشاد فرمایا

”لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقتل ط اولئك اعظم درجة من الذین انفقوا من بعد و قاتلوا ط وکلا وعدالله الحسنی“(الحدید:۱۰)

بخاری کی حدیث میں ہے کہ

عقبہ بن ابی معیط نے نبی کریم ﷺ کی گردن مبارک میں چادر ڈال کر آپ ﷺ کا گلا گھونٹ دیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ کے گرد دوڑتے ہوئے فرمارہے تھے۔

کیا تم اس شخص کو مارتے ہو جو فرماتے ہیں کہ میرا رب عزوجل اللہ تعالیٰ ہے تو اس بدبخت نے نبی کریم ﷺ کو چھوڑ دیا اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر مارنے لگ گیا حتیٰ کہ آپ رضی اللہ عنہ کے چہرے پر آپ رضی اللہ عنہ کی ناک پہچانی نہیں جاتی تھی۔

(صحیح بخاری، مالقی النبی ﷺ، ص229)

آپ رضی اللہ عنہ جہاد و قتال اور دین کی مدد کرنے والے پہلے آدمی تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ ہی کے طریق سے دین کو قیام اور غلبہ حاصل ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہ سب سے اول اسلام لانے والے ہیں اور یہ ایک عیاں بات ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری نے کہا کہ

ایک دن ہم نبی کریم ﷺ کے ہاں ایک دوسرے کے فضائل کا ذکر کررہے تھے کہ نبی کریم ﷺ تشریف لے آئے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا

کیا تم میں ابوبکر (رضی اللہ عنہ) موجود ہیں۔

عرض کیا گیا

نہیں

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا

تم میں سے کوئی آدمی کسی کو ابوبکر رضی اللہ عنہ پر فضیلت کبھی نہ دے۔ وہ دنیا و آخرت میں تم میں سب سے افضل ہیں۔

ابوالدرداء کی یہ روایت مشہور ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے مجھے سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے آگے چلتے دیکھا

تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا

ابوالدرداء (رضی اللہ عنہ)! تم اس آدمی کے آگے چلتے ہو جو تم سے بہتر ہے۔ انبیاء کرام اور رسل عظام علیہم السلام کے بعد سورج ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بہتر شخص پر طلوع و غروب نہیں ہوا۔

ایک روایت میں اس طرح آیا ہے کہ

تم ایسے آدمی کے آگے چلتے ہو جو تم سے بہتر ہے۔

میں نے عرض کیا

یارسول اللہ ﷺ! ابوبکر رضی اللہ عنہ مجھ سے بہتر ہیں؟

آپ ﷺ نے فرمایا

وہ سب اہل مکہ سے افضل ہیں

میں نے عرض کیا

یارسول اللہ ﷺ! ابوبکر رضی اللہ عنہ مجھ سے اور سب اہل مکہ مکرمہ سے بہتر ہیں؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تمام اہل مدینہ سے بھی افضل ہیں

اس نے کہا

یارسول اللہ ﷺ! ابوبکر رضی اللہ عنہ مجھ سے اور اہل حرمین سے بہتر ہیں؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

انبیاء کرام اور رسل عظام علیہم السلام کے بعد زمین وآسمان میں ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بہتر کوئی شخص نہیں ہے۔

ہم کثیر روایات کو ذکر کریں گے جن میں سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بہترین آدمی فرمایا گیا ہے۔

ان میں ایک روایت ابی عقال کی بھی ہے جس کو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منبر پر سوال کیا گیا ہے کہ

نبی کریم ﷺ کے بعد بہترین شخص کون ہے؟

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا

حضرت ابوبکر پھر حضرت عمر پھر عثمان پھر میں (رضی اللہ عنہم) اگر اس بات کو میں نے نبی کریم ﷺ سے نہیں سنا تو میرے کان بہرے ہو جائیں اور میری آنکھیں اندھی ہو جائیں۔ اگر میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے نہیں دیکھا کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے زیادہ عدل کرنے والے افضل، پاکیزہ اور بہترین شخص پر سورج طلوع اور غروب نہیں ہوا۔

محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ

میں نے اپنے باپ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے استفسار کیا اور میں آپ رضی اللہ عنہ کی جھولی میں تھا۔

اے میرے باپ! نبی کریم ﷺ کے بعد لوگوں میں بہترین شخص کون ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا
حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ
میں نے عرض کیا
پھر کون ہے؟
آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا
حضرت عمر رضی اللہ عنہ
پھر میں نے چھوٹی عمر میں ہی کہا پھر تو آپ رضی اللہ عنہ ہیں۔
آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا
تمہارا باپ تو مسلمانوں میں ایک شخص ہے جو ان کے واسطے ہے وہ اس کے واسطے ہے اور جو ان پر ذمہ داری ہے وہی اس پر ہے۔
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا
انبیاء کرام اور رسل عظام علیہم السلام کو چھوڑ کر اولین و آخرین اور زمین و آسمان والوں میں سے بہترین اشخاص سے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سب سے بہتر شخص ہیں۔
اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا
حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن و حضرت حسین (رضی اللہ عنہم) میرے اہل ہیں اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر (رضی اللہ عنہما) تو اہل اللہ ہیں اور اہل اللہ میرے اہل سے بہتر ہیں۔
اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا
اگر ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ایمان کو سب امت کے ایمان کے ساتھ تولا جائے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا پلڑا وزنی ہو جائے گا۔
حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی روایت تو مشہور ہی ہے کہ
انہوں نے فرمایا کہ
میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا
یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فضائل کے بارے میں کچھ ارشاد فرمائیں۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
تم نے مجھ سے وہ بات پوچھی ہے جو میں نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے پوچھی تھی۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے مجھے کہا

اے اللہ تعالیٰ کے رسول (ﷺ)! اگر میں آپ ﷺ کے ساتھ حضرت نوح علیہ السلام کی عمر کے مطابق یعنی نو سو پچاس سال رہوں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فضائل بیان کرتا رہوں پھر بھی وہ ختم نہیں ہوں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نیکیوں میں سے ایک نیکی ہے۔

اور مجھے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

اگر میں تمہارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد کسی کو خلیل بناتا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بناتا اور اگر تمہارے بعد کسی کو حبیب بناتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حبیب بناتا۔

یہ تمام حضرت بغوی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر القرآن سے لیا گیا ہے جو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے سورہ حشر کے آخر میں آنے والی آیت کریمہ

والذین جاءوا من بعد ھم کے بارے میں رقم کیا ہے

اس سے مراد

تابعین ہیں جو انصار و مہاجرین کے بعد قیامت تک تشریف لائیں گے

پھر انہوں نے بتایا ہے کہ

وہ اپنے بارے میں اور سابق الایمان اشخاص کے واسطے مغفرت کی دعا مانگتے رہتے ہیں۔

یقولون ربنا اغفرلنا ولا خواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین امنوا ربنا انك رءوف رحیم (الحشر:۱۰)

لہٰذا جس کے دل میں کسی ایک صحابی کے متعلق بھی حسد و بغض ہے اور وہ تمام کے لئے رحمت کی دعا نہیں کرتا وہ ان لوگوں میں شامل ہی نہیں جو اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں مراد لئے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مومنین کے واسطے تین مقام بنائے ہیں۔

المھاجرین والذین تبوؤا الدار والایمان والذین جاءوا من بعدھم

لہٰذا کوشش یہ کرو کہ تم مومنین کی قسموں سے خارج نہ ہوں۔

ابن ابی یعلیٰ نے کہا کہ

لوگ تین مرتبے کے ہیں

الفقراء المھاجرون والذین بتوئو الدار والایمان جائوا من بعد ھم

کوشش کرو کہ تم ان مرتبوں سے باہر نہ ہو۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:
تم لوگوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے بارے میں استغفار کا حکم فرمایا گیا ہے اور تم نے ان کو برا بھلا کہا۔
میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ
یہ امت اختتام پذیر نہیں ہوگی جب تک اس کا آخری حصہ پہلے پر لعنت نہیں کرے گا۔
مالک بن مرور نے کہا ہے کہ
عامر بن شراحیل الشعبی نے کہا
اے مالک: یہود و نصاریٰ ایک بات میں روافض سے آگے ہو گئے ہیں
یہود سے پوچھا گیا
تمہاری ملت کے بہتر شخص کون ہیں
انہوں نے کہا
حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اصحاب
نصاریٰ سے پوچھا گیا کہ
تمہاری ملت کے بہترین شخص کون ہیں
انہوں نے کہا
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری
روافض سے پوچھا گیا
تمہاری ملت کے بدترین اشخاص کون ہیں
انہوں نے کہا
محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم
ان کو ان کے بارے میں استغفار کا حکم فرمایا گیا۔ انہوں نے ان کو گالیاں دیں۔ ان پر قیامت تک تلوار اٹھی رہے گی۔ ان کی کوئی حجت قائم نہیں ہوگی اور نہ ہی ان کو ثابت قدمی حاصل ہوگی اور نہ ہی کبھی ان میں وحدت پیدا ہوگی۔ جب بھی انہوں نے جنگ کے لئے آگ جلائی اللہ تعالیٰ نے ان کی خونریزی ان کی جمعیت کی گندگی اور ان کے دلائل کو ختم کر کے اس کو بجھا دیا۔
اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو ان کی گمراہ کرنے والی خواہشات سے محفوظ فرمائے۔ (آمین بجاہ النبی الامین وصلی اللہ علیہ وسلم)
حضرت مالک بن انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا
جو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سے کسی کی بھی شان میں کمی کرے گا یا اس کے دل میں ان کے

متعلق کینہ ہوگا اس کا فی میں کوئی حصہ نہیں ہوگا۔

پھر آپ نے یہ کریمہ تلاوت فرمائی

ما افاء الله علی رسوله من اهل القری فلله وللرسول (الحشر:۷)

حتیٰ کہ آپ اس آیت تک پہنچے

للفقراء المهاجرین والذین تبوؤ الدار والایمان والذین جاءوا من بعدهم...... رءوف رحیم (الحشر:۸تا۱۰)

حضرت بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ تعالیٰ کے فرمان ثانی اثنین کے متعلق نقل فرمایا ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا

تم میرے یار غار اور حوض کوثر پر میرے ساتھی ہو۔

حسن بن فضل نے کہا

جو آدمی یہ کہے کہ

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے ساتھی نہیں وہ نص قرآنی کے انکار کی بناء پر کافر ہے اور جب وہ دوسرے صحابہ کرام علیہم الرضوان کا انکار کرے تو وہ بدعتی ہوگا نہ کہ کافر ہوگا۔

اور تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے اور بے شمار درود و سلام سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل واصحاب کرام پر ہوں۔

(الصواعق المحرقۃ عربی فی الجہر والخلافۃ ص249 تا 251، کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

خاتمہ

شیخ الاسلام اوراپنے دور کے مجتہد التعی السبکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں 755ھ کی 16 جمادی الاولیٰ کوسوموار کے دن ظہر کی نماز کے وقت جامع اموی میں تھا تو ایک آدمی نمازیوں کی صفوں کو چیرتا ہوا میرے پاس آیا اس نے نماز بھی نہیں ادا کی تھی اورتکرار کے ساتھ کہہ رہا تھا کہ

جس نے نبی کریم ﷺ کی آل پر ظلم کیا ہے اللہ تعالیٰ اس پر لعنت کرے

میں نے اس سے پوچھا

وہ شخص کون ہے؟

اس نے کہا

حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ)

میں نے کہا

حضرت ابوبکر (صدیق رضی اللہ عنہ)

اس نے کہا

حضرت ابوبکر' حضرت عمر اور معاویہ (رضی اللہ عنہم) اور یزید۔

میں نے اس کو قید کرنے کا حکم دیا اور اس کے گلے میں طوق ڈال دیا پھر قاضی مالکی نے اس کو پکڑ کر خوب مارا لیکن وہ اس پر اصرار کرتا رہا۔

اوراس نے ساتھ یہ بھی مزید کہا کہ

فلاں دشمن خدا نے اس کے خلاف شہادت دی ہے اور میرے پاس اس کے دو گواہ بھی ہیں۔

اور کہنے لگا

وہ حق کی موت نہیں مرا۔ اس نے حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی میراث کے متعلق ظلم کیا ہے یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے میراث کو روکنے کے لئے نبی کریم ﷺ پر جھوٹ کہا ہے۔ مالکی قاضی نے سوموار اور بدھ کے دن اس کو دوبارہ مارا لیکن وہ اسی بات پر اصرار کرتا رہا پھر جمعرات کے دن اس کو دارالعدل میں پیش کیا گیا اور اس کے سامنے اس کے

خلاف گواہی دلوائی گئی اس نے نہ اقرار کیا اور نہ ہی انکار کیا۔ جب بھی اس سے یہ پوچھا جاتا کہ تم نے اس طرح بات کی ہے۔

وہ کہتا کہ

اگر میں نے اس طرح بات کی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو جانتا ہے۔

یہی اس کو کئی مرتبہ کہا گیا اور وہ اسی جواب کو دہراتا رہا۔

پھر اس کو معذرت کرنے کا کہا گیا

تو اس نے اس کے خلاف کچھ نہیں کہا

پھر اس کو کہا گیا کہ

توبہ کرو

اس نے کہا

میں نے اپنے گناہوں سے توبہ کی۔

اس سے دوبارہ توبہ کا کہا گیا لیکن وہ اس سے زیادہ کچھ نہیں کہتا تھا۔ مجلس میں اس کے کفر اور توبہ قبول نہ ہونے پر طویل بحث ہوگئی تو نائب قاضی کے حکم سے اس کو قتل کر دیا گیا۔

میرے نزدیک جس استدلال کا میں نے تذکرہ کیا ہے اس سے اس کا قتل زیادہ آسان ہے اس بات سے اس کی تکفیر پر اور توبہ نہ کرنے کی وجہ سے اس کے قتل پر میرا سینہ کھل گیا ہے اور اس سبب کی جانب میرے علاوہ کوئی نہ بڑھ سکا۔ علاوہ ازیں اس کے جونووی کے کلام میں عنقریب آئے گا مگر اس کو ضعیف کہا گیا ہے۔

سبکی نے اس کے متعلق لمبا کلام کیا ہے۔ میں اس کے کلام کا خلاصہ زائد بیان کے ساتھ جو اس مسئلہ اور اس کے توابع سے تعلق رکھتا ہے ذکر کرتا ہوں اور میں اس پر آیات اور کچھ باتوں کا اضافہ بھی ضرور کروں گا۔

لہٰذا میں کہتا ہوں کہ

بعض لوگوں نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ یہ رافضی شخص ناحق قتل کیا گیا تھا اور سبکی نے اپنی سمجھ کے ذریعے اس مدعی کا رد کرتے ہوئے اس کو برا بھلا بھی کہا ہے۔ اس کو اپنا مذہب بتایا ہے مگر ہمارے مذہب میں جس طرح کہ تمہیں معلوم ہو جائے گا ایسے شخص کی تکفیر نہیں کی جاتی ہوتی۔

اس نے کہا کہ

جو کہتا ہے کہ

وہ ناحق قتل کیا گیا ہے اس نے جھوٹ کہا ہے اس کا قتل برحق ہے اس لئے کہ وہ کافر تھا اور اپنے کفر پر اصراری تھا اور ہم نے صرف یہ کہا ہے کہ

وہ کافی امور کا کافر تھا۔ (الصواعق المحرقہ عربی: خاتمہ ص 253 کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

پہلا

حدیث صحیح میں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو آدمی کسی پر کفر کی تہمت لگائے یا اس کو اللہ تعالیٰ کا دشمن کہے اور وہ اس طرح نہ ہو تو وہ بات اسی پر لوٹتی ہے اور ہم اس پر پکے قائم ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مومن ہیں اور اللہ تعالیٰ کے دشمن نہیں۔

اسی لئے اسی نص حدیث کے مطابق سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بارے میں جو بات کہی گئی ہے۔ کفر کی بات ہے اور قائل پر لوٹ آئے گی۔ اگرچہ اس نے کفر کا اعتقاد نہ رکھا ہو۔ جس طرح کہ قرآن مجید کو گندگی میں ڈالنے والے کی تکفیر کی جاتی ہے اگرچہ وہ اس کو کفر کا اعتقاد نہ رکھتا ہو۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث مبارکہ کو خوارج اور امت کے بڑے اشخاص کی تکفیر کرنے والوں پر محمول کیا ہے۔ میں نے اس حدیث مبارکہ سے جو استنباط کیا ہے وہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کے عین موافق ہے یعنی وہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے قواعد کے موافق ہے نہ کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے قواعد کے مطابق ہے۔ جلد ہی مالکیوں کا بیان آئے گا کہ وہ اس کے متعلق کس پر اعتماد کرتے ہیں اگرچہ یہ حدیث مبارکہ خبر واحد ہے لیکن تکفیر کے حکم میں خبر واحد پر عمل کیا جاتا ہے اور اگر وہ انکار کرے تو اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی اس لئے کہ ظنی منکر کی تکفیر نہیں کی جاتی بلکہ قطعی منکر کی تکفیر کی جاتی ہے۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ

اگر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث مبارکہ کو خوارج پر محمول کیا ہے تو یہ ایک ضعیف قول ہے اس لئے کہ صحیح مذہب ان کی ان کی تکفیر نہیں کرتا۔

اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ

اس ضعیف کی توجیہ تو اس وقت کی جائے گی اگر ان سے خروج اور قتال وغیرہ کے علاوہ اور کوئی تکفیر کرنے والا سبب ہی ظاہر نہ ہو۔ لہٰذا خوارج نے ان کے ایمان کے مستحق ہو جانے کے بعد ان کو کافر کہا ہے۔ لہٰذا یہ کافر کیوں نہیں ہوں گے۔ لہٰذا یہ بات نووی نے کس طرح کی ہے۔

اس طرح بھی جواب دیا گیا ہے کہ

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی نص ان کا یہ قول ہے کہ خطابیہ کے علاوہ اہل بدع واہواء کی گواہی کو قبول کرو۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے یہ اس کی تصریح ہے اور مفہوم بھی اسی کا عکس ہے۔

ہمارے ائمہ کرام نے خوارج کے متعلق تصریح کی ہے کہ

اگرچہ وہ ہماری تکفیر کریں ان کی تکفیر نہیں کی جائے گی کہ اس سے نبی کریم ﷺ کی تکذیب مستلزم ہے جنہوں نے ان کو قطعی جنتی فرمایا ہے اس لئے کہ ان کی تکفیر کرنے والوں نے جس شخص کی علی الاطلاق تکفیر کی ہے اس کی موت تک اس کے تزکیہ

سے قطعاً جاناہی نہیں۔

ان کے کفر کی تکفیر اس طرح کی جائے گی کہ

اگر ان کو اس بات کا پتہ لگ جاتا تو پھر نبی کریم ﷺ کے مکذب شمار ہوتے۔

اس سے معلوم ہوا کہ

سبکی نے جو بھی کہا ہے وہ اس کی اپنی منشاء ہے جو قواعد شافعیہ کے خلاف ہے اور اس کا یہ قول مذکورہ اصولیوں کا جواب ہے۔انہوں نے اس میں عدم کفر دیکھا ہے کیونکہ اس سے نبی کریم ﷺ کی تکذیب مستلزم نہیں' لیکن جو ہم نے کہا ہے اس کو وہ ملاحظہ ہی نہ کر سکے۔سابقہ احادیث مبارکہ ان کے کفر پر دال ہیں۔

امام الحرمین وغیرہم نے کہا ہے کہ

بت کو سجدہ کرنے والے کی تکفیر کی جائے گی اگر چہ وہ دل سے اس کی تکذیب نہ کرے لیکن اس سے اس آدمی کا کفر مستلزم نہیں۔

جو کہ مسلمان کو کہے کہ

اے کافر! اس لئے یہ بات ان کے متعلق جن کا ایمان قطعاً ثابت ہے جس طرح کہ عشرہ مبشرہ اور عبداللہ بن سلام وغیرہ برخلاف دوسروں کے اس لئے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے اس فرمان ''ان کان کما قال والا رجعت علیہ ''میں باطن کے لحاظ سے اشارہ فرمایا ہے' اگر چہ کسی متکلم اور فقیہ نے اس کا ذکر نہیں کیا لیکن میرے نزدیک وہ لوگ بھی ان کی معیت میں ہوں گے جن کے بارے میں نص وارد ہوئی ہے اور جن کی صلاح و امامت پر امت کا اجماع ہے جیسے ابن المسیّب، حسن ابن سیرین' امام مالک اور امام شافعی ہیں۔

اگر تم کہو کہ

کفر تو ربوبیت اور رسالت کے انکار کا نام ہے اور یہ مقتول اللہ تعالیٰ اس کے رسول ﷺ' آپ ﷺ کی اولاد اور کافی صحابہ کرام علیہم الرضوان کو تسلیم کرنے والا تھا لہٰذا اس کی تکفیر کس طرح کی جائے گی۔

میں اس کے جواب میں کہتا ہوں کہ

تکفیر ایک شرعی حکم کا نام ہے جس کا سبب اس کا انکار ہے یا شارع کے حکم کے قول و فعل کا انکار ہے یا کفر ہے اور اگر انکار نہیں کیا تو یہ بھی اسی قسم سے ہے اور یہ اس مسئلہ میں بہترین دلیل ہے۔اس کے ساتھ حلیہ کی حدیث بھی مل جاتی ہے' جو میرے ولی کو اذیت دیتا ہے تو میں اس سے جنگ کے لئے اعلان کرتا ہوں۔

حدیث مبارکہ میں ہے مومن پر لعنت کرنا اس کو قتل کرنے کی مانند ہے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مومنین کے اولیاء میں سے سب سے بڑے ہیں لہٰذا اس رافضی کے قتل کے متعلق یہ ماخذ مجھے ملا ہے اگر چہ میں نے فتویٰ اور حکم میں اس کی اتباع نہیں کی اور

میرے احتجاج کو سابقہ حدیث مبارکہ کے ساتھ ملاؤ اور اس رافضی کے ان افعال کو جس کا اظہار و اصرار اس نے لوگوں کے سامنے کیا اور اس کی بدعت اور اہل بدعت کے اعلان اور سنت اور اہل سنت کی تحقیر کو ملاحظہ کرو۔

ان سب امور شنیعہ کا مجموعی طور پر یہ حکم ملتا ہے جو ان میں سے ہر ایک کا علیحدہ علیحدہ نہیں ملتا اور یہی معنی امام مالک کے قول کے ہیں کہ لوگوں کے سامنے اسی قدر احکام بیان کرو جس قدر ان میں فجور عیاں ہوتا ہے ہم نہیں کہتے زمانے کی تبدیلی کے ساتھ احکام تبدیل ہو جاتے ہیں۔ بلکہ پیش آنے والی صورت کے اختلاف سے حکم بدلتا ہے۔ یہ وہ بات ہے جس نے اس آدمی کے قتل کے متعلق میرے سینہ کو از حد انشراح کر دیا۔ اب رہی بات آپ رضی اللہ عنہ کو گالی دینے کی۔ اس کے بارے میں پہلے ذکر کر آیا ہوں اور آئندہ بھی بیان کروں گا اور آپ کو ایذا دینا ایک بہت بڑی بات ہے لیکن اس کے لئے کوئی ضابطہ چاہئے۔ اس صورت میں تو تمام گناہ آپ کو اذیت پہنچاتے ہیں اور میں نے کسی عالم کے کلام میں یہ بات نہیں دیکھی کہ صحابی کو گالی دینا قتل کو واجب کرتا ہے علاوہ اس کے ہمارے بعض اصحاب اور اصحاب ابوحنیفہ کے اطلاق کفر کے بارے میں آتا ہے لیکن انہوں نے بھی قتل کی صراحت نہیں فرمائی۔

اور ابن المنذر نے کہا ہے کہ

میں کسی شخص کو نہیں جانتا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو گالی دینے والے کا قتل واجب قرار دیتا ہو۔

بعض کوفیوں وغیرہ کی جانب سے قتل کی حکایت بیان ہوئی ہے بلکہ کچھ حنابلہ نے بھی احمد سے یہ حکایت بیان کی ہے لیکن میرے نزدیک ان کو اس کے متعلق غلط فہمی ہوئی ہے اس لئے کہ انہوں نے یہ بات ان کے قول سے اخذ کی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو گالی دینا زندیقیت ہے اور میرے نزدیک اس کا یہ مقصد نہیں کہ ان کو گالی دینا کفر ہے ورنہ زندیقیت نہ ہوتی اس لئے کہ اس نے اس طرح ابھارا تھا۔ اس کے بیان کے مطابق قول کا مقصد دوسرے مقام پر بیان ہو گیا ہے کہ جس سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت پر طعن کیا اس نے مہاجرین و انصار پر طعن کیا کیونکہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ تین دن رات مہاجرین و انصار کے پاس جاتے رہے اور ان کے ہر مرد اور عورت سے علیحدگی میں مل کر ان سے مشورہ حاصل کرتے رہے کہ خلیفہ کس کو ہونا چاہئے حتیٰ کہ سب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر متفق ہو گئے۔ اس وقت آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کی گئی۔

احمد کے کلام کا یہ مفہوم ہے کہ

ظاہری طور پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو گالی دینا ان کے لئے گالی ہی ہے مگر باطن میں سب مہاجرین و انصار کو خطا کار قرار دینا ہے ان تمام کو خطا کار کہنا کفر ہے۔ اس اعتبار سے زندیقوں سے مواخذہ نہ کیا جائے گا کہ انہوں نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما پر طعن و تشنیع ہے اور یہ کفر ہے۔ یہ بات اصلاً احمد سے منقول ہے ہی نہیں اور آپ کے اصحاب میں سے جس نے آپ سے یہ روایت کی ہے کہ

آپ نے کہا ہے

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر طعن و تشنیع کرنا ایسے ہی ہے جس طرح کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر طعن و تشنیع کرنا تو اس کو قتل کیا جائے گا۔

صحیح بات یہ ہے کہ

اس قول سے مراد آپ کی یہ نہیں۔ اصول یہ ہے کہ ہر گالی جس کا مقصد نبی کریم ﷺ کو اذیت دینا ہو کفر ہے جس طرح کہ عبداللہ بن ابی نے کہا اور جس گالی کا مقصد یہ نہ ہو تو وہ کفر نہ ہوگا۔ جس طرح کہ قصہ ٔ افک میں مسطح کے بارے میں ہوا۔

حدیث صحیح میں ہے کہ

میرے صحابہ کرام علیہم الرضوان طعن و تشنیع نہ کرو۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کردے تو ان کے مٹھی بھر جو کا بھی مقابلہ نہ کر سکے گا اور ایک حدیث مبارکہ میں جس کے رجال ثقہ ہیں اگرچہ ترمذی نے اس کو غریب کہا ہے کہ میرے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے متعلق اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور میرے بعد ان کو اپنی اغراض کا نشانہ نہ بناؤ جو ان سے محبت رکھتا ہے وہ میری محبت کی بناء پر ان سے محبت رکھتا ہے اور جو ان سے بغض رکھتا ہے وہ ان سے میرے بغض کی وجہ سے بغض رکھتا ہے جس نے ان کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی اور جس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی پکڑ فرمالے۔

(ترمذی فیمن سب اصحاب النبی ﷺ، ص 362)

آپ کے اس قول میں صحابی سے مراد

ظاہری طور پر وہ لوگ ہیں جو فتح سے پہلے اسلام لائے اس میں وہ لوگ بھی ہیں جو بعد میں اسلام لائے۔ اس کی دلیل تفاوت انفاق ہے جو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے موافق ہے کہ

"لایستوی منکم من انفق قبل الفتح و قاتل" (الحدید:۱۰)

لہٰذا اس کی یہ اور یا کوئی اور ہی تاویل کرنا ہوگی تاکہ وہ صحابہ کرام علیہم الرضوان بھی مخاطب ہوں جن کے متعلق وصیت نہیں فرمائی گئی۔ لہٰذا وہ کبار صحابہ کرام علیہم الرضوان ہیں۔ اگرچہ صحابی کا نام تمام تمام پر حاوی ہے اور میں نے اپنے شیخ تاج بن عطاء اللہ جو شاذلیہ کے طریق پر صوفیا کے متکلم ہیں سے سماعت کیا ہے کہ انہوں نے اپنے بیان میں ایک اور بھی تاویل کی ہے۔

اور وہ یہ ہے کہ

نبی کریم ﷺ کی کئی تجلیات ہیں جن میں آپ ﷺ اپنے مابعد والوں کو بھی ملاحظہ فرماتے ہیں لہٰذا یہ خطاب سب صحابہ کرام علیہم الرضوان کے لئے ہے جو فتح سے پہلے اور بعد میں ہوئے۔ لہٰذا اگر یہ بات آپ کی ثابت ہو جائے تو حدیث مبارکہ کے مفہوم میں تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان شامل ہوں گے ورنہ وہ ان صحابہ کرام علیہم الرضوان کے لئے ہوگی جو فتح سے پہلے ہوئے ہیں اور اس میں ان کے بعد آنے والوں کو بھی شامل کردیا جائے گا اس لئے کہ غیر صحابہ کرام علیہم الرضوان کی نسبت ہے جو فتح سے پہلے والوں کی نسبت فتح کے بعد والے لوگوں کی مانند تھے۔

دونوں صورتوں میں یہ بات عیاں ہے کہ ان میں سے ہر ایک کے لئے یہ حرمت ثابت ہے اور نووی وغیرہ کی بات اس کے

متعلق صحیح ہے۔

پھر کلام اس امر پر ہوگا کہ یہ بعض صحابہ کرام علیہم الرضوان کو گالی دینے کے بارے میں ہے۔ بلاشبہ تمام کو گالی دینا کفر ہے۔ اسی طرح ان میں سے ایک کو گالی دینا بھی کفر ہوگا اس لئے کہ وہ بھی صحابی ہے اور اس سے صحبت کا استخفاف ہوتا ہے جس سے نبی کریم ﷺ کا استخفاف ہوتا ہے۔ اس وجہ سے اس بات کو طحاوی کے قول کہ ان سے بغض رکھنا کفر ہے اس کو اس پر محمول کیا جائے گا لہٰذا تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان کو گالی دینا یا بغض رکھنا حتیٰ کہ شیخین سے بھی کفر نہیں۔ شیخین کو گالی دینے والے کے متعلق قاضی نے دو وجہوں کو بیان فرمایا ہے۔

پہلی وجہ

عدم کفر کی وجہ یہ ہے کہ کسی معین صحابی کو گالی دینا یا اپنے کسی خاص دنیاوی کام وغیرہ کی وجہ سے اس سے بغض کرنا جیسا کہ ایک رافضی ان سے بغض کرتا ہے اور وہ رفض کے لحاظ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تقدیم اور اپنے جاہلانہ اعتقاد کی وجہ سے کرتا ہے کہ شیخین نے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر ظلم کیا ہے حالانکہ وہ اس سے بری الذمہ ہیں اور وہ جہالت سے یہ اعتقاد بھی رکھتا ہے کہ اس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بدلہ لینا چاہئے۔ اس لئے کہ وہ نبی کریم ﷺ کے رشتہ دار ہیں۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ

روافض کا شیخین سے بغض کرنا اس جہالت کی بناء ہے جو اس کے ذہن میں پختہ ہوگئی ہے اور ان کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ پر ظلم کے اعتقاد کی وجہ سے فساد پیدا ہوا ہے حالانکہ اس طرح نہیں ہوا اور نہ ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ قطعی طور پر اس طرح کا اعتقاد رکھتے تھے۔ لہٰذا رافضی کی تکفیر کا ماخذ یہ ہے کہ وہ اپنے اعتقاد کی وجہ سے شیخین کے متعلق اس بات کا عادی بن گیا ہے حالانکہ یہ دین کے نقصان کی بات ہے اس لئے کہ نبی کریم ﷺ کے بعد شیخین ہی اقامت و اظہار دین اور مرتدین و معاندین سے جہاد میں اصل ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا

اگر نبی کریم ﷺ کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ کی عبادت نہ ہوتی اس لئے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کی مخالفت کے ہوتے ہوئے انہوں نے مرتدین سے جنگ کی رائے دی تھی حتیٰ کہ انہوں نے واضح دلائل کے ساتھ مرتدین اور مانعین زکوٰۃ سے قتال کرنے کے متعلق ان پر دلیل پکڑی اور انہوں نے اپنے موقف سے رجوع کیا اور مرتدین اور مانعین زکوٰۃ سے جنگ کی اور اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے واسطے اس پریشانی کو ختم فرمایا اور اسلام سے اس مصیبت کو ختم فرمایا۔

(الصواعق المحرقة عربی خاتمہ ص256، کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

دوسری وجہ

اس رافضی کے قتل پر جو امور دلالت کرتے ہیں ان میں سے یہ بھی ہے کہ اس نے شیخین اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر لعنت

کرنے کو اپنے اقرار سے جائز ٹھہرایا اور جو اللہ تعالیٰ کی حرام کی ہوئیں چیز حلال ٹھہرایا وہ کفر کا مرتکب ہے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر لعنت کرنا اور آپ رضی اللہ عنہ کو گالی دینا دونوں باتیں حرام ہیں بلکہ لعنت تو بہت زیادہ سخت ہے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر لعنت کی حرمت دین سے ضرورت کی ذریعے جانی گئی۔ کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ کا حسن اسلام اور وہ کام جو آپ رضی اللہ عنہ کے ایمان پر دال ہیں تواتر کے ساتھ ثابت ہیں اور وہ وفات تک اسی بات پر قائم رہے۔ یہ وہ بات ہے جس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔ اگرچہ روافض کو اس کے اندر شک ہے۔

ہاں! کفر کی شرط یہ ہے کہ اس ضروری بات کا انکار کیا جائے جس کو انکار کرنے والا بھی ضروری کرتا کہ اس کے انکار سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب لازم آئے اور رافضی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر لعنت کی حرمت کے متعلق زیادہ سے زیادہ یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ وہ ضروری ہے اس سے یہ بات جدا ہے کہ بس مخلوق کے نزدیک تحریم کا تواتر' رافضی کے اس شبہ کو لغو ٹھہرایا ہے جس نے اس کا دل پتھر بنا دیا ہے' یہاں تک کہ اس نے اس کو سمجھا ہی نہیں اور یہ بات محل نظر اور جھگڑے کی ہے اور سبکی کے مطابق دل کا میلان اس فیصلے جو عدم تکفیر کی نسبت ہے۔ اس کو قبول کا فیصلہ دیا ہے اس لیے گالی دینے یا لعنت کرنے والا متاول ہے۔ اگرچہ اس کی تاویل جہالت عصبیت اور حمیت کی آئینہ ہے مگر کفر کا باب اس کے متعلق محتاط ہے جس طرح کہ اپنے محل میں یہ بات بیان ہو گئی ہے۔

(الصواعق المحرقۃ عربی' خاتمہ ص 256' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

تیسری وجہ

یہ ہیئت اجتماعیہ جس نے اس رافضی سے کھلم کھلا حضرت ابوبکر' حضرت عمر' اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم پر لعنت کرنے اور اس کو جائز ٹھہرانے کا صدمہ اٹھایا حالانکہ وہ ائمہ اسلام ہیں اور جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دین کو قیام بخشا ان کو ان کے مناقب و مآثر میں دین پر طعن کرنے کی کوئی بات نہیں جان سکا اور دین پر طعن کرنا کفر ہے۔ ان دلائل نے میرے دل پر ظاہر کر دیا ہے ورنہ امام شافعی رضی اللہ عنہ کے مذہب کو آپ جانتے ہیں۔ (الصواعق المحرقۃ عربی' خاتمہ' ص 256' کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

چوتھی وجہ

علماء سے منقول ہے کہ

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا مذہب یہ ہے کہ

جو شخص حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی خلافت کا منکر ہو وہ کافر ہے۔

اور بعض نے اس کا خلاف بھی بیان کیا ہے۔

اور انہوں نے کہا ہے کہ

صحیح بات یہ ہے کہ وہ کافر ہے اور مسئلہ مذکورہ ان کی کتابوں ''غایۃ للسروجی'' اور ''فتاوی ظہیریہ'' اور محمد بن الحسن کی ''الاصل'' اور فتاویٰ بدیعیہ میں موجود ہے۔

انہوں نے روافض کو کفار وغیرہ میں منقسم کیا اور ان کے بعض فرقوں کے اختلاف کا بھی تذکرہ کیا ہے اور اس آدمی کے بارے میں بھی اختلاف کیا ہے جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی امامت کا منکر ہو اور ان کی تکفیر کو صحیح گمان کرے۔

المحیط میں ہے کہ

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ روافض کے اقتداء میں نماز کو ناجائز فرماتے ہیں کیونکہ وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے منکر ہیں اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کی خلافت پر متفق ہیں۔

الخلاصہ میں ہے کہ

جو آدمی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا منکر ہو وہ کافر ہے۔

اور تتمۃ الفتاویٰ میں ہے کہ

غالی رافضی جو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا منکر ہے اس کی اقتداء میں نماز ناجائز ہے۔

المرغینانی میں ہے کہ

اہل اہواء و بدعت کی اقتداء میں نماز مکروہ ہے اور رافضی کے اقتداء میں نماز جائز نہیں۔

پھر کہا ہے

کلام کا حاصل یہ ہے کہ اگر وہ اپنی خواہش سے تکفیر کرتا ہے تو جائز نہیں ورنہ جائز اور مکروہ ہے۔

شرح المختار میں ہے کہ

کسی صحابی کو گالی دینا یا اس سے بغض کرنا کفر نہیں ہوگا مگر اس طرح کے آدمی کی تضلیل کی جائے گی اس لئے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے گالی دینے والے کی تکفیر نہیں کی

اور فتاویٰ بدیعیہ میں ہے کہ

جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی امامت کا منکر ہو وہ کافر ہے۔ بعض نے اس کو مبتداع ٹھہرایا ہے۔

صحیح یہ ہے کہ

وہ کافر اور اصح اقوال کے مطابق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا انکاری بھی اس طرح ہے لیکن اکثر لوگوں نے اس کے متعلق کلام نہیں کیا لیکن ہمارے شافعی اصحاب میں سے قاضی حسین نے اپنی تعلیق میں کہا ہے کہ جو آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے اس کی تکفیر کی جائے اور صحابی کو گالی دینے والے کی تفسیق کی جائے اور جو شیخین اور دونوں دامادوں کو گالی دے تو اس کی دو وجہیں بیان فرمائی گئی ہیں۔

ایک یہ کہ

اس کی تکفیر کی جائے کیونکہ امت نے ان کی امامت پر اجماع قائم کیا ہے۔

دوسری یہ کہ

اس کی تفسیق کی جائے تکفیر نہ کی جائے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ جو اہل اہواء پر کفر کا حکم نہ لگائے اس کے ہمیشہ دوزخی ہونے کے متعلق قطعی حکم نہیں لگایا جا سکتا۔ کیا ان کے جہنمی ہونے متعلق قطعی حکم لگایا جا سکتا ہے۔

اس کی دو وجوہات ہیں۔

قاضی اسماعیل مالکی نے کہا ہے کہ

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے یہ قدریہ کے متعلق کہا ہے۔ دوسرے اہل بدعت اگر توبہ کریں تو ان کی توبہ قبول کی جائے گی ورنہ ان کو قتل کر دیا جائے گا اس لئے کہ یہ زمین میں فساد ہے جس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے محارب کے متعلق فرمایا ہے۔ اس کا فساد دنیا کی مصالح کے لئے ہوتا ہے اور کبھی حج و جہاد کا راستہ روکنے والا بھی دین میں داخل ہو جاتا ہے مگر اہل بدعت کا زیادہ فساد دین میں داخل ہو جاتا ہے مگر اہل بدعت کا زیادہ فساد دین کے بارے میں ہے اور وہ مسلمانوں کی آپس میں کچھ عداوت دیکھ کر دنیا میں داخل ہو جاتے ہیں۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور اشعری کے قول کی تکفیر میں اختلاف کیا گیا ہے۔ زیادہ ترک تکفیر کے قائل ہیں۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

کفر ایک خصلت ہے جو وجود باری سے جہالت کے نتیجہ میں پیدا ہوتی ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے روافض کو مشرک اور ان پر لعنت کا اطلاق جائز ٹھہرایا ہے۔ اسی طرح خوارج اور دوسرے اہل اہوا مکفرین کے لئے حجت ہے۔

دوسرے لوگوں نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ

اس طرح کے الفاظ غیر کفریہ کے مقام پر شدت کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔ کفر دون کفر، اشراک دون اشراک اور خوارج کے متعلق ان کا یہ قول کہ ان کو عام شخص کی مانند قتل کر دو یہ کفر کا تقاضا کرتا ہے۔

مگر مانع نے کہا

یہ حد ہے کفر نہیں ہے۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

صحابہ کرام علیہم الرضوان پر سب و شتم کے متعلق علماء نے اختلاف کیا ہے۔

اور مشہور مذہب امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا ہے جس میں اجتہاد اور دردناک ادب سکھانا ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے اس کو قتل کیا جائے اور اگر صحابہ کرام علیہم الرضوان کو گالی دے تو اس کو ادب سکھایا جائے۔

پھر فرماتے ہیں کہ

جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سے کسی کو حضرت ابوبکر یا حضرت عمر یا حضرت عثمان یا حضرت امیر

معاویہ یا حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم پر سب وشتم کرے۔

اگر کہے کہ

وہ گمراہ اور کفر پر تھے تو اس کو قتل کر دیا جائے اور اگر ان کی طرف ظلم منسوب کرے جو کفر سے کم ہو جس طرح کہ بعض روافض کا خیال تو یہ غور وفکر کا مقام ہے اس لئے کہ یہ بات نہ صحبت کے لحاظ سے ہے اور نہ کسی اس طرح کے معاملہ کے بارے میں ہے جو دین سے تعلق رکھتا ہو یہ تو بعض صحابہ کرام علیہم الرضوان کی خصوصیات سے تعلق رکھتا رکھنے والی بات ہے اور اس سے دین کی کوئی تنقیص نہیں ہوتی۔ بغیر کسی شک کے روافض ان باتوں سے انکاری ہیں جو ضرورت کی وجہ سے معلوم ہوئی ہیں اور وہ صحابہ کرام علیہم الرضوان پر افتراء کرتے ہیں جن سے ضرورت کے تحت ہم ان کی برأت جانتے ہیں مگر اس سے نبی کریم ﷺ کی تکذیب کا اقتضاء ثابت نہیں ہوتا بلکہ وہ اس کو نبی کریم ﷺ کی موافقت گمان کرتے ہیں اور ہم تو ان کے متعلق تکذیب کرتے ہیں آج تک امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے یہ بات ثابت نہیں ہوئی جو اس قسم کے شخص کے قتل کا تقاضا کرے۔

ابن حبیب نے کہا ہے کہ

جو شیعہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بغض واظہار بیزاری میں غلو کرے اس کو سخت تادیب کی جائے اور جو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے بغض میں زیادہ ہو جائے اس کو سخت سزا دی جائے اس کو بار بار مارا جائے اور موت تک اس کو قید میں رکھا جائے اگر وہ نبی کریم ﷺ کو گالی دے تو اس کو قتل کر دیا جائے۔

سحنون نے کہا ہے کہ جو نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ یا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ یا دیگر صحابہ کرام علیہم الرضوان پر جھوٹ بکے اس کو دردناک طریقے سے مارا جائے۔

ابن ابی زید نے سحنون سے روایت کیا ہے کہ جو حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کے بارے میں کہے کہ وہ گمراہی اور کفر پر تھے اس کو قتل کیا جائے اور جو ان کے علاوہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کو اسی کی طرح گالی دے اس کو سخت عذاب دیا جائے۔ چاروں صحابہ کرام علیہم الرضوان کی تکفیر کرنے والا قتل کیا جائے گا اس لئے کہ اس نے غلاۃ اور روافض کو ترک کر کے اجماع امت کی مخالفت کی ہے اور اگر وہ تین صحابہ کرام علیہم الرضوان کی تکفیر کرے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تکفیر نہ کرے اس کے بارے میں سحنون نے کوئی صراحت نہیں کی۔ امام مالک کا کلام اس کے متعلق زیادہ صریح ہے۔

(الصواعق المحرقہ عربی: خاتمہ ص 257، کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کیا گیا ہے کہ

جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو گالی دے اس کو کوڑے مارو اور جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو گالی دے اس کو مار دیا جائے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو گالی دینے والے کے متعلق کہا ہے کہ

اس کے قتل سے تو میں خوف رکھتا ہوں مگر میں دردناک سزا دیتا ہوں۔

ابو یعلیٰ حنبلی جس کے مذہب کو فقہاء نے تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان کے متعلق اختیار کیا ہے

انہوں نے کہا

جو صحابہ کرام علیہم الرضوان کو گالی دینا جائز ٹھہراتا ہے اس کی تکفیر کی جائے گی اور اہل کوفہ وغیرہم کے فقہاء میں سے ایک گروہ نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو گالی دینے والے اور روافض کی تکفیر کرنے والے کے بارے میں قطعی قتل کا حکم لگایا ہے۔

محمد بن یوسف الفریابی سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو گالی دینے والے کے بارے میں پوچھا گیا۔

تو اس نے کہا

اس طرح کا آدمی کافر ہے۔

پوچھا گیا

اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے

ارشاد فرمایا

نہیں

روافض کی تکفیر کرنے والوں میں سے احمد بن یونس اور ابو بکر بن ہانی ہیں۔

انہوں نے کہا

وہ مرتد ہیں' ان کا ذبیحہ نہ کھایا جائے۔

عبداللہ بن ادریس جو کہ کوفہ کے ایک امام ہیں

انہوں نے کہا

رافضی کو شفعہ کا استحقاق نہیں اس لئے کہ شفعہ مسلمان کے لئے ہے۔

احمد نے ابی طالب سے روایت کیا ہے کہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو گالی دینا زندیقیت ہے۔ عدم تکفیر کے قائلین نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو گالیاں دینے والوں کے بارے میں متفقہ طور پر کہا ہے کہ

اس طرح کہ اشخاص فاسق ہیں اور کچھ لوگوں نے حضرت ابو بکر' حضرت عمر' عبدالرحمٰن ابزی رضی اللہ عنہ کو گالی دینے پر قتل کے وجوب کا فتویٰ دیا ہے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب عبیداللہ بن عمر نے حضرت مقداد بن اسود سب سب و شتم کیا' تو انہوں نے اس کی زبان کاٹ دی۔ اس کے متعلق آپ سے کلام کیا گیا۔

تو آپ نے فرمایا

مجھے اس کی زبان کاٹنے دو تا کہ وہ نبی کریم ﷺ کے کسی صحابی پر سب وشتم نہ کر سکے۔

اور ابن شعبان کی کتاب میں ہے کہ

جو کسی ایک صحابی کو زانیہ کا بیٹا کہے اور اس کی والدہ مسلمان ہو تو ہمارے مذہب کے مطابق اس کو دو حدیں لگائی جائیں گی۔

ایک اس کی اور ایک اس کی ماں کی حد

میں اس کو ایک جماعت پر تہمت لگانے والے کی حیثیت نہیں دے سکتا اس لئے صحابی کو دوسروں پر فضیلت حاصل ہے۔

اور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا

جو میری صحابی کو گالی دے اس کو کوڑے مارو۔

عرض کیا گیا

جو کسی صحابی کی ماں پر تہمت لگائے اور وہ کافرہ ہو۔

فرمایا

اس کو جھوٹ کی حد لگائی جائے گی اس لئے کہ اس نے اس کو گالی دی ہے اور اگر صحابی کا کوئی بیٹا زندہ ہو تو وہ اس کو حد لگائے ورنہ مسلمانوں میں سے وہ شخص حد لگائے گا جس کو امام قبول کرے گا۔

انہوں نے کہا

یہ بات صحابہ کرام علیہم الرضوان کے علاوہ کے حقوق کی طرح نہیں کہ انہوں نے بھی نبی کریم ﷺ کے ساتھ بھلائی کی ہے۔ اگر امام اس بات کو سماعت کرے اور اس کو گواہی مل جائے تو وہ اس حد کے قائم کرنے کا زیادہ ذمہ دار ہے اور جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو گالی دے اس کے متعلق دو اقوال ہیں۔

ایک یہ کہ

اس کو قتل کر دیا جائے

دوسرا یہ کہ

دوسرے صحابہ کرام علیہم الرضوان کی مانند یہ ہے کہ اس کو مفتری کی حد لگائی جائے گی۔

انہوں نے کہا

میں پہلے قول کا قائل ہوں

ابو مصعب نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ

جو نبی کریم ﷺ کی اہل بیت کو گالی دے اس کو دردناک ماردی جائے اس کو مشہور کیا جائے اور توبہ کرنے تک اس کو قید

میں رکھا جائے اس لئے کہ نبی کریم ﷺ کے حق کا استخفاف ہے اور ابن مطرف نے اس آدمی کے متعلق فتویٰ دیا ہے جو رات کو عورت کو قسم دینے کا انکار کرے۔

انہوں نے کہا

اگر چہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہی کیوں نہ ہو اس کو بھی دن کے وقت قسم دینی پڑے گی۔ اسی طرح کے موقع پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیٹی کا ذکر بڑے ادب کی وجہ سے فرمایا گیا ہے۔

ہشام بن عمار نے کہا کہ

میں نے حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

جو حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو گالی دے اس کو قتل کیا جائے اور جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو گالی دے اس کو بھی قتل کیا جائے۔

اسی لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

یعظکم اللہ ان تعودوا لمثلہ ابدا ان کنتم مومنین (النور:۱۷)

اور جس نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی اس نے قرآن مجید کی مخالفت کی اور جو قرآن مجید کی مخالفت کرے اس کو قتل کر دیا جائے گا۔

ابن خضر نے کہا ہے کہ

یہ قول صحیح ہے۔ شیعہ اور خوارج کی تکفیر کرنے والوں نے اس سے حجت لی ہے اس لئے کہ وہ عظیم القدر صحابہ کرام علیہم الرضوان کی تکفیر کرتے ہیں اور اس سے نبی کریم ﷺ کے اس فرمان کی تکذیب ہوتی ہے جس میں ان کو قطعی جنتی فرمایا گیا ہے اور یہ محبت اس آدمی کے متعلق صحیح ہے جس کا تکفیر کرنا ثابت ہے اور یہ بات پہلے بیان ہو گئی ہے کہ ائمہ احناف نے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی خلافت کے منکر کی تکفیر کی ہے۔ یہ مسئلہ الغایت اور دوسری کتب میں بھی موجود ہے جس طرح کہ بیان ہو گیا ہے۔

اور محمد بن الحسن کی الاصل اور الظاہر میں ہے کہ

انہوں نے اس بات کو حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے لیا ہے کیونکہ وہ کوفی ہونے کی وجہ سے روافض کو بہت اچھی طرح جانتے ہیں اور کوفہ رفض کا سرچشمہ ہے۔ روافض کے بعض فرقوں کی تکذیب واجب ہے اور بعض کی تکفیر واجب نہیں۔

جب حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی امامت کے انکاری کی تکفیر فرماتے ہیں تو آپ رضی اللہ عنہ پر لعنت کرنے والے کی تکفیر آپ رضی اللہ عنہ کے ہاں اولیٰ ثابت ہوئی علاوہ اس کے کہ آپ اس کا فرق بیان کریں۔

ظاہری طور پر بات یہ ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ کی امامت کے انکاری کی تکفیر کا سبب یہ ہے کہ وہ اجماع کا منکر ہے اور اس کی بنیاد اس معاملہ پر ہے کہ متفق علیہ حکم کا منکر کافر ہوتا ہے اور اصولیوں کے نزدیک یہ ایک مشہور بات ہے اور آپ کی امامت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیعت کے وقت سے متفقہ ہے۔ اس پر اس بات سے منع وارد نہیں کیا جا سکتا کہ بعض صحابہ کرام علیہم الرضوان نے تاخیر سے بیعت کی ہے۔ وہ آپ رضی اللہ عنہ کی امامت صحیح ہونے کے مخالف نہیں تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کی دی ہوئی چیزوں کو لیتے تھے اور آپ رضی اللہ عنہ کے پاس فیصلے لے جاتے تھے۔ بیعت اور چیز ہے اور اجماع اور چیز ہے۔ ایک سے دوسری چیز لازم نہیں آتی اور نہ ہی ایک کے عدم سے دوسرے کا عدم لازم آتا ہے۔ اس بات کو خوب سمجھ لیں اس میں بہت غلط فہمی ہوتی ہے۔ اگر تم کہو کہ کفر کی شرط اس متفقہ بات کا انکار ہے جو دینی ضرورت میں سے معلوم ہو تو میں کہوں گا سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت اسی طرح ہی ہے کیونکہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کا آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنا ضرورت کی حد تک انتہائی تواتر سے ثابت ہے تو یہ متفقہ بات کی طرح معلوم بالضرورت ہوئی اور اس میں کوئی شبہ نہیں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ' حضرت عمر رضی اللہ عنہ' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں کوئی ایک رافضی بھی موجود نہیں تھا یہ تو بعد کی پیداوار ہے اس لئے کہ ان کی باتیں بھی نئی ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

خلافت بھی نئے واقعات میں سے ہے۔ کوئی شرعی حکم نہیں اور امر ضروری کے منکر کی تب تکفیر جائے گی جب وہ ضروری امر حکم شرعی ہو جس طرح کہ نماز اور حج اس لئے کہ اس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب لازم آتی ہے برخلاف سابقہ خلافت کے۔

علاوہ ازیں اس کے کہ یہ کہا جائے کہ

اس کے ساتھ احکام شرعیہ کا واسطہ ہے جس طرح کہ اطاعت کا واجب ہونا وغیرہ

قاضی حسین سے بیان ہو گیا ہے کہ

شیخین اور دونوں دامادوں کو گالی دینے والے کے متعلق دو وجوہات ہیں۔ یہ اس بات کے منافی نہیں کہ انہوں نے مقام پر صحابہ کرام علیہم الرضوان کو گالی دینے والے کے فسق کے بارے میں جزم کیا ہے۔

اسی طرح ابن الصباغ وغیرہ نے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے اس کو بیان کیا ہے کہ

یہ دو مسئلے ہیں

دوسرا مسئلہ گالی دینے کے متعلق ہے۔ اس کی تفسیق کی جائے گی اگرچہ جس کو گالی دی گئی ہے وہ کوئی ایک صحابی ہو جو سابقہ کی نسبت ادنیٰ درجے کا ہو اس لئے یہ بات خصوصاً شیخین اور دونوں دامادوں کو گالی دینے کے متعلق ہے اور یہ نہ ڈانٹ ڈپٹ کے اعتبار سے سخت بات ہے کیونکہ اس میں ایک وجہ کفر بھی ہے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور ان کی طرح کے لوگوں کی تکفیر کرنا جن کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنتی ہونے کی شہادت دی ہے اس کے متعلق اصحاب شافعی نے کوئی بات نہیں کی اور جس نے اس کو قطعی کفر گمان کیا ہے اور ان لوگوں کے ساتھ موافقت کی ہے جن کا بیان پہلے گزر گیا ہے۔

اور احمد سے یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ

خلافت عثمان میں طعن کرنا' مہاجرین اور انصار پر طعن کرنا ہے اور یہ بات درست ہے اس لئے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خلافت کے لئے مجلس شوریٰ بنائی تھی جو چھ اشخاص پر مشتمل تھی۔

(1) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

(2) حضرت علی رضی اللہ عنہ

(3) حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ

(4) حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ

(5) حضرت زبیر رضی اللہ عنہ

(6) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

آخری تین اپنے حقوق سے دستبردار ہو گئے اور حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ اس کو اپنے واسطے پسند نہیں فرماتے تھے۔

ان کا مقصد یہ تھا کہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ میں سے کسی کی لوگ بیعت کر لیں۔ انہوں نے اپنے دین کے لئے بہت احتیاط کی تین دن رات سوئے بغیر وہ مہاجرین اور انصار کے گھروں میں چکر لگاتے رہے اور ان سے مشورہ فرماتے رہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ میں سے کس کی بیعت کرنی چاہئے۔ وہ عورتوں' مردوں' جماعتوں اور افراد سے ملے اور ہر ایک سے ان کا ارادہ دیکھیں حتیٰ کہ تمام کی آراء حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق متفق ہو گئیں۔ لہٰذا آپ رضی اللہ عنہ نے ان کی بیعت کی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت مہاجرین اور انصار کے قطعی اجماع سے ہے۔ اس پر طعن کرنا دونوں فریقوں پر طعن کرنا ہے۔ (الصواعق المحرقہ عربی: خاتمہ' ص 260' کتب خانہ مجیدیہ' ملتان)

احمد سے یہ بھی روایت ہے کہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو گالی دینا زندیقیت ہے۔

اور اس کی وجہ انہوں نے یہ بیان کی ہے کہ

ظاہری طور پر تو یہ کفر نہیں مگر باطنی طور پر کفر ہے اس لئے کہ اس سے فریقین کی تکذیب تک بات پہنچتی ہے جس طرح کہ آپ کو علم ہے۔

لہٰذا آپ کے کلام سے یہ نہ سمجھا جائے کہ

وہ صحابی کے گالی دینے والے کی تکفیر کرتے ہیں برخلاف بعض صحابہ کرام علیہم الرضوان کے اور یہ پہلے بیان ہو گیا ہے۔

کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ

احناف کے نزدیک حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو گالی دینا کفر ہے اور ایک وجہ سے شافعیہ کے نزدیک بھی کفر ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور مذہب یہ ہے کہ

وہ اس کو کوڑے مارنا واجب ٹھہراتے ہیں۔ اس کے کفر کے قائل نہیں۔ ہاں اس سے وہ بات خارج ہو جاتی ہے جو آپ سے خوارج کے متعلق بیان ہوئی ہے کہ انہوں نے کفر کیا ہے۔

آپ کے پاس اس مسئلہ کی دو صورتیں ہیں۔

اگر بغیر تکفیر کے صرف گالی دی جائے تو تکفیر نہیں کی جائے گی اور اگر وہ تکفیر کرے تو اس کی تکفیر کی جائے گی۔

جس روافض کا ذکر پہلے ہو گیا ہے وہ امام مالک، امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کے نزدیک ایک وجہ سے کافر ہے اور احمد کے نزدیک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے عارض ہونے کی بناء پر زندیق ہے اس لئے کہ اس طرح مہاجرین و انصار کو خطا کار ٹھہرانا پڑتا ہے اور اس کا یہ کفر ارتداد ہے اس لئے کہ اس سے پہلے وہ مسلمانوں کے حکم میں تھا اور مرتد اگر توبہ کرے تو اس کی توبہ قبول کی جاتی ہے ورنہ اس کو قتل کر دیا جاتا ہے۔ اس کا قتل جمہور علماء کے مذہب یا سب کے مطابق ہوگا اس لئے کہ جو گالی دینے والے کی تکفیر کا قائل نہیں

اس سے یہ بات متحقق نہیں ہوئی ہے کہ

اس کو دور بھگا دے گا، جو عظیم الشان صحابہ کرام علیہم الرضوان کی تکفیر کرتا ہے۔

ہمارے نزدیک ایک وجہ یہ ہے کہ

اس نے تکفیر کے بغیر محض گالی دینے پر فاسق ٹھہرایا ہے

یہی بات احمد نے کی ہے کہ

وہ صرف گالی دینے والے کے قتل سے خوف کھا گئے ہیں اور جو بات اس شخص سے ہوتی ہے وہ گالی سے بڑی ہے۔

اور بیان کر دیا گیا ہے کہ

طحاوی نے اپنے عقیدہ میں فرمایا ہے کہ

صحابہ کرام علیہم الرضوان سے بغض رکھنا کفر ہے۔

یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ

آپ نے اس کو تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان پر محمول کیا یا ہر ایک صحابی پر مگر اس صورت میں جب وہ صحبت کی بناء پر بغض رکھے اور محض بغض کو کفر ٹھہرانا دلیل کا محتاج ہے۔ اس رافضی اور اس کے مشابہ کا شیخین اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بغض رکھنا صحبت کی وجہ سے نہیں اس لئے وہ حضرت علی اور حسنین کریمین رضی اللہ عنہما وغیرہم سے محبت رکھتے ہیں بلکہ یہ بغض نفس کی خواہش اور جاہلانہ اعتقاد اور اہل بیت پر ان کے ظلم و عناد کی بناء پر ہے۔

لہٰذا یہ بات ظاہر ہے کہ انہوں نے تکفیر کے بغیر گالی دی ہے اور اتفاقی بات کا انکاری نہیں ہوا۔ اسی وجہ سے ان کی تکفیر نہیں کریں گے۔

(الصواعق المحرقہ عربی: خاتمہ ص 261، کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

پانچویں وجہ

اس رافضی کے قتل کے متعلق ایسے ہی تمسک ممکن ہے اس لئے کہ جس جگہ وہ قائم ہے بغیر کسی شک وشبہ کے اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف ہوتی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف دینا قتل کا موجب ہے۔

اس کی دلیل صحیح حدیث میں ہے کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک تکلیف دینے والے کے متعلق ارشاد فرمایا

میرے دشمن کے متعلق مجھے کون کفایت کرے گا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے عرض کیا

میں اس کو کفایت کروں گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اس کی جانب بھیجا آپ رضی اللہ عنہ نے اس کو قتل کر دیا مگر اس طرح کا بیان سابق میں ہو گیا ہے کہ ہر تکلیف قتل کا تقاضا نہیں کرتی ورنہ تمام گناہ اس میں آ جائیں گے اس لئے کہ وہ بھی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو اذیت دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

ان ذلکم کان یوذی النبی فیستحی منکم (الایۃ) (الاحزاب:۵۳)

اور یہ رافضی جو تھا وہ اہل بیت کے بدلہ لے رہا تھا اس کا اصل مقصد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف دینا نہیں تھا لہٰذا اس کے قتل کی دلیل بالکل واضح نہیں ہے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر الزام لگانا قتل کا موجب ہے کیونکہ قرآن مجید نے آپ رضی اللہ عنہا کی برأت کی شہادت دی ہے لہٰذا آپ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانا قرآن مجید کی تکذیب کرنا ہے اور قرآن مجید کی تکذیب کفر ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ ہیں۔ ان پر الزام لگانا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص کرنا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص کفر ہے اور دیگر امہات المومنین کے بارے میں بھی الزام لگانے کا اسی طرح حکم ہوگا لہٰذا پہلی بات سے کفر نہیں ہوگا اور دوسری بات سے کفر ہوگا اور یہی بعض مالکیوں کے نزدیک راجح ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے والوں کو قتل نہیں فرمایا کیونکہ انہوں نے نزول قرآن سے پہلے تہمت کو لگایا تھا اس سے قرآن مجید کی تکذیب لازم

نہیں ہوتی کیونکہ یہ حکم آیت کے نازل ہونے کے بعد ہوا ہے اس کو سابقہ واقعہ پر منطبق نہیں کر سکتے۔

(الصواعق المحرقہ عربی: خاتمہ ص 262 'کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

چھٹی وجہ

حدیث صحیح میں ہے کہ

میرے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو گالی نہ دو جو ان سے محبت کرتا ہے وہ مجھ سے محبت کرتا ہے اور جو ان سے بغض کرتا ہے وہ مجھ سے بغض کرتا ہے اور جس نے ان کو اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی۔ یہ بات تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان کے واسطے ہے مگر ان کے درجات ہیں اور ان کے مختلف درجات کی بناء پر حکم بھی مختلف ہوگا اور جرم جس سے تعلق رکھتا ہوگا اس کے مقام کے مطابق بڑھ جائے گا لہٰذا سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو گالی دینے پر صرف کوڑوں پر اکتفا نہیں کیا جائے گا جس طرح کہ دوسرے کے متعلق کوڑوں پر ہی اکتفاء کیا جائے گا کیونکہ یہ کوڑے تو صرف حق محبت کی وجہ سے ہیں جب صحبت کے ساتھ دوسری چیزیں بھی مل جائیں جو دین اور مسلمانوں کی نصرت کی بناء پر احترام کے مقتضی ہوں اور آپ کے ہاتھ پر جو فتوحات ہوئی ہیں اور آپ ﷺ کو نبی کریم ﷺ کی خلافت ملی ہے ان میں سے ہر بات آپ رضی اللہ عنہ کے بارے میں جرأت کرنے والے کے متعلق اور زیادہ عقوبت کا مقتضی ہیں۔

لہٰذا عقوبت میں اور زیادہ اضافہ ہو جائے گا اور نبی کریم ﷺ کے بعد یہ کوئی نیا حکم نہیں ہے بلکہ آپ نے احکام عطا فرمائے ہیں اور ان کو اسباب سے ملایا ہے لہٰذا ہم اسباب کی پیروی کرتے ہیں اور ہر سبب پر اس کا حکم منطبق کرتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کی ظاہری حیات مبارکہ میں سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اسلام میں سبقت کا حق اور تصدیق ملا ہوا تھا اور نبی کریم ﷺ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے راستے میں قائم ہیں اور آپ ﷺ سے وہ محبت کی جو کامل تھی اور نبی کریم ﷺ کی ذات مقدسہ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام علیہم الرضوان پر بہت زیادہ خرچ بھی کیا اور دین کی بہت زیادہ امداد بھی کی اور اس کے علاوہ آپ رضی اللہ عنہ کے بہت زیادہ اچھے خصائل تھے جن کا ذکر اس کتاب میں اور دیگر کتابوں میں ہوا ہے۔ نبی کریم ﷺ کے بعد آپ رضی اللہ عنہ کو خصوصیت اور فضائل حاصل ہیں جس طرح کہ آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے جیسے خلافت کا حق ادا فرمایا ممکن نہیں کہ امت کا کوئی دوسرا آدمی آپ رضی اللہ عنہ کے بعد اس طرح کر سکے یہ قطعی اور معلوم بات ہے۔ اس کا انکاری کوئی معاند' مکابر' جاہل اور غبی شخص ہی کر سکتا ہے اور مزید یہ کہ آپ رضی اللہ عنہ نے مرتدین اور مانعین زکوٰۃ سے جنگ بھی کی اور اس طرح کی شجاعت کا اظہار کیا کہ کوئی دوسرا آپ رضی اللہ عنہ سے آگے نہ بڑھ سکا۔ اس وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ کے حق اور حرمت میں مزید بڑھوتری ہوتی ہے اور آپ رضی اللہ عنہ پر جرأت کرنے والا زیادہ سزا کا مستحق ہو جاتا ہے لہٰذا یہ بات بعید نہیں کہ اس اعلیٰ مقام اور فضیلت والے شخص پر طعن کرنے والا دین میں طعن کرنے والا بن جاتا ہے اور قتل کا حق دار ہے' جس طرح کہ پہلے بیان ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یحییٰ بن زکریا علیہ السلام کی وجہ سے پچھتر (75) ہزار لوگوں کو قتل کیا۔

بعض علماء کرام نے فرمایا ہے
ہر نبی کی دیت ہے
کہتے ہیں کہ
اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی جانب وحی فرمائی کہ میں یحییٰ بن زکریا (علیہ السلام) کی بناء پر (70) ہزار کو قتل فرمایا تھا۔
اور تمہاری صاحبزادی کے بدلے میں لازمی (70) ہزار کو قتل فرماؤں گا۔

ایسے ہی اللہ تعالیٰ کثیر روافض کو ذلیل کر کے سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے حق وحرمت کا اظہار فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ ان پر لعنت فرمائے جس کو اسی رافضی کے قتل کی بناء پر ذلیل فرمایا ہے اور ان کے ناک اونچے ہی رہتے ہیں اگرچہ وہ ان سے آگے بڑھنے کی کوشش کریں۔

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے رفیق حضرت امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:
تعزیر قتل کو جائز ٹھہراتی ہے اور اس رافضی کا اس بلند مقام پر جرأت کرنا جو سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور چاروں خلفاء رضی اللہ عنہم کا مقام ہے یہ ان اعلیٰ اسباب میں سے ہے جو تعزیر کا تقاضا کرتی ہیں جس کی وجہ سے امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قتل تک نوبت آتی ہے۔ لہٰذا یہ بات بذریعہ اتم اس رافضی کے قتل کے متعلق درست اور صحیح ہے اور اس پر مالکی حاکم کے مذہب کی وجہ سے اعتراض نہیں ہوسکتا۔ جس طرح کہ ان کا مذہب بیان ہوگیا ہے ایسے ہی امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کی رو سے بھی اعتراض نہیں ہوسکتا اور نہ ہی شافعیہ کے مذہب کی کسی وجہ سے ہوسکتا ہے اور نہ ہی حنابلہ کے مذہب کی رو سے اس طرح ہوسکتا ہے لہٰذا اس واقعہ اور علماء کے اقوال سے تفکر کرو جس کو میں نے بیان کیا ہے اس لئے کہ اس کے اندر بہت زیادہ اہم احکام ہیں اور بہت سے فوائد بھی ہیں جن کو آپ وضاحت کے ساتھ شک وطعن سے سلامت اور تعصب اور عیب سے پاک کسی دوسری کتاب میں جمع ہونا قلیل ہی پاؤ گے۔ میں نے اپنی کتاب ''الاعلام فی قواطع الاسلام'' میں ان کا تذکرہ کیا ہے جن سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے جس کی طرف میں نے سبکی کے کلام کو ذکر کرتے وقت اشارہ فرمایا ہے جس کو وہ ہمارے مذہب کے قواعد کے خلاف اپنے اختیار پر کسی اور حکم کی وجہ سے نکالا ہے۔ لہٰذا مذکورہ کتاب سے یہ بیان ملاحظہ فرمالیں اس لئے کہ اس باب میں اس نے اس طرح نہیں تحریر کیا بلکہ میں اپنے امام کے متعلق بھی کامیاب نہیں ہوا کہ اس نے مکفرات کے متعلق کوئی کتاب لکھی ہو اور نہ ہی چاروں مذہب کی رو سے اس کے سب مسئلوں کے متعلق پورا حکم بیان کیا ہو جس سے سینہ کھلتا ہے۔ میں نے یہ تمام اس عدیم النظیر مؤلف سے حاصل ہے جو حسد اور کینہ کی بیماری سے خود کو محفوظ رکھتا ہے اور وہ ادیم عناد پر نہ رہنے والوں کے نزدیک اسی طرح ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور دیگر کو بھی اس سے نفع عطا فرمائے اور ہمیشہ اپنا جود وفضل وکرم اور خیر مجھ پر فرمائے کیونکہ وہی رؤف ورحیم، جواد رحمٰن ہے۔ (الصواعق المحرقہ عربی: خاتمہ، ص263، کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

عرضِ گناہگار

فقیر وحقیر نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کی شان کو رفعت عطا کرنے کے لئے ادنیٰ سی سعی کر کے جتنا ممکن ہو سکا تخریج اور ترجمہ کیا ہے۔ لہٰذا علماء وفضلاء وقارئین سے عرض ہے کہ مجھ بدکار و ناکار کے لئے خاص کر یہ دعا کر دینا کہ جتنے اللہ تعالیٰ نے زندگی کے لحات عطا فرمائے ہیں وہ لحات دین کی خدمت میں صرف ہوں اور اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب ﷺ کی رضا حاصل ہو کر مرتے وقت ایمان پر خاتمہ نصیب ہو۔ اللہ تعالیٰ کی مقدس بارگاہ میں دعا ہے کہ ہم سب مسلمانوں کی حتمی مغفرت فرما کر ایمان پر خاتمہ، قبر میں نبی کریم ﷺ کی زیارتِ عظمیٰ اور بروزِ محشر شفاعتِ عظمیٰ اور جنت الفردوس میں نبی کریم ﷺ کے قدمین شریفین میں پڑوس عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین وصلی اللّٰہ علیہ وسلم

عبدالمصطفیٰ محمد مجاہد العطاری القادری

آستانہ عالیہ چشتیہ جھلار شریف شاہ جمال، مظفر گڑھ

تخریج شدہ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں مایہ ناز کتاب کا ترجمہ

شانِ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ترجمہ

تطہیر الجنان واللسان

تصنیف

المحدث احمد بن حجر الہیتمی المکی رحمۃ اللہ علیہ

۸۹۹ تا ۹۷۴ ھ

تحقیق و ترجمہ و تخریج

علامہ مفتی عبد المصطفیٰ محمد مجاہد العطاری القادری عفی عنہ

ناشر
اکبر بک سیلرز
زبیدہ سنٹر ۴۰ اردو بازار لاہور
Ph: 37352022

إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا سَیِّدِیْ

یَا رَسُوْلَ اللّٰہ

ﷺ

وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَا سَیِّدِیْ یَا حَبِیْبَ اللّٰہ

خطبہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تمام خوبیاں اللہ تعالیٰ کے لئے جس نے تمام لوگوں پر انبیاء کرام علیہم السلام کے اصحاب کی تعظیم کرنا واجب کیا اور ان کی آل کی تعظیم بھی واجب کی وہ آل و اصحاب تو چنیدہ ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ہر عیب، لغزش اور غلطی سے محفوظ رکھا اور ان کو اس خاصے سے ممتاز کیا کہ یہ لوگ ہر کمال اور ہر میدان میں سبقت کے جھنڈے حاصل کرنے والے ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے کریم اور غفار ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے سردار محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور نبی مختار ہیں اللہ تعالیٰ درود بھیجے ان پر ان کی آل واصحاب پر ایسا درود جوان پر صبح و شام جاری وساری رہے ان ہستیوں کے علوم کے دلائل اور ان کی دلیلوں کی قطعیت کو بغض و عناد رکھنے والے لوگوں کی ان میں سے کسی ایک پر بھی کسی قسم کے اعتراض یا کسی برے فعل کے صادر ہونے پر نقول نہیں توڑیں گے۔

حمد وصلوٰۃ کے بعد!

یہ چند صفحات ہیں جن کو میں نے حضرت سیدنا ابو عبدالرحمان امیر المومنین معاویہ بن صخر ابی سفیان بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف کے فضائل ان کے مناقب پر ان کی جنگوں اور بعض ان اعتراض اور شبہات کے جواب میں لکھا ہے جن کی وجہ سے بہت سے بدعتی اور خواہشات نفس کی پیروی کرنے والے جہلاء آپ رضی اللہ عنہ کی شان میں سب وشتم جائز سمجھتے ہیں جہالت کی وجہ سے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو حقیر سمجھتے ہوئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بہت زیادہ مبالغہ اور تاکید کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کرام علیہم الرضوان میں سے کسی ایک کی بارگاہ میں بھی سب وشتم اور کسی قسم کے نقص لگانے سے ڈرایا گیا ہے اور بچنے کا حکم دیا گیا ہے بالخصوص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سسرالی رشتہ دار اور کاتبین اور اس ہستی کے بارے میں جس کو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خوش خبری سنائی کہ عنقریب یہ میری امت کا مالک (حاکم) ہوگا اور جس کے لئے دعا فرمائی کہ یہ ہادی اور مہدی ہو جائے جیسا کہ یہ آئے گا اور اس کے علاوہ بھی بہت سے مزید انعامات فرمائے۔ ان وعیدات اور مبالغہ میں سے یہ بھی ہے کہ جس نے میرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی ایک کو تکلیف دی اس نے مجھے تکلیف دی اور جس نے مجھے تکلیف دی اس نے اللہ تعالیٰ کو تکلیف دی اور جس نے اللہ تعالیٰ کو تکلیف دی تو اللہ تعالیٰ اسے ہلاک فرمادے گا۔

تم میں سے کسی نے جو بھی خرچ کیا اگر یہ احد کے کئی مثل سونا بھی ہو نہ تو اس کا ثواب ان میں سے کسی ایک کے برابر ہو سکتا ہے اور نہ ہی اس کا نصف اور جس نے ان میں سے کسی ایک پر بھی سب وشتم کیا اس پر اللہ تعالیٰ اس کے فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔ اللہ تعالیٰ اس سے کوئی فرض ونفل قبول نہیں فرمائے گا۔

اس کتاب کی تالیف کی طرف مجھے ہند کے سلاطین میں سے سلطان ہمایوں اکبر کی شدید اور اس کام پر ابھارنے والی طلب لائی جو ان بادشاہوں میں سے سب سے زیادہ اصلاح چاہنے والے اور ان میں سے سب سے زیادہ سنت مطہرہ اور چمکتی ہوئی سنت سے تمسک کرنے میں شدید تھے' اور اہل بیت سے شدید محبت کرنے والے تھے اور جو آپ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے بالفرض اگر اس کا وقوع مان بھی لیا جائے پھر بھی آپ اس سے اس طرح بری ہیں کہ آپ کی برأت ہر قسم کے شک اور تہمت کو دفع کرنے والی ہے جیسا کہ آپ کی ابتداء وقت امارت کی طرح امارت وسلطنت کا آخری وقت میں بھی آپ سے نقل کی گئی چیزیں قطعی ہیں بلکہ میرے پاس تو اس شخص نے ان کے بارے میں ایک بات حکایت کی جو شخص ہمارے مشائخ کے مشائخ میں شمار ہوتے ہیں اور بنو صدیق کے بعض اکابرین میں سے ہیں کہ آپ نے (40) چالیس سال تک اللہ تعالیٰ سے حیاء کرتے ہوئے آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر نہ دیکھا اور آپ ہمیشہ اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھاتے تھے اور جو کچھ علمائے اہلسنت سے مقدم جو آتا اس کی تعظیم میں مبالغہ کیا کرتے تھے اور اتنا مبالغہ کیا کرتے تھے کہ جو دوسروں سے سننے میں نہ آیا اس پر کثرت تردد کی طرح اور باوجود سلطنت کی وسعت کے اور ان کے لشکر کی شان وشوکت کے باوجود علماء کے سامنے ان کے طلباء کی طرح نیچے مٹی پر بیٹھتے تھے اور اکابر اغنیاء میں سے جو بھی جاتا اس پر بھی بہت انعام واکرام کرتے تھے اور اس کتاب کی طلب کا سبب یہ تھا کہ ان کے ملک میں ایک ایسا فرقہ اور ایک ایسی قوم آ گئی تھی جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی تنقیص کرتی تھی اور آپ رضی اللہ عنہ کو گالیاں دیتی تھی اور بہت بڑی قبیح باتیں آپ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کرتی تھی جن سے آپ رضی اللہ عنہ بالکل بری تھے کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ نے کسی بھی اس چیز پر اقدام نہ کیا جو آپ رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے مگر کسی ایسی تاویل کی وجہ سے جو آپ رضی اللہ عنہ پر گناہ کے حکم کو دور کر دیتی ہے بلکہ آپ رضی اللہ عنہ کے لئے ثواب کا حصہ واجب کرتی ہے جیسا کہ عنقریب آئے گا تو میں نے آپ کا جواب دیا اس پر اس چیز کے بیان کو بڑھاتے ہوئے جو ضروری چیزیں تھیں۔ حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ کے احوال جو ان جنگوں میں تھے جو آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہما اور ان کے ساتھ متبعین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ جنگیں لڑیں' اور مبالغہ کرنے والے خارجیوں کے لئے ایک روایت میں بیس (20) ہزار سے زائد روایات ہیں ان اوصاف وعلامات میں جن کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح فرمادیا۔ اسی طرح آپ رضی اللہ عنہ کے خلیفہ برحق ہونے اور امام صدق ہونے کے بارے میں بھی (اس کتاب میں لکھا ہے) تو جنہوں نے بھی ان بغاوت کرنے والوں کی جنگ میں حصہ لیا لیکن وہ خوارج میں سے نہیں اگرچہ وہ اس میں خطاء پر ہیں لیکن ثواب پائیں گے کیونکہ وہ ائمہ دین فقہائے کرام، مجتہدین اور ایسے تاویل کرنے والے ہیں جس کا احتمال بھی ہے بخلاف خوارج کے

کیونکہ ان کی تاویل قطعی البطلان ہے جیسا کہ عنقریب آئے گا اس کا واضح بیان اور پختہ دلیل، اور میں نے اس کو اس سوال کے ساتھ ملا دیا جس کا ذکر گزرا کیونکہ فرقہ یزیدیہ، یزید کی مدح میں مبالغہ کرتا ہے اور اپنے دلائل بھی بیان کرتا ہے اس میدان کی وسعت میں قلم کی لگاموں کو وسیع کر کے تمسک کرتے ہوئے کیونکہ یہ اس ہدایت کی عطا میں سے ہے جس میں ادنیٰ سی دلیل بھی کافی ہے اور جس کو اس میں سے عطا نہ کیا گیا اسے قرآن وحدیث میں سے بھی نہ ملا اور اس کا نام میں نے تطهير الجنان واللسان عن الخطورة والتفوة بثلب معاويه ابن ابی سفیان (رضی اللہ عنہ) رکھا۔ عظیم مدح اور عظیم حق کے اثبات کے ساتھ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کے فضائل میں سے اور میں نے اس کو ایک مقدمہ کئی فصول اور ایک خاتمہ پر ترتیب دیا ہے۔

مقدمہ

اے وہ مسلمان کہ جس کا دل محبت الٰہی عزوجل اور محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بھرا ہوا ہے تجھ پر لازم ہے کہ تو اپنے نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اصحاب کرام رضی اللہ عنہم سے محبت رکھے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان تمام کو ان احسانات سے نوازا ہے کہ جن احسانات میں کوئی بھی ان کا بالکل شریک نہیں۔

اور وہ احسانات کیا ہیں۔

آقائے کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ان پر نظر شفقت کا پڑتے رہنا۔

اور یہ (تجھ پر لازم ہے) کہ تو اس بات کا عقیدہ رکھے کہ تمام کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عادل ہیں جیسا کہ اس پر ائمہ کرام سلف وخلف کاربند رہے اور جو کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی ایک نے دوسرے کے بارے میں کہا تو ان باتوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فرمان ذی شان

"رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ"

کے ساتھ مٹادیا اور یہ بھی ان پر اللہ تعالیٰ نے احسان فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی کثرت سے مدح وتعریف فرمائی اور ان اصحاب کی عیب جوئی کرنے سے منع فرمایا۔

اور یہ کہ

اگر کوئی ان میں سے کسی ایک کے بارے میں ہرزہ سرائی کرے گا تو اس پر بہت سخت وعیدیں ہیں اور اس میں کسی بھی صحابی کی کوئی تخصیص نہیں (کہ خلفائے راشدین کے بارے میں بکنے والے پر تو وعیدات ہیں کسی اور صحابی کے بارے میں جو چاہے بکے ایسا ہرگز نہیں) کیونکہ ہر صحابی ایسے مقام میں ہے اور ایسے زمانے میں ہے کہ جس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے امت کی طرف احکامات نازل ہوئے ہیں۔ اگر اس میں عموم مراد نہ ہوتا تو آیت میں بھی اس قدر اجمال نہ برتا جاتا' اور اس بات میں تو کسی کو شک نہیں ہونا چاہئے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے نسب، نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے قرابت، اپنے علم وحلم (بردباری) وغیرہ کے لحاظ سے اجلۂ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہیں۔ عنقریب تم پر ان آیات سے بھی روشن ہو جائے گا جو میں آگے نقل کروں گا۔ تو آپ رضی اللہ عنہ سے بھی ان تمام اوصاف اور ان تمام احسانات الٰہیہ کے سبب محبت واجب ہے جس کے ساتھ آپ رضی اللہ عنہ بالاجماع متصف ہیں۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے اوصاف

ان اوصاف میں آپ رضی اللہ عنہ کا مشرف با اسلام ہونا
صحبت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہونا۔
(منصب صحابیت حاصل ہونا)

عالی نسب ہونا۔
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سسرالی رشتہ ہونا۔
اور یہ رشتہ تو ایسا ہے کہ جو جنت میں آپ رضی اللہ عنہ کی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مرافقت کو لازم کر دیتا ہے۔
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سسرالی میں شریک ہونا (ہم زلف ہونا) جیسا کہ عنقریب اس کی بھی دلیل آئے گی۔
علم وحلم کی عظمت کے ساتھ ساتھ پہلے امیر المومنین رضی اللہ عنہ اور پھر بعد میں خلیفۃ المسلمین جیسا منصب ہونا۔
یہ تمام اوصاف تو ایسے ہیں کہ ان میں سے ایک ایک وصف ایسا ہے کہ جو آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ محبت کو پختہ کرنے کے لئے کافی ہے تو جب ایسی ہستی ہیں جن میں یہ تمام اوصاف جمع ہیں پھر محبت کا ایک مقام ہونا چاہئے؟
اتنی بات ہی اس شخص کے لئے کافی ہے جس کے دل میں تھوڑی سی...... لیکن پھر بھی اس شخص کے لئے اگر مزید دلائل بیان کیے جائیں تو وہ مزید پختگی اور وضاحت ہی کے لئے ہوں گے، استحقاق حق تو ابتدائی چند باتوں سے ہی ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ تجھے توفیق دے تو اس فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں غور کرو کہ
جب میرے کسی صحابی کا ذکر کیا جائے تو اپنی زبان (عیب جوئی سے) بند رکھو۔
(الصواعق المحرقۃ فالمقدمات ج:17، ص:657)
اس حدیث مبارکہ کے تمام راوی صحیح ہیں لیکن ایک راوی میں تھوڑا سا اختلاف ہے اور ان کو بھی ابن حبان وغیرہ محدثین نے ثقہ ہی کہا ہے۔
اسی طرح ایک اور حدیث مبارکہ جس کی سند اگرچہ متروک ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
تم میں سے جو شخص مجھے میرے صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کے بارے میں (زبان کی) حفاظت کی ضمان دیتا ہے وہی میرے پاس حوض کوثر پر آسکے گا' اور جو شخص ضمان نہیں دیتا وہ مجھے قیامت کے دن اپنے آپ سے دور ہی دیکھے گا۔
یہ روایت بھی صحیح ہے کہ
حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے آپس میں ہونے والے کسی معاملے کے بارے میں بات کی تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ابھی خاموش ہو جائیے! بے شک ہمارے درمیان ہونے والے معاملات (ناراضگی) ہمارے دینی معاملات میں نہیں ہیں۔

ایک ایسی روایت کہ جس کی سند متروک ہے

وہ یہ ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بازار میں ملے تو ان دونوں کے درمیان شہادت حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ کے بارے میں کلام اتنا بڑھا کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے حضرت علی رضی اللہ عنہما کی شان میں کوئی نازیبا الفاظ کہہ دیئے۔

تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

کیا آپ رضی اللہ عنہ نے سنا نہیں کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کیا کہا۔

اس پر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ جلال میں آ گئے اور اپنے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ پر غصے ہونے کے ساتھ ساتھ انہیں مارا جس کی وجہ سے وہ (بازار سے) واپس آ گئے۔

ایک سند جس کے تمام راوی صحیح اور ثقہ ہیں لیکن راوی میں اختلاف ہے۔

روایت کچھ یوں ہے کہ

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کے فرمان

وَاتَّقُوْا فِتْنَةً......

کے بارے میں فرماتے ہیں کہ

ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دورِ اقدس پھر سیدنا صدیق اکبر اور عمر فاروق اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے ادوار طیبہ میں اس فتنہ کے بارے میں باتیں کیا کرتے تھے کہ (شاید) ہم اس فتنہ کے لائق ہی نہیں حتیٰ کہ یہ فتنہ (حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور میں) ہم میں نازل ہو گیا۔

اور ایک خبر جس کی سند صحیح ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کیا تم دیکھتے ہو (اس فتنے کو) جس میں میری امت کو مبتلا کیا جائے گا اور ان میں سے بعض بعض کا خون بہائیں گے اور یہ تو پہلے ہی اللہ تعالیٰ کے فرمان میں موجود ہے جس طرح کہ پہلی امتوں کے بارے میں خبریں ان سے پہلے ہی (لوحِ محفوظ میں) موجود تھیں پس میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے حق میں قیامت کے دن شفاعت کا ولی بننے کا سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایسا کر دیا) ایسا ہی کیا۔

(توحید واثبات صفات الرب عزوجل: باب ذکر الدلیل علی صحۃ ما دلت قولہ: ج:2، ص:657)

ایک خبر جس کے تمام راوی ثقہ ہیں اس میں ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
میری امت کا عذاب تو ان کو دنیا میں ہی مل جائے گا۔
یعنی زندگی میں جو بھی آزمائشیں اور مشقتیں آئیں گی تو یہ ان میں سے مبتلا ہونے والے مسلمانوں کے گناہوں کو مٹانے کا سبب ہوں گی۔
اور صحیح خبر میں ہے کہ
اللہ تعالیٰ نے اس امت کی سزا اس دنیا ہی میں رکھ دی ہے۔
ایک خبر جس کے تمام راوی ایک کے علاوہ ثقہ ہیں اور اس ایک کو بھی علامہ ابن حبان نے ثقہ کہا ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
میری امت تو امت مرحومہ (یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحم کی گئی) ہے۔
تحقیق اللہ تعالیٰ نے ان سے عذاب اٹھالیا ہے یعنی کوئی بھی نازل ہونے والا عذاب۔
ہاں مگر اپنے ہاتھوں سے جو اپنے آپ کو عذاب دینا چاہے۔
یعنی امت میں سے لوگ ہی ایک دوسرے کے ساتھ کینہ رکھیں گے کیونکہ یہ بات تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کئی طرق کے ساتھ ثابت بھی ہے کہ
ہمارے میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل سے یہ سوال کیا کہ
میری امت کے لوگوں کے باہمی اختلافات سے امت کو بچانا تو پروردگار عالم عزوجل نے اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی جواب مرحمت نہ فرمایا۔
(الفتن نعیم بن حماد: الخسف والزلازل والرجفة والمسخ جز:2،ص:615)
ایک ضعیف خبر میں ہے کہ
اس امت کی سزا تو تلواروں کے ساتھ بھی ہے اور ان کے وعدے کا وقت قیامت ہے۔
(معجم الکبیر: معقل بن یسار یکنی ابا علی: جز:20،ص:202)
اس تمام کلام کا ماحاصل یہی ہے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے درمیان جو بھی جنگیں ہوئی ہیں تو وہ دنیا تک محدود ہیں۔ بہر حال اخروی معاملات میں تو ان میں سے ہر ایک مجتہد (کامل) ہے تمام کے لئے ہی ثواب ہے (کیونکہ مجتہد اپنے اجتہاد میں اگر درست مسئلے تک پہنچے تو دگنا ثواب ملتا ہے درست رائے تک پہنچنے کا بھی اور اجتہاد کرنے کا بھی لیکن اگر درست رائے تک نہ پہنچ سکے تو فقط اجتہاد کرنے کا ثواب تو بہر حال ملتا ہی ہے)

لیکن ان تمام کے ثواب میں تو فرق بہر حال ہوگا ہی کیونکہ جس نے اجتہاد کیا اور درست رائے قائم کی جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور آپ رضی اللہ عنہ کا ساتھ دینے والے تو ان کے لئے دگنے اجر ہیں۔

بلکہ ایک روایت کے مطابق ان کے لئے دس گنا اجر ہے۔

اور جن اصحاب نے اجتہاد کیا لیکن درست رائے تک نہ پہنچ سکے

جیسا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

تو ان کے لئے ایک اجر ہے۔

کیونکہ یہ تمام اصحاب اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کی اطاعت میں اپنے گمانوں اور اپنے ان اجتہادات سے کوششیں کرنے والے ہیں جو اجتہاد ان کے وسیع علوم و عرفان سے پیدا ہوئے۔

اور ان کے یہ علوم (عام نہیں ہیں بلکہ)

پس اگر تم اپنے دین کو فتنوں، بدعتی بننے، بغض و عناد اور مشقتوں سے بچانا چاہتے ہو تو اور اللہ تعالیٰ ہی سیدھے راستے کی طرف ہدایت دینے والا ہے اور وہی ہمیں کافی ہے اور کتنا ہی اچھا کارساز ہے، اور دو ایسی سندیں بھی ہیں کہ جن میں ایک ایسے راوی جن کو ابن معین ثقہ کہہ چکے ان کے علاوہ بقیہ تمام راوی ثقہ ہیں۔

وہ روایت یہ ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

بنی اسرائیل اور دوسری روایت میں یہود اکہتر (71) فرقوں میں بٹے اور نصاریٰ بہتر (72) فرقوں میں اور میری امت ان پر بھی ایک مزید فرقے کے ساتھ سبقت لے جائے گی (یعنی 73 فرقوں میں بٹے گی) اور یہ تمام کے تمام ایک فرقے سواد اعظم کے علاوہ جہنمی ہیں۔

(الشریعۃ ج:1، ص:431 دار الوطن الریاض)

اور ایک اور روایت جس کی سند میں بہت زیادہ ضعیف راوی ہیں اس میں کچھ یوں ہے کہ

تمام کے تمام گمراہی پر ہیں سوائے سواد اعظم کے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:

یہ سواد اعظم کون ہوں گے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

یہ وہ لوگ ہوں گے جو میرے اور میرے صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کے طریقے پر (چلتے) ہوں گے، جو لوگ اللہ تعالیٰ کے دین میں اور جو اہل توحید (مسلمانوں) میں سے کسی پر بھی فقط اس کے گناہ کے سبب کفر کا فتویٰ نہ لگائیں گے۔

اسی وجہ سے علمائے کرام فرماتے ہیں کہ

(اس سے) مراد اہل سنت ہیں وہ اس طرح کہ (علماء نے) اہل سنت کا اطلاق انہوں نے امام ابوالحسن اشعری اور ابو منصور ماتریدی علیہ الرحمہ کے متبعین پر کیا۔ کیونکہ یہی (اشاعرہ و ماتریدیہ ہی) وہ لوگ ہیں کہ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب، تابعین اور ان کے بعد تبع تابعین کے طریقے پر عمل پیرا ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ یہ سواد اعظم بھی ہیں کیونکہ ان کے علاوہ تو تم کوئی ایسا فرقہ نہ پاؤ گے کہ جنہوں نے ان جیسی شہرت حاصل کی ہو اور نہ ہی کوئی ایسا ہے کہ جنہوں نے ان جیسی کثرت حاصل کی ہو اور یہی لوگ عام مسلمانوں کے ہاں اتنی کثرت میں سے ہیں کہ جس طرح یہود و نصاریٰ مسلمانوں کے مقابلے میں کثرت میں سے ہیں اور بقیہ فرقے ان کے سامنے بہت ہی قلت انتہائی حقیر و ذلت اور چھوٹے معلوم ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان پر اسی کا دوام رکھے (آمین ثم آمین)

تنبیہ

حدیث مبارکہ میں آیا ہے کہ

باطل کے ساتھ لڑائی کرنے کی قوت اور اس پر قدرت ہونا گمراہی کی علامات میں سے ہے اس کی بنیاد فرمان باری تعالیٰ ہے۔

مَاضَرَبُوْهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًاؕ بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ۝ (۵۸:۴۳)

اللہ تعالیٰ تجھے توفیق بخشے تو کسی بدعتی کے ساتھ لڑائی جھگڑے میں سے بچے۔

کیونکہ جب تو اس پر پختہ دلائل اور مضبوط برہان قائم کرے گا اور اس کے سامنے آیات قرآنیہ رکھے گا وہ تیری باتوں کو نہیں مانے گا اور اس پر وہ بہتان باندھے گا اور بغض کرے گا لہٰذا اس سے تو اعراض کر۔

پہلی فصل

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے اسلام کے متعلق

علامہ واقدی کی روایت کے مطابق صلح حدیبیہ کے بعد آپ رضی اللہ عنہ اسلام لائے اور آپ کے علاوہ کا مؤقف یہ ہے کہ حدیبیہ کے دن ہی مشرف با اسلام ہوئے تھے اور اپنے والدین سے اپنے اسلام کو چھپا کر رکھا تھا حتیٰ کہ فتح مکہ کے دن اپنے اسلام کا اظہار کر دیا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ اس عمرہ کے وقت مسلمان تھے اس کی تائید اس روایت سے بھی ملتی ہے کہ

امام احمد نے دوسرے طریقہ سے جس کی تخریج فرمائی کہ محمد باقر بن علی زین العابدین ابن الحسین حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت فرماتے ہیں کہ

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

میں نے مقام مروہ میں خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک لئے (قصر کا لفظ عربی زبان میں بال کاٹنے کے لئے استعمال ہوتا ہے)

(مسند احمد: حدیث معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ جز:34، ص:229)

اور اصل حدیث بخاری شریف میں اس سند سے ہے کہ

حضرت طاؤس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت فرمایا کہ جس میں (قصرت بمشقص) کے الفاظ ہیں اور دونوں روایت میں ہی مروہ کے الفاظ نہیں ہیں۔

(صحیح البخاری: الحلق والتقصیر عند الاحلال جز:6، ص:213)

لیکن یہ روایت ان کے خلاف ہے جو اس بات میں حصر کر دیتے ہیں کہ پہلی روایت (مروہ والی) تو اس بات پر ہی دلالت کرتی ہے کہ آپ عمرہ قضا کے وقت مسلمان تھے۔

پہلی روایت کی دلالت تو بالکل واضح ہے کیونکہ اس میں تو آپ رضی اللہ عنہ یہ خبر دے رہے ہیں کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک لینے والا واقعہ مقام مروہ پر ہوا تھا۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ

یہ تقصیر (بال لینے کا معاملہ) عمرہ میں ہی تھا کیونکہ حجۃ الوداع میں تو نبی اکرم جان عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام منیٰ شریف

پر حلق کروایا تھا اور اس بات پر تمام کا اجماع ہے۔
اور دوسری روایت سے اس طرح پتہ چلتا ہے کہ
(جس میں مشقص کے الفاظ ہیں) کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر تو قصر فرمایا ہی نہیں نہ مکہ مکرمہ میں اور نہ ہی منیٰ میں۔
تو اس سے ثابت ہوا کہ
یہ تقصیر فرمانا عمرہ کے لئے ہی ہوگا۔
(الغرض دونوں روایتوں سے بھی ظاہر ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے چاہے مقام مروہ پہ یا مقام مشقص میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک لئے ہوں وہ عمرہ قضا ہی کے لئے تھے جس سے پتہ چلا کہ آپ رضی اللہ عنہ اس وقت مسلمان تھے)

اعتراض

اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ ہوسکتا ہے کہ یہ عمرہ جو روایتوں میں ہے عمرہ قضاء نہ ہو کہ جو حدیبیہ کے بعد فتح مکہ سے پہلے ادا کیا گیا تھا بلکہ اس عمرہ سے مراد ہوسکتا ہے کہ عمرہ جعرانہ ہو جو کہ فتح مکہ، جنگ حنین، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ضروری ساز وسامان لے کر جعرانہ کی طرف جب آئے تھے تو وہ (8) آٹھ ہجری کے اواخر میں تھا تو اگر عمرہ جعرانہ مراد لو تو پھر وہ بات جو تم نے کہی تھی کہ آپ رضی اللہ عنہ صلح حدیبیہ یا اس کے فوراً بعد مسلمان ہوئے یہ بات تو ثابت نہ ہوئی۔

جواب

عمرہ جعرانہ اس سے مراد ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ وہ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کی تاریکی میں اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بغیر بتائے ادا فرمایا تھا۔
یہی وجہ ہے کہ
اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تو اس کا انکار بھی فرماتے تھے۔

واقعہ عمرۂ جعرانہ

اس عمرہ مبارکہ کا واقعہ کچھ یوں ہوا تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مقام جعرانہ میں نماز عشاء پڑھانے کے بعد اپنے اہل (ازواج میں کسی زوجہ محترمہ) کے پاس تشریف لے گئے۔ جب تمام لوگ اپنے اپنے بستروں کی طرف جانے کے لئے متفرق ہو گئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ کا احرام زیب تن فرما کر چند ایک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خواص کے ساتھ مکہ مکرمہ زادھا اللہ شرفاً وتعظیماً کی طرف تشریف لے گئے مناسک عمرہ ادا فرمائے پھر اسی طرح واپس اپنے اہل

میں تشریف لے آئے اور کسی کو خبر تک نہ ہونے پائی اور اگلی صبح اپنے اہل سے اس طرح باہر تشریف لائے کہ گویا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کے اندر ہی رات گزاری ہے (اور رات کو کہیں بھی نہ گئے ہوں) پس اس عمرہ کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض خواص کے علاوہ کسی کو پتہ نہ چلا اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اس وقت ان خواص میں داخل ہی نہ تھے۔

لہٰذا یہ کہنا کہ

حضرت امیرِ معاویہ رضی اللہ عنہ نے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک لئے تھے یہ واقعہ اس عمرہ جعرانہ کا ہے یہ تو ظاہر سے بہت بعید بات ہے۔ یہ تو محض ایک احتمال تھا اور محققین اس طرح کے احتمالات بعیدہ کا لحاظ نہیں کرتے۔

اعتراض

اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا اور چھپائے رکھا اس کے علاوہ آپ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان پر ہجرت بھی نہیں کی یہ بھی تو نقص ہے اور کتنا بڑا نقص ہے۔

جواب

ایسی باتیں مطلقاً ہی عیب شمار نہیں ہوتیں اور ہوں بھی کیسے کہ اسلام چھپانے والا معاملہ تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی ہوا کیونکہ راجح قول ہے حضرت عباس رضی اللہ عنہ جنگ بدر کے موقع پر مسلمان ہو چکے تھے اور فتح مکہ تک اپنے اسلام کو چھپائے رکھا تھا بلکہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا ایمان تو زیادہ بہتر ہے کیونکہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے اسلام چھپانے کی مدت تقریباً چھ سال تھی لیکن حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے تو صرف ایک سال ہی اپنے ایمان کو چھپایا تھا تو جب ایمان کو چھپانا حضرت عباس رضی اللہ عنہ میں عیب جوئی کوئی شمار نہیں کرتا تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں کیوں؟ اور یہ چیز تو عیب ہو بھی نہیں سکتی کیونکہ یہ محض ایک عذر کی وجہ سے تھا اسی طرح ہی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھی عذر کے پیش نظر ہی ایسا فرمایا اور ہجرت تو واجب ہی اس وقت ہوتی ہے جب کوئی عذر نہ ہو (عذر کی صورت میں رخصت کا ہونا تو قرآن پاک میں موجود ہے کہ اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِیْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ حِیْلَةً وَّلَا یَهْتَدُوْنَ سَبِیْلًاO (۹۸:۴)

اور اگر کسی معذور شخص کو اپنے اوپر ہجرت کے واجب ہونے کا پتہ ہی نہ ہو تو یہ بھی عذر شمار کیا گیا ہے۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ

آپ کی والدہ محترمہ جو اس وقت مسلمان نہ ہوئی تھیں انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ سے فرما دیا تھا کہ اگر آپ رضی اللہ عنہ نے ہجرت کی تو ہم آپ رضی اللہ عنہ کا نفقہ (کھانا پینا) ہی بند کر دیں گے اور یہ تو بالکل ظاہر عذر ہے۔

اعتراض

ایک اور اعتراض بھی وارد کیا جاتا ہے جو باطل ہے۔

وہ اعتراض یہ ہے کہ

علامہ واقدی نے جو روایت نقل کی آپ رضی اللہ عنہ فتح مکہ سے پہلے اسلام لا چکے تھے اس روایت کو تو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ والی صحیح روایت رد کر رہی ہے۔

اور وہ روایت یہ ہے کہ

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

عمرہ قضیہ تو حج کے مہینوں میں ہوا تھا جو ہم نے بھی کیا تھا اور یہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اس دن بھی کافر ہی تھے۔

جواب

ہم یہ کہتے ہیں کہ اس اعتراض کا سادہ سا جواب ہے بلکہ یہ اعتراض تو بنتا ہی نہیں کیونکہ اگر فرض کرو کہ آپ رضی اللہ عنہ نے اسلام چھپایا تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ ان حضرات کرام میں سے تھے جن کو آپ رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا علم نہ تھا تو اس وجہ سے یہ اس دن بھی آپ رضی اللہ عنہ کو پہلی حالت یعنی حالت کفر پر ہی سمجھتے تھے باعتبار ظاہر اور اپنے علم کے لحاظ سے آپ رضی اللہ عنہ پر کفر کا حکم ہی لگاتے تھے اور بہر حال فتح مکہ مکرمہ کے روز آپ رضی اللہ عنہ کا اسلام (ظاہر فرما دینا) تو اس میں تو کسی کو کوئی اختلاف ہی نہیں جس طرح کہ آپ رضی اللہ عنہ کے والدین اور بھائی یزید رضی اللہ عنہم اس دن اسلام لائے تھے۔

اعتراض

بعض مؤرخین نے آپ رضی اللہ عنہ کے حالات زندگی لکھتے ہوئے یہ بھی لکھا ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ حنین میں شریک ہوئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہوازن سے حاصل شدہ مال غنیمت میں سے آپ رضی اللہ عنہ کو سو (100) اونٹ اور چالیس (40) اوقیہ سونا عطا فرمایا تھا اور اس وقت آپ رضی اللہ عنہ اور آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ مؤلفہ قلوب میں سے تھے پھر بعد میں آپ رضی اللہ عنہ کا اسلام اچھا ہو گیا تھا۔

تو اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ فتح مکہ ہی کے دن مسلمان ہوئے پہلے اسلام قبول نہ کیا تھا کیونکہ اگر آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے تمام گھر والوں سے پہلے ہی اسلام قبول کیا ہوتا تو اس دن آپ رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی کی طرح مؤلفہ قلوب میں سے نہ ہوتے ؟

جواب

میں کہتا ہوں کہ یہ بھی کسی بھی لحاظ سے اعتراض نہیں بنتا۔

اولاً:

تو یہ وجہ ہے کہ جو آپ رضی اللہ عنہ کو مؤلفہ قلوب میں سے شمار کرتا تھا تو وہ فقط اس وجہ سے کہ اس کے نزدیک آپ رضی اللہ

عنہ فتح مکہ کے دن ہی اسلام لائے اس سے پہلے نہیں لائے (اور فتح مکہ کے دن ہی آپ رضی اللہ عنہ کا اسلام سمجھنا یہ خود اس کے اپنے عدم علم کی وجہ سے ہے)

جیسا کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو معلوم نہ تھا۔

اور یہ بات اس چیز پر دلالت کرتی ہے کہ اس بات کو ہی مدنظر رکھتے ہوئے کسی مؤرخ نے آپ رضی اللہ عنہ کے حالات زندگی لکھتے ہوئے آپ رضی اللہ عنہ کو بھی آپ رضی اللہ عنہ کے والد گرامی کے ساتھ ملا دیا۔لیکن ہاں جو لوگ آپ رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ جانتے تھے کہ آپ رضی اللہ عنہ فتح مکہ سے قریباً ایک سال پہلے ہی اسلام لے آئے تھے اور آپ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت محض عذر کی بنا پر نہ کی تھی تو وہ مؤرخین تو آپ رضی اللہ عنہ کو مؤلفہ قلوب میں سے سمجھتے ہی نہیں تھے۔باقی رہا کہ آقائے نعمت صلی اللہ علیہ وسلم کا آپ رضی اللہ عنہ کو عطا یا دینا اور آپ رضی اللہ عنہ کی جھولی میں اپنی سخاوت کے دریا میں سے کچھ عطا فرما دینا تو محض یہ چیز تو مؤلفہ قلوب ہونے کی دلیل نہیں ہو سکتی۔کیا یہ بات نہیں دیکھتے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے اسلام کو چھپائے رکھا پھر فتح مکہ کے دن اسلام ظاہر بھی فرما دیا پھر بحرین سے کچھ مال نقدی کی صورت میں آیا تو آقائے نعمت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نقدی میں سے آپ رضی اللہ عنہ کو اتنا دیا' اتنا دیا کہ آپ رضی اللہ عنہ سے اٹھایا ہی نہ گیا۔تو جس طرح یہاں میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت اس بات پر دلیل نہیں کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ مؤلفہ قلوب میں سے ہیں اسی طرح حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر سخاوت بھی اس چیز کی دلیل نہیں بن سکتی۔

اور بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کو فقط اس لئے اتنا عطا فرمایا تا کہ آپ رضی اللہ عنہ کے والد کی زیادہ دل جوئی ہو جائے اور دل جوئی بھی اس لئے کہ وہ سرداران مکہ مکرمہ میں سے تھے اسی وجہ سے ہی فتح مکہ مکرمہ کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے اسے بھی امان ملے گی۔تو اس دن بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو ہی دوسروں پر ممتاز رکھا اور مقصد فقط آپ رضی اللہ عنہ کی دل جوئی کرنے اور آپ رضی اللہ عنہ کے شرف اور فخر کا ہی اعلان کرنا تھا کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ سردار مکہ ہونے کی وجہ سے اپنی قوم میں فخر کرنے کو پسند فرماتے تھے۔

بہر حال حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے والد (حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ) کا مؤلفہ قلوب میں سے ہونا تو بالکل ظاہر ہے پھر بعد میں آپ رضی اللہ عنہ کا ایمان حسن درجہ کا ہو گیا تھا اور بعد میں دین اسلام میں آپ رضی اللہ عنہ کی اتنی پختگی ہو گئی کہ آپ رضی اللہ عنہ اکابر صدیقین اور ان لوگوں میں سے ہو گئے جو تمام مومنین میں ایک ممتاز حیثیت رکھتے تھے۔

اور یہ بات بھی قابل غور ہے کہ

مؤلفہ قلوب میں ہونے کی وجہ سے مذمت تو اس کی کی جاتی ہے جو ہمیشہ اسی صفت پر ہی رہے اور حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ تو ہرگز ان لوگوں میں سے نہ تھے جیسا کہ اس پر آپ رضی اللہ عنہ کی پاکیزہ سیرت کے مختلف گوشے گواہ ہیں۔

مثال کے طور پر

حالت جنگ میں شجاعت و بہادری کے کارنامہ اور اسی طرح عام حالات زندگی کے طور اطوار وغیرہ۔

ان آثار صالحہ میں سے چند ایسی خبریں بھی ہمیں ملتی ہیں جو اس بات پر بھی دلالت کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی آپ رضی اللہ عنہ کے اسلام کی پختگی کو جانتے تھے اور یہ بھی جانتے تھے کہ آپ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر حکم اور امر کو نہایت ہی عاجزی و انکساری اور بہت ہی زیادہ کھلے دل سے تسلیم کرنے والے تھے اور ہمیشہ فرمان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی گردن کو جھکانے والے تھے۔

یہی وجہ ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کے حق میں کئی ایسے فیصلے بھی فرمائے جو آپ رضی اللہ عنہ کی فطرت اصلیہ کے بالکل ناموافق تھے مثلاً کہ آپ رضی اللہ عنہ بہت کم خرچ فرماتے تھے حتیٰ کہ اپنی زوجہ اور بیٹے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر بھی کم ہی خرچ فرماتے تھے۔

(تطہیر الجنان واللسان عربی: فی اسلامہ معاویہ رضی اللہ عنہ ص:8)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ اور حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کا سر خم تسلیم کرنا

آپ رضی اللہ عنہ کے اسلام کا بہت ہی مشہور واقعہ ہے کہ

جب آپ رضی اللہ عنہ اور آپ رضی اللہ عنہ کی زوجہ (ہندہ) نے اسلام قبول کیا تو آپ رضی اللہ عنہ کی زوجہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں شکایت کے لئے حاضر ہوئیں۔

اور یوں عرض کیا کہ

یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! حضرت ابوسفیان (رضی اللہ عنہ) بہت کم خرچ کرنے والے مرد ہیں وہ مجھے اتنا خرچہ نہیں دیتے جو میرے لئے اور میرے بیٹے معاویہ (رضی اللہ عنہ) کے لئے کافی ہو (تو مجھے کیا کرنا چاہیے شریعت میں میرے لئے کہاں تک اجازت ہے)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ارشاد فرمایا:

ابوسفیان کے مال سے اتنے قدر عدل و انصاف کے ساتھ لے لیا کرو جو تمہیں اور تمہارے بیٹے کو کافی ہو۔

(المفصل فی شرح آیۃ الولاء والبراء: وسئل رحمہ اللہ عن الغیبۃ مل تجوز: جز:1، ص:224)

تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی غیر موجودگی میں بظاہر ان کی زوجہ کے حق میں فیصلہ فرمایا یہ فقط اسی وجہ سے تھا کہ نبی مکرم آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم جانتے تھے کہ آپ اس فیصلے سے راضی بھی ہوں گے اور سر تسلیم خم بھی کر دیں گے اگرچہ اس میں اپنے نفس اور اپنی جان پر خاص مشقت ہے کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ کی طبیعت میں تو کم خرچ پایا

جاتا تھا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا اسلام نظر مصطفیٰ ﷺ میں

اس قسم کی روایات اور آثار بھی بکثرت ملتے ہیں جو اس بات پر شاہد ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ کے اسلام کی پختگی کو بھی جانتے تھے۔

جن چیزوں نے آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ کو اسلام پر ابھارا ان میں سے ایک یہ واقعہ بھی ہے۔

جب مکہ مکرمہ زادھا اللہ شرفاً وتعظیماً فتح ہوا تو آپ رضی اللہ عنہا رات کے وقت مسجد حرام میں داخل ہوئیں آپ رضی اللہ عنہا نے دیکھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مسجد بھری پڑی ہے اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نماز، تلاوت قرآن مجید، طواف، ذکر اللہ اور اس کے علاوہ کئی عبادات کرنے میں کوشاں نظر آئے۔

اس پر آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ

اللہ تعالیٰ کی قسم! میں نے اس رات سے پہلے کبھی بھی کسی کو نہیں دیکھا جس نے اس مسجد میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حق ادا کیا ہو۔

اللہ تعالیٰ کی قسم!

یہ لوگ تو ساری رات نماز میں قیام اور رکوع وسجود کی ادائیگی میں ہی گزارتے ہیں جس کی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہا کا دل اسلام پر مطمئن ہو گیا لیکن آپ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں جانے سے ڈرتی تھیں کہ ہو سکتا ہے کہ

آپ سے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کروانے کے بعد مثلہ کروانا تھا کہیں اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کوئی سرزنش نہ ہو۔ پھر جب بعد میں آپ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کرنے کے لئے اپنی قوم کے ایک شخص کے ساتھ حاضر ہوئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس عفو ودرگزر کے علاوہ کشادہ روئی اور خندہ پیشانی سے ایسا استقبال پایا جس کا آپ کے ذہن میں تصور بھی نہ تھا۔

بیعت کرتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت کے لئے یہ شرط لگائی کہ

زنا سے بچتے رہنا۔

آپ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ

یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! کیا کبھی آزاد عورت بھی زنا کر سکتی ہے۔

زنا تو فقط زنا کار عورتیں ہی کرتی ہیں جو زنا کے لئے ہی تیار رہتی ہیں۔

پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ شرط لگائی کہ

چوری سے بچتے رہنا تو آپ رضی اللہ عنہا خاموش ہو گئیں۔

اور یوں عرض گزار ہوئیں کہ

ابوسفیان (رضی اللہ عنہ) بہت کم خرچ کرنے والے مردوں میں سے ہیں اور کفایت بھر مقدار خرچ نہیں دیتے ہاں مگر میں ان کو بتائے بغیر مال سے کچھ نہ کچھ لے لیتی ہوں۔

تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اجازت مرحمت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ

ابوسفیان کے مال میں سے عدل وانصاف کے ساتھ اتنا لے لیا کرو جو تمہیں اور تمہارے بیٹے کو کافی ہو۔

اب حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی فرمان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر فرمانبرداری دیکھئے کہ جب ان کو یہ خبر ملی تو اس فرمان شاہی پر ہی بس نہ کیا بلکہ اضافہ کرتے ہوئے اپنی زوجہ سے کہا کہ جتنا چاہے میرے مال سے لے لیا کرو سب تیرے لئے حلال ہے۔

اور دوسری روایت میں یوں ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ سے آپ رضی اللہ عنہ کی زوجہ کے بارے میں اجازت کا کہا تو آپ رضی اللہ عنہ نے چھوہارے چھوڑ کر تازہ کھجوریں لینے کی اجازت عطا فرما دی، اور جب آپ رضی اللہ عنہا ایمان لائیں تو بہت زیادہ ثابت قدم اور شب بیدار ہو گئیں اور یہ یقیناً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کرنے کا ہی نتیجہ تھا کہ آپ رضی اللہ عنہا اپنے گھر میں پڑے بت کے پاس گئیں اور اپنے پاؤں سے ٹھوکریں لگا لگا کر اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور ٹھوکریں مارتے ہوئے یوں کہتی جاتیں کہ

ہم تیری ہی وجہ سے دھوکہ میں تھیں۔

(معجم الکبیر: من اسمہ معاویۃ جز:19، ص:305)

تنبیہ

سند حسن میں ہے کہ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا رنگ گورا، قد و قامت دراز، سر کے دونوں جانب بال اترے ہوئے تھے، سر اور داڑھی مبارک موئے مبارک سفید تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے بعض سیرت نگاروں نے یہ بھی اضافہ کیا کہ

آپ رضی اللہ عنہ لوگوں میں نہایت ہی خوبصورت تھے۔

دوسری فصل

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب وخصوصیات اور آپ کے علوم اور اجتہاد کے بارے میں اور آپ رضی اللہ عنہ کے اجتہاد کے واقعات تو بہت ہی زیادہ ہیں لیکن اس فصل میں آپ رضی اللہ عنہ کی اچھی عادات کے چند گوشوں کو ہی بیان کریں گے

تنبیہ

امام بخاری نے ایک باب باندھا

باب ذکر معاویة ۔

(باب ذکر معاویہ رضی اللہ عنہ ج:13،ص:52)

باب فی مناقب معاویہ نہیں کہا حالانکہ بقیہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے مناقب کا لفظ بولا لیکن آپ رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب میں کوئی ایک روایت بھی قبول نہ کی کیونکہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں آپ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں سے کوئی روایت ثابت نہ ہوتی تھی جیسے کہ ابن راہویہ نے بھی یہی کہا ہے۔

لیکن اس پر یہ اشکال ہوسکتا ہے کہ

اس وجہ کا اگر یہ مطلب ہے کہ امام بخاری کی شرائط صحت پر کوئی روایت پوری نہیں اترتی پھر تو اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں روایات ایسی ہی ہیں جو امام بخاری کی شرائط پر پوری نہیں اترتیں۔

اگر یہ مراد نہیں (بلکہ یہ مراد ہے کہ کسی بھی لحاظ سے کوئی روایت صحیح ہے ہی نہیں) تو اس میں تو کوئی حرج ہی نہیں کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں ایسی احادیث مبارکہ بھی آئی ہیں جو حسن ہیں حتیٰ کہ امام ترمذی کے نزدیک بھی حسن ہیں اس کی تصریح انہوں نے اپنی جامع الترمذی میں بھی نقل کیا ہے اور آگے اس کو بیان بھی کریں گے۔

اور وہ حدیث جو حسن لذاتہ ہو وہ حجت ہوتی ہے اور اس بات پر اجماع ہے بلکہ مناقب اور فضائل میں تو ضعیف حدیث بھی حجت اور قابل قبول ہوتی ہے۔ تو اب اس صورت میں اگر ابن راہویہ کی بیان کردہ بات کو اگر صحیح مان بھی لیا جائے پھر بھی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل کے حوالے سے کوئی نقصان نہیں دے گی اور نہ ہی معاملے میں کسی بھی حوالے سے کوئی نقصان نہ دے گی۔

اس کی کئی وجوہات ہوسکتی ہیں۔ چند ایک تو گزر چکی ہیں۔

مثال کے طور پر

آپ رضی اللہ عنہ زمانہ اسلام اور زمانہ جاہلیت دونوں میں ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے اچھے نسب والے شمار کیے جاتے تھے کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ قریش کے اکابر لوگوں میں سے تھے اور بہت ہی قریب جا کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ رضی اللہ عنہ کا سلسلہ نسب ملتا تھا۔

عبد مناف میں جا کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا کر آپ رضی اللہ عنہ کا نسب ملتا تھا۔

چنانچہ عبد مناف کے چار بیٹے تھے۔

1-ہاشم جو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جد امجد تھے۔

2-مطلب جو شافعی کے جد تھے۔

3-عبد شمس جو کہ حضرت عثمان ذی النورین اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کے جد تھے۔

4-اور نوفل ان میں سے پہلے تین حقیقی بھائی تھے۔

جبکہ

ان میں سے پہلے دونوں کی اولادیں تو زمانہ اسلام اور جاہلیت میں بھی کبھی ایک دوسرے سے جدا نہ ہوئیں۔

جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ہم بنو ہاشم اور بنو مطلب ہیں کہ ہم تو زمانہ اسلام و جاہلیت میں بھی جدا نہ ہوئے۔

یہی وجہ ہے کہ جب قریش نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم اور وہ تکلیفات پہنچانے پر اتفاق واتحاد کیا کہ ابھی تک کی تکلیفوں میں ان جیسی کوئی تکلیف نہ تھی تو بنو مطلب نے بنو ہاشم کا ہی ساتھ دیا اور شعب ابی طالب میں ان کے ساتھ ہی چلے گئے جب قریش نے ان کا محاصرہ کیا اور باہم حلف اٹھایا کہ نہ تو بقیہ قریش ان کے ساتھ کوئی بھی معاملہ کریں گے اور نہ ہی ان میں شادی کریں گے تو اس صورت حال میں بنو مطلب نے بنو ہاشم کو ہی اور ان پر آنے والے ہر تکلیف اور سب شتم کو خوش اسلوبی سے برداشت کیا اور بنو عبد شمس اور نوفل نے بقیہ قریش کو چنا اور یہ لوگ بھی شعب ابی طالب والوں کو تکالیف پہنچانے میں ان کے ساتھ مل گئے۔ اسی وجہ سے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مال فی تقسیم فرمایا تو ان دونوں (بنو عبد شمس اور نوفل) کو اس سے محروم رکھا اور پہلے دونوں (بنو ہاشم اور بنو مطلب) کو ہی اپنی نوازشات میں سے نوازا۔

کاتب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

آپ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں سے ایک بہت ہی قابل ذکر بات یہ بھی ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتبین میں سے بھی تھے جیسا کہ مسلم وغیرہ نے اس کی صحت نقل کی ہے اور ایک حدیث حسن میں ہے کہ

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کتابت کیا کرتے تھے۔

(اباطیل وخرافات حول القرآن الکریم: جز:1،ص:49)

ابونعیم نے نقل فرمایا کہ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتبین میں سے تھے، اور آپ رضی اللہ عنہ کی لکھائی انتہائی خوب صورت تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ فصیح اللسان، حلیم و بردبار اور باوقار شخصیت کے حامل تھے۔

مدائنی نے کہا ہے کہ

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کتابت وحی کا کام کیا کرتے تھے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اہل عرب کی طرف بھیجے جانے والے خطوط اور نامے تحریر کیا کرتے تھے جن میں وحی اور اس کے علاوہ دوسرے مضامین بھی ہوتے تھے۔ (احادیث یحتج بہا الشیعۃ: لا اشبع اللہ بطنہ: جز:1،ص:371)

لہٰذا آپ رضی اللہ عنہ اپنے رب عزوجل کی وحی پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے امین تھے اور اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہ کو یہ عظیم الشان مرتبہ عطا فرمایا تھا۔

اسی وجہ سے قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

ایک شخص نے حضرت معافی بن عمران سے سوال کیا کہ

حضرت عمر بن عبدالعزیز کا مقام و مرتبہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بنسبت کتنا ہے؟

اس سوال پر آپ رضی اللہ عنہ کو بہت جلال آ گیا

اور فرمایا:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ کسی کو قیاس اور موازنہ نہیں کیا جا سکتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے بھائی ہیں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کاتب اور وحی پر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے امین ہیں۔

(الانتصار للصحابۃ الاخیار فی رد اباطیل: جز:1،ص:91)

حضرت عبداللہ ابن مبارک رضی اللہ عنہ جیسی ہستی جن کی عظمت و جلالت، امانت اور عظیم لوگوں میں سے شمار ہونا مسلم ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ فقہ، ادب عربی، نحو، لغت، شعر، فصاحت، شجاعت، فروسیۃ (شہسواری میں مہارت کا فن)، سخاوت، فضل عظیم کے مجموعہ اور پیکر تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ اتنے زیادہ سخی تھے کہ ہر سال اپنے مال تجارت میں سے قراء کرام پر ایک لاکھ دراہم خرچ کیا کرتے تھے۔

اس کے علاوہ آپ رضی اللہ عنہ زہد و ورع، عدل و انصاف کا پیکر ہونے کے ساتھ ساتھ قائم اللیل بھی تھے اور اللہ تعالیٰ کی

رضا کے لئے کثرت سے حج کرتے، جہاد میں حصہ لیتے اور تجارت بھی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کرتے تھے اور مال تجارت میں سے اپنے احباب پر بھی اور دوسروں پر بھی کثرت سے خرچ فرماتے تھے۔

آپ رضی اللہ عنہ اپنی اس صفت سخاوت کی وجہ سے اکثر کہا کرتے تھے کہ

اگر پانچ لوگ نہ ہوتے تو میں کبھی تجارت نہ کرتا حضرت سفیان ثوری، ابن عیینہ، فضیل بن عیاض، ابن السماک اور ابن علیہ رحمۃ اللہ علیہم آپ رضی اللہ عنہ ان تمام کے ساتھ بہت زیادہ صلہ رحمی فرماتے تھے اور پانچ ایسی شخصیات ہیں جو علماء عاملین اور ائمہ وارثین کی پیشانیوں کا نور سمجھے جاتے تھے اور حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ ان پانچوں کی تمام ضروریات کو پورا کرتے تھے۔

الغرض

حضرت عبداللہ بن مبارک جو اتنی بڑی ہستی ہیں انہوں نے بھی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں ویسا ہی فرمایا جیسا کہ حضرت معافی بن عمران رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

(جیسا کہ پیچھے گزر چکا ہے)

چنانچہ کسی نے آپ سے پوچھا کہ

اے ابوعبدالرحمٰن! آپ کے نزدیک کون افضل ہے:

حضرت امیر معاویہ یا حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہما؟

تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ کی قسم! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت کے دوران حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کی ناک میں جو غبار داخل ہوا وہ غبار بھی حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ سے ہزار ہا درجہ بہتر اور افضل ہے۔

(الصواعق المحرقہ: فصل الثالث فی الاحادیث الواردۃ جز: 2، ص: 613)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور نماز

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شخصیت اتنی عظیم ہے کہ ایک بار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ فرمایا تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ (ہی وہ پہلے شخص تھے جنہوں) نے رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کہا تو اس دن کے بعد آج تک ہی یہ سلسلہ عبادت اللہ عزوجل میں جاری ہے۔

اور جب حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ (جیسے شخص) جیسی شخصیت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ فرمارہے ہیں کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذات نہیں بلکہ ان کے گھوڑے کی ناک میں داخل ہونے والی مٹی حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ سے ہزار ہا درجہ بہتر ہے (کیونکہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ صحابی ہیں اور یہ تابعی ہیں صحابی تابعی

سے افضل ہوتا ہے) تو بغض وعناد رکھنے والے شخص کے لئے اب کون سا شبہ باقی رہ جاتا ہے اور کون سی دراندازی والی صورت ہے جس کے ساتھ بے وقوف اور جھگڑالو شخص دلیل بنا سکتا ہے۔

فائدہ

حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ کی کرامات میں سے ایک بہت ہی مشہور بات یہ ہے کہ

حضرت ابن علیہ جن کی عظمت وجلالت مسلم ہے اور آپ حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ کے بہت ہی قریبی اصحاب میں سے تھے اور ابن مبارک ان پر بہت خرچ کیا کرتے تھے اور ان کو نفع پہنچایا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ ہوا یوں کہ

جب آپ رضی اللہ عنہ نے ہارون الرشید کے کہنے پر عہدہ قضا سنبھالا تو ابن مبارک نے آپ رضی اللہ عنہ سے قطع تعلق کر لی اور آپ رضی اللہ عنہ پر خرچ کرنا بھی چھوڑ دیا۔ جب ابن علیہ آپ رضی اللہ عنہ کے پاس عذر بیانی کے لئے آئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف بالکل ہی التفات نہ کیا اور کوئی پرواہ نہ کی حتیٰ کہ اپنا سر اٹھا کر ان کی طرف دیکھا بھی نہیں حالانکہ اس سے پہلے تو آپ ابن علیہ رضی اللہ عنہ کی بہت زیادہ عزت کیا کرتے تھے اور یہ فقط عہدہ قضاء کی نحوست اور اس کے انجام کار کی وجہ سے ایسا کیا۔

پھر حضرت عبداللہ بن مبارک نے ان کی طرف ایک خط یوں تحریر کیا کہ

اے اپنے علم کو ایسا باز بنانے والے
کہ جو بادشاہوں کے مال کا شکار کرتا ہے
تو نے دنیا اور اس کی لذت کے حصول کے لئے ایسا
حیلہ اختیار کیا جو تیرا دین ہی لے گیا
اس حیلے کے ساتھ تو مجنون ہو گیا
حالانکہ اس سے پہلے تو مجنون لوگوں کی دوا ہوا کرتا تھا
کہاں گئیں وہ تیری روایات جو حیلوں کو ختم کرنے کے بارے میں تھیں
اور بادشاہوں کے دروازے کو چھوڑ دینے کے بیان میں تھیں
کہاں ہیں وہ روایتیں جو تو گزشتہ دور میں
ابن عوف اور ابن سیرین سے روایت کیا کرتا تھا
اگر تو یہ کہے کہ میں مجبور ہوں تو یہ تو بے فائدہ بات ہے
(اور یوں ہی ہے جیسے) گدھے نے پھسل کر سارا علم مٹی میں ملا دیا (ہو)

جب حضرت ابن علیہ رضی اللہ عنہ کو ان اشعار کا پتہ چلا تو آپ رضی اللہ عنہ پر ان کا بہت اثر ہوا اور عہدہ قضاء سنبھالنے پر بہت ندامت ہوئی۔ اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ ہارون الرشید کے پاس گئے اور استعفیٰ لینے پر بہت زور دیا حتیٰ کہ آپ سے استعفیٰ منظور کر لیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہ کو اس عہدہ کی مصیبت سے چھٹکارا عطا فرمایا اور عافیت دی۔

اور ہوا یوں کہ

جب آپ رضی اللہ عنہ استعفیٰ دے کر واپس حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ کی مجلس میں گئے تو انہوں نے پھر ویسا ہی آپ رضی اللہ عنہ کا ادب کرنا شروع کر دیا اور نفقہ مال یعنی مال کا خرچ آپ پر پھر سے جاری ہو گیا۔

حجۃ الاسلام امام محمد بن محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ احیاء العلوم کے ایک حصہ کتاب آداب سفر میں نقل فرماتے ہیں کہ

ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ

(سفر میں جاتے ہوئے) میرا یہ رقعہ بھی فلاں تک پہنچا دیں۔

تو آپ نے فرمایا:

(پہنچا دوں گا لیکن ٹھہرو) پہلے میں اونٹ والے سے اس کی اجازت طلب کر لوں کیونکہ میں نے (اپنے سفر کے ساتھ) اس رقعہ کے بارے میں معاملہ اور مشورہ نہ کیا تھا۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

دیکھو کس طرح آپ نے اقوال فقہاء (کہ جن میں اس جیسی چیز کی اجازت عام طور پر ہونے کی تصریح ہے ان اقوال) کی طرف التفات نہ فرمایا۔

ہو سکتا ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ سے تسامح ہو گیا ہو لیکن پہلو تہی کرتے ہوئے آپ نے ورع اور پرہیز گاری کے رستے کو اختیار فرمایا ہے' اور اے مخاطب! تو جان سکے اللہ تعالیٰ تجھے اس چیز کی توفیق عطا فرمائے۔

اب ایسی شخصیت جن کا ورع پرہیز گاری اتنی انتہاء درجہ کی ہو اور قضاء جیسا عہدہ جو کہ دنیوی عہدوں میں خلافت کے بعد سب سے افضل کام ہے اس عہدہ کو قبول کرنے پر اپنے اصحاب میں سے خاص قریبی دوست سے اس طرح لڑائی کرنا بھی انتہاء تک ہو تو وہ شخصیت کس طرح یہ اجازت دے سکتے ہیں کہ کوئی شخص کوئی دلیل نہ ہونے کے باوجود حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کا موازنہ کرتے ہوئے بے معنٰی بات کرے اور فضیلت کی بات کرنے کی اجازت کیونکر دے سکتے ہیں۔ اگر اس بات پر کوئی دلیل نہ ہوتی تو جو بات اس نے کہی آپ ضرور اس معاملے میں اس کی چاہت کے مطابق ہی فرماتے اور اگر آپ اس معاملے کو اپنے اوپر واجبات میں سے سخت ترین نہ سمجھتے تو اس امر کی گہرائی میں نہ اترتے۔ لہٰذا تم بھی ہوش میں آؤ اور اس امر عظیم کے لئے اپنے آپ کو خالی الذہن کر لو

تاکہ

رشد و ہدایت حاصل کرو اور غنیمت جانتے ہوئے احتیاط اور غور و خوض کرو اور اپنی مخلوقات کی حقیقتوں کو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں سے درخشاں اور واضح فضیلت پر مشتمل ایک حدیث مبارکہ جسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور حدیث مبارکہ کے بارے میں پھر کہا ہے کہ یہ حدیث مبارکہ حسن ہے۔

حدیث مبارکہ یوں ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے دعا فرمائی

اور یوں گویا ہوئے کہ

اے اللہ عزوجل! اس (معاویہ) کو ہدایت یافتہ اور ہدایت دینے والا بنا۔

(جامع ترمذی: ص:547 طبع کراچی)

غور کرو اس حدیث مبارکہ میں کی گئی دعا میں کہ یہ دعا صادق و مصدوق ہستی نے فرمائی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی امت کے حق میں کی گئی دعائیں اور بالخصوص اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے حق میں دعائیں مقبول ہی ہیں رد نہیں۔

اور یہ بات یاد رکھو کہ

اللہ تعالیٰ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا قبول فرمائی اور ان کو ہدایت یافتہ اور لوگوں کے لئے ذریعہ ہدایت اور ہدایت دینے والا بنایا۔ اب ایسی ذات جس میں اللہ تعالیٰ نے ہادی و مہدی ہونے کے دونوں درجات ہی رکھ دیئے ہوں تو اس ذات کے بارے میں وہ باتیں اور وہ عیوب کس طرح تصور کیے جاسکتے ہیں کہ جو باتیں باطل پرست اور بغض و عناد رکھنے والے لوگ کرتے ہیں۔

معاذ اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتنی عظیم دعا کہ جو دنیا و آخرت کی تمام بھلائیوں اور درجات کی جامع اور بددینی اور گمراہی کے ساتھ دین سے نکل جانے والے گروہوں کے منسوب کردہ نقائص سے مانع بھی ہو تو ایسی دعا تو اسی کے لئے ہی کر سکتے ہیں جس کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جانتے ہوں کہ یہ شخص اس دعا کے لائق اور اس کا صحیح حقدار ہے۔

(تطہیر الجنان واللسان عربی: فی فضائلہ ومناقبہ...... ص:۱۱)

اعتراض

اگر یہ سوال پیدا ہو کہ حدیث میں موجود دو لفظ ہادی اور مہدی جب ایک دوسرے کے مترادف ہی ہیں (یعنی ہم معنی ہیں) یا ایک دوسرے کو لازم و ملزوم ہیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر دعا کرتے ہوئے ان دونوں کو جمع کیوں فرمایا؟

جواب

ہم کہتے ہیں کہ

یہ دونوں الفاظ ایک دوسرے کو مترادف اور متلازم نہیں لیکن کوئی دوسرا اس سے ہدایت حاصل کرلے ایسا نہیں ہوتا۔ یہ طریقہ عارفین کا ہے جو خلوت اور فقط عبادت کی غرض سے ایک جگہ سے دوسری جگہ سفر اختیار کرتے رہتے ہیں۔

دوسرا درجہ

اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اس انسان سے دوسرے لوگ تو اصلاح پاتے ہیں لیکن وہ خود نیک نہیں ہوتا، ہدایت یافتہ نہیں ہوتا۔ یہ طریقہ ہے ان قصہ گو لوگوں کا جو مجمع میں قصے بیان کرتے ہیں اور لوگوں کے ساتھ تو اپنے معاملات درست رکھتے ہیں لیکن اپنے اور باری تعالیٰ کے مابین معاملات درست نہیں ہوتے اور میں نے ان دونوں میں سے ہر ایک جماعت و گروہ کو دیکھا۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ اس دین کی مدد تو فاجر لوگوں سے بھی فرمائے گا۔

(معجم الاوسط: من اسمہ جعفر ج:7،ص 356)

اس وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے تعریف کے یہ دونوں مراتب جمع فرما دیئے کہ یہ اپنی ذات کے لحاظ سے ہدایت والے بھی ہوں گے اور لوگوں کے لئے ہدایت دینے والے بھی ہوں گے اور اس کے ساتھ ساتھ لوگوں کے لئے اخلاق اور اعمال کی بلندیوں کی طرف رہنمائی کرنے والے بھی ہوں گے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور شیر کا خط لانا

آپ رضی اللہ عنہ کے فضائل و کمالات میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ

ایک روایت جس کی سند میں اختلاط کے علاوہ اور کوئی کمی نہیں پائی جاتی اور یہ بعض دوسرے راویوں کے ساتھ اختلاط ہے۔

روایت یوں ہے کہ

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ مسجد اریحاء میں آرام فرما تھے کہ اچانک اٹھ کھڑے ہوئے دیکھا کہ ایک شیر آپ رضی اللہ عنہ کی طرف آ رہا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنا دفاع کرنے کے لئے اپنے پاس موجود ہتھیار نکالا

تو شیر آپ رضی اللہ عنہ سے کہنے لگا:

خاموش ہو جایئے! میں آپ رضی اللہ عنہ کی طرف ایک خط لے کر آیا ہوں تا کہ آپ رضی اللہ عنہ (لوگوں تک) پہنچا دیں۔

میں نے اسے کہا:

تجھے کس نے بھیجا ہے؟

تو شیر کہنے لگا کہ

مجھے آپ رضی اللہ عنہ کی طرف اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے تاکہ آپ رضی اللہ عنہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو بتادیں کہ وہ اہل جنت میں سے ہیں۔

میں نے پھر پوچھا کہ

کون معاویہ؟

تو اس نے کہا:

ابوسفیان کا بیٹا معاویہ (رضی اللہ عنہما)

(معجم الکبیر: من اسمہ معاویہ رضی اللہ عنہ، جز:19، ص:307)

اور یہ بات کوئی اتنی بعید من العقل تو نہیں کیونکہ شیر کا کلام کرنا آپ کی کرامت ہے اور کرامت کا ظہور ہم اہلسنّت کے نزدیک تو بالکل جائز اور ممکن ہے اگرچہ معتزلہ بددین ظہور کرامت کا انکار اور اس میں اختلاف کرتے ہیں' اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا اہل جنت میں سے ہونا تو ایسی بات ہے جس پر بہت سے دلائل گواہ ہیں اگر بالفرض ایسا نہ بھی ہو پھر بھی فقط نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا آپ رضی اللہ عنہ کے لئے یہ دعا ہی فرمادینا کافی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ ہادی و مہدی ہوں گے۔ اس دعا کے بعد کوئی ایسی معیوب اور عجیب چیز تو رہے گی ہی نہیں جس کی وجہ سے اس حکایت میں کوئی طعن کا موقع رہے۔

(تطہیر الجنان والسان: فی فضائلہ ومناقبہ.....ص:12)

حدیث نبوی میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

ایک حدیث جس کی تخریج حافظ حارث ابن اسامہ نے فرمائی ہے

وہ روایت یوں ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ابوبکر میری امت میں سے سب سے زیادہ رقیق القلب اور بہت زیادہ رحم دل انسان ہیں پھر اسی طرح بقیہ خلفائے اربعہ کے مناقب وفضائل بیان فرمائے پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہی ایک دوسری جماعت کے مناقب بیان فرمائے اور انہیں میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ بھی فرمایا۔

اور یوں لبہائے مبارکہ جنبش میں آئے کہ

معاویہ بن ابوسفیان (رضی اللہ عنہما) میری امت میں سے بہت زیادہ حلیم و بردبار اور بہت زیادہ سخی شخص ہیں۔

(السنۃ للخلال: ذکر ابی عبدالرحمٰن: ج:2، ص:453)

اب ان دو عظیم اوصاف میں غور وفکر کرلو جن کے ساتھ اس حدیث مبارکہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ

رضی اللہ عنہ کو متصف فرمایا۔

اور یہ بات بھی جان لو کہ

ان اوصافِ حمیدہ کے سبب وہ مرتبۂ جلیلہ اور بلند کمال حاصل کیا جو آپ رضی اللہ عنہ کا ہی حصہ تھا۔ کیونکہ کسی بھی انسان کا بردبار ہونا اور سخاوت یہ ایسے دو عظیم اوصاف ہیں کہ جس میں یہ پائے جائیں تو اس شخص کے بارے میں یہ خبر دیتے ہیں کہ اس میں پیروی نفس اور خواہشات کے پیچھے بھاگنا نہیں پایا جاتا۔ پہلا وصف یعنی حلم تو یہ فقط وہی شخص ہی کرتا ہے جس کے دل میں رتی برابر بھی تکبر اور خواہشات نفس کی پیروی نہ پائی جاتی ہو ایسے شخص کے علاوہ حلم و بردباری کرنا کسی دوسرے شخص کے بس کی بات نہیں بالخصوص وہ شخص جو نفس کی تنگیوں اور غصہ کے فوارے کے بھڑکنے میں گرفتار ہو تو حلم ان لوگوں کا کام نہیں۔

یہی وجہ ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ

یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! مجھے کوئی وصیت فرمائیے۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

غصہ نہ کیا کر اور ہر بار وصیت کے لئے کہنے پر اسی بات کا ہی تکرار فرماتے رہے اور لا تغضب کے سوا کچھ مزید نہ فرمایا۔ اس بات کو علامت بناتے ہوئے کہ جب یہ شخص اپنے غصہ کے شر سے محفوظ ہو گیا تو نفس اور اس کی خواہشات سے پائی جانے والی خباثتوں کے شر سے بھی محفوظ رہے گا، اور جب کوئی شخص ان چیزوں سے بچ جائے تو پھر وہ تمام بھلائیوں اور آداب کے مراتب اپنے اندر موجود پاتا ہے۔

(تطہیر الجنان واللسان عربی: فی فضائلہ ومناقبہ.....ص 12)

اور دوسرا وصف یعنی سخاوت (یہ کس طرح خواہش نفس کو مٹاتا ہے) دراصل دنیا کی محبت ہی تمام برائیوں کی جڑ ہے۔

جیسا کہ حدیث مبارکہ میں آیا ہے کہ

جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے دنیا کی محبت سے دور رکھا اسے حقیقی جود و سخاوت جیسی نعمت انعام فرمائی تو یہی اس بات کی علامت ہے کہ اس شخص کے دل میں رائی کے برابر بھی حسد کی بیماری موجود نہیں، اور نہ ہی وہ شخص کبھی اس فانی دنیا کی طرف متوجہ ہوگا اور نہ ہی ظاہری و باطنی بھلائیوں کو ختم کرنے والی کسی چیز میں مشغول ہوگا۔

اور جبکہ اس کا دل ان دو بڑی اور قبیح ترین بیماریوں سے پاک و صاف ہو گیا اور بالکل اخلاص حاصل ہو گیا بلکہ نہیں نہیں ان دونوں سے بڑھ کر زیادہ بری چیزیں تو غصہ اور بخل ہیں جو نقائص کی ماں (جڑ) اور خبیث ترین چیزوں کے ارادے پر ابھارنے والی ہیں تو جو شخص ان سے بھی محفوظ رہا تو یہ شخص پھر ایسا ہے کہ جو ہر کمال و بھلائی کے ساتھ متصف ہے اور ہر شر اور کج روی سے دور اور پاک و صاف ہے۔

اور جب ایسا ہو گیا تو ان دو کلمات سے یہی نتیجہ اخذ ہو گا کہ

میری امت میں سب سے زیادہ بردبار اور سخی شخص ہے۔

اور یہی دو الفاظ ہیں جو تمام اوصاف حمیدہ کے جامع اور تمام قبیحات سے مانع ہیں اور صادق و مصدوق ہستی یعنی وہ ذات جو خود بھی سچے ہیں اور ان کی سچائی کی تصدیق بھی کی گئی یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے ان تمام بلندیوں اور مقام تک پہنچنے کی گواہی دی جس کی وضاحت ہم نے دو الفاظ کی شرح میں کر دی ہے اور آپ رضی اللہ عنہ تو ان چیزوں کی طرف چلے ہی نہیں جو چیزیں بدعتی اور جاہل لوگ آپ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

(تطہیر الجنان واللسان عربی فی فضائلہ ومناقبہ، ص:13)

اعتراض

اس حدیث مبارکہ کی تو سند ہی ضعیف ہے تو پھر اس کو کیسے حجت و دلیل بنایا جا سکتا ہے؟

جواب

وہ طریقہ اور اصول جس پر ہمارے ائمہ کرام، فقہاء کرام، اصولی اور حفاظ حدیث احباب چلے ہیں وہ یہی ہے کہ مناقب میں حدیث ضعیف بھی حجت ہوتی ہے اور اگر اس کے معاملے میں اجماع ہو تو پہلے اسے حجت بنایا جاتا ہے پھر قابل اعتماد لوگوں کے اجماع کے ساتھ فضائل اعمال میں حجت پکڑی جاتی ہے اور جب اس بات سے یہ ثابت ہو گیا کہ یہ فضائل اعمال میں حجت بن سکتی ہے تو پھر تو بغض وعناد رکھنے والے شخص کے لئے شبہ کی اور حاسد کے لئے طعن کرنے کی کوئی گنجائش نہیں، اور جب حدیث ضعیف کے بارے میں جو کلام کیا وہ مکمل اور پختہ ہو گیا تو اس کتاب میں یا کسی اور کتاب میں جہاں کہیں بھی کوئی ایسی حدیث ضعیف بیان کی جائے جس میں کسی صحابی وغیرہ کے مناقب بیان کیے گئے ہوں تو اس حدیث مبارکہ سے دلیل پکڑنا اور حجت بنانا درست ہے لیکن اصح مذہب کے مطابق اس کی شرط یہ ہے کہ اس کا ضعف اتنا زیادہ نہ ہو کہ اس کے راویوں میں سے کسی پر وضع حدیث کی نسبت کی جاتی ہو کیونکہ اگر ایسا ہو گا تو قطعاً مطلقاً اس سے حجت و دلیل درست نہیں۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل پر مشتمل ایک حدیث مبارکہ جس کو مُلّا نے آپ کی سیرت میں نقل کیا اور محبّ طبری نے اس حدیث کو انہی سے ''ریاض'' میں نقل کیا کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میرے امتیوں میں سے سب سے زیادہ میری امت پر رحم کھانے والے ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں اور سب سے زیادہ دین کے معاملے میں سختی فرمانے والے عمر رضی اللہ عنہ ہیں سب سے زیادہ باحیاء عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہیں۔ فیصلے میں سب سے بڑے قاضی علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں اور ہر نبی کے حواری ہوتے ہیں اور میرے حواری طلحہ اور زبیر (رضی اللہ عنہما) ہیں۔ جہاں بھی سعد بن ابی وقاص ہوں گے حق ان کے ساتھ ہو گا۔ سعید بن زید رضی اللہ عنہ ان دس عظیم میں سے ہیں جو رحمان کے محبوب

ترین ہیں۔عبدالرحمان بن عوف رحمان کے تاجروں میں سے ہیں۔ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے امین ہیں اور میرے راز دار معاویہ بن ابوسفیان (رضی اللہ عنہما) ہیں تو جس نے ان سے محبت کی اس نے نجات پائی اور جس نے ان میں سے کسی ایک سے بھی بغض رکھا تو وہ ہلاک ہو گیا۔

(الایضاح والتبیین لما وقع فیہ الاکثرون: کتاب الایضاح: جز:1،ص:210)

اب غور کرنا چاہئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس وصف کے ساتھ خاص فرمایا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب وحی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسرار الٰہیہ عزوجل اور تنزلات رحمانیہ پر امین ہونے کے مناسب ہے۔

یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں بہت ہی عظیم اور بلند مقام حاصل تھا کیونکہ کوئی بھی شخص کسی دوسرے کو اپنے رازوں پر اس وقت تک امین نہیں بناتا جب تک اسے کمالات کا جامع اور ہر قسم کی خیانت سے پاک نہ سمجھتا ہو اور یہی آپ رضی اللہ عنہ کی مناقب میں سے سب سے عظیم بات اور فضائل وکمالات میں سے اکمل ترین فضیلت ہے۔

ایک روایت جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

حضرت جبرائیل علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے

اور یوں عرض گزار ہوئے:

اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) کو وصیت کرنے کا فرمائیے

بے شک وہ کتاب اللہ پر امین ہیں اور وہ بہت ہی اچھے امانت دار ہیں۔

(معجم الاوسط: باب من اسمہ علی رضی اللہ عنہ: جز:4،ص:175)

اس حدیث پر بحث

اس حدیث مبارکہ کے تمام راوی صحیح ہیں فقط ایک میں تھوڑی سی نرمی اور کمزوری ہے اور ایک دوسرے راوی اور ان کے بارے میں حافظ ہیثمی فرماتے ہیں کہ

لَا اَعْرِفُهُ میں ان کو نہیں پہچانتا۔

اور یہ روایت جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے اس کی بات خود اپنی رائے سے تو نہیں کی جاتی لہٰذا اس کا حکم یہی ہوگا کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک مرفوع حدیث ہوگی اور ایک آدھ راوی کی اگر جہالت ہو بھی تو زیادہ سے زیادہ اس سے سند حدیث میں ضعف آئے گا اور اس کے بارے میں ہم قریب ہی کہہ چکے ہیں کہ حدیث ضعیف مناقب میں حجت ہوتی

ہے۔

ایک روایت آپ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں سے یہ ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زوجہ محترمہ ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے پاس حجرے میں داخل ہوئے۔

تو دیکھا کہ

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا سر حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا کی گود میں تھا اور آپ رضی اللہ عنہا ان کے بوسے لے رہی تھیں۔

یہ دیکھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کیا تم اس سے محبت رکھتی ہو۔

اس پر آپ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا:

مجھے کیا ہوا کہ میں اپنے بھائی سے پیار و محبت نہ کروں۔

تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

بے شک اللہ عزوجل اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس سے محبت کرتے ہیں۔

(تاریخ مدینہ ودمشق: ذکر من اسمہ معاویہ رضی اللہ عنہ: جز:59، ص:89)

حدیث پر بحث

حافظ ہیثمی فرماتے ہیں کہ

اس کی سند میں ایک راوی ایسا بھی ہے جسے میں نہیں جانتا (یعنی مجہول ہیں) لہٰذا یہ حدیث مبارکہ ضعیف ہے اور یہ بھی گزرا ہے کہ یہ مناقب میں حجت بن سکتی ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں سے ایک یہ بھی ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مصاہراتی (سسرالی) رشتہ بھی حاصل ہونے کا شرف عطا ہوا وہ اس طرح کہ ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا آپ رضی اللہ عنہ کی بہن تھیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

میرے اصحاب اور سسرالیوں کو بلاؤ۔

اور فرمایا کہ

ان میں سے جس نے میری حفاظت کی تو اللہ تعالیٰ اس کا حافظ و ناصر ہے اور جس نے میری حفاظت نہ کی تو اللہ تعالیٰ اسے اپنی حفاظت کے بغیر ہی چھوڑ دے گا اور جسے اللہ تعالیٰ اپنی بغیر حفاظت کے چھوڑ دے تو اس شخص کے بارے میں خطرہ ہے کہ اللہ

تعالیٰ اسے اپنی پکڑ میں لے لے۔ اس کو امام احمد بن منیع نے روایت کیا۔

(الشریعۃ للآجری: کتاب فضائل معاویۃ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ جز:5، ص:216)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میرے رب کی طرف سے یہ پختہ ارادہ ہے اور مجھ سے پختہ وعدہ لیا ہے کہ نہ تو میں کسی اہل بیت سے نکاح کروں گا اور نہ ہی اپنی بیٹیوں میں سے کسی کا نکاح کسی سے کروں گا مگر وہ تمام کے تمام جنت میں میرے رفقاء ہوں گے۔

اس حدیث مبارکہ کو حارث بن ابی اسامہ نے روایت کیا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں نے اپنے رب عزوجل سے ایک سوال مانگا کہ

یا اللہ عزوجل! میں اپنے امتیوں میں سے جس سے نکاح / شادی کروں اور جس سے شادی کروں اسے جنت میں میرا رفیق بنادے تو اللہ تعالیٰ نے میری یہ دعا قبول فرمائی اس کو بھی حضرت حارث رضی اللہ عنہ نے روایت فرمایا۔

اب اس فضل عظیم اور جاہ جسیم میں غور وفکر کرنا چاہئے جو اللہ تعالیٰ نے ہر اس گھر اور گھر والوں کو عطا فرمایا جن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شادی کی۔

اسی سے پتہ چلا کہ

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے گھر کو کیسی عطا سے نوازا اور پھر ان گھر والوں میں سے بھی سب سے زیادہ شرف وکمال اور عزت وفخر وجلال اور عظمت وملکہ حفظ اور اقبال تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو حاصل ہوا اور ان چیزوں کے ساتھ آپ رضی اللہ عنہ کو بقیہ سے بہت امتیاز اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا واضح قرب حاصل ہوا۔

اور اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ

جس نے ان میں سے میری حفاظت کی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے ساتھ ایک حفاظت کرنے والا فرشتہ مقرر ہوگا اور جس نے نہ کی تو اللہ تعالیٰ اسے یونہی بغیر حفاظت کے چھوڑ دے گا اور جسے اللہ تعالیٰ بغیر حفاظت چھوڑ دے تو قریب ہے کہ اسے اپنی پکڑ میں لے لے۔

(الامامۃ والرد علی الرفضۃ: اذا رایتم الذین یسبون اصحابی فالعنوھم: جز:1، ص:374)

اس فرمان پر بھی غور کرنا چاہئے تاکہ خود بھی بچو اور ہو سکے تو دوسروں کو بھی بچاؤ کہ ان لوگوں میں سے کسی ایک کی بھی عزت وآبرو میں غور وخوض نہ کرو کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے رشتہ مصاہرت کے لئے چن لیا اور ان کو اپنے نبی کے قرب کی حفاظت میں داخل فرمالیا۔ ان میں سے کسی ایک کے مقام ومرتبہ میں غور وخوض کرنا زہر قاتل اور تیز کاٹنے والی تلوار ہے اور جس شخص نے اس زہر میں سے کچھ تھوڑا سا چکھنے کی کوشش کی تو اس کو جلد ہی موت آجائے گی اور اس کی یہ غور وخوض کرنے والی گندی

عادت وشہوت ہر برائی کو کھینچ کر اس کی طرف لے آئے گی اور جس شخص کی پھر یہ حالت ہو جائے تو اللہ تعالیٰ بھی بے نیاز ہے ایسے شخص کی کوئی پرواہ نہیں کرتا چاہے جس وادی میں ہلاک ہو اور چاہے جس گمراہی کا بھی ارتکاب کرے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے غضب وجلال اور انتقام سے اپنے احسان اور کرم کے ساتھ بچائے۔

آمین (بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم)

آپ رضی اللہ عنہ کے کمالات وفضائل میں سے ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود آپ رضی اللہ عنہ کو خلافت کی بشارت عطا فرمائی۔

امام ابوبکر ابن ابی شیبہ ایک حدیث روایت کرتے ہیں کہ جس کی سند حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تک پہنچتی ہے۔

فرماتے ہیں کہ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے کہ مجھے جب سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ اے معاویہ (رضی اللہ عنہ) اگر تمہیں بادشاہی دی جائے تو احسن طریقے سے نبھانا۔ تو تبھی سے ہی میں ہمیشہ خلافت کی خواہش کرتا رہا۔

اور ابو یعلیٰ نے روایت کیا اس کی سند میں سوید نامی راوی ہے جس میں کچھ کلام ہے اگرچہ وہ کلام اثر انداز نہیں ہوگا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

فرماتے ہیں کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میری طرف اپنی نظر عنایت فرمائی

اور ارشاد فرمایا:

''اے معاویہ (رضی اللہ عنہ) اگر تمہیں کسی امر میں ولی عہد مقرر کیا جائے تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا اور عدل کرتے رہنا''۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

اس کے بعد ہمیشہ مجھے یہ گمان غالب رہتا کہ ضرور بالضرور لازمی طور پر مجھے کسی معاملے میں مبتلا کیا جائے گا کیونکہ نبی غیب دان نے فرمایا تھا حتیٰ کہ ایک دن ایسا بھی آیا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی طرف سے ولی عہد مقرر کیا گیا اور پھر اس کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے جب خلافت چھوڑی تو مکمل اور کامل خلافت مجھے حاصل ہوگئی۔

(مسند احمد: حدیث معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ جز:34، ص:288)

اس روایت کو امام احمد نے بھی اپنی سند کے ساتھ روایت فرمایا لیکن اس میں ارسال ہے جس کو ابو یعلیٰ نے اپنی سند کے ساتھ متصل کر دیا اور ان کے الفاظ کچھ یوں ہیں کہ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ

وضو کرو، تو جب تمام نے وضو کر لیا تو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے میری طرف نظر عنایت کی اور یوں لبہائے مبارک میں جنبش آئی کہ

اے معاویہ (رضی اللہ عنہ)! اگر تمہیں کسی امر میں ولی مقرر کیا جائے تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا اور عدل کرنا۔

(مسند ابی یعلی: حدیث میمونہ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم ج:12، ص:305)

دوسری روایت بھی اسی کی مثل ہے جو گزر چکی ہے۔

طبرانی نے اوسط میں ایک روایت نقل فرمائی جس میں کچھ اضافہ بھی ہے کہ

(جب امارت ملے تو) اس کی اچھی چیزوں کو قبول کر لینا اور بری چیزوں سے دور رہنا۔

(مسند احمد: حدیث معاویۃ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ ج:34، ص:288)

امام احمد نے ایک دوسری سند حسن کے ساتھ بھی حدیث روایت کی ہے جو پہلی کے مطابق ہی ہے کہ

جب حضرت ابو ہریرہ زخمی ہوئے تو برتن (جس میں پانی تھا) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اٹھایا اور اس سے پہلے یہ کام حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی کیا کرتے تھے۔ برتن اٹھانے کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلتے رہے اسی دوران ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کروانے کی سعادت حاصل ہوئی۔

تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرماتے ہوئے ایک یا دو مرتبہ ان کی طرف دیکھا

اور ارشاد فرمایا:

اے معاویہ (رضی اللہ عنہ) اگر ولایت اور بادشاہی ملے تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا اور عدل کرنا تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

میں ہمیشہ گمان کرتا رہا کہ مجھے عنقریب ولی عہد بنایا ہی جائے گا اور ایک وقت ایسا آ گیا کہ مجھے ولی بنا دیا گیا۔

(مسند احمد: حدیث معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ ج:34، ص:288)

ایک حدیث مبارکہ جس کی سند صحیح ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کیا گیا کہ

یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! اس امت میں کتنے خلفاء ہوں گے۔

تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

بنی اسرائیل کے نقباء کی تعداد کے برابر یعنی (12) بارہ ہوں گے۔

(مسند احمد: مسند عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ج:8، ص:381)

اور بلاشک وشبہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی انہی میں سے ہیں کیونکہ ائمہ دین متین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ بھی ان خلفاء میں شامل ہیں اور جیسا کہ پہلے حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ اور دوسرے بزرگان دین متین سے گزر چکا ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ، حضرت عمر بن عبدالعزیز سے افضل ہیں تو یقینی طور پر وہ بھی ان خلفاء میں شامل ہوں گے۔

(تطہیر الجنان واللسان: فی فضائلہ ومناقبہ.....ص:15)

اعتراض

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کس طرح ان بارہ (12) خلفا میں سے ہو سکتے ہیں حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کی حکومت کو تو خلافت سے جدا فرمایا ہے۔

دلیل اس کی حدیث مبارکہ ہے کہ

جو صاحب سرّ رسول حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے کتاب الفتن میں ثابت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

سب سے پہلے تم میں نبوت (موجود) رہے گی پھر (میرے بعد) منہاج نبوت پر خلافت (راشدہ) قائم ہوگی اس کے بعد مملکت عاض (اس طریقہ نبوت سے جدا حکومت ہوگی) پھر جبری حکومت ہوگی پھر منہاج نبوت پر خلافت قائم ہو جائے گی۔

حبیب فرماتے ہیں کہ

جب حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کا دور خلافت آیا اور حضرت یزید بن نعمان بن بشیر آپ کے قریبی صحبت یافتہ لوگوں میں سے تھے میں نے ان کی طرف یہ حدیث مبارکہ لکھی اور خاص ان کو یاد دہانی کروانی چاہی۔

تو میں نے ان سے کہا:

مجھے امید ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ مملکت عاض اور جبری حکومت کے بعد (منہاج نبوت پر) ہیں تو وہ میرے خط کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں لے گئے اور جب ان کے پاس پڑھا تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس کو پوشیدہ رکھنے کا کہا اور اس پر خوش بھی ہوئے۔

(مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ)

میں نے اپنی کتاب مختصر تاریخ الخلفاء کی ابتداء میں اس حدیث شریف کے تحت بہت کلام کیا ہے اس کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی خلافت سے حضرت حسن رضی اللہ عنہ تک کی خلافت مراد لی ہے وہ اس طرح کہ اس

خلافت کی مدت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد تیس (30) سال بتائی تھی اور تیس (30) سال کا آخری حصہ حضرت حسن کی ہی خلافت کا تھا اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے خود اس عہدے کو چھوڑ دینے کے بعد تھی الغرض اس تمام تقریر کا حاصل یہی بنتا ہے کہ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت مملکت عاض (خلافت راشدہ سے جدا) تھی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ان بارہ خلفاء میں سے نہیں ہیں۔

جواب

بات جو معترض نے کی اگرچہ ویسی ہی ہے لیکن یہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے معاملے میں غیر مضر ہے کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں اتنے سنگین اور گھمبیر معاملات جمع ہوئے تھے کہ ان کی مثل خلفائے راشدین میں سے کسی کے دور میں ایسے معاملات نہ ہوئے تھے تو ان تمام مسائل کے جمع ہو جانے کی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کو مملکت عاض فرمایا گیا اگرچہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اپنے اجتہادات پر اجر و ثواب بھی حاصل ہوگا۔ اس حدیث مبارکہ کے تناظر میں کہ فرمان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا مفہوم یوں ہے کہ

مجتہد جب اجتہاد کرے اور درست رائے تک پہنچ جائے تو اس کے لئے دوگنا اجر ہے اور اگر اجتہاد کرے اور خطاء ہو جائے تو اس کے لئے ایک اجر ہے۔

(المفصل فی شرح آیۃ لا اکراہ فی الدین: اللقاء ملتقی اہل الحدیث مع فضیلۃ الشیخ: ج:1، ص:330)

اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بلا ریب و شک مجتہد ہیں تو جب آپ رضی اللہ عنہ نے ان اجتہادات میں خطا بھی کی تو پھر بھی آپ رضی اللہ عنہ کو اجر تو ملے گا ہی اور اس سے آپ رضی اللہ عنہ کی شخصیت میں کوئی نقص بھی نہیں آئے گا۔ اگرچہ ان تمام معاملات پر مشتمل ہونے کی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ کی مملکت کو عاض کہا گیا۔

اس کے بعد ایک حدیث مبارکہ نظر سے گزری جس میں اس بات کی صراحت موجود تھی کہ اگرچہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت ایک یا کئی اعتبار سے مملکت عاض تھی لیکن پھر بھی رحمت تھی اور اس حدیث مبارکہ کے الفاظ کچھ یوں ہیں کہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اس امر (حکومت) کی ابتداء میں نبوت و رحمت ہیں پھر اس کے بعد خلافت و رحمت ہوگی پھر مملکت و رحمت ہوگی پھر امارت و رحمت ہوگی پھر اس کے بعد تو ایک دوسرے کو گدھوں کی طرح کاٹتے ہوئے آئیں گے تو اس وقت تم پر جہاد لازم ہے اور تمہارا افضل ترین جہاد سرحد کی حفاظت کے لئے سرحدوں پر پڑاؤ ڈالنا ہے اور افضل ترین پڑاؤ ڈالنے کی جگہ عسقلان ہے۔

(معجم الکبیر: عرباض بن ساریہ السلمی یکنی ابا نجیح ج:18، ص:251)

اس حدیث مبارکہ کو طبرانی نے روایت کیا اور اس کے رجال تمام ثقہ ہیں اور جو بات میں نے پہلے کی تھی (کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صراحۃً رحمت قرار دیا ہے) اس میں بالکل واضح اور صریح ہے کیونکہ خلافت کے بعد جو مملکت اور بادشاہی تھی وہ حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہی کی تھی جس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رحمت قرار دیا تھا لہٰذا آپ رضی اللہ عنہ کا دور ایسا دور تھا جس میں ایک لحاظ سے عض (یعنی منہاج النبوۃ سے علیحدگی) بھی تھی اور دوسرے لحاظ سے رحمت بھی ہے۔ لیکن ظاہری حالت کے اعتبار سے آپ رضی اللہ عنہ کے دور میں ''عض'' کے مقابلے میں رحمت زیادہ واضح اور اظہر تھی اور آپ رضی اللہ عنہ کے دور کے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے دور کے علاوہ میں ''عض'' (یعنی علیحدگی) ہی اکثر و غالب رہی کیونکہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کا دور تو خلافت کبریٰ کے ساتھ ملحق تھا۔
اسی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ کو خلفائے راشدین میں شامل کیا جاتا ہے۔

اور حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ہمیشہ میری امت کا معاملہ ٹھیک اور درست رہے گا حتیٰ کہ وہ بارہ (12) خلفاء گزر جائیں جو تمام کے تمام قریش میں سے ہوں گے۔

(صحیح مسلم: الناس تبع لقریش والخلافۃ فی قریش: ج:9، ص:333)

اور ایک دوسری روایت جس کی سند ضعیف ہے اس میں الفاظ یوں ہیں کہ

بارہ (12) والیان (حکومت و امارت) قریش میں سے نہ گزر جائیں کہ جن کو کسی دشمن کی دشمنی نقصان نہ دے گی۔

آپ رضی اللہ عنہ کے فضائل و کمالات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ایک روایت میں جس کی سند کے تمام رجال ثقہ ہیں اگرچہ بعض کے اندر اختلاف بھی کیا گیا ہے۔

روایت یوں ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی معاملہ میں حضرات شیخین ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے مشورہ فرمایا اور ان دونوں سے ارشاد فرمایا کہ

مشورہ دو پھر دوسری مرتبہ دوبارہ فرمایا اور دونوں ہی دفعہ ان حضرات نے یہی کہا کہ اللہ عزوجل اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی بہتر جانیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو بلا بھیجا تو جب آپ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ عالیہ میں حاضر ہوئے

تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اپنے معاملات اس (معاویہ رضی اللہ عنہ) کے پاس (حل کے لئے) پیش کیا کرو اور اپنے درمیان ہونے والے

معاملات میں اس کو گواہ بنایا کرو کہ یہ بہت ہی زیادہ امانت دار ہیں۔

(الشریعۃ للآجری: کتاب فضائل معاویۃ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ: جز:5،ص:154)

ان دو عظیم اوصاف میں غور و فکر کرنا چاہئے کہ جو خلافت کے لائق ہیں کہ ان اوصاف نے حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس کا اہل دیکھا۔

یہی وجہ ہے کہ

جب حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ نے عہدہ خلافت چھوڑ کر آپ رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیا تو کسی نے بھی آپ رضی اللہ عنہ کے بارے میں طعن و تشنیع کا ایک لفظ بھی نہ بولا' اور اگر کسی نے طعن بھی کیا تو وہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے اس عہدہ سے نزول کرنے سے پہلے تھا کیونکہ پہلے خلیفہ برحق حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے اور ان کے بعد آپ رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت حسن رضی اللہ عنہ تھے (الغرض خلافت کے معاملے میں کسی نے آپ رضی اللہ عنہ پر طعن و تشنیع نہ کی)

آپ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں سے یہ بھی ہے کہ اور یہ ایک ایسی روایت ہے کہ جس کے راوی ثقہ ہیں چند ایک میں ارسال (مرسل ہونے) کا اختلاف ہے۔

روایت یوں ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے دعا فرمائی کہ

اے اللہ عز و جل معاویہ (رضی اللہ عنہ) کو کتاب اللہ اور حساب کا علم عطا فرما اور اس کو تمام شہروں پر قدرت عطا فرما اور اس کو برے عذاب سے بچا۔

اور دوسری روایت میں یوں الفاظ ہیں:

اے اللہ عز و جل اسے کتاب اور حساب کا علم عطا فرما۔

(معجم الکبیر: عرباض بن ساریہ اسلمی یکنی ابا نجیح جز:18،ص:251)

اور آپ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں سے اگلی بات یہ ہے کہ

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کی تعریف و مدح فرمائی اور آپ رضی اللہ عنہ خلافت عمر رضی اللہ عنہ کے پورے دور میں ہی شام کے علاقے دمشق کے ولی مقرر رہے اور پھر اس کے بعد خلافت عثمان رضی اللہ عنہ میں بھی آپ رضی اللہ عنہ اپنے اس عہدے پر قائم رہے تو یہ منقبت عظیمہ ہی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مناقب میں کافی وافی ہیں اور اس ذات کے لئے جن کے لئے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسے عادل خلیفہ وسیع خطۂ ارض پر ولایت کے لئے راضی رہے اور ولایت بھی جاری رہی۔

اور جب اس بات میں غور کیا جائے کہ

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو معزول کر دیا حالانکہ وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے کئی مراتب کے لحاظ سے افضل تھے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اپنے عہدے پر برقرار رکھا معزول نہ کیا تو اس سے پتہ چلا کہ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو وہ خاص رفعت و بلندی عطا کی گئی تھی جو کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو عطا نہ کی گئی اور آپ رضی اللہ عنہ کے اندر ان عیوب میں سے بھی کوئی عیب پیدا نہ ہوا تھا جو اکثر حکومت حاصل ہونے کے بعد پیدا ہو جاتے ہیں ورنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ رضی اللہ عنہ کو ولی عہد کبھی نہ بناتے اور اگر ولایت و حکومت حاصل ہونے کے بعد کوئی عیب بھی آ جاتا تو فوراً معزول کر دیتے اور اسی طرح آپ رضی اللہ عنہ کا معاملہ خلافت عثمانیہ میں بھی تھا۔

اس بات کی بھی تحقیق ہوئی کہ

جب بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں اطراف و کنار والے کسی علاقے کی رعایا اپنے ولی کے بارے میں شکایت کرتی تو بھلے ہی وہ بڑے عہدے اور قدر و منزلت والا ہوتا یہ دونوں فوراً ہی معزول کر دیتے لیکن حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ان دونوں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہما کے دور خلافت کے لمبے عرصے تک شام کے علاقے دمشق میں ہی رہے جہاں کا آپ رضی اللہ عنہ کو ولی بنایا گیا لیکن نہ تو آپ رضی اللہ عنہ کے بارے میں کسی نے شکایت کی حتیٰ کہ کسی نے بھی کسی قسم کے ظلم و ستم کی آپ رضی اللہ عنہ پر تہمت ہی لگائی۔

اس بات میں غور و فکر کرنا چاہئے تا کہ آپ رضی اللہ عنہ کی محبت و عظمت میں اعتقاد مزید پختہ ہو اور آپ رضی اللہ عنہ کی شان میں ہر قسم کے بغض و عناد اور بہتان سے محفوظ رہا جا سکے۔

دمشق میں آپ رضی اللہ عنہ کی ولایت کا سبب یہ تھا کہ

جب حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے خلافت سنبھالی تو آپ رضی اللہ عنہ نے کئی لشکر شام کی طرف بھیجے اور ان پر حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کو مقرر کیا اور یہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بھائی تھے۔ تو ان کے ساتھ ساتھ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی چلے گئے تو جب حضرت یزید رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو ان کی جگہ ان کے بھائی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو حکومت دی گئی۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بعد جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا دور آیا تو آپ رضی اللہ عنہ اپنے دور میں شام کے اندر مستقل سلطنت اسلامیہ قائم کیے ہوئے تھے اور بعد میں آپ رضی اللہ عنہ نے مصر کو بھی ساتھ شامل فرما لیا پھر صفین کے دن دو فیصلوں کے بعد آپ رضی اللہ عنہ کی حکومت کو خلافت کا نام دیا گیا پھر جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مصالحت فرمائی تھی تو پھر آپ رضی اللہ عنہ سلطنت میں مستقل ہو گئے اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے جو دستبرداری کی تھی تو یہ اپنے اختیار اور رضامندی کے ساتھ کی تھی بلکہ آپ رضی اللہ عنہ کی بھرپور معاونت اور اتباع کے ساتھ مصالحت فرمائی تھی اور گمان یہ کیا تھا کہ اگر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ ہو جائے تو وہ ہی غالب آئیں

گئے اور آپ رضی اللہ عنہ کے مصالحت کا سبب فقط اس بات کا خوف تھا کہ کہیں مسلمانوں کا خون رائیگاں یا ضائع نہ ہو جائے اور یہ بات آپ رضی اللہ عنہ اچھی طرح جانتے تھے کہ دو ایسے گروہ جو ایک دوسرے کے بالکل ہم پلہ ہیں یا قریب قریب ہیں تو ان میں جنگ ہو جائے تو اس وقت تک کوئی ایک نہیں جیت سکتا جب تک دوسرا فنا نہ ہو جائے اور دوسرے کی عزت وعظمت بالکل ختم ہو جائے' اور فقط مسلمانوں کے خون کی حفاظت وعظمت کو پیش نظر رکھتے ہوئے جنگ ترک کر دینا آپ رضی اللہ عنہ (حضرت حسن رضی اللہ عنہ) کے عظیم مناقب میں سے ہے جس پر خود ان کے جد امجد صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر بیٹھ کر تعریف فرمائی تھی اور حاضرین کی موجودگی میں اس بات کی خبر دینے کے لئے بتایا تھا کہ پتہ چل جائے کہ ان سے مستقبل میں کیا کام رونما ہونے والا ہے اور کوئی جاہل یہ گمان نہ کر بیٹھے کہ آپ رضی اللہ عنہ کو اس صلح پر ابھارنے والی چیز آپ رضی اللہ عنہ کی بزدلی اور کمزوردلی تھی پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھ منبر پر بٹھائے ہونے کی حالت میں ارشاد فرمایا:

میرا یہ بیٹا سردار ہے اور عنقریب اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو عظیم گروہوں میں صلح فرمائے گا۔

(اتحاف الجماعۃ بما جاء فی الفتن: باب الثناء علی الحسن بن علی رضی اللہ عنہ: ج:1، ص:195)

پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں گروہوں کو اسلام میں برابر ہی فرمایا اور ان میں سے کسی ایک کی دوسرے پر فضیلت ذکر نہ فرمائی اور اس سے مقصود اس بات کی خبر دینا تھا کہ اصل ثواب میں دونوں ہی برابر ہوں گے۔

''اور اللہ ہی درست اعتقاد کی طرف ہدایت دینے والا ہے اور ناصبیت وشکوک وشبہات سے بچانے والا ہے''۔

الغرض جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مصالحت فرمائی تو تمام لوگ آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت پر جمع ہو گئے اور اس سال کو ''عام الجماعۃ'' اجتماع کا سال قرار دیا اور اس دن کے بعد کسی نے بھی اس بارے میں اختلاف نہ کیا کہ یہ خلیفہ حق ہیں (یا نہیں)

آپ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں سے یہ بھی فضیلت ہے کہ

ایک بار حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ پر کسی معاملے میں اعتراض کیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے دفاع میں اتنے دلائل کا انبار لگا دیا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بھی اپنے اعتراض پر حیاء آنے لگی۔

ابن مبارک رضی اللہ عنہ نے سند صحیح کے ساتھ نقل فرمایا کہ

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ایک جماعت کے ہمراہ اس حال میں تشریف لائے کہ آپ رضی اللہ عنہ (حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ) ان تمام میں سے سب سے زیادہ حسین وجمیل تھے پس آپ رضی اللہ عنہ پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کرنے تشریف لے گئے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ان کی طرف دیکھ کر متعجب ہوئے۔

پھر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

مرحبا! آفرین، ہم تو لوگوں میں سے سب سے بہتر لوگ ہو جائیں گے جبکہ اللہ تعالیٰ ہمارے لئے دنیا و آخرت کی بھلائیاں جمع فرمادے۔

اس پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اے امیر المومنین (رضی اللہ عنہ)! میں آپ رضی اللہ عنہ کو اپنے اجسام کی بہترین نشوونما اور ہمارے چہروں کی خوبصورتی کے بڑھ جانے کی وجہ بتاتا ہوں کہ ہم گرم پانی والے چشموں اور سرسبز و شاداب زمین میں ہیں۔

تو یہ سن کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایسا کلام فرمایا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ

نہیں بلکہ اس کا سبب فقط یہی ہے کہ خود تم کھانے پینے میں آسودگی کے ساتھ زندگی گزار رہے ہو اور محتاج لوگ تمہارے دروازے پر پڑے ہیں۔

پھر جب آپ رضی اللہ عنہ "ذی طویٰ" میں پہنچے تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک "حلہ" نکالا جس کی خوشبو انتہائی پاکیزہ تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے بہت ناپسند کیا اور ارشاد فرمایا:

کیا تم میں سے ایک شخص یوں حج کو نکلتا ہے کہ بکھرے بالوں والا اور غبار آلود کپڑوں والا ہوتا ہے حتیٰ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے شہروں میں سے سب سے زیادہ حرمت والے شہر میں آتا ہے تو وہ اپنے کپڑوں کو یوں نکالتا ہے کہ گویا وہ خوشبو میں لتھڑے ہوئے ہوں اور ان کو پہن لیتا ہے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

میں نے ان کو اس لئے پہنا کہ میں ان کے ساتھ ہی اپنے خاندان والوں کے پاس جاؤں۔

اللہ تعالیٰ کی قسم!

مجھے آپ رضی اللہ عنہ کی طرف سے یہاں بھی تکلیف پہنچی اور شام میں بھی۔

حضرت اسلم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خاموشی اور اعراض اختیار فرمایا اور اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ میں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے چہرے پر حیاء محسوس کی۔ پس حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے وہ کپڑے اتار دیئے اور دوبارہ انہی کپڑوں کو زیب تن فرمایا جن میں آپ رضی اللہ عنہ نے احرام باندھا تھا۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جب آپ رضی اللہ عنہ کا یہ قول سنا کہ

آپ رضی اللہ عنہ کی طرف سے مجھے یہاں بھی اور شام میں بھی تکلیف پہنچی۔

اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا سامنا کرنا مشکل ہو گیا اور آپ رضی اللہ عنہ ان سے حیاء کرنے لگ گئے تھے باوجود اس کے کہ آپ رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کے (دین کے) معاملے میں کسی ملامت کرنے

والے کی ملامت کا نہ ہی خوف رکھتے تھے اور نہ ہی خاطر میں لاتے تھے۔

(تطہیر الجنان واللسان: فی فضائلہ ومناقبہ.....ص:17)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر کئے ہوئے اعتراض سے رجوع فرمالیا تھا کیونکہ انہوں نے اس میں اپنا عذر بیان کردیا تھا کہ یہ کپڑے پہننے کا مقصد برا نہیں بلکہ اچھا ہے۔

اور وہ یہ ہے کہ

اپنے خاندان والوں کے پاس پروقار اور اچھے انداز میں جانا ہے اور یہ بات اصلاً محبوب ہے بلکہ اس کی تو تاکید کی گئی ہے۔

جیسا کہ احادیث مبارکہ میں وارد ہے کہ

جب بھی کوئی وفد سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہونے کے لئے آتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت ہی اچھے اور خوب اجلے کپڑے زیب تن فرماتے۔ اپنی آنکھوں میں سرمہ لگاتے، عمامے کا تاج سجاتے، آئینے کو اپنا دیدار کرواتے اور جس چیز میں درستگی کرنی ہوتی درست فرماتے۔

ایک بار حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ

کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ہاں عائشہ (رضی اللہ عنہا) کیوں نہیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ خود بھی جمیل ہے اور جمال وخوبصورتی کو محبوب رکھتا ہے۔

(تطہیر الجنان واللسان عربی: فی فضائلہ ومناقبہ.....ص:18)

اس بارے میں کئی احادیث مبارکہ ہیں جن تمام کو ان کے مراتب ومعانی کے ساتھ اپنی کتاب ''در الغمامۃ فی العذبۃ والطیلسان والعمامۃ'' میں بیان کیا ہے۔

الغرض!

یہی وہ حدیث مبارکہ فعل نبوی صلی اللہ علیہ وسلم تھا جس کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے مدنظر رکھا تھا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پیش نظر آپ رضی اللہ عنہ کی حالت پر فراوانی کا دیکھنا تھا حالانکہ محرم تو اشعث واغبر (بکھرے بالوں والا اور غبار آلود کپڑوں والا) ہوتا ہے۔

جیسا کہ فرمان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہے۔

اور آپ رضی اللہ عنہ نے تجمّل سے کسی چیز کا قصد کیا اس بات پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ مطلع نہ ہوئے اور بالفرض آپ رضی اللہ عنہ مطلع بھی تھے

تو ہوسکتا ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے یوں فرمایا ہو کہ

خاندان والوں سے ملنے کے لئے زیب و زینت اور تجمل احرام سے فارغ ہو کر (احرام اتار کر) بعد میں بھی ہوسکتی ہے۔

اس سے قبل اس کی حاجت نہیں۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی جو بات ہے یہ ہی سنت کے زیادہ مناسب اور حدیث مبارکہ کے زیادہ موافق ہے لیکن یہ بھی ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جو بات پیش نظر رکھی تھی اس کا حکم اس حدیث مبارکہ سے مستثنیٰ اور جدا تھا کہ اپنے خاندان کی طرف جانے پر تجمل کرو تو اس وقت ہی تجمل کرنا زیادہ مناسب اگرچہ حالت احرام ہی ہو۔

اور ممکن ہے کہ اس کا جواب یہ دیا جائے کہ

اصول دین میں ایک قاعدہ ہے کہ نص میں کچھ صورتیں ایسی ہوتی ہیں جن کو کچھ تخصیص حاصل ہوتی ہے (اور اس خاصیت کی وجہ سے حکم سے استثناء حاصل ہوتا ہے) اور جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کا اظہار ہوا تو اس پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے سامنے جو قاعدہ تھا اس کے مطابق اپنا عذر بیان کیا ہو۔

اور جب آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ

آپ رضی اللہ عنہ کی طرف سے مجھے یہاں اور شام میں بھی تکلیف پہنچی۔

تو ہوسکتا ہے کہ

وہ ایک قاعدے کے پیش نظر ہو کہ

ایک مجتہد کسی دوسرے مجتہد پر اعتراض نہیں کرتا (اس وجہ سے تکلیف پہنچی ہو) لیکن جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو ں بات پر تنبیہ کی گئی تو آپ رضی اللہ عنہ نے بھی حق کی طرف رجوع کرنے میں کمی نہ فرمائی اگرچہ اس میں غیروں کی طرح سب و شتم بھی شامل تھا۔

اور آپ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں سے یہ بھی ہے کہ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ رضی اللہ عنہ کی شان میں بہت زیادہ تعریفات کی ہیں۔

ابن سعد نے روایت کیا ہے کہ

ایک بار حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دربار میں حاضر ہوئے تو آپ رضی اللہ عنہ ایک "سبز حلے" میں ملبوس تھے جب آپ رضی اللہ عنہ آئے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھا تو تعجب خیز نگاہوں سے دیکھنے لگے۔ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یوں ان کی طرف دیکھتے ہوئے

ملاحظہ فرمایا تو درہ (کوڑا) لے کرانہیں مارنا شروع کر دیا۔

اور وہ آگے سے یہ کہہ رہے تھے کہ

اے امیر المومنین (رضی اللہ عنہ) اللہ تعالیٰ سے ڈریئے کس سبب سے، کس وجہ سے؟

تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان سے کوئی بات نہ کی اور اپنی نشست گاہ کی طرف واپس آ گئے۔

اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ

آپ رضی اللہ عنہ نے اس جوان کو کیوں مارا جس کی مثل آپ رضی اللہ عنہ کی قوم میں موجود ہی نہیں یہاں قوم سے مراد یا تو عاملین ہیں

اور یہ بھی احتمال ہوسکتا ہے کہ

قوم سے مراد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قوم قریش ہی مراد لی ہو۔

الغرض جو بھی مراد ہو یہاں مثل سے مراد نسب میں ہم مثل ہونا ہے۔

اس سوال کے جواب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

میں نے اس سے خیر و بھلائی کے علاوہ کبھی کچھ نہ دیکھا اور اپنے ہاتھ کو بلندی کی طرف لے جاتے ہوئے فرمایا کہ جب میں نے اسے اس حالت میں دیکھا تو ارادہ کیا کہ اسے نیچے کی طرف لے آؤں یعنی میں نے اس پر تکبر کی علامت دیکھی تو میں نے اسے ممکن حد تک تواضع وانکساری کی طرف نصیحت کرنے کا ارادہ کیا۔

(تاریخ مدینہ دمشق: ذکر من اسمہ معاویہ: ج:59، ص:115)

اعتراض

. ابھی پچھلے واقعہ اور روایت میں تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی صفائی میں حلہ پہننے کی وجہ بیان کی تو پھر یہاں کیوں خاموش رہے؟

جواب

یہاں حضرت سیدنا امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے جو ردعمل تھا وہ مارنے کی صورت میں ظاہر ہوا تھا اور جب آپ رضی اللہ عنہ نے اجتہاد صحیح فرمایا تو کوئی اعتراض اور کسی قسم کے کلام کا جواز نہ رہا۔

اسی سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی تفقہ فی الدین میں مہارت وکمال اور علم وادب میں ان کا بلند مقام پر فائز ہونا ظاہر ہوگیا۔

یہی وجہ ہے کہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کا مقابلہ بھی اسی کے ساتھ کیا جو وصف ان میں خصوصی طور پر پایا جاتا تھا حالانکہ وہ صحابہ

کرام رضی اللہ عنہم جو آپ رضی اللہ عنہ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے اور مہاجرین و انصار کے سرداروں میں شمار کیے جاتے تھے (جیسا کہ اس پر آثار صحیحہ گواہ ہیں)

انہوں نے جب یہ کہا کہ

ان کی مثل تو آپ رضی اللہ عنہ کی قوم میں کوئی ہے ہی نہیں تو اس بات سے ایک اعتراض ہی کی طرف اشارہ کیا تھا لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب میں یہ فرمادیا کہ میں نے ان سے ہمیشہ بھلائی ہی دیکھی ہے۔ یہ ساری بات اس شخص کے لئے جو اس میں غور وفکر کرے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی واضح تعریف اور منقبت ظاہرہ پر دلالت کرتی ہے کیونکہ یہ ساری بات حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور اس مجلس میں اکابرین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں ہوا اور اس بات کی طرف ہمیں پہنچاتی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کی قوم میں آپ رضی اللہ عنہ کی مثل کوئی نہ تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نہ تو کبھی خود بھلائی و خیر کے علاوہ ان سے کوئی بات دیکھی اور نہ ہی کسی نے آپ رضی اللہ عنہ کے خلاف حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں بھلائی کے علاوہ کوئی بات پہنچائی اور یہ روایات آپ رضی اللہ عنہ پر طعن و تشنیع کرنے والوں کی گردنیں کاٹ دیتی ہیں اور آپ رضی اللہ عنہ کی طرف غلط باتیں منسوب کرنے والے غالی اور عناد رکھنے والے لوگوں کے ظہور کو جڑ سے ختم کرنے والی ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں یہ بات بھی ہے کہ

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ لوگوں کو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی اتباع پر ابھارا کرتے تھے اور ترغیب دلاتے کہ جب لوگوں میں اختلافات اور فرقت واقع ہو تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس شام کی طرف ہجرت کرنا۔

ابن ابی الدنیا نے اپنی سند کے ساتھ روایت بیان کی ہے کہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ

میرے بعد اختلاف اور اپنا اتحاد توڑنے سے بچنا اگر پھر بھی تم نے اتحاد توڑ دیا تو یاد رکھو معاویہ رضی اللہ عنہ شام میں ہوں گے (ان کے پاس چلے جانا) کیونکہ اگر تم ایک دوسرے کی رائے پر ہی کاربند رہے تو اس فتنہ پر غلبہ کیسے پاؤ گے۔

(تاریخ مدینہ دمشق ذکر من اسمہ معاویۃ رضی اللہ عنہ ج:59،ص:124)

مصنف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ

میرے پاس "الاصابۃ" کا جو نسخہ موجود ہے اس میں اسی طرح ہی لکھا ہوا تھا۔

روایت پر بحث!

ظاہر ہے کہ لفظ "کیف" اس روایت میں ایسے فعل محذوف کا معمول ہے جس پر سیاقِ کلام دلالت کر رہا ہے اور "یستبزھا" کی "ھا" ضمیر "فرقۃ" کی طرف لوٹ رہی ہے۔ اب اس نحوی بحث کو مدنظر رکھتے ہوئے اس روایت کا معنیٰ یوں بنے گا کہ

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس بات پر ابھارا کرتے تھے کہ جب خلفائے راشدین کی وفات کے بعد ایک ایسا فتنہ آئے گا جس سے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جدا جدا ہو جائیں گے تو تم امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف ہجرت کرنا اور ان کی عظمت رائے اور حسن تدبیر کی وجہ سے اس فتنے میں معاملہ ان کے سپرد کر دینا۔

آپ رضی اللہ عنہ کی عظمت رائے اور حسن تدبیر تو ایسی تھی کہ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس بات پر اتفاق تھا کہ عرب کے حکماء اور دور اندیش لوگوں میں آپ رضی اللہ عنہ کا شمار ہوتا ہے۔

اور فرقت واقع ہونے اور فتنے کا آگ تاپنے (فتنہ بھڑ کنے) کے وقت صحیح اور درست رائے تک وہی پہنچتا ہے اور پہچانتا ہے کہ جس نے حکمت اور دور اندیشی پہلے ہی حاصل کر لی اور یہ دونوں چیزیں کمال عقل اور صحت تجربہ کے ساتھ آتی ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ ان کے لئے بھی مکمل صلاحیت یا کچھ نہ کچھ صلاحیت ہونی بھی ضروری ہے مرتبہ علیہ کو پانے کے لئے۔

اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بھی ان لوگوں میں سے جو اس مرتبہ عظیمہ پر فائز ہیں جیسا کہ اس پر آپ رضی اللہ عنہ کے قرب زمانہ کے لوگ، آپ رضی اللہ عنہ کے فیصلے، آپ رضی اللہ عنہ کے تصرفات، آپ رضی اللہ عنہ کا حلم وحکمت گواہ ہیں۔ اسی وجہ سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انہی کے پاس چلے جانے کا حکم ارشاد فرمایا اور بقیہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو انہی کی طرف اس فتنہ کے تمام معاملات کو سپرد کرنے کی طرف رہنمائی کی کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اس فتنہ کو اپنی رائے کے ساتھ مٹا دیں گے لیکن اگر خود ایک دوسرے کی رائے پر عمل کرتے رہے تو اس فتنے میں ہی حیرت زدہ رہیں گے اور کامل طور پر اور اچھے طریقے سے اس فتنے سے خلاصی حاصل نہ کر سکو گے اور یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ظاہر و باہر کرامت تھی کہ پہلے ہی اس چیز کی خبریں دے دیں کہ عنقریب (میرے بعد) کیا ہونے والا ہے اور یہ کہ عنقریب امت کے تمام معاملات کی کنجیاں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں ہی ہوں گی اور اس کے علاوہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی عظیم مدح فرمائی۔ ان کے لئے قوت نفسانیہ کی گواہی دی۔ ان کے لیے ذکاوت، دور اندیشی اور باطنی امور پر اس علم وحکمت کی گواہی دی کہ جو ان ہی کا حصہ تھا اور ایسی حکمت پر گواہی دی کہ جو ہر چیز کو اس کے مقام میں رکھنے کا تقاضہ کرتی ہے اور فروع اور ان احکام میں اجتہاد کی گواہی دی کہ جو سخت گنجلکوں کی تنگیوں سے آنے والی مشکلات کی ہولناکیوں سے چھٹکارا دینے والے احکام ہیں۔

اور آپ رضی اللہ عنہ کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تعریف وتوصیف اپنے ان الفاظ میں فرمائی کہ

میرے اور معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقتولین تمام کے تمام جنتی ہیں۔

(معجم الکبیر: من اسمہ معاویہ رضی اللہ عنہ: ج:19، ص:307)

اسے طبرانی نے اپنی سند کے ساتھ اس حدیث مبارکہ کو روایت کیا چند ایک میں اختلاف کے علاوہ بقیہ تمام راوی ثقہ ہیں۔

اور یہ بات حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے ایسی صریح وواضح ہے جس میں تاویل کی گنجائش نہیں کہ اس میں یہ تاویل

کر لی جائے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مجتہد تھے۔ ان میں اجتہاد تام کی تمام شروط پائی جاتی تھیں جس کی وجہ سے انہیں کسی دوسرے کی تقلید جائز نہ تھی بلکہ حرام تھی۔

کیونکہ اس بات پر اتفاق ہے کہ

کوئی بھی مجتہد کسی دوسرے مجتہد کی تقلید نہیں کر سکتا کہ یہ جائز نہیں۔ عام ازیں کہ وہ دوسرا مجتہد کسی مسئلے کے اندر اجتہاد میں پہلے کی مخالفت کرے اگر چہ وہ واضح ہو یا پھر اس کی موافقت کرے کیونکہ ہر مجتہد جو بھی حکم اخذ کرتا ہے تو اس کے پیش نظر دلیل شرعی ہوتی ہے نہ کہ کوئی اور چیز اور اس کو موافقت کا نام دیا جاتا ہے تقلید نہیں کہا جاتا۔

یہی وجہ ہے کہ

ہمارے ائمہ مجتہدین کو جن عبارات میں کسی قسم کا وہم ہوا تو انہوں نے اپنے اپنے اجتہاد کے اعتبار سے ان عبارات میں تاویلات کیں۔

چنانچہ

مبیع کا عیب سے پاک ہونے کے مسئلے میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قول لیتے ہوئے تمام عیوب سے پاک ہونا شرط قرار دیا۔ فرائض و واجبات میں آپ رضی اللہ عنہ نے اکثر اقوال حضرت زید رضی اللہ عنہ کے لئے۔

تو مراد اس سے یہ لیں گے کہ

ان مسائل میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا اجتہاد ان دونوں حضرات کے موافق تھا۔

یہ نہ کہیں گے کہ

انہوں نے تقلید اختیار کی اگر چہ ایک مجتہد دوسرے مجتہد سے زمانے کے اعتبار سے مؤخر ہو لیکن پھر بھی تقلید جائز نہ ہو گی اگر چہ وہ مجتہد کوئی صحابی ہی کیوں نہ ہوں۔

اور جبکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول بالکل صریح اور واضح ہے تو اس میں پھر کسی قسم کی کوئی تاویل نہ کی جائے گی کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے اجتہاد کی وجہ سے اگر چہ اس میں غلطی پر بھی ہوں جیسا کہ تمام مجتہدین کے بارے میں حدیث مبارکہ سے نص صریح موجود ہے کہ

جس نے اجتہاد کیا اور درست رائے قائم نہ کر سکا تو اس کے لئے بھی اجر ہو گا وہ اور اس کے متبعین مقلد اور اجتہادات میں اس کی موافقت کرنے والے سارے عند اللہ ماجور ہوں گے۔

(التحریر والتنویر، سورۃ الفاتحہ: جز:1، ص:197)

کیونکہ اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور فقہائے تابعین نے آپ رضی اللہ عنہ کے اعتقاد کو درست مانتے ہوئے آپ رضی اللہ عنہ کی موافقت فرمائی تھی حتیٰ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جو جنگ ہوئی اس میں بھی شریک ہوئے۔

اسی اجتہاد کی وجہ سے یہ کہا جائے گا کہ

آپ رضی اللہ عنہ کا یہ فعل حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کسی حسد وبغض اور ہرگز ہرگز کسی کا آپ رضی اللہ عنہ پر کسی طعن کی وجہ سے نہ تھا۔ بلکہ یہ فعل تو اس امر کی وجہ سے تھا جو آپ رضی اللہ عنہ کے دل میں ایسی دلیل کی وجہ سے پختہ ہو گیا تھا کہ جو دلیل آپ رضی اللہ عنہ کو اس طرف کھینچے لئے جارہی تھی۔

مجتہد تو ہمیشہ اسی دلیل کا اسیر ہوتا ہے جو اس پر واضح ہو جائے اور اس کے لئے کسی بھی طرح اس دلیل کی مخالفت کرنا جائز نہیں ہوتا اسی لئے تو آپ رضی اللہ عنہ اور آپ رضی اللہ عنہ کے متبعین کو ثواب دیا گیا اگرچہ حق حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے متبعین کے ساتھ تھا۔

اور اس بات پر غور کرنا چاہئے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ خود مجتہد ہونے کے باوجود اپنے آپ کو حق پر اور معاویہ رضی اللہ عنہ کے اعتقاد کو درست رائے سے ہٹا ہوا جاننے کے باوجود یہی فرمارہے ہیں کہ

معاویہ رضی اللہ عنہ اور اس کے متبعین کو بھی ثواب ملے گا اور وہ تمام کے تمام جنتی ہوں گے۔

تو اسی سے پتہ چلا کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو بات فرمائی وہ بالکل صریح تھی جس میں تاویل کی کوئی گنجائش نہ تھی یعنی کہ اس روایت میں تاویل کر کے ہی یہ ثابت کیا جائے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے متبعین کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ کرنے پر ثواب ملے گا گناہ نہ ہوگا تو اس میں تاویل والی کوئی بات نہیں بلکہ یہ بالکل صریح ہے۔

اور آپ رضی اللہ عنہ نے ان کے ساتھ جنگ اس لئے کی کہ

باغی گروہ کے ساتھ قتال کرنا امام وقت پر واجب ہوتا ہے اور یہ لوگ بھی ایسے تھے کہ ان پر باغی کا نام درست تھا کیونکہ باغی کے لئے گناہ گار ہونا شرط تو نہیں بلکہ اس کے لئے غیر قطعی اور باطل تاویل کا ہونا کافی ہے۔

اسی وجہ سے ہمارے ائمہ فرماتے ہیں کہ

بغاوت، برائی کا نام تو نہیں ہے۔

امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

میں نے باغیوں کے ساتھ قتال کے احکام حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس فعل سے سیکھے جو آپ رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ کی پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جو قول نقل کیا گیا وہ اس بات میں بھی صریح ہے کہ

اللہ تعالیٰ کے فرمان:

وَاِنْ طَآئِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۔

میں حضرت علی رضی اللہ عنہ وامیر معاویہ رضی اللہ عنہ اوران کے متبعین بھی شامل ہیں۔(رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ)

(تطہیر الجنان واللسان: فی فضائلہ ومناقبہ.....ص:20)

تنبیہہ

جب بھی تو اولاد علی رضی اللہ عنہ میں سے کسی ایسے سید سے اس مسئلے پر بات کرے جو اصول وقواعد کو جانتے ہوں اور احادیث کے قواعد وضوابط سے بھی پوری طرح واقف ہوں اور حق واضح ہو جانے پر اس کے آگے سر جھکانے والے ہوں تو جب ان سے بات کرنی ہو تو ان کے سامنے کلام اس طرح کا ہو جیسا کہ پیچھے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے گزرا یا اسی طرح اہلبیت کی دوسری ہستیوں کا کلام کیا جائے کیونکہ ان کا کلام ماقبل بیان کیے گئے دلائل سے زیادہ اثر انداز ہوگا۔

انہی میں سے ایک یہ ہے کہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی تعریف فرمائی اور یہ خود اہل بیت میں سے ایک خاص مقام رکھتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خاص متبعین میں سے بھی ہیں۔

صحیح بخاری میں حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

وہ فرماتے ہیں:

میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے عرض کیا کہ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ایک رکعت وتر پڑھتے ہیں۔

تو آپ رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا کہ

وہ خود فقیہہ ہیں۔(صحیح البخاری: باب ذکر معاویہ رضی اللہ عنہ: جز:12،ص:112)

دوسری روایت میں یوں جواب دیا:

وہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہ چکے ہیں۔

(صحیح البخاری: باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم جز:5،ص:2269)

اور یہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عظیم مناقب میں سے ہے۔

اس میں پہلی وجہ تو یہ ہے کہ

تفقہ مطلقاً خود ہی ایک عظیم مرتبہ ہے اسی وجہ سے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے لئے دعا فرماتے ہوئے یوں کہا کہ

اے اللہ عزوجل! اسے دین کی سمجھ اور تفقہ عطا فرما اور اسے تاویل کا علم سکھا دے۔

(صحیح البخاری: باب وضع الماء عند الخلاء: جز:1،ص:248)

اور دوسری حدیث میں فرمایا:

جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے۔

(صحیح البخاری: باب من یرد اللہ بہ خیرا یفقہہ فی الدین: جز: 1، ص: 39)

دوسری وجہ اس میں یہ ہے کہ

اس وصف عظیم کا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے صادر ہونا بھی عظیم بات ہے اور کیوں نہ ہو کہ خود آپ رضی اللہ عنہ کے بقول اس ہستی نے یہ الفاظ (کہ وہ فقیہہ ہیں) استعمال فرمائے کہ جن کا لقب حبر الامت (امت میں سب سے بہترین عالم) ترجمان القرآن ہیں۔

جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے بیٹے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے چچا کے بیٹے ہیں۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زندگی میں بھی آپ رضی اللہ عنہ کی مدد و نصرت کے لئے کار بند رہے اور بعد وفات بھی کوشاں رہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس حدیث کی تصحیح بھی بخاری شریف سے ہے جسے اصح الکتب بعد القرآن کہا جاتا ہے اور جب یہ کلمات کئی روایتوں میں ثابت ہو گئے۔

اور مروی عنہ یہ الفاظ یہ ہیں کہ

بے شک معاویہ رضی اللہ عنہ فقیہہ ہیں۔

(اسد الغابۃ: معاویہ فی صخر بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ: 7: 3، ص: 27)

تو امت میں اصحاب اصول و فروع کا اس بات پر اجماع ہو گیا کہ یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور مبارک میں فقیہہ تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور مطہرہ کے بعد والے ادوار میں آپ رضی اللہ عنہ مجتہد مطلق تھے اور یہ کہ آپ رضی اللہ عنہ پر واجب تھا کہ خود کے اجتہاد پر عمل کرتے اور کسی بھی حکم میں آپ رضی اللہ عنہ کے لئے دوسرے کی تقلید جائز ہی نہیں تھی جیسا کہ اس کی پوری بحث ابھی گزری ہے۔

یہ کلام تو اس بات میں تھا جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے گزرا کہ آپ رضی اللہ عنہ فقیہہ تھے لیکن اس سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے جو گزرا کہ آپ رضی اللہ عنہ لوگوں کو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی اتباع پر ابھارا کرتے تھے تو وہ قول اس بات میں صریح ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ مجتہد تھے بلکہ اس میں تو یہاں تک واضح ہو رہا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ تمام مجتہدین میں اجل و اعظم تھے اور اس سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول مبارک میں گزر چکا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقتولین جنتی ہیں یہ قول تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مجتہد ہونے میں بالکل ایسے صریح اور واضح ہے کہ جس میں کسی قسم کی تاویل کی گنجائش نہیں۔

توجب یہ بات پکی ہوگئی کہ

حضرات عمر و علی اور ابن عباس رضی اللہ عنہم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فقیہہ ہیں اور مجتہد ہیں تو وہ سارے طعن و تشنیع ختم ہو گئے کہ جو کوئی طعن کرنے والا کر سکتا ہے اور وہ تمام نقائص دور ہو گئے جو آپ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کیے جاتے ہیں۔

اور جو بات حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دوسری روایت میں موجود ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پا چکے ہیں تو یہ بات حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف سے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کے اس فعل پر زجر و توبیخ کے لئے کی گئی کہ جو آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ایک رکعت وتر پڑھنے پر اعتراض کیا تھا۔

اور اس کا خلاصہ یہ تھا کہ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت حاصل ہے اور اس صحبت کی ایک آن ہی کی برکت سے آپ رضی اللہ عنہ پر وہ اسرار و رموز واضح اور روشن ہو گئے کہ جس سے وہ علماء، فقہاء اور حکماء میں سے ہو گئے اور وہ اللہ تعالیٰ کے احکام میں اپنے معترضین سے زیادہ جانتے ہیں کہ انہیں کیا کرنا ہے' اور جب تم ان دونوں اوصاف میں غور و فکر کرو گے کہ جن کو بخاری شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے صحیح قرار دیا گیا ہے تو اچھی طرح جان لو گے کہ کسی ایک کو بھی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے اجتہادات میں انکار و اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں بنتی وہ اجتہادات کہ جب آپ رضی اللہ عنہ نے غور و فکر کیا تو آپ رضی اللہ عنہ کے لئے واضح ہوا کہ وہی حق ہے جس پر میں ہوں اور اس کے پیش نظر آپ رضی اللہ عنہ نے وہ کام کیا کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ بھی امت کے دوسرے مجتہدین حضرات ہی کی طرح ہیں' اور مجتہد پر کوئی بھی اس کے کیے ہوئے فعل میں اس وقت تک اعتراض نہیں کر سکتا جب تک کہ اجماع یا واضح نص کی مخالفت نہ کرے۔ جیسا کہ یہ اصول ثابت شدہ ہے۔

اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کبھی اجماع کی مخالفت ہی نہیں کی اور کرتے بھی کیسے کیوں کہ اجماع تو آپ رضی اللہ عنہ کے بغیر منعقد ہی نہیں ہو سکتا۔

اور یہ بھی ثابت ہے کہ

جس بات کو آپ رضی اللہ عنہ اپناتے تو اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت آپ رضی اللہ عنہ کی موافقت اختیار کرتی۔

اسی طرح آپ رضی اللہ عنہ واضح نص کی مخالفت بھی نہیں کر سکتے کیونکہ اگر مخالفت کرتے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت آپ رضی اللہ عنہ کی موافقت کیوں کرتی۔

آپ رضی اللہ عنہ کی عظیم فقاہت پر جو چیز تنبیہہ کرتی ہے وہ یہ روایت ہے جس کو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

روایت ہے کہ

ایک دفعہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر اقدس پر خطاب کرنے کے لئے کھڑے ہوئے

اور ارشاد فرمایا:

اے اہل مدینہ! تمہارے علماء کہاں ہیں؟

میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

قیامت قائم نہ ہوگی حتیٰ کہ میری امت میں ایسا گروہ ظاہر ہوگا کہ وہ لوگوں پر یوں غالب ہو جائیں گے کہ وہ اپنی مدد چھوڑ دینے والوں اور مدد کرنے والوں کی کوئی پرواہ نہ کریں گے۔

(صحیح مسلم: باب قول لاتزال طائفۃ من امتی جز:12 ص:488)

یعنی کہاں ہیں تمہارے علماء ان سے اس حدیث کے معنی پر بحث کرنا چاہتا ہوں۔ اس دور میں کہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین میں سے کثیر مجتہدین موجود تھے۔ اس طرح کی بات وہی کر سکتا ہے کہ جو دوسرے تمام فقہاء سے بھی زیادہ فقیہہ ہو اور علماء سے اجل ترین ہو اور مدینہ شریف جس وقت عالم صحابہ کرام و تابعین کرام رضی اللہ عنہم سے بھرا پڑا تھا۔ تو اس وقت اس طرح کی بات وہی کر سکتا ہے کہ جو ان تمام کے ہم پلہ ہو۔

اور جو حدیث مبارکہ امام بخاری و مسلم نے روایت کی ہے

وہ یوں ہے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے پاؤں کی ایڑھیوں کے ساتھ مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم میں خطاب کرنے کے لئے کھڑے ہوئے اور عاشورا کے دن کے موقع پر خطاب فرمایا کہ اے اہل مدینہ! تمہارے علماء کہاں ہیں۔

میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس دن کو عاشورا کا دن فرمایا کرتے تھے اور تم پر اس دن کا روزہ اگرچہ واجب نہیں ہے لیکن آج میں روزے سے ہوں تو تم میں سے جو روزہ رکھنا پسند کرتا ہو تو وہ روزہ رکھے اور جو نہ رکھنا چاہے تو اس کو رخصت حاصل ہے۔

(صحیح البخاری: باب صیام یوم عاشوراء جز:2 ص:704)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا یہ قول اس بات میں ظاہر ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے یہ سن رکھا تھا کہ کچھ لوگ عاشورا کے دن روزہ رکھنا واجب کہتے ہیں اور کچھ لوگ اسے حرام اور مکروہ کہتے ہیں۔

تو آپ رضی اللہ عنہ نے یہ ارادہ فرمایا کہ

لوگوں کو بتادیں کہ نہ تو یہ روزہ واجب ہے اور نہ ہی حرام و مکروہ اور بھرے مجمع میں آپ رضی اللہ عنہ نے خطاب فرمایا اور ان میں سے کسی ایک نے بھی آپ رضی اللہ عنہ کا رد نہ فرمایا تو اس سے آپ رضی اللہ عنہ کی عظیم فقہی وجاہت اور قوت اجتہاد ظاہر ہوتی ہے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ آپ رضی اللہ عنہ کا عظیم مرتبے تک پہنچنا بھی ثابت ہوتا ہے۔

اور ایسا کیوں نہ ہو کہ آپ رضی اللہ عنہ نے تو مخالفین پر تعریض کلام میں مبالغہ کیا تاکہ وہ یوم عاشوراء کے بارے میں آپ رضی اللہ عنہ سے مناظرہ کریں۔ پس وہ خاموش ہو گئے اور کوئی ایک بھی ظاہری طور پر اور پوشیدہ طور پر آپ رضی اللہ عنہ سے مناظرہ کرنے پر قادر نہ ہو سکا اور سب خاموش ہو گئے۔

یہاں پر یہ اعتراض نہیں ہو سکتا کہ

آپ رضی اللہ عنہ کے سامنے سارے اس لئے خاموش رہے کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ اس وقت خلیفہ تھے تو لوگوں کو اعتراض کرتے ہوئے آپ رضی اللہ عنہ کی طرف سے سختی ہو جانے کا ڈر تھا کیونکہ یہ تو ہم اس ذات کے بارے میں نہیں کہہ سکتے کہ جن کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

بے شک معاویہ (رضی اللہ عنہ) میری امت میں سب سے زیادہ حلیم و بردبار ہے۔

(تطہیر الجنان واللسان: فی فضائلہ ومناقبہ.....ص:22)

تو جس کے اندر اتنا بڑا وصف ہو تو اس کے بارے میں کسی کو ایک علمی مسئلہ میں گفتگو کرتے ہوئے کس طرح اس چیز کا خوف ہو سکتا ہے اور آپ رضی اللہ عنہ نے خود اتنے بڑے مجمع کے ساتھ مباحثہ کرنے کے لئے طلب فرمایا تھا۔

اور دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ

جو شخص آپ رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ جانتا ہے کہ جب خلیفہ ہونے کی ہی حالت میں ایک شخص نے آپ رضی اللہ عنہ کے منہ پر تھوک دیا تھا (اللہ تعالیٰ کی پناہ) تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس پر بھی تحمل کیا۔

اور یہ فرماتے ہوئے اسے معاف کر دیا کہ

طاہر پر طاہر چیز ہی تو پڑی ہے۔

تو جب اس معاملہ میں آپ رضی اللہ عنہ تحمل کرتے ہیں تو ایک علمی مباحثہ جس میں مقصد بھی درست اور حق بات کو واضح کرنا ہے تو اس میں آپ رضی اللہ عنہ تحمل کیوں نہ فرمائیں گے۔ اگرچہ مباحثہ کرتے ہوئے جو باتیں عام طور پر ہوتی ہیں وہ اسے حاصل ہوں گی تو ہرگز ہرگز وہ لوگ نہیں خاموش ہوئے مگر اس وجہ سے کہ وہ جانتے تھے کہ آپ رضی اللہ عنہ ایسے فقیہہ ومجتہد ہیں کہ جن کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا اور ایسے بہترین عالم ہیں جن سے جھگڑا نہیں کیا جا سکتا' اور وہ بات جو آپ رضی اللہ عنہ کی تحقیق اور آپ رضی اللہ عنہ کے کمال اجتہاد پر دلالت کرتی ہے وہ روایت ہے جسے فاکہی نے ابن اسحاق سے روایت کیا ہے۔

وہ فرماتے ہیں کہ

مجھے حدیث بیان کی یحییٰ بن عباد نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے اور انہوں نے اپنے والد سے روایت کیا کہ وہ فرماتے ہیں:

جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حج فرمایا تو ہم نے بھی ان کے ساتھ حج کیا تو جب آپ رضی اللہ عنہ نے بیت اللہ شریف کا طواف کیا تو مقام ابراہیم کے پاس دو رکعتیں ادا کیں پھر زمزم کے پاس تشریف لے گئے اور وہ صفا کی طرف نکل رہے تھے (صفا کی طرف جاتے ہوئے زمزم کے پاس تشریف لائے)

اور ایک غلام سے کہا کہ

میرے لئے اس کنویں سے ایک ڈول نکال۔

آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں (یعنی حضرت زبیر رضی اللہ عنہ)

اس نے کنویں سے ڈول نکالا اور آپ رضی اللہ عنہ کے پاس لایا پس آپ رضی اللہ عنہ نے اس سے پیا بھی اور اپنے چہرے اور سر پر بھی ڈالا اور جب آپ رضی اللہ عنہ زمزم شریف پی رہے تھے تو ساتھ ساتھ یہ بھی فرما رہے تھے کہ ماءِ زمزم شفاء ہے۔

(اجابات الشیخ عبدالرحمن البراک علی: ج:1،ص:42)

تو اب اس پر غور کرنا چاہئے کہ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما جیسے بھرپور علم والے صحابی جن کی دوسرے لوگ پیروی کرتے ہیں تو وہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے افعال کو اپنی حجت بھی بنا رہے ہیں اور ان افعال میں آپ رضی اللہ عنہ کی اتباع بھی فرما رہے ہیں اور پھر آپ رضی اللہ عنہ کے اقوال پر بھی عمل فرما رہے ہیں اور ان کو نقل بھی کر رہے ہیں اور اس سے تم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھو گے کہ وہ اسی پر متفق ہیں کہ وہ سارے آپ رضی اللہ عنہ کے علم اور اجتہاد کا اعتراف کرتے ہیں۔

اور یہ بھی کہ

آپ رضی اللہ عنہ پر کسی طرف سے نہ تو کوئی اعتراض تھا اور نہ ہی آپ رضی اللہ عنہ نے دفاع فرمایا (یعنی کوئی متنازع شخصیت نہ تھے)

اور تحقیق بعض حفاظ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے اس کلام سے استدلال فرمایا ہے جو زبان زد عام ہے کہ جو آپ رضی اللہ عنہ نے پیتے وقت ماءِ زمزم کے بارے میں فرمایا تو یہ حدیث اصل اصیل ہے۔

اور یہ اس وجہ سے کہ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا کلام سند حسن کے ساتھ ثابت ہے اور یہ اس حدیث مبارکہ سے واضح ہو رہا ہے اور یہ سند اس کی صحت پر حجت ہوگی کیونکہ صحابیِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی ایسی بات کرے جس میں عقل کو کوئی دخل نہ ہو تو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک حدیث مرفوع کے حکم میں ہوتا ہے۔

اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا یہ قول بھی ماءِ زمزم کی حدیث میں حجت ہوگا۔

امام احمد سے ایک روایت میں ہے کہ

لما شرب منه

(العلاج بالرقی من الکتاب والسنۃ جز:1،ص:17)

حدیث حسن ہے۔اس کے علاوہ بھی محدثین کرام نے اس پر کلام فرمایا ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ

یہ حدیث فی نفسہ تو ضعیف ہے لیکن اس کے کچھ ایسے شواہد ہیں جو اسے حسن بنا دیتے ہیں اور کچھ اسے صحیح قرار دیتے ہیں۔

ان میں سے ایک تو یہ ہے کہ

یہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

دوسرا یہ کہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے صحت کے ساتھ ثابت ہے اور موقوف ہے آپ رضی اللہ عنہ تک۔

تیسرا یہ کہ

اس طرح کی بات اپنی عقل و سمجھ سے کہی ہی نہیں جا سکتی تو اس وجہ سے اس کا حکم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک مرفوع کا ہو گا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے جو بھی روایت گزری اس کو امام حاکم نے ایک شرط کے ساتھ مرفوع، صحیح کا درجہ دیا ہے۔

اور وہ یہ شرط ہے کہ

جارودی جو کہ اس حدیث مبارکہ کے راویوں میں سے ہیں اگر ان کی طرف سے اس پر اعتماد ہو لیکن ان کی طرف سے اس پر اعتماد نہیں اور خود وہ صدوق میں سے ہیں بشرطیکہ وہ منفرد نہ ہوں اور کبھی کبھی وہ ابن عیینہ سے تنہا روایت کرتے ہیں اور تفرد کی صورت میں ان کی روایت کو دلیل نہیں بنایا جا سکتا اور بنایا بھی کیوں جائے حالانکہ ثقات نے اس بات میں مخالفت کی ہے جب ابن عیینہ سے روایت کی جائے کیونکہ پھر وہ ابن عباس رضی اللہ عنہما پر موقوف ہو جائے گی مرفوع نہ ہو گی۔

اسی زمزم شریف کے بارے میں ایک روایت طیالسی سے ہے جو ابن ذر سے مرفوعاً روایت ہے کہ

بھوکے کے لئے کھانا اور بیمار کے لئے شفاء ہے۔

(صحیح مسلم: من فضائل ابی ذر رضی اللہ عنہ: ج:12،ص:1253)(کفایۃ المستزید کتاب التوحید للشیخ ج:1،ص:122)

اور اس کی اصل مسلم شریف میں ہے۔

اور اس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ

اکابر متقدمین حفاظ میں سے ابن عیینہ نے اس کو صحیح کہا ہے اور اسی طرح متاخرین کے اکابر حفاظ میں سے منذری اور دمیاطی نے اسے صحیح کہا ہے اور اس کے صحیح، حسن اور ضعیف ہونے کے قول میں کوئی منافات نہیں ہیں۔

اور امام نووی جو خود متاخرین ائمہ میں سے صحیح اور ضعیف کے حفاظ ہیں ان سے بھی اس بات کی صراحت موجود ہے کیونکہ جنہوں نے اس کی صحت کا قول کیا تو انہوں نے اس کے صحیح شاہد کا اعتبار کیا جو پہلے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے گزرا اور جنہوں نے ضعیف کہا تو انہوں نے اس روایت میں کسی شاہد کا اعتبار کیے بغیر ہی محض نفس ذات کا اعتبار کیا۔

اس کے علاوہ بہت کثیر روایات میں آیا ہے کہ

زمزم شریف ہر بیماری کا علاج ہے۔

اور دوسرے طرق جن کا مجموعہ اسے حسن بنا دیتا ہے کہ

زمزم شریف سے سیراب ہو کر پینا نفاق سے آزادی ہے۔

ایک اور روایت میں ہے

فرمایا:

ہمارے اور منافقوں کے درمیان فرق کی علامت یہ ہے کہ وہ زمزم کو سیراب ہو کر نہیں پیتے۔

ایک اور روایت میں ہے

ہمارے اور منافقین کے درمیان فرق کی علامت یہ ہے کہ

منافق ماءِ زمزم کا ڈول کھینچتے ہیں اور اس سے سیراب ہونا چاہتے ہیں (پیٹ بھر کر پینا چاہتے ہیں) مگر منافق اس کے ساتھ پیٹ بھرنے کی طاقت ہی نہیں رکھتے۔

اور جس شخص کو علم نہ ہو تو اس کی طرف سے کوئی وہم و اعتراض ہو سکتا ہے کہ زمزم شریف کی یہ فضیلت تو اس مقام میں ہی سند ہو گی لیکن اس کی کوئی اصل موجود نہیں اور ہو بھی کیسے سکتی ہے کہ احادیث مبارکہ میں شواہد موجود ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سہیل بن عمر رضی اللہ عنہ کو اسے بھیجنے کے لئے خط لکھا کرتے تھے اور فتح مکہ سے قبل مدینہ شریف میں زمزم بھیجنے کا اصرار فرماتے تھے۔

اس طرح ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اس کو بھر کر اٹھا لے جاتی تھیں اور خبر دیتی تھیں کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم بھی یوں فرمایا کرتے تھے اور اس سے برتن اور مشکیں بھر لیتے اور پھر بیماریوں پر بھی چھڑکتے اور دوسروں کو بھی اس سے پلاتے تھے۔

اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس جب مہمان آتے تو آپ رضی اللہ عنہ ان کو تحفے میں دیا کرتے تھے۔

اور حضرت عطاء رضی اللہ عنہ سے زمزم شریف بھر کر لے جانے کے بارے میں پوچھا تو آپ رضی اللہ عنہ نے جواباً ارشاد فرمایا:

ایسا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حسنین کریمین بھی کیا کرتے تھے۔

(تطہیر الجنان واللسان عربی: فی فضائلہ ومناقبہ......ص:23)

تنبیہ

بعض عوام نے یہ حدیث مبارکہ بعینہ بینگن کھانے والے کے لئے گھڑ لی اور بعض بے تکی باتیں کرنے والوں نے تو یہاں تک کہہ ڈالا کہ زمزم شریف والی روایت سے یہ حدیث زیادہ صحیح ہے حالانکہ یہ بالکل جھوٹ اور گمراہی ہے اور کیسے یہ گمراہی نہ ہو کہ یہ بینگن والی من گھڑت روایت تو نرا جھوٹ اور بے اصل ہے اور جس نے بھی اپنی طرف سے سند بیان کی اس نے بھی جھوٹ بولا۔

اور اسی طرح جس نے یہ روایت کیا کہ

بینگن کھانا شفاء ہے اس میں کوئی بیماری نہیں۔

اور حافظ الحدیث نے فرمایا:

یہ زندیق و بے دین لوگوں کی وضع ہے۔

اس باطل اور جھوٹ میں سے یہ بھی روایت کرتے ہیں کہ

بینگن کھاؤ اور اس کی کثرت کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے والا یہ پہلا پودا تھا۔

ایک روایت کا مفہوم یوں ہے کہ

بینگن کھاؤ یہ ایسا درخت ہے جسے میں نے جنت الماویٰ میں دیکھا ہے تو جس نے اسے بیماری اور تکلیف سمجھ کر کھایا تو اس کے لئے بھی یہ دوا ہے اور جس نے اسے دوا سمجھ کر کھایا تو اس کے لئے تو یہ دوا ہے ہی۔

امام بیہقی نے جرملۃ سے روایت کیا

وہ فرماتے ہیں کہ

میں نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے سنا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ رات کے وقت بینگن کھانے سے منع فرماتے تھے اور یہ آخر میں جو ہے یہ اس کے لئے قید نہیں بلکہ طبی اعتبار سے اسے یوں کھانے سے منع فرمایا ہے تمام زمانے میں۔

حیرانگی کی بات یہ ہے کہ

اطباء کے محقق اور ان میں سب سے زیادہ سمجھ والا علی ابن نفیس اپنی کتاب الموجز جو عرب و عجم اور اس فن پر کتابیں لکھنے والوں کے نزدیک بہت عمدہ اور بہترین ہے اس میں انہوں نے حروف معجم (حرف جیم) کے تحت کئی کھانے والی چیزیں پھر ان کے فائدے اور نقصان بھی لکھے مگر بینگن کا کوئی بھی فائدہ نہ لکھا۔ نقصانات ہی گنوائے ہیں۔ اس بات میں بعض دوسرے اطباء نے بھی ان کی موافقت کی۔

اور اتنی قدر کہا کہ

اس کا ایک چھوٹا سا فائدہ یہ ہے کہ یہ ڈھیلی طبیعت میں امساک اور ٹھہراؤ پیدا کر دیتا ہے۔

یہ ساری بحث اگر چہ خارج از موضوع ہیں لیکن حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے جو روایت کی گئی تھی تو وہ اس طرف لے گئی جس کے ضمن میں بہت سے فوائد اور کئی نادر موتی ہاتھ آئے۔

اور میں نے اس کو اس لئے نقل کر دیا تا کہ

تو اس کو بھی یاد کر لے اور اسے بھی جان لے اللہ تعالی زیادہ بہتر جانتا ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں یہ بھی ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ کے والدین کے لئے بچپن ہی سے آپ رضی اللہ عنہ میں شرافت کے آثار ظاہر ہونا شروع ہو گئے تھے۔

اور یہ بھی کہ

اس کے لئے ضروری ہے کہ یہ بڑا ہو کر تمام لوگوں پر حکومت کرے گا اور ان کے جان و مال کا مالک ہوگا۔

چنانچہ ابو سعید مدائنی نے اس حدیث کی تخریج کی کہ

ابو سفیان نے اپنے بیٹے معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف اس کے بچپن میں دیکھا

اور کہا کہ

میرا یہ بیٹا اونچے سر والا ہے اور اسے اپنی قوم کی سرداری کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔

اس پر آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت ہندہ رضی اللہ عنہا بولیں

کیا بس قوم قوم ہی پر؟

(المفصل فی الرد علی شبہات اعداء الاسلام، باب خامس شبہات حول السنۃ النبویۃ، ج7، ص107، 45)

میں اس پر روؤں اگر یہ پورے عرب پر حکومت نہ کرے تو۔

امام بغوی نے ابان بن عثمان رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی کہ

ایک بار بچپن میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اپنی والدہ کے ساتھ تھے کہ پھسل کر گر پڑے۔

تو والدہ محترمہ نے کہا:

اللہ تعالی تجھے بلند نہ کرے، کھڑا ہو۔

تو ان کو ایک اعرابی نے کہا:

تو اسے ایسا کیوں کہہ رہی ہے۔ اللہ تعالی کی قسم! میں اسے دیکھ رہا ہوں کہ یہ اپنی قوم کا سردار بنے گا۔

تو آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ نے کہا:

اگر یہ قوم کا سردار نہ بنے تو اللہ تعالیٰ اسے بلند نہ کرے۔

تو گویا کہ آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ نے آپ رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ خبریں پہلے ہی کانوں سے سن رکھی تھیں۔

اس سے ہی ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ

میں نے کسی بھی حاکم کو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے بہتر نہ دیکھا۔

اسے امام بخاری نے اپنی تاریخ میں نقل کیا۔

اور اسی کے موافق وہ روایت ہے کہ

جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ شام میں داخل ہوئے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ان کے فوجی لشکر کی کثرت اور ان کے ملک کی شان وشوکت کو دیکھا تو بہت حیران وخوش ہوئے۔

پھر فرمایا کہ

یہ تو عرب کا کسریٰ ہے یعنی عظیم بادشاہی میں اور واضح عظمت وجلالت میں۔

(تطہیر الجنان واللسان عربی: فی فضائلہ ومناقبہ: ص:24)

پس اس شہادت میں غور وفکر کرنا چاہئے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے تھی اور جو کچھ آپ رضی اللہ عنہ نے وہاں دیکھا اس پر راضی بھی رہے اور خوش بھی ہوئے اور یہی گواہی آپ رضی اللہ عنہ کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف سے بھی ہے حالانکہ وہ خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گروہ میں تھے، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ کرنے والے تھے اس کے باوجود آپ رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کے حق میں کوئی تنقیص نہ کی اور نہ ہی آپ رضی اللہ عنہ کے لائق تعریف میں کچھ کمی کی بلکہ آپ رضی اللہ عنہ کی تعریف وثناء میں مبالغہ ہی کیا حالانکہ آپ رضی اللہ عنہ بھی فقیہہ اور مجتہد تھے۔ یہ سارا کلام اس بات پر دلیل ہے کہ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اگرچہ آپس میں جنگیں ہوئیں اور کئی لڑائیاں ہوتی رہیں لیکن پھر بھی وہ آپس میں ایک دوسرے کی محبت میں ہمیشہ گرفتار رہے اور ان میں سے جو بھی علیحدہ ہوئے ان کے عذر کو تسلیم کرتے تھے۔

اس سے قبل حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول بھی گزرا ہے کہ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکر میں تمام مقتولین جنتی ہیں۔

(مجموعہ مؤلفات عقائد الرافضۃ والرد علیھا: تاملات فی نہج البلاغۃ: ج:93، ص:13)

اور آگے بھی ایک قول آئے گا کہ

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ہمارے بھائیوں نے ہمارے ساتھ بغاوت کی۔

اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ جنہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھرپور جنگ کی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ان کے حق میں بھی یہ فرمایا کہ

میرا اور طلحہ رضی اللہ عنہ کا معاملہ ایسا ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ٥(۱۵:۴۷)

تو جب میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے مکمل خبر پہنچا دی تو اب کسی قسم کا کوئی بھی عذر تمہارے لئے نہیں ہونا چاہیئے کہ تم صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) میں سے کسی صحابی پر اعتراض کرو اور وہ بھی ان کے درمیانی معاملات میں تو تم خود بھی متنبہ رہو اور لوگوں کو بھی تنبیہ کرتے رہو کیونکہ معترضین کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کلام سے زیادہ نافع چیز اور کوئی بھی نہ ہوگی۔

آپ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں سے یہ بھی ہے کہ

یہ روایت حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس کے تمام راوی ماسوائے ایک کے صحیح حدیث کے راوی ہیں اور وہ ایک بھی ثقہ ہیں۔

فرماتے ہیں کہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمہارے امیر کے علاوہ کسی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے مشابہ نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا۔ یعنی معاویہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ۔ پس اتنے جلیل القدر صحابی کی طرف سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں اس عظیم منقبت کی شہادت میں غور کرو یہ آپ رضی اللہ عنہ کی عظمت فقاہت پر آپ رضی اللہ عنہ کے احتیاط پر اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادات مبارکہ پر توجہ رکھنے پر دلالت کرتی ہے بالخصوص نماز جیسی عبادت جسے افضل العبادات البدنیہ کہا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف وصال میں سب سے زیادہ قریبی ہتھیار ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں یہ روایت بھی نقل کی گئی ہے کہ

جب آپ رضی اللہ عنہ شام سے مکہ مکرمہ آتے ہوئے ''رابغ'' تک پہنچے تو آپ رضی اللہ عنہ نے عادیہ کے کنویں میں جھانک کر دیکھا جس سے آپ رضی اللہ عنہ کو ''لقوہ'' کا عارضہ ہو گیا آپ رضی اللہ عنہ نے اسے چھپا لیا اور اسی طرح مکہ مکرمہ میں پہنچے پس آپ رضی اللہ عنہ کے پاس لوگ آئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے اپنا سر لپیٹا ہوا تھا اور آپ رضی اللہ عنہ نے اپنا آدھا چہرہ عمامہ کے ساتھ ڈھانپا ہوا تھا اسی حالت میں آپ رضی اللہ عنہ باہر تشریف لائے اور خطاب فرمایا۔

اپنے خطاب میں آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

اگر مجھے صحت دی گئی اور مصیبت و بلاء سے دور رکھا گیا تو یقیناً مجھ سے پہلے صالحین کے ساتھ یہ کیا جا چکا۔

اور مجھے امید ہے کہ

میں بھی ان میں سے ہوں گا اور اگر مجھے کسی آزمائش میں مبتلا کیا گیا تو تحقیق مجھ سے پہلے صالحین کو بھی آزمایا جا چکا اور میں ان میں سے ہونے سے ناامید نہیں ہوں۔ اگر میرا کوئی ایک عضو بیمار ہو جائے تو میں اپنے تندرست عضو کو بھی بیماری سے نہیں روک سکتا اور اگر تم میں سے بعض خواص لوگ مجھ سے ناراض ہو جائیں تو میں تمہارے عام لوگوں میں شامل ہو جاؤں گا اور میں اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ سے زیادہ کا اللہ تعالیٰ پر متمنی نہیں ہوں پس اللہ تعالیٰ میرے لئے عافیت کی دعا کرنے والے پر رحم فرمائے تو آپ رضی اللہ عنہ کے لئے دعا کرتی ہوئی آوازیں بلند ہونے لگیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو بھی رلا دیا اور خود بھی رونا شروع ہو گئے۔

اس پر مروان نے آپ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ

کس چیز نے آپ رضی اللہ عنہ کو رلا دیا۔

اس پر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اس چیز نے جس سے میں دور ہوں میں بڑی عمر کا ہو گیا میں بوڑھا ہو گیا۔ میری آنکھوں میں آنسوؤں کی کثرت ہو گئی۔ لوگوں نے مجھ سے جس چیز کی امید کی میں نے اس سے زیادہ ان کی طرف لوٹایا اور یزید کے بارے میں میری خواہشات منزل مقصود نہیں دیکھتی ہیں۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے اس فصاحت و بلاغت سے بھرپور کلام میں غور وفکر کرنا چاہئے جو آپ رضی اللہ عنہ کے علم و معرفت پر دلالت کرتا ہے بالخصوص آپ رضی اللہ عنہ کا وہ پہلا کام کہ "لا رجـــوہ" (یعنی میں صالحین میں سے ہونے کی امید کرتا ہوں)

اور دوسرا کلام کہ

"لا ایـــاس" اب ان دونوں مقامات پر ایک ہی کلام کرنے میں یہ فرق کرنا آپ رضی اللہ عنہ کے انتہائی خوف ورجاء پر دلالت کرتا ہے حالانکہ یہ دونوں ہی معنیٰ میں برابر ہیں جیسا کہ ہمارے نزدیک اصح ہے اور مریض پر اللہ تعالیٰ سے خوف کے مقابلے میں حالت رجاء طاری ہونی چاہئے یہی اولیٰ ہے۔

حدیث صحیح میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی وجہ سے کہ

میں اپنے بندے کے میرے بارے میں کئے گئے گمان کے مطابق ہوتا ہوں تو مجھ پر خیر کے علاوہ اسے گمان نہ کرنا چاہئے۔ (المعجم الکبیر: من اسمہ واثلۃ: ج:22، ص:87)

اور دوسری روایت میں یہ ہے کہ

تم میں کوئی ایک بھی اس حالت میں نہ مرے مگر وہ اپنے رب عزوجل کے ساتھ حسن ظن رکھتا ہو۔

(شرح الصدور بشرح حال الموتی والقبور: مقدمۃ المؤلف: ج:1، ص:32)

یعنی یہ گمان رکھتا ہو کہ عنقریب اللہ تعالیٰ بخشش دے گا اور رحم فرمائے گا۔

اسی طرح آپ رضی اللہ عنہ کے دوسرے قول

وان كان مرض في عضو من اعضائه

یعنی اگر میرے اعضاء میں سے کسی عضو میں بیماری ہو جائے......الخ

میں غور وفکر کرے تو اس کو بھی تو رضا بالقضاء میں اصل عظیم پائے گا بلکہ شکر میں بھی اصل عظیم ہے کیونکہ جب انسان کے اعضاء میں سے کسی عضو میں بیماری لاحق ہو جائے تو اس کے لئے مناسب یہی ہے کہ وہ اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بھی اور اس کی رضا پر راضی بھی رہے کیونکہ اگر چہ ایک عضو میں بیماری آئی ہے لیکن اس کے علاوہ کتنے ہی اعضاء ایسے بھی تو ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے بیماری سے محفوظ رکھا ہوا ہے اور یہ ایک تکلیف پر راضی رہنا چاہئے اور ان کثیر نعمتوں پر شکر ادا کرنا چاہئے تا کہ اس کا شمار بھی راضی بالرضا اور شاکرین میں سے ہو جائے جو کہ عارفین سے بھی افضل ہیں اور علماء عاملین سے زیادہ علم رکھنے والے ہیں۔

اور آپ رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانا کہ

وجد من بعض خاصتكم...... الخ

اگر تم میں سے کوئی خاص مجھ پر ناراض ہو جائے۔

تو یہ کلام ایسا ہے کہ

جسے تو کمال فرمانبرداری اور تسلی کی انتہاء میں دیکھے گا یعنی کہ اگر فرض کر لیا جائے کہ تم میں خاص بندے مجھ پر غضب ناک ہوں تو ان کا غضب ناک ہونا مجھ پر کوئی اثر انداز نہ ہوگا کیونکہ دو ہی صورتیں ہیں اگر تو بغیر کسی وجہ کے ناراض ہیں تو پھر اثر نہ ہونا بالکل واضح ہے اور اگر کسی وجہ سے ہیں تو ممکن ہے مجھ سے کسی معاملے میں کوئی تسامح ہو گیا ہے کیونکہ میں اکثر تم میں سے عام لوگوں پر کچھ سختی کر دیا کرتا ہوں تو ہو سکتا ہے یہ اسی میں سے ہو۔

اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانا کہ

فمالي ان اتمنى

یعنی میں اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ سے زیادہ کی تمنا نہیں کرتا۔

آپ رضی اللہ عنہ کے اس فرمان سے تو دو چیزیں بالکل ظاہر ہیں۔

ایک تو یہ کہ

اس میں اللہ تعالیٰ کی آپ رضی اللہ عنہ پر پے در پے نعمتوں کی کثرت کا اعتراف ہے۔

دوسرا یہ کہ

آپ رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو نعمتیں ملی ہیں ان پر قناعت کرنے والے، ہیں اس سے زیادہ کی طلب پر

خاموش رہنے والے ہیں کیونکہ زیادہ کی طلب میں بھی نفس ابھارتا ہے اور ہر وہ چیز جس پر نفس ابھارے اور جس میں نفس کا حصہ شامل ہو اگرچہ بالقوہ ہی ہو اس کو چھوڑ دینا ہی مناسب ہے اور اس سے اعراض ہی کرنا چاہئے۔

آپ رضی اللہ عنہ کا اگلا فرمان

فرحم اللّٰہ...... الخ

یعنی میری صحت یابی کے لئے دعا کرنے والے پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔

اس میں آپ رضی اللہ عنہ کی طرف سے کمال عاجزی کا اظہار ہے

اور اس بات کا اظہار بھی ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ کو اپنی رعایا کی دعاؤں کی بہت زیادہ احتیاج اور ضرورت ہے۔

اور یہ کہ

آپ رضی اللہ عنہ کو جو امور عارض ہوئے اور آپ رضی اللہ عنہ کافی ضعیف ہو گئے اور عاجز ہو گئے کہ اب آپ رضی اللہ عنہ کے لئے حکومت چلانے کی طاقت نہیں اور اپنی حاجات کی بھی قوت نہیں مگر اپنے رب عزوجل کی طرف سے عظیم قوت اور اعانت کے ساتھ۔

آپ رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانا کہ

ولو لا ھوالی

اس فرمان میں آپ رضی اللہ عنہ کا اپنے نفس کے بارے میں انتہائی طور پر یہ بتانا ہے کہ میری یزید کے ساتھ زیادہ محبت ہے۔

ہدایت کا راستہ اس پر اندھا ہو گیا اور آپ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد لوگوں نے اس فاسق بے دین کو ہلاکت میں ڈال دیا لیکن یہ قضاء تھی جو ضرور بالضرور ہونی تھی اور تقدیر تھی جسے ضرور پورا ہونا تھا۔ اسی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ کی عقل کامل اور وہ علم جو آپ رضی اللہ عنہ کی عظمت اور بڑائی کو شامل تھا اور لوگوں کے لئے ضرب المثل تھا مسلوب ہو گیا اور آپ رضی اللہ عنہ کے لئے یزید کی طرف سے حسن عمل، امر الٰہی عزوجل سے انحراف نہ کرنا اور کسی بھی معاملے میں خلل کا نہ ہونا ہی مزین کیا گیا جیسا کہ اس کی طرف صادق ومصدوق صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اشارہ فرمایا ہے کہ

جب اللہ تعالیٰ کسی امر کو نافذ فرمانا چاہے تو عقل والوں کی عقلیں لے لیا کرتا ہے حتیٰ کہ اپنا امر نافذ فرما دیتا ہے تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ۔ نے بھی یزید کے لئے جو کیا اس میں آپ رضی اللہ عنہ معذور تھے کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ کے سامنے تو اس میں کسی قسم کا کوئی نقص ثابت نہیں تھا بلکہ یزید اپنے باپ رضی اللہ عنہ کے سامنے سازش کر کے ایسے کو لاتا جو اس کے اچھے اموال بتایا کرتا حتیٰ کہ آپ رضی اللہ عنہ کو یہ اعتقاد ہو گیا کہ یزید ہی تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اولادوں سے بہتر ہے اور ان کے

بیٹوں سے اولیٰ ہے۔ اسی وجہ سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس کو بقیہ تمام پر مقدم کیا اس اولیت واولویت کی تصریح جانتے ہوئے جو آپ رضی اللہ عنہ کو اس شخص سے پتا چلی جو آپ رضی اللہ عنہ کے پاس یزید پلید کے فضائل بیان کرنے کے لئے لایا جاتا تھا اور آپ رضی اللہ عنہ نے اسے لوگوں پر اس لئے چنا کہ آپ رضی اللہ عنہ یہ گمان کرتے تھے کہ

لوگ اس کے ولی ہونے کو بغض وحسد کی وجہ سے ناپسند کرتے ہیں نہ کہ فسق وفجور کی وجہ سے۔

اور اگر آپ رضی اللہ عنہ پر اس کا کوئی ہلکا سا بھی ایسا معاملہ ظاہر ہو جاتا جس سے اس کے فسق کا پتہ چلتا بلکہ گناہ کے بارے میں پتہ چلتا تو ہرگز ہرگز اس کو ولی عہد مقرر نہ فرماتے۔ یہ تمام باتیں آپ رضی اللہ عنہ کے اس جامع مانع کلام پر دلالت کرتی ہیں کہ

آپ رضی اللہ عنہ نے جو فرمایا:

لو لا هو الي في يزيد ابصرت قصدی

کہ اگر یزید کے بارے میں میری خواہش نہ ہوتی تو میرا قصد ضرور بینا ہوتا۔

تو اس میں غور وفکر کرو تا کہ میں نے جو کچھ بھی ذکر کیا اس کا احاطہ کرلو اور اس کے علاوہ کلام میں جو کچھ رہ گیا ہے اس کو اشارات واعتبارات سے ہی سمجھ لو اور اللہ تعالیٰ ہی درست رستے کی طرف ہدایت دینے والا ہے اور ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمارے لئے ایسی چیز کو مزین نہ فرمائے جو ہمارے لئے برہان ودلیل کی راہ سے انحراف کا سبب بنے۔

(تطہیر الجنان واللسان عربی: فی فضائلہ ومناقبہ.....ص:26)

آپ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں سے یہ بھی ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ نے کثیر صحابہ کرام وتابعین کرام رضی اللہ عنہم سے احادیث نقل بھی کیں اور اجل صحابہ کرام وتابعین رضی اللہ عنہم نے بھی آپ رضی اللہ عنہ سے بہت احادیث مبارکہ نقل بھی کیں۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور آپ رضی اللہ عنہ کی پیاری بیٹی ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے احادیث روایات کیں اور اجلۂ صحابہ وتابعین رضی اللہ عنہم میں سے اور فقیہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے حضرت عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن زبیر، جریر بجلی، معاویہ بن خدیج، سائب بن یزید، نعمان بن بشیر، ابو سعید خدری رضی اللہ عنہم اور حضرت ابوامامہ بن سہل نے احادیث نقل کیں (رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ) اس کے علاوہ کبار تابعین اور فقہاء تابعین رضی اللہ عنہم میں سے عبداللہ بن حرث بن نوفل، قیس بن ابو حازم، سعید بن مسیب، ابوادریس خولانی نے آپ رضی اللہ عنہ سے احادیث روایت کیں (رضی اللہ عنہم)

تابعین کے بعد والے دور میں عیسیٰ بن طلحہ، محمد بن جبیر بن مطعم، حمید بن عبدالرحمان بن عوف، ابومجلز، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام حمران رضی اللہ عنہم، عبداللہ بن محیریز، علقمہ بن ابی وقاص، عمیر بن ہانی، ہمام بن منبہ، ابوالعریان نخعی،

مطرف بن عبداللہ بن شخیر اوران کے علاوہ دوسرے ائمہ اسلام نے آپ رضی اللہ عنہ سے احادیث مبارکہ روایت کیں۔ان ائمہ میں غور وفکر کرو جوائمہ اسلام ہیں کہ ان بزرگان دین نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے احادیث روایت کیں ان میں غور و فکر کرنے سے پتہ چل جائے گا کہ آپ رضی اللہ عنہ مجتہد تھے یعنی مجتہد اور فقیہہ تھے۔

(تطہیر الجنان واللسان عربی: فی فضائلہ ومناقبہ.....ص:26)

تنبیہہ

شیخ الاسلام والحفاظ جو کہ ایسی ہستی ہیں جن سے اکابر تابعین اور فقہاء تابعین میں سے مروان ابن الحکم نے روایت کی ان سے یہ روایت کی گئی کہ

اس بات میں اس روایت سے اشکال وارد کیا جاتا ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ کے بارے میں آیا ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ نے اہل بیت کو بہت زیادہ تکالیف دیں اور ہر جمعہ کو مدینہ شریف کے منبر پر حضرت علی رضی اللہ عنہ پر سب وشتم کیا کرتے تھے۔

اور حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے بارے میں یہ کہنا بھی منقول ہے کہ

تم اہل بیت کمزور اور حقیر ہو۔

اور اس کی مثل جو آپ رضی اللہ عنہ سے نقل کی گئی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

یہ آپ رضی اللہ عنہ سے پہلے تو ثابت ہی نہیں جیسا کہ عنقریب تم اس بحث سے جان لو گے جو آگے ذکر کریں گے کہ اگر آپ رضی اللہ عنہ سے اس طرح کی کوئی بات منقول ہے تو اس کی سند میں کچھ کچھ علت اور کمی ہے اسی وجہ سے امام بخاری اوران کے علاوہ نے بھی روایت کیا لیکن محدثین نے اس کی تخریج نہیں کی۔

اور اگر آپ رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں کچھ ثابت ہوتا تو حفاظ محدثین کرام اس کو ضرور نقل کرتے اور اس میں کچھ نہ کچھ کلام تو کرتے۔

اور بالفرض اگر مان بھی لیا جائے کہ

آپ رضی اللہ عنہ نے ایسا کہا تو اس کی انتہاء یہی ہے کہ روایت کرنے والا بدعتی تھا اور ایسا بدعتی شخص جو اپنی بدعت کی طرف لوگوں کو بلانے والا نہ ہو۔

اس سے روایت نقل کر لی جاتی ہے جیسا کہ امام بخاری نے اپنی صحیح بخاری میں بدعتیوں کی جماعت سے روایات نقل کی ہیں لیکن یہ آپ رضی اللہ عنہ کی ذات پر اثر انداز نہ ہو گی۔

آپ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں یہ بھی آیا ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ نے امور غیبیہ کے بارے میں ایسی خبریں بھی دیں کہ بعد میں آپ رضی اللہ عنہ کے خبر دینے کے مطابق ہی ہوا اور یہ آپ رضی اللہ عنہ کی کرامت تھی۔

اس حوالے سے آپ رضی اللہ عنہ سے جو روایت کیا گیا وہ ایک روایت جس کے تمام راوی ثقہ ہیں

وہ یہ ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

بے شک اہل مکہ کی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ مکرمہ سے تشریف لے جائیں گے تو پھر کبھی خلافت ان کی طرف لوٹ کر نہیں آئے گی اور جب اہل مدینہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیں گے تو خلافت ان میں بھی کبھی نہ آئے گی۔

اب آپ رضی اللہ عنہ نے اہل مکہ مکرمہ کے لئے جو حکم لگایا کہ اس فعل کے بعد کبھی ان میں خلافت نہ لوٹے گی تو دیکھ لو جیسا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے خبر دی ویسا ہی ہوا۔

اس پر یہ اعتراض نہیں ہوسکتا کہ

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو بھی تو خلافت حاصل ہوئی اور وہ مکہ شریف میں ہی تھی۔

کیونکہ یہ مکمل نہ تھی وہ اس وجہ سے کہ شام، مصر اور اس کے علاوہ کئی علاقے مکمل طور پر آپ رضی اللہ عنہ کی ولایت سے خارج تھے۔

اور دوسری وجہ یہ ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ کی ولایت ابتداء ہی سے متنازع فیہ رہی اور ایک دن بھی آپ رضی اللہ عنہ کے لئے ترتیب نہ ہو سکی۔

اہل مدینہ کے بارے میں بھی جو آپ رضی اللہ عنہ نے حکم لگایا اس میں بھی غور کرنا چاہئے کہ جب وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیں گے تو خلافت ان کی طرف نہ لوٹے گی یعنی مدینہ منورہ میں نہ آئے گی اور مدینہ خلافت کا مسکن نہ بنے گا اور یہ فقط ان کے اس فعل پر سزا دینے کے لئے ہوگا جو انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا تو یہاں بھی معاملہ وہ ہی ہوا جیسا آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا بلکہ یہاں تو صورۃً بھی خلافت قائم نہ ہوئی اور نہ ہی واپس ہوئی بخلاف مکہ مکرمہ کے کیونکہ اس میں پھر بھی کسی نہ کسی اعتبار سے کچھ نہ کچھ صورۃً خلافت قائم ہوگئی تھی اور اس کا اعتبار نہیں کیونکہ اسے علی الاطلاق خلافت نہیں کہا جائے گا تو اس سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی اپنے قول میں سچائی پتہ چل گئی اور معاملہ بعینہ وہی ہوا جیسا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اور یہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی عظیم وجلیل کرامت ہے۔

اور خلاف عادت چیزیں اور کرامات کا ظہور بعید نہیں ہے اس ذات سے جس پر پورے عالم کی ظاہری باطنی تکالیف میں مدد فرمانے والے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر پڑی ہو اور ان کو شرف وکمال عطا فرمایا ہو۔

آپ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں ایک روایت منقول ہوتی ہے کہ جس کے رجال سند میں اختلاف ہے کہ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے زیادہ صاحب سیادت شخص نہیں دیکھا۔

اور یہ امام جلیل کی طرف سے اس بات پر شہادت تھی کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سیادت کی انتہاء کو پہنچ گئے تھے اور آپ رضی اللہ عنہ میں کمال کی تمام صفات موجود تھیں کیونکہ سیادت ان صفات پر ہی موقوف ہوتی ہے اور ان صفات میں حلم، علم اور کرم ضروری ہیں اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ان تینوں میں بہت ہی عظیم مقام پر فائز تھے۔

آپ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں حضرت اعمش رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اور اس سند میں تھوڑا سا ضعف ہے وہ یہ ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

اگر تم معاویہ رضی اللہ عنہ کو دیکھ لو تو ضرور بالضرور تم کہو گے کہ یہی مہدی ہیں۔

حضرت اعمش رضی اللہ عنہ اجلہ تابعین اور عالم تابعین میں سے ہیں تو ان کا اس بات کی گواہی دینا، امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے عظیم مدح اور ثنائے جلیل کا تقاضہ کرتا ہے اور اس بات کی خبر دیتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ تمام امور میں حق مزید پر ہی عمل کرتے تھے جس کی طرف آپ رضی اللہ عنہ کو آپ رضی اللہ عنہ کا اجتہاد رہنمائی کرتا تھا اور آپ رضی اللہ عنہ کی نیکی اور سخاوت تمام لوگوں پر عام تھی جیسا کہ حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ ان اوصاف پر ہوں گے۔

آپ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں ایک روایت آئی ہے کہ جس کی سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

وہ روایت یوں ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ نے ایک بار جمعہ کا خطبہ دیا

تو فرمایا کہ

بے شک مال بھی ہمارا ہے اور فئی بھی ہمارا ہے ہم جسے چاہیں اس سے منع کر دیں تو آپ رضی اللہ عنہ کو کسی نے جواب نہ دیا۔ اگلے جمعہ میں پھر آپ رضی اللہ عنہ نے خطبہ کے دوران یوں ہی کہا پھر آپ رضی اللہ عنہ کو کوئی جواب نہ ملا پھر آپ رضی اللہ عنہ نے تیسرے جمعہ میں پھر ایسا ہی کہا:

تو ایک شخص کھڑا ہوا اور کہا کہ

مال بھی ہمارا ہے فئی بھی ہمارا ہے جو ہمارے اور اس کے درمیان آیا تو ہم اپنی تلواروں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کا محاکمہ کریں گے۔ آپ رضی اللہ عنہ اسی طرح اپنے خطبہ میں جاری رہے پھر جب اپنے مکان پر پہنچے تو اس آدمی کو بلا بھیجا۔

لوگوں نے کہا:

یہ بندہ تو گیا۔

پھر جب وہ بعد میں آپ رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے تو اس شخص کو آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تخت پر بیٹھے دیکھا۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اس نے مجھے زندہ کیا اللہ تعالیٰ اسے زندہ فرمائے۔

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ

عنقریب میرے بعد کچھ امراء آئیں گے وہ کچھ بھی کہہ لیں لوگ ان کے آگے کچھ نہ بولیں گے اور وہ بن سوچے سمجھے آگ میں یوں کودیں گے جس طرح ٹڈیاں اور پتنگے کود پڑتے ہیں۔

(اتحاف الجماعۃ بما جاء فی الفتن: باب ماجاء فی ائمۃ السوء......جز:1،ص:224)

جب میں نے پہلے جمعہ یہ بات کی اور کسی نے جواب نہ دیا تو مجھے خوف ہونے لگا کہ میں بھی انہیں میں سے نہ ہو جاؤں پھر جب دوسرے جمعہ میں نے وہ بات کی اور پھر جواب نہ آیا تو میں نے انجام کار سوچ لیا کہ بے شک میں انہیں میں سے ہوں پھر جب میں نے تیسرے جمعہ وہی بات کی اور اس شخص نے کھڑے ہو کر مجھے جواب دیا تو اس نے مجھے ایک نئی زندگی دے ڈالی۔ اللہ تعالیٰ اسے بھی لمبی عمر عطا فرمائے۔

(اتحاف الجماعۃ بما جاء فی الفتن: باب ماجاء فی ائمۃ السوء......جز:1،ص:223)

اب اس عظیم منقبت میں غور و فکر کرنا چاہئے جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہی کا حصہ ہے کیونکہ کسی اور کے بارے میں ایسی روایات وارد نہیں تو اگر تم اپنے قصد میں اخلاص پاؤ اور اپنی توفیق کو حقیق پاؤ تو ضرور بالضرور آپ رضی اللہ عنہ کی اس بات کو اسی پر ڈھالو گے کہ تم آپ رضی اللہ عنہ کے کمال کے معتقد ہو جاؤ گے ان سے راضی ہو گے اور یہ جان لو گے کہ آپ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنے ہوئے ہر قول پر اپنی قدرت و طاقت کی حد تک عمل کرنے پر حریص تھے اور آپ رضی اللہ عنہ اپنے نفس پر خوف کرنے والے لوگوں میں سے تھے کہ یہ نہ ہو۔

آپ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں یہ بھی ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک سو تریسٹھ (163) احادیث مبارکہ روایت کی ہیں۔ جن میں سے چار احادیث مبارکہ تو امام بخاری و مسلم میں متفق ہیں۔ (4) چار امام بخاری نے تفرد اذکر کیں اور (5) پانچ امام مسلم نے تفرد اذکر کیں۔

یہ بھی آپ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں سے ہے کہ

جب آپ رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے وصیت کی کہ مجھے اس قمیض میں کفن دیا جائے جو مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہنائی تھی (عطا فرمائی تھی) اور وہ چیزیں بھی ساتھ رکھی جائیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے

جسم اقدس کے ساتھ مس ہوئی ہوں اور آپ رضی اللہ عنہ کے پاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ناخن مبارک کے کچھ تراشے موجود تھے تو آپ رضی اللہ عنہ نے وصیت فرمائی کہ ان کو باریک پیس کر میری آنکھوں اور میرے منہ میں ڈال دینا۔

اور فرمایا:

یہ سب کرنے کے بعد مجھے ارحم الراحمین کے سپرد کر دینا۔

اور جب آپ رضی اللہ عنہ پر نزع کا وقت آیا

تو آپ رضی اللہ عنہ نے کہا:

کاش میں قریش کا ایسا شخص ہوتا جسے کسی چیز کا اختیار نہ ہوتا اور میں کسی معاملے کی طرف توجہ نہ کرتا۔

یہ شان تھی اس کامل ہستی کی کہ جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اقدس سے برکتیں لینے والی قمیض آپ رضی اللہ عنہ کے جسم سے مس ہونا اور آپ رضی اللہ عنہ کے منہ میں اور آنکھوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اقدس کے تراشوں سے راحت حاصل کرنا آسان تھا پھر بھی ایسی باتیں کر رہے تھے۔

اس بات پر اتفاق ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ کی وفات دمشق میں ہوئی۔

اور مشہور یہ ہے کہ

ابھی رجب المرجب کی چار (4) راتیں باقی تھیں کہ 60ھ میں (82) بیاسی سال کی عمر میں آپ رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی۔

اور بعض نے کہا:

(78) اٹھہتر سال عمر تھی۔

اور کئی دوسروں نے کہا:

چھیاسی (86) سال عمر تھی۔

(معجم الکبیر: من اسمہ معاویۃ رضی اللہ عنہ ج:19، ص:304)

تیسری فصل

تیسری فصل ان اعتراضات کے جواب میں ہے جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر کیے گئے ہیں۔ ان میں سے بعض اعتراضات ایسے ہیں جو محض بے جا واقفیت سے کیے گئے ہیں اور میں نے ان کو پچھلے بیان سے دفع بھی کر دیا ہے مگر یہاں پر دوبارہ ان کا جواب تفصیلاً فوائد زائدہ کے ساتھ دوں گا

پہلا اعتراض

امام مسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ

وہ ایک دن بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے اس حال میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔ پس وہ بھاگے اور چھپ گئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جا کر ان کو پکڑ لیا اور (محبت سے) ان کے دونوں کندھوں کے مابین آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ مارا

اور ارشاد فرمایا:

جاؤ اور معاویہ (رضی اللہ عنہ) کو میرے پاس بلا لاؤ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

میں گیا

اور واپس آ کر عرض کیا کہ

وہ کھانا کھا رہے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جاؤ اور معاویہ (رضی اللہ عنہ) کو میرے پاس بلا لاؤ۔

لہٰذا میں دوبارہ گیا

اور میں نے دوبارہ آ کر عرض کیا کہ

وہ کھانا کھا رہے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ اس کے شکم کو سیر نہ کرے۔

(صحیح مسلم: من لعنہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم: جز:13، ص:4)

جواب

اس میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر کوئی اعتراض نہیں بنتا۔

پہلی وجہ تو یہ ہے کہ اس حدیث مبارکہ میں یہ مذکور نہیں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما سے کہا کہ

آپ رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بلا رہے ہیں اور انہوں نے آنے میں لیٹ کر دی ہو۔

بلکہ احتمال تو یہ ہے کہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے چونکہ ان کو کھانا تناول فرماتے دیکھا اس لئے ان کو کہتے ہوئے شرم محسوس ہوئی کہ آپ رضی اللہ عنہ کو بلاؤں اسی لئے وہ دوبارہ واپس پلٹ گئے اور پھر انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جا کر عرض کر دیا کہ وہ کھانا تناول فرما رہے ہیں اور اسی طرح دوسری مرتبہ ہوا لہٰذا اس صورت میں اس بددعا کو اگر فرضی حقیقی پر محمول کیا جائے تو اس کا سبب یہ ہوگا کہ اتنی دیر تک کھاتے رہنا زیادہ کھانے پر دلالت کرتا ہے اور یہ عیب کی بات ہے علاوہ ازیں اس کے کہ اس بددعا میں کوئی دینی نقصان تو ہے ہی نہیں کیونکہ یہ بددعا صرف کثرت کھانے کی ہے۔

اور اس سے صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ

دنیا میں ان کو مشقت و تعب ہوگا نہ کہ آخرت میں اور جو چیز نقص اخروی پر دلالت نہ کرے وہ منافی کمال نہیں ہو سکتی۔

دوسرا یہ بھی احتمال ہے کہ

بالفرض اگر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا طلب فرمانا بھی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہو تب بھی یہ احتمال ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ سمجھا ہو کہ اس ارشاد کی تعمیل فوراً مقصود نہیں ہے۔ ہاں اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو ایسے کام کے لئے بلائیں جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا ہو تو اس کی تعمیل فوراً واجب ہوتی ہے اگرچہ جس کو بلایا جائے وہ فرض نماز میں ہی کیوں نہ مصروف ہو شاید حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس وقت یہ استثناء معلوم نہ ہو یا وہ اس کے قائل نہ ہوں اور اس صورت میں وہ معذور ہوں گے۔

تیسرا یہ بھی احتمال ہے کہ

یہ بددعا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے بغیر قصد سے نکل گئی ہو جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو فرمایا:

تیرے ہاتھ خاک آلود ہو جائیں۔

یا بعض امہات المومنین رضی اللہ عنہن کو فرمایا:

پاؤں کٹی ہوئی سر منڈی ہوئی۔

اور اس طرح کے الفاظ اہلِ عرب کی زبان سے عادۃً نکل جاتے تھے۔

علاوہ ازیں اس کے کہ ان کے معنیٰ مراد ہوں۔

چوتھا احتمال یہ ہے کہ

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے خود اپنی صحیح میں اس بات کو بیان کر دیا ہے کہ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اس بددعا کے مستحق نہ تھے کیونکہ انہوں نے ایک باب باندھا ہے کہ وہ لوگ جن کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے برا کہا یا ان کو بددعا دی حالانکہ وہ اس کے مستحق نہیں تھے تو یہ ان کے لئے پاکی اور ثواب کی وجہ ہوگی۔ اس بات میں اس حدیث مبارکہ کو بھی ذکر کیا ہے۔

یہ جو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا بالکل ظاہر ہے کیونکہ میں بیان کر چکا ہوں کہ اس میں بہت سے احتمالات ہیں۔

ممکن ہے کہ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طلب فرمانے کی اطلاع ہی نہ ملی ہو۔

یہ بھی ممکن ہے کہ

اطلاع ملی ہو مگر انہوں نے سمجھا ہو کہ فوراً حاضر ہونا مقصود نہیں ہے یا ان کا اعتقاد یہ ہو کہ

امر مقتضی فوریت نہیں ہوتا جیسا کہ اکثر علمائے اصول مذہب کا ہے ان احتمالات کے ہوتے ہوئے جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے کمال اور فقاہت اور مرتبے کے لائق ہیں۔

یہ بات صاف ظاہر ہے کہ

وہ اس بددعا کے مستحق نہ تھے لہٰذا یہ بددعا ان کے لئے باعث پاکیزگی و ثواب پر مبنی ہوگی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مجھے بھی غصہ آتا ہے جس طرح تمہیں غصہ آتا ہے لہٰذا جس کو میں برا کہوں یا اس پر لعنت کروں یا اس کو بددعا دوں اور وہ اس کا مستحق نہ ہو تو یا اللہ! میرے اس فعل کو اس کے لئے باعث پاکیزگی و ثواب اور رحمت بنا دے۔

پانچواں احتمال یہ ہے کہ

یہ حدیث مبارکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مناقب میں ہے کیونکہ میرے پچھلے بیان سے واضح ہو گیا ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے دعا ہے نہ بددعا ہے اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔

(تطہیر الجنان واللسان: فصل الثالث: ص:29)

دوسرا اعتراض

بعض ملحدین کذاب جہلاء غبی شقی گمراہ معاند مفتری مفسد لوگوں نے بیان کیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب معاویہ (رضی اللہ عنہ) کو میرے منبر پر دیکھو تو اس کو قتل کر دو۔

اور یہ بھی کہا ہے کہ

ذہبی نے اس حدیث مبارکہ کی تصحیح کی ہے۔

جواب

یہ اس طرح سے ہی نہیں بلکہ یہ گمراہی اور افتراء ہے۔ ذہبی نے ہرگز اس حدیث مبارکہ کی تصحیح نہیں کی بلکہ اس کو اپنی تاریخ میں بیان کر کے تصریح کر دی ہے کہ یہ حدیث جھوٹی ہے موضوع ہے اس کی کچھ اصل نہیں علاوہ ازیں اس کے کہ اگر ہم اس حدیث کو مان بھی لیں تو دو حال سے خالی نہیں۔

یہ حدیث تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو معلوم تھی یا تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو معلوم نہ تھی اگر تھی تو تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر الزام آتا ہے اور اگر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو معلوم نہ تھی تو اس پر الزام آتا ہے جس کو یہ حدیث معلوم تھی کہ اس نے چھپایا کیونکہ اس قسم کی حدیث کا امت تک پہنچا دینا بھی ضروری ہے تا کہ اس پر عمل کریں پھر اگر وہ شخص اس حدیث مبارکہ کو چھپاتا ہے تو تابعین کو یہ حدیث مبارکہ نہ معلوم ہوتی اور ہم تک منقول نہ ہو سکتی پس اب یہی ایک صورت رہ گئی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ حدیث معلوم تھی اور انہوں نے اس پر عمل نہ کیا۔ اس قسم کی بات شرعاً صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ناممکن ہے کیونکہ اگر یہ بات ان سے ممکن ہو تو احتمال ہوگا کہ انہوں نے کچھ حصہ قرآن مجید کا چھپا دیا ہو یا اس پر عمل ترک کر دیا ہو اور یہ سب باتیں شرعاً محال ہیں خاص طور پر

جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے لوگو میں نے تم کو ایک صاف اور روشن راستہ پر چھوڑ دیا ہے۔

اور اس حدیث مبارکہ کے جھوٹے ہونے کی تصریح بلکہ تاکید اس بات سے ہوتی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو اپنے زمانہ خلافت میں دمشق کا عامل مقرر کیا اور خود بھی ان کی تعریف فرمائی اور جس قدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان کے پاس گئے ان سب نے تعریف فرمائی حتیٰ کہ خود حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی ان کی تعریف فرمائی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان سے علم بھی حاصل کیا۔

نیز

اس حدیث کے جھوٹے ہونے کی تاکید اس سے بھی ہوتی ہے کہ اس طرح کی احادیث کی نقل کرنے اور ان کے ظاہر کرنے کی ضرورت بہت تھی خاص طور پر جبکہ لڑائیاں اور فتنے برپا ہوئے اور خود حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ خلیفہ برحق سے لڑ رہے تھے جن کے ساتھ اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے اور صرف لڑنا ہی نہیں بلکہ ایسی تدبیر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی تھی کہ

واقعہ تحکیم میں خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نائب حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے ان کو معزول کر دیا بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ کا ارادہ فرمایا کہ وہ بھی خلیفہ برحق تھے حتیٰ کہ انہوں نے خلافت ترک کر دی اور اس وقت سے لوگ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ برحق کہنے لگے اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس بارے میں ان کی موافقت کی کسی نے ان کے دشمنوں میں سے بھی ان پر طعن نہ کیا سب اس بات پر متفق ہو گئے کہ وہ اس دن سے خلیفہ برحق ہیں۔ پس اب ان سب باتوں کے بعد اس حدیث کے جھوٹی اور واجب الترک ہونے میں کیا تردد باقی رہا۔ ایسی احادیث کا روایت کرنا ہرگز جائز نہیں مگر اسی غرض سے کہ ان کا جھوٹ ہونا اور ان کے راویوں کا کاذب بے تمیز ہونا بیان کیا جائے۔ اس طرح کی احادیث وہی شخص بیان کرے گا جو احمق ہوگا جس کا حس باطل ہو گیا ہوگا جس کی رسوائی اور کذب کو خدا نے مشہور کرنا چاہا ہوگا پس اس بات کو سمجھ لو کیونکہ اس حدیث کو بیان کرنے والوں میں بعض تو علم کے مدعی بھی ہیں اور جو کوئی اس حدیث کے بطلان پر برہان قائم کرتا ہے اس پر طعنہ زنی کرتے ہیں۔ دیکھو حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی حدیث کہ ان کو گروہ باغی قتل کرے گا چونکہ بے اصل نہ تھی لہٰذا اس کی روایت پر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم متفق ہو گئے پھر اس حدیث مبارکہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے متبعین نے اس بات پر استدلال کیا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ باغی اور امام برحق کے خلاف ہیں اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے متبعین نے اس حدیث مبارکہ کی تاویل کی جو قطعی البطلان نہیں ہے پس اگر اس حدیث کی بھی کچھ اصل ہوتی تو اس حدیث سے بھی استدلال کیا جاتا۔

(تطہیر الجنان واللسان عربی: فصل الثالث: ص:20)

تیسرا اعتراض

ایک حدیث جو بسند حسن روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تمام قبائل عرب میں بدتر بنی امیہ اور بنی حنیفہ اور ثقیف ہیں۔

نیز ایک صحیح حدیث میں جس کو حاکم نے شرط شیخین پر روایت کیا ہے

حضرت ابوبرزہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

تمام قبائل یا تمام لوگوں سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ناپسند بنی امیہ تھے۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی بنی امیہ میں سے تھے پس وہ بھی ناپسندیدہ لوگوں میں سے ہوئے اور جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ناپسندیدہ ہو اس میں امارت و خلافت کی اہلیت نہیں ہو سکتی۔

جواب

اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں کوئی نتیجہ نکالنا، اس نتیجہ نکالنے

والے کی جہالت پر اور اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس کو مبادی علوم کی بھی درایت نہیں اگرچہ غوامض علوم بھی ہوں کیونکہ اس نتیجہ سے لازم آتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ بھی خلافت کے قابل نہ ہوں اور معاذ اللہ اشرار میں سے ہو جائیں اور یہ اجتماع مسلمین کے خلاف ہو اور صریح الحاد ہے۔

حدیث کا مطلب یہ ہے کہ

اکثر بنی امیہ شرارت کے ساتھ موصوف ہیں۔ یہ منافی اس بات کے نہیں ہے کہ چند لوگ ان میں سے شریر نہ ہوں بلکہ خیار امت سے ہوں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے صحیح ہونے پر اور اس طرح حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کی خلافت کی صحت پر اور نیز بعد حضرتِ امام حسن رضی اللہ عنہ کے ترک خلافت کے، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی صحت خلافت پر اجماع ہے اور نیز احادیث سابقہ سے بھی مثل اجماع کے ان کی فضیلت ثابت ہے۔

اور ابھی بیان ہو گیا ہے کہ

ہم حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے لڑکے کے درمیان میں فرق سمجھتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک کو ہم ویسا ہی سمجھتے ہیں جس لائق وہ ہے کیونکہ ہم بغیر کسی قسم کے تعصب و جہالت کے دلائل پر پابند ہیں اگر ہم کو کسی قسم کا تعصب ہوتا تو ہم حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے ان کے بیٹے کے بارے میں اختلاف نہ کرتے جس کے متعلق حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

اگر تیری محبت غالب نہ ہوتی تو تو دیکھ لیتا کہ میں کیسا انصاف کرتا ہوں پس یہ نتیجہ باطل ہے۔ اس نتیجہ کا نکالنے والا جاہل یا معاند ہے جس کے کلام کی طرف التفات نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اس کی فہم ناقص ہے اور اس کا کذب ثابت ہے۔ عنقریب آخر کتاب میں ہم بیان کریں گے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم کو اس کی اولاد کو لعنت کی اور ان لوگوں کو مکار اور فریبی فرمایا۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تمام کچھ بیان کر کے ارشاد فرمایا:

نیک لوگ ان میں سے مستثنیٰ ہیں اور وہ بہت کم ہیں۔

پس اس سے صاف ظاہر ہو گیا کہ مراد بنی امیہ کے ان دونوں حدیثوں میں اکثر بنی امیہ ہیں نہ سب۔ لہٰذا اس پر تفکر کرو اور غفلت مت کرو تا کہ ملحدین کے فریب اور معاندین کے دھوکہ سے بچ سکو۔

(تطہیر الجنان واللسان عربی: فصل الثالث، ص:21)

تنبیہ

ہمارے ائمہ نے اصول میں تصریح کی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں باہم لڑائیاں ہوئی ہیں ان کا ذکر نہیں کرنا چاہئے۔ لہٰذا ہم پر کوئی شخص یہ اعتراض نہ کرے کہ

تم نے کیوں ان واقعات کو بیان کیا کیونکہ ہمارا مقصود یہ ہے کہ صحیح واقعات بیان کریں اور ان سے صحیح نتائج نکالیں۔ انہیں لڑائیوں سے ہمارے ائمہ نے باغیوں کے احکام حاصل کیے ہیں۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ

وہ فرماتے ہیں کہ

میں نے باغیوں اور خروج کرنے والوں کے احکام حضرت علی رضی اللہ عنہ کی لڑائیوں سے جو اہل جمل وصفین اور خوارج سے ہوئیں حاصل کیے ہیں۔

(الصحابۃ ومکانتھم عند المسلمین: جز:1،ص:58)

اسی طرح امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ اور علماء نے بھی لکھا ہے۔

ہمارے ائمہ اصول نے بدعتیوں کے اعتراضات بھی ذکر کیے ہیں جن میں انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر افتراء گیریاں کی ہیں ان اعتراضات کو ذکر کر کے ایسا رد کر دیا ہے کہ کسی اعتراض میں کچھ جان باقی نہیں رہی۔

ہمارے ائمہ محدثین نے بیان کر دیا ہے کہ

اکثر باتیں جو ان لڑائیوں کے متعلق منقول ہیں جھوٹی ہیں یا ان کی سند میں کوئی خرابی ہے جیسا کہ میں نے اپنی کتاب میں اکثر احادیث کی بابت بیان کیا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی لڑائیاں اس طرح بیان کرنا جس سے کسی پر الزام عائد ہو یا عوام کو کسی بدگوئی کا موقع ملے نہ چاہیے بعض جاہل لوگ جن کی عادت یہ ہے کہ کچھ دیکھ لیتے ہیں نقل کر لیتے ہیں۔ نہ سند پر غور کرتے ہیں نہ حدیث کا صحیح مطلب بیان کرتے ہیں اس میں بڑا فساد ہوتا ہے اور عوام کو سب وشتم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا موقع ملتا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان یہ ہے کہ

انہوں نے قرآن مجید ہم تک پہنچایا اور اسی وجہ سے دین اسلام قائم ہے اور جو روشنی انہوں نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی یا دیکھی وہ ہم تک پہنچائی اور وہ احکام جن کا علم ان کے سوا کسی کو نہ ہو سکتا تھا ہم کو تعلیم کیے پس اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو اور اسلام ومسلمین کی طرف سے انہیں جزائے خیر دے۔ المختصر جو میں نے ذکر کیا ہے محض اظہار حق کے لئے موافق واقع کے ذکر کیا ہے اور مطابق قواعد اہل سنت کے ذکر کیا ہے ایسا ذکر کرنا اہم واجبات اور اشد ضروریات سے ہے کیونکہ اس سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پاکیزگی اور صفائی ظاہر ہوئی ہے اور کیونکر ایسا نہ ہو کہ کل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت پر تھے اور اگر کوئی ایسی بات ان میں سے کسی سے ہوگئی ہے تو بوجہ اجتہاد کے ہے۔

اور یہ میں نے صحیح روایات سے ثابت کر دیا ہے کہ

جو شخص اجتہاد کرے اگر اس کا اجتہاد صحیح ہو تو اس کو دوگنا ثواب ملے گا

اور ایک روایت میں ہے کہ

اس کو دس گنا ثواب ملے گا

اور اگر اجتہاد خطا کر جائے تو اس کو صرف ایک ثواب ملے گا۔

(اتحاف السائل بمانی الصحاویۃ من مسائل:باب:43،جز:43،ص:6)

پس اصل ثواب میں خطا کرنے والا اور خطا نہ کرنے والا سب برابر ہیں کیونکہ ان کی تاویل قطعی البطلان نہیں ہوتی بلکہ بسا اوقات واضح البرہان ہوتی ہے۔اسی واسطے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام مسلمانوں پر ان کی تعظیم وتکریم اوران کی مدح وثناء اوران کے پہلے اسلامیہ کا جاننا اور ہر ایک کو اس کے مرتبہ کے موافق سمجھنا واجب کردیا ہے،اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے افعال واقوال سے ان کے مراتب کو ظاہر کیا ہے۔ان کے مراتب کو اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کون جان سکتا تھا۔پس جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے اس کے موافق اعتقاد رکھو۔اس میں بدعتیوں کی راہ ماری جائے گی اور معاندین کی لگائی ہوئی آگ بجھ جائے گی اور جاہلوں کو تعلیم حاصل ہوگی اور علم حاصل کرنے والوں کو ہدایت ملے گی۔

(تطہیر الجنان واللسان عربی:فصل الثالث،ص:32)

تنبیہ

اگر تم کہو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ

انہوں نے فرمایا:

میں اور معاویہ رضی اللہ عنہ قیامت کے دن لائے جائیں گے اور ہم دونوں مالک عرش کے سامنے روبکاری کریں گے جو اس وقت حق پر ثابت ہوگا وہ اور اس کے اصحاب کامیاب ہوجائیں گے۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بات بالکل غلط ہے کہ فریقین میں دونوں مستحق ثواب ہیں اور کوئی گناہ گار نہیں ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ

پہلے تو اس روایت کی سند منقطع ہے لہٰذا اس سے استدلال ٹھیک نہیں۔

دوسرا یہ ہے کہ

بالفرض اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایسا فرمایا ہو تو مطلب اس کا یہ ہوگا کہ

جس کسی کے افعال موافق حق ہوں گے وہ کامیاب ہوگا یعنی اس کو دوگنا ثواب ملے گا۔کامیابی کا اطلاق زیادتی ثواب پر رائج ہے۔

(تطہیر الجنان واللسان عربی:فصل الثالث،ص:32)

چوتھا اعتراض

صحیح حدیث میں آیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ

تم کو گروہ باغی قتل کرے گا۔

چنانچہ وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکر سے لڑے اور انہیں لوگوں کے ہاتھ سے مقتول ہوئے۔ پس صادق مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بمقابلہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے باغی تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی خلیفہ برحق تھے۔

جواب

اس کا جواب یہ ہے کہ

انتہائی نتیجہ جو اس حدیث سے نکل سکتا ہے یہ ہے کہ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی باغی ہوں اور یہ اوپر بیان ہو گیا ہے کہ باغی ہونا ان کے لیے کچھ نقص نہیں ہے اور باوجود اس کے بھی وہ لوگ مستحق ثواب ہیں گناہ گار نہیں ہیں۔

کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مجتہد جب اجتہاد کرے اور اس سے خطا ہو جائے تو اس کو ایک ثواب ملتا ہے اور یہ بات خوب اچھی طرح سے بیان ہو گئی ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مجتہد تھے اور اعلیٰ درجے کے مجتہد تھے انہوں نے اس حدیث مبارکہ کی تاویل بھی ایسی کی ہے جو قطعی البطلان نہیں ہے۔ یہی کیفیت اس باغی کی ہوتی ہے جو فاسق اور گناہ گار نہیں ہوتا۔ چنانچہ اس حدیث مبارکہ کی تاویل کئی سندوں سے مروی ہے۔

من جملہ ان کے ایک بسند جس کے سب راوی ثقہ ہیں یہ ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ صفین کے دن مقابل کے لشکر میں جاتے تھے اور پھر لوٹ کر آتے تھے اور ان کی تلوار خون سے سرخ ہوتی تھی۔

اور وہ اپنے صحابہ کرام علیہم الرضوان سے فرماتے تھے کہ

مجھے معذور سمجھو، مجھے معذور سمجھو اور عمار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں ایک نامور شخص تھے جو ان کی رائے ہوتی تھی اسی پر سب عمل کرتے تھے۔ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو لڑائی کی ترغیب دی اور ان سے حوران جنت کا ذکر کیا

اور کہا کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا گروہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ رفیق اعلیٰ کے ساتھ جنت میں ہوگا پس دونوں نے جنگ کی حتیٰ کہ دونوں قتل ہو گئے، حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے اپنے والد سے کہا کہ

دیکھو ہم نے اس شخص کو قتل کیا ہے جس کے حق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ایسا فرمایا تھا۔

ان کے والد نے کہا کہ

کون شخص؟

- انہوں نے کہا:

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ

کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی کے بننے کے وقت فرماتے تھے جبکہ ہم لوگ ایک ایک اینٹ اٹھاتے اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ دو دو اینٹیں اٹھاتے تھے۔ اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ہوا۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے ابوالیقظان! تم دو دو اٹھاتے ہو حالانکہ مرض کی وجہ سے تم دبلے ہو رہے ہو، آگاہ رہو کہ تم کو گروہ باغی قتل کرے گا اور تم اہل جنت میں ہو گے۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے کہا:

ہاں! مجھے یاد ہے۔

پھر حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے اس کا ذکر کیا۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

خاموش رہو۔ ہم نے ان کو کب قتل کیا ہے۔ ان کے قاتل تو وہی لوگ ہیں جو ان کو لائے اور جنہوں نے ان کو ہمارے نیزوں کے درمیان ڈال دیا۔

اور حضرت امام احمد کی روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے جسم سے مٹی پونچھتے جاتے تھے اور فرماتے تھے کہ

تم دو اینٹیں اٹھاتے ہو حالانکہ مرض کی وجہ سے کمزور ہو رہے ہو تو آگاہ رہو عنقریب تم کو گروہ باغی قتل کرے گا۔

(مسند احمد: مسند ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ: ج:23، ص:474)

نیز صحیح سند سے روایت ہے کہ

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے جب یہ حدیث بیان کی گئی تو انہوں نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے ذکر

کیا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

تم اس کے کہنے میں آتے ہو اس کو تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب نے قتل کیا ہے جبکہ وہ ان کو لائے اور ہمارے نیزوں کے درمیان میں ڈال دیا۔

یا کہا کہ

ہماری تلواروں کے درمیان۔

(مسند احمد: حدیث عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ: ج:36، ص:179)

اور ایک ضعیف سند سے روایت ہے کہ

خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ جنگ صفین میں اپنے ہتھیار ہاتھ میں نہ لیتے تھے حتیٰ کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے پس انہوں نے اپنی تلوار میان سے نکالی اور اس حدیث کو بیان کیا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکر سے انہوں نے لڑنا شروع کیا حتیٰ کہ شہید ہو گئے۔

(مسند احمد: حدیث خزیمۃ بن ثابت رضی اللہ عنہ: ج:44، ص:341)

نیز صحیح سند سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

انہوں نے کہا:

مجھے کسی بات پر اس قدر افسوس نہیں کہ جس قدر افسوس اس امر کا ہے کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہو کر گروہ باغی سے قتال نہ کیا۔

نیز صحیح سند سے روایت ہے کہ

حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے حلف کے ساتھ اس امر کو بیان کیا تھا کہ

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا لشکر اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر سے لڑے اور اس کو شکست دے دے تب بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کو اس بات میں شک نہیں ہو سکتا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کے امام ہیں اور حق پر ہیں اور ان کے مخالفین باطل پر ہیں۔

اور صحیح سند سے روایت ہے کہ

حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے صفین کے دن ایک گھونٹ دودھ مانگا

اور بیان کیا کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خبر دی تھی کہ دنیا میں ان کا آخری شربت دودھ ہوگا چنانچہ دودھ ان کے پاس لایا گیا اور

انہوں نے اس کو پیا اور آگے بڑھے حتیٰ کہ مقتول ہوئے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے جھنڈے دیکھ کر انہوں نے کہا تھا کہ

میں اس جھنڈے والے سے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ بھی قتال کر چکا ہوں یعنی قبل اس کے اسلام کے۔

نیز صحیح سند سے روایت ہے کہ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے قتل کی بابت دو اشخاص میں جھگڑا ہوا۔

ہر ایک کہتا تھا کہ

میں نے قتل کیا ہے۔

یہ جھگڑا حضرت عمار رضی اللہ عنہ کا سامان لینے کے لئے تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بھی وہاں موجود تھے۔

انہوں نے ان دونوں اشخاص سے کہا کہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے:

حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو گروہ باغی قتل کرے گا۔

پس ان دونوں میں ہر ایک نے ان کے قتل سے انکار کر دیا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے کہا کہ

جب ایسا ہے تو تم ہمارے ساتھ کیوں رہتے ہو۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

میرے والد نے ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میری شکایت کی تھی

تو حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ

تم اپنے والد کی اطاعت کرو جب تک زندہ رہو اور ان کی نافرمانی نہ کر پس اسی وجہ سے میں تمہارے ساتھ ہوں مگر میں لڑتا نہیں ہوں۔

نیز ایک صحیح روایت میں ہے کہ

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے کہا تھا کہ

تم اپنے مجنون کو ہمارے یہاں سے الگ کر دو، وہ کیوں ہمارے ساتھ رہتا ہے اس وقت حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے یہ بات کہی تھی۔

اور ابو یعلیٰ کی ایک روایت میں ہے کہ

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے جب یہ حدیث مبارکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے بیان کی تو

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

کیا تم قسم کھا کر کہتے ہو کہ ہم نے یا تم نے عمار رضی اللہ عنہ کو قتل کیا ہے۔

حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے قاتل وہی لوگ ہیں جو ان کو یہاں لائے۔

اور سند صحیح کے ساتھ روایت ہے کہ

دو اشخاص نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے سامنے جھگڑا کیا تو حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے ان سے یہ حدیث مبارکہ روایت کی۔

تو ان سے کہا گیا کہ

پھر آپ رضی اللہ عنہ کیوں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لڑتے ہیں۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے کہا کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہ فرمایا تھا کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کا قاتل اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ کا لباس لینے والا دونوں دوزخی ہیں (یہ تو نہ فرمایا تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ کرنے والا دوزخی ہے)

بسند حسن روایت ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے صفین کے دن اللہ تعالیٰ کے ذکر کی کثرت کی

اور بار بار یہ ارشاد فرمایا کہ

اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم سچے ہیں۔

ان سے پوچھا گیا کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ سے خلافت کے بارے میں کوئی وصیت کی تھی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اعراض کیا۔ پوچھنے والے نے جب بہت اصرار کیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے قسم کھا کر فرمایا:

وہی وصیت کی تھی جو سب کو کی تھی۔ مگر بات یہ ہوئی کہ لوگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مخالفت میں مشغول ہو گئے اور دوسرے لوگوں کے حالات اور افعال حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں بنسبت میرے حالات اور افعال کے زیادہ خراب تھے۔

پھر شہادت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد میں نے یہ سمجھا کہ

میں خلافت کا سب سے زیادہ مستحق ہوں اور میں نے اس کو حاصل کیا۔ اب اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ ہم سے حق صادر

ہوا یا خطا ہوئی۔

اس فرمان میں تفکر کرو جو صحیح سند سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ بہتر جانے ہم سے حق صادر ہوا یا خطا ہوئی باوجودیکہ وہ اس حدیث مبارکہ سے واقف تھے کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو گروہ باغی قتل کرے گا اور باوجودیکہ ان کو یہ علم تھا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کا لشکر باغی ہے پھر بھی اپنی خلافت کو محتمل خطا جانتے تھے اور اس امر کی تصریح کرتے تھے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی تاویل سابق قطعی البطلان نہیں ہے بلکہ احتمال اس بات کا ہے کہ وہی حق ہو ورنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ایسا نہ کہتے۔

اگر کہو کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول از قبیل تواضع تھا اور کسی انسان کامل کا ایسی خطا کا اقرار کرنا جو اس میں نہ ہو محض بوجہ انکسار و تواضع کے ہوا کرتا ہے۔

تو میں جواب دوں گا کہ

یہ صرف دعویٰ ہے اس کی کوئی دلیل نہیں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانا بوجہ انکسار کے تھا حق یہ تھا کہ بوجہ انکسار بھی ہوسکتا ہے اور بوجہ اس کے بھی ہوسکتا ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا احتمال صحیح ہو پس جب دونوں احتمال موجود ہیں اور کوئی قطعی البطلان نہیں ہے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ دونوں معذور سمجھے جائیں گے جیسا کہ اس کی تائید حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول سابق سے ہوتی ہے کہ میری طرف سے مقتول اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے مقتول دونوں جنت میں ہیں لیکن چونکہ دلیل صریح حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے تھی لہٰذا وہی امام برحق تھے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ان کے مقابلے میں باغی تھے گو معذور ہوں۔ لہٰذا اس بات پر غور کرو اور اس کے یاد کرنے اور تحقیق کرنے کی طرف توجہ کرو تمہارے بہت سے شکوک اور خیالات دفع ہو جائیں گے جن کی وجہ سے بہت سے لوگ خطا و گمراہی و انحراف از حق ہوتے رہتے ہیں۔

اگر تم یہ کہو کہ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی تاویل کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تھا کہ

ہر بات میں اپنے والد کی اطاعت کرنا باوجودیکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جانتے تھے کہ ان کے والد آئندہ چل کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہو جائیں گے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ان کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لڑنے کا حکم دیں گے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے ان باتوں سے مطلع فرما دیا تھا جو آپ کے بعد آپ کی امت میں ہونے والی تھیں اور تمام وہ امور آپ سے بیان کر دیے تھے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کرام رضی اللہ

عنہم سے صادر ہونے والے تھے جیسا کہ احادیث صحیحہ سے معلوم ہوتا ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حق پر تھے۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ

ہم پہلے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی حدیث بیان کرتے ہیں

وہ حدیث مبارکہ یہ ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی والدہ کے پاس تشریف لے گئے تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو وہاں نہ پایا

تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا:

ان کی والدہ نے کہا کہ

وہ برابر روزہ رکھتے چلے جاتے ہیں کبھی ترک نہیں کرتے اور شب بیدار رہتے ہیں کبھی نہیں سوتے اور گوشت نہیں کھاتے اور اپنی بیوی کا حق ادا نہیں کرتے۔ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم دیا کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ جب آ جائیں تو ان کو روک لینا۔ یہ فرما کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لے گئے۔ پھر واپس آئے تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی۔ آپ نے ان کو سب باتوں سے منع کیا کہ یہ خلاف سنت ہیں

اور انہیں حکم دیا کہ

کبھی روزہ رکھو اور کبھی ترک کر دو، کچھ دیر شب کو جاگو اور کچھ دیر سو رہو اور گوشت بھی کھاؤ اور اپنی بیوی کا حق بھی ادا کرو۔

پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تمہارا کیا حال ہوگا جب تم چند ناکس لوگوں کے ساتھ رہ جاؤ گے جنہوں نے اپنے عہد و پیمان فراموش کر دیئے ہوں گے اور وہ باہم اختلاف کریں گے۔

انہوں نے عرض کیا کہ

یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس وقت کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کیا حکم دیتے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جو چیز تم جائز سمجھو اس کو کرو جو ناجائز سمجھو اس کو ترک کر دو اور لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دو۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا ہاتھ پکڑ لیا اور چلتے چلتے ان کے والد کے پاس تشریف لے گئے اور ان کا ہاتھ ان کے والد کے ہاتھ میں رکھ دیا

اور ارشاد فرمایا کہ

اپنے والد کی اطاعت کرو۔

پھر جب صفین کا دن آیا تو ان کے والد نے ان سے کہا کہ

چلو اور لڑو۔

انہوں نے کہا کہ

اے میرے باپ! آپ مجھے حکم دیتے ہیں کہ میں جا کر لڑوں حالانکہ آپ سن چکے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس دن مجھے کیا نصیحت کر رہے تھے۔

ان کے والد نے کہا کہ

میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری نصیحت کیا یہ نہ تھی کہ تمہارا ہاتھ پکڑ کر میرے ہاتھ میں رکھ دیا

اور ارشاد فرمایا کہ

اپنے باپ کی اطاعت کرنا۔ لہٰذا میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ تم چلو اور معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے لڑو۔ چنانچہ یہ اپنی تلوار اٹھا کر چلے۔

(تطہیر الجنان واللسان عربی: فصل الثالث: ص:34)

یہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی حدیث مبارکہ کا خلاصہ ہے۔ اس حدیث کی سند میں اختلاف ہے۔ ابن حبان نے تو اس کی توثیق کی ہے مگر ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے اس کی تضعیف کی ہے۔

اس میں شک نہیں کہ ابو حاتم ابن حبان سے زیادہ ماہر حدیث ہیں بلکہ ابن حبان توثیق میں (غیر محتاط) کے ساتھ مشہور ہیں لہٰذا اس حدیث سے استدلال کرنا ضعیف ہے۔ اگر اس حدیث مبارکہ کی صحت کو تسلیم کر لیا جائے تو تب بھی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی اطاعت اپنے والد کے حکم کی بحیثیت ابوت کے ہوگی نہ بحیثیت اس کے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ امام برحق تھے۔

انتہائی بات یہ ہے کہ

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا حکم اپنے بیٹے کے حق میں خلاف نہ ہوگا اور ان پر اس کی اطاعت واجب ہوگی اور وجہ خلاف نہ ہونے کی یہ ہوگی کہ وہ مجتہد تھے اور ان کا ایک اجتہاد یہ بھی تھا کہ

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حق پر ہیں یہی بات اس حدیث مبارکہ سے بھی معلوم ہوتی ہے نہ جو سائل کا دعویٰ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو ان کے والد کی اطاعت کا حکم دیا۔ یہ حکم حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے لڑنے کو بھی شامل ہے تا کہ اس سے یہ نتیجہ نکالا جا سکے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حق پر تھے۔

اس حدیث مبارکہ کے آخری مضمون پر دلالت نہ کرنے کی وجہ یہ بھی ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ پر اپنے والد کی

اطاعت صرف انہیں امور میں واجب تھی جو از روئے شریعت ان کے اجتہاد کے خلاف نہ ہوں۔ اس سے زیادہ اس حدیث سے اور کچھ نہیں سمجھا جاتا۔
(تطہیر الجنان واللسان عربی فصل الثالث: ص:35)

پانچواں اعتراض

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے حق میں فرمایا تھا کہ تم لوگوں کو جنت کی طرف بلاؤ گے اور لوگ تم کو دوزخ کی طرف بلائیں گے۔ اس سے بالبداہت معلوم ہوتا ہے کہ جن لوگوں کو حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے جنت کی طرف بلایا تھا وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا گروہ تھا۔

لہٰذا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا تھا کہ

وہ دوزخ کی طرف بلائیں۔ اس امر کی صریح دلیل ہے کہ وہ گمراہی پر ہوں گے۔

جواب

اس کا جواب یہ ہے کہ

یہ بات اس وقت ثابت ہوگی جبکہ حدیث مبارکہ کو صحیح مان لیا جائے اور اس کی تاویل ممکن نہ ہو مگر جبکہ حدیث مبارکہ ہی صحیح نہ ہو تو اس سے استدلال کیونکر ہو سکتا ہے اور یہاں یہی کیفیت ہے کیونکہ اس حدیث کی سند میں ایک راوی ضعیف ہے اور ابن حبان کا صحیح کہنا اور لوگوں کے ضعیف کہنے کو رد نہیں کر سکتا۔ خصوصاً اس حال میں کہ ابن حبان صحیح کہنے میں غیر محتاط مشہور ہیں۔ اچھا۔ صحت اس کی تسلیم کر لینے کے بعد بھی یہ کہا جا سکتا ہے کہ ممکن ہے کہ دوزخ کی طرف بلانے والے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کے لوگ وہ لوگ ہوں جو مجتہد نہ تھے ایسے لوگوں کا یہ کہنا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو چھوڑ کر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف ہو جاؤ ناجائز تھا لہٰذا وہی لوگ دوزخ کی طرف بلانے والے ہوں گے۔ (تطہیر الجنان واللسان عربی: فصل الثالث: ص:35)

چھٹا اعتراض

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر خروج کیا اور ان سے لڑے باوجودیکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ امام برحق تھے۔ باجماع حل وعقد اور افضل واعدل واعلم تھے، بنص حدیث حسن؛

وہ حدیث مبارکہ یہ ہے کہ

انا مدینة العلم و علی بابها ۔

(مستدرک: ذکر اسلام امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ ج:3، ص:137)

یہ حدیث بوجہ کثرت طرق کے حسن ہوگئی جو لوگ اس کو موضوع کہتے ہیں وہ بھی صحیح نہیں ہیں اور جو اس کو صحیح کہتے ہیں وہ بھی درست نہیں۔

ائمہ محدثین نے کہا ہے کہ
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی کے فضائل ومناقب اس قدر وارد نہیں ہوئے جس قدر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے وارد ہوئے۔

اوراس کا سبب یہ تھا کہ
حضرت علی رضی اللہ عنہ جب خلیفہ بنائے گئے تو ان کے دشمن بہت ہو گئے اور افتراء بازوں نے ان کے معائب اور مثالب بہت گھڑے اوران کے بعد والوں کو بھی یہ دشمنی میراث میں ملی۔ اس وجہ سے ائمہ محدثین نے اپنے اوپر لازم کرلیا کہ باطل کو رد کریں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل کی جس قدر احادیث ان کو پہنچی ہیں ان کا اعلان کریں۔ پس ہر شخص نے جس قدر احادیث فضائل ومناقب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس کے پاس تھیں بیان کرنا شروع کر دیں۔

جواب

اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا ہاں اگر وہ یہ کام بغیر کسی تاویل محتمل کے کرتے تو البتہ یہ اور بات ہوتی اور یہ کئی مرتبہ ثابت ہو چکا ہے کہ انہوں نے ایک تاویل محتمل کی بنا پر یہ کام کیا تھا۔ خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کلام سے یہ بات معلوم ہوتی ہے اور یہ بھی ثابت ہو چکا ہے کہ وہ مجتہد تھے۔

غایت یہ ہے کہ
وہ مجتہد مخطی تھے۔ بہر حال وہ مستحق ثواب ہیں نہ کہ گناہ گار۔ علاوہ اس کے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی تخصیص ایک صریح ناانصافی ہے کیونکہ وہ اس بات میں اکیلے نہیں بلکہ بہت بڑے بڑے صحابہ کرام وتابعین کرام رضی اللہ عنہم اس میں ان کے موافق ہیں جیسا کہ سیر وتواریخ سے معلوم ہوتا ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے وہ لوگ لڑ چکے تھے جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے زیادہ بلند مرتبہ تھے۔ مثل ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اوران کے ساتھ والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یہ سب لوگ واقعہ جمل میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لڑے حتیٰ کہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ واپس جا رہے تھے کہ اثنائے راہ میں قتل کر دیئے گئے۔

اور تاویل ان لوگوں کی یہ تھی کہ
حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وارثان حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قاتلان حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کرنے سے روک دیا تھا۔ یہی تاویل حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بھی تھی۔ پس جیسا کہ ان جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بوجہ اس تاویل کے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لڑنا جائز سمجھ لیا تھا۔ اسی طرح حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اوران کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی ان کا قتل جائز سمجھ لیا تھا اور باوجودیکہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لڑنا جائز سمجھتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف سے عذر خواہی کی بوجہ اس کے کہ ان کی تاویل قطعی البطلان نہ تھی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
ہمارے بھائیوں نے ہم سے بغاوت کی۔
اس کو ابن ابی شیبہ نے اپنی سند سے روایت کیا ہے۔
اس روایت کے الفاظ یہ ہیں۔
حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ جمل میں پوچھا گیا کہ
اہل جمل جو آپ رضی اللہ عنہ سے لڑے کیا مشرک ہیں؟
حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
شرک سے تو وہ بھاگتے تھے۔
پوچھا گیا:
پھر کیا منافق ہیں؟
ارشاد فرمایا:
منافق اللہ تعالیٰ کی بات بہت کم کرتے ہیں۔
پوچھا گیا۔
پھر وہ کیا ہیں؟
ارشاد فرمایا:
وہ ہمارے بھائی ہیں۔ انہوں نے ہم سے بغاوت کی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو اپنا بھائی کہا۔
(مسند ابن ابی شیبہ: ماذکر فی الخوارج: جز:15، ص:231)

اس سے معلوم ہوا کہ ان کا اسلام بلکہ کمال اسلام باقی ہے اور وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لڑنے میں معذور تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما سے بھی واقعہ جمل میں فرمایا تھا کہ تم مجھ سے بیعت کیوں نہیں کرتے۔
ان دونوں نے کہا:
ہم خون عثمان رضی اللہ عنہ کے طالب ہیں۔
حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا خون میرے پاس نہیں ہے۔
عبدالرزاق نے زہری سے روایت کیا ہے کہ
وہ کہتے ہیں کہ

جب فتنہ واقع ہوا تو اس کے بعد تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو بہت تھے اور ان میں اصحاب بدر بھی تھے۔ اس بات پر متفق ہو گئے کہ جس قدر خون ریزی بر بنائے تاویل قرآن ہوئی ہے وہ سب معاف ہے اور جس قدر مال کی ہلاکت بر بنائے تاویل قرآن ہوئی ہے اس کا ضمان نہیں ہے اور جس قدر شرم گاہیں بر بنائے تاویل قرآن حلال سمجھی گئیں ان میں حد نہیں ہے مگر اب جس قدر چیزیں موجود ہیں وہ ان کے مالکوں کو واپس کر دی جائیں۔

(تطہیر الجنان واللسان عربی: فصل الثالث: ص:36)

اور ابن ابی شیبہ اور سعید بن منصور نے اور بیہقی نے روایت کیا ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے واقعہ جمل میں اپنے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ

کسی بھاگنے والے کا پیچھا نہ کرو اور کسی زخمی پر حملہ نہ کرو جو اپنے ہتھیار ڈال دے وہ امن پالے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: فی مسیر عائشہ وعلی وطلحہ والزبیر رضی اللہ عنہم: جز:15، ص:262)

اور ایک روایت میں ہے کہ

انہوں نے یہ اعلان کروا دیا تھا کہ کسی بھاگنے والے کا پیچھا نہ کیا جائے اور کسی زخمی پر حملہ نہ کیا جائے اور کوئی قیدی چھوڑا نہ جائے اور جو شخص دروازہ بند کر دے اسے امن مل جائے گا اور جو شخص اپنا ہتھیار ڈال دے وہ امن پائے گا۔

اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ

کوئی سامنے آنے والا قتل نہ کیا جائے۔ ہاں اگر وہ حملہ کرے تو پھر اس کا قتل جائز ہے بشرطیکہ بغیر قتل کے اس کا دفعیہ ممکن نہ ہو اور کسی بھاگنے والے کا پیچھا نہ کیا جائے اور کوئی شرم گاہ حلال نہ سمجھی جائے اور کوئی دروازہ نہ کھولا جائے اور کسی کا مال حلال نہ سمجھا جائے۔

اور ابن منیع نے اور حرث بن ابی اسامہ اور بزار اور حاکم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ

انہوں نے کہا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ان لوگوں کی بابت جو اس امت کے باقی رہ گئے کیا ہے۔

میں نے کہا:

اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول خوب واقف ہیں۔

تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

یہ حکم ہے کہ زخمی پر حملہ نہ کیا جائے، قیدی قتل نہ کیا جائے، بھاگنے والے کا پیچھا نہ کیا جائے، غنیمت کو پوشیدہ نہ کیا جائے۔

(تطہیر الجنان واللسان عربی: فصل الثالث: ص:36)

امام احمد اور نسائی اور طبرانی اور بیہقی نے روایت کیا ہے کہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے خوارج حروریہ سے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لڑے تھے اور بہت سے اعتراضات انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر کیے تھے۔

منجملہ ایک اعتراض یہ تھا کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قیدیوں کو لونڈی غلام نہ بنایا اور مال غنیمت کو حاصل نہ کیا۔

یہ کہا کہ

کیا تم اپنی ماں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو لونڈی بناتے؟

واقعہ جمل میں وہی تو سردار تھیں اور جنگ انہیں کے حکم سے ہوئی تھی کیا تم ان کے ساتھ (معاذ اللہ) وہ باتیں کر سکتے تھے جو کسی اور عورت سے کر سکتے ہو۔ اگر تم ایسا کرو تو یقیناً کافر ہو جاؤ گے۔

اور اگر تم کہو کہ

وہ ہماری ماں نہ تھیں تب بھی یقیناً کافر ہو جاؤ گے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ (۳۳:۶)

ترجمہ:۔یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سب مسلمانوں کے ان کی جان سے زیادہ حق دار ہیں اور ان کی بیبیاں سب مسلمانوں کی مائیں ہیں۔

اب اس وقت تم دو گمراہیوں میں ہو پس ان میں سے جسے چاہو اختیار کر لو۔

(سنن النسائی الکبریٰ: ذکر مناظرہ عبداللہ بن عباس الحروریۃ رضی اللہ عنہما: ج:5، ص:165)

پس اے صاحب توفیق! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کو جو باغیوں کے بارے میں ہیں اور خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حکم کو باغیوں کی بابت غور کر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جو کچھ بیان کیا اس پر تفکر کر۔ تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ یہ بات بالکل صریح ہے۔ اس میں کسی قسم کی تاویل نہیں ہو سکتی کہ خوارج کے علاوہ جس قدر لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لڑے وہ سب مسلمان اور وہ اپنے مرتبہ کمال پر باقی تھے اور جس اجتہاد نے ان کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لڑنے پر راغب کیا اس میں وہ معذور تھے اور وہ لوگ اس اجتہاد میں خطا پر تھے اور اگر اس لڑائی کی وجہ سے ان پر کسی قسم کا گناہ یا ان کے مرتبہ میں کسی قسم کا نقص عائد ہوتا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ بعد لڑائی ختم ہونے کے ضرور ان پر عتاب کرتے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہوا بلکہ لڑائی کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کسی لڑنے والے سے کچھ تعرض نہیں کیا بلکہ ان سے نہایت حلم اور احسان اور صلح و منت کے ساتھ پیش آئے۔

اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی تعریف میں وہ حدیث مبارکہ صحیح ہے جو آئندہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حالات خوارج کے متعلق منقول ہوگی۔

اس حدیث مبارکہ میں یہ ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ

تم لوگوں کو قتل کرو گے اس حال میں کہ تم بہ نسبت ان کے حق سے زیادہ قریب ہو گے۔

اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا گروہ بھی حق سے قریب تھا۔ پس اب ان پر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لڑنے کے باعث کوئی ملامت نہ رہی۔ اگرچہ وہ لوگ باغی تھے بوجہ اس کے وہ مجتہد تھے اور تاویل کرتے تھے اور یہ روایت اس بات کو صاف ظاہر کر رہی ہے۔ علاوہ ازیں اس کے کہ عنقریب بیان ہوگا کہ جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے ترک خلافت کر دی تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے خوارج سے لڑنے کا بڑا اہتمام کیا۔ لہٰذا وہ بھی اس قول میں مخاطب ہو گئے کہ تم لوگوں کو قتل کرو گے۔ اس حال میں کہ تم حق کی طرف قریب تر ہو گے مگر یہ مرتبہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو بعد شہادت حضرت علی رضی اللہ عنہ اور معزولی امام حسن رضی اللہ عنہ کے حاصل ہوا اور کچھ شک نہیں کہ وہ اس وقت امام برحق ہو گئے۔

باقی رہا روافض کا یہ کہنا کہ

جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لڑا وہ کافر ہے۔ ہرگز قابل اعتبار نہیں کیونکہ یہ لوگ مثل چوپایوں کے ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں لہٰذا وہ ہرگز قابل خطاب اور لائق جواب نہیں کیونکہ یہ لوگ معاند اور حق کے مخالف ہیں بلکہ ان کے حق میں نافع قتل اور جلائے وطن ہے کسی دلیل سے ان کی تسکین ہی نہیں ہوتی ان کا ہدایت پانا محالات سے ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت ساری احادیث سے ثابت ہوا کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جماعت کے روبرو اپنے صاحبزادہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی تعریف فرمائی کہ میرا یہ بیٹا سردار ہے۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ سے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں صلح کرا دے گا۔

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ

یہ لوگ کمال اسلام پر قائم تھے اور جو کچھ ان سے خلاف صادر ہوا اس میں وہ معذور تھے۔ گو امام برحق حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں، جمل وصفین والے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محض اس وجہ سے لڑے تھے کہ

ان کا خیال یہ تھا کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قاتلان عثمان رضی اللہ عنہ سے قصاص نہیں لیا حالانکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس سے بری تھے باوجود اس کے پھر بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو معذور سمجھا۔ بوجہ اس کے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جانتے تھے کہ یہ لوگ

امام ہیں فقیہ ہیں۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمادیا تھا کہ

جب مجتہد سے اجتہاد میں غلطی نہ ہوتو اس کو دوگنا ثواب ملے گا۔

پس حضرت علی رضی اللہ عنہ مجتہد غیر خاطی تھے۔لہٰذا ان کو دوگنا بلکہ دس گنا ثواب ملے گا۔

جیسا کہ ایک روایت میں ہے کہ

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لڑنے والے مثل حضرت عائشہ اور حضرت طلحہ اور حضرت زبیر اور حضرت امیر معاویہ اور حضرت عمرو بن عاص اوران صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جو ان کے ہمراہ تھے جن میں اہل بدر بھی شامل تھے۔مجتہد خاطی تھے۔لہٰذا ان کو ایک ہی ثواب ملے گا۔وہ لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں باغی تھے مگر بغاوت کوئی مذمت نہیں ہے جیسا کہ اوپر کئی بار بیان ہوگیا ہے۔

پھر حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

میں نے باغیوں کے احکام حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لڑنے والوں کے حالات سے سیکھے۔

(الصحابۃ:ج:1،ص:87)

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ان لوگوں کو باغی کہا مگر یہ کوئی نقص نہیں ہے جیسا کہ تمہیں معلوم ہو چکا ہے کیونکہ وہ لوگ تاویل کرتے تھے۔

اس سبب سے کہ

وہ معذور تھے کیونکہ مجتہد دلیل کا پابند ہوتا ہے۔

جیسا کہ اوپر مبسوط طریقہ سے بیان ہوگیا ہے۔اس کی وجہ سے وہ مستحق ثواب سمجھے گئے۔گوخطا پر تھے اسی پر علماء معتبرین کا اجماع ہے۔

(تطہیر الجنان واللسان عربی:فصل الثالث:ص:37)

اعتراض

اگر تم یہ کہو کہ بہت ساری احادیث میں وارد ہوا ہے کہ

حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو گروہ باغی قتل کرے گا اور ان کے قتل کرنے والے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکر والے تھے پس اس سے معلوم ہوا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہی کے لشکر والے باغی تھے۔

جواب

ہم اس کا انکار نہیں کرتے جیسا کہ اوپر بیان ہوگیا ہے اور یہ بھی بیان کر چکے ہیں کہ وہ لوگ تاویل کرتے تھے اور جو باغی کہ

مجتہد ہوں اوران کی تاویل قطعی البطلان نہ ہووہ گناہ گارنہیں ہوتے بلکہ وہ مستحق ثواب ہوتے ہیں۔گوان کی تاویل فاسد ہو یہ بھی سابق بیان میں ہو چکا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے اس حدیث مبارکہ سے اپنے والد کے سامنے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس حدیث مبارکہ کی تاویل کی تھی

اور کہا تھا کہ

حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے قاتل وہی لوگ ہیں جو حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو یہاں لائے وہی لوگ ان کے قتل کا باعث ہوئے،انہوں نے قتل سے معنٰی مجازی مراد لئے۔ان کے نزدیک اس معنٰی مجازی کے قرائن قائم ہوں گے۔

پس یہ ایک ایسی تاویل ہے کہ

مجتہد اس کے ساتھ تمسک کرسکتا ہے اگر چہ حق یہی ہے کہ یہ حدیث مبارکہ بصراحت اس پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے قاتل وہی لوگ ہیں جو مرتکب ان کے قتل کے ہوئے۔حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی اس تاویل سے زیادہ قریب العقل حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی تاویل ہے۔

چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ

انہوں نے کہا:

حضرت عمار رضی اللہ عنہ کا قاتل دوزخ میں جائے گا۔

(ایثار الحق علی الخلق: فصل فی الفسق: ج:1،ص:412)

قاتل سے مراد وہ شخص ہے جس نے ارتکاب قتل کیا یا قتل میں اعانت کی ہو اور خاص قاتل اور معین قتل کے دوزخی ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ تمام گروہ ایسا ہی ہوا،ان میں باہم کھلا ہوا فرق ہے کیونکہ اور لوگ مجتہد تھے اور تاویل کرتے تھے اور قاتل اور معین قتل مجتہد نہ تھے لہٰذا ان کی تاویل قابل التفات نہیں ہے۔

یہ بھی بیان ہو چکا ہے کہ

دو شخص حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے قتل کے مدعی تھے اور دونوں باہم جھگڑا کررہے تھے۔حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث مبارکہ ان کے سامنے بیان کی تو ہر ایک نے ان کے قتل سے انکار کردیا۔

جب حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بوجہ اس کے کہ رفقائے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور زہاد و عباد میں سے تھے۔حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی تاویل اور اپنے والد کی تاویل قبول کرنے میں تامل کیا اور برملا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اور ان کے ساتھیوں کو باغی کہا۔

تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ

پھر تم کیوں ہمارے ساتھ ہو؟

انہوں نے کہا کہ
میں تمہارے ساتھ ہوں مگر لڑتا نہیں ہوں۔
(وجہ اس کی یہ ہے کہ ایک بار)
میرے والد محترم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میری شکایت کی تھی
تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا تھا کہ
تم اپنے والد کی اطاعت کرو جب تک وہ زندہ رہیں۔
پس ان کے حکم سے میں آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوں۔
اس کی پوری بحث گزر گئی ہے۔

جو شخص حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی دقت نظر کو بغور ملاحظہ کرے گا اس کو یہ بات معلوم ہو جائے گی کہ یہ افعال یہ لڑائیاں جوان لوگوں سے صادر ہوئیں بہت کچھ بحث و مباحثہ کے بعد ہوئیں اور اپنے نزدیک انہوں نے امر حق اختیار کیا۔ اسی وجہ سے ان تمام باتوں میں ائمہ مسلمین نے سلف سے خلف تک ان کو معذور سمجھا۔ خود حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی ان کو معذور سمجھا۔ پس اب کسی مسلمان کو ان دونوں گروہوں میں سے ایک پر طعن کرنے کی گنجائش نہ رہی۔ بلکہ ہر مسلمان پر ضروری ہو گیا کہ اس بات کا اعتقاد رکھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ امام برحق ہیں اور ان سے لڑنے والے باغی ہیں اور دونوں معذور ہیں۔ مستحق ثواب ہیں جو اس میں شک کرے وہ گمراہ ہے جاہل ہے یا معاند ہے لہٰذا اس کی طرف التفات نہ کیا جائے اور نہ اس کا اعتبار کیا جائے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا معذور ہونا اس سے بھی ظاہر ہے کہ
خود انہوں نے یہ حدیث مبارکہ روایت کی ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
ہر گناہ کی بابت امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے بخش دے، سوا اس گناہ کے کہ آدمی بحالت کفر مر جائے یا کسی مومن کو عمداً قتل کر دے۔

(مستدرک: کتاب الحدود: جز:4، ص:391)

لہٰذا باوجود اس حدیث مبارکہ سے واقف ہونے کے اگر وہ یہ نہ سمجھتے کہ جن مسلمانوں کو قتل کر رہا ہے حق پر قتل کر رہا ہے تو یقیناً وہ ان کو قتل نہ کرتے۔ ایک شخص خود ہی ایک حدیث روایت کرے اور پھر خود ہی اس کے خلاف کام کرے، سوا جاہل مغرور کے یہ کام اور کس سے ہو گا اور حاشا ثم حاشا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب وحی جن کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی کہ وہ ہدایت یافتہ ہیں اور ہدایت کرنے والے ہیں

اور اللہ تعالیٰ ان کو حساب و کتاب کی تعلیم کرے اور ان کو عذاب سے بچائے۔

اور وہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جن کے عالم وفقیہ ومجتہد ہونے پر اتفاق ہے ایسے جاہل مغرور ہوں۔

(تطہیر الجنان واللسان عربی،فصل الثالث،ص:38)

اعتراض

اگر تم یہ کہو کہ یہ حدیث مبارکہ تو معتزلہ اور خوارج کی دلیل ہے کہ گناہ کبیرہ معاف نہیں ہوتے اگر کوئی شخص گناہ کبیرہ کا ارتکاب کر کے بغیر توبہ کیے ہوئے مرجائے تو وہ ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔

جواب

تو میں جواب دوں گا کہ اس حدیث مبارکہ میں ان کے لئے کوئی دلیل نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

یعنی جو شخص کسی مسلمان کو عمداً قتل کرے اس کی سزا جہنم ہے وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہے گا۔

لہٰذا جس طرح آیت کا مطلب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ جو شخص قتل مومن کو جائز سمجھے اس کی یہ سزا ہے بدلیل اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمادیا ہے کہ شرک کے سوا اور جس گناہ کو اللہ تعالیٰ چاہے بخش دے۔

نیز ارشاد فرمایا کہ

اللہ تعالیٰ بخش دیتا ہے سب گناہوں کو۔

پس اسی طرح اس حدیث میں بھی تاویل کی جائے گی۔

اس مقام پر بہت سے گمراہ فرقے جو اس بات کے قائل ہیں کہ مرتکب کبیرہ اگر بغیر توبہ کئے مرجائے تو ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہتا ہے گمراہ ہو گئے ہیں اور وہ معتزلہ اور خوارج ہیں۔

ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ

جو مومن بحالت فسق مرا خوارج کہتے ہیں کہ وہ کافر۔

اور معتزلہ کہتے ہیں کہ

وہ نہ مومن ہے اور نہ کافر ہے۔

اور فرقہ مرجیہ اس بات کا قائل ہے کہ

ایمان کے ساتھ کوئی گناہ ضرر نہیں پہنچاتا جس طرح کفر کے ساتھ کوئی عبادت نفع نہیں دیتی۔

اس فرقہ کا تمسک اس آیت سے ہے۔

یعنی اللہ تعالیٰ سب گناہوں کو بخش دیتا ہے۔

مگراس آیت سے ان کا تمسک صحیح نہیں کیونکہ دوسری آیتوں سے اس آیت کے مطلب کی توضیح ہوگئی ہے۔ احادیث مبارکہ سے بلکہ اجماع سے جو تواتر معنوی کی حد تک پہنچ گیا ہے۔

یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ

اس امت کے کچھ گناہ گار دوزخ میں ضرور داخل ہوں گے پھر ان کے لئے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت ہوگی اور وہ دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کئے جائیں گے۔

(تطہیر الجنان واللسان عربی: فصل الثالث: ص:39)

ساتواں اعتراض

متعدد راویوں کے طریق سے روایت ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناکثین، قاسطین اور مارقین سے لڑنے کی وصیت کی تھی اور یہ تینوں وصف حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں میں موجود تھے اور یہ بات حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے سخت نقص ہے۔

جواب

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث مبارکہ واقعہ صفین کے پہلے فائدہ میں مذکور ہوگی اور وہاں بیان کیا جائے گا کہ یہ حدیث ضعیف ہے اگر صحیح بھی ہو تو اس کی تاویل کی جائے گی لہٰذا اس مقام کو دیکھو۔

یہاں قابل غور ایک بات یہ ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما اور ان کے ساتھیوں سے لڑے، جن میں بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے اور خوارج سے بھی لڑے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے بھی لڑے۔ لہٰذا اس حدیث مبارکہ کو صرف حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر محمول کرنا سخت ناانصافی ہے بلکہ جس قدر لوگوں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ لڑے سب پر یہ حدیث مبارکہ محمول ہوسکتی ہے اور ان الفاظ کی تاویل ممکن ہے۔ چنانچہ میں اسی فائدہ کے شروع میں بیان کروں گا۔ اس کو غور کرنا اور خیال میں رکھنا کیونکہ وہ ایک عمدہ بات ہے۔

(تطہیر الجنان واللسان عربی: فصل الثالث: ص:39)

تنبیہ

اہل سنت کی ایک عمدہ دلیل اس موقع پر یہ ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو اپنے مخالفین یعنی اہل جمل وخوارج واہل صفین سے قتال کیا باوجود یکہ ان کی تعداد بہت زیادہ تھی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور ان لوگوں سے جنہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ کیا تھا نہ لڑے حالانکہ ان

لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مشورہ بھی نہ لیا تھا۔ باوجودیکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی اور داماد تھے اور شجاع اور عالم اور صاحب مناقب تھے۔ اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی نہ لڑے۔ ان کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خلیفہ کیا تھا۔ نیز اہل شوریٰ خاص کر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے بھی نہ لڑے۔ جنہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خلیفہ نامزد کیا تھا۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس کوئی یقینی کیا معنٰی ظنی روایت بھی اس قسم کی نہ تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو صراحۃً یا اشارۃً خلیفہ کر دیا تھا ورنہ کسی مسلمان کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ سکوت جس پر ایسے مفاسد مرتب ہوئے کہ اب ان کا تدارک نہیں ہوسکتا جائز نہ ہوگا کیونکہ جب وہ خلیفہ منصوص تھے باوجود اس کے انہوں نے دوسرے کو خلیفہ ہو جانے کا موقع دیا حالانکہ اس کی خلافت باطل تھی اور اس کے تمام احکام باطل تھے تو اس کا گناہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر ہوگا۔

شیعوں کا خیال ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ اس وجہ سے خاموش تھے کہ وہ بالکل مغلوب تھے۔ یہ باطل ہے اس لئے کہ وہ زبان سے ضرور امر حق کو ظاہر کر سکتے تھے اور اس گناہ سے بری الذمہ ہو سکتے تھے اگر وہ کہہ دیتے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خلیفہ کر دیا ہے اگر تم لوگ خلافت میرے حوالہ کرو تو بہتر ورنہ میں صبر کروں گا یقیناً کوئی صحابی ان کو ملامت نہ کرتا اگر چہ وہ سب سے کمزور ہی کیوں نہ رہے ہوں مگر جبکہ انہوں نے ایسا نہ کہا تو ان کا یہ سکوت اس بات کو صاف ظاہر کر رہا ہے کہ ان کو نہ کوئی حکم خلافت کا ملا تھا نہ خلافت کے کسی کام کے متعلق ان کو وصیت ہوئی تھی۔ پس ان کے مغلوب ہونے کا دعویٰ باطل ہو گیا۔ یہ دعویٰ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مغلوبیت کا اس سے بھی باطل ہوتا ہے کہ اگر ان کے پاس اس کے متعلق کوئی حکم ہوتا اور وہ طلب خلافت کے لئے اٹھ کھڑے ہوتے تو ان کے مقابلے میں کوئی شخص نہ ٹھہرتا بلکہ وہ تنہا یا اپنی قوم بنی ہاشم کے ساتھ مل کر جن کی تعداد اور شجاعت بہت بڑھی ہوئی تھی اپنا حق لے لینے پر اور جو شخص ان سے مزاحمت کرے اس کے قتل کرنے پر خواہ وہ کوئی ہو قادر تھے۔ خاص طور پر اس حالت میں کہ ابوسفیان رضی اللہ عنہ رئیس قریش نے ان سے کہا تھا کہ اگر تم چاہو تو میں مدینہ کو سوار اور پیادوں سے بھر دوں۔ مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بہت سختی سے انکار کیا۔

بعض اکابر روافض جو اس بات کے قائل تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلافت کی وصیت تھی اور یہ وصیت حضرت علی رضی اللہ عنہ کو معلوم بھی تھی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو اپنے لیے حصول خلافت کی کوشش نہ کی اس میں کوئی بھی عذر ان کے پاس نہ تھا لہٰذا وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تکفیر کے قائل ہو گئے۔ "**معاذ اللہ منہ**"

وہ کہتے ہیں کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے باوجود قدرت کے حق کو ترک کر دیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ

مجھے خلافت کی وصیت کی گئی ہے۔

اس سے تمہیں معلوم ہوسکتا ہے کہ شیعوں کے افتراء و بہتان کی کیا حالت ہے۔

وہ جو کہتے ہیں کہ

یہ وصیت احادیث مبارکہ میں مروی ہے۔ یہ سب زور و بہتان ہے اپنے عقائد باطلہ کی ترویج کے لئے ان لوگوں نے گھڑ لیا ہے۔ لہٰذا ایسی احادیث مبارکہ کی نہ روایت جائز ہے نہ سننا درست ہے ہاں بہت سی روایتوں میں ایسے مضامین وارد ہوئے ہیں جو حضرت ابوبکر و حضرت عمر و حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کی خلافت کی صحت پر دال ہیں حتیٰ کہ اس قسم کی احادیث مبارکہ خود حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی روایت ہیں۔ من جملہ ان کی وہ حدیث مبارکہ ہے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سند صحیح کے ساتھ روایت ہے۔

انہوں نے جنگ جمل میں فرمایا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خلافت کے بارے میں کوئی حکم ہم کو نہیں دیا کہ ہم اس پر عمل کرتے بلکہ یہ ہمارا اجتہاد تھا اور اسی اجتہاد سے لوگ خلیفہ بنائے اور انہوں نے بہت ٹھیک کام کئے۔

اور ایک روایت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنائے گئے اور انہوں نے موافق سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کام کئے اور انہیں کی روش پر چلتے رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو وفات عطا فرمائی۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنائے گئے اور انہوں نے بھی ویسے ہی کام کئے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کیا کرتے تھے اور انہیں کی روش پر چلتے رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو وفات عطا فرمائی۔

اور ایک دوسری روایت میں ہے جو بہت سندوں سے روایت ہے اور ان میں ایک سند صحیح ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔

یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کون شخص خلیفہ بنایا جائے گا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اگر تم لوگ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بناؤ گے تو انہیں تم امین اور دنیا کی طرف سے بے رغبت اور آخرت کا طالب پاؤ گے اور اگر تم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بناؤ گے تو تم انہیں قوی اور امین پاؤ گے۔ راہ خدا عزوجل میں ان کو کسی ملامت کرنے والے کی ملامت اثر نہ کرے گی اور اگر تم علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بناؤ گے مگر میرا خیال نہیں ہے کہ تم ان کو خلیفہ بناؤ تو ان کو ہدایت کرنے والا اور ہدایت یافتہ پاؤ گے۔ وہ تم کو راہ راست پر چلائیں گے۔

(تطہیر الجنان واللسان عربی: فصل الثالث: ص:40)

لہٰذا اس حدیث مبارکہ کو غور سے دیکھو اس سے تم کو معلوم ہو جائے گا کہ جس ترتیب خلافت پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اتفاق کیا ہے وہ حق تھی اور جو شخص ان خلافتوں کے حق ہونے میں تامل کرے چہ جائیکہ ان پر طعن کرنا تو اس سبب سے محض اس کا فریب وعناد ہے۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ

میں نہیں خیال کرتا کہ تم حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بناؤ۔

اور اس پر اعتراض نہ کرنا، صریح اجازت اس بات کی ہے کہ جس بات پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجتہاد متفق ہو جائے۔ اسی پر عمل کرنا چاہیے۔ علاوہ اس کے زمانہ مرض وفات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امام نماز کر دینا روشن دلیل ان کی خلافت کی ہے۔ جیسا کہ خود حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اکثر روایات میں اس واقعہ سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تقدیم خلافت اور افضیلت پر استدلال کیا ہے۔ اس لئے بہت سے علماء نے دعویٰ کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت منصوص ہے۔

نیز ایک ضعیف روایت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خلیفہ نہ کرنے میں اپنا یہ عذر بیان فرمایا کہ اگر میں کسی خاص شخص کو خلیفہ کر دوں اور لوگ اس کی اطاعت نہ کریں گے تو ان پر عذاب نازل ہو جائے گا۔

اور ایک روایت سند صحیح کے ساتھ روایت ہے کہ صرف اس کے ایک راوی کے نام کا معلوم نہیں ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مسجد نبوی کی بنیاد ڈالی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پتھر اٹھا کر رکھ دیا پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ایک پتھر لا کر رکھا۔

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک پتھر لا کر رکھا۔

پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ایک پتھر لا کر رکھا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی وجہ پوچھی گئی۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میرے بعد خلافت اسی طرح ہوگی۔

(تطہیر الجنان واللسان عربی: فصل الثالث: ص: 41)

اور ایک صحیح روایت میں ہے کہ

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی شریف کی بنیاد ڈالی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پتھر بنیاد پر رکھا اور ارشاد فرمایا:

میرے پتھر کے برابر ابوبکر رضی اللہ عنہ ایک پتھر رکھ دیں۔
پھر ان کے برابر عمر رضی اللہ عنہ ایک پتھر رکھ دیں۔
پھر ان کے پتھر کے برابر عثمان غنی رضی اللہ عنہ پتھر رکھ دیں۔
اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
یہی لوگ میرے بعد خلیفہ ہوں گے۔
(معجم الکبیر: جریر بن عبداللہ البجلی یکنی ابا عبد: ج:2، ص:339)
ایک اور روایت میں آیا ہے جس کی بعض اسناد موضوع اور بعض اسناد صحیح ہیں کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک باغ میں تشریف لے گئے اور ایک شخص کو دروازہ پر معین کر دیا۔
اتنے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور انہوں نے دروازہ کھٹکھٹایا۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اے انس (رضی اللہ عنہ) دروازہ کھولو اور ان کو جنت کی اور میرے بعد خلافت کی بشارت دو۔
حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اسی طرح ہی کیا۔
اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے دروازہ کھٹکھٹایا۔
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے بھی ایسا ہی فرمایا۔
اور ارشاد فرمایا کہ
ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے بعد خلافت کی بشارت ان کو دو۔
پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آئے ان کے لئے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی فرمایا۔
اور ارشاد فرمایا:
عمر (رضی اللہ عنہ) کے بعد خلافت کی بشارت ان کو دو اور خبر دو کہ وہ قتل کئے جائیں گے۔
(مسند ابی یعلی: المختار بن فلفل عن انس ج:7، ص:45)
اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سند صحیح کے ساتھ روایت ہے کہ
وہ کہتے تھے کہ
ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کہا کرتے تھے کہ
حضرت ابوبکر، حضرت عمر و حضرت عثمان رضی اللہ عنہم یہ تینوں خلیفہ ہوں گے۔
اور ایک روایت میں ہے۔

لوگوں نے پوچھا:

سب سے زیادہ خلافت کا حق دار کون ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ابوبکر (رضی اللہ عنہ)

لوگوں نے پوچھا:

پھر کون؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

عمر (رضی اللہ عنہ)

لوگوں نے پوچھا:

پھر کون؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

عثمان (رضی اللہ عنہ)

(تطہیر الجنان واللسان عربی: فصل الثالث: ص:41)

مگر اس روایت کی سند میں ایک راوی کذاب ہے لہٰذا یہ حدیث قابل استدلال نہیں ہے۔

اور ایک روایت میں بواسطہ واقدی کے منقول ہے مگر حافظ ہیثمی نے کہا ہے کہ

اس کی سند میں بھی ایک راوی ایسا ہے جس کو میں نہیں جانتا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حراش بن امیہ سے کچھ وعدہ کیا۔

حراش نے عرض کیا کہ

اگر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ پاؤں۔

مراد ان کی یہ تھی کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری پردہ ہو جائے۔

تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے پاس جانا۔

انہوں نے پوچھا:

اگر ان کو بھی نہ پاؤں۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
عمر (رضی اللہ عنہ) کے پاس جانا۔
انہوں نے پوچھا کہ
اگر ان کو بھی نہ پاؤں۔
تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
عثمان (رضی اللہ عنہ) کے پاس جانا۔
اور انہوں نے پوچھا کہ
اگر ان کو بھی نہ پاؤں تو
پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت فرمایا۔
انہوں نے اپنے دل میں کہا کہ
یہ فضل خدا کا ہے کہ جسے چاہتا ہے دیتا ہے۔
(تطہیر الجنان واللسان عربی: فصل الثالث: ص: 41)
اور ایک روایت میں ہے مگر حافظ مذکور نے ان کی بابت بھی کہا ہے کہ
اس کی سند میں بھی ایک راوی ایسا ہے کہ میں اسے نہیں جانتا کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد قبا کے سامنے اپنی لاٹھی سے ایک خط کھینچا۔ بعد اس کے اس پر ایک پتھر رکھ دیا
پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ
تم اس کے پہلو میں ایک پتھر رکھ دو
پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا
پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ
اس کے پہلو میں ایک پتھر رکھ دو۔
اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور لوگوں کو اشارہ کیا کہ
ہر شخص اپنا پتھر جہاں چاہے اس خط پر رکھ دے۔
(تطہیر الجنان واللسان عربی: فصل الثالث: ص: 41)
ایک اور صحیح روایت میں آیا ہے کہ
ایک شخص نے اپنا خواب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا کہ

گویا ایک ترازو آسمان سے اتری ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ اس میں تولے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پلہ بھاری رہا۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ تولے گئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا پلہ بھاری رہا۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ تولے گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا پلہ بھاری رہا۔ بعد اس کے وہ ترازو اٹھالی گئی۔

تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

یہ خلافت نبوت ہے اس کے بعد اللہ تعالیٰ جسے چاہے گا بادشاہت دے گا۔

(سنن ابی داؤد: فی الخلفاء: جز: 12، ص: 240)

نیز ایک روایت میں آیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میرے بعد بارہ خلیفہ ہوں گے۔ ان میں سے ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں وہ میرے بعد تھوڑے ہی دن رہیں گے اور عمر رضی اللہ عنہ ہیں وہ عمدہ زندگی پائیں گے اور شہید ہو کر مریں گے۔

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے عثمان رضی اللہ عنہ! اگر اللہ تعالیٰ تم کو کوئی لباس عنایت کرے اور لوگ تم سے اس لباس کو اتارنا چاہیں تو تم ہرگز نہ اتارنا۔

اللہ تعالیٰ کی قسم!

اگر تم اتار دو گے تو جنت کو کبھی نہ دیکھو گے حتیٰ کہ اونٹ سوئی کے ناکے سے نکل جائے۔

(معجم الاوسط، من اسمہ مطلب: جز: 8، ص: 319)

ایک اور ضعیف روایت میں ہے جس کی ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے توثیق کی ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یعنی جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کسی زوجہ سے پوشیدہ طور پر کوئی بات کہی۔

کی تفسیر میں روایت ہے کہ

وہ بات یہ تھی کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا ہے کہ

میرے بعد خلیفہ ہوں گے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوں گے۔

اور ایک ضعیف روایت میں ہے کہ

ایک اعرابی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ

میں اپنی زکوٰۃ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کس کو دوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ابو بکر (رضی اللہ عنہ) کو۔

اس نے پوچھا:

پھر کس کو؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

عمر (رضی اللہ عنہ) کو۔

اس نے پوچھا:

پھر کس کو؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

عثمان (رضی اللہ عنہ) کو۔

اس نے پوچھا:

پھر کس کو؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

پھر اپنی رائے سے کسی کو تجویز کر لینا۔

(معجم الاوسط: باب جزء:7، ج:7، ص:83)

اور ایک روایت میں ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چند کنکریاں ہاتھ میں لیں وہ کنکریاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں تسبیح کرنے لگیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ کنکریاں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں دیں تو وہ کنکریاں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں بھی تسبیح کرنے لگیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ کنکریاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں دیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں بھی وہ کنکریاں تسبیح کرنے لگیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ کنکریاں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں دیں ان کے ہاتھ میں بھی ان کنکریوں نے تسبیح پڑھنی شروع کر دی پھر وہ کنکریاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں دیں ان کے ہاتھ میں جا کر وہ کنکریاں خاموش ہو گئیں۔

(معجم الاوسط: من اسمہ علی: ج:4، ص:245)

زہری سے روایت ہے کہ

یہ واقعہ خلافت کی طرف اشارہ ہے۔

اور سند صحیح کے ساتھ روایت ہے کہ

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی وفات اچانک ہوگئی ایک چادر ان کے جسم پر ڈال دی گئی تھی۔ لوگوں نے مغرب و عشاء کے درمیان میں ایک آواز چادر کے پیچھے سے سنی جس کو لوگوں نے کچھ سمجھا نہیں۔

اس کے بعد ان کے منہ اور سینہ سے یہ آواز آئی کہ

محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔

اس کے بعد انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف بیان کی۔

پھر آواز آئی کہ

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ہیں اور ان کی مدح کی۔

پھر آواز آئی کہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ امیر المومنین ہیں اور ان کی مدح کی۔

اس کے بعد آواز آئی کہ

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ امیر المومنین ہیں اور ان کی مدح کی۔

اور ہر بار ان کی زبان سے آواز آتی تھی کہ

سچ کہا۔

(معجم الکبیر: زید بن خارجۃ الانصاری: من بنی حارثہ بن: جز:5، ص:215)

اور ایک ایسی سند سے جس کی نسبت حافظ مذکور نے کہا ہے کہ

اس کے بعض راویوں کو میں نہیں جانتا۔

روایت ہے کہ

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ

یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امام کر دیا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں نے ان کو امام نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو امام کیا ہے۔

(معجم الاوسط: باب من اسمہ ابراہیم: جز:3، ص:177)

اور ایک اسی طرح کی سند سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میرے پاس ایک دوات اور شانے کی ہڈی لائیں ایک تحریر لکھ دوں کہ اس کے بعد پھر تم کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری طرف سے پیٹھ پھیر لی۔ اس کے بعد پھر ہماری طرف متوجہ ہوئے۔

اور ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ اور مسلمان سوائے ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے اور کسی سے راضی نہ ہوں گے۔

(مستدرک: ذکر مناقب عبدالرحمٰن بن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ: ج:3، ص:542)

اور ایک ضعیف سند کے ساتھ آیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار انصار میں صلح کرا کر لوٹے

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ملاحظہ فرمایا کہ

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ لوگوں کو نماز پڑھا رہے ہیں۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان کے پیچھے نماز پڑھ لی۔

(تطہیر الجنان واللسان عربی: فصل الثالث: ص:41)

اور ایک صحیح مگر منقطع روایت میں آیا ہے کہ

کسی نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفۃ اللہ کہا

تو انہوں نے فرمایا:

میں خلیفۃ اللہ نہیں ہوں خلیفۃ الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں اور میں اسی لقب سے خوش ہوں۔

سند صحیح کے ساتھ آیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ

اللہ عزوجل تم کو ایک لباس (یعنی لباس خلافت) پہنانے والا ہے پس اگر منافق لوگ تم سے وہ لباس اتروانا چاہیں تو تم نہ اتارنا یہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ یا تین مرتبہ ارشاد فرمایا۔

(مستدرک: فضائل امیر المومنین ذی النورین عثمان رضی اللہ عنہ: ج:3، ص:106)

اور سند منقطع سے روایت ہے کہ

حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا۔

آپ لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو چھوڑ کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

تو انہوں نے کہا:

سب سے پہلے ہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیعت کرنی چاہی تھی مگران سے ہم نے یہ شرط کی کہ کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور سیرت حضرت ابوبکر وحضرت عمر رضی اللہ عنہما پر چلنا۔

تو انہوں نے کہا:

ہاں جہاں تک مجھ سے ہو سکے گا۔

اس کے بعد ہم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے یہ شرط پیش کی تو انہوں نے بغیر شرط کے اس کو منظور کر لیا لہٰذا انہیں کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی۔

(مسند احمد: مسند عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ: ج:2: ص:31)

اور سند حسن سے روایت ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک بار مدینہ منورہ سے باہر بیمار ہو گئے تو لوگوں نے ان کو مشورہ دیا کہ مدینہ چلے جائیں ایسا نہ ہو کہ آپ رضی اللہ عنہ انتقال فرما جائیں اور نعش مدینہ منورہ لے جانا دقت ہو۔

تو انہوں نے فرمایا کہ

مجھ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تم جب تک خلیفہ نہ ہو گے تو نہ مرو گے۔ پھر تمہاری یہ داڑھی خون میں رنگی ہو گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور ان کو لعین عبدالرحمان بن ملجم خارجی نے شہید کیا۔

(تطہیر الجنان واللسان عربی: فصل الثالث: ص:42)

سند صحیح کے ساتھ روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار ارشاد فرمایا:

مجھے اپنی موت کی خبر دی گئی ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ

کہ کسی کو خلیفہ مقرر فرما دیجئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کس کو۔

انہوں نے کہا:

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت فرمایا۔

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہا۔
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت فرمایا۔
پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہا۔
تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم اٹھا کر ارشاد فرمایا کہ
اگر لوگ علی رضی اللہ عنہ کی اطاعت کریں تو سب کے سب جنت میں داخل ہو جائیں گے۔
(معجم الکبیر: عبداللہ بن مسعود الھذلی یکنی اباعبد: جز:10، ص:67)

آٹھواں اعتراض

روایت ہے کہ
شداد بن اوس رضی اللہ عنہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ اس وقت حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ ان کے پاس انہیں کے فرش پر بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ ان دونوں کے درمیان جا کر بیٹھ گئے اور کہا کہ
آپ (رضی اللہ عنہما) جانتے ہیں کہ میں آپ (رضی اللہ عنہما) کے درمیان کیوں بیٹھ گیا وجہ اس کی یہ ہے کہ
میں نے سنا ہے کہ
آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے تھے کہ
جب تم حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کو ایک جگہ دیکھو تو ان کے درمیان میں فرق کر دو کیونکہ وہ دونوں غدر ہی کے لئے یکجا ہوں گے لہذا میں نے چاہا کہ آپ (رضی اللہ عنہما) کے درمیان تفریق کر دوں۔
(معجم الکبیر: شداد بن اوس الانصاری یکنی اباعبد: جز:7، ص:289)
اس روایت سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی انتہاء درجے کی برائی ثابت ہوتی ہے۔

جواب

اس کا پہلا جواب تو یہ ہے کہ
حدیث پایہ ثبوت کو نہیں پہنچی کیونکہ حافظ ہیثمی نے اس کی بابت کہا ہے کہ اس کی سند میں بعض راویوں کو میں نہیں جانتا۔
دوسرا جواب یہ ہے کہ
حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ چونکہ عقلائے عرب میں سے تھے پس اگر بالفرض یہ حدیث صحیح بھی ہو تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود یہ ہوگا کہ یہ دونوں ایک جگہ جمع نہ ہونے پائیں ورنہ ان کا اجتماع کبھی کسی امر دنیوی کے لئے ہو جائے گا جس میں دوسروں کو ضرر پہنچے گا یہی مطلب لفظ غدر سے ظاہر ہوتا ہے۔ اس سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی کوئی برائی اس اجتہاد کے متعلق جو انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لڑنے میں کیا تھا نہیں نکلتی ہے۔

اس تاویل کی وجہ یہ ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ دونوں کی تعریف ثابت ہے (نہ کہ برائی ثابت ہے)
(تطہیر الجنان واللسان: فصل الثالث: ص:43)

خاتمۃ الکتاب

ہم اللہ تعالیٰ سے حسن خاتمہ کا سوال کرتے ہیں۔ یہ خاتمہ چند امور کئی متفرق فوائد کے بارے میں ہے جن میں سے اکثر کا تعلق ہمارے مقصود سے ہے اوران کو یہاں ذکر کرنے پر ابھارنے والی چیز یہی ہے کہ جس طرح ہم نے اس کتاب میں اس کا ذکر کیا اس طرح کسی مشہور اور غیر مشہور کتاب میں اس کا تذکرہ موجود نہیں اور وہ سارے ملتقط ہیں جیسا کہ ان میں سے اکثر حصہ جس کو میں نے کتب غیر مشہورہ سے ذکر کیا۔ لیکن وہ بہت جلیل القدر اور اہم تھے ان کو جمع کرنے والوں کے کمال کی وجہ سے اور ان کے مؤلفین سنت کے حفاظ تھے اور ایسے لوگ تھے کہ حدیث مبارکہ کی تصحیح، حسن اور ضعف میں ان کی طرف رجوع کیا جاتا تھا اور اسی طرح حدیث میں علل کے بیان اور اسی طرح دوسرے مسائل میں بھی ان کی طرف رجوع کیا جاتا تھا۔ وہ مسائل جن کو محدثین اور ائمہ فقہاء و مجتہدین ہی جانتے تھے اور ماقبل میں جو کچھ گزرا اس کا محض بے فائدہ تکرار نہیں کیا گیا بلکہ دوسری مرتبہ اس کا ذکر کسی ایسی غرض کے پیش نظر کیا گیا جس کا ذکر اس سے پہلے نہ ہوا تھا کہ کبھی تو غور وفکر کرنے والا شخص اس کو سیاق وسباق سے جان لیتا ہے اور کبھی خارجی معنٰی سے۔ پس غور وفکر کرنے سے پہلے کسی چیز کا انکار نہ کرنا، علاوہ ازیں کہ اس جیسی کتب میں تکرار میں کوئی عیب نہیں سمجھا جاتا اور عیب فقط انہی کتابوں میں سمجھا جاتا ہے جن میں مقصود ہی اختصار ہو۔

ان امور میں سے ایک تو یہ ہے کہ

ان سابقہ اور لاحقہ مباحث کا ذکر کرنا یہ اس کے منافی نہیں جو ائمہ اصول اور دیگر نے اس بات پر اتفاق فرمایا تھا کہ مشاجرت صحابہ کرام علیہم الرضوان میں زبان کو خاموش رکھا جائے جیسا کہ اس کے معنٰی میں بہت کامل وضاحت کے ساتھ گزر چکا، پس اس کی طرف رجوع کرو۔ پس بے شک وہ بہت ہی زیادہ اہم ہے اور یہی جواب دیا جاتا ہے حافظ ہیثمی کے قول کا۔

جوانہوں نے کہا کہ

کاش امام احمد بن حنبل اور ان کے علاوہ اسلام کے محافظین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان ہونے والے معاملات کو ذکر فرما دیتے اور اپنی کتاب میں تخریج ساتھ اس کے کہ یہ حفاظ اسلام بھی ہیں جس کو میں نے ذکر کیا اور جو میں نے پیچھے ان کی شان میں امساک کا معنٰی ذکر کیا تھا اس سے تو نے جان لیا ہوگا کہ عدم امساک یا تو واجب ہوگا اور عوام اس کے ساتھ بہت زیادہ شیفتہ ہے اور بعض محدثین سے جو تالیفات صادر ہوئی ہیں جیسا کہ ابن قتیبہ اس کی جلالت قاضیہ کے باوجود انہیں ان ظواہر کو ذکر نہیں کرنا چاہیئے تھا اگر وہ انکار کریں اور ذکر بھی کرنا چاہیں تو اس طرح اسے اہل سنت کے قواعد پر ذکر کرتے تا کہ کوئی بدعتی اور

دین سے نا آشنا شخص اس سے دلیل نہ بنا سکتا کیونکہ انہوں نے اپنی تالیفات میں صحیح اور غیر صحیح سب کچھ ذکر کر دیا اور اسے اپنے ظاہر پر رکھا تو علمائے اہلسنّت کے علاوہ جس کو علوم میں کمال دسترس حاصل نہ تھی تو اسے بہت نقصان ہوا کیونکہ اس نے ان کے ظاہر پر ہی عقیدہ رکھ لیا اور اس کا ظاہر اتنا خطرناک تھا کہ اس سے کثیر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر نقص کرنا اور اس کے علاوہ وہ ایسے اثرات مرتب ہوئے جو کمال ایمان کے مخل تھے اور اس کے ساتھ سرکشی اور بہتان میں انتہاء کو پہنچ جانے کو ثابت کرتے تھے ان پچھلے امور میں سے یہ بھی ہے کہ

تیرے دل میں کسی صحابی کے بارے میں کسی قسم کا کوئی غم وغصہ نہ رہے گا اور متعینہ صورت یہی ہوگی کہ صحابی میں جو صفت پاکیزگی، عدل وانصاف اور ان میں سے بعض کا بعض دوسروں کے لئے انتہاءِ تعظیم کرنے میں غور وفکر کرے گا اگرچہ ان کے آپس میں جو بھی معاملات ہوئے تو ان میں وہ یوں ہیں کہ

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا ...... الخ (الحجر: 47)

اور ہم نے ان کے سینوں میں سے جو کچھ کینے تھے سب کھینچ لیے آپس میں بھائی ہیں تختوں پر روبرو بیٹھے۔

اور اس کی دلیل وہ ہے جو ثابت ہے کہ

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے مابین کچھ معاملہ تھا تو ایک شخص نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے بارے میں کچھ غلط کہنا چاہا۔

تو آپ رضی اللہ عنہ نے فوراً کہا:

فوراً چپ ہو جا۔ ہمارے درمیان جو بھی معاملہ ہے وہ ہمارے دین تک نہیں ہے۔

(تطہیر الجنان واللسان عربی خاتمہ: ص: 44)

اسی میں ایک وہ بھی ہے جسے حافظ المنذ کور الہیثمی نے نقل کیا اور سند کے بارے میں کہا کہ میں نہیں جانتا کہ کیسی ہے۔

روایت میں یوں ہے کہ

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے سر کے پاس جا کر کھڑے ہوگئے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خبر دی پس وہ بیٹھ گئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا کہ

آپ رضی اللہ عنہ نے فلاں کی زمین خریدی حالانکہ اس کے پانی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقف کا حصہ بھی تھا۔

ان دونوں حضرات کے درمیان اچھا خاصہ کلام ہونے لگا۔ پس حضرت عباس رضی اللہ عنہ ان دونوں کے پاس آئے۔

اور دیکھا کہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ پر درہ بلند کیے ہوئے ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ان پر عصا اٹھائے ہوئے ہیں۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ ان کو خاموش کروانے لگے اور کہنے لگے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہ

کیا کر رہے ہیں وہ امیر المومنین رضی اللہ عنہ ہیں۔

اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف ہوئے۔

تو ان سے کہتے ہیں کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے بیٹے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ اسی طرح کہتے رہے حتیٰ کہ وہ دونوں خاموش ہو گئے۔ اگلے دن لوگوں نے ان کو دیکھا تو ان دونوں نے ایک دوسرے کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے تھے اور باتیں کرتے جا رہے تھے۔

(معجم الاوسط: باب جزء: 7، ج: 7، ص: 366)

اب اس قصہ کے ماحاصل پر غور کیا جائے تو تمہیں معلوم ہوگا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہر اس عیب سے پاک ہیں جو بدعتی لوگ ان کی طرف منسوب کرتے ہیں اور جس کا قول وضع کرنے والے کرتے ہیں اور جس کے سبب افتراء کرنے والے ان میں نقص لگاتے ہیں۔

انہی معاملات میں سے ایک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کا معاملہ بھی ہے اور یہ بہت ہی عجیب ہے سیر اور تاریخ کی کتب میں تفصیلاً لکھا ہوا ہے اس میں کچھ ایسی باتیں بھی ہیں جو صحیح نہیں ہیں تو اس سے دھوکہ مت کھانا۔ اس بارے میں جو آیا ہے

اختصار کے ساتھ یہ ہے کہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر محمد بن ابی بکر اور دوسری ایک جماعت کا جھوٹا قتل ڈال دیا گیا جس کے بعد وہ لوگ آپ رضی اللہ عنہ کا حصار کرنے کے لئے جمع ہو گئے حتیٰ کہ انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔

اس بات کو آپ رضی اللہ عنہ جانتے تھے کہ

وہ ضرور بالضرور شہید ہوں گے کیونکہ کثیر روایات میں آیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی خبر دے دی تھی اور آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی پاکی بیان نہ کی جیسا کہ ان لوگوں نے تقاضا کیا تھا اور وہ آپ رضی اللہ عنہ کے پاکی بیان کرنے پر راضی بھی ہو جاتے مگر آپ رضی اللہ عنہ نے ایسا نہ کیا کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ سے اس بات پر وعدہ لیا تھا کہ اگر آپ رضی اللہ عنہ نے ایسا کیا تو اس کے بعد کبھی جنت نہ دیکھ سکیں گے جیسا کہ پہلے بھی گزرا اور آگے بھی آئے گا۔

اس معاملے کا حاصل یہ ہے کہ

ایک سند آئی ہے جس کے تمام راوی صحیح ہیں سوائے ایک کے کہ وہ بس ثقہ ہیں۔

روایت یوں ہے کہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خبر ملی کہ ایک وفد اہل مصر کا آرہا ہے اور وہ قریب ہی ہے تو آپ رضی اللہ عنہ ان سے مدینہ منورہ کے باہر ایک بستی میں جا کر ملے۔ پھر وہ آپ رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور آپ رضی اللہ عنہ سے مصحف شریف لانے کا تقاضہ کیا پس آپ رضی اللہ عنہ نے حاضر فرمایا۔ جب قرآن پاک کا تلاوت کرنے والا یہاں تک پہنچا کہ

قُلْ اَرَءَیْتُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ ...... الخ (یونس: 59)

تم فرماؤ بھلا بتاؤ تو وہ جو اللہ نے تمہارے لئے رزق اتارا اس میں تم نے اپنی طرف سے حرام و حلال ٹھہرا لیا۔

انہوں نے آپ سے کہا:

کیا چراگاہ؟

کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کا حکم فرمایا ہے یا آپ اللہ تعالیٰ پر افترا باندھتے ہیں تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس آیت مبارکہ کا شان نزول بیان فرمایا اور آپ رضی اللہ عنہ ناز سے اس میدان میں چلتے رہے۔

اور فرمایا:

نہیں بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فعل کے ساتھ صدقہ۔

پھر انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ سے کچھ چیزوں کے بارے میں سوالات کیے جن میں سے بعض کا آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا اور بعض سے استغفار کیا۔

پھر ان سے ارشاد فرمایا کہ

تم کیا چاہتے ہو؟

انہوں نے کہا:

ہم چاہتے ہیں کہ اس مال سے سوائے جنگ کے نہ تو آپ رضی اللہ عنہ کچھ لیں اور نہ ہی دوسرے عظیم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم۔

اس پر آپ رضی اللہ عنہ نے ان کا مثبت جواب دیا اور ان کے لئے شرط یہ لگائی کہ

نہ تو لاٹھی توڑیں گے اور نہ ہی جماعت سے الگ ہوں گے اس پر وہ راضی ہو گئے' اور انہوں نے اس پر تحریر لکھ دی اور پھر وہ مدینہ شریف کی طرف آ گئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے خطاب فرمایا اور ان کی تعریف فرمائی کہ میں نے اس سے بہترین کوئی وفد نہ دیکھا۔ پھر اہل مدینہ کو خبر دی کہ بیت المال میں سے نہ دیا جائے گا مگر جس کا ذکر کر دیا گیا اس پر لوگ غضبناک ہو گئے۔

اور کہنے لگے کہ

یہ ضرور بنو امیہ کا مکر و فریب ہے پھر وہ راضی ہو کر واپس پلٹا ابھی وہ کچھ فاصلہ ہی طے کر کے گئے تھے کہ ایک سوار ان سے آ ملا اور انہیں برا بھلا کہنے لگا پھر وہ ان سے دور ہو گیا اور پھر واپس ان کی طرف اسی طریقے سے آیا۔ انہوں نے اسے پکڑ لیا۔

اور اس نے کہا:

لگتا ہے تو کوئی عام شخص نہیں۔

اس نے کہا:

میں امیر المومنین کا پیغام رساں ہوں اور مصر کے عامل کی طرف بھیجا گیا ہوں جب انہوں نے اس کی تلاشی لی تو اس سے ایک خط برآمد ہوا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی زبان مقدس سے اور اس پر آپ رضی اللہ عنہ کی مہر بھی تھی کہ عامل مصر کی طرف یہ پیغام ہے یہ کہ ان کو سولی دے دو یا ان کی گردنیں کاٹ دو یا مخالف سمتوں میں ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دو۔ اس پر وہ واپس ہو گئے۔

اور کہنے لگے کہ

امیر المومنین نے وعدہ توڑ دیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کا خون حلال کر دیا ہے وہ مدینہ منورہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔

اور کہا کہ

کیا تم نے اللہ تعالیٰ کے دشمن کی طرف نہیں دیکھا کہ ہمارے بارے میں یوں اور یوں لکھا ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ نے ان کا خون حلال فرمایا ہے۔ اٹھو اور اس کی طرف ہمارے ساتھ چلو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ کی قسم! میں ہرگز تمہارے ساتھ نہیں جاؤں گا۔

پھر وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہنے لگے کہ

آپ رضی اللہ عنہ نے ہمارے بارے میں یہ کیوں لکھا ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ کی قسم! میں نے تمہارے بارے میں کوئی خط نہیں لکھا۔

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نکلے اور مدینہ منورہ کے باہر ایک بستی میں آئے اور یہ سارے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔

اور کہا کہ

آپ رضی اللہ عنہ نے ہمارے بارے میں ایسے ایسے خط لکھا ہے؟ اور بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہ کا خون حلال فرما دیا ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ

تمہارے لئے مجھ پر دو ہی باتیں ہیں
یہ کہ تم عادل گواہ لے آؤ۔
یا میں تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھادوں کہ نہ میں نے لکھا اور نہ ہی میں نے بھیجا اور نہ ہی مجھے کسی بات کا علم ہے۔
اور تم یہ جانتے ہو کہ
خط کسی مرد کے کہنے پر لکھے جاتے ہیں اور اس کو مہر کے ساتھ مزین کیا جاتا ہے۔
انہوں نے کہا:
اللہ تعالیٰ کی قسم! اللہ تعالیٰ نے عہد و پیمان توڑنے کی وجہ سے تمہارا خون حلال کر دیا ہے اور اس وقت آپ رضی اللہ عنہ کے گھر کا محاصرہ کر لیا جو کہ باب جبریل مسجد کے قریب تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ایک دن مکان کے اوپر سے جھانک کر دیکھا اور ان کو سلام کیا تو کسی نے بھی آپ رضی اللہ عنہ کے سلام کا جواب نہ دیا۔

(تاریخ طبری: رجع الحدیث الی حدیث سیف عن شیوخہ ج:2،ص:656)

ابو یعلیٰ وغیرہ نے ایک روایت نقل کی جس کے تمام رجال ثقات ہیں سوائے ایک کے کہ وہ مختلف فیہ ہیں کہ جب جنائز میں ایک جگہ پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا محاصرہ کیا گیا تو مقام جبرائیل علیہ السلام پر ایک روشن دان سے جھانکا۔
اور ارشاد فرمایا:
اے لوگو! کیا تم میں طلحہ رضی اللہ عنہ ہیں۔
تو وہ خاموش رہے۔
پھر آپ رضی اللہ عنہ نے آواز بلند کی تو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے۔
تو آپ رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا:
یہ میں کیا دیکھتا ہوں کہ جب تین بار پکارا گیا تو سننے کے باوجود تم جواب نہیں دے رہے۔ میں تمہیں وہ بھولی ہوئی بات یاد کرواتا ہوں۔
اے طلحہ رضی اللہ عنہ یاد کرو کہ
ایک دن میں اور تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے ایک ایسی جگہ میں کہ جہاں ہمارے سوا کوئی نہ تھا۔ انہوں نے اثبات میں سر ہلایا۔
پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ
ہر نبی کے ساتھ اس کے اصحاب میں سے اس کا جنت میں ایک رفیق ہوتا ہے اور یہ عثمان رضی اللہ عنہ ہی جنت میں میرا رفیق ہوگا۔

اس پر انہوں نے کہا:

بے شک اللہ تعالیٰ کی قسم ایسا ہی تھا۔

یہ کہہ کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ واپس تشریف لے گئے۔

(مستدرک: فضائل امیر المومنین ذی النورین عثمان رضی اللہ عنہ: ج:3،ص:104)

ابو یعلیٰ سے ہی ایک دوسری روایت ہے جس کے تمام رجال صحیح ہیں سوائے ایک کے کہ وہ ثقہ ہیں۔

روایت کچھ یوں ہے کہ

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ

بے شک ہم صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) نے سفر و حضر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبتیں حاصل کیں۔ ہم بیمار ہوتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری عیادت کو تشریف لاتے ہمارے جنازوں میں ساتھ چلتے، ہمیں قلیل و کثیر کے ساتھ معاونت کرتے ابھی کچھ لوگ یہ باتیں جانتے ہیں مگر عنقریب کوئی بھی ایسا نہ رہے گا جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہو۔

(تاریخ مدینہ دمشق: حرف الخاء: ج:34،ص:331)

اور انہیں سے ایک روایت آئی ہے کہ جس کے راوی ثقہ ہیں کہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ

کیا تم ان باتوں سے باز نہیں آؤ گے جن کی خبر مجھے ملی ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کچھ عذر بیان کیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ

بے شک میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے اور مجھے یاد ہے نہ جیسا کہ تم نے سنا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

عنقریب میری امت میرے خلیفہ کو قتل کرے گی اور میرے منبر پر ایک ظالم کھڑا ہوگا اور بے شک وہ مقتول میں ہی ہوں، عمر رضی اللہ عنہ نہیں ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تو صرف ایک شخص نے قتل کیا تھا مگر میرے قتل پر بہت سے لوگ مجتمع ہوں گے۔

(مسند احمد: مسند عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ: ج:1،ص:454)

اور ان سے ہی یہ بات ثابت ہے کہ

جب آپ رضی اللہ عنہ پر اعتراضات کرنے پر لوگوں کی کثرت ہوگئی۔ اس بات پر کہ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے رشتہ داروں بنی امیہ کو بہت نوازا ہے۔ تو آپ رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک جماعت کو بلا بھیجا۔

پھر ان کو یاد کروایا کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں پر قریش کو ترجیح دیتے تھے اور پھر ان میں سے بنی ہاشم کو بقیہ قریش پر فوقیت دیتے تھے۔اس پر سارے خاموش ہو گئے۔

تو آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

اگر میرے پاس جنت کی چابیاں ہوں تو وہ میں بنو امیہ کو دے دوں گا حتیٰ کہ سب کو جنت میں داخل کر دوں۔اگر تم کتاب اللہ میں میرے پاؤں میں بیڑیاں ڈالنے کے متعلق (حکم) پاؤ تو ضرور بالضرور ایسا کرو۔

(تطہیر الجنان واللسان عربی: خاتمہ: ص:46)

ایک روایت کئی طرق سے آئی ہے جس میں سے ایک ثقہ ہے کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ آپ رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے جبکہ آپ رضی اللہ عنہ محصور تھے۔

اور آپ رضی اللہ عنہ کو کہنے لگے کہ

یا تو آپ رضی اللہ عنہ باہر نکلیں اور ان حصار کرنے والوں کے ساتھ جنگ کریں آپ رضی اللہ عنہ کے حامیوں کی ایک کثیر تعداد موجود ہے اور آپ رضی اللہ عنہ قوت والے ہیں اور آپ رضی اللہ عنہ حق پر ہیں وہ باطل پر ہیں۔

اور یا پھر

آپ رضی اللہ عنہ حرم مکہ کی طرف چلے جائیں یا شام کی طرف چلے جائیں کہ دونوں جگہ امن ہے تو آپ رضی اللہ عنہ نے جنگ سے اس لئے معذرت کر لی کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وہ پہلا شخص نہیں بننا چاہتا کہ جس نے امت میں خون ریزی کی اور مکہ مکرمہ کی طرف اس لئے نہ گئے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

قریش کا ایک شخص مکہ مکرمہ میں بے دین ہوگا اور اس پر سارے جہاں میں سے نصف کا عذاب ہوگا تو میں وہ بھی نہیں بننا چاہتا۔

اور شام کی طرف اس لئے نہیں گئے کہ

میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دار ہجرت و مجاورت کو نہیں چھوڑنا چاہتا۔

(مسند احمد: مسند عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ: جز:1،ص:456)

طبرانی نے سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ جس کے تمام راوی صحیح ہیں۔

نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ہم میں سے ایک مرد جس کا نام خارجہ بن زید تھا وہ مر گیا ہم نے اسے ایک کپڑے سے ڈھانپ دیا اور میں جنازہ پڑھانے کے لئے کھڑا ہوا تو میں نے ایک آواز سنی۔جب میں نے دیکھا تو میں اس کے ساتھ کانپ اٹھا۔

پس کہنے والے نے کہا کہ

عمر رضی اللہ عنہ امیر المومنین تھے اور اپنے ہر معاملے میں اور اللہ تعالیٰ کے معاملے میں بہت قوی و سخت تھے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ امیر المومنین تھے نہایت باحیاء اور عفیف تھے اور اپنے گناہوں پر کثرت سے استغفار فرماتے تھے دو راتیں گزر چکیں اور چار راتیں باقی ہیں لوگوں میں اختلاف ہو گیا اور ان میں کوئی نظم و ضبط نہ تھا۔

لوگو!

اپنے اس امام کی طرف متوجہ رہو! اس کی سنو اور اطاعت کرو اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج بھی ہیں میرے باپ کا کیا حال ہے۔

اس کے بعد جنازہ سے آواز آئی

اریس نامی کنواں ظلم سے لیا گیا۔

اس کے بعد وہ آواز ختم ہو گئی۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے ان کی والدہ نے پوچھا؟

کیا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر محاصرہ سخت ہو گیا ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے کوئی جواب نہ دیا۔

انہوں نے اپنا پستان نکالتے ہوئے کہا:

میں تجھ سے اس کے بدلے میں پوچھتی ہوں جو میں نے تیرا بوجھ اٹھایا اور تجھے دودھ پلایا کہ تم اس ہنگامہ میں شریک نہ ہو۔

چنانچہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان سے اس بارے میں بات کی۔

(معجم الکبیر: خارجہ بن زید الانصاری: جز:4، ص:202)

حافظ ہیثمی نے کہا ہے کہ

اس سند کے بعض راویوں کو میں نہیں جانتا ظاہری طور پر یہ روایت ضعیف ہے کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے محاصرہ کے وقت مدینہ منورہ میں نہ تھے نہ ان کی شہادت کے وقت وہاں تھے مگر یہ بات اس حدیث کے ضعیف ثابت کرنے کو کافی نہیں ہے کہ یہ تو اس روایت میں کہیں مذکور نہیں ہے کہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس مدینہ منورہ میں گئے۔

بلکہ ممکن ہے کہ

جہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ ہوں وہیں ان کے پاس حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ گئے ہوں۔

اور یہ بھی ممکن ہے کہ

اگر چہ حضرت علی رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ سے باہر رہتے تھے مگر دن میں کسی وقت مدینہ منورہ بھی آجاتے ہوں اور پھر اپنے جائے قیام کی طرف لوٹ جاتے ہوں۔

اور ایک اور سند سے روایت ہے کہ جس کے تمام راوی صحیح ہیں سوائے ایک کے کہ اس کو ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے اور کسی نے بھی اس پر جرح نہیں کی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اشتر کی طرف پیغام بھیجا کہ لوگ مجھ سے کیا چاہتے ہیں۔

تو اس نے کہا:

تینوں باتوں میں آپ رضی اللہ عنہ کو اختیار ہے۔

ایک تو یہ ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ ان کا معاملہ ان کے سپرد کر دیں تا کہ وہ اپنی مرضی سے جسے چاہیں اپنے لیے چن لیں۔

یا پھر

آپ رضی اللہ عنہ اپنی طرف سے ان کے لئے قصاص دیں۔

یا پھر

وہ آپ رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیں گے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

میں وہ کرتہ نہیں اتار سکتا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھی پہنا تھا۔

اور فرمایا کہ

میں قائم رہوں اور لوگ میری گردن ماردیں مجھے یہ بات زیادہ پسند ہے کہ امت محمدیہ کے امر کو چھوڑنے سے کہ چھوڑ دوں اور لوگ ایک دوسرے پر گدھوں کی طرح کودتے رہیں۔

اور فرمایا:

اگر تم مجھے شہید کر دو گے تو کبھی بھی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنے پورے دشمنوں کو نہ مار سکو گے۔ جب اشتر نے ان کو اس بات کی خبر دی تو (13) تیرہ میں سے محمد بن ابو بکر آپ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ گئے اور آپ رضی اللہ عنہ کی لحیہ مبارک پکڑی اور اس زور سے کھینچی کہ دانتوں کے چٹخنے کی آواز آئی۔

اور کہنے لگے کہ

آپ رضی اللہ عنہ کو فلاں فلاں نہیں بچا سکتے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

اے ہمارے بھائی کے بیٹے! میری داڑھی کو چھوڑ دے تو محمد بن ابی بکر نے ایک مرد کی طرف اشارہ کیا جو کہ چوڑے پھل والا تیر لے کر کھڑا تھا اس نے وہ آپ رضی اللہ عنہ کے سر پر دے مارا پھر بقیہ نے اس کی معاونت کر کے آپ رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔

(معجم الکبیر: نسبۃ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ: ج: 1، ص: 82)

ایک اور روایت میں ہے۔

حافظ ہیثمی نے فرمایا کہ اس میں بھی راوی ایسے ہیں کہ میں انہیں نہیں جانتا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نیند سے بیدار ہوئے۔

اور فرمایا کہ

عنقریب میری قوم مجھے قتل کر دے گی۔ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔

انہوں نے فرمایا کہ

آج شام روزہ ہمارے پاس افطار کرو گے۔

(شرح معانی الآثار: باب الرجل ینوی الصیام بعد ما طلع الفجر: ج: 2، ص: 56)

اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ جس کے راوی مجہول ہیں کہ

جس دن آپ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا وہ جمعہ کا روز تھا آپ رضی اللہ عنہ سوئے اور جب بیدار ہوئے۔

تو ارشاد فرمایا کہ

ابھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

کھڑے ہو جاؤ تم شہادت کے بعد ہم سے ملنے والے ہو۔

(مستدرک: فضائل امیر المومنین ذی النورین عثمان رضی اللہ عنہ: ج: 3، ص: 106)

ایک اور روایت جس کی سند بھی اسی طرح کی ہے کہ:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے رات کو خواب میں دیکھا کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کل ہمارے ساتھ افطاری کرنا تو اگلے روز آپ رضی اللہ عنہ نے روزہ رکھ لیا۔

اگلی روایت جس کے راوی تمام ثقہ ہیں کہ

آپ رضی اللہ عنہ نے ان تینوں کو یہ کہتے ہوئے دیکھا کہ

عثمان رضی اللہ عنہ صبر کرنا! بے شک تو ہمارے ساتھ ملنے والا ہے جب صبح ہوئی تو آپ رضی اللہ عنہ نے (20) بیس غلام آزاد کیے اور شلوار پہن لی حالانکہ اس دن سے پہلے آپ رضی اللہ عنہ نے کبھی بھی شلوار نہ پہنی تھی نہ زمانہ اسلام میں اور نہ ہی جاہلیت میں اور اس لئے پہنی کہ

اس میں زیادہ ستر پوشی ہے۔

جیسا کہ حدیث شریف میں بھی ہے اور اس کو میں نے اپنی کتاب در الغمامۃ فی فعل العذبۃ والطیلسان والعمامۃ میں نقل کیا ہے۔

پھر آپ رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید لانے کو کہا اور اس کو عمدہ خوشبو لگائی اور آپ رضی اللہ عنہ اس حال میں شہید کیے گئے کہ قرآن پاک آپ رضی اللہ عنہ کے سامنے تھا۔

(مسند احمد: مسند عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ: جز: 1، ص: 500)

ایک اور روایت جس کے تمام رجال ثقہ ہیں ان میں سے بعض نے بعض سے سنا کہ جب آپ رضی اللہ عنہ نے یہ خواب دیکھا تو آپ رضی اللہ عنہ نے اپنا دروازہ کھولا اور اپنے سامنے قرآن پاک رکھ لیا پھر محمد بن ابی بکر آپ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور آپ رضی اللہ عنہ کی لحیہ مبارک کو پکڑ لیا۔

تو آپ رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ

تو نے مجھے ایسی جگہ سے پکڑا اور تو میرے پاس ایسی جگہ پر آیا کہ اگر تمہارے والد ہوتے تو کبھی ایسا نہ کرتے۔ یہ سن کر اس نے داڑھی مبارک چھوڑ دی اور وہاں سے چلے گئے۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک اور شخص آیا۔

آپ رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا:

موت بہت سخت ہوتی ہے۔ اس پر اس نے آپ رضی اللہ عنہ کا گلا گھونٹا اور چلا گیا اور عذر بیان کرتے ہوئے کہنے لگا کہ

میں نے ان کے حلق سے زیادہ نرم چیز کوئی نہیں دیکھی پھر ایک اور آیا۔

پس آپ رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا کہ

تیرے اور میرے درمیان یہ کتاب منصف ہے جو کہ کتاب اللہ ہے پھر وہ بھی چلا گیا۔ پھر ایک اور شخص آیا اور اپنی تلوار سے آپ رضی اللہ عنہ کو مارا اس تلوار کو آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے دست مبارک پر روکا جس سے ہاتھ کٹ گئے۔ قرآن مجید آپ رضی اللہ عنہ کے سامنے تھا۔ (صحیح ابن حبان: ذکر تسبیل عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ: جز: 15، ص: 360)

اور ایک روایت میں ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ کا خون مبارک اللہ تعالیٰ کے اس فرمان مبارک پر گرا۔

فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝ (البقرہ: 137)

اس کے راوی کہتے ہیں کہ

یہ خون اسی طرح اس قرآن پاک پر رہا اور اسے صاف نہ کیا گیا۔ جب آپ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا جانے لگا تو آپ رضی اللہ عنہ کی زوجہ ان پر جھک پڑیں۔

باغیوں نے کہا کہ

دیکھو تو سہی اس عورت کے سرین کتنے بڑے ہیں۔

راوی نے کہا کہ

اس فحش گفتگو سے معلوم ہوا کہ ان دشمنانِ خدا کا مقصود دنیا کے سوا کچھ نہیں تھا۔

(صحیح ابن حبان: ذکر تسبیل عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ جز:15،ص:361)

راوی کہتے ہیں کہ

ثابت ہوا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو 10 ذی الحجہ کو شہید کیا گیا۔

(تطہیر الجنان واللسان عربی: خاتمہ: ص:47)

اور ایک روایت جس کی سند منقطع ہے اس میں ہے کہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو آٹھویں ذی الحجہ 35ھ کو شہید کیا گیا اور آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت کی مدت 12 سال تھی مگر 12 دن کم تھے۔

(مسند احمد: مسند عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ: ج:2،ص:19)

اور ایک اور روایت ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ کو غسل کے بغیر ہی دفن کیا گیا۔

(تطہیر الجنان واللسان عربی: خاتمہ: ص:47)

اور حدیث منقطع سے ثابت ہے کہ

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کا جنازہ پڑھایا اور آپ رضی اللہ عنہ کو دفن کیا اسی کی آپ رضی اللہ عنہ نے وصیت بھی کی تھی۔

اور صحیح حدیث میں ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فتنہ کا ذکر کیا تو قریب ہے ایک مرد اونچی آواز کرتے ہوئے گزرا۔

تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

یہ اور میرے اصحاب ایک روز حق پر ہوں گے۔ ایک شخص نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے کندھوں سے پکڑ کر نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آپ رضی اللہ عنہ کا چہرہ کیا

اور عرض کیا:

کیا یہ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)!

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ہاں! یہ ہی۔

(مسند ابن ابی شیبہ بعد ابو مسند علی الہدیٰ فانطلق رجل فاغذ جز:2،ص:26)

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحت کے ساتھ ثابت ہے کہ

ارشاد فرمایا:

تم میرے بعد آزمائش میں ڈالے جاؤ گے اور اختلاف میں ڈالے جاؤ گے۔

عرض کیا گیا:

یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! ہماری کچھ رہنمائی فرمادیں۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تم پر اپنے امیر اور اصحاب رضی اللہ عنہم کی اطاعت لازم ہوگی۔

(مستدرک: کتاب الفتن والملاحم: جز:4،ص:480)

اسی طرح حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ جو کہ مشہور صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور بنی اسرائیل کے علماء میں سے چوٹی کے عالم تھے۔

آپ رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ایسی مروی ہے کہ جو توقیف کے بغیر نہیں کہی جاسکتی۔

آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا محاصرہ کیا گیا، ہجرت نبوی سے اس دن تک فرشتے مدینہ منورہ کو ڈھانپے رکھتے تھے لیکن جب محاصرہ کیا گیا اور ان لوگوں نے آپ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا۔ فرشتے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے چلے گئے اور کبھی واپس نہ لوٹیں گے اور تلوار ان سے ہمیشہ میان میں رکھی گئی تو جب انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا یہ تلوار ان پر سونت دی گئی اور یہ ان سے اب کبھی بھی میان میں نہ رکھی جائے گی کبھی بھی کسی نبی کو شہید نہیں کیا گیا مگر اس کے بدلے میں (70) ستر ہزار قتل کیے گئے اور کبھی بھی کوئی خلیفہ شہید نہیں کیا گیا مگر اس کے بدلے میں 35 پینتیس ہزار قتل کیے گئے۔

(تطہیر الجنان واللسان عربی: خاتمہ،ص:47)

اور روایت میں ہے جس کے تمام راوی ثقہ ہیں کہ

کسی امت نے بھی خلیفہ کو قتل نہیں کیا مگر جب اللہ تعالیٰ نے ان کے درمیان اصلاح فرمائی تو 40 چالیس ہزار قتل کیے گئے۔

پھر جب حضرت علی رضی اللہ عنہ واپس ہوئے تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ ان کے رستے میں بیٹھ گئے

اوران سے کہنے لگے کہ

کہاں کا ارادہ ہے۔

توانہوں نے فرمایا کہ

عراق جانے کا۔

تو آپ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ

آپ رضی اللہ عنہ پر لازم ہے کہ منبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر بیٹھیں اور اسے لازم پکڑے رہیں۔

اور مجھے معلوم نہیں کہ

اللہ تعالیٰ آپ رضی اللہ عنہ کو نجات دے گا یا نہیں۔ اگر آپ رضی اللہ عنہ نے منبر کو چھوڑ دیا تو پھر دوبارہ کبھی نہ دیکھیں گے۔

اس پر اردگرد میں بیٹھے ہوؤں نے کہا کہ

ہمیں اجازت دو کہ ہم اسے شہید کردیں۔

اس پر انہوں نے فرمایا کہ

بے شک عبداللہ بن سلام ہم میں سے مرد صالح ہیں۔

(تاریخ المدینۃ ج:4،ص:1176)

یہ ساری بحث تو وہ تھی جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق تھی۔ اس ساری بحث سے پتہ چلا کہ آپ رضی اللہ عنہ خلیفہ حق تھے اور آپ رضی اللہ عنہ نے حق ہی پر وفات پائی اور آپ رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے والوں میں سے بعض فاسق بددین تھے اور بعض باغی تھے اور ان کی تاویل بھی باطل تھی اور آپ رضی اللہ عنہ مظلوم شہید کیے گئے اور اس کا سبب وہ خط بنا تھا جس سے آپ رضی اللہ عنہ بالکل بری تھے' اور بنوامیہ میں سے بعض جماعت نے زبردستی جھوٹا قتل آپ رضی اللہ عنہ پر ڈالا تھا وہ بنوامیہ جن پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مقدس سے لعنت کی گئی تو لہٰذا تو غور وخوض کرنے والے کے ساتھ غور وفکر نہ کر اور کبھی بھی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں کسی ادنیٰ سے شک وشبہ کی طرف بھی مائل ہو تو اللہ تعالیٰ سے اس پر توبہ کر اور بخشش کی بھیک مانگ اور ائمہ اہل سنت کی کتب کو دیکھ تا کہ تو ان لوگوں میں سے ہو جائے جن کا دین مضبوط اور قوی اور جن پر ان کی خواہشات اور تعصب غالب نہیں ہے۔

اور انہی میں سے ایک خلاصہ ذکر کرنا ہے جو کچھ جمل میں ہوا

اوراس کے ذکر کرنے کی مناسبت یہ ہے کہ

اس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ حق پر تھے اور ان سے جنگ کرنے والے ان پر بغاوت کرنے والے تھے تو جو کچھ ان کے بارے میں کہا جاتا ہے وہی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہا جاتا اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں صریح احادیث مبارکہ ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حق پر تھے نہ کہ ام المومنین رضی اللہ عنہا اور نہ ہی ام المومنین رضی اللہ عنہا کا ساتھ دینے والے حق پر تھے لیکن یہ سارے معذور تھے تو اسی طرح امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں اور آپ رضی اللہ عنہ کا ساتھ دینے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں کہا جاتا ہے اور اس میں کئی ایسی باتیں بھی ہیں کہ کتب تاریخ وسیر میں جن کی کوئی اصل نہیں تو تم ان میں سے کسی بات پر کان مت دھرنا جیسا کہ ان کتب میں تو دیکھے گا مگر تو حافظ کے کلام میں دیکھے گا اور اس کو انہوں نے سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ جس کے نقل کرنے والے بھی سارے ثقہ ہیں۔

اس میں اہم بات کا خلاصہ یہ ہے کہ

جو ایسی سند کے ساتھ روایت آئی ہے جس میں متروک بھی ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عبرت نشان ہے کہ

تمہاری ان قوموں کا کیا حال ہے کہ ان کے قائدین تو جنت میں جائیں گے مگر قومیں جہنم میں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:

* یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! اگر چہ یہ بھی ان کی مثل عمل کریں۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اگر چہ ان کی مثل ہی عمل کریں مگر یہ کیسے ممکن ہوگا؟

پھر ارشاد فرمایا:

ان کے قائدین تو اپنے پہلے اعمال کی وجہ سے جنت میں داخل ہوں گے اور ان کے متبعین اپنے محدثات کی وجہ سے آگ میں ڈالے جائیں گے۔

(معجم الاوسط: ج:7،ص:167)

اس کا معنی اور مطلب تو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانے کہ ہوسکتا ہے یہ مطلب ہو کہ ان کے متبعین جو مجتہدین ہوں گے اور اس وجہ سے تو ان کو ثواب ملے گا اور ان کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے احدثوا نہیں فرمایا کیونکہ اجتہاد سے جو بھی نتیجہ نکلے اس پر مجتہد کو ثواب دیا جاتا ہے اور یہ وہ محدثین نہیں ہوسکتے جن کے بارے میں مذمت آئی ہے اور وہ متبعین جو مجتہد نہیں ہیں تو جو نتیجہ وہ اپنی رائے سے نکالتے ہیں وہ مذموم ہے اور یہی محدث مبتدع یعنی بدعتی ہے اور اس پر اس کو گناہ ہوگا اور ان قائدین کی اتباع ان کو نفع نہ دے گی اس نتیجہ میں جو انہوں نے اپنی فاسد رائے سے اخذ کیا ہے اور اس سے ہی وہ واضح ہوگیا جو حضرت عمار

رضی اللہ عنہ والی حدیث مبارکہ میں گزرا کہ وہ جنت کی طرف بھی بلا رہے تھے اور آگ کی طرف بھی تو اس کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعض متبعین پر محمول کریں گے جو کہ مجتہد نہیں تھے کہ جب حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے ان کو ان کی فاسد رائے سے نکالے ہوئے نتیجہ کی طرف بلایا تو ان کو اس چیز کی طرف بلایا جو آگ میں جانے کا سبب تھا کہ اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی معافی نہیں۔ کیونکہ یہ بات تو پکی ہے اہل سنت کے نزدیک اس پر احادیث و آیات اور اجماع بھی منعقد ہے کہ جو کوئی مومن فاسق مرا تو وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت پر منحصر ہے اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو اسے معاف فرمادے اور اسے جنتیوں کے ساتھ داخل جنت فرمادے اور اگر چاہے تو اس کے گناہوں کی مقدار یا بعض گناہوں کے بدلے اسے جہنم میں رکھے پھر اس کو بھی جنت میں داخل فرمادے اور جو مشرک مرا تو اللہ تعالیٰ اسے معاف نہیں فرمائے گا اور وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے آگ میں رہے گا۔

اور ایک سند کے ساتھ مروی ہے کہ جس میں ایسا راوی بھی ہے جو کہ احادیث منکر روایت کرتا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میرے صحابی سے اگر کوئی بھی چھوٹی سی لغزش ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اسے معاف فرمادے گا اور اس کے بعد ایسی قوم آئے گی کہ اللہ تعالیٰ ان کو نتھنوں کے بل جہنم میں پھینک دے گا۔

(معجم الاوسط: من اسمہ بکر ج:30: ص:300)

ویسے تو جو راوی منکر حدیث روایت کرے تو اس کی سند سے حجت پکڑنا درست نہیں اگر اس روایت کو صحیح مان لیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ حسنات الابرار سیئات المقربین۔

یعنی مراد یہ ہے کہ

لغزش سے مراد وہ فعل ہے جو خلاف اولیٰ ہو کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تمام کے تمام ہی عادل ہیں اور مجتہد ہیں درستگی پر کہ جس کے علاوہ پر کسی ایک کے لئے اعتقاد رکھنا جائز نہیں لیکن اس کے باوجود کسی سے کچھ ایسا سرزد ہو جائے جو ان کے مقام کے لائق نہیں تو ان کی طرف نسبت کرتے ہوئے ان کو معذور ہی سمجھا جائے گا جیسا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا اپنے بیٹے یزید کو اپنے پیچھے خلیفہ مقرر کرنا کیونکہ بیٹے کی محبت کی زیادتی ان کے لئے مزین ہو گئی اس کو بظاہر اچھا دیکھنے کی وجہ سے اور اس کے عیوب سے آپ رضی اللہ عنہ کی آنکھیں بند ہو گئیں وہ کہ جو موسم بہار کے سورج سے بھی واضح تھیں تو یہ چیز حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقام کے لحاظ سے ایسی لغزش تھی جسے اللہ تعالیٰ معاف فرمادے گا اور اس میں ان کی پیروی بھی درست نہیں کہ جس نے اس فعل میں ان کی پیروی کی اسے اللہ تعالیٰ نتھنے کے بل آگ میں پھینک دے گا کیونکہ یہ پیروی کرنے والا فقاہت اور اجتہاد نہ ہونے کی وجہ سے معذور نہ ہوگا۔ اسی وجہ سے ہمارے ائمہ مجتہدین نے فرمایا کہ علماء کی لغزشوں کی پیروی کرنا کسی ایک کے لئے بھی جائز نہیں۔ یعنی کبھی بعض علماء کو ان کا اجتہاد ایسے امر بعید کی طرف لے جاتا ہے جو ادلہ اور قواعد سے بہت ہی بعید ہوتا ہے تو اس کو ان کے حق میں لغزش قرار دیا جاتا ہے اور دوسروں کو اس چیز میں ان کی اتباع سے منع کیا جاتا ہے۔

جیسا کہ بعض سلف سے منقول ہے کہ
جس شخص نے روزے کی نیت کی ہو تو اگر وہ فرضی روزہ ہو تو روزہ توڑنے والی کوئی چیز بھی اس کے لئے طلوع شمس سے پہلے حرام نہیں اور اگر نفل ہو تو زوال تک حرام اسی طرح بقیہ مسائل کو بھی قیاس کرلو، اور ایک روایت جو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ تک موقوف ہے اس کے رجال تمام کے تمام صحیح ہیں مرفوع بھی ہے لیکن اس میں ضعف بہت ہے۔
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ
ضرور بالضرور ایک گروہ ایسا ہے کہ ان کا قائد جو جنت میں داخل ہوگا اور پیروکار جہنم میں۔
(مسند البزار: مسند حذیفۃ بن الیمان رضی اللہ عنہ: جز:1، ص:427)
حدیث موقوف ہو تو اس میں اگر استدلال کرنا ہو تو اس کی سند کی صحت کے ساتھ ہی کیا جاسکتا ہے اور یہ روایت بھی ایسی ہے جو اپنی طرف سے نہیں کہی جاسکتی۔
اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں اور فتنوں سے متعلق زیادہ انہی کو بتایا گیا تھا تو ان کا یہ فرمانا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے بغیر نہ ہوگا اور اس روایت کا معنیٰ گزر چکا ہے کہ امیر مجتہد ہوگا اور اتباع کرنے والا غیر مجتہد اور اپنی آراء سے وہ نئی باتیں بنائیں گے جو ان میں نقص اور عذاب کا باعث ہوگا۔
اس کی سند میں ایک راوی کے بارے میں امام ذہبی نے کہا کہ
وہ منکرات میں سے ہے۔
ایک دوسرے راوی کے بارے میں ابونعیم نے کہا کہ
کوفہ میں اس سے زیادہ جھوٹا شخص کوئی نہیں تھا لیکن امام حافظ جلیل ابوحاتم نے اس کو ثقہ کہا ہے۔
ایک یہ بھی خبر ہے کہ
حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ
آپ کو جنگ جمل میں شرکت کرنے والا ہونے سے کس چیز نے روکا۔
تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
ایک قوم اپنے گھروں سے نکلے گی اور ہلاک ہو جائے گی وہ فلاح نہ پائیں گے ان کی قیادت عورت کررہی ہوگی اور ان کی قائد جنت میں ہوگی۔
(مسند البزار: مسند ابی بکرہ رضی اللہ عنہ: جز:2، ص:47)
اس حدیث مبارکہ کی شاہد دوسری صحیح حدیث ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

وہ قوم ہلاک ہوگی جس نے اپنا معاملہ عورت کے سپرد کیا۔

(سنن الکبریٰ للبیہقی: باب لا یاتم رجل بامراۃ: جز:3، ص:90)

اور یہ حدیث اِس طرح کی ہے جیسا کہ پیچھے گزر گیا کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تو خود مجتہدہ تھیں اسی وجہ سے وہ جنتی ہوئیں اور آپ رضی اللہ عنہا کے متبعین میں سے کچھ تو وہ تھے جو مجتہد تھے تو یہ سارے بھی آپ رضی اللہ عنہا کی ہی طرح جنتی ہیں اور جو ایسے نہ تھے تو وہ اپنے احداث اور بدعت کے سبب جہنم میں جائیں گے۔

اور ایک روایت جس کے تمام راوی ثقہ ہیں اس میں ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے علی رضی اللہ عنہ! عنقریب تمہارے اور عائشہ رضی اللہ عنہا کے درمیان کوئی معاملہ ہوگا۔

تو انہوں نے عرض کیا کہ

کیا میں یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)؟

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ہاں تم

پھر انہوں نے عرض کیا:

پھر تو میں ان سب میں زیادہ شقی ہوں گا۔

تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

نہیں۔ جب اس طرح کا معاملہ ہو تو اس کو اس کے امن کی جگہ پہنچا دینا۔

(معجم الکبیر: ابی رافع مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جز:1، ص:332)

اب اس حدیث مبارکہ میں غور کرو اس میں تو ہر قسم کے شک وشبہ کو ختم کر دیا گیا ہے کیونکہ یہ اس بارے میں صریح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس چیز کی پہلے سے ہی خبر دے دی تھی جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے درمیان معاملہ ہونا تھا۔

اور یہ بھی بتایا تھا کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ اس میں حق پر ہوں گے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنی طرف سے اپنی تاویل کرنے والی ہوں گی جس پر انہیں ثواب ملے گا' اور اس میں فقط حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وصیت فرمائی اور ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس بارے میں نہ تو روکا اور نہ ہی کچھ بتایا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ جانتے تھے کہ امر ضرور بالضرور ہو کر رہے گا تو اس کے بعد

بھی فقط ایک تنبیہ ہی باقی رہتی ہے اس عذر پر جو عنقریب ان سے ہوگا اسی طرح کہا جائے گا اس تمام معاملے کے بارے میں جو تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے واقع ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کو جانتے تھے اس کے باوجود کسی ایک کو بھی منع نہ فرمایا۔

فقط اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے جس سے وہ عذر واقع ہوگا اس کی طرف اشارہ فرمادیا عنقریب دوسری احادیث بھی آئیں گی جو اس پر دلالت کرتی ہیں۔

اور سند صحیح کے ساتھ روایت ہے کہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جب مقام "حواب" میں پہنچیں تو وہاں پر آپ رضی اللہ عنہا نے کتوں کے بھونکنے کی آواز سنی۔

اس پر آپ رضی اللہ عنہا فرمانے لگیں کہ

مجھے واپس لوٹ جانا چاہیے۔

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

تم میں سے کون ہے جس پر مقام حواب کے کتے بھونکیں گے۔

اس پر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ

آپ رضی اللہ عنہا واپس نہ جائیں عنقریب اللہ تعالیٰ آپ رضی اللہ عنہا کے ذریعے سے لوگوں میں اصلاح فرمائے گا۔

(مستدرک: ذکر اسلام امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ ج:3،ص:139)

(صحیح ابن حبان: باب اخبارہ صلی اللہ علیہ وسلم عما یکون: ج:15،ص:126)

ایک اور سند صحیح کے ساتھ روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج سے ارشاد فرمایا کہ

تم میں سے صاحب جمل کون ہے جس پر مقام حواب کے کتے بھونکیں گے۔ اس کے دائیں جانب اور بائیں جانب بہت سے مقتول ہوں گے۔ پھر ہلاکت کے قریب پہنچ کر نجات پائے گی۔

(البدایہ والنہایہ ج:6،ص:236)

اور یہ بھی صحیح روایت میں آیا ہے کہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا گزر پانی کے اس چشمہ پر ہوا جو بنی عامر کی ملک میں تھا اور اس کو لوگ حواب کہتے تھے وہاں پر کتوں نے بھونکنا شروع کیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

یہ کون سا مقام ہے؟

لوگوں نے کہا:

بنی عامر کا چشمہ ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

مجھے واپس لے چلو۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ایک عورت پر مقام حواب کے کتے بھونکیں گے۔

(البدایہ والنہایہ: جزء:7،ص:258)

اور ایک سند صحیح کے ساتھ روایت ہے کہ

ایک بار حضرت علی رضی اللہ عنہ کا گزر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین اور انصار کی جماعت میں بیٹھے ہوئے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں تمہیں بتاؤں کہ تم سب میں بہتر کون لوگ ہیں۔

لوگوں نے عرض کیا کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود ارشاد فرمائیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تم میں سے سب سے بہتر لوگ وہ ہیں جو عہد وفا کرنے والے ہیں اور پوشیدہ طور پر اعمال صالحہ کرتے ہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو دوست رکھتا ہے۔ پھر جب حضرت علی رضی اللہ عنہ وہاں پر پہنچے

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

حق اس کے ساتھ ہے۔

(مسند ابی یعلیٰ: من مسند ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ: جز:2،ص:318)

اعتراض

اگر تم یہ اعتراض کرو کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ اس حدیث مبارکہ کو سن چکے تھے تو پھر انہوں نے کیسے یہ کہہ دیا کہ جو مکمل ہے ان سے نقل کیا گیا ہم نہیں کہ ہم حق پر ہیں یا خطا پر ہیں۔

جواب

تو میں اس کا یہ جواب دوں گا کہ اس روایت میں کہیں بھی مذکور نہیں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کو سنا تھا اور بالفرض اگر سنا بھی ہو تو بوجہ غایت تواضع کے ایسا فرمایا ہوگا۔

یا مطلب ان کا یہ ہوگا کہ

ایسے واقعہ میں جو نفس الامر سے قریب تھا ہم سے خطا ہوگئی ہو کیونکہ مجتہد کو ثواب ملتا ہے اگر چہ وہ خطا بھی کرے جیسا کہ اوپر گزر گیا ہے اور اس کے حق میں علی الاطلاق کہا جا سکتا ہے کہ وہ حق پر ہے لیکن ہر ہر معاملہ میں علیحدہ علیحدہ ایسا اعتقاد رکھنا ضروری ہے کہ اس کا اجتہاد اگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک موافق حق ہوا تو وہ المضاعف کا ثواب پائے گا اگر موافق نہ ہوا تو اصل ثواب ضرور پائے گا۔

اور ایک روایت جس کی سند میں ایک ایسا راوی ہے جس کے بارے میں امام بخاری نے فرمایا کہ اس کی حدیث صحیح نہیں ہوتی ہے۔

روایت میں یوں ہے کہ

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا جمل میں اتفاق ہو گیا۔

تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا کہ

اے زبیر رضی اللہ عنہ! کیا میں آپ کو وہ بات یاد نہ دلاؤں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا آپ رضی اللہ عنہ نے یہ فرماتے ہوئے نہ سنا تھا کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ

تو میرے ساتھ جنگ کرے گا اور تو مجھ پر ظلم کرنے والا ہوگا۔

انہوں نے فرمایا:

جی ہاں! ایسا ہی تھا۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

یہ بات مجھے یہاں ہی یاد آئی اور یہاں ہی ذکر کی پھر آپ رضی اللہ عنہ چلے گئے۔ تو انہوں نے لڑائی سے رجوع کر لیا۔

(حقائق الکبریٰ: ذکر المعجزات فیما اخبر من الکوائن: جز:2، ص:207)

(مسند ابی یعلیٰ: من مسند الزبیر بن العوام جز:4، ص:241)

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے لئے ظلم ثابت کرنا باوجود اس کے کہ آپ رضی اللہ عنہ اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے تھے باوجود اس کے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے تاویل کی تھی جو آپ رضی اللہ عنہ کے لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف خروج کو جائز کر رہی تھی۔ اتفاقاً یہ بھی مشکل ہے مگر اس کا جواب یہ دیں گے کہ مراد یہ ہے کہ اگر اس دلیل میں گہری نظر سے دیکھیں جس سے آپ رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر خروج کر رہے ہیں تو آپ کو یہی لگے گا کہ آپ رضی اللہ عنہ ہی ظلم کرنے والے ہیں کیونکہ ظلم سے مراد یہاں خلاف اولیٰ کام ہے جیسا کہ حدیث صحیح میں آیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

وضو کرتے ہوئے جس نے تین دفعہ سے کمی یا زیادتی کی تو اس نے برا کیا اور ظلم کیا۔

مطلب اس کا یہ ہے کہ

اس نے خلاف اولیٰ کیا۔

اور ایک سند جس میں ایک ایسا راوی ہے جس کے بارے میں حافظ ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں اس کو نہیں جانتا اور اس کے بقیہ رجال ثقہ ہیں۔

اور صحیح حدیث یہ ہے کہ

حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ

علی (رضی اللہ عنہ) جہاں بھی ہو علی رضی اللہ عنہ حق کے ساتھ ہیں اور حق علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہے۔

ان سے پوچھا گیا کہ

آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ اور کس نے یہ بات سنی۔

تو انہوں نے فرمایا:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے۔

تو ان کی طرف پوچھنے کے لئے ایک بندہ کو بھیجا گیا تو انہوں نے بھی اثبات میں ہی جواب دیا۔

ایک شخص نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے کہا کہ

آپ رضی اللہ عنہ نے جب سے یہ کہا اس وقت سے میں اپنے آپ کو ملامت کر رہا ہوں کیونکہ اگر یہ بات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سن لیتا تو میں مرنے تک حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خادم رہتا۔

(الفتنۃ فی عہد الصحابۃ جز:1،ص:297)

اور ایک ایسی سند جس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

روایت ہے کہ

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ صاحب اسرار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تمہارا کیا بنے گا حالانکہ تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والے فریقین کی شکل میں آمنے سامنے ہو گئے یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور بعض نے بعض کے چہروں پر تلواروں سے ضربیں لگائیں۔

آپ سے پوچھا گیا کہ

اگر ہم اس صورت حال کو پالیں تو ہم کیا کریں۔

تو آپ نے فرمایا:

اس گروہ کی طرف دیکھو جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے امر کی طرف بلاتا ہے اور اس کو ہی لازم پکڑو کہ بے شک وہ ہی درست بات پر ہے۔

(مسند البزار: مسند حذیفۃ بن الیمان رضی اللہ عنہما: جز: 1، ص: 430)

اور یہ بات آپ نے اپنے خیال سے نہیں کی بلکہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے یہ بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر ہی کی ہے اس میں اس بات کی تصریح موجود ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حق پر ہیں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور ان کا ساتھ دینے والے تاویل کرنے والے ہیں نہ کہ ان کے غیر (جیسا کہ مجتہد و غیر مجتہد کا فرق پیچھے آیا) جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا معاملہ تھا۔

اور ایک ایسی روایت بھی ہے کہ اس میں ایک راوی ہیں جس کے بارے میں حافظ مذکور نے کہا ہے کہ میں نہیں جانتا۔

روایت ہے کہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس زمانے کے بارے میں بتایا کہ میں تمہیں ایسی بات بتاتا ہوں نہ تو اعلانیہ ہے اور نہ پوشیدہ ہے۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ والا معاملہ ہوا تو میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ رضی اللہ عنہ دور رہیے کہ اگر میں کسی سوراخ کو پاتا تو میں اس میں چلا جاتا حتیٰ کہ آپ رضی اللہ عنہ مجھے نکلنے کا کہتے تو میں باہر آتا لیکن انہوں نے میری بات نہ مانی۔ پس اللہ تعالیٰ کی قسم حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اس امر میں غالب ہیں۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

جو شخص بحالت مظلوم ہونے کے مارا جاتا ہے اس کے ولی کو ہم صریح غلبہ عنایت کرتے ہیں۔

اور ضرور تمہیں قریش ابھاریں گے۔ فارس اور روم کے طریقے پر اور تم ایک دوسرے پر یہود نصاریٰ اور مجوسیوں کو امانت دار بناؤ گے۔

تو جس نے تم میں سے اس چیز کو پکڑا جو بہتر سمجھا تو اسی نے نجات پائی۔

(تطہیر الجنان واللسان: خاتمہ: ص: 51)

اب اس گواہی پر بھی غور وفکر کرو جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے اور آپ رضی اللہ عنہ نے ان کے لئے ثابت کردی امارت کہ جس کے بعد ان کو خلافت بھی ملے گی۔ کیونکہ ان کے قریبی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا ظلماً اور ناحق طور پر کہ جس بناء پر اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے واضح دلیل بنائی مطالبے پر اور ان کی

مدد فرمائی ہمیشہ کے لئے۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک ضعیف حدیث روایت ہے کہ

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے قریبیوں کے ساتھ بصرہ تک آئے تو انہیں خبر ملی کہ ان کے گروہ والے حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کے لئے جمع ہو رہے ہیں تا کہ ان کے ساتھ مل کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ کریں۔ یہ بات ان پر بہت ناگوار گزری اور ان کے دلوں میں پیوست ہوگئی تو ان پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قسم اٹھائی کہ وہ ضرور بالضرور اہل بصرہ پر غالب ہوں گے اور حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کو ضرور شہید کریں گے اور ان کی طرف کوفہ سے (6550) چھ ہزار پانچ سو پچاس آدمی نکالیں گے۔

یا یوں کہا کہ

(5550) پانچ ہزار پانچ سو پچاس آدمی نکالیں گے۔

راوی کو اس میں شک ہے کہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ

مجھے یہ بات بہت سخت لگی پھر میں یہ دیکھنے کے لئے نکلا کہ معاملہ کیا ہے اگر تو اسی طرح ہے جس طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ فرما رہے ہیں تو یہ بہت ہی خلاف عقل بات ہے اور اگر ایسا نہیں ہے تو یہ جنگی دھوکہ ہے تو میں نے لشکر میں سے ایک شخص کو دیکھ کر پوچھا تو اس نے بھی وہی بات بعینہ کی جو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بتائی تھی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جس طرح خبر دی تھی بعینہ اسی طرح ہی ہوا۔

اور یہ اس وجہ سے تھا کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو غیب کی خبریں بتاتے تھے تو پھر وہ اسی طرح خبر دیتے تھے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی تو جو شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دی ہوئی خبروں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرے تو وہ سچا ہے اور اس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عظیم منقبت پائی جاتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے علوم غیبیہ سے ان کو بھی حصہ عطا فرمایا۔ اسی وجہ سے تو علم نبوی کا ایک شہر اور عظیم راز کا راز داں تھے۔

اور ایک اور سند جس میں دو راوی ایسے ہیں کہ حافظ ہیثمی ان کے بارے میں کہتے ہیں کہ

میں ان کو نہیں جانتا کہ کیسے ہیں۔

اور بقیہ رجال ثقہ ہیں۔

روایت یوں ہے کہ

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ جمل کے دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو

ندا دینے لگے۔ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ رضی اللہ عنہ کو پہچان لیا تو اپنے متبعین سے کہا کہ

ان سے پوچھو کس لیے آئے ہو۔

تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

میں اس کتاب کی قسم کھاتے ہوئے آپ کو وہ بات یاد دلاتا ہوں کہ جو کتاب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی آپ رضی اللہ عنہا کے گھر میں کہ کیا آپ رضی اللہ عنہا نہیں جانتیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے اہل میں اور ان کے اہل میں وصی بنایا تھا۔

تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ کی قسم! ایسا ہی ہے۔

تو حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

تو اب آپ رضی اللہ عنہا کا کیا خیال ہے۔

تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرمانے لگیں کہ

میں امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا بدلہ لینا چاہتی ہوں پھر اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور وہی بات کی جو حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے کہی تھی۔

تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پھر فرمایا کہ

میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا بدلہ چاہتی ہوں۔

تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

مجھے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتل تو دکھائیں۔

اور یہ کہہ کر آپ رضی اللہ عنہ واپس چلے گئے اور اس کے بعد پھر گھمسان کی جنگ ہوئی۔

اور اس میں جو وصیت گزری اس سے مراد خاص وصیت ہے نہ کہ عام وصیت اور وصایا عامہ مراد نہیں جس سے مراد خلافت ہے۔ جیسا کہ یہ آپ کے فرمان "علی اھلہ"، "وفی اھلہ" سے واضح ہے۔

اور ایسی ایک اور سند ہے جس کے رجال ایک کے علاوہ بقیہ تمام ثقہ ہیں اور وہ ایک ضعیف ہیں اور اس کے ساتھ یہ بھی حدیث لکھی گئی کہ جب انہوں نے یہ مذکورہ باتیں کیں۔

تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ

میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دس سے زیادہ بیٹے عبدالرحمان بن حرث بن ہشام اور عبداللہ بن زبیر کی طرح کے جن میں سے تو مجھے اس سے زیادہ محبوب بات یہ ہے کہ میں اس جنگ سے واپس ہو جاؤں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری ازواج

کی طرح۔

اورایک سند جسے اسحاق بن راہویہ نے احنف بن قیس سے روایت کیا کہ انہوں نے حضرت عائشہ، حضرت زبیر اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ لیا کہ اگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو کس کی بیعت کی جائے تو ہر ایک نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنے کا مشورہ دیا تو ان کی ہی انہوں نے بیعت کی۔ پھر جب آپ رضی اللہ عنہ بصرہ کی طرف آئے تو یہ تینوں ان کے ساتھ جنگ کا ارادہ رکھتے تھے تو انہوں نے پھر ان تینوں کو وہ مشورہ یاد دلایا۔

توانہوں نے کہا کہ

ہم تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا بدلہ چاہتے ہیں جنہیں ظلماً قتل کیا گیا۔

تو حضرت احنف نے قسم اٹھائی کہ

میں نہ ان لوگوں سے لڑوں گا اور نہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لڑوں گا۔

(تطہیر الجنان واللسان: خاتمہ: ص:52)

تنبیہ

میں نے جن چیزوں کا تذکرہ دوسری جگہوں پر کیا ہے ان میں سے جن کی مناسبت اس جگہ کے ساتھ ہے میں پسند کرتا ہوں کہ اس کو (بھی) یہاں بیان کردوں۔ اگر چہ جس کا تذکرہ میں کرنے لگا ہوں اس کی اکثر باتیں پہلے گزر چکی ہیں (اس کے باوجود) اس میں کچھ اچھے اضافے بھی کروں گا۔

ان میں سے ایک تو یہ ہے کہ

جب جمل کے دن حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے گھوڑے دوڑائے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے پکارا جبکہ دونوں لشکروں کے جانوروں کی گردنیں آپس میں مل چکی تھیں۔

اور ارشاد فرمایا:

تجھے اللہ تعالیٰ کی قسم یاد دلا کر کہتا ہوں کہ

وہ دن مجھے یاد ہے کہ جب اللہ عزوجل کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ کی قسم! ضرور تجھ سے جنگ کی جائے گی اور تیرے ساتھ جنگ کرنے والا تجھ پر ظلم کرنے والا ہوگا۔ اس وقت میں نے تیرے کان میں سرگوشی کی تھی اور سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے کان میں بھی سرگوشی کی تھی۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے جواباً کہا:

جی ہاں! اللہ عزوجل کی قسم اس جگہ ٹھہرنے سے پہلے مجھے یہ بات کبھی یاد نہ تھی۔

(تاریخ مدینہ دمشق ذکر من اسمہ زبیر: ج:18، ص:406)

اسے ابوبکر بن ابی شیبہ اور اسحاق بن راہویہ اور ابو یعلیٰ نے روایت کیا ہے۔

اس روایت سے اور اس کے علاوہ دوسری روایات سے معلوم ہوا کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم تھا کہ بعد میں کیا ہوگا؟ اور ایسی خبر دی کہ جس کے اندر صراحت موجود ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حق پر ہوں گے اور جو ان کے مقابلے میں لڑیں گے وہ خطا پر ہوں گے لیکن وہ اپنے گمان میں اپنے آپ کو حق پر جانیں گے کیونکہ ان کے ذہن میں بھی کوئی تاویل ہوگی جیسا کہ اس کی تحقیق پہلے بھی گزر چکی ہے۔ اس خبر دینے کے باوجود حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نرمی کا سلوک کرنے اور امن والا معاملہ کرنے کا حکم دیا۔

اور اس میں واضح دلیل ہے کہ

وہ تاویل کے سبب معذور ہیں ورنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی زیادتی اور مخالفت کے بارے میں بھی ضرور خبر دیتے۔

اور بعضوں نے تو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے اس (وانت ظالم له) کی تطبیق یہ دی ہے کہ یہاں ظلم سے مراد (اس کا لغوی معنی ہے اور وہ) یہ ہے کہ کسی چیز کو اس کے غیر محل میں رکھنا اگرچہ اس میں گناہ نہ ہو اور یہی معنی اس حدیث وضو کا ہے کہ

جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جو تین پر زائد کرے اس نے برا کیا اور ظلم کیا۔

اس حدیث مبارکہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اساءت اور ظلم کے الفاظ اس عمل کے لئے استعمال فرمائے ہیں جو حرام نہیں ہے اس بیان اور وضاحت کے اندر غور و فکر کرو (تو معاملہ آسان ہو جائے گا)

میری مراد یہ ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور ان کے تبعین کے بارے میں سکوت فرمایا۔

اور یہ جو روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم اور اس کے بیٹوں پر لعنت فرمائی سوائے ان کے کہ جو ان میں سے نیک ہو جیسے کہ عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کہ یہ خلفاء راشدین کے ساتھ حکم میں، عدل میں اور دنیا سے کنارہ کشی کرنے میں ملحق ہیں درست نہیں ہے کیونکہ اس طرح تو لازم آئے گا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رحمت ہونے کے باوجود اس پر لعنت کر رہے ہیں کہ جو اس کا مستحق نہیں ہے۔

اور روایت صحیح میں ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے تین لوگوں کو خواب میں دیکھا کہ وہ منبر پر بندروں کی طرح چڑھتے ہیں۔ اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے وصال تک کبھی نہ ہنسے۔

ہو سکتا ہے کہ

ان سے مراد یزید بن معاویہ ہو کہ یہ سب سے زیادہ گندا اور سب سے زیادہ فاسق تھا بلکہ ایک جماعت تو اس کو کافر کہتی ہے' اور حدیث صحیح کی بھی یہی مراد ہے۔

قریش کے بے وقوف لوگوں کے ہاتھوں میری امت خسارہ اٹھائے گی۔ یہی لوگ انتہاء درجے کے ظالم اور فاسق ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے غلط ہونے کی خبر دے دی لیکن جنہوں نے حضرت عائشہ، حضرت زبیر، حضرت طلحہ اور حضرت معاویہ اور عمرو بن عاص اور اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ مل کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ کی ان کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی خبر نہ دی۔ بلکہ اہل بدر میں سے کسی کا کوئی نقص بھی بیان نہ فرمایا (سب کچھ جاننے کے باوجود ان کے بارے میں کچھ نہ کہنا) اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ تمام لوگ کامل ہیں جیسا کہ اس کی تحقیق پہلے بھی گزر چکی ہے۔

اور یہ روایت بھی صحیح ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خوارج کی اور ان کی صفات کی خبر دی ہے اس آدمی کی بھی خبر دی کہ جو ان کے ساتھ ہوگا اور پھر ان کو ہی قتل کرے گا۔

عنقریب اس کا تذکرہ وضاحت کے ساتھ کروں گا اب ذرا سوچ کہ گمراہ لوگوں کی علامات اور ان کی مکمل پہچان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمادی لیکن اس کے باوجود دوسروں کے بارے میں کچھ کلام نہ فرمایا کیونکہ وہ معذور ہیں جیسا کہ اس کی تحقیق پہلے گزر چکی ہے۔

ابھی میں ایک روایت بیان کرتا ہوں کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خارجیوں کے بارے میں فرمایا کہ

ان کو دو گروہوں میں سے وہ گروہ ہلاک کرے گا کہ جو حق کے زیادہ قریب ہے۔

اس روایت میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء کے بارے میں گواہی ہے اس بات پر کہ یہ حق ہیں۔ لیکن یہ حق پر ہونا ان کے اعتبار اور گمان کے لحاظ سے ہے۔

خبردار!

اس بارے میں بہت ساری باتیں ہیں جن کی کوئی اصل نہیں ہے۔ واقعہ جمل میں اس کی طرف اشارہ گزر چکا ہے۔

خوب جان لو کہ!

ایک روایت کہ جس کے تمام رجال صحیح ہیں صرف ایک کے بارے میں کلام ہے اس کو بھی ابن حبان نے ثقہ کہا ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عہد توڑنے والوں، دین سے پھرنے والوں کے بارے میں خبر دی اور ارشاد فرمایا کہ

یہی خوارج ہیں۔
ان کے واقعہ کا بیان آئے گا۔
(بہر حال) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پیروکار حق پر ہیں اور وہ بھی حق پر ہیں جنہوں نے ان کے طریقوں کو اپنایا کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان سے اگر چہ جنگ کرنے کی اجازت تھی ان کو دین سے نکل جانے والا نہ کہتے تھے۔
جی ہاں! (اگر چہ کہ) ایک روایت ایسی بھی ہے کہ جو اس سے مختلف ہے لیکن اس کی سند ضعیف ہے کہ
جب حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے صفین کا ارادہ کیا
تو فرمایا کہ
مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عہد توڑنے والوں، ناخن کے تراشوں کی طرح، دین سے نکل جانے والوں سے جنگ کرنے کا حکم فرمایا۔
بر سبیل تسلیم اگر اس روایت کی صحت کو تسلیم کر لیں تو پھر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کے لئے اس طرح تاویل کریں گے کیونکہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی متابعت نہیں کی اس لئے وہ عہد توڑنے والے کہلائے۔
قاسطون (جدا ہونے والے) اس لئے کہلائے کہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اطاعت کرنے سے علیحدگی اختیار کی۔ اگر چہ ان کے پاس ایسی تاویل موجود ہے جو ان کے گناہ گار ہونے کے مانع ہے جس طرح ہم نے اس کی تاویل (ابھی) بیان کی ہے اس تاویل کی نظیر (مثال) گزر چکی ہے کہ تین بار دھونے پر کمی زیادتی کرنے کی نسبت ظلم اور اساءت کی طرف کرنا (ایک تاویل کے تحت ہے)
ضعیف روایت میں ہے کہ
حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ
بقیۃ الاحزاب (باقی ماندہ لشکر) کی طرف چلو اور غور کرو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان میں، کہ بے شک ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا۔
اور وہ کہتے ہیں کہ
اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم نے جھوٹ کہا (نعوذ باللہ)
بقیۃ الاحزاب سے مراد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں کیونکہ ابو سفیان رئیس الاحزاب تھے۔
اللہ تعالیٰ نے فریقین کے اقوال کی حکایت اس طرح فرمائی:
جب مومنوں نے احزاب (لشکروں) کو دیکھا تو بولے یہ وہی وعدہ ہے جو اللہ اور اس کے رسول نے فرمایا تھا اور اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

جب منافقوں اور جن کے دلوں میں مرض ہے (دونوں) نے کہا کہ اللہ اور اس کے رسول تو صرف دھوکہ کا وعدہ کرتے ہیں۔

ان امور میں سے یوم صفین کے دو حکم بھی ہیں۔

صفین کے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ حکم تھے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے عمرو بن عاص حکم تھے۔

ایک سند کے ساتھ یہ روایت مروی ہے کہ جس کے بارے میں امام طبرانی نے کہا ہے کہ

هو عندی باطل (وہ میرے نزدیک باطل ہے)

کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ

اس امت میں دو حکم ہوں گے دونوں ہی گمراہ ہوں گے اور وہ بھی گمراہ ہوگا جو ان کی اتباع کرے گا۔

ان سے عرض کی گئی:

اے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ! غور کرو کہ ان میں سے ایک آپ رضی اللہ عنہ تو نہیں۔

اور ایک متروک سند میں ہے کہ

حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو کہا کہ.....

کیا تو نے نہیں سنا کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جو مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں تیار کرے۔

پھر انہوں نے ان سے سوال کیا اس حدیث کے بارے میں کہ جس میں ہے کہ

عنقریب میری امت میں فتنہ ہوگا اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ تو اس میں اس انداز سے کھڑا ہوگا جو بیٹھنے والا ہوگا وہ تجھ سے بہتر ہوگا اور بیٹھنے والا بہتر ہوگا تجھ سے اور کھڑا ہونے والا تجھ سے بہتر ہوگا اس حال میں کہ جب تو چلنے والا ہوگا۔.....

(المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام الجیح: ج:16، ص:383)

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کو خاص کیا لوگوں سے عمومی گفتگو نہیں کی (دراصل) حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے اس کلام کے ذریعے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے فیصلہ کرنے کے لئے حکم بننے پر اعتراض کی طرف اشارہ کیا ہے۔ بے شک حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک حیلہ کیا تا کہ حضرت علی رضی

اللہ عنہ خلع کریں پھر حضرت عمرو رضی اللہ عنہ آئے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ والی بن گئے اور یہ اس لئے کہ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ عرب کے ہوشیار اور چالاک لوگوں میں سے تھے جس نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو دھوکہ دیا اس دھوکے کے سبب سے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے اس خلع پر اعتماد نہ کیا اور نہ ہی اس کی تولیت پر اعتماد کیا اور ان کاموں پر قیاس کر لیا جو فیصلے سے پہلے ہو چکے تھے۔

اور ایک ایسی سند ہے جس میں دو آدمی ہیں۔

حافظ ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

میں ان کو نہیں جانتا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کوفہ کے منبر پر کھڑے ہوئے جس وقت دونوں حکموں (فیصلہ کرنے والوں) نے اختلاف کیا۔

تو ارشاد فرمایا:

میں تمہیں اس حکومت سے منع کیا کرتا تھا پس تم نے میری نافرمانی کی۔

اتنے میں ایک نوجوان کھڑا ہوا اور سخت کلامی کرتے ہوئے کہنے لگا کہ

بلکہ آپ رضی اللہ عنہ نے ہمیں حکم دیا تھا۔

میں شک میں بری ہوں اس چیز سے جس چیز کے بارے میں آپ رضی اللہ عنہ ناپسندیدگی کا اظہار فرما رہے ہیں۔

تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

تو کون ہے، تیرا کلام کیسا ہے، خدا تیرا برا کرے۔

پھر ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ کی قسم! اگر گناہ ہے تو یہ صغیرہ ہے اور اگر مستحسن ہے تو بڑی مشکوری کے قابل ہے۔

(معجم الکبیر: نسبۃ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ: ج: 1، ص: 143)

اور کان کی ضمیر یا تو تحکیم کو خاص کرنے کے لئے ہے جس کے بارے میں کلام ہے یا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اپنے مخالفین، حضرت عائشہ، حضرت طلحہ، حضرت زبیر اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم سے جنگ کرنے کے عموم کو یہاں بیان کرنے کے لئے ہے اور اس کو گناہ کہنا مقابل کے ساتھ ارخاء العنان کی جہت پر ہے اس حدیث کی وجہ سے جس کی صراحت کر چکا ہوں کہ

حدیث صحیح میں ہے کہ

خطا کرنے والا مجتہد ثواب کا حق دار ہے۔ عتاب کا حقدار نہیں ہے۔

اس کے اجتہاد کرنے میں کوئی گناہ نہیں ہے اور نہ ہی اس کے پیروکاروں پر کوئی عتاب و گناہ ہے۔

اوران امور میں سے وہ امور بھی ہیں جن کا تعلق حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے درمیان صلح کے ساتھ ہے۔

اور یہ خوب جان لو کہ!

اس کی وضاحت اس کے بعد آنے والی گفتگو کے دوران بیان کی جائے گی۔

صحیح حدیث میں ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:

اسلام کی چکی پینتیس یا چھتیس سال تک چلتی رہے گی۔

پس اگر ہلاک ہوگئے تو اور ہلاک ہونے والوں کا ایسا بھی حال ہوگا اور اگر ان کا دین درست نہ ہوا تو ستر (70) سال تک درست ہوجائے گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

اس سے گزشتہ سال مراد ہیں یا آنے والے سال۔

ارشادفرمایا:

آنے والے سال۔

اور ایک اور روایت میں ہے کہ

اسلام کی چکی پینتیس سال تک چلتی رہے گی پس اگر بغیر لڑائی جھگڑے کے آپس میں صلح رکھیں گے تو ستر برس تک دنیا سے فائدہ اٹھائیں گے۔

(مستدرک: فضائل امیر المومنین ذی النورین عثمان رضی اللہ عنہ جز:3،ص:108)

اور یہ بات حضرت حسن اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی صلح پر صادق آتی ہے اور ہجرت کے بعد چالیس سال تک کی مدت کو شمار کیا جائے تو یہ بات جو چالیس سال کی ابتداء میں واقعات ہوئے ان پر صادق آتی ہے اور یہاں پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کا ذکر نہ کرنے پر حکمت یہ ہے کہ وہ کسی دن اپنی خلافت جو چار سال کے عرصے کے برابر ہے اس کو ایک صف میں جمع نہ کرسکے کیونکہ اس عرصے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بہت سے خارجی فرقوں کے ساتھ جنگ کرنے میں مصروف رہے۔

اور اس مدت میں دنیا کھانے سے مراد یہ ہے کہ

اکثر مدت جس میں علماء، مجتہدین دین کو سنواریں گے۔اس طرح معاملات اس مدت کے بعد نہیں ہوں گے (بلکہ لوگوں کا رجحان دنیا کی طرف ہوجائے گا)

اور یہ بات گزر چکی ہے کہ

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے سے روکنے میں بہت زیادہ مبالغہ کیا اوران کو یہ بات بیان فرمائی کہ اگر وہ لوگ ان کو شہید کر دیں گے تو ان کے معاملات ہرگز نہیں سدھریں گے جب تک کہ ان میں سے چالیس ہزار لوگ قتل نہ ہو جائیں' اور حضرت عبداللہ بن سلام نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عراق کی طرف جانے سے منع کیا

اور فرمایا کہ

منبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو لازم پکڑے رکھو۔

اور یہ بات بھی بیان فرمائی کہ

اگر یہ عراق چلے گئے تو ہمیشہ کے لئے واپس لوٹ کر نہیں آئیں گے۔

اور ساتھ یہ بھی کہا کہ

جب آپ رضی اللہ عنہ ہجرت کے چالیسویں سال سے پہلے شہید ہو جائیں گے تو اس کے قریب ہی صلح ہو جائے گی چنانچہ ایسے ہی ہوا کہ خلافت سے دور بھاگنے کے باعث حضرت حسن اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان صلح ہو گئی۔

(تطہیر الجنان واللسان عربی: ص:55)

ایک اور روایت کہ جس کے راوی ایک کے علاوہ تمام احادیث صحیح کے راوی ہیں اگر چہ وہ بھی مختلف فیہ ہیں مگر ذہبی نے ان کے بارے میں کہا ہے کہ یہ قوی ہیں اور مجھے ان کے بارے میں کوئی جرح معلوم نہیں ہے۔

وہ روایت اس طرح ہے کہ

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ منبر پر چڑھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں کلام درازی کرنے لگے۔ پھر اسی طرح مغیرہ بن شعبہ نے کیا۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے عرض کی گئی کہ

آپ رضی اللہ عنہ بھی منبر پر چڑھیں اور ان دونوں کا رد کریں۔

پس آپ رضی اللہ عنہ رکے رہے اس شرط پر کہ جب تک تم لوگ اس کا وعدہ نہ کرو کہ اگر میں حق کہوں تو تم میری تصدیق کرو گے اور ناحق کہوں تو تم میری تکذیب کرو گے۔ سب لوگوں نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے اس طرح کرنے کا وعدہ فرمایا۔ پس حضرت حسن رضی اللہ عنہ منبر پر چڑھے اور اللہ تعالیٰ کی حمد کی

پھر ارشاد فرمایا:

اے عمرو بن عاص اور اے مغیرہ بن شعبہ! میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی قسم یاد دلا کر کہتا ہوں کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چلنے اور بیٹھنے پر لعنت فرمائی ان میں سے ایک فلاں تھا۔

ان دونوں نے کہا:

کیوں نہیں (ایسا ہی ہوا)

پھر حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

میں تم دونوں کو اللہ تعالیٰ کی قسم یاد دلا کر کہتا ہوں کہ

کیا تم نہیں جانتے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو پر لعنت فرمائی ہر اس قافیہ کے بدلے میں جو اس نے کہی۔

پھر دونوں نے کہا:

بالکل اسی طرح ہے۔

پھر حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اے عمرو اور مغیرہ رضی اللہ عنہما! کیا تمہیں پتہ نہیں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاں قوم پر لعنت فرمائی۔

ان دونوں نے کہا:

ایسا ہی ہے۔

پھر حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

میں اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہوں جس نے تمہیں ان میں بنایا جو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قبیلے کے علاوہ ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کبھی بھی برا بھلا نہیں فرمایا بلکہ آپ رضی اللہ عنہ کو غایت عظمت وجلالت کے ساتھ یاد فرمایا۔

اور ایک روایت جس کے ایک راوی کے سوا جس کی نسبت حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ میں اس کو نہیں جانتا اور باقی سب راوی ثقہ ہیں کہ

روایت یوں ہے:

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئے۔ ادھر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بھی تشریف فرما تھے۔ حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ ان دونوں کے مابین بیٹھ گئے۔

اور فرمایا:

جانتے ہو اس طرح میں کیوں بیٹھا ہوں؟ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جہاں پر بھی ان دونوں کو اکٹھا دیکھو تو ان دونوں میں جدائی کر دو کیونکہ یہ دونوں غدر کے سوا اور کسی کام کے لئے جمع نہیں ہوتے اس لئے میں نے ارادہ کیا کہ تم دونوں میں جدائی کر دوں۔

اس حدیث میں یہ بحث ہو چکی ہے۔

اور ایک اور روایت ہے جس کا ایک راوی بہت ہی ضعیف ہے کہ قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ دو ایسے عظیم گروہ آپس میں نہ لڑیں اور ان کا دعویٰ ایک ہی ہوگا۔

ان باتوں میں سے ایک بات حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خوارج سے جنگ کرنا بھی ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس واقعہ کے بارے میں خبر بھی دی ہے جس کے بارے میں کسی تاویل کی بھی گنجائش نہیں ہے۔

ابو یعلیٰ صحیح سند کے ساتھ حدیث مبارکہ روایت کرتے ہیں کہ

ابو وائل رضی اللہ عنہ سے ایسی قوم کا حال پوچھا گیا جس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا۔

تو انہوں نے فرمایا:

جب صفین میں اہل شام بہت مقتول ہوئے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء نے پہاڑ پر پناہ لی۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس قرآن مجید بھیج کر ان سے صلح کی عرض کریں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی قسم اس عرض کو کبھی رد نہیں فرمائیں گے۔

الغرض

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک ایسے آدمی کو روانہ کیا جو قرآن مجید کو اٹھائے ہوئے منادی کر رہا تھا کہ ہمارے اور تمہارے درمیان میں کتاب اللہ ہے۔

''کیا تم نے نہیں دیکھا ان لوگوں کی طرف جنہیں کتاب میں سے حصہ دیا گیا''۔

آخر تک آیت کریمہ تلاوت کی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

جی ہاں! ہمارے اور تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور میں صلح کا زیادہ حق دار ہوں۔

صلح کا ذکر سن کر خوارج جنہیں ہم اس دور میں قراء کہتے تھے وہ اپنی تلواروں کو کندھے پر ڈالے ہوئے آئے۔

اور کہنے لگے۔

اے امیر المومنین رضی اللہ عنہ! آپ رضی اللہ عنہ اس قوم سے یعنی اہل شام سے ہرگز صلح کی بات نہ کریں حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اور ان کے مابین فیصلہ فرما دے۔

اس پر حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور ان خوارج کو انکار صلح سے روکا۔

اور دلیل یہ بیان کی کہ

حدیبیہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صلح کی طرف مائل تھے لیکن اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم صلح کی طرف مائل نہیں تھے

حالانکہ بھلائی ہی صلح میں تھی۔

جب آپ رضی اللہ عنہ نے ان خوارج کی کوئی بات نہ سنی تو یہ لوگ بھاگ گئے اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے بلانے کو ایک شخص بھیجا چنانچہ دس ہزار سے زائد واپس آئے۔

اور عنقریب ایک روایت آئے گی کہ

ان کی تعداد دس ہزار سے زیادہ تھی۔

اور ایک روایت میں ہے کہ

تھوڑی تھی۔

اور ہوسکتا ہے کہ ہر ایک راوی نے اپنے علم کے مطابق روایت کیا ہو۔

لہٰذا جو لوگ ان خوارج کو واپس بلانے گئے تھے

انہوں نے یہ کہا کہ

اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے صلح کرلی تو ہم ان سے ہی لڑ پڑیں گے۔ ورنہ ان کی طرف ہو کر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے لڑیں گے یہ کہہ کر وہ جدا جدا ہو گئے۔

پس حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خطاب کیا جس کا اشارہ اس بات کی طرف تھا کہ وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس چلیں گے یا ان خارجیوں کی طرف لوٹیں گے کہ جنہوں نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے مفتوحہ علاقوں پر قبضہ کیا ہوا ہے۔

انہوں نے کہا:

بلکہ ہم خارجیوں کی طرف لوٹیں گے۔

ایک روایت میں ہے کہ

ایک فرقہ نکلے گا جس وقت لوگوں میں اختلاف ہو چکا ہوگا اس وقت وہ گروہ اس فرقے سے جنگ کرے گا جو کہ دو مسلمانوں کے گروہ میں سے حق کے زیادہ قریب ہوگا اور اس فرقے کی علامت یہ ہے کہ

اس فرقے کا ایک شخص ایسا ہوگا کہ جس کا ہاتھ نرمی میں عورت کے پستان کی طرح ہوگا۔

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نہر کے ساتھ خارجیوں سے جنگ کی اور جب ان کی طرف سے بہت زیادہ شدت ہوئی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھوڑے پیچھے ہونے لگے۔

پس حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ندا کی کہ

اگر تم میری وجہ سے جنگ کر رہے ہو تو میرے پاس کچھ نہیں کہ میں تمہیں جزاء دوں اور اگر تم اللہ عزوجل کی خاطر جنگ کر رہے ہو تو یہ تمہارا عمل بیکار نہیں جائے گا۔ پس لوگوں نے ایک ساتھ ہی حملہ کیا اور گھوڑوں کو دوڑایا کہ دیکھتے ہی دیکھتے خارجی منہ

کے بل اوندھے گرنے لگے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ

پستان نما ہاتھ والے کو تلاش کرو تو تلاش کے باوجود وہ نہ ملا۔

کسی نے کہا:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہمیں دھوکہ دیا ہے، ہم نے اپنے بھائیوں کو قتل کر دیا ہے پس حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے پھر تلاش کرنے کا حکم دیا تو لوگوں نے اپنی ٹانگوں کے ساتھ لاشوں کو ہٹانا شروع کیا حتیٰ کہ وہ آدمی (پستان نما ملائم ہاتھوں والا) مل گیا کہ جس کی نشانی دی گئی تھی۔ پس لوگوں نے اس کی خبر دی۔

تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اللہ اکبر! اور بہت خوش ہوئے اور لوگوں کی طرف گئے

اور فرمایا کہ

میں اس سال جنگ نہیں کروں گا اور کوفہ کی طرف واپس چلے گئے' اور وہیں آپ رضی اللہ عنہ شہید کیے گئے اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنا دیا گیا' اور آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے والد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نقش قدم پر عمل کیا۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف ایک خط لکھا کہ وہ بیعت کرے۔

ایک روایت میں ہے کہ

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے بیعت کا پیغام حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجا اور یہ بات قیس بن سعد بن عبادہ قبیلہ خزرج کے سردار کی طرف لکھی۔ پس قیس کھڑے ہوئے

اور کہنے لگے کہ

اے لوگو! دو چیزوں میں سے ایک کو چن لو!

1- چند لوگوں میں داخل ہونا

2- یا امام کے علاوہ جو لوگ ہیں ان کے ساتھ مل کر جنگ کرو۔

لوگوں نے کہا:

یہ کیا ہے۔

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

میں نے بیعت کا حق حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو دے دیا پس لوگ واپس لوٹ آئے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے بیعت کر لی۔

یہاں اس بات کی وضاحت مناسب ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو حدیث روایت کی ہے کہ

"تقتلهم اقرب الطائفتين الى الحق"

کہ خارجیوں سے دو گروہ میں سے وہ گروہ جنگ کرے گا جو حق پر ہے اس سے معلوم ہوا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا گروہ حق کے قریب تھا۔ کیونکہ ان کا فعل بھی اجتہاد پر مبنی تھا جس پر ثواب ملتا ہے نہ کہ عبث ہوتا ہے کہ جس پر عتاب ہو۔

اس روایت کے اندر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بہت زیادہ مدح ہے اگر چہ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ خطا پر تھے۔

جیسا کہ حدیثِ عمار رضی اللہ عنہ میں اس کی صراحت موجود ہے کہ

اے علی رضی اللہ عنہ آپ رضی اللہ عنہ سے جھگڑنے والا خطا پر ہوگا۔

اور یہ بات معلوم ہوئی کہ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد حق کے زیادہ قریب ہیں کیونکہ جو دو گروہوں میں سے زیادہ حق پر ہونے والے گروہ کا خلیفہ ہو وہ بھی مدح کے لائق ہوتا ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

"اگر دو مسلمان آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح کرادو"۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے آپس میں لڑنے کے باوجود دونوں گروہوں کو مومن فرمایا ہے۔ یہ آیت مبارکہ ہر اس شخص کا رد کرتی ہے کہ جو یہ گمان کرتا ہے کہ جس جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ کی وہ کافر ہے۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خطبہ میں منبر پر حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی مدح بیان فرمائی کہ

عنقریب اللہ عزوجل حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے وسیلے سے مسلمانوں کے دو بڑے لشکروں میں صلح کرائے گا۔

(تطہیر الجنان واللسان عربی: ص: 57)

تو یہ ثابت ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں لشکروں کے لئے اسلام کو ثابت کیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے دو جھگڑنے والوں کے لئے ایمان کو ثابت فرمایا ہے (اور یہ بات بھی یاد رکھی جائے کہ) ایمان اور اسلام دونوں لازم وملزوم ہیں اس حیثیت سے کہ یہ بات ممکن نہیں کہ کوئی مسلمان ہو اور مومن نہ ہو اور کوئی مومن ہو اور مسلمان نہ ہو اور جو دل کے ساتھ ایمان لے آئے اور قدرت کے باوجود زبان سے اظہار نہ کرے وہ بالاتفاق کافر ہے۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے تو یہاں تک فرمایا ہے کہ

اس کے کافر ہونے پر اجماع ہے۔

لیکن حقیقت میں اس مسئلے کے اندر اختلاف ہے۔

ایک مختلط روایت میں آیا ہے کہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ

خارجیوں کو کس نے قتل کیا۔

تو لوگوں نے کہا:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے۔

اس پر آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ

خارجیوں کو میری امت میں سے بہترین لوگ قتل کریں گے۔ یہ تو شریر ترین لوگ ہیں۔

اور ایک روایت میں آیا ہے کہ جس کے رجال سب ثقہ ہیں کہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے شداد بن ہادی سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خارجیوں کو قتل کرنے کے بارے میں پوچھا کیونکہ اہل عراق نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایسی باتوں کا ذکر کیا کہ جن باتوں میں انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر جھوٹ بولا تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

میں پسند کرتی ہوں کہ وہ معاملے کو دیکھیں اور بتائیں کہ معاملہ عراقیوں کے مطابق ہے؟ اس وجہ سے جب شداد کوئی بات بیان کرتے تو پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان سے قسم لیتی تھیں پس وہ قسم اٹھاتے۔

اب حاصل کلام یہ ہے کہ

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مابین صلح کی بات ہوئی اور ثالث نے فیصلہ کر دیا تو آٹھ ہزار خوارج حضرت علی رضی اللہ عنہ سے باغی ہو گئے اور کوفہ کے ایک مقام میں جس کو حروراء کہتے تھے آ کر قیام فرمایا۔

ان کا کہنا تھا کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وہ قمیض (خلافت) جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو ملی تھی اتار دیا اور جو نام کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا رکھا تھا اس سے خارج ہو گئے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے دین میں انہوں نے ثالث قائم کیا۔ حالانکہ فیصلہ اللہ تعالیٰ کا ہی فیصلہ ہے جب آپ رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع ملی تو آپ رضی اللہ عنہ نے مصحف کو منگوایا اور اسے اپنے سامنے رکھ دیا۔

اور فرمانے لگے کہ

اے مصحف! لوگوں کو بتاؤ کہ خارجیوں سے جنگ کرنا کیا زیادتی ہے دراصل حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ کام ان کی اس بات کو رد کرنے کے لئے کیا کہ ہمارے اور ان کے درمیان تو اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے تا کہ وہ سمجھ جائیں کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب گفتگو

نہیں کرتی جاتا پھر بھی علماء کی طرف پڑتا ہے جبھی تو وہاں موجود لوگوں نے کہا کہ

اے امیر المومنین رضی اللہ عنہ! اس سے تم کیا پوچھتے ہو یہ تو سیاہی اور ورق ہیں ہم وہ بات کہتے ہیں جو اس کے اندر دیکھتے ہیں۔

(یعنی قرآن مجید نہیں بولتا)

تو اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

تمہارے وہ لوگ کیوں نہیں سمجھتے جنہوں نے خروج کیا ہے اور جو میں نے صلح کرنے کے لئے حکم مقرر کئے ہیں اس پر اعتراض کیوں کرتے ہیں حالانکہ وہ میرے موالی اور مددگار بنے ہوئے ہیں۔ میرے اور ان کے درمیان اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے۔

اور اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

جب مرد اور عورت آپس میں اختلاف کا خوف کریں تو تم ایک حکم مرد کے گھر والوں میں سے اور ایک حکم عورت کے گھر والوں میں سے بنالو اگر وہ دونوں اصلاح کا ارادہ رکھتے ہوں تو اللہ عزوجل دونوں کو اصلاح کی توفیق عطا فرمادے گا۔

(حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا)

امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت اور حرمت یہ ہے کہ

یہ ایک مرد اور ایک عورت سے زیادہ اہم ہے اور تمہیں یہ بات بری لگتی ہے کہ میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف صلح کا پیغام لکھوں۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان تمام لوگوں کا رد کیا۔

اور فرمایا کہ

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اور اہل مکہ کے درمیان صلح کا حکم فرمایا تو اس وقت اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

تمہارے لئے اللہ عزوجل کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں بہت زیادہ بہتری ہے تو جو بھی اللہ عزوجل اور آخرت پر یقین رکھتا ہو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرے۔

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کی طرف حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو بھیجا۔

شداد بھی کہتے ہیں کہ

میں بھی ان کے ساتھ تھا جب ہم ان کے لشکر کے درمیان میں گئے تو فلاں آدمی کھڑا ہوا اور اس نے لوگوں سے خطاب کیا۔

اور کہا کہ

اے قرآن اٹھانے والو! یہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ہیں۔

اس کے بعد اس نے تمام لوگوں کو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی اتباع کرنے سے ڈرایا۔

بہر حال حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے سب لوگوں کو سمجھایا اور ان لوگوں میں تین دن رکے رہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی نصیحتوں کے سبب سے چار ہزار لوگ خارجیوں سے الگ ہو گئے اور سب کے سب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس کوفہ میں آگئے جو باقی رہ گئے تھے ان کی طرف حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ پیغام بھیجا کہ ہم نے اور لوگوں نے تمہیں سمجھایا ہے لیکن تم نہیں مانے بس اب اتنا ہے کہ تم اپنی ہی جگہ پر رہنا اور بے گناہ خون نہ بہانا اور راستے میں ڈاکہ نہ ڈالنا، ذمیوں پر ظلم نہ کرنا اگر تم نے ایسا کیا تو ہم تم سے بھی برابر جنگ کریں گے بے شک اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے جنگ نہ فرمائی حتیٰ کہ جب ان لوگوں نے یہ سب برے کام کرنے شروع کر دیئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے جنگ کی۔

پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس آدمی کے بارے میں شداد سے پوچھا کہ جس کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی کہ وہ بھی ان خارجیوں میں سے ہوگا اور ان کا نام ذوثدیہ ہوگا۔

تو شداد نے کہا:

میں نے اسے بھی دیکھا اور میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس کی لاش کے قریب کھڑا ہوا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو بلایا۔

اور فرمایا:

تم اس شخص کو جانتے ہو؟

تو بہت سے لوگوں نے کہا:

جی ہاں ہم نے اسے فلاں مسجد میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تھا۔

پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کہ

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ اس لاش کے قریب کھڑے تھے تو کیا فرمایا تھا۔

تو شداد نے کہا:

میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو صرف یہ کہتے ہوئے سنا کہ

اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا

اس کے علاوہ بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کوئی بات کی۔

اس نے کہا:

نہیں کی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

جی ہاں! اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا۔

جھوٹ بولنے والے عراقی جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں بڑھا چڑھا کر باتیں کر رہے تھے وہ چلے گئے۔

(تطہیر الجنان واللسان عربی، ص:59)

اور یہ بات صحیح ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سوال کیا جس وقت وہ بصرہ میں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے آئے۔

کہا:

وہ یہ جنگ وصیت کے سبب کر رہے ہیں یا اس کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں خبر دی تھی؟ یا وہ اپنی رائے سے سب کچھ کر رہے ہیں۔

تو انہوں نے یہ بات بیان فرمائی کہ

یہ ان کی رائے سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی وصیت نہ فرمائی تھی۔

مراد یہ ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کام کے لئے ان کو خلیفہ بنایا نہ کہ کسی اور کو۔

اور جس حدیث مبارکہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ بات بیان فرمائی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے عہد توڑنے والوں، ناخن تراشے کی طرح دین سے الگ ہونے والوں کے ساتھ جنگ کرنے کا حکم فرمایا وہ حدیث مبارکہ مذکورہ بالا حدیث اور وضاحت کے خلاف نہیں ہے باوجود اس کے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اچانک اس دنیا سے تشریف نہیں لے گئے کئی دنوں تک اپنے گھر میں رہے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو آگے بڑھنے (یعنی نماز پڑھانے) کا حکم دیا یہ سب کچھ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مرتبے کے اظہار کے لئے کیا اور یہ کہ مسلمانوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بیعت کی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان سے بیعت لی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی ان سے بیعت کی اور جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نزع کی حالت میں تھے اگر چاہتے تو اپنے بیٹے کو خلیفہ بناتے مگر انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کیا اور انہوں نے (یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ) لوگوں کو بیعت کیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

میں بھی ان کے ساتھ بیعت ہو گیا اور جب مجھے کوئی چیز دیتے تو میں لے لیتا اور مجھے جنگ کا کہتے تو جنگ کی طرف چلا

جاتا اور حدود قائم کرنے کے لئے میں مقرر تھا۔ جب موت کا وقت آیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کسی ایک آدمی کو مقرر کرنے کی بجائے معاملہ چھ اشخاص کے سپرد کر دیا ان میں سے ایک میں بھی تھا پس ہم نے خلافت کا فیصلہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حق میں کر دیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی اور میں نے خلافت تسلیم کر لی جب مجھے جنگ کے لئے بھیجتے تو میں چلا جاتا تو جب مجھے کچھ دیتے تو میں لے لیتا۔ میں ان کے ساتھ حدود قائم کرنے کے لئے مقرر تھا۔ پھر جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس دار فانی سے کوچ کر گئے تو خلافت کی طرف وہ آدمی بڑھا جو کہ میرے مثل نہ تھا نہ ہی اس کی قرابت میری قرابت کی طرح تھی اور نہ ہی اس کا علم میرے علم کی طرح تھا اور نہ ہی وہ میری طرح ایمان لانے میں سابق تھا تو میں خلافت کا اس کی بدولت زیادہ حق دار تھا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حضرت زبیر اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہما کی مخالفت کے بارے میں سوال کیا گیا۔

تو ارشاد فرمایا:

ان دونوں نے مجھ سے مدینہ منورہ میں بیعت کر لی تھی پھر ان دونوں نے میری مخالفت کی اگر کوئی آدمی حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی بیعت کرتا اور پھر ان دونوں کے مخالف ہو جاتا تو ہم اس سے لڑائی کرتے تھے۔

اور یہ بات صحیح ہے کہ

جب خارجی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جدا ہوئے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان سے جنگ کرنے کا ارادہ کیا اس وقت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اجازت طلب کی کہ وہ خارجیوں کی طرف جا کر یہ معلومات کرے گا کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کیوں مخالف ہوئے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اجازت دے دی پس حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما خارجیوں کی طرف گئے اور ان سے مناظرہ کیا۔

جس کے سبب بیس (20) ہزار لوگ واپس پلٹ آئے اب چالیس (40) ہزار خارجی بچ گئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے جنگ کی دس ہزار سے کم خارجی بچ نکلے۔

جن باتوں کی وجہ سے خارجی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مخالف بنے تھے وہ یہ ہیں۔

1- پہلی تو یہ ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے غیر اللہ کو حکم بنایا باوجود اس کے کہ

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

الحکم للہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کا رد اس مثال کے ساتھ کیا جس کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کا جواب دیا تھا جو کہ اوپر گزر چکا ہے۔

(مرد اور عورت کے درمیان ایک صالح مرد مقرر کرنے کا)

اور وہ یہ ہے کہ

تحکیم کا تذکرہ تو احرام کے شکار کے بارے میں بھی اور مرد و عورت کے درمیان صلح کرنے میں بھی حکم بنانے کا ذکر ہے تو دنیا کے معاملے میں حکم بنانا تو اس سے بھی زیادہ اہم ہے لوگوں نے آپ رضی اللہ عنہ کے اس جواب کو تسلیم کیا۔

2-دوسرا یہ کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور ان کے علاوہ سے جنگ کی لیکن ان کو برا بھلا نہ کہا اور نہ ہی ان سے غنیمت حاصل کی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جواب دیا کہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تو ان کی ماں ہیں یہ بات نص سے ثابت ہے اگر تم اس کا انکار کرو گے تو کافر ہو جاؤ گے اگر تم ان سے جنگ کرنے کو یا گالی دینے کو حلال جانو گے تو کافر ہو جاؤ گے انہوں نے اس بات کو تسلیم کر لیا۔

3-تیسری بات یہ ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے صلح کی طرف مومنین کے امیر بننے سے انکار کیا۔

تو اس کا جواب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ دیا کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح حدیبیہ میں مشرکین کی موافقت کی اس بات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ بات مٹوا دی جو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خط میں لکھی تھی اور وہ عبارت تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کو مٹانے کا حکم دیا۔

اور ارشاد فرمایا کہ

میں اللہ عزوجل کا رسول ہوں اگرچہ کہ تم مجھے جھٹلاتے ہو اور میرا رسول والا منصب اگرچہ تم عبارت سے مٹا دو پھر بھی یہ میری رسالت کی نفی نہیں کرتا۔ پس لوگوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اس جواب کو بھی مان لیا مگر یہ چار 4 ہزار لوگ ہیں انہوں نے انکار کیا (اور خارجی کہلائے) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے جنگ کرنے کا ارادہ کیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ساتھ دینے والے بعض لوگوں نے توقف کیا کیونکہ خارجیوں کی عبادت بہت زیادہ تھی جیسے کہ قرآن مجید کی تلاوت کرنا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے رفقاء سے فرمایا کہ

ان کو یہ عبادت نجات نہیں دے گی۔

اس کی وضاحت پہلے گزر چکی ہے۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ بھی فرمایا:

جس وقت جنگ کا ارادہ کیا کہ

خارجی لوگ ان لوگوں کی مدد نہیں کریں گے جو لوگ ان کو ان کے رب کی کتاب اور ان کے نبی کی سنت کی طرف بلائے

بلکہ وہ اس سے لڑائی کرنے کے لئے آمادہ ہو جائیں گے پھر جب لوگوں نے اس بات کو جان لیا تو پھر بھی کوئی ان سے جنگ کرنے کے لئے نہ نکلا سوائے ایک نوجوان کے۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے وہی کلمات دہرائے پھر بھی وہ صرف ایک ہی نوجوان آیا پس آپ رضی اللہ عنہ نے اس کو مصحف عطا کیا وہ مصحف کو لے کر ان کی طرف گیا تو خارجیوں نے اسے شہید کر دیا جب انہوں نے اس طرح کیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے جنگ کی اور پھر جب جنگ سے فارغ ہوئے۔

تو فرمایا کہ

اس آدمی کو تلاش کرو جس کی خبر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی لوگوں نے اس کو تلاش کرنا شروع کیا اور انہوں نے اسے ایسی جگہ پایا جہاں پرگندہ پانی جمع ہوتا ہے اور اس کے ہاتھ کی پشت والی جگہ پر عورت کے پستان کی طرح ابھری ہوئی جگہ تھی جس پر بال اُگے ہوئے تھے۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کی طرف دیکھا۔

تو ارشاد فرمایا:

اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا۔

راوی کہتے ہیں کہ

حضرت حسن یا حضرت حسین رضی اللہ عنہما میں سے کسی ایک کو اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کرتے ہوئے سنا گیا کہ اس ذات باری تعالیٰ کا شکر ہے کہ جس نے اس امت کو اس گمراہ فرقے سے نجات عطا فرمائی۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

اگر یہ باقی رہے تو ہر تیسرا آدمی ان کے عقیدے کے مطابق ہوتا کیونکہ یہ لوگوں کی پشتوں اور عورتوں کے رحموں (پیٹ) میں چھپے رہیں گے۔

(تطہیر الجنان واللسان عربی: ص:59)

احمد وغیرہ نے روایت فرمایا ہے کہ

خارجی جہنم کے کتے ہیں۔

عرض کی گئی:

سارے کے سارے یا بعض۔

تو انہوں نے فرمایا:

سارے کے سارے۔ ان کے گناہوں میں سے سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بغض کرنے کی انتہاء کر دی۔

(معجم الکبیر: صدی بن العجلان ابو امامۃ الباہلی نزل: جز:8، ص:270)

اور انہیں سے روایت ہے اور رجال بھی سارے کے سارے ثقہ ہیں
وہ روایت ہے کہ
حضرت علی رضی اللہ عنہ نے منبر پر فرمایا:
دو آدمی ہلاکت میں پڑے
ایک تو یہ کہ
جو محبت میں حد سے بڑھ گیا
اور ایک وہ کہ
جس نے مجھ سے بغض رکھا۔
پھر ارشاد فرمایا کہ
مجھ سے اللہ عزوجل کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
تیری مثال عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی طرح ہے کہ یہودیوں نے تو ان سے بغض کیا اور یہاں تک کہ ان کی والدہ پر بھی بہتان باندھا اور نصرانیوں نے آپ سے محبت کی اور آپ کی وہ منزلت سمجھ لی جو آپ کی شان نہیں تھی۔
پھر ارشاد فرمایا کہ
دو قسم کے آدمی ہلاک ہوئے ایک محبِّ مفرط یعنی اتنی زیادہ افراط کے ساتھ آپ سے محبت کرنا کہ جو نا مناسب ہے۔
اور بہتان باندھنے والا مبغض بھی ہلاک ہوا۔
پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
خبردار! میں کوئی نبی نہیں ہوں اور نہ ہی میری طرف کوئی وحی کی جاتی ہے لیکن میں اللہ عزوجل کی کتاب پر عمل کرتا ہوں اور جتنی استطاعت ہو سکتی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اپناتا ہوں جتنا ہو سکتا ہے جو حکم میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا تمہیں دوں تو تم پر حق یہ ہے کہ تم اس میں میری اطاعت کرو اگرچہ کہ وہ تمہیں پسند ہو یا ناپسند۔
ان امور میں سے ان فتنوں کا ظہور ہے جن کا تذکرہ پہلے ہی کر دیا تھا اور محتاجگی ہے ان امور کو جاننے کے لئے کہ جن سے مشہور کتابیں خالی ہیں۔
ان فتنوں میں سے ایک فتنہ کے بارے میں روایت صحیح رجال کے ساتھ مروی ہے کہ
جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے یزید کو خلیفہ بنانے کا ارادہ کیا تو انہوں نے مدینہ منورہ کے عامل کی طرف ایک خط لکھا کہ میری طرف ایک وفد کے ساتھ کسی کو بھیجو۔ لہٰذا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف وفد مدینہ منورہ کے عامل نے عمرو بن حزم انصاری کو بھیجا پس انہوں نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے اجازت طلب کی لیکن حضرت

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں اجازت نہیں دی اور اپنے حاجب کو حکم دیا کہ وہ ان سے کہے کہ مانگو جو مانگنا ہے تو انہوں نے لوگوں کے اجتماع کے بغیر کوئی بات کرنے سے انکار کر دیا پس کچھ دنوں کے بعد لوگوں کو جمع کیا گیا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا کہ

اب بتائیں یہ حاجت ہے!

اس پر حضرت عمرو بن حزم انصاری رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی

پھر فرمایا کہ

ابن معاویہ بادشاہت کے لائق نہیں ہے اور ہر بھلائی سے دور ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

بے شک جس کو بھی اللہ تعالیٰ حکومت کا والی بناتا ہے تو اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال فرمائے گا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اے آدمی! تجھے کیا ہوا کہ تو مجھے نصیحت کرتا ہے۔

حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

آپ رضی اللہ عنہ نے ہی تو فرمایا تھا۔

اس کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

(دراصل) بات یہ ہے کہ تیرے بیٹے اور ان کے بیٹے باقی رہ گئے ہیں اور میرا بیٹا ان کے بیٹوں سے زیادہ حق دار ہے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے پھر حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ

آپ رضی اللہ عنہ کو کسی چیز کی ضرورت ہو تو بتائیں؟

حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

میں نے ان کو کہا کہ

مجھے آپ رضی اللہ عنہ سے حاجت نہیں ہے۔

(سبل الہدیٰ والرشاد: باب الثالث فی قسمۃ صلی اللہ علیہ وسلم: ج:9،ص:129)

ایک اور روایت میں ہے کہ جس میں ایک آدمی کو ابو زرعہ نے ضعیف کہا اور اسی آدمی کو ابن حبان وغیرہ نے قابل اعتماد کہا اور حافظ الہیثمی نے کہا میں نہیں جانتا۔

وہ روایت یہ ہے کہ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے موت کے وقت یزید کو کہا:

تحقیق میں نے تیرے لیے سارے شہر آسان کر دیئے ہیں اور لوگوں کو تیرے تحت کر دیا ہے۔ مجھے تیرے بارے میں خوف نہیں ہے سوائے حجاز والوں کے اگر تو ان کی طرف سے کوئی شک پائے۔ تو ان کی طرف مسلم بن عقبہ کو بھیج دینا میں نے اس کو تجربہ کار پایا۔ جب یزید کو پتہ چلا کہ ابن زبیر اس کی مخالفت کر رہا ہے تو اس نے مسلم کو کہا جبکہ مسلم پر فالج نے اٹیک کیا ہوا تھا اس کو اپنے والد صاحب کی بات بتائی اور لشکر تیار کر کے اس کے سپرد کر دیا۔ جب مسلم بن عقبہ مدینہ منورہ پہنچا تو اس نے تین دن تک مدینہ شریف کی حرمت پامال کی پھر اس نے لوگوں کو یزید کی بیعت کے لئے بلایا اور کہا:

اے لوگو! تم یزید کی ہر حال میں اطاعت کرو گے اگرچہ کہ وہ خدا کی اطاعت کا حکم دے یا اس کی نافرمانی کا سب لوگوں نے اس کے ڈر کی وجہ سے اس بات کو قبول کیا۔ ایک آدمی نے انکار کیا تو اس کو مسلم نے قتل کر دیا اس کی ماں نے اللہ عزوجل کی قسم اٹھائی

اور کہا کہ

اگر ممکن ہوا تو میں مسلم کو زندہ یا مردہ ہونے کی حالت میں ضرور آگ میں جلاؤں گی۔ جب مسلم مدینہ سے نکلا تو اس عورت کے گھر کے قریب جا کر مرا۔ عورت اس کی قبر پر اپنے غلاموں کو لے کر آئی اور اس عورت نے ان کو حکم دیا کہ وہ اس کی قبر کو سر کی طرف سے کھودیں جب غلام کھودتے ہوئے اس کے سر تک پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک سانپ ہے کہ جو اس کی گردن کو لپٹا ہوا ہے اور ساتھ ہی اس کے ناک کو اپنے منہ میں لے کر چبا رہا ہے۔ سب غلام ڈر گئے اور سارا ماجرا اس کو بتا دیا۔

اور بولے کہ

اللہ تعالیٰ نے تیری طرف سے اس کے شر کا بدلہ لے لیا ہے لیکن عورت نے انکار کیا اور کہنے لگی کہ

اس کے پاؤں کی طرف سے اس کی قبر کو کھودو انہوں نے ایسا ہی کیا پھر وہی سانپ اس کے پاؤں کے ساتھ لپٹا ہوا پایا اس کی ماں نے دو رکعت نماز ادا کی اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی:

یا اللہ عزوجل! اگر میں مسلم پر تیری خاطر غصہ کرنے میں سچی ہوں تو یا اللہ عزوجل میرے اور اس کے درمیان فیصلہ فرما دے۔

پھر وہ عورت واپس پلٹی اور سانپ کی دم پر ضرب لگائی (دیکھتے ہی دیکھتے) سانپ مسلم کے سر کی طرف کھسک گیا۔

مسلم بن عقبہ کو قبر سے باہر نکالا گیا تو اس عورت نے اس کو آگ کے ساتھ جلا دیا۔

اور ایک متروک روایت میں ہے۔

اس زمانے میں اس فاسق لشکر کے کچھ گندے لوگ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے پس انہوں نے گھر کا سارا سامان لے لیا۔ پھر اس کے بعد اس گندے لشکر کے کچھ دوسرے لوگ اندر داخل ہوئے جب گھر کے اندر کچھ نہ ملا تو انہوں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کو کروٹ کے بل لٹایا اور پھر بے ادبی کرتے ہوئے آپ کی داڑھی مبارک کھینچتے

رہے۔

ایک روایت جس کو ایک جماعت نے روایت کیا ہے جس کے بارے میں حافظ مذکور فرماتے ہیں کہ میں ان کو نہیں جانتا۔

(بہرحال) اس زبیر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو خط لکھا کہ وہ ابن زبیر سے بیعت ہو جائیں۔لیکن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس سے انکار کیا (اس پر یزید کو موقع مل گیا)

اس (یزید) نے گمان کرتے ہوئے کہا کہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ابن زبیر سے بیعت اس لئے نہیں کی کہ وہ میری بیعت ہونے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

اسی وجہ سے اس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف ایک خط لکھا جس کے اندر اس نے اس بات کا تذکرہ کیا کہ وہ ابن زبیر کو دھوکہ دیں اور لوگوں کو ابن زبیر سے متنفر کریں۔اگر انہوں نے یہ کام سرانجام دیا تو وہ انعام یزید کے مستحق ہو جائیں گے۔

اس پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یزید کو جواباً برا بھلا کہنے میں بہت طول دیا' اور اس میں اس بات کی وضاحت کی کہ ابن زبیر سے بیعت کرنے سے میرے رکنے کی وجہ یہ ہرگز نہ تھی کہ مجھے یزید انعام دے گا اور نہ ہی میں یزید کو اس کا حق دار سمجھتا ہوں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ

میں کسی ایک کو بھی یزید کی بیعت ہونے کی اجازت نہیں دوں گا اور نہ ہی کسی کو حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما سے متنفر کروں گا۔

پھر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے یزید کے والد کے بارے میں طویل کلام کیا کیونکہ اس نے زیاد کو ساتھ ملایا تھا۔

اور یزید کے بارے میں بھی اس بارے میں کلام کیا کہ

یزید نے اہلِ بیت کی حرمت کو حلال جان لیا حتیٰ کہ اس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور اکثر اہل بیت کو شہید کر دیا۔یزید نے مدینہ منورہ کی حرمت کو بھی پامال کیا اور اس میں رہنے والوں کے قتل کو جائز قرار دے دیا اور بڑے بڑے اکابرین کو شہید کروا دیا۔

(تطہیر الجنان واللسان عربی:ص:61)

ایک روایت جمل کے رواۃ پر ابن حبان کو اعتماد ہے اور ابوزرعہ کو کلام ہے

وہ روایت یہ ہے کہ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جب وفات پائی تو اس وقت ابن زبیر نے یزید کو گالی دی پھر آپ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو

اپنی طرف بلایا پس یزید نے مسلم بن عقبہ کو مدینہ منورہ کی طرف بھیج دیا اور اس کو حکم دیا کہ وہ پہلے اہل مدینہ سے جنگ کرے پھر اس کے بعد اہل مکہ مکرمہ سے جنگ کرے چنانچہ تمام لشکر والے مدینہ منورہ پہنچے اور کئی دن مدینہ منورہ کی حرمت کو پامال کرتے رہے پھر تمام لشکر مکہ مکرمہ کی طرف چلے۔ جب مسلم بن عقبہ نے موت کے جھٹکے محسوس کیے تو اس نے حصین الکندی کو خلیفہ مقرر کیا۔

اور اس کو کہا کہ

اے ابن زرعہ! قریش کے دھوکوں سے بچ کر رہنا۔ ان کے ساتھ ہمیشہ منافقت کا رویہ اپنانا۔ جب یہ لشکر مکہ مکرمہ کو پہنچ گیا تو اس کا مقابلہ ابن زبیر رضی اللہ عنہما سے ہوا۔ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے مسجد کے اندر ایک خیمہ نصب کیا ہوا تھا جس کے اندر عورتیں زخمیوں کو دوائی دینے اور ان کے مصالحات میں مصروف تھیں۔

حصین نے کہا:

اس خیمے سے ہمیشہ ہی ہمارے مقابلے میں شیر نکلتے رہیں گے جس طرح کہ شیر اپنے گھونسلے سے باہر نکلتا ہے اب کون ہے جو مجھے ان کے خوف سے مطمئن کرے گا۔ اتنے میں اہل شام میں سے ایک شخص کھڑا ہوا

اور کہنے لگا کہ

میں۔

جیسے ہی رات چھائی۔ شامی نے ایک موم بتی جلائی اور اپنے نیزے کے ایک کنارے میں اسے رکھا پھر اس کے ساتھ خیمہ کو جلانا شروع کیا حتیٰ کہ پورا خیمہ جلا دیا اور کعبہ معظمہ میں آگ لگا دی اور یہاں تک کہ حضرت اسحاق علیہ السلام کے مینڈھے کے دو سینگ بھی جلا دیئے۔

(حضرت اسحاق علیہ السلام کے مینڈھے کے سینگ نہیں تھے بلکہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے مینڈھے کے سینگ تھے)

حضرت اسحاق علیہ السلام کے بارے میں اکثر لوگوں کی رائے ہے کہ

وہ ذبیح اللہ تھے۔

مگر صحیح بات یہ ہے کہ

ذبیح اللہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں (کیونکہ اس پر نص موجود ہے) بہر حال جب لوگوں کو پتہ چلا کہ یزید مر گیا ہے تو سب لوگ وہاں سے بھاگ نکلے۔ اس کے بعد مروان نے لوگوں کو اپنی طرف بلایا۔ اس پر اہل حمص، اہل اردن نے اس کی متابعت کو قبول کیا۔ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے ایک لاکھ کا لشکر جمع کیا جبکہ مروان کی حالت یہ تھی کہ اس کے پاس بنی امیہ اور ان کے غلاموں کے علاوہ لوگ نہ تھے جب ان کا خوف بڑھا

تو مروان نے اپنے غلام کو کہا کہ

ان لوگوں کو مکر کے ذریعہ روکا جاسکتا ہے۔

بہر حال مروان جنگ کے لئے نہ رک سکا اور یوں مروان جو کہ ان کا امیر تھا اس کو قتل کر دیا گیا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا سامنے آیا اور اس نے لوگوں کو اپنی بیعت کے لئے بلایا اہل شام نے اس کی بیعت قبول کی۔ اس نے لوگوں کو خطبہ دیا پھر کہا

تم میں ابن زبیر رضی اللہ عنہما کے ساتھ کون جنگ کرنے کا حوصلہ رکھتا ہے۔

حجاج نے کہا کہ

اے امیر المومنین! یہ کام میں سرانجام دوں گا کہ میں اس کا جبہ اتار دوں گا اور پھر اس کو میں خود پہن لوں گا۔ پس اس نے پکا وعدہ کیا اور مکہ مکرمہ کی طرف لشکر کے ساتھ روانہ ہو گیا اور ابن زبیر سے جنگ کی۔ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے اہل مکہ کو ہدایت کی کہ وہ ان دو پہاڑوں کی حفاظت کریں جب تک تم ان دو پہاڑوں کی حفاظت کرنے میں کامیاب رہو گے تب تک تمہیں کوئی آنچ بھی نہیں پہنچا سکے گا۔

بہر حال اہل مکہ اس کام میں عاجز آئے اور ان پہاڑوں کی حفاظت کے لئے نہ ٹھہر سکے۔ تو حجاج اور اس کے لشکری ابو قبیس پہاڑ پر چڑھ گئے اور انہوں نے اس پر منجنیق (پتھر برساؤ کی مشین) کو نصب کیا اور اس کے ساتھ مسجد میں موجود ابن زبیر رضی اللہ عنہما پر پتھر برسائے۔ جس دن حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما کو قتل کیا گیا اسی دن وہ اپنی والدہ کے پاس آئے اور ان کی والدہ حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہما ہیں اس دن ان کی عمر سو سال تھی لیکن اس وقت ان کا ایک دانت بھی نہیں گرا تھا اور نہ ہی ان کی نظر خراب ہوئی تھی۔

حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہما نے قوم کے متعلق پوچھا۔

تو حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے اس کی حالت کے متعلق بتایا

اور کہنے لگے کہ

میں موت میں راحت محسوس کرتا ہوں۔

لیکن اس پر ان کی والدہ محترمہ نے کہا کہ

اے بیٹے! مجھے زیادہ پسند یہ بات ہے کہ تجھے فتح یابی سے پہلے پہلے موت نہ آئے حتیٰ کہ میں تجھے فتح یاب ہو کر اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا کروں۔ یا اسے قتل کر دیا جائے تاکہ میں عند اللہ ثواب کی امید کر سکوں پھر اس کی ماں نے اس کو وصیت کی کہ وہ قتل کے ڈر سے بزدلی اختیار نہ کریں۔ پس وہ وہاں سے نکلے اور مسجد میں داخل ہوئے۔

ان کو کہا گیا کہ

آپ رضی اللہ عنہ کے لئے کعبہ معظمہ کا دروازہ کھولتے ہیں تو انہوں نے انکار کیا پھر اس کے بعد بہت سارے گروہ مسجد

کے دروازوں سے داخل ہوئے اور پیچھا کرتے رہے پس وہ ان میں سے ہر ایک کی طرف گئے اور ان کو نکال دیا پھر سب نے آپ رضی اللہ عنہ پر یکبارگی حملہ کیا اور آپ رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کو نشانہ بنایا اور آپ رضی اللہ عنہ کا سر مبارک جدا کر دیا۔

اور اس کا صحیح ما حاصل یہ ہے کہ

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

حضرت کعب رضی اللہ عنہ جس طرح فرماتے ہیں ویسے ہی ہوتا ہے لیکن آپ رضی اللہ عنہ نے یہ جو فرمایا تھا کہ ایک ثقفی جوان مجھے قتل کرے گا وہ جو سر نظر آرہا ہے مختار کا ہے پھر حجاج نے اس کو قتل کر دیا اور ویسے ہی ہوا جیسے کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا۔

ایک روایت جس کی سند میں ایک ایسا آدمی بھی ہے جس کے بارے میں حافظ الہیثمی فرماتے ہیں کہ میں اس کے بارے میں نہیں جانتا۔

روایت یوں ہے کہ

اس کے قتل کا سبب اس کا ان فرقوں میں سے ایک فرقے کو نکالنے کی کوشش کرنا ہے کہ اس کوشش کے دوران مسجد کے کنگروں میں سے ایک کنگرا اس کے سر پر پڑا اس وقت لشکریوں نے اس پر قبضہ کر لیا۔

(تطہیر الجنان واللسان عربی: ص:62)

یہ بات بھی صحیح سند کے ساتھ مروی ہے کہ

حجاج نے ابن زبیر رضی اللہ عنہما کو سولی پر چڑھایا تا کہ قریش یہ سب معاملہ اپنی آنکھوں سے دیکھتے رہیں پس قریشی ان کے پاس سے گزرتے تھے مگر ٹھہرتے نہیں تھے جب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہاں سے گزرے تو آپ رضی اللہ عنہ نے وہاں توقف کیا اور سلام کیا اور یاد دہانی کرائی کہ وہ ان کو اس کام سے روکتے تھے کیونکہ اس کام کا انجام یہی ہونا تھا جو فی الحال اس وقت پیش آرہا ہے۔

پھر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرمانے لگے کہ

ابن زبیر رضی اللہ عنہما بہت روزہ رکھنے والے، رات کو جاگ جاگ کر عبادت کرنے والے اور اپنے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی فرمانے والے تھے۔ جب اس بات کا حجاج کو پتہ چلا تو اس نے حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما کو سولی سے اتارنے کا کہا اور یہ حکم دیا کہ

یہودیوں کی قبروں میں پھینک دیا جائے۔

یہودیوں سے اس کی مراد مطلقاً مشرکین تھے۔ یا حرم جہاں سے یہودی گزرتے تھے پس ان میں سے بعض یہودی مرے جن کو وہاں دفن کر دیا گیا تھا پھر اس نے اس کی ماں کو یہ پیغام بھیجا جبکہ وہ نابینا ہو چکی تھیں کہ وہ حجاج کے پاس آئے اس کی ماں

نے آنے سے انکار کر دیا سختی کرتے ہوئے پھر حجاج نے پیغام بھیجا اس نے پھر آنے سے انکار کر دیا۔

حجاج آگ بگولا ہو کر اس کی طرف اٹھا اور کہا:

تیرے بیٹے کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کیا کیا۔

اس نے کہا:

میں تجھے دنیا کے اندر فساد والا سمجھتی ہوں اور تیری آخرت بھی برباد ہو چکی ہے پھر اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سنائی کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ

قبیلہ ثقیف میں ایک آدمی ہوگا جو تباہی و ہلاکت پھیلائے گا اور ایک کذاب ہوگا اور وہ کذاب مختار نام ہے اور تباہی مچانے والا تو ہی ہے اس پر وہ باہر نکل گیا۔

ایک روایت میں ہے کہ

اس عورت نے اسے تین دن بعد کہا کہ

یہ راکب کیوں نہیں اترتا (سولی سے)

حجاج نے کہا کہ

یہ منافق ہے۔

اس عورت نے کہا:

نہیں اللہ تعالیٰ کی قسم! یہ منافق نہیں تھا بلکہ بہت زیادہ روزے رکھنے والا اور نمازیں پڑھنے والا تھا۔

اس پر حجاج نے کہا کہ

اے بوڑھی چپ ہو جا تو بوڑھی ہو چکی ہے تیرا دماغ خراب ہو چکا ہے۔

اس عورت نے کہا:

میرا دماغ صحیح ہے اور مجھے صحیح طریقہ سے حدیث پاک یاد ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ

حجاج نے کہا:

ٹھیک ہے میں ہلاک کرنے والا ہوں لیکن منافقوں کو ہلاک کرنے والا۔

اس کی ماں نے یہ حدیث مبارکہ سنائی کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

دو کذاب ہوں گے دوسرا کذاب پہلے سے زیادہ فسادی ہوگا اور وہ بہت زیادہ ہلاک کرنے والا ہوگا اور وہ اے حجاج تو ہی

ہے۔

حجاج نے جواباً کہا:

اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا اور تو بھی سچ کہتی ہے میں ہلاک کرنے والا ہوں لیکن منافقوں کو۔

(تطہیر الجنان واللسان عربی:ص:62)

ایک روایت میں ہے کہ

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

وہ فرماتے ہیں کہ

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ کے بھائی کے بیٹے کا نام ولید رکھا

تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تم ایسے ناموں کے ساتھ نام رکھ رہے ہو جو اس امت میں فساد پھیلائے گا۔ وہ شخص امت کے لئے ایسا ہی شریر ہوگا جیسے کہ فرعون اپنی قوم کے لئے تھا۔

حرث بن اسامہ نے سعید بن مسیّب سے مرسلاً روایت کیا ہے کہ

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے بھائی کے ہاں بیٹا پیدا ہوا جس کا نام انہوں نے ولید رکھا اس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اس کا نام تو نے کیا رکھا ہے۔

وہ بولے:

جی ہاں اس کا نام ولید رکھا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ہرگز نہیں! اس کا نام عبد الرحمان رکھ دو۔

اس امت میں ایک ولید نامی شخص ہوگا کہ جو اس امت کے لئے اتنا شریر ہوگا کہ فرعون بھی اتنا اپنی قوم کے لئے شریر نہیں تھا۔

عبد الرحمٰن بن عمرو فرماتے ہیں کہ

میں نے سعید بن مسیّب سے کہا کہ

وہ کون ہوگا۔

تو آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔

وہ ولید بن یزید ہے۔

(تطہیر الجنان واللسان عربی:ص:63)

ایک اور روایت میں ہے کہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ

ایک شخص ہوگا جو بنی امیہ کے ظالموں میں سے ایک ظالم ہوگا وہ میرے اس منبر پر کھڑے ہو کر نکسیر بہائے گا مجھے اس شخص نے یہ بات بیان کی کہ جس نے عمرو بن سعید بن عاص کو منبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر نکسیر بہاتے ہوئے دیکھا حتیٰ کہ وہ نکسیر منبر کی سیڑھی تک بہہ گئی۔

(مسند احمد: مسند ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ: جز:21 ص:390)

عطا بن سائب سے ایک روایت مروی ہے کہ

اور یہ آدمی ذہنی طور پر مختلط ہوگا۔

روایت یہ ہے کہ

مروان نے حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما کو برا بھلا کہا اور اس قدر مبالغہ کیا کہ

کہنے لگا کہ

تم سارے اہل بیت ملعون ہو (معاذ اللہ)

حضرت حسین رضی اللہ عنہ غضب ناک ہوئے

اور فرمایا:

اگر تم یہ کہتے ہو تو میں کہتا ہوں کہ

اللہ تعالیٰ کی قسم! اللہ عزوجل کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھ پر اس وقت لعنت فرمائی کہ جب تو اپنے باپ کی پیٹھ میں تھا۔

اس پر مروان خاموش ہوگیا۔

(تطہیر الجنان واللسان عربی:ص:63)

اور ایک روایت میں ہے کہ جس کے تمام رجال صحیح ہیں۔

حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

اس کعبہ کے رب عزوجل کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاں (مروان) پر اس وقت لعنت فرمائی جبکہ وہ صلب میں تھا۔

(مسند احمد: جزء السادس والعشر ون ج:26، ص:51)

اور ایک روایت ایسی ہے کہ جس کے راوی ثقہ ہیں۔

روایت ہے کہ

مروان جب مدینہ منورہ کا حاکم بنا تو ہر جمعہ کو منبر پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو طعن و تشنیع کرنے لگا پھر اس کے بعد سعد بن عاص مدینہ کا گورنر بنا تو وہ کچھ نہیں کہا کرتے تھے پھر مروان گورنر ہوا تو مسلسل وہی خرافات کرنے لگا۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ اس کو جانتے تھے اور خاموشی اختیار فرماتے تھے اور مسجد میں تکبیر کے دوران تشریف لاتے تھے لیکن مروان حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی اس بردباری پر بھی رضامند نہ ہوا اور آپ رضی اللہ عنہ کے گھر میں آپ رضی اللہ عنہ کو اور آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ کو برا بھلا کہلوا بھیجتا ان تمام بکواسات میں ایک بکواس یہ بھی تھی کہ تمہاری مثال خچر کی طرح ہے کہ اسے کہو تیرا باپ کون ہے تو کہے کہ گھوڑا۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے قاصد سے فرمایا کہ

تم واپس چلے جاؤ اور مروان سے کہو کہ ہم تمہیں گالیاں دے کر جو کچھ تم نے کہا ہے اس کو مٹانا نہیں چاہتے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ تمہارا اور ہمارا قیام رب کے ہاں ضرور ہوگا اگر تم جھوٹے نکلے تو اللہ تعالیٰ سخت بدلہ لینے والا ہے۔ بے شک مروان نے میرے جدِ امجد محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی تعظیم کی کہ میری مثال خچر کی طرح بیان کرتا ہے۔ قاصد جب وہاں سے جانے لگا تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ ملے اور ان کے بہت ڈرانے دھمکانے پر مروان کا قول اس نے ان کو سنایا۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

مروان سے کہنا کہ تو ہی اپنے باپ اور قوم کی خبر لے

اور میرے اور تمہارے درمیان نشانی یہ ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لعنت تمہارے دونوں شانوں کے مابین میں بن گئی ہے۔

اور سند حسن کے ساتھ روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک تین اشخاص ایسے پیدا نہ ہو جائیں کہ وہ مسیلمہ اور عنسی اور مختار ہوں گے۔

مسیلمہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ظاہر ہوا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری حیات میں نہیں تھا اور بدترین عرب کے بنی امیہ اور بنی حنیفہ اور ثقیف ہیں۔

اورابو برزہ سے صحیح طرق کے ساتھ جس کی نسبت حاکم نے شیخین کی شرط پر کہا ہے۔

روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں بنی امیہ مبغوض ترین لوگوں میں سے تھے۔

یا یہ ارشاد فرمایا کہ

زندہ لوگوں میں سے سب سے زیادہ مبغوض تھے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ثقہ راویوں کے ساتھ روایت ہے کہ

ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ابھی تمہارے پاس ایک ملعون شخص آیا۔

یہ سن کر میں ہر آنے والے کو توجہ سے دیکھتا حتیٰ کہ فلاں شخص یعنی حکم وہاں پر آیا۔

(مسند احمد: مسند عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ: جز:13،ص:271)

اس کے نام کی صداقت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں ہے۔

اور ایک روایت جس کو حافظ ہیثمی نے فرمایا کہ میں اس کو نہیں جانتا۔

روایت یوں ہے کہ

حجر کے مقام پر حکم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میری اُمت میں فساد ان اشخاص کی بدولت ہوگا جو اس شخص کی پشت سے ہوں گے۔

(معجم الاوسط: جز:2،ص:144)

اور حسن سند سے روایت ہے کہ

مروان نے عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ سے کہا:

تو تو وہی آدمی ہے جس کے بارے میں یہ آیت کریمہ

وَالَّذِىْ قَالَ لِوَالِدَيْهِ اُفٍّ لَّكُمَآ (۴۶:۱۷)

نازل ہوئی تھی۔

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

تو کاذب ہے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے ہی باپ پر لعنت فرمائی تھی۔

اور ایک منقطع روایت جو ثقہ راویوں سے روایت ہے۔

وہ یوں ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ہمیشہ میری امت کا کام استقامت کے ساتھ رہے گا حتیٰ کہ اس میں فساد پڑ جائے گا۔

اور ایک اور روایت میں ہے کہ

پہلا آدمی جو اس میں فساد پیدا کرے گا بنی امیہ کا ہو گا جس کو لوگ یزید کہیں گے۔

اور ابو بکر ابن شیبہ اور ابو یعلیٰ نے روایت کیا ہے کہ

جب یزید شام کا امیر بنا تو مسلمانوں نے کسی مقام پر جہاد کیا اس میں ایک اچھی لونڈی کسی آدمی کو ملی وہ لونڈی اس سے یزید نے لے لی۔ اس آدمی نے حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے سفارش کی لہٰذا وہ اس کے ساتھ یزید کے پاس گیا اور تین دفعہ اس سے لونڈی کے واپس کر دینے کو کہا مگر وہ انکار ہی کرتا رہا۔

آخر کار حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

خبردار ہو جاؤ تم نے اس طرح کیا ہے۔ ہم نے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے

وہ ارشاد فرماتے تھے کہ

میری سنت کو جو آدمی بدلے گا وہ بنو امیہ میں ایک آدمی ہو گا یہ فرما کر حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ وہاں سے چلے گئے۔ یزید بھی ان کے پیچھے چلا گیا

اور کہنے لگا:

آپ رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا وہی آدمی میں ہی ہوں، سچ بتائیں۔

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

میں نہیں جانتا۔

اس کے بعد یزید نے وہ لونڈی اسے واپس کر دی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ باب ما اول ومن فعلہ: جز:14، ص:102)

یہ حدیث مبارکہ اس پہلی حدیث کہ جس میں یزید کے نام کی صراحت ہے معارض نہیں ہو سکتی اس لئے کہ اگر حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کے فرمان کو حقیقت پر محمول کریں تو اس طرح ہو گا کہ ان کو یہ چھپا ہوا آدمی معلوم نہیں ہو گا۔ لہٰذا وہ نفی اپنے علم کی کر رہے ہیں حالانکہ روایت میں اس ابہام کی تعیین کی گئی ہے اور مفسر مبہم پر راجح ہوتا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ جانتے ہوں مگر فتنے کے خوف کی وجہ سے صراحت نہ کی ہو خاص طور پر ایسی حالت میں کہ جب حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ اور بنی امیہ کے مابین کچھ واقعات ہو چکے تھے جن کی وجہ سے یہ احتمال تھا کہ شاید آپ رضی اللہ عنہ عداوت کی وجہ سے اس طرح فرما

رہے ہیں۔

اور سند ضعیف کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ہر چیز کے لیے ایک ایک آفت ہوتی ہے اور اس دین کی آفت بنی امیہ ہے۔

اور ایک سند جس کو حافظ ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ میں ان کو نہیں جانتا۔

روایت یوں ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ایک خلیفہ ایسا ہوگا کہ وہ اور اس کی اولاد جہنم میں داخل ہوگی۔

اور ضعیف سند کے ساتھ روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کوئی بات آہستہ فرمائی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا مقدس سر انور اٹھایا

اور ارشاد فرمایا کہ

خبیث نے دروازہ کو تلوار سے کھٹکھٹایا۔ اے ابوالحسن (حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے) اس کو پکڑ آؤ جیسے بکری دوہنے کے واسطے پکڑ کر لے آتے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ گئے اور اس کو کان اور گلے سے پکڑ کر لے آئے (وہ حکم تھا) اس وقت آپ نے اس پر تین بار لعنت فرمائی۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

اس کو ایک جانب بٹھادو۔ جب جماعت مہاجرین وانصار اکٹھی ہوگئی تو

آپ نے ان کو بلا کر فرمایا کہ

یہ آدمی کتاب اللہ وسنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کرے گا اور اس کی پشت سے وہ شخص نکلے گا جس کا دھواں یعنی فتنہ اس حد تک پہنچ جائے گا کہ آفتاب کو بھی چھپالے گا۔

مطلب یہ کہ

اس کا فتنہ تمام عالم کو تاریک کردے گا۔

کسی نے عرض کیا کہ

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سچے ہیں مگر یہ آدمی ایسا نظر آتا ہے کہ اس سے ایسے عظیم فتنہ کا خوف نہیں ہو سکتا۔

ارشاد فرمایا گیا:

بے شک ایسا ہی ہوگا (یعنی فتنہ کرے گا) بلکہ تم میں سے بھی بعض لوگ اس کی اطاعت اختیار کریں گے۔

(تطہیر الجنان واللسان عربی، ص:65)

اور ایک سند ایسی ہے کہ جس میں ایک راوی کے سوا وہ نامعلوم ہے باقی تمام راوی ثقہ ہیں۔

روایت ہے کہ

حکم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں حاضر ہونے کی اجازت مانگی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اس کو آنے دو۔ اس پر اللہ تعالیٰ اور فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے اور جس قدر اشخاص اس کی ذریت سے ہوں گے دنیا میں تو برے اور آخرت میں رذیل ہوں گے مگر ان میں کچھ نیک لوگ مستثنیٰ ہیں مگر وہ بہت ہی کم ہیں۔

اور ایک سند ایسی ہے کہ جس میں ابن لہیعہ ہے اور اس کی حدیث حسن ہوتی ہے۔

روایت ہے کہ

مروان حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس کسی غرض کی وجہ سے گیا

اور عرض کیا کہ

میرا خرچ بہت زیادہ ہے۔ میری دس اولاد ہے اور دس بھائی ہیں اور دس چچا ہیں یہ کہتا ہوا وہ روانہ ہو گیا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے جو ان کے پاس تشریف فرما تھے۔

ارشاد فرمایا کہ

کیا آپ رضی اللہ عنہ کو یاد نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ

جب بنی امیہ میں تیس مرد ہو جائیں گے تو وہ آیات باری تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے بندوں کو اور کتاب اللہ کو مٹانے کی سعی کریں گے۔ پھر جب چار سو سات کی تعداد کو پہنچ جائیں گے تو اس وقت ان کی ہلاکت بھی جلدی ہو جائے گی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ

ہاں۔

پھر مروان کو کچھ حاجت ہوئی اور اس کے لئے اس نے اپنے بیٹے عبدالملک کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا۔ جب اس نے کلام کیا۔

تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں کہ کیا تمہیں علم نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آدمی کا ذکر فرمایا تھا

اور ارشاد فرمایا تھا کہ

یہ چار ظالموں کا باپ ہوگا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

ہاں۔

(تطہیر الجنان واللسان عربی: ص:65)

ایک اور روایت جس کی سند میں ایک راوی کے علاوہ ثقہ ہیں اور باقی راوی صحیح احادیث کے راوی ہیں۔

روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دیکھا کہ

گویا بنی امیہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر پر چڑھتے اور اترتے ہیں پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم رنج والم کی حالت میں بیدار ہوئے

اور ارشاد فرمایا:

کیا حالت ہے کہ حکم کی ذریت میرے منبر پر بندر کی طرح چلتی پھرتی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

پھر وفات تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اچھی طرح ہنستے ہوئے کسی نے نہیں دیکھا۔

(تطہیر الجنان واللسان عربی ص:65)

اور ایک روایت جس کا ایک راوی مختلف فیہ ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

قبیلہ ثقیف کے ایک لڑکے یعنی حجاج کی نسبت کہ وہ عرب کا کوئی گھر ایسا نہیں چھوڑے گا جس میں ذلت کو نہ داخل کرے۔

عرض کیا گیا:

وہ کب تک بادشاہی کرے گا۔

ارشاد فرمایا کہ

اس کی حکومت کا زمانہ اگر بہت زیادہ ہوگا تو بیس سال رہے گا۔

چنانچہ ایسے ہی ہوا۔

(تطہیر الجنان واللسان عربی ص:65)

لہٰذا یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کرامت ہے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ

بنی عباس کے دو جھنڈے قائم ہوں گے

ایک کفر کا

دوسرا گمراہی کا۔

لہٰذا اے مخاطب اگر تو ان کو کہیں پائے تو گمراہ نہ ہو جانا۔

(تطہیر الجنان واللسان عربی ص:65)

ایک روایت کہ جس کی سند میں ضعیف راوی ہیں۔

روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میرے اور بنی عباس کے مابین میں کس طرح بن پائے گی۔ انہوں نے میری امت میں اختلاف پھیلایا، خون ریزیاں کیں، ان کو سیاہ کپڑے پہنائے اللہ تعالیٰ ان کو آگ کے کپڑے پہنائے۔

(معجم الکبیر: ثوبان مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ج:2، ص:96)

ایک اور روایت میں ہے کہ

عنقریب مشرق سے بنی عباس کے دو نشان نکلیں گے اول و آخر دونوں خراب ہوں گے۔ ان کی کبھی بھی مدد نہ کرنا جو شخص ان کے کسی جھنڈے کے نیچے چلے گا اللہ تعالیٰ اس کو جہنم میں داخل فرمائے گا۔

خبردار!

وہ اور ان کے پیروکار دونوں بدترین اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں وہ خود کو سمجھیں گے کہ وہ ہم میں سے نہیں ہیں۔

ان کی علامت یہ ہے کہ

ان کے بال بڑے ہوں گے اور لباس سیاہ ہوگا لہٰذا تم لوگ ان کے ساتھ کسی مجلس میں نہ بیٹھو نہ بازاروں میں ان سے خرید و فروخت کرو نہ انہیں راستہ بتاؤ نہ ان کو پانی پلاؤ۔

(معجم الکبیر: صدی بن العجلان ابو امامۃ الباہلی نزل: جز:8، ص:101)

ایک اور روایت میں ہے کہ جس کی سند کے بعض راویوں کی امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے توثیق کی ہے اور امام نسائی وغیرہ رحمہم اللہ علیہ نے ان کو ضعیف کہا ہے۔

روایت ہے کہ

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور پر اپنا رخسار رکھا۔

مروان نے کہا:

دیکھو کیا کر رہے ہو۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

دین پر مت رو ؤ جب اس کے والی نااہل ہوں۔

(تطہیر الجنان واللسان عربی ص:65)

مطلب ان کا مروان کے والی مدینہ ہونے پر اعتراض کا تھا۔

اور سند صحیح کے ساتھ روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مجھے اپنی امت پر چھ باتوں کا خوف ہے

ایک تو لونڈی کی حکومت۔

اور ایک روایت میں ہے کہ

بے وقوفوں کی حکومت۔

اور یہ بھی درست ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ

اللہ تعالیٰ تمہیں بدعقلوں کی حکومت سے محفوظ فرمائے۔

پھر ارشاد فرمایا کہ

میری امت کی ہلاکت قریش کے چند لونڈوں کے ساتھ ہوگی۔

(مستدرک: کتاب الفتن والملاحم: جز:4، ص:572)

اور ایک روایت حضرت ابوبکر بن ابی شیبہ رضی اللہ عنہ کی یہ ہے کہ مروان نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سننے کی خواہش کی۔

انہوں نے فرمایا کہ

میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

ایک آدمی جو خلافت کا متولی ہوگا اس بات کی آرزو کرے گا کہ کاش میں ثریا سے گر پڑتا مگر خلافت کے کسی حصہ کا والی۔

مروان نے کہا:

اور کچھ فرمایئے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

اس امت کی ہلاکت قریش کی ایک جماعت کے ہاتھوں ہوگی۔

مروان نے کہا:

پھر تو یہ بہت برے لڑکے ہوں گے۔

(مستدرک: کتاب الاحکام ج:4، ص:102)

اور یہ بھی روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

خوش خبری دو ان کو جو خوارج کو قتل کریں یا خوارج ان کو قتل کریں۔

حضرت ابویعلیٰ سے روایت ہے کہ

عبداللہ بن ابی اوفیٰ صحابی سے سوال کیا گیا کہ

اگر سلطان لوگوں پر ظلم کرے اور برے طریقے سے پیش آئے، تو حضرت ابن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ نے سائل کو زور کے ساتھ انگلیوں سے دبایا

اور فرمایا کہ

سلطان اعظم اگر تمہاری سنے تو اس کے گھر میں جا کر اس سے کہو اگر قبول کرے تو خیر ورنہ خاموش رہو کیونکہ تم اس سے زیادہ نہیں جانتے۔

(تطہیر الجنان واللسان عربی ص:65)

حضرت حارث بن اسامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے خارجیوں کے ستر سر دمشق کی سیڑھیوں پر لٹکے ہوئے دیکھے تو رونے لگے۔

پوچھا گیا:

آپ رضی اللہ عنہ کیوں رو رہے ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ان پر مجھے رحم آ رہا ہے کہ ان کا بھی اسلام کا دعویٰ تھا۔

اور یہ خیال آتا ہے کہ

شیطان مسلمانوں کے ساتھ کیا رویہ کرتا رہتا ہے۔

تین بار اس طرح فرما کر ارشاد فرمایا:

یہ لوگ جہنم کے کتے ہیں۔

پھر تین بار ارشاد فرمایا:

آسمان تلے جتنے لوگ مقتول ہوئے ان تمام سے یہ لوگ بدتر ہیں اور سواد اعظم کے علاوہ جہنم میں جائیں گے۔

عرض کیا گیا:

سواد اعظم اب جو کچھ کر رہے ہیں کیا آپ رضی اللہ عنہ اس کو نہیں دیکھ رہے۔

ارشاد فرمایا:

ہاں ان پر ان کا وزن ہے اور تم پر تمہارا وزن ہے۔ اگر تم ان کی پیروی کرو گے تو ہدایت یافتہ رہو گے اور پہنچانے والے پر پہنچا دینا فرض ہے (یعنی میں نے پہنچا دیا)

پھر ارشاد فرمایا:

سننا اور فرمانبرداری کرنا نافرمانی کرنے اور تفرقہ ڈالنے سے (کئی درجے) بہتر ہے۔

اور ارشاد فرمایا کہ

یہ تمام کچھ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔

اور حضرت ابویعلیٰ اور حضرت بزار سے روایت ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے منبر پر ارشاد فرمایا کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے وصیت فرمائی تھی کہ

ناکثین قاسطین مارقین کو قتل کرنا یہ تمام لوگ وہی خوارج ہیں کیونکہ پہلے تو وہ آپ کے لشکر میں تھے پھر ان پر شیطان حاوی ہو گیا کہ وہ باغی ہو گئے اور بہت سی باتوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے انہوں نے ناراضگی ظاہر کی۔ ان باتوں میں وہ صراحتاً کاذب تھے سب ان کا افتراء تھا۔

(تطہیر الجنان واللسان عربی ص:66)

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح طرق سے ثابت ہے کہ

اسلام کی چکی تیس (30) برس تک چلے گی۔

اس حدیث مبارکہ پر بحث ہو گئی ہے۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے صحیح طرق سے ثابت ہے کہ

سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے پھر حضرت عمر

رضی اللہ عنہ تشریف لائے اس کے بعد ہمیں فتنہ نے پکڑ لیا پھر جو اللہ تعالیٰ نے چاہا وہ ہوا۔

(تطہیر الجنان واللسان عربی ص:66)

ایک اور روایت میں ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح بیان کی پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کیا اوران کی مدح بیان کی۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا:

(30) تیس سال کے بعد تم اپنا منہ جس طرف چاہو پھیر لینا۔ تم اپنا رخ سوائے عجز و فجور کے نہیں پھیر سکو گے۔

اور یہ بھی صحیح روایت ہے کہ

اسلام کی رسیاں ایک ایک کر کے توڑی جائیں گی جب ایک توڑی جائے گی تو لوگ اس کے قرب والی کو پکڑ لیں گے اور سب سے پہلے حکم (یعنی خلافت) کی رسی توڑی جائے گی پھر نماز کی رسی توڑی جائے گی۔

(یہ حکم بھی صادق ہے آج ہم دیکھ رہے ہیں)

(مستدرک: کتاب الاحکام: جز:4، ص:104)

ایک اور حدیث جس کے راوی ثقہ ہیں۔

روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں 70ھ کے اوائل سے پناہ مانگتا ہوں اور دنیا اختتام پذیر نہ ہوگی حتیٰ کہ لونڈے اس میں حکومت کریں۔

(معجم الاوسط: جز:2، ص:105، کنز العمال: فصل الثانی: جز:11، ص:119)

ایک اور حدیث میں ہے کہ

(100) سو سال گزر جانے تک اللہ تعالیٰ ایک ٹھنڈی ہوا کو مسخر فرمائے گا جو ہر ایمان والے کی روح کو قبض کرے گی۔

اس حدیث مبارکہ سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کوئی سو سال کے بعد زندہ نہیں رہے گا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ جس کی سند میں ابن لہیعہ ہیں اور ان کی حدیث حسن ہوتی ہے۔

روایت ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ہر امت کے لئے ایک وقت مقرر ہوتا ہے اور میری امت کا وقت سو برس ہے۔ جب سو برس میری امت پر گزر جائیں

گے تو جو کچھ اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ کیا ہے ان کو مل جائے گا یعنی فتنہ اور بڑی بڑی بدعتیں پھیل جائیں گی چنانچہ اسی طرح ہی ہوا۔

اور ابو یعلیٰ سے روایت ہے کہ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس کسی عامل کی عرضی جس میں لکھا تھا کہ ہم نے ترکیوں کو بہت قتل کیا اور ان کے مال تقسیم کر لیے۔ یہ سن کر آپ رضی اللہ عنہ کو غصہ آیا۔

اور اس عامل کو لکھا کہ

میری اجازت کے بغیر پھر کبھی اس طرح نہ کرنا۔

کسی نے کہا کہ

اے امیر المومنین رضی اللہ عنہ! اس قدر غصہ کیوں آیا ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سنا ہے کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ترک اہل عرب کو نکال دیں گے اور جنگل میں خانہ بدوش کر دیں گے لہٰذا میں ترکوں کے قتل کو ناپسند کرتا ہوں۔

(تطہیر الجنان واللسان عربی ص:66)

اور ثقہ راویوں سے روایت ہے کہ

حضرت ابو رماشہ رحمۃ اللہ علیہ مولیٰ عبدالعزیز مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں زید بن حسن اور ابو بکر بن جہم رضی اللہ عنہ جیسی عظیم ہستیوں پر پٹکتے (توکا کرنا) ہوئے آئے۔ اس پر کچھ لوگ معترض ہوئے اور یہ حدیث مبارکہ سنائی کہ دنیا اختتام پذیر نہ ہوگی حتیٰ کہ وہ لونڈی اور غلاموں کی ہو جائے۔

اور ایک روایت ثقہ یہ ہے کہ

خبردار ہو جاؤ کہ تمہیں حق کہنے سے کوئی بات باز نہ کرے کیونکہ یہ خوف نہ موت کو قریب کرتا ہے اور نہ رزق کو دور کرتا ہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ

اسی حدیث مبارکہ نے مجھے مجبور کیا کہ میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور ان کو بہت سنا آیا۔

اور ابو یعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ مسجد میں آرام فرما رہے تھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنے پاؤں مبارک سے ہلا کر ارشاد فرمایا:

جس وقت تمہیں لوگ مسجد سے نکال دیں گے اس وقت تم کیا کرو گے۔

عرض کیا:

(یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!) سرزمین شام میں چلا جاؤں گا کیونکہ وہی تو زمین محشر اور مقدس زمین ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب ادھر سے نکال دیں گے (تو پھر کہاں جاؤ گے)

عرض کیا:

اپنی ہجرت کے مقام پر واپس پلٹ جاؤں گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب وہاں سے بھی نکال دیں گے (تو پھر کیا کرو گے)

عرض کیا:

اس وقت میں اپنی تلوار ہاتھ میں لوں گا اور جہاد کروں گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اس میں اچھائی نہیں ہے۔تم ان لوگوں کی اطاعت کرنا اور جس طرف وہ تمہیں لے جائیں چلے جانا۔

یہ حدیث مبارکہ روایت کر کے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ اللہ تعالیٰ کی قسم! میں اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملوں گا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا حکم سنتا رہوں گا اور اس کی اطاعت میں سرخم رہوں گا۔

(سیرۃ الحلبیہ :غزوہ بنی قریظہ ج:2،ص:664)

یہ اس لئے فرمایا تھا کہ آپ رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مابین تھوڑی سی مخالفت ہوگئی تھی۔

اور ایک ضعیف حدیث میں آیا ہے کہ

جب لوگ دو اشخاص کی بیعت کریں تو دونوں سے الگ رہنا اس لئے کہ وہ زمانہ فتنے کا ہوگا اور فتنے کے زمانے میں جتنا ہو سکا سب سے الگ رہنا بہتر ہے۔

یہی تو وجہ تھی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایک گروہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ دونوں سے دور رہے لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ سے الگ رہنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جب پتہ چلا کہ آپ رضی اللہ عنہ برحق امام تھے تو بہت نادم ہوئے جیسا کہ پیچھے گزر چکا ہے ان میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بھی تھے۔آپ رضی اللہ عنہ چند گائیں اور بکریاں لے کر اپنے اہل وعیال کے ساتھ الگ ہوگئے تھے آپ رضی اللہ عنہ پر آپ رضی اللہ عنہ کے بیٹے عمرو نے ملامت کی تو پھر آپ رضی اللہ عنہ نے وہی حدیث سنائی کہ جس میں فرمایا گیا ہے کہ عنقریب ایک فتنہ پیدا ہوگا اس میں بہترین آدمی وہی ہوگا

جو متقی ہو اور سب سے چھپا رہے لہٰذا اے بیٹے تم بھی اسی طرح ہی رہو جب اس نے یہ سنا تو وہ دور ہو گیا۔

مروان نے ایک بار بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بیٹوں کو بلایا

اور کہا:

آپ لوگ ہمارا ساتھ دیں اور ہماری طرف سے لڑیں۔

انہوں نے کہا:

ہمارے والد اور چچا اصحاب بدر میں تھے انہوں نے ہم سے عہد لیا ہے کہ ہم کسی مسلمان سے نہیں لڑیں گے اس لئے اگر تم جہنم میں نہ جانے کی سند ہمیں لا دو تو ہم تمہارے ساتھ ہو کر لڑتے ہیں۔ اس پر مروان نے ان کو بہت زیادہ ڈانٹا اور طعن و تشنیع کر کے روانہ ہو گیا۔

(صحیح ابن حبان بذکر الاخبار عن اخراج النار اباذر: جز:15 ص:52)

میرا یہ آخری کلام ہے جس کو لکھنے کی مجھے یہاں پر توفیق حاصل ہوئی۔ میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہدایت کے طلب گاروں کو اس سے فائدہ پہنچائے گا اور در بدر (حائرین) پھرنے والوں کو اس سے رہنمائی عطا فرمائے گا' اور تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا رب عزوجل ہے اور درود و سلام اس مقدس ذات اقدس پر جو تمام مخلوق سے بہتر ہے' اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل، اصحاب تابعین رضی اللہ عنہم پر قیامت تک بے شمار رحمتوں کا نزول ہو۔

(تطہیر الجنان واللسان عربی ص:67)

عرض گناہ گار و بدکار

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت میں بذریعہ اتم شامل ہیں اور آپ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب وحی ہیں اور کاتب وحی ہر صحابی نہیں کرتا تھا بلکہ وہ صحابی کرتا تھا جو وحی کے راز و نیاز کو محفوظ رکھ سکے اور سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سسرالی رشتہ دار ہیں اور پیاری بات تو یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کو ہادی اور مہدی کا لقب ارشاد فرمایا اور آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کو سب سے زیادہ حلیم اور سخی کا لقب عطا فرمایا اور آپ رضی اللہ عنہ کو اپنا راز دار فرمایا۔

جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میری امت میں سب سے زیادہ رحیم ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں اور دین کی باتوں میں سب سے زیادہ قوی عمر رضی اللہ عنہ ہیں اور حیاء میں سب سے زیادہ عثمان رضی اللہ عنہ ہیں اور علم و قضا میں سب سے زیادہ علی رضی اللہ عنہ ہیں اور ہر نبی کے کچھ حواری ہوتے ہیں اور میرے حواری طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما ہیں اور جہاں کہیں سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ہوں تو حق ان کی طرف ہوگا اور سعید بن زید رضی اللہ عنہ ان دس اشخاص میں ایک شخص ہیں جو رحمان کے محبوب ہیں اور عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ رحمٰن

کے تاجروں میں سے ہیں اور ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے امین ہیں اور میرے رازدار معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ ہیں پس جو شخص ان لوگوں سے محبت کرے گا وہ نجات پا جائے گا اور جوان سے بغض رکھے گا وہ ہلاک ہوگا۔

اور کاتب وحی کے امین ہونے پر یہ روایت ہے کہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

حضرت جبرائیل علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے

اور کہا کہ

یا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم! معاویہ رضی اللہ عنہ سے کام لیجئے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب پر امین ہیں۔

اور پیاری بات تو یہ ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت زیادہ محبوب تھے۔

چنانچہ روایت میں آتا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا سر ان کی گود میں تھا (یعنی ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی گود میں)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کیا تم معاویہ رضی اللہ عنہ کو محبوب رکھتی ہو۔

حضرت ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے کہا:

میں اپنے بھائی کو کیوں نہ محبوب رکھوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی معاویہ رضی اللہ عنہ کو محبوب رکھتے ہیں۔

ملاحظہ فرمایئے کہ

ان تمام احادیث مبارکہ سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی کس قدر عظیم شان ظاہر ہوتی ہے اور جوان سے محبت قائم رکھے گا وہ یقیناً دنیا وآخرت میں نجات حاصل کرے گا اور جوان سے بغض رکھے گا بافرمان مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم وہ ہلاک ہوگا۔ کیونکہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ عظیم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے گروہ میں سے ہیں اور آپ رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہنے والوں پر اللہ تعالیٰ اور فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہے۔

جیسا کہ حدیث مبارکہ میں ہے۔

جس شخص نے کسی صحابی کو برا بھلا کہا اس پر اللہ تعالیٰ کی اور فرشتوں کی اور انسانوں کی سب کی لعنت۔ اللہ تعالیٰ اس کے نہ فرض عبادت قبول فرمائے گا اور نہ نفل عبادت قبول فرمائے گا۔

اب ملاحظہ فرمائیں کہ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہنے والا کون؟

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخی کرنے والا کون؟

اور جو لوگ آپ رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہتے ہیں اور ایسی ایسی گھٹیا باتیں آپ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کرتے ہیں جن سے آپ رضی اللہ عنہ بری الذمہ ہیں انہیں خود سوچنا چاہئے کہ میں اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس صحابی کو برا بھلا کہہ رہا ہوں جو وحی کا تب ہیں۔

جو ہادی مہدی ہیں، جو جنتی ہیں، جو امت مسلمہ کے ماموں ہیں جو سخی و حلم کے پیکر ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب ہیں۔ اگر وہ خود ٹھنڈے دماغ سے سوچیں تو آج اس دور میں فتنے کھڑے نہیں ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت نصیب فرمائے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بلکہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین و صلی اللہ علیہ وسلم

آخری التجاء

اللہ تعالیٰ کی مقدس بارگاہ میں دعا ہے کہ مجھ بدکار روسیاہ کار سے اس کاوش میں اگر کوئی غلطی و کوتاہی ہوگئی ہو تو اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے معاف فرمائے اور میری، میرے والدین کریمین، بہن بھائیوں، عزیز و اقارب، پیرومرشد، اساتذہ کرام اور تمام امت مسلمہ کی مغفرت فرما کر ایمان پر خاتمہ، قبر میں زیارت حبیب کبریاء عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم قیامت میں شفاعت حبیب باری تعالیٰ عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم اور جنت میں پڑوس حبیب خدا عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین و صلی اللہ علیہ وسلم

طالب غم مدینہ و مدفن بقیع

عبد المصطفیٰ محمد مجاہد العطاری القادری عفی عنہ

آستانہ عالیہ چشتیہ جھلار شریف شاہ جمال مظفر گڑھ